BROWN
BOOK ONLY

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (١٣ : ٥٢)

جلد ١ | کلکته : جمعه - ١٨ محرم سنه ١٣٣٤ هجري | نمبر - ٢

Calcutta : Friday, 26 November. 1915.

البلاغ

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ اڈیٹر الهـلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ [illegible] کرام و رسل عظام هیں ' پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبر [illegible] جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت [illegible] عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من [illegible]

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذرچکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که [illegible] تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' [illegible] تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایک [illegible] کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علماء کے اصرار سے [illegible] انداز ممتاز ' و بلاغت و انشا [illegible] فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت [illegible] عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب لکهنا بالکل غیر ضروري

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں [illegible] اور بچوں ' عورتوں ' سب کے [illegible] میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس [illegible] منگانے هي قیمت [illegible] انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهئیے -

---

نوٹ ـــ ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه دو آنه -

١٢٥١٠

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)
"في ذالك فليتنافس المتنافسون" [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال
یعنی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الہـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ تمام طرق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے کا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ تھوڑے عرصے ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا قلموں سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالحدیث والقرآن کی دعوت کا ایک پر زور غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' منافقین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد ' مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبيل الله مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر منکشف کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں ' وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(٧) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت کئی روپیہ سے کم نہ ہوتی

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف ... روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

البلاغ

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

نمبر - ۲

کلکتہ : جمعہ - ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 26 November. 1915.

جلد ۱

مالابدمنہ

(۱) دفتر کي مالي مشکلات اور دقتوں کا حال احباب کرام سے پوشیدہ نہیں : (ع) تا چند بگویم کہ چساں ست و چساں نیست ؟

اس عاجز نے کسي طرح کي مالي اعانت دوستوں سے نہیں لي' اور کبھي اسے پسند نہ کیا کہ قیمت کے علاوہ آور کوئي بار پبلک پر ڈالا جاے - اس اصول کي وجہ سے جو جو مشکلیں برابر پیش آتي رهیں ' همیشہ انہیں خاموشي کے ساتھہ جھیلا - حتی کہ کبھي دنیا کو انکي خبر بھي نہیں دي - کیونکہ مصیبتوں کي خبر صرف انھي کو دیني چاهیے جنکے پاس انکا علاج هو - اور اس اعتبار سے صرف ایک هي ذات هے جو مصیبتوں کو دور کرتي اور پکارنے والوں کو جواب دیتي هے : الذي خلقني فهو يهدين ' و الذي هو يطعمني و يسقين ' و اذا مرضت فهو يشفين ' و الذي يميتني ثم يحيين ' و الذي هو اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين (۲۶ : ۷۸) سو اُس قدوس ذات [illegible] خبر [illegible] جائے یا نہ دي جائے' اسکے آگے اپنا افسانۂ غم لیجائیں یا نہ لیجائیں ' اسکے سامنے اپنے زخموں کي پٹي کھولدیں یا نہ کھولیں ' اسکي آنکھیں' هر حال میں سب کچھہ دیکھہ [illegible] هیں ' اور اسکے کان صحت و مرض ' راحت و رنج ' [illegible] مصیبت ' هر حالت کي صدائیں سن رهے هیں : [illegible] ربک لبالمرصاد (۸۹ : ۱۳) الم يعلم بان الله يرى ؟ پھر جبکہ ایک [illegible] سمیع و بصیر آقا موجود هو' تو اسکي چوکھٹ کے غلاموں کیلیے [illegible] جائز هے کہ اپنے هي جیسے درماندوں اور عاجزوں کے [illegible] اپنا دکھڑا لیجائیں ؟ یا انکي طرف ایک لمحہ کیلیے نظر [illegible] ؟ وہ بلا شبہ اسکي چوکھٹ کے غلام هیں - لیکن اس چوکھٹ [illegible] جسکا سر جھک گیا' پھر وہ دوسروں کیلیے شہنشاہ و حکم فرما [illegible] جس سے مانگا اور لیا جاسکتا هے ' پر وہ کسي سے نہ [illegible] اور نہ لیتا هے : و من يتوكل على الله فهو حسبه !

([illegible] صرف اس ایک هي بات پر غور کیجیے کہ اتنے عرصہ کے التوا [illegible] انتظار [illegible] تحمل [illegible] مستمرہ کے بعد پریس جاري هوا ' لیکن پرچے [illegible] نکلنے سے کسي طرح کي نئي مالي آمدني دفتر کو نہیں هوسکتي ' [illegible] بڑي تعداد اُن حضرات کي هے جو پیشگي قیمت ششماهي یا سالانہ پہلے هي بھیج چکے هیں' اور اب انکے اسي قرض میں رسالہ اُنکے نام جاري کردیا گیا هے - چھہ ماہ یا سال بھر تک انسے کوئي نئي قیمت وصول نہوگي اور نہ وصول هوني چاهیے - پس ایسي حالت میں ظاهر هے کہ سال بھر یا اقلاً چھہ ماہ تک تو پرچہ قطعاً بغیر کسي نئي آمدني کے جاري رکھنا پڑیگا - اسکے بعد کہیں خریداروں سے قیمت وصول هوگي -

(۳) هم اسکے لیے الحمد اللہ کہ مستعد هیں' اور اگر مستعد نہوتے تو البلاغ جاري نہوتا - لیکن اگر آپکا جي چاهے تو چند لمحوں کیلیے اسپر غور کرلیجیے کہ رسالہ جاري کرکے هم نے ڈھائي هزار روپیہ سے زیادہ کا ماهوار خرچ اپنے اوپر لے لیا هے ' حالانکہ چھہ ماہ تک کوئي نئي آمدني پریس کو نہوگي اور محض پچھلے حساب میں پرچہ جاري رکھنا پڑیگا -

(۴) هم کسي طرح کا بار احباب پر نہیں ڈالنا چاهتے - صرف یہ چاهتے هیں کہ وہ ان مشکلات پر نظر ڈالیں' اور اقلاً اتني کوشش اگر انپر گراں نہو تو کریں کہ نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور انسے بارہ روپیہ سالانہ یا پورے سات روپیہ ششماهي قیمت بھجوائي جاے - ممکن هے کہ اسطرح همیں ان مشکلات میں کچھہ مدد ملے -

(۵) ایک صورت پریس کے مدد کي یہ هے کہ تفسیر " البیان " کے اجزا ماهوار شائع هوا کرینگے' اور " ترجمان القرآن " پتھر کي چھپائي میں زیر طبع هے - اگر شائع هونے کے بعد وہ ان کتابوں کو لینے والے هوں تو صرف اتني عنایت کریں کہ انکی پیشگي قیمت بذریعہ مني ارڈر اسي وقت جلد سے جلد بھیجدیں - اسطرح اگر ایک اچھي رقم آگئي تو اس سے پریس کو اپنے کاموں میں مدد ملیگي - یہ پیشگي ترسیل بھي هم بلا معاوضہ کے نہیں چاهتے حالانکہ اگر چاهتے تو کم سے کم اسکا حق تو ضرور رکھتے تھے - پیشگي قیمت بھیجنے والوں کیلیے قیمت میں تخفیف کردي گئي هے اور اسطرح خریداروں کیلیے اسمیں ایک مالي فائدہ بھي هے -

(۶) یہ واضح رهے کہ پیشگي قیمت بھیجنے کا مطلب یہ نہیں هے کہ آپ ایک کارڈ اوٹھاکر بھیجدیں کہ " جب شائع هو ' وي پي کر دیجیے گا " یہ بالکل بے سود هے ' اور اگر یهي کرنا هے تو براہ کرم اپنا ایک پوسٹ کارڈ بھي ضائع نہ کیجیے - جب یہ کتابیں شائع هو جائینگي - آپ بھي خرید لیجیگا - پیشگي سے تو مقصود یہ هے کہ اسی وقت بذریعہ مني ارڈر قیمت روانہ کیجیے' اور اگر یہ کام مفید هے تو دوسروں کو بھي ترغیب دیکر قیمتیں بھجوائیے -

(۷) اگر لوگوں کے پاس دل اور دماغ هو' اور اگر انہوں نے حقیقي طور پر مسلمانوں کے مرض اور اسکے علاج کو سمجھا هو' تو انکے لیے اسکي تشریح ضروري نہیں کہ ترجمان القران کیا چیز هے ؟ اور اسکي اشاعت سے بڑھکر اور کوئي اسلامي خدمت هوسکتي هے یا نہیں ؟ - اگر اللہ تعالی اس حقیقت کے فہم کیلیے آپکے قلب کو کھول دے اور توفیق دے' تو آپکے سامنے آپکے مال و دولت کا سب سے بڑا مصرف موجود هے - یعني ترجمان القران کي زیادہ جلدیں خرید کر آپ مسجدوں میں ' مدرسوں میں ' علماء میں ' واعظین میں ' کتب خانوں اور کلبوں میں مفت تقسیم کر سکتے هیں - اسي سبب سے اسکي قیمت بہت هي کم رکھي گئي هے البتہ یہ ایک ایسي چیز هے جسکي توفیق صرف انھي بندوں کو ملیگي جنکے روپیہ کو خدا نے اپني راہ میں خرچ هونے کیلیے چن لیا هے - ورنہ انفاق في سبيل الطواغيت و الشياطين کي اتني راهیں آجکل کھلي هوئي هیں کہ ان سب سے آنکھیں بند کرکے حقیقي رباني کاموں کي طرف آنا بہت هي مشکل هوگیا هے -

البلاغ

فاتحة "البلاغ"

(٢)

يا ايها الذين امنوا! استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم، و اعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه و انه اليه تحشرون - و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة، و اعلموا ان الله شديد العقاب - و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فاواكم، و ايدكم بنصره، و رزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون - يا ايها الذين امنوا! لا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتكم و انتم تعلمون - و اعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنة، و ان الله عنده اجر عظيم - يا ايها الذين امنوا! ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا، و يكفر عنكم سيئاتكم، و يغفرلكم، والله ذو الفضل العظيم!

(٨ : ٢٣)

تلك ايات الكتاب المبين، تنزيل من رب العالمين، هدى و بشرى للمومنين، نزل به الروح الامين، على قلب محمد خاتم النبيين، ليكون من المنذرين، و انه لتذكرة للمتقين، و انه لحسرة على الكافرين، و انه لحق اليقين؛ يذكربها "البلاغ" قرائه على راس السنة الرابع والثلاثين، ليتذكروا ان في الكون ظلمة و نورا، وكلما خبيثا وكلما ماثورا، و عملا سيئا و عملا مبرورا، و من اراد الاخرة و سعي لها سعيها و هو مومن فاولائك كان مشكورا (١٧ : ٢٠) و ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا (١٧ : ٢٧)

وليتذكروا ان للامم حياة و موتا، و ان في الناس مكرا و فتنا - و ان للحياة دعوة يخاطب بها الاحياء، و ان لها فتنة من قبل الكبراء والرؤساء - و ان العاقبة للمتقين، و ان كانوا مستضعفين، ولا عدوان الا على الظالمين: وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩) وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها و ما يمكرون الا بانفسهم و ما يشعرون! (٦ : ١٢٣)

ليتذكروا ان من يدعو الى الحياة فهو يدعو الى الاستقلال و المساواة، و من يدعو الى [illegible] المقاوم للباطل - و ان ابغض الاشياء الى الرؤساء المستبدين، و امراء الضالين، و علماء المقلدين، [illegible] الفكر [illegible] بين الناس في الحقوق - و ابغض الناس الى الكبراء المترفين، من يدعو الى نصرة الحق و مقاومة الباطل و الى جعل التفاضل بين الناس بالاعمال و الفضائل - فالسادات الظالمون، و الكبراء المستكبرون، و [illegible] و الهداة الضالون، و المرشدون الدجالون، و جنود ابليس اجمعون، اعداء المصلحين في كل زمان، و خصماء الحق و السعادة في كل مكان - غرورا بالقوة الشيطانية و طغيانا بالغني، و استكبارا في الارض و مكرا السئي، ولا يحيق المكر السي الا باهله، فهل ينظرون الا سنة الاولين؟ فلن تجد لسنة الله تبديلا، و لن تجد لسنة الله تحويلا - او لم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟ و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليعجزه من شي في السماوات ولا في الارض، انه كان عليما قديرا - (٣٥ : ٤١)

و ليتذكروا ان انتقال الامم من حال الى حال، لا يكون من الرؤساء المترفين، و لا بالاعتماد على الامراء الفاسقين، و المقلدين الجاهلين، والمرشدين الضالين - و انما يكون بتغيير افراد الامة ما بانفسهم من الافكار و العقائد، و طلب المصالح و درء المفاسد - وتذكروا ان المسلمين غيروا ما كان بانفسهم في اول نشاءتهم بالتدريج، فغير الله ما كان [illegible] عزة الحياة والقوة، و سيادة العدل و الفضيله - و لن يغير ما هم الان فيه، الا بعد الرجوع الى ما كانوا عليه [illegible] جراثيم التقليد واجتثاث شجرة التعصب للمذاهب - واساسه جمع كلمة الامة؛ وتحقيق معني [illegible] والاعتصام بالكتاب و السنة - " فالبلاغ " يدعوهم الى " الاصلاح الديني " قبل كل شي، لانه يتوقف عليه كل شي - [illegible] لا يصلح هذه الامة، الا بما صلح به اولها - و صلح اول هذه الامة بهدي كتاب الله تعالى و سنة نبيه صلي الله عليه [illegible] و هداهم ذالك الي كل اصلاح صوري و معنوي، جزئي و كلي، مادي و ادبي، علمي و مدني [illegible] صراطي مستقيما، فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون (٦ : ١٥٣)

ا

لقد اتي على المسلمين حين من الدهر و هم في مرض اجتماعي يشبه داء السكته - تعيش في جامعتهم جراثيم المرض وهم لا يشعرون، و تهددهم بالزوال و الفناء و هم لا يعلمون - حتى اذا فار التنور، وجاء القدر المقدور-

تخرق حجاب الغرور، و طفق يدب دبيب الشعور - ولكنه شعور يظهر انه زاد الامة مرضا، حتي تكون حرضا - شعور هبط ببعض ذويه في مهاوى الاياس، وطوح ببعضهم الى مرامي الوسواس - فكان انتقالا من طور الخدر و السبات، الي طور الحيرة والشتات : كلما ارادوا أن يخرجوا منها من غم، أعيدوا فيها و ذوقوا عذاب الحريق (٢٢ : ٢٢) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن مدا (١٩ : ٧٧) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى، والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا و خير مردا (١٩ : ٧٩)

و لما استيقظ فيها الشعور بما فسد من امر دنياها، قبل الشعور بما كان سببا له من فساد امر دينها، و شعرت بالخطر على حياتها المادية و الصوريه، غافلة عن عللها الروحية واسبابها المعنوية ؛ شرعت في شي من الاصلاح الصوري والجزئي، بدون ان تؤيده بروح الاصلاح المعنوي و الكلي - فعد السلطان محمود خان المصلح مصلحا بتغيرالزى الرسمي و نظام الجنديه، و السلطان عبد المجيد مصلحا باعلان التنظيمات العثمانيه، و مصطفي رشيد و فواد باشا و خيرالدين التونسي و اعوانهم مصلحين بادخال الدولة العثمانية في "سلك الدول الاروبيه"، و مدحت باشا الشهير مصلحا باقتباس القوانين الغربيه، و محمد على في مصر بارساليات العلمية الى البلاد الافرنجيه، و السيد احمد خان في الهند بفرنجة الامة الاسلاميه، و جمال الدين الاسد ابادي بالدعوة الى الجامعة السياسيه، و امير عبدالرحمن خان بالتاليف بين القبائل الافغانيه، و الشيخ محمد بيرم التونسي و صدرالدين الروسي باخذ العلوم العصرية والماديه - ولكن لم تتوجه همة احد الى الدعوة الى القران، و اقامة الميزان والفرقان، و ازالة البدع والمنكرات، والتقاليد والعادات، وجمع الكلمة التي فرقتها المذاهب و اللغات - فما زاد الامة ذالك الاصلاح الصوري و الجزئي الا ضروبا من الفساد، ولا افاد الدولة الا اضعاف الاستقلال و اضاعة البلاد: قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا، اولائك الذين كفروا بآيات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٤)

٢

نعم، ان المسلمين امسوا كالريش في مهب رياح الحوادث، و كالغثاء في مجرى سيول الكوارث ؛ لا رأى لخواصهم فيما يراد منهم، و لا شعور لعوامهم فيما يراد بهم - وللاعداء يد في تصرف كبرائنا في سياستنا، و يد في تصريف اموالنا و انفسنا في مصلحتهم دون مصلحتنا، و يد تطبع الارواح باخلاق و عادات تنافى آداب ملتنا، و تودع فى العقول عقائد و افكارا تقوض بناء وحدتنا - فاي شي بقي في ايدينا من شوون امتنا ؟ اللهم انه يقل فينا من بقي له اذن تسمع و عين تبصر، و قلب يشعر وعقل يفكر - ويقل في هاؤلاء القليلين من له ارادة تتوجه الى عمل للامة، و ثبات فيما يحاول من كشف الغمه - والرجاء بفضل الله تعالى محصور في هاؤلاء الاقلين، و من يتصل بحزبهم حينا بعد حين، و العاقبة للمتقين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩)

٣

قال الله سبحانه و تعالى : نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا ما بين يديه، و انزل التورات والانجيل من قبل هدى للناس، و انزل "الفرقان" (٣ : ١) و قال فى سورة الحديد : لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط، و انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس (٥٧ : ٢٥)

فهذا بيان للناس بان بناء معاشهم و معادهم يقوم على اربعة اركان : الكتاب، و البصيرة، و العدل، و القوة النافذة و المقومه - وهي القران، والفرقان، والميزان، والحديد - من تمسك بهم نجا، و من تركهم ضل و غوى، و خزى في الاخرة و الاولى : و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا، و نحشره يوم القيامة اعمى (٢٠ : ١٢٤) كذالك نجزي من اسرف ولم يومن بايات ربه ولعذاب الاخرة اشد و ابقى (٢٠ : ١٢٧)

" الفرقان " عقل يفرق بين الحق و الاباطيل، و يدرك اسرار الخليقة وفقه التنزيل - فهو المخاطب باقامة [illegible]، و هو المطالب بالتصرف في الطبيعه، فياخذ منها بقدر اجتهاده، علي حسب استعداده - و "الميزان" عدل في الخلاق و الافكار و الاحكام، به ينفذ حكم القران و الفرقان، حتى يلتئم شمل الانسان - فيعطي كل ذي حق [illegible] يوفى كل ذي قسط قسطه - و ان لربه عليه حقا، و لنفسه عليه حقا، و لزوجه عليه حقا، و لاهله عليه حقا، و لقومه عليه حقا، ولامته عليه حقا، ولمجموع الناس عليه حقا - فالقران يهدى الى الحقوق و يبين، والفرقان يفرق بين المتشابهات ويعين، و انما القسمة بالميزان، و بالثلاثة تكمل فطرة الديان - فالقران كتاب مسطور، و ضياء و نور، و بالفرقان نقرء وندرس، و نجتلى و نقبس - و بالميزان نعمل بالعلم، و نقوم بالقسط - ومن شذ عن هذه الثلاثة فلم يهتد بالنقل والعقل، ولم يخضع لسلطان العدل، فقد انزل الله لعلاجه "الحديد" الجامع بين المنافع و الباس الشديد - فيودب بقوة السلاح، حتى يستقيم امر الاصلاح - و يكون كلمة الحق هي العليا، و كلمة الباطل هي السفلي : وقاتلوهم حتي لا تكون فتنة و يكون الدين لله (٢ : ١٩٣)

بهذه الاركان الاربعة كان الاسلام دين الفطره، و الهادي بسنن الشريعة الي كمال سنن الطبيعه - ولكن هدم التقليد جميع هذه الاركان، و استبدل بها قول فلان و فلان، اسماء سماها المقلدون هم و اباؤهم ما انزل الله بها من سلطان - فاما ركن "الكتاب" فبزعمهم ان فهمه و الاهتداء به خاص بنفريسمون المجتهدين و المفسرين، و انهم

انقرضوا و قد عقم الزمان عن مثلهم الي يوم الدين ! و اما ركن الفرقان ، فبما اهملوا من الحكمة الدينية ، والعلوم الكونية ، و الفنون العمليه ، و اجتهاد الفكر و النظر في الحياة الاجتماعيه - و اما ركن الميزان ، فباباحة الاستبداد لذوي السلطان ، و تحتيم طاعتهم ولو في الاثم و العدوان ، و بتعزيزهم و تعزيزهم ، و اجلالهم و توقيرهم ، بل ... و تقديسهم بكرة واصيلا - فقد اندرس من هذا الركن علمه و عمله ، و انمحي بالكلية حقيقته و رسمه ، و استولت علي القلوب مداهنة الخلق ، و انمحت عنها مراقبة الخالق ، و استرسل الناس في اتباع الهوى استرسال البهائم ، و عز علي بساط الارض مومن صادق لا تاخذه في الله لومة لائم - و اما ركن الحديد ، فبالاعراض عن الجهاد في سبيل الحق و مقارمة الظلم و الطغيان ، و التعاون علي الاثم و العدوان - فمتى يثبت لشعوبهم و دولهم بنيان ، و قد هدموا جميع هذه الاركان ، و فسقوا فيها عن هداية القران ؟ فاولائک اعداء الرحمن ، و اولياء الشيطان : و من يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا ، يعدهم و يمنيهم ، و ما يعدهم الشيطان الا غرورا (۴ : ۱۱۹) و اذا اردنا ان نهلك قرية ، امرنا مترفيها ، ففسقوا فيها ، فحق عليها القول ، فدمرناها تدميرا (۱۷ : ۱۲)

۴

ان بعد رجال الدين عن علوم القران و الفرقان و الميزان و الحديد ، وجمودهم على ما اوجبوه على انفسهم من التقليد ؛ جعلهم بمعزل عن الزعامه ، و حرمهم مقام الاسوة و الامامة - فلم يبق لهم شي من الامر و النهي ، و باتوا لا يقصد اليهم في الاستشارة و الرأى - لا يستفتون في ادارة المصالح و درء المفاسد ، ولا يعتمد عليهم في نظام التربية و التعليم في المدارس - فقلت بعدم الثقة بهم ثقة الناس بالدين ، وكثر الفسق في الجاهلين ، و الالحاد و الكفر في المتعلمين - انحلت رابطة جامعته المليه ، و كادت تنفصم عروة اخوته الروحيه - فسهل على الاعداء تخطفهم شعبا شعبا ، و انتقاص بلادهم قطرا قطرا : ولقد صرفنا في هذا القران ليذكروا ، و ما يزيدهم الا نفورا (۱۸ : ۴۱) وقال الرسول يا رب ! ان قومي اتخذوا هــذا القران مهجورا (۲۵ : ۳۰) وكاين من قرية عتت عن امر ربها و رسله ، فحاسبناها حسابا شديدا (۶۵ : ۹) و بلوناهم بالحسنات و السيئات لعلهم يرجعون (۷ : ۱۶۷)

۵

فا " لبلاغ " يدعو المسلمين الي اقامة الاركان الاربعة باسم الاسلام ، من حيث يحتجون علي هدمها بالاسلام - و انما اقامتها ان يكون امر الامة بايدي اهل القران ، و اصحاب الفرقان ، و مقيمي الميزان ، و حملة الحديد ، الذي فيه باس شديد : هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (۱۳ : ۱۰۸) فمنهم من يومن به و منهم من لا يومن به ، و ربک اعلم بالمفسدين (۱۰ : ۴۰)

۶

هذا ضرب من ضروب هداية القران ، الذي دعا الى جميع الاصول التي فيها سعادة الانسان - فمن اقام هذه الاركان كلها كان هو المسلم الكامل و ان سمي مبتدعا او ملحدا او دهريا - ومن هدمها كلها كان ملحدا في آيات الله سبحانه وان سمى نفسه مسلما حنيفيا - ومن كان اقرب اليها ، كان حظه من السعادة بمقدار سهمه منها - و متى تنازع شعبان او امتان ، كان الظفر لمن كان اقرب من هذه الاركان ، و هو الاقرب الي هداية القران : فطرة الله التي فطر الناس عليها ، لا تبديل لخلق الله ، ذالك الدين القيم ، ولكن اكثر الناس لا يعلمون (۳۰ : ۳۰)

۷

سيقول السفهاء من الناس ، و اهل الارجاف و الوسواس : ان هذه الدعوة الى هداية القران ، و اقامة الفرقان و الميزان ، هي اجتهاد اقفل بابه في هذا الزمان ، و الداعي اليها عدو مبين لاهل الايمان ، وما علينا الا تقليد شيوخنا اهل الفقه و التفسير و العرفان : بل قالوا مثل ما قال الاولون (۲۳ : ۸۳) انا وجدنا آباءنا على امة و انا على آثارهم مهتدون (۴۳ : ۲۳) واذا قيل لهم : اتبعوا ما انزل الله ، قالوا : بل نتبع ما الفينا عليه آبائنا ! اولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون ؟ (۲ : ۱۶۵) ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون (۴۳ : ۱۹) فاعرض عنهم وتوكل على الله وكفى بالله وكيلا ! (۴ : ۸۳) ومن ها اولاء من يلقي تبعة هلاک المسلمين وضياع السلم على عواتق اهل السلطة المتغلبين على الاحكام - و منهم من يوجب الخضوع والتعبد لكل ذى سلطان ، و ان ... باستبداده القران والفرقان ، وطغى بظلمه في الميزان ، و يقول بعزة فرعون و هامان - و منهم من يحيل على ... والقدر ، و منهم من يقول ليس لها الا المهدى المنتظر - و منهم من يثبت ان هذا من علامات الساعة الكبرى ، و منهم من يصيح " الا اياما معدودات قبل هلاک الدنيا " - فاولائک اعداء القران ، و خصماء العلم و العرفان ، و ان كثيراً من الاحبار و الرهبان ، ليأكلون اموال الناس بالعدوان ، و يقعدون بكل صراط يصدون عن سبيل الرحمن ، فمثلهم في الانجيل و مثلهم في القران ، كمثل الحمار يحمل اسفارا (۶۱ : ۵) و ان منهم لفريقا يلون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب وما هو من الكتاب ، ويقولون هو من عنــد الله وما هو من عنـد الله ، و يقولون على الله الكذب وهم يعلمون (۳ : ۷۲) ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب و يشترون بــه ثمناً قليلا ، اولائک ما يأكلون في بطونهم الا النار (۲ : ۱۶۹) قل يا اهل الكتاب ! لستم على شي حتى تقيموا التورات و الانجيل وما انزل اليكم من ربكم (۵ : ۷۲) و منهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني ، و ان هم الا يظنون (۲ : ۷۲) و ان فريقا منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون (۲ : ۱۴۰)

و العلماء ! العلماء ! احذروهم و ان خدموا الامة و الدين ' و الصلحاء ! الصلحاء ! اهلكوهم ان كنتم فاعلين - فاولٰئك حزب الشيطان' الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (٥٨ : ١٩)

٩

علمتنا التجارب و الاختبار ' و نطقت مواضي الحوادث و الاخبار ' بان المقلدين من كل امة المنتحلين اطوار غيرها ' يكونون فيها منافذ وكوى لتطرق الاعداء اليها ' و تكون مداركهم مهابط الوساوس ' و مخازن الدسائس - بل يكونون بما اعمت افئدتهم من تعظيم الذين قلدوهم و اسوا بهم و احتقار من لم يكن على مثالهم ؛ شؤماً على ابناء امتهم ؛ يذلونهم ' و يحقرون امرهم ' و يستهينون بجميع اعمالهم - و ان بقي في بعض رجال الامة بقية من الشمم ' او نزوع الى معالي الهمم ؛ انصبوا عليه ' و ارغموا من انفه ' حتى يمحى اثر الشهامة ' و تخمد حرارة الغيرة ' و يصير اولائك المقلدون المضلون ' طلائع لجيوش الغالبين ' و حماة الغازين - يمهدون لهم السبيل ' و يفتحون عليهم الابواب - ثم يثبتون اقدامهم ' و يمكنون سلطتهم ' و يخربون بيوت الامة بايديهم ' ذالك بانهم من الذين نسوا الله فانساهم انفسهم ' اولائك هم الخاسرون ! لا يستوى اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون ! (٥٩ : ١٩)

صدق حكيمنا ابن خلدون في قوله : " ان المغلوب مولع ابدا بالاقتداء بالغالب ' في شعاره وزيه ونحلته و سائر احواله و عوائده " نقول ولكنه قلما يقتدي بـه في معالي الا مور ' و اسباب القوة التي بها كان غالباً - لان المغلوبين المخذولين يستحوذ عليهم الخمول و الكسل ' و يصيرون عالة على الغالب في عامة شرؤنهم' و هذا معني قوله تعالى :

ضرب الله مثلاً : رجلين احدهما ابكم لا يقدر على شي وهو كل على مولاه اينما يوجهه لا يات بخير' هل يستوي هو و من يامر بالعدل وهو على صراط مستقيم ؟ (١٦ - ٧٨) وقد يخدع الغرور اكثر المتفرنجين المقلدين ' فيتوهمون انهم بتقليدهم للا فرنج في اسلوب التعليم ودعوة " القومية " و " الا فرنجيه " قد ساروا على طريقهم الى الاستقلال الذاتي و الكمال المدني ' و هيهات هيهات ما يتوهمون - لا تجد اكثرهم الا مخدوعين المخذولين ' و طريق العاملين المستقلين ' غير طريق المقلدين الخاسرين : فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ! (١٦ : ٣٨)

يقولون " التعليم ! التعليم ! التعليم !!! " و يقولون " الاجتماع و المؤتمرات ' و الاحـزاب والجمعيات " وهـم لا يعرفون حق ذالک من باطله ' فنحن نرى فساداً كبيراً و عصيانا مبيناً دخل على الامة من قبل هذه الاشياء وهم لا يشعرون - فالعبرة بروح التعليم و الجمعيات لا بصورها ' والحقيقة فى اساسها لا في اشكالها - و هـذه لا تكون صالحة مصلحة الا اذا كان القائمون بـهذه الاشياء صالحين مصلحين ' و الهادين المرشدين ' والمومنين الراسخين ' فهل من السهل ان تعرف الامة من عساه يوجد فيها من ها ولاء الرجال فتكل امر الاصلاح اليهم ؟ انى ذالک ؟ و عوامها جاهلون' وخواصها المتفرنجون' و علمائها المقلدون !! ولكن : لا تايئسوا من روح الله' انه لا ياس من روح الله الا القوم الكافرون !

يا للاسف ويا للعاز ! راجت في سو قنا فتنة الخبيثة الا فرنجيه ' فحلت روابطنا' و اضعفت جامعتنا ' ومزقت نسيج وحدتنا ' واغتالت معظم ثروتنا ' و نحن الى الان نتوهم اننا نرقي بذالک انفسنا ' و يغش الذين تفرنجوا منا انهم صاروا ارقي من سائرنا عقولاً ' واعلى اداباً ' و اصلح اعمالا - حتى ان بعض احداث المدارس منهـم يرون انفسهم بتاثيرفتنة التفرنج انهم ارقى من سلفنا الصالح الذين فتحوا المـمالک ' ومصر و الامصار' ودونوا العلوم ' و بنوا لنا ذالک المجد الذي ساعدنا ا عدائنا على هدمه منذ قرون ولما ينهدم كله !! الا ' اننا قـوم جاهلـون ' مخدوعون مسحورون - نخرب بيوتنا بايدينا ' وايدي اولائک الخادعين لنا - و وصل البغي والعدوان علينا الى هذه الدرجة ' و لم تزل الغشاوة كلها عن ابصارنا ' ولا الرين عن قلوبنا - ولا يزال في آذاننا وقر' وبيننا و بين الحقيقة حجاب ! ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن و الانس ' لهم قلوب لا يفقهون بها' ولهم اعين لا يبصرون بها ' ولهم آذان لا يسمعون بها ' اولائک كالانعام بل هم اضل' و اولائک هم الغا فلون ! (٧ : ١٧٨)

فيا ايها المتفرنجون ! لا تغلوا في تفرنجكم ولا تقولوا على دعاة القران غيرالحق ' ولا تتبعوا اهواء قوم ضلوا فاضلوا' ولا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - (٣ : ١١٨) ومن يتولهم منكم فانه منهم ' ان الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٥ : ٥٩) واعلموا ان افرنجيتكم الباطلة لا بقاء لـها اذا عارضها اسلامنا الحق - فانما بقاء الباطل في [illegible]وم الحق عنه - والعاقبة للمتقين :-

١٠

اختلفت عليكم الدعوة ايها المسلمون ' و كل حزب بما لديهم فرحون ' فاجيبوا داعي الله وامنوا به ' يغفرلكم من ذنوبكم و يجركم من عذاب اليم' و من لا يجب داعي الله فليس بمعجز في الارض و ليس له من دونه اولياء - اولائک في ضلال مبين (٤٦ : ٣٠) و استعينوا بالله و اصبروا ' ان الارض لله ' يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين (٧ : ١٢٥) فله دعوة الحق ' وما خالفها فهو باطل وفسق - فاتقوا الله و اطيعون ' و لا تطيعوا امر المسرفين - ها نحن اولاء قد خرجنا عن استقلالنا الاجتماعي زمناً طويلا ' اطعنا فيه ساداتنا وكبرائنا فاضلونا سبيلا ' و اخذنا الاجانب من ناحية سلطتهم اخذا وبيلا ' فما اغنت عنا ذلة العبودية لهم فتيلا ' ان هذه تذكرة' فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (٧٦ : ٢٩) ولا سبيل اليه الا باتباع هدايته ' والسير على سنته في خليقته : هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني ' وسبحان الله' و ما انا من المشركين (١٢ : ١٠٨)

٦

(المتفـــرنجون المفســـدون)

و من ورائهم قوم آخرون ' الذين يجعلون علته ما جهلوا او تركوا من هدى الدين ' و هو ما عمل به سلفهم فكانوا هم الايمة الوارثين - يحاولون ان يقطعوا هذه الامة اسما ' و يسلكوا بها الى المدنية الحديثة طرائق قددا ' و هم ما عرفوا حقيقة المدنية الفاضلة وكنهها ' ولا ما يصلح للمسلمين ويتفق مع طبائعهم منها - و هم في طلب قشورها مقلدون ' صم بكم عمي فهم لا يبصرون - وها اولاء هم الـــذين مرقوا من الـــدين ' انكروا التقليد ولم يعرفوا الحق اليقين - يقولون لا رجاء للمسلمين بحياتهم المليه ' ولا باقامة الحدود الشرعيه ' فاذا لـم يحيوا حياة " افرنجية " فلا حياة لهم ' و اذا لم يتبعوا خطوات اوربا فلا مدينة لهم - كل هـذا و ذالك مما ينادي به المسلمون الجغرافيون ' منهم الملحدون ' و اكثرهم الفاسقون ' ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون (٢٣ : ٦٣) يجرفون ثروة الامة الى الا جانب ' و يقذفونها بالفجور و النفوذ الاجنبي من كل جانب ' و يتغلبون فيها على المناصب ' فينالون منها جمع المارب - يحقرون لها سلفها ' و يعظمون في نفسها كل ما هو اجنبي عنها - فهم المنافذ والكوى التي يدخلهـا منها الفساد ' و هـم الالات التي يستعين بها الاجانب على امرالامة والبلاد ' وهم الذين ضل سعيهـــم في الحياة الدنيا ' وهم يحسبون انهـم يحسنون صنعا - (١٨ : ١٠٤) فلا هم صاروا بهـــا اوربيين ' ولا ظلوا مسلمين شرقيين ' ولكن لغرورهم الافرنجية تراهم من المتكبرين الطاغين ' طلعهم كانه رؤس الشياطين - فاولائک هم المتفرنجون المفسدون ' الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون (٢٦ : ١٥٢) واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض ' قالوا : انما نحن مصلحون ! الا ' انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون !! (٢ : ١٠)

الا ' انهم تحولوا عن التقاليد الاسلاميه ' الى التقاليد الافرنجية الصوريه - فيدحرجون الامة من تقليد الى تقليد ' ويقذفون الغيب من مكان بعيد ' و يتبعون كل شيطـان مريد - يسمون انفسـهم المجـــددين ' و طلاب المجد و الحضارة للاسلام و المسلمين ' ومكوني " القومية " ' و خالقي الشعور بالحياة المدنيه - والحق انهم شر من الراضين بما وصلنا اليه من الضعف والخمول - لان ها اولاء الخاملين الجامدين ' قد رضوا بهذه الحالـة التي لا تجد لـها تفسيرا ' الا انـها مما يسمونه " الموت صبرا " - واما المتفرنجون الضالون ' الذين رضـوا بانحلال رابطتهم المليـه ' و عفاء مقوماتهم و مشخصاتهم الاسلاميه - فانما رضوا ان ينجعوا انفسهم ' و ينحروا امتهم ' و يجعلوها غذاء لاعداءهـم : اولائك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهوائـهم (٤٧ : ١٩) ذالـک بانهم كرهوا مـا انـزل الله فاحبط اعمـالهـم (٤٧ : ٩) فهل ينظرون الا الساعة ان تأتيهم بغتة ؟ فقـد جاء اشراطها ' فانى لهم اذا جاءتهم ذكراهم ؟ (٤٧ : ٢٠)

٧

يهاجم الاسلام و المسلمين جيش خارجي من الامم الطامعه ' وجيش آخر داخلي من دعاة التقاليد الافرنجيه - و الثاني انكي من الاول واضر ' وادهي و امر - لان لسبعون عدوا خارج الدار ' اهـون من عـدو واحد في الـــدار - فالمتفرنجون المنافقـون ' المفسدون الدجالون ' يغشون المسلمين بانهم منهـم ' ينفعهم مـا ينفعهم ' و يضـرهـم ما يضرهم ' و الله يعلم انهم لكاذبون : يخادعون الله والرسول والذين امنوا ' وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون -

يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدنية اعلى ' وحضارة اسمي - وهي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم ' وثروتهم و زخرفهم - ويحسبون لصغر عقولهم ' وقطع نظرهم ' ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروة ' و اسباب القوه ؛ قد جاءهم من عدم مبالاة كثير منهم بالدين ' واتباع غير سبيل المومنين - او من عاداتهم في طعامهم و ازيائهم ' و فسقهم و فجورهم ' و اجتماعهم و افتراقهم - او بمعض التشكيل المدارس ' و تاسيس المكاتب و المعاهد - فطفقوا يقلدونهم في شرما عندهم ' و يدعون المسلمين الي تقليدهم ' على ان منها ما هو من سئيات مدينتهم و قبائحها التي ينكرها عليهم حكماءهم ' ومنها ما هو مناسب لطبيعة بلادهم و اجيالهم دوننا - و منهم ما لا نفع فيه ولا ضرلذاته ' ولكنه يضرنا من حيث هو تقليد لهم ' يضعف روا بطنا المليه ' و مقوماتنا الاجتماعيه ' و مشخصاتنا الاسلاميه ' و يحقر امتنا في انفسنا ' و يعظم اممهم فيها ' فيكون تمهيدا لقبول سيادتهم علينا بغير امتعاض - و بهذا كان وجودهم " الجيش السلمي " لتكناتهم ' ولا يتم لهم ما يسمونه " الفـتح السلمي " (غير الفـتح العربي) بدونهم : الخبيثـات للخبيثيـن و الخبيثـون للخبيثات ' و الطيبـات للطيبين و الطيبـون للطيبـات (٢٤ : ٢٥)

٨

نعق به نا عق الفتن والفساد ' و نصير الظلم والاستبداد ' ان لا نجاة لكم من البلاء الذي اصابكم ' ولا امن لكم من الخطر الذي يوشك ان ينزل بكم ' الا بفناء ارادتكم في ارادة حكا مكم - لا بتغيير ما في انفسكم من اوهام و خرافات ' و اخلاق ذميمة وعادات ' ولا بتربية العقل والارادة علي الاستقلال ' والتعاون علي البر و التقوي ' والاشتراک في الاعمال ' ولا بجعل الشورى قاعدة الحكم ' و اقامة الشريعة في الحلال و الحرام ' ولا بالتواصي بالحق و التواصي بالصبر ' ولا بالامر بالعرف و النهى عن المنكر - وصاح بهم " خطيب فتـنـة الا فرنجيه " ان لا حياة لكم بالرابطة الاسلاميه ' لا نها ممقوتـة في نظر اهل المدنية الغربيه ' وما اعتز به المسلمون الا ولون من اداب القرآن ' فقد نسخته مدينة اوربا في هذا الزمان - فالافرنجية ! الافرنجية ! الزموها تكونوا من الفائزين ' و القومية ! القومية ! أعلنوها ان كنتم مؤمنين '

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخـــلاق پر

(۲)

اجتماع و انضمام کي حالت ميں اگرچه افراد کي خصوصيات فنا هو جاتي هيں اور ايک مستقل اجتماعي قوت پيدا هو جاتي هے ' ليکن بوسيده اينٹيں کب تک ديوار کو قائم رکهه سکتي هيں؟ بالاخر افراد کي مخفي خصوصيت نماياں هوتي هے ' اور يه شيرازه دفعة درهم برهم هوجاتا هے - سنه ۱۸۷۰ کي شکست نے فرانسيسيوں کے جذبات شجاعت کو بالکل پامال کرديا تها - اوس کے بعد اگرچه مظاهرے ' شورش ' تعليم ' اور مختلف انقلابات نے اونکے خون کو بهت کچهه گرم کرديا ' تاهم ميدان جنگ ميں وه اپنے قديم داغ کو نه چهپا سکے ' اور باوجود تراکم افواج و تعاضد حلفاء ' اپني کهوئي هوئي شجاعت کو واپس نه بلاسکے -

متصل ذلت آميز شکستوں کا اثر کبهي کبهي اسقدر مستقل هو جاتا هے که روحاني طاقت بهي به مشکل اوسکو مٹاسکتي هے - يهوديوں کو بار بار کي شکست اور ايک زمانۀ ممتد کے اسر و غلامي نے اسقدر بزدل بناديا تها که جب حضرت موسى عليه السلام نے بيت المقدس ميں اونکا فاتحانه داخله کرانا چاها تو اون کي زند آسا آواز ' اور بيت المقدس کي مذهبي عظمت بهي يهوديوں کے دلوں کو نه گرما سکي اور اونهوں نے صاف صاف کهديا :

يا موسى انـا لن نـد خلهـا ابدا ما داموا فيهـــا ' فاذهب انت و ربك فقاتلا ' انا ههنا قـــاعـــدون (۶ : ۲۷)	اے موسى ! جب تک وه طاقتور لوگ بيت المقـــدس ميں لڑنے کيليے موجود هيں ' هـم کبهي بهي اوس ميں داخل

هونے کي جرأت نهيں کرسکتے - تم اپنے خدا کے ساتهه جاؤ اور لڑو ' هم اسي جگه بيٹهے هوے تماشه ديکهينگے -

ليکن عرب کي کبهي شکست نه کهانے والي طاقت نے آنحضرت صلى الله عليه وسلم کو ٹهيک ٹهيک ايک ايسے هي موقع پر يه جواب ديا تها :

لا تقـــول کما قال قوم موسى " اذهب انت وربك فقاتلا " ولکنا نقاتل عن يمينـــك ' وعن شمالك ' و بين يديـــك وخلفـــك (بخاري)	يا رسول الله ! هم آپکو وه جواب نه دينگے جو موسى کي قوم نے موسى کو ديا تها که تم اپنے خدا کے ساتهه جاو اور لڑو ' بلکه هم آپ کے دائيں ' آپ کے بائيں ' آپ کے آگے ' آپ کے پيچهے ' غرض هر طرف سے جمع هوکر اور قدم بقدم هوکر لڑينگے - اور اپني جانوں کو آپ پر نثار کرينگے !

دراصل يهي وه اختلاف حالت هے جس سے " امة مسلمه " اور " خير الامم " اور " شهـــداء على الناس " کي حقيقي خصوصيات واضح هوتي هيں ' اور يهي وه خصائص هيں جنهوں نے مسلمانوں کو " مغضوب عليهم " يعني يهود ' اور " الضالين " يعني نصارى کي راه سے الگ کرکے ' " الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصديقين " کي صراط مستقيم پر قائم کرديا تها - اور يهي انکي وه فضيلت مخصوص هے جسکي بنا پر زبان الهي نے مغضوبيت کي جگـه محبوبيت کا مرتبۀ اعلي انهيں عطا کيا اور فرمايا : يحبهم و يحبونه - خدا انکو پيار کريگا اور وه خدا کو پيار کرنے والے هونگے : رضي الله عنهم و رضوا عنه - وه گذشته اقوام کي طرح مغضوب و مبغوض کيونکر هوسکتے هيں حالانکه انکے ايثار و قرباني و ابتغاء مرضات الله کي وجه سے خدا انسے راضي هوا اور وه الله کي بخشي هوئي خلافت و وراثت ارضي پاکر خدا سے راضي و خوشحال هيں !

ليکن اس قسم کي مستقل شجاعت کبهي کبهي عارضي شکست بهي کها جاتي هے - مگر اس حالت ميں بهي صرف فوج هي کي جمعيت کو صدمه پهنچتا هے - دل مضبوط و استوار رهتا هے - غزوۀ احد ميں ابتلاء الهي نے صحابه کو منهزم کرديا تها - ليکن اونکي جانبازي ميں کوئي فرق نهيں آيا - وه اوسي طرح آنحضرت پر پروانه وار فدا هوتے رهے جسطرح غزوۀ بدر ميں فدا هوے تهے - چنانچه آنحضرت نے جب ايک موقع پر گردن بلند کرکے کفار کي جمعيت کو ديکهنا چاها تو ابو طلحه کے جوش فدويت نے آپ کو يه کهکر روکا :

لا تشرف يصيبك سهم من سهام القوم نحري دون نحرک (بخاری)	آپ سر اوٹها کر نه ديکهيے ' ايسا نه هو که آپکے کوئي تير لگ جاے - ابهي تو ميرا سينه آپ کے سينه کيليے سپر هے '

(۴)

محاسن اخلاقي ميں باهم ايک سلسله ربط و اتحاد کا هوتا هے ' اسليے ايک خلق دوسرے خلق کو پيدا کرتا هے - اگر ايک شخص ميں فياضي کا ماده هے تو وه فطرتاً رحمدل اور رقيق القلب بهي هوگا - اگر کوئي شخص بخيل هے تو سنگدلي اوسکے ليے لازمي هے - يهي حال شجاعت و بزدلي کا بهي هے - اونکے نتايج و آثار صرف ميدان جنـگ هي ميں نظر نهيں آتے - وه ايک سلسلۀ اخلاق پيدا کرديتے هيں ' جسکا اثر ملک و قوم کي زندگي کے هر شعبه ميں نظر آتا هے - ايک جنگجو اور بهادر قوم بالطبع اولوالعزم ' بلند حوصله ' باضابطه ' مشقت پسند ' اور فياض طبع هوتي هے - اسليـــے وه اولوالعزمانه سير و سياحت کرتي هے ' علمي تحقيقات ميں مختلف ملکوں کي خاک چهانتي پهرتي هے ' فقر و فاقه اوسکے عزم و اراده ميں خلل انداز نهيں هو سکتے - وه اپني دولت کو مفيد کاموں ميں بيدريغ صرف کرتي هے - ليکن بزدلي انسان ميں عورتوں کي خصوصيات پيدا کرديتي هے ' اسليے غير جنگي اقوام فنون لطيفه کي طرف اپنا ميلان ظاهر کرتي هيں - رقص و سرود ميں اونکو لطف آنے لگتا هے - شب و روز عيش پسندي ميں مصروف رهتي هيں - جامه زيبي اونکي فطرت بن جاتي هے - تمام ضروري کاموں کو چهوڑ کر ملاهي و ملاعب هي ميں مشغول هو جاتي هيں -

اسلام جن اولوالعزم بزرگوں کي ذات پر ناز کرتا هے ' وه وهي لوگ تهے جو فوجي روح کو زنده کرکے خود فنا هوگئے - چنانچه امتداد زمانه کے ساتهه جسقدر يه روح پژمرده هوتي گئي ' اسيقدر مسلمانوں ميں عيش پرستي کا ميلان ترقي کرتا گيا - مسلمانوں کو بغداد کے تمدن و علوم و فنون پر بڑا ناز هے ' ليکن وه بهي سلاطين کي بزم طرب کا ايک گلدسته تهے - همارے نزديک يه کوئي فخر کي چيز نهيں بلکه ايک حديث نبوي جو امام بخاري نے صدها ميلوں کا سفر کرکے حاصل کي ' دراصل اون تمام علوم سے بدرجها زياده بيش قيمت هے -

(۵)

شخصي حالتوں ميں اگر ايک شهري پر کوئي شخص حمله کردے تو پوليس اوسکي حفاظت کريگي - ليکن اگر اوسي شخص کو ميدان جنگ ميں کهڑا کرديا جاے تو اوسکو صرف اپني هي حفاظت نهيں کرني هوگي ' بلکه وه دوسروں کي حفاظت کا بهي ذمه دار هوگا - ميدان جنگ سے فرار اسي بنا پر عار بلکه جرم خيال کيا جاتا هے - انسان کو جو جذبه اپنے ساتهه دوسرے کي اعانت

و تعاون پر آمادہ کرتا ہے' اوسیکا نام عصبیت ہے - وہ فطرتاً ہر شخص میں موجود ہے - ایک بھائي اپنے بھائي کي مصیبت نہیں دیکھہ سکتا - بیٹا باپ کي ذلت برداشت نہیں کرسکتا -

لیکن عصبیت کا کامل ظہور صرف زمانۂ جنگ ھي میں ھوسکتا ہے - یہي وجہ ہے کہ جو قومیں ھمیشہ امن و سکون کي زندگی بسرکرتي ھیں ' اون میں بہت کم عصبیت پائي جاتي ہے - ایک متمدن شہري باشندے کو اپنے بھائي سے زیادہ پولیس پر اعتماد ھوتا ہے - لیکن ایک وحشي انسان پولیس کي اعانت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتا ' اسلیے وہ خود ھي اپني حفاظت کرتا ہے - اور ھمیشہ اپني قوم کي اعانت پر آمادہ رھتا ہے -

متواتر جنگ جذبۂ عصبیت کو اوبھارتي رھتي ہے ' اور متصل امن و سکون اس آگ کو بجھاتا رھتا ہے - اسي لیے جو قومیں جنگجو ھوتي ھیں ' اون میں شدت کے ساتھہ عصبیت پائي جاتي ہے - لیکن جن قوموں کو میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملتا اون میں یہ روح بہت کم پائي جاتي ہے - ایک متمدن شخص میدان جنگ کے اندر اپني حفاظت میں مصروف رھیگا ' لیکن ایک جنگجو قوم کا فرد اپنے بھائي کي حفاظت کو اپني ذات پر مقدم رکھیگا - اس قسم کي عصبیت اگرچہ حقیقي طور پر متحد النسب لوگوں میں پائي جاتي ہے' لیکن معاھدے اور مختلف سیاسي تعلقات کے ذریعہ سے دو حلیفوں میں بھي پیدا ھوسکتي ہے ' اور یہ مصنوعي عصبیت زمانۂ جنگ ھي کیلیے پیدا کي جاتي ہے -

عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتي ہے - وہ خود غرضي کو بالکل مٹا دیتي ہے - ایثار نفس کي تعلیم دیتي ہے - وہ انسان میں چستي و چالاکي پیدا کرتي ہے ' اور ایک فرد کي آواز پرتمام قوم کھڑي ھو جاتي ہے - وہ ایک قوم کے اخلاق و عادات کو محفوظ رکھتي ہے اور اوسکو کسي دوسري قوم میں مدغم نہیں ھونے دیتي - شجاعت اگرچہ بجاے خود ایک جوھر ہے' لیکن عصبیت اوسکو جلا دیتي ہے' اور اوسکے ذریعہ متعدد قطرے باھم مل کر سیلاب کي صورت اختیار کرلیتے ھیں - وھي ہے جو میزان عدل کو قائم رکھتي ہے اور وھي ہے جو ظلم و جور کا سختي سے انکار کرتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جن قوموں میں ربط و اتحاد اور تعاون و تناصر کا مادہ نہیں ھوتا ' اور اوسکي جگہ خود غرضي' تفرق' شقاق ' اور اختلاف پیدا ھو جاتا ہے' اون میں جنگ ھي کے ذریعہ عصبیت پیدا کي جاسکتي ہے ' اور اسطرح یکایک ایک اتحاد عام ھر طرح کے اختلافوں کو مٹا کر نابود کردیتا ہے - اسلام نے ولولۂ جہاد سے عرب کي اون تمام مختلف جماعتوں اور مختلف نسلوں کو ایک کردیا تھا' جو آگے چلکر اور تمدن کا امن پا کر ایک نہ رھسکے ' اور باھمي جنگ و جدال شروع ھوگیا - بسمارک نے صرف اسي لیے صدھا مکر و فریب کرکے جرمني و فرانس کي پچھلي جنگ پیدا کي تھي ' اور موجودہ جنگ نے انگلستان اور آئرلینڈ کے اختلاف اور سول وار کو جس طرح مٹا دیا ' وہ سب کے سامنے ہے !

(۲)

جنگجو اور بہادر قوموں کے جذبۂ محبت کي حالت تمام دنیا سے مختلف ھوتي ہے - انسان سب سے زیادہ اپني ' پھر اپنے اھل و عیال کي' اسکے بعد اپني قوم کي محبت رکھتا ہے - لیکن برخلاف اسکے ایک جنگ خواہ شخص اپني جان کو سب سے زیادہ ارزاں سمجھتا ہے - اور اسیلیے اپنے آپ کو سب سے پہلے خطرے میں ڈالدیتا ہے - اللہ اللہ ' ایک عربي شاعر کہتا ہے :

انا لنرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسام بھا في الامن' اغلینا

ھم لڑائي کے دن اپني جانوں کو بہت ارزاں کردیتے ھیں ' لیکن اگر امن کي حالت میں ھم سے اونکا نرخ پوچھا جاے تو وہ بہت ھي قیمتي نکلینگي !!

وہ عموماً میدان جنگ میں رھتا ہے - اوسکو اپني بي بي اور بچوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے ' اسلیے اون سے بہت کم محبت کرتا ہے - ایک بدو گھر میں بھوکا پیاسا آیا اور کھانا مانگا - گھر والوں نے اوسکو مبارکباد دي کہ " تمھارے یہاں بچہ پیدا ھوا ہے" اور ساتھہ ھي بچے کو گود میں رکھدیا - اوس نے اپنے بہادرانہ جذبہ سے معمور ھوکر کہا : آ آکلہ ام اشربہ ؟ کیا میں اسکو کھاؤں ؟ کیا میں اسکو پیوں ؟

عرب کا ایک بہادر اونٹني کا تمام دودھہ اپنے گھوڑے کو پلا دیا کرتا تھا - اوسے اپنے اھل و عیال کي کچھہ پروا نہ تھي - اوسکي بي بي نے شکایت کي تو اوس نے معذرت میں چند شعر کہے :

تلوم علی ان امنح الورد تصعۃ
وما تستوي و الورد' ساعۃ تفزع

میري بي بي مجھے اس بات پر ملامت کرتي ہے کہ میں اونٹني کا تمام دودہ اپنے گھوڑے ورد نامي کو پلا دیتا ھوں' حالانکہ لڑائي کے وقت وہ ورد کي برابري نہیں کر سکتي !

و قمت الیہ باللجـــام میســـرا
ھنالک یجزیني بما کنت اصنع

اور جب میں آمادۂ جنگ ھوکر اوسکے منہ میں لگام چڑھاؤنگا تو اوس وقت وہ میري اس حسن خدمت کا معاوضہ کر دیگا -

اسکو سب سے زیادہ اپني قوم محبوب ھوتي ہے ' اور وہ اسکے ذرا سے اشارہ پر اپني جان دیدینے پر آمادہ ھو جاتا ہے :

لا یسالون اخاھم حین یندبھم
في النائبات علي ما قال برھانا

جب انکا بھائي انکو فریاد رسي کیلیے بلاتا ہے تو وہ اس سے دلیل نہیں پوچھتے بلکہ معاً بجلي کي طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑتے ھیں !

وہ اپنے بچے کو اس نظر سے پیار نہیں کرتا کہ وہ اُسکے باغ زندگي کا گل و ریحان ہے ' بلکہ صرف اس لیے کہ اُسکي قوم کا ایک قوي البنیہ ' صحیح الجسم ' اور بہادر و سر فروش فرد ہے ' اور اسلیے وہ بڑا ھوکر خود اُسکے لیے نہیں' بلکہ اسکي محبوب و مطلوب قوم کیلیے ایک مفید وجود ھوگا :

و ان عرارا ان یکن غیـــر واضح
فاني احب الجون ذاالمنکب العمم

میرا بیٹا عرار اگرچہ گورا چٹا نہیں ہے لیکن میں تو اُسي کالے کلوٹے کو محبوب رکھتا ھوں ' جسکے شانے لمبے ' چوڑے ' اور قوي ھیں - یعني قوم کي خدمت و نصرت کیلیے حسن و رعنائي نہیں' طاقت و توانائي کي ضرورت ہے -

اگر کبھي صغیر السن بچے کي پرورش اُسکو میدان جنگ میں جانے سے روکتي ہے تو اُسکو نہایت افسوس ھوتا ہے :

لـــو لا بنیـــات کزغب القطـــا
ردد من من بعض الي بعـــض

اگر چڑیوں کے بچوں کي طرح میري چھوٹي چھوٹي لڑکیاں نہ ھوتیں جنکي پرورش میرے بعد میرے رشتہ داروں میں بہ مشکل ھوگي تو :

لـسـكان لي مضطـرب واسـع
في الارض ذات الطول و العـرض

میرے لیے ایک فراخ میدان لمبي چوڑي زمین میں هوتا ' اور وهاں میں ازادانه اپني قوتوں کي نمایش کرتا -

و انمـا اولادنـا بیـنـنـا
اکبـادنـا عشي علـي الارض

همارے بچے همارے لخت جگر هیں' جو زمین پر چلتے پھرتے هیں -

(۷)

یه اخلاقي جزئیات تھے - انکے علاوه کلي طور پر بھي جنگ ایک قوم کے نظام اخلاق کو بدل کر اسکي جگه دوسرا سلسلۂ اخلاق قائم کر دیتي ہے - جنگ کي وجه سے انسان اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ملکوں کے حدود میں قدم رکھتا ہے ' اور فاتحانه ثمرات کي حرص اور ظفرمندانه جاه و اقتدار کا ولوله اسکو وهیں روک لیتا ہے - رفته رفته وه وهیں مستقل سکونت اختیار کر لیتا ہے اور اسي ملک کے رسم و رواج کا پابند هو جاتا ہے - پھر آهسته آهسته تعلقات بڑھتے هیں' اور اوسي ملک میں نکاح و ازدواج کا سلسله بھي قائم هوجاتا ہے - اب جو اولاد هوتي ہے ' اسکي رگوں میں خالص خون نہیں هوتا - وه دو عنصروں سے مرکب هوتي ہے - اسطرح بتدریج اختلاط نسب هو جاتا ہے اور چند پشتوں کے بعد فاتح کا اصلي نسب نامه بالکل گم هو جاتا ہے -

اس اختلاط نسب کا صرف یہي نتیجه نہیں هوتا که ایک خاندان اپنے نام و نشان کو کھودیتا ہے' بلکه اس قبیله ' اس خاندان ' اور اوس ملک کي تمام مخصوص اخلاقي خصوصیات فنا هو جاتي هیں اور انکي جگه ایک نیا نظام اخلاق پیدا هو جاتا ہے - اگر دنیا میں نسلي اور وطني امتیازات کوئي مفید جوهر هیں تو جنگي زندگي کي وسعت کا بلا شبه یه نقص ہے - لیکن اگر انسان کیلیے چاهیے که وه تمام کرۂ ارضي کو اپنا وطن اور تمام انساني نسلوں کو اپنا گھرانا سمجھے' تو پھر یه انسان کي وه مشکل ترین متاع مطلوب ہے جو صرف جنگ هي کي روشني میں مل سکتي ہے -

یه ایک عجیب بات ہے که مفتوح قوم پر همیشه فاتح وضع ' لباس ' اخلاق و عادات کا اثر پڑتا ہے - لیکن ازدواجي تعلقات کي حالت میں همیشه مفتوحه قوم کي بي بي ' فاتح شوهر پر غلبه حاصل کر لیتي ہے ' اور اسکو اپنے رنگ میں رنگ دیتي ہے !

اهل عرب جب تک حدود عرب میں باهم سرگرم کار زار رہے ' انکا نسب ' اور نسب کے ساتھ انکا نظام اخلاق بھي محفوظ رها - لیکن ابتداے اسلام میں جب انکے فاتحانه حوصلوں نے حدود حجاز سے باهر قدم رکھا ' تو دفعةً انکي تمام عربي خصوصیات معدوم هوگئیں - عرب جاهلیة کا سب سے بڑا مایۂ فخر یه تھا که وه اپنے نام و نسب کو ازبر یاد رکھتے تھے ' اور اپنے آپ کو فخریه اپنے قبیله کي طرف منسوب کرتے تھے - جب فتوحات اسلامیه کا سیلاب دوسرے ملکوں کي طرف بڑھا ' تو حضرت عمر رضی الله عنه کو اختلاط نسب کا خطره پیدا هوا - اونھوں نے اهل عرب کو سخت تاکید کي که اپنے نام و نسب کو یاد رکھو ' اور ملک شام کے دیهاتي نه بن جاؤ که جب اون سے انکا نام و نسب پوچھا جاتا ہے تو اپنے گانوں کا نام بتاتے هیں - لیکن فطرت سے کون جنگ کرسکتا ہے ؟ آخر کار اختلاط نسب هوا ' اور قبیله کے بجاے اب فوجیں اون مقامات کي طرف منسوب هونے لگیں' جہاں جنگ کي ضرورت اور سرحد کي محافظت کیلیے وه مقیم رهتي تھیں - عربي میں " جند " فوج کو کہتے هیں - اسلام کے مفتوحه ممالک کے نقشے میں متعدد نام اسي انتساب کے ساتھ مشہور هیں - مثلاً جند قنسرین ' جند دمشق ' جند عواصم - ان ناموں نے اگرچه عرب کي فوجي طاقت کے مستقل اثر کو اب تک زنده رکھا ہے ' لیکن اس ترکیب اضافي نے آگے چل کر عرب کے نام و نسب کو بالکل مٹا بھي دیا' اور نسب صریح جن نسلي اخلاق کي محافظت کرتا ہے ' وه بالکل معدوم هو گئے -

یه ایک نہایت اهم دیني و اجتماعي مبحث ہے که اسلام نے عرب جاهلیة اور تمام اقوام عالم کي نسلي حیثیت کو مٹاکر ایک عالمگیر اور بین الملي برادري قائم کي ' لیکن اسکے ساتھ هي جسقدر عمده خصائص قومي و نسلي زندگي میں هوسکتے هیں ' ان سب کو مذهبي رابطه قائم کرکے مذهب کي بنا پر پیدا بھي کردیا ' اور اسطرح وه عمده خصائص قومي و ملکي حدود سے نکلکر ' انسانیت کا عام جوهر بنگئے - لیکن اس مبحث کو هم ابھي نہیں چھیڑینگے -

(۸)

لیکن فاتح ایک دوسري حیثیت سے مفتوح قوم کے اخلاق و عادات پر بھي اثر ڈالتا ہے - انسان صرف قوت هي کے آگے سر جھکاتا ہے - اسلیے جب کوئي قوم اوسپر غالب آجاتي ہے تو اوس کو فطرتاً اوسکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - رفته رفته یہي خوش اعتقادي اوسکو فاتح کي تقلید پر مجبور کرتي ہے ' اور وه وضع ' لباس ' اخلاق ' عادات ' نشست' برخاست' غرض هر چیزمیں فاتح هي کے نقش قدم پر چلتا ہے - اور اسطرح ایک عظیم الشان تمدني اور اخلاقي انقلاب پیدا هوجاتا ہے -

تاریخ اسلام میں سیکڑوں واقعات ایسے ملتے هیں جن سے ثابت هوتا ہے که مسلمانوں کي فتوحات کے سیلاب نے بہت سي قوموں کو دفعةً بالکل بدل دیا - هندوستان میں هیٹ کے نیچے جو چھپے هوے سر نشۂ غرور تفرنج و فرنگي مابي میں بدمست نظر آتے هیں' جب اونکو هوش آئیگا تو معلوم هوگا که وه عقل و بصیرة کي جگه ایک ایسا ذلیل ترین دماغ رکھتے هیں' جو در پرده اپنے ضعف اور دوسري قوموں کي قوت کا مہلک اعتراف کررها ہے - بلکه یہي انجذاب قومي ہے جو انکي جبین نیاز کو اکثر اونکي چوکھٹ پر جھکا دیا کرتا ہے -

یه انقلاب اگرچه بظاهر اپنے اندر بہت سي اخلاقي خوبیاں بھي دکھلاتا ہے ' یعني فاتح قوم کے دل و دماغ جن اعلی جذبات سے لبریز رهتے هیں ' مفتوح قوم بھي اونھیں کو جذب کرنا چاهتي ہے ' لیکن سیلاب جب آتا ہے تو گوهر و مرجان سے زیاده اپنے ساتھ خس و خاشاک کا ڈھیر بہا لاتا ہے اور اپني یادگار میں اوسیکو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ہے - زمین کے حصے میں صرف یہي ڈھیر آتا ہے - اور ایسے خوش قسمت بہت کم هوتے هیں جو صرف گہر و مرجان سے اپنے دامن و جیب کو بھر لیتے هیں -

فاتحانه حیثیت سے اخلاقي و تمدني انقلاب بھي بالکل اسي طرح اضطراري طور پر هوتا ہے' اسلیے انسان کي قوت انتخاب بالکل بیکار هوجاتي ہے ' اور فاتح جو کچھه دیدیتا ہے ' اوسیکو جبراً قبول کرلینا پڑتا ہے - اسکا نتیجه یه هوتا ہے که مفتوح قوم فاتح قوموں کي تقلید میں سیکڑوں غیر ضروري ' غیر مفید ' بلکه مضر چیزیں اختیار کرلیتي ہے - اور خس و خاشاک کے ڈھیر میں صدف و گوهر بالکل چھپ جاتا ہے -

فاتح قوم کي جو خوبیاں مفتوح قوم میں منتقل هوتي هیں انکا اثر صرف چند مخصوص افراد هي میں نمایاں هوتا ہے - هندوستان میں کوٹ پتلون پہن کر چلنے پھرنے والے هر سڑک پر نظر آسکتے هیں ' لیکن انگریزوں کا سا اعلی کیریکٹر اور قومي حریت تعلیم یافته لوگوں میں بھي یکسر مفقود ہے -

جنگ کے ذریعہ سے بعض اوقات فاتح قوم میں بعض نہایت شرمناک بد اخلاقیاں پیدا ہو جاتی ہیں - فوج ایک مدت تک گھر سے باہر میدان جنگ میں اقامت گزین رہتی ہے ' زمانہ جنگ میں اسکے جذبات و قواء سخت ہیجان کی حالت میں رہتے ہیں ' بدامنی اسکو بہت کچھہ مطلق العنان بنا دیتی ہے ' اسلیے اسکے جذبات بہیمیہ سخت مشتعل ہو جاتے ہیں ' اور وہ اس آگ کو ہر ممکن طریقہ سے بجھانا چاہتی ہے ' پس مفتوح قوموں کی ہر چیز حالت جنگ میں مباح ہو جاتی ہے - عرب میں متعہ کا رواج اسی بنا پر ہوگیا تھا جسکو اسلام کی اخلاقی تعلیم نے بتدریج مٹا دیا - ایرانیوں میں عشق رجال کا رواج انھی غلاموں کے ذریعہ سے ہوا جو لڑائیوں میں گرفتار ہوکر آئے تھے - رفتہ رفتہ انھوں نے اس قدر مقبولیت حاصل کرلی کہ فارسی لٹریچر کا ایک جزو لا ینفک بن گئے ' جنکو اگر علحدہ کردیا جاے تو فارسی شاعری کا دامن حسن دفعتاً خالی ہو جاے !

ابتدا میں اهل عرب اسی مرض سے بالکل نا آشنا تھے ' یہی وجہ ہے کہ قدیم عربی شاعری کا دامن اس داغ سے بالکل پاک نظر آتا ہے - لیکن جب اهل عرب کی فتوحات کا سیلاب بڑھا اور اسلام کے دامن میں بھی حلقہ بگوش غلام آے ' تو ابتداء میں فوجی خیموں کے اندر انکو دخل ہوا - پھر خلفاے عباسیہ کی بزم طرب کے شمع و چراغ ہوگئے ' یہاں تک کہ ابن معتز عباسی نے عربی شاعری کے دامن پر بھی اس داغ کو لگا دیا -

عیش پرستی کی یہ آخری سرحد ہے' اور یہیں پہونچکر ہر قوم فنا ہو جاتی ہے - آج جو لوگ عظیم الشان قوموں کی موت پر ماتم ' اور نئی قوموں کی شاندار زندگی پر تعجب کر رہے ہیں' انکو صرف مادی طاقت ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے' بلکہ اُن اخلاقی تغیرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو سطوت عامہ کے جزو لاینفک ہیں - اس طرح کی حکیمانہ نگاہ سے ثابت ہو جائیگا کہ ترقی و تنزل صرف اخلاقی انقلابات کا نتیجہ ہیں - اس زبردست طاقت کے سامنے مادی قوت نے ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا ہے - عرب کو اسی اخلاقی طاقت نے ابھارا تھا اور اسی کے تنزل نے انکو موجودہ گمنامی تک پہنچا دیا - و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

گریٹ یوروپین وار میپ

ایڈیٹر الہلال کی راے

تاریخ و عبر

حادثۂ محزنۂ کربلا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا' اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے - لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جنکو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا - اور ہزاروں اسوہاے حسنہ مخفی تھے جنکو آنسوؤں کے سیلاب بہا لیگئے !

اسلیے اب ہمکو قدیم زمانے کی مجلس ہاے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے ' اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا ' اسکو کچھہ دیر کیلیے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے - حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے امت محمدیہ کو اسی قسم کے طریق ماتم کی ہدایت فرمائی ہے -

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے - اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے ' اور اونکے اعمال کو آیندہ نسل کی عبرت و بصیرت کیلیے زندہ رکھنا چاہا ہے - لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا ' وہ وہی ہے جسکی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی ' اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہیے - پہلی اس لیے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی ' اور آخری اسلیے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں اب تک چھوڑ گئی ہے -

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جسکی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناے جاتے ہیں اور انکو اسلیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ انکے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کی یاد دلائی جاے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ملے -

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہوچکے تھے اور انکی علانیہ پرستش کی جاتی تھی - لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر اونکو اور بھی شاندار و دلفریب بنا دیا - آج یورپ بانیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمایش مجسموں کی شکل میں کررہا ہے' اونکے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے - ہندوں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آرہی ہیں ' اون میں بھی اوسی کی جھلک پائی جاتی ہے -

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اور انسانی عظمت کی اُن تمام راہوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا' جو کسی حال میں بھی الہی عظمت کے نقطہ تک پہونچ سکتی تھیں یا قریب ہوسکتی تھیں - پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقاے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا تھا جسمیں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کھا چکی تھی -

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالی ، اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو لے لیا اور غیر مناسب و موزوں جسم و لباس کو چھوڑ دیا -

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تھا وہ دفعۃ چاک چاک ہوگئے ، جہالت نے جن مورتیوں کو پتھروں کے ڈھیر میں گم کردیا تھا ، وہ ان سے الگ ہوکر دنیا کے دامن مراد میں آ گئے ، غیر معتدل تمدن نے جن کھلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما چادروں کے آب و رنگ میں راز سربستہ کی طرح مقفل کردیا تھا ، وہ یکسر فاش ہوگئے ، اور حقیقت آفتاب کی طرح علانیہ بے نقاب ہوکر ہر انسان کو نظر آ گئی - قرآن حکیم نے اسی انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے !

الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمت الى النور ، و الذين كفروا اولياءهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمت (٢ : ٢٥٨)

خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے آنکو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکالکر فطرۃ صالحہ کی ربانی روشنی میں لاتا ہے ، مگر کفار کے دوست اونکے طاغوت ہیں ، جو اونکو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکالکر جہل و ضلالت کی اندھیری کی طرف لیجاتے ہیں -

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جسکی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے ، اور مشاہیر پر ماتم کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنی نہیں چنانچہ قدماء کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانۂ قدیم سے چلا آتا تھا ، اسلام نے اس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کردیا - اس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ بت پرستی تک منجر ہوتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا ، مگر اس نے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیا ، اور انکے اثر کو اسطرح حي و قائم کردیا کہ ہر مومن کے آگے انکے عملی زندگی کے نمونے پیش کردیے ، اور کہا کہ دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آو تو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو - ساتھ ہی تشریح کردی کہ صراط مستقیم انبیاء ، صدیقین ، شہدا ، اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے - اور اسلیے انکے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہییں (یہ نہایت اہم مقام ہے - اسکی پوری تفصیل تفسیر سورۂ فاتحہ میں دیکھنی چاہیے جو بسلسلۂ مجلدات البیان فی مقاصد القران البلاغ پریس میں چھپ رہی ہے)

پس ماتم کی رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا ، اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں پر نظر فریب رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کردیا تھا ، اسلام نے آن سب کو چاک چاک کردیا ، اور مغز حقیقت جن چھلکوں میں چھپا ہوا تھا اون سے نکل کر علانیہ آشکارا ہوگیا -

قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو قصص مذکور ہیں ، آن کے اندر درحقیقت انہیں بصائر و حکم کی روح مضمر ہے جو مجسموں کے قالب میں حلول کرکے بالکل بے اثر ، اور محض ظاہر فریب ہو جاتی تھی - قرآن مجید قدماء و اعاظم رجال کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو "اسوۂ حسنہ" کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے ، اور مسلمانوں کو جابجا اسپر توجہ دلاتا ہے - چنانچہ تم بار بار انہیں صفحات پر پڑھ چکے ہو کہ اس نے حضرۃ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نمونۂ حیات کو مسلمانوں کا قبلۂ وجوہ و کعبۂ انظار قرار دیا

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه (٤ : ٦)

تمہارے لیے حضرۃ ابراہیم کی حیاۃ طیبہ میں ، اور انکی زندگی میں جو انکے ساتھی ہیں ، پیروی کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اس بنا پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اسلاف پرستی کی صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے ، اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت کے اندر عزم و استقلال ، صبر و ثبات ، استبداد شکنی ، قیام جمہوریت ، امر بالمعروف ، و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں ، آنکی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں ، اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں ساری و جاری کردیں -

لیکن ان بصیرتوں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بھی موجود ہے ، جسکا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے - اور اوسکی آخری کڑی اسلام کی تکمیل سے جاکر مل جاتی ہے -

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتدا عجیب بیکسی کی حالت میں ہوئی - ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک ، بھائی کو بھائی کا حامی ، بی بی کو شوہر کا مددگار پایا ہے - لیکن صرف مذہب ہی کا روحانی عالم ایک ایسا عالم ہے ، جہاں باپ کو بیٹے نے ، بھائی کو بھائی نے ، شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے - بلکہ آنکی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے -

یہی سبب ہے کہ خاندان نبوت ہمیشہ اعزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا - حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور قوم نے فرط بغض و عناد سے انکی دعوت حق کو رد کردیا ، انسے علحدگی اختیار کر لی ، اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں :

قال رب اني دعوت قومي ليلا و نهارا فلم يزدهم دعائي الا فرارا و اني كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم في آذانهم و استغشوا ثيابهم و اصروا واستكبروا استكبارا - (٧١ : ٥)

نوح نے عرض کیا : خداوندا ! میں نے شب و روز دعوت حق کی - لیکن اسکا الٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھہ سے اور زیادہ بھاگنے لگے - میں نے جب جب اونکو تیری مغفرت کیلیے پکارا ، اونہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں - اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے کہ آن تک تیری آواز نہ پہونچ جائے ، آہ ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی !

لیکن اس پیغمبرانہ آواز کی صداے بازگشت صرف انکی قوم ہی کے در و دیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہیں آئی ، بلکہ خود اونکے گھر کے در و دیوار نے بھی اوسکو ٹھوکر لگائی ، اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ یعنی انکے بیٹے نے بھی اس نور کو قبول نہ کیا - آخری وقت میں حضرت نوح علیہ السلام نے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا ، لیکن اسوقت بھی اوسکا گوش نصیحت نیوش وا نہوا - اسلیے وہ بھی تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہی کی طوفان خیز موجوں میں بہہ گیا :

و نادى نوح ابنه و كان في معزل : يابني اركب معنا و لا تكن مع الكفرين - قال سآوى الى جبل

اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو اپنے شامت اعمال کیوجہ سے اون سے علحدہ تھا پکارا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھہ کشتی میں سوار ہوجا ، اور کافروں کا ساتھہ

يعصمني من الماء ؕ قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم - وحال بينهما الموج فكان من المغرقين - (۴۴ : ۱۱)

ندے - اوس نے کہا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچا لیگا - نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے ؟ آج خدا کے عذاب سے کوئی بھی نہ بچاسکے گا - چنانچہ نوح کی پکار کچھہ بھی سودمند نہوئی اور اوسکے اور اوسکے بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی ، اور تمام لوگوں کے ساتھہ وہ بھی ڈوب گیا -

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ اونکا ساتھہ دیا ، لیکن خود اونکی بی بی اُنسے علحدہ ہوکر تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہی میں شامل ہوگئی :

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین ، الا آل لوط انا لمنجوهم اجمعين الا امراته قدرنا انها لمن الغابرين (۵۸ : ۱۵)

فرشتگان عذاب نے کہا : ہم اس گنہگار قوم کو اسکے اعمال بد کا نتیجہ دکھلا نے کیلیے بھیجے گئے ہیں - ہمارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رهیگا ، اور اون میں سے بھی اُنکی بی بی تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہی میں شامل کر لیجائیگی کیونکہ وہ بھی کافرہ ہے -

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا - حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اُنسے علحدہ ہوگیا تھا ، حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی نے اُن سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی - لیکن اس دور ابراہیمی میں بیٹے نے باپ کی ، بی بی نے شوہر کی ، بھائی نے بھائی کی دعوت حق پر لبیک کی صدا بلند کی ، اور اس دعوت کی اشاعت میں جو جو مصیبتیں اُنپر پیش آئیں ، اُن میں برابر کے شریک رہے - سب سے پہلے حضرت هاجرہ رضي الله عنها نے اس جہاد روحانی کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھہ اپنے لخت جگر کو ایک " وادي غير ذي زرع " میں ڈالدیا ، جہاں کئی سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا - یہ اُسی سخت امتحان کی پہلی منزل تھی جس کیلیے خداوند تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا - چنانچہ جب اُس آخری امتحان کا وقت آیا تو اونھوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کردیا :

فلما بلغ معه السعي قال يا بني اني ارى في المنام اني اذبحك فانظر ماذا ترى ؟ قال يا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاء الله من الصابرين - فلما اسلما و تله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا ، انا كذلك نجزي المحسنين - ان هذا لهو البلاء المبين (۹۹ : ۳۷)

جب اسمعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو اونھوں نے ایک دن کہا : اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تمھیں راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں - میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرا ہے - تم بھی اسپر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاہیے ؟ بیٹے نے بلا تامل کہا اے میرے باپ ! اس خواب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الله کی جانب سے ایک اشارہ ہے - پس آپ حکم الہی کو پورا کیجیے ، مجھے انشاء الله صبر کرنے والوں اور ثابت قدموں میں سے پائیگا - جب باپ بیٹے دونوں خدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کیلیے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اسوقت ہمنے آواز دی : اے ابراہیم ! بس کرو ، تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا - ہم صاحبان احسان کو اسیطرح بدلا دیتے ہیں - دراصل یہ ایک بہت ہی بڑی قربانی تھی جسکی تعمیل کیلیے تم تیار ہوگئے تھے

حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھہ بھی اونکے خاندان کی اعانت و رفاقت شریک رہی - چنانچہ جب اون کو شعلہ طور کی زبان نے بشارت نبوت دی ، تو اونکی بی بی اونکے ساتھہ تھیں - بلکہ ارنہیں کیلیے وہ آتشکدہ طور سے آگ لینے گئے تھے :

فلما قضى موسى الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور نارا ، قال لاهله امكثوا اني آنست نارا لعلي آتيكم منها بخبر او جذوة من النار لعلكم تصطلون (۲۹ : ۲۸)

جب موسی مدین سے اپنی بی بی کو لیکر چلے تو اونکو کوہ طور کے دامن میں آگ کی روشنی نظر آئی - اونھوں نے اپنی بیوی سے کہا یہیں ٹھہرو ، مینے ایک آگ دیکھی ہے ، اوسکا پتہ لگاتا ہوں ، شاید تمہارے تاپنے کیلیے آگ حاصل کرسکوں -

لیکن وادی ایمن میں جاکر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق خاطف تھی جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاہتی تھی - چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کی صورت میں اونکو یہ صاعقۂ ہلاکت دیا اور اونھوں نے اپنے بھائی ہارون کی اعانت کا سوال کیا ، تو خدا نے اوسکو پورا کیا :

قال سنشد عضدك باخيك و نجعل لكما سلطانا -

خدا نے کہا میں تیرے دست و بازو کو تیرے بھائی کی اعانت سے قوی کردونگا اور تم دونوں کو فرعون پر غالب کرونگا -

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرۃ موسی کا ساتھہ دیا ، اور وہ دعوۃ موسوی کے ہمیشہ شریک و امین رہے -

حضرت موسی علیہ السلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی - پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کی مرضی پر قربان کرنا چاہا تھا ، لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرۃ مسیح علیہ السلام نے قربانی کے جام مقدس کے طرف ہاتھہ بڑھایا اور انکے لیے سولی کا جو تختہ طیار کیا گیا تھا ، اسکی طرف بلا کسی باک کے بڑھے :

و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبه لهم - (۱۵۶ : ۴)

اور اونلوگوں نے نہ تو عیسی علیہ السلام کو قتل کیا نہ پھانسی دی - بلکہ اون پر اس قربانی کی حقیقت مشتبہ ہوگئی -

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کی راہ میں جو قربانیاں ہوئی تھیں ، وہ محض شخصی حیثیت رکھتی تھیں ، یعنی انبیاء نے شخصی طور پر خدا کی ذات پر اپنی اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تھا - جہاد کی یہ ابتداء تھی ، مگر اسکی تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تھی - چنانچہ اسلام نے جسطرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاهب کی تکمیل کی ، اوسی طرح جہاد کی حقیقت کو بھی مکمل اور واضح کردیا - اب تک کسی پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا - شخصی طور پر بھی جو قربانیاں کی گئیں ، وہ راہ ہی میں روک لی گئیں - حضرت ابراہیم نے اپنے لخت جگر کو خدا کی نذر کرنا چاہا لیکن اسکا موقعہ ہی نہ آیا ، حضرت عیسی سولی کے طرف بڑھے لیکن بچالیے گئے - آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اسمیں شرکت بھی نہیں کی تھی اور اسکی کوئی نظیر تمام سلسلۂ انبیاء میں نہیں نظر آئی تھی کہ صرف بھائی ، صرف بیٹا ، صرف بیوی ، ہی نے مقصد نبوت میں ساتھہ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راہ حق میں قربان ہوے ہوں -



یزید کي شخصي خلافت کي بیعت کیلیے جو هاتهه بڑھے تیے' وہ اسلام کي جمهوریت کا قلع و قمع کرنا چاهتے تیے' اور مذهب کي قربانیاں صرف امر بالمعروف ونہي عن المنکرهي کیلیے هوا کرتي هیں - اسلیے جب اسوۂ ابراهیمي کے زندہ کرنے کا تهیک وقت آگیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد' بال بچے' غرض هر فرد نے اس میں حصہ لیا - اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کي آغوش اب تک خالي تهي اون سے کربلاء کا میدان رنگ گیا -

پس حضرت حسین علیه السلام کا واقعہ کوئي شخصي واقعہ نہیں ہے - اسکا تعلق صرف اسلام کي تاریخ هي سے نہیں' بلکه اسلام کي اصل حقیقت سے ہے - یعني وہ حقیقت جسکا حضرت اسمعیل علیه السلام کي ذات سے ظهور هوا تها' اور وہ بتدریج ترقي کرتي هوئي حضرت عیسی علیه السلام کي ذات تک پهونچ کر گم هوگئي تهي' اوسکو حضرت حسین علیه السلام نے اپني سر فروشي سے مکمل کردیا -

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کیلیے همیشه اوجڑتا رہا ہے - حضرت ابراهیم علیه السلام نے هجرت کي' حضرت موسی علیه السلام نے گهر بار چهوڑا' حضرت عیسی علیه السلام نے آوارہ گردي کي' اور نبوۃ محمدي کے متبعین میں سے حضرت حسین علیه السلام نے میدان کربلاء کے اندر اس خانۂ ویراني کو مکمل کردیا -

حضرت اسمعیل علیه السلام سے خاندان نبوت کا سلسله ملا هوا ہے - انهوں نے ایک وادي غیر ذي زرع میں شدت تشنگي سے ایڑیاں رگڑي تهیں - حضرت حسین علیه السلام نے بهي میدان کربلاء میں اس خانداني روش کو زندہ کیا - اور غالباً یہي مقصود ہے اُن مفسرین امامیه کا جو " و فدیناہ بذبح عظیم " کي تفسیر میں ذبح عظیم شهادت امام علیه السلام کو قرار دیتے هیں اور اس بارے میں بعض ائمۂ اهلبیت کرام علیهم السلام کے آثار نقل کرتے هیں -

---

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

هندوستان کے تمام اُردو' بنگله' گجراتي' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں البلاغ پہلا رساله ہے جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا ہے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکي اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ہے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کي درخواست بهیجیے کمیشن معقول دیا جاتا ہے - اور تبلیغ حق اور اشاعۃ معارف قرانیه کا ثواب اخروي مزید براں -



امن اور اسلام

جن ملکوں میں همیشه اندروني جنگوں کا سلسله جاري رهتا ہے' وهاں کے باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزي کے عادي هوجاتے هیں' اور کسي نه کسي صورت میں همیشه اس سلسله کو قائم رکهتے هیں - اسلام سے پہلے عرب بهي اسي قسم کا بدقسمت ملک تها - اسلیے ریگستان عرب میں انساني خون کے جو طوفان برپا هوے' اور اوس میں باهمي جنگ و جدال کي جو تلاطم خیز لهریں اوٹهیں' اوس نے اهل عرب کے جذبات میں ایک عام هیجان پیدا کردیا' اور اسکا اثر عموماً راهزني' غارت گري' اور نقض امن کي صورت میں ظاهر هوتا رهتا تها -

یہاں تک که خود عرب میں ایک قبیله اس بنا پر نہایت بد نام تها که وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تها - چنانچه اهل عرب نے اُس قبیله کو " سراق الحجیج " کا خطاب دیا تها -

قبیله بنوطے میں ڈاکوؤں کي ایک خاص جماعت قائم هوگئي تهي' جس نے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درهم برهم کردیا تها -

اسلام دنیا میں آیا تو عرب کي تمام قوتوں کا رخ اوسکي طرف پهرگیا' اسلیے اسلام اور داعي اسلام پر مالي' سیاسي' اخلاقي' مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بهي پڑا - چنانچه ایک بار مقام ذي قرد میں آنحضرت صلے الله علیه وسلم کے اُونٹوں کا جو گله چرا کرتا تها' اُوس پر قبیله غطفان نے دفعتاً ڈاکه مارا اور تمام اُونٹوں کو لوٹ لیگیا - (۱)

قبائل عکل و عرینه کا ایک گروہ آنحضرت صلے الله علیه وسلم کي خدمت میں حاضر هوکر اسلام لایا اور مدینه میں قیام کیا - یهاں کي آب و هوا ناموافق هوئي تو اُوس نے آنحضرت سے اسکي شکایت کي - آپ نے اُوسکو صدقه کے اُونٹوں کي چراگاہ میں بهیجدیا که صحرا کي تازہ هوا کها کر اور اُونٹوں کا تازہ دودہ پیکر قوت و توانائي حاصل کریں - لیکن اون لوگوں نے صحیح و تندرست هونے کے بعد اسلام کو خیرباد کها - مرتد هوگیے' اور تمام اُونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتهه لے گیے' اور چرواهوں کو قتل کرڈالا - آنحضرت صلعم کو خبر هوئي تو آپ نے اونکو پکڑوایا اور سزائیں دیں - (۲)

کبهي کبهي عرب کي اس فطرۃ کا ظهور نہایت بے رحمانه شکل میں هوتا تها' چنانچه ایک یهودي نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکي کا سر دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچل دیا - لڑکي کو لوگ آنحضرت کے پاس اوٹها لاے - ابهي تک لڑکي میں اس قدر هوش باقي تها که آنحضرت نے قاتل کا نام پوچها تو اوس نے سر اوٹهایا اور اشارے سے بتلادیا - چنانچه آنحضرت نے قاتل سے اسي طریقه پر قصاص لیا' یعني اوسکے سرکو دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچلوا دیا (۳)

---

(۱) بخاري جزو ۵ ص ۱۳۰ - (۲) بخاري جزو ۸ ص ۱۶۳ - (۳) بخاری جزو ۹ ص ۵ -

اسي طرح چند مسلمان خيبر کي طرف گئے ' اور وهاں پهونچکر اپني اپني ضرورت کيليے متفرق هوگئے - پلٹے تو ايک شخص کو مقتول پايا - آنحضرت کي خدمت ميں حاضر هوکر اس واقعه کي خبر کي - آپ نے قاتل کے متعلق شهادت طلب فرمائي - ليکن وه لوگ کوئي گواه پيش نه کرسکے - آنحضرت نے خيبر کے يهوديوں سے قسم لينا چاها' ليکن ان لوگوں نے اونکي قسم پر اعتماد ظاهر نهيں کيا - مجبوراً خود آپنے صدقے کے اونٹوں سے اوسکي ديت ديدی (۱)

ايک بار عرب کے مختلف قبيلوں نے آنحضرت سے فوجي مدد کي درخواست کي - آنحضرت نے قراء صحابه ميں سے ستر آدمي ساتهه کرديے - جب وه لوگ بير معونه پر پهونچے تو ان قبائل نے بيوفائي کي اور اونکو قتل کرديا (۲)

اس قسم کے جرائم صرف کفار هي تک محدود نه تهے - بلکه جب تک آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے فيض صحبت اور آپ کي روحاني تربيت نے مسلمانوں کے نظام اخلاق کو پخته اور مکمل نهيں کيا تها ' خود ان سے بهي کبهي کبهي اس قسم کے افعال سرزد هو جايا کرتے تهے - آنحضرت نے به مقام حديبيه کفار کے ساتهه جو معاهدهٔ صلح کيا تها ' اوسکي ايک دفعه يه تهي که مکه سے جو مسلمان مدينه بهاگ کر آئيگا ' آپ اوسکو واپس کرديا کرينگے - اس بنا پر جب ابو بصير مکه سے مدينه بهاگ آئے تو قريش نے اونکو واپس لانے کيليے دو شخص بهيجے - آنحضرت نے ابو بصير کو اونکے حوالے کرديا - ليکن ابو بصير نے راستے ميں دهوکے سے ايک شخص کو قتل کرديا' اور پهر مدينه واپس چلے آے - آنحضرت نے انکو دوباره واپس کرنا چاها تو وه دريا کے کنارے بهاگ گئے ' اور وهيں مستقل سکونت اختيار کرلي - مکه کے ستم رسيده مسلمانوں کو خبر هوئي تو سب کے سب اون سے جاکر مل گئے - اب ايک مستقل جمعيت قائم هوگئي جو عموماً قريش کے کاروان تجارت کو لوٹا کرتي تهي - قريش نے آنحضرت کي خدمت ميں اسکي شکايت کي تو آپ نے ان لوگوں کو اپنے پاس بلا ليا (۳)

ليکن اس بد امني کا سب سے زياده مضر اور شديد اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تها - اسلام اپنے روحاني اثر سے تمام عرب ميں نهايت سرعت کے ساتهه پهيلتا جاتا تها' اور عرب کے مسلمان قبائل آنحضرت کي خدمت ميں حاضر هو کر فيض صحبت اوٹهانا اور تعليمات اسلاميه سے بهره اندوز هونا چاهتے تهے - ليکن بد امني کا يه طوفان ان روحاني لهروں کو بهي اپنے اندر سميٹ لينا چاهتا تها -

چنانچه وفد عبد القيس نے آپ کے فيض تربيت و تعليم سے محروم رهنے کا سبب نهايت حسرت آميز الفاظ ميں يه بيان کيا تها :

يا رسول الله ! قد حالت بيننا و بينک کفار مضر و لـن نخلص اليک الا في الشهر الحرام فمرنـــا بشي ناخذه عنک و ندعو اليه من وراءنـــا (۴)	يارسول الله ! کفار مضر همارے اور آپ کے درميان حائل هوگئے هيں ' اور هم اونکي رکاوٹوں کي وجهه سے هميشه آپکي خدمت ميں حاضر نهيں هوسکتے - صرف حج کے مهينوں هي ميں آ سکتے هيں که وه امن کا زمانه هوتا هے ' پس آپ هم کو اسلام کے احکام و تعليمات سکهلا ديجيے - هم خود بهي سيکهه ليں' اور جو لوگ آپکي خدمت ميں حاضر نهيں هو سکتے ' اونکو بهي اُن احکام کی دعوة ديں -

اسلام اگرچه اپني دعوة کو تلوار سے شروع کرنا نهيں چاهتا تها اگرچه حق کے قيام کيليے تلوار کے بغير چاره نهيں :

لا اکراه في الدين قد تبين الـرشــد من الــغي '	مذهب کوئي زبر دستي کي چيز نهيں - گمراهي اور هدايت ايک دوسرے سے

(۱) بخاری جزو ۹ ص ۹ - (۲) بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ -
(۳) ابو داود ۲ جلد ص ۲۵ - کاروان تجارت کے لوٹنے کا ذکر بخاري وغيره ميں هے - (۴ بخاري [illegible] -

بالکل الگ هوگئي هے ' اور هر شخص نور و ظلمت ميں اب خود امتياز کر سکتا هے -

ليکن وه کامل سکون و اطميان کے ساتهه اشاعت اسلام کا بهرحال جائز حق رکهتا تها ' اور اس ليے قيام امن و بسط عدل کيليے منکرين کي فطرت خبيثه کا جانبازانه مقابله کر سکتا تها -

دنيا ميں بظاهر نرمي و ملاطفت اخلاقي تعليم کي اشاعت کيليے زياده موثر و موزوں خيال کيے جاتے هيں ' ليکن اوسوقت اسلام کے سامنے اخلاقي تعليم کي اشاعت سے مقدم تر ايک دوسرا سوال تها - اسوقت يه بحث نهيں تهي که سطح پر عمارت کيونکر قائم کي جاے' گفتگو يه تهي که سطح کيونکر هموار کي جاے ؟ اسلام نے مکه کے ايک ايک ٹيلے سے نو برس تک نهايت نرم لهجے ميں اس سوال کا جواب طلب کيا - ليکن صحراے عرب کے هر نشيب و فراز نے جواب ديا که " هماري گردنيں صرف ٹهوکرهي سے جهک سکتي هيں " اسليے اسلام نے مياں سے تلوار نکالي ' اور قوت سے قوت کا مقابله کيا - ليکن عرب کي جنگجو فطرت کي طرح اسکا مقصد بغض و انتقام کے خون سے تلوار کو رنگين کرنا نه تها - بلکه بد امني کے اون تودوں کو هموار کرنا تها ' جو اشاعت حق و عدل کي راه ميں حائل تهے - چنانچه صحابه جب اس نا هموار راه کي شدائد و تکاليف سے چور چور هوکر سررشتهٔ صبر و سکون کو هاتهه سے چهوڑ دينا چاهتے تهے ' تو آنحضرت صلے الله عليه و سلم اس مقصد اعظم کي اهميت بتلاکر اونکے اندر عزم و استقلال کي روح پهونکتے تهے :

شکونا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو متوسد بردة له في ظل الکعـــبة ' قلنا له الا تستنصر لنا؟ الا تدعو الله لنا؟ قال : کان الرجل فيمن قبلـکم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشار' فيوضع علي راسه فيشق باثنتين وما يصده ذلک عن دينه' و يمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب' وما يصده ذالک عن دينه' و الله ليتمن هـذا لامر حتی يسير الراکب من صنعاء الی حضرموت لا يخاف الا اللـــه ' او الـــذئب علي غنمه ' ولکنکم تستعجلون (۱)	صحابه کهتے هيں که آنحضرت چادر کو سرهانے رکهکر خانه کعبه کے ساے ميں ليٹے هوے تهے ' هم نے اپني تکليفوں کي شکايت کي اور کها " باوجود ان شدائد کے آپ همارے ليے خدا سے کيوں مدد نهيں مانگتے ؟ همارے ليے دعا کيوں نهيں کرتے ؟ " آپ نے فرمايا : تم سے پہلے کي قوموں ميں جو صاحب عزم مسلمان تهے ' اون کے ليے زمين ميں گڑهے کهود دیے جاتے تهے' اور وه ان گڑهوں ميں کهڑے کرديے جاتے تهے - پهر آره لا يا جاتا تها ' اور اونکے سر پر رکهکر اونکو دو ٹکڑے کرديا جاتا تها - ليکن يه مصيبت بهي اونکو دين سے نهيں پهير سکتي تهي - اُونکي کهالوں پر لوهے کي کنگهياں پهرائي جاتي تهيں جو گوشت سے هڈي اور پٹهوں کو جدا کرديتي تهيں ' ليکن پهر بهي اونکے ايمان ميں کسي قسم کا تزلزل نهيں پيدا هوتا تها - تم کو صبر کرنا چاهيے ' خدا کي قسم ! دين اسلام کامل هوکے رهيگا ' اور اُوسکا کمال يه هے که يمن سے ايک شتر سوار اس امن وسکون کے ساتهه حضرموت تک چلا جائيگا که اوسکے دل ميں بجز خدا کے اور اوس بهيڑيے کے جو اوسکي بکريوں کو پکڑ ليجاتا هے اور کسي چيز کا خوف نهوگا' ليکن آه! تم لوگ ايسے وسيع ' ايسے عظيم ايسے جليل مقصد کے حصول ميں ضعف بشري سے جلدي کررهے هو!

آنحضرت نے اس مقصد کو عدي بن حاتم کے دل ميں نهايت وضاحت کے ساتهه جا گزين فرمايا هے' اور اوس سے غزوات اسلاميه کا منتهاے خيال نهايت واضح طور پر منکشف هو جاتا هے :

عن عدی بن حاتم قال: بينا انا عند النبي صلی الله	عدی ابن حاتـــم کهتے هيں : ميں آنحضرت کي خـــدمت ميں حاضر

(۱) بخاري جزو ۴ -

عليه وسلم اذ اتاه رجل فشكاء اليه الفاقة ' ثم اتاه آخر فشكاء قطع السبيل ' فقال : يا عدي ! هل رايت الحيرة ؟ قلت لم ارها و قد انبئت عنها - قال فان طالت بك حياة لترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله - قلت فيما بيني و بين انفسي : فاين دعار طي الذين قد سعروا البلاد ؟ و لئن طالت بك حياة لتفتحن كنوز كسری - قلت كسری بن هرمز ؟ قال كسری بن هرمز - و لئن طالت بك حياة لترين الرجل يخرج ملء كفه من ذهب او فضة يطلب من يقبله منه فلا يجد احدا يقبله منه !

تھا کہ ایک آدمی آیا اور تنگدستی کی شکایت کی ' پھر دوسرا آدمی آیا اور لٹ جانے کی شکایت کی - آپ نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا : کیوں عدی ! تم نے شہر حیرہ کو دیکھا ہے ؟ میں نے کہا "دیکھا تو نہیں ہے البتہ سنا ہے" آپ نے فرمایا "اگر تم زندہ رہے تو دیکھہ لینا کہ ایک پردہ نشین عورت تنہا ملک حیرہ سے سفر کرکے آئیگی اور خانہ کعبہ کا طواف کریگی ' لیکن خدا کے سوا اوسکو راہ میں کسی چیز کا ڈر نہوگا" عدی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا : "قبیلہ طے کے ڈاکو کیا ہوجائینگے جنہوں نے تمام ملک عرب میں آگ لگا رکھی ہے ؟" پھر آپ نے فرمایا "اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ کسری کے خزانہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے" مینے تعجب سے پوچھا "کسری بن هرمز ؟" آپ نے فرمایا "ہاں کسری بن هرمز" پھر آپنے فرمایا : "اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ ایک آدمی اپنی مٹھی میں سونا یا چاندی لیکر گھر سے چلے گا اور فقرا کو دینا چاہیگا ' مگر ہر شخص بجاے خود اس قدر مستغنی ہوگا کہ اس صدقہ کو کوئی قبول نہ کریگا "

قال عدي : فرايت الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف الا الله - وكنت فيمن افتتح كنوز كسری بن هرمز - و لئن طالت بكم حياة لترون ما قال النبي ابو القاسم صلی الله عليه و سلم - (١)

عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت بے خوف آتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے چلی جاتی ہے - کسری بن هرمز کا خزانہ کھولا گیا ' اور میں اسکے کھولنے والوں میں شریک تھا - آنحضرت کی تیسری بشارت یعنی اسقدر اللہ دولت عطا کریگا کہ صدقہ لینے والے مسکین نہ ملینگے ' تو عدی نے کہا کہ جو لوگ زندہ رہینگے وہ اسکو بھی دیکھہ لینگے -

چنانچہ اس دور کے بعد جو لوگ آئے ' انہوں نے اس چیز کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا - یہ بشارت تھی جو اسلام نے اس قوم کو دی تھی جو ریگستان کے صحرائی خیموں میں سوتی ' خشک کھجور کھاتی ' اور اونٹوں کو چراتی تھی ' مگر اس نے یقین کیا اور اسکا پھل پایا - پھر آہ ! موجودہ عہد کے وہ مسلمان جو محلوں میں رہکر ' ریشمی بستروں پر سوکر ' آج اسلام کے وعدہ پر یقین نہیں لاتے ' اور اسکے لیے اپنے اندر کوئی یقین نہیں رکھتے !

فشتان ما بين اليوم و الامس !

غزوات اسلامیہ کا یہی مقصد تھا - چنانچہ جب یہ مقصد حاصل ہوگیا ' دار الامنة (کعبہ) کا دروازہ تمام دنیا کیلیے کھل گیا ' باہمی جنگ و خوں ریزی کی جگہ امن و امان قائم ہوگیا ' فتنۃ و فساد کفر کا غبار بیٹھہ گیا ' حریۃ و استقلال انسانی کا شرف وجود میں آگیا ' تو اس نے اپنی تکمیل کا عام اعلان کردیا :

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا - پس اسلام اور امن ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں - اسلام کی صلح بھی امن کیلیے ہے - جنگ بھی امن کیلیے - حتی لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله !

(١) بخاری جزو : ٣ - باب علامات النبوة -

باب التفسیر

فلسفہ احتساب

امر بالمعروف و النہی عن المنکر

تعیین حقیقت و تفصیل لوازم و اعراض

مظاہر مختلفہ ' و مدارج ترقی و تنزل !

(١)

اللہ تعالی نے مادۂ عالم کی تخلیق و تقویم صرف انسان کی نفع رسانی کیلیے کی ہے - جسطرح زمین کا فرش ہمارے لیے بچھایا گیا ہے جسکو ہم پانؤں سے روند رہے ہیں ' اوسی طرح ہوا کا کرہ بھی ہمارے ہی لیے حرکت کر رہا ہے جسکو ہم ہاتھہ سے چھو نہیں سکتے - جسطرح خاک کا ہر ذرہ ہمارے لیے فضاے عالم میں چمکتا پھرتا ہے ' اوسی طرح آفتاب بھی ہمارے ہی لیے اپنے محور پر گردش کرکے نور برسا رہا ہے - جس طرح ہمارے اعصاب کا باہمی اتصال ہمارے دماغ تک ایک احساس عام کی کیفیت کو نہایت سرعت کے ساتھہ پہونچاتا رہتا ہے ' اوسی طرح تمام اجرام فلکیہ کی قوت جاذبہ سب کو ایک رشتہ میں جکڑ کر اونکے متفقہ فوائد و منافع کو ہمارے ہی لیے تقسیم کرتی رہتی ہے !

(شؤون مادیہ)

اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں اپنے اس احسان عام کا ذکر بار بار کیا ہے - پہلے ایک آیت میں فرمایا کہ آسمان و زمین کی ہر مخلوق اپنے ساتھہ فوائد و منافع کا ایک بے شمار ذخیرہ رکھتی ہے ' اور خدا کے صالح بندے وہی ہیں جو ہمیشہ اس خزانہ کی جستجو میں مصروف رہتے ہیں :

ان في خلق السموات و الارض و اختلاف الليل و النهار لايت لاولي الالباب الذين يذكرون الله قياما و قعودا و علی جنوبهم و يتفكرون في خلق السموات و الارض : ربنا ما خلقت هذا باطلا (٣ : ١٨٧)

یقیناً آسمانوں اور زمین کی خلقت ' نیز لیل و نہار کے اختلاف و طلوع و غروب میں ارباب عقل و بصیرۃ کیلیے حکمت الہی کی بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں - وہ ارباب بصیرۃ جو کھڑے رہکر ' بیٹھے بیٹھے ' لیٹے لیٹے ' غرضکہ ہر حال میں اللہ تعالی کو اور اسکی قدرت و حکمت کو یاد کرتے رہتے ہیں ' اور کائنات سماوی و ارضی کے اسرار و حقائق میں ہمیشہ تفکر کرتے ہیں ' اور بالاخر اس نقطۂ علم و یقین تک پہنچ جاتے ہیں کہ کائنات عالم کے کسی ایک ذرے کو بھی خدا تعالی نے بغیر کسی مصلحت و نفع کے پیدا نہیں کیا ہے ' اور یہ سب کچھہ محض کسی اتفاقی تخلیق و تکوین ہی کا نتیجہ نہیں ہے !

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بينهما لاعبين (٢٢ : ١٦)

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھہ ان میں ہے ' محض ایک کھیل تماشہ ہی نہیں بنایا ہے بلکہ ان میں سے ہر چیز اپنے اندر اپنی تخلیق کا ایک خاص مقصد ' ایک خاص خاصہ ' ایک خاص اثر ' اور ایک ممتاز علت رکھتی ہے -

پھر اسکے بعد فرمایا کہ یہ تمام فوائد و منافع صرف انسان ہی کیلیے مخصوص ہیں ' لیکن چونکہ انسان زمین میں رہتا ہے اور

اسکے فوائد سے آساني کے ساتھہ متمتع ہوسکتا ہے ' اسلیے زمین هي کے منافع کو خصوصیت کے ساتھہ بیان فرمایا :

هو الذي خلق لکم ما في الارض جمیعاً (بقرہ : ۲۷)
وہ رب السماوات و الارض هي تو هے جس نے زمین کي هر چیز کو تمهارے لیے پیدا کیا ' تاکه تم اس سے کام لو۔

پهر متعدد آیتوں میں تمام بڑي بڑي مخلوقات کي تفصیل بیان فرمائي ' اور انکو اپني ایک نشاني قرار دیا :

و جعلنا السماء سقفاً محفوظاً و هم عن آیاتها معرضون - و هو الذي خلق اللیل و النهار و الشمس و القمر کل في فلک یسبحون (انبیاء : ۳۳)
اور دیکهو ' هم نے آسمان کو کرۂ ارضي کے اوپر ایک محفوظ چهت کي طرح بنایا ' اور کس طرح اسمیں سے اپني حکمت و قدرت اور طرح طرح کے مصالح و اسرار کي نمود کي ؟ پر انسان کي ضلالت هے که با ایں همه اجرام سماویه کي عجیب و غریب نشانیوں سے بهي گردن موڑے هوے هے ! پهر دیکهو ' اسکے سوا اورکون هے جس نے رات اور دن کے اختلاف کو زمین کیلیے قائم کیا ؟ اور سورج اور چاند کو پیدا کیا جو آسمان میں پهرتے رهتے هیں ؟

الله الذي خلق السموات و الارض و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم و سخر لکم الفلک لتجري في البحر بامره و سخر لکم الانهار (ابراهیم : ۳۷)
وہ الله هي هے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ' اور اوپر سے پاني برسایا جس کي آبیاري سے تمهارے لیے طرح طرح کي غذائیں پیدا هوئیں ' پهر یه تو اس پاني کے منافع کي تسخیر تهي جو اوپر سے گرتا هے ' لیکن جو پاني تمهارے قدموں کے نیچے بهه رها هے ' اسکے منافع بهي تمهیں کو بخشدیے ' چنانچه سمندر کي دهشت انگیز قهاري پر اسطرح تمکو مسلط کردیا که تم نے کشتیاں بنائیں اور وہ اس سهولت سے پاني میں چلتي پهرتي هیں ' گویا سمندر بهي خشکي کي طرح تمهارا جولانگاہ هے اور تم اسکے جس حصه میں جانا چاهو خشکي کي طرح چلکر جا سکتے هو !

کذلک سخرناها لکم لعلکم تشکرون (۳۸ - حج)
اسي طرح هم نے چارپایوں کو تمهارے آگے مسخر کردیا تاکه تم الله کي نعمتوں سے کام لو -

الم نجعل الارض مهادا و الجبال اوتادا و خلقناکم ازواجا ؟ (النبیاء : ۷)
کیا هم نے زمین کو تمهارے لیے ایک فرش کي طرح نهیں بچها دیا ؟ کیا یه هماري هي حکمت و قدرت نهیں هے که پهاڑوں کي بلندي کي اور اسپر میخوں کي طرح نمود کي ؟ پهر کیا وہ هم هي نهیں هیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کردیا ؟

(مادہ اور قوت)

لیکن دنیا مادہ اور قوت ' دونوں کے مجموعه کا نام هے - اسلیے دنیا کا کوئي عمل ان دونوں کي آمیزش کے بغیر انجام پذیر نهیں هوسکتا - نظام فطرت کي هر کوئي اوسوقت تک بکهري هوئي پڑي رهتي هے جب تک که قوت اوس میں تنظیم و ترتیب پیدا نه کردے ' اور اسي کا نام تکوین هے - پس اس بنا پر خدا نے ان شوؤن مادیه کے ساتهه همارے اندر مختلف قواء بهي پیدا کردیے ' جو مادۂ عالم سے فائدہ اوٹهانے کي کامل صلاحیت رکهتے هیں - اور یهي وجه هے که هم پر جا بجا ان قوتوں کے ذریعه بهي احسان الهي جتایا گیا هے :

قل هو الذي انشاکم و جعل لکم السمع و الابصار و الافئدة قلیلا ما تشکرون (ملک : ۲۳)
کهدو که اسي کي ذات خالق کائنات هے جس نے تم کو پیدا کیا ' اور تمهارے اندر حواس باطني و ظاهري اور انکي قوتیں ودیعت کیں -

ان قوتوں سے فائدہ اوٹهانے کیلیے کامل وسعت و بسط کي ضرورت تهي - اسلیے خدا نے اس احسان کي بهي تکمیل کردي :

قل هو الذي ذراکم في الارض و الیه تحشرون -
خدا هي نے تمهیں زمین میں پهیلا دیا هے که اپني قوت سے پوري وسعت کے ساتهه فائدہ اوٹهاؤ ' اور پهر وهي تمکو اپني طرف سمیٹ بهي لیگا -

(قوۃ اعلی و مدبرہ)

لیکن یه قوتیں برق و باد اور کهربائیت و دخانیت کي طرح حرکت پیدا کرنے کي تو قوت رکهتي هیں ' مگر وہ انسان کو بذات خود منزل مقصود پر نهیں لیجا سکتیں - وہ صرف حرکت پیدا کرنا جانتي هیں ' لیکن حرکت کے لیے چپ و راست ' یمن و یسار ' جنوب و شمال کي تمام راهیں یکساں هیں - وہ راہ متعین نهیں کرسکتي اسلیے یه قوتیں خود زمین کے نشیب و فراز میں تمیز نهیں کرسکتیں ' اور خدا هي نے انکو خیر و شر کے یه دونوں راستے دکها دیے هیں :

الم نجعل له عینین و لسانا و شفتین و هدیناه النجدین ؟ (بلد : ۹)
کیا هم نے انسان کیلیے آنکهیں ' هونٹ اور زبان بناکر خیر و شر ' حق و باطل ' یمین و شمال کي دونوں گهاٹیاں اُسے نهیں دکها دیں ؟

اِسلیے جسطرح انجن کو ایک سائق (ڈرایور) کي ضرورت هوتي هے که اسٹیم کي طاقت کو سیدهي راہ پر لگاے ' اوسي طرح یه قواء بهي ایک ذي شعور محاسب کے محتاج هوتے هیں جو اُنمیں تنظیم و ترتیب ' توافق و تطابق ' اور صحیح و مکون فعالیت پیدا کرے ' اور بالفاظ سادہ تر یه که اُنسے ٹهیک ٹهیک صحیح و عادلانه کام لے - اِسلیے خدا نے هر چیز کے اندر فطرتاً اس محاسب کو بهي پیدا کر دیا :

قال : ربنا الذي اعطی کل شيء خلقه ثم هدی (طه : ۴۰)
میرا پروردگار وہ هے جس نے هر چیز کي خلقت کي تکمیل کي ' اور پهر اوسکو حواس ظاهري و باطني دیکر راہ عمل دکها دي -

لیکن انسان کو فطرت نے یه حصه اور تمام مخلوقات سے زیادہ دیا هے :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم - (والتین : ۴)
هم نے انسان کو ایک بهترین فطرۃ عادلۂ و مقومه کے قالب میں پیدا کیا هے -

یهي فطرة صحیحه اور خلقة مستقیمه هے جو انبیاء کرام کے اندر سے نمایاں هوتي هے - اسي لیے وہ خدا کے اس احسان کا ذکر بار بار کرتے هیں - اور یهي فطرة اصلیۂ صالحه هے جو انکے عصر و دور کي عام تاریکي و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت محجوبه کا روشن راسته دکها دیتي هے :

و اذ قال ابراهیم لابیه و قومه : انني براء مما تعبدون - الا الذي فطرني فانه سیهدین (زخرف : ۲۵)
ابراهیم نے اپنے باپ اور اپني قوم سے کہا : ایک خدا کو چهوڑ کر تم نے اپني پرستش کے جو جهوٹے معبود بنا لیے هیں ' میں نے اُن سب سے اپنے آپ کو الگ کرلیا - میں صرف اسي ایک معبود حقیقي کا هو رها هوں جس نے مجهے پیدا کیا - اور چونکه مجهے پیدا کیا اسلیے صرف وهي هے جو میري فطرة سلیمه کے ذریعه میري هدایت کریگا !

(ارکان ثلاثۂ تقویم عالم)

پس دنیا کا نظام فطرت تین جزوں سے مکمل هوتا ھے : مادہ ' قوت ' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذي شعور طاقت ' جوان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتي ھے' اور وہ فطرت صالحۂ و سلیمہ ھے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ھے -

خدا تعالی نے نظام عالم کي اِن تینوں کڑیوں کا ذکر بہ ترتیب ایک سورہ میں کیا ھے :

و الشمس و ضحها ' و القمر اذا تلها' و النهار اذا جلها - و الليـــل اذا يغشـا هـا ' والسماء و ما بنها ' والارض وما طحها' و نفس و ما سواها' فالهمها فجـورهـا و تقواها ' قد افلح من زكها ' و قـــد خاب من دسهـا ! (والشـمس ۱ - ۱۰)

سورج اور اسکي حرارت و نورانیت ! چاند جو اسکے بعد ضیا گستر هوتا ھے ! روز روشن جو رات کي تاریکي کا پردہ چاک کردیتا ھے ! رات کي ظلمت جو دن کي روشني کو چھپا لیتي ھے ! آسمان اور اوسکي عجیب و غریب بناوٹ ! زمین اور اسکا حیرت انگیز پھیلاؤ ! اور پھر مادۂ عالم کے ان تمام مظاھر و شوون کے بعد روح انساني اور اوسکا وہ فاطر مطلق جس نے اسمیں ایسي مناسب ' موزون ' مستقیم ' و عادلہ فطرۃ صالحه رکھي ' اور بالاخر خیر و شر ' حق و باطل ' صحت و سقم' عدل و اسراف ' نور و ظلمت ' دونوں راھوں کو اسپر کھول دیا - پس اب کامیاب وجود وہ ھے جس نے اپني قوت محتسبه کے عمل سے اپني فطرۃ صالحه کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا ' اور نامراد انسان وہ ھے جس نے اسے ضائع کردیا !!

اب دیکھو کہ اس سورۂ کریمہ میں سب سے پہلے الله تعالی نے مظاھر و شوؤن مادیه سے شہادت دلائي ھے' اسکے بعد نفس انساني کا ذکر کیا ھے اور اسکے تسویۂ فطري کي طرف اشارہ کیا ھے ' آخر میں فلاح و خسران کا یہ معیار بتلایا ھے کہ الهام خیر و شر کي کشاکش و تصادم میں مستقیم و محتسب رهنا اور فطرۃ صالحه کو ضلالت کي آمیزش سے پاک رکھنا - پس پہلا درجہ مادہ کا ھے' دوسرا قوۃ کا ' تیسرا ان سب سے بالاتر ذی شعور قوۃ محتسبه و عامله کا -

یهی آخري جزء' جو مادہ وٗ قوت میں ربط و توافق اور پھر عمل و صرف صحیح پیدا کرتا ھے' في الحقیقت احتساب کا سنگ بنیاد ھے اور اسي پر امر بالمعروف و النهي عن المنکرکي عظیم الشان دیواریں قائم هوتي هیں - قران حکیم نے اسے " امر بالمعروف و نهي عن المنکر " یعنے نیکي کا حکم دینا اور برائي سے روکنا کہا ھے ' اور فطرۃ کا علم صحیح بتلاتا ھے کہ کائنات کا نظام عدل و تکوین در اصل انهي تین رکنوں پر قائم ھے -

(مدارج احتساب)

لیکن تمام نظام عالم ترقي پذیر ھے - اسلیے اُسکي هر کڑي ترقي کي طرف آگے قدم بڑھا رهي ھے - مادۂ عالم اغاز خلقت سے اب تک سیکڑوں قالب بدل چکا ھے - قواء جسماني نے بچپن سے بڑھاپے تک ترقی و انحطاط کي سیکڑوں منزلیں طے کي هیں - پس اس ارتقاء و نشوء کے اصول پر قوتوں کے ساتھه ساتھه قوت احتساب بھي ترقي کرتي رهتي ھے -

چنانچه سب سے پہلے انسان کي خود فطری قوت احتساب اُسکا محاسبه کرتي ھے - انسان کے انـدر سے همیشه برائي کي صـدا اٹھا کرتي ھے :

ان الـنـفس لامـــارۃ بالسوء - (یوسف : ۵۲)

نفس برائي کیلیے بہت هي بڑا حکم دینے والا ھے -

اسلیے اُس کي قوت احتساب سب سے پہلے آسي کے اندر عمل کرتي ھے - گناہ کرنے کے بعد هر شخص کو جو ندامت هوتی ھے' اور اُسپر اُسکا ضمیر جس طرح ملامت کرتا ھے ' در اصل اسي فطري احتساب کا اثر ھے :

لا اقسم بالنفس اللوامة (۷۵ : ۲)

اوس پاک روح کي قسم جو گناہ کرنے کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتي ھے -

اصول ارتقاء کے بموجب ترقي کا یہ وہ نقطه ھے' جہاں سے (جسمانیات میں) حرکت کرکے جمادات' نباتات کے قالب میں آتے هیں - اسکے بعد اس قوت کے حیواني مظاهرکي منزل شروع هوتي ھے - حیوانات کي طرح انسان بھي اپنے بچوں کي تربیت و رهنمائي میں اس قوت کو صرف کرتا ھے' اور جو آگ اوسکے اندر بھڑک رهي ھے' اوسیکو اونکے اندر بھڑکانا چاهتا ھے :

یا بني ! اقم الصلوة وامـر بالمعروف وانه عن المنکر و اصبر علی ما اصابك - ان ذالک من عزم الامور (لقمان : ۱۶)

اے بیٹے ! صلواۃ الهي کو قائم کر ! نیکي کا لوگوں کو حکم دے ! برائي سے روک ! اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے میں جو جو تکلیفیں برداشت کرني پڑیں ' اونپر صبر کر ! یہ بڑے هي پخته ارادے اور اعلی درجه کا کام ھے -

حیوانیت کي انتهائي منزل کي سرحد سے انسانیت کي سرحد شروع هوتي ھے - دفعتاً ایک انسان کامل منصۂ عالم پر جلوہ گر هوتا ھے ' اور خدا کے نور کو اپنے اندر جذب کرکے دنیا کے سامنے نمودار کرتا ھے :

ان الله یأمر بالعـــدل والاحسان وایتاء ذی القـــرباء وینهی عــن الفحشـــاء و المنـــکر و البغي یعظکم لـعلکـم تذکرون (نحل - ۹۳)

خدا عدل ' احسان ' اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم کرتا ھے ' اور هر قسم کي برائیوں اور هر قسم کے ظلم سے روکتا ھے - خدا یہ نصیحت اسلیے کرتا ھے کہ شاید تملوگ عبرت پکڑو -

چاند دنیا کو وهي روشني دکھاتا ھے ' جسکو اوس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا - اسلیے یہ انسان کامل بھي وهي فرض ادا کرتا ھے' جس پر مامور کرکے خدا نے اُوسکو بھیجا تھا :

یأمرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکـــر ویحل لهـــم الطیبـات ویحرم علیهم الخبائث (اعراف : ۱۵۶)

اونکو نیکي کا حکم دیتا ھے ' برائیوں سے روکتا ھے ' مفید و صالح چیزوں کو حـلال ' اور بري چیـزوں کو حرام کرتا ھے -

اب انهي اوصاف و مناقب کے ساتھه متصف هوکر اوسکي پاک نسل دنیا میں پھیلتي ھے ' اور انسانیت کامله کا ظهور عام هو جاتا ھے :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و ینهـــون عن المنکـــر (آل عمران : ۱۰۶)

تم لوگ دنیا کي بہترین امت هو جسکو خدا نے دنیا کي هدایت کیلیے نمایاں کیا - کیونکه نیکي کا حکم دیتے هو' برائي سے روکتے هو-

(ارتقـــاء روحـــانی)

ترقي کے اس نقطے پر پہونچکر ارتقاء کي وہ چاروں منزلیں طے هو جاتي هیں' جسکے هفت خوان کے طے کرنے کا سہرا (Evolution) کے سر پر باندھا گیا ھے -

لیکن ارتقاء مادی اور امر بالمعروف کے مدارج میں ایک دقیق فرق ھے - قائلین مذهب نشؤ و ارتقاء کے مذهب میں جب جمادات کي ترقي اپنے آخري درجه تک پہونچ جاتي ھے اور انسان کي نسل زمین پر پھیل چکتي ھے' تو مادي قوانین ارتقاء یکقلم معطل هوجاتے هیں' اور اسکے بعد وہ کوئي عمل جدید نہیں کرتے - لیکن امر بالمعروف والنهي عن المنکر اپنے آخری درجه پر پہونچکر

ایک جدید قوت پیدا کرتي هے ' جسکو شریعت کي اصطلاح میں " صلواة الهي " کهتے هیں - " صلواة " کے اندر وہ تمام اعمال کاملۂ و حقۂ و عادلۂ داخل هیں جنکو عبودیة الهي کے ارتقاء و علو کے ساتهه دنیا میں ایک انسان کامل انجام دیتا هے ' اور اس طرح هر عام " انساني فعل " ایک مزید درجۂ ترقي و نشؤ پاکر " عبادت " بن جاتا هے - چنانچه یهي قوت هے جو اپني خاموش زبان سے دنیا کي هدایت کرتي هے :

ان الصلوة تنهي عن الفحشاء و المنکر -	نماز هرقسم کي برائیوں سے روکتي هے -

حضرت شعیب علیه السلام کي قوم کو یهي اعلی ترین عملي قوت شرک و بت پرستي سے روکتي تهي ' اسلیے ان لوگوں نے کہا :

اصلواتک تامرک ان نترک ما یعبد اباونا ؟ (۱۲ : ۸۸)	کیا تمهاري عبادت تم کو یه حکم دیتي هے که اس راہ کو چهوڑ دیں جسپر همارے باپ دادا کا عمل تها اور جس چیز کي وہ پوجا کرتے تهے ؟

(قانــون تنــزل)

لیکن قوت احتساب نے جس طرح ترقي کي تهي ' اوسي طرح انحطاط کے مدارج بهي شروع هوتے هیں - جو انسان که اپنے بچوں کي قوت احتساب کو ترقي دے سکتا تها ' ایک وقت آتا هے که خود اپني قوة محتسبه هي کو فنا کر دیتا هے ' اور اسکے تمام حواس ظاهري و باطني خارجي ضلالت کے اثر سے معطل هوکر رهجاتے هیں - یہاں تک که هر شخص علانیه منکرات و معاصي کا ارتکاب کرنے لگتا هے اور اپني فطرة صالحة و سلیمه کو یکقلم مسخ کردیتا هے - حضرة لوط علیه السلام نے کہا تها :

انکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون في نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)	تم لوگ فعل خلاف وضع فطري کے مرتکب هوتے هو ' دن دهاڑے ڈاکه مارتے هو ' اور اپني صحبتوں میں علانیه برائیوں کا ارتکاب کرتے هو -

اسلیے اب زندگي کے مدارج نباتاتي و حیواني دونوں فنا هوجاتے هیں - انسانیت کامله کا ظهور اُنهي کي تدریجي ترقي کا نتیجه تها - پس جب اوسکي ابتدا کي کڑیاں ٹوٹ جاتي هیں تو انسانیت کامله کا درجه بهي (جو آخري کڑي کا حکم رکهتا) هے ' فنا هوجاتا هے - بلکه فنا کردیا جاتا هے :

ان الذین یکفرون بایت الله و یقتلون النبیین بغیر حق (۳ : ۲۰)	وہ لوگ جو آیات الهیه کا انکار کرتے هیں ' اور انکا سب سے بڑا انکار یه هے که انکے حاملین اور داعیوں کو قتل کرتے هیں -

اب انهي لوگوں کے هاتهوں اس انسان کامل کي وہ نسل بهي مفقود هوجاتي هے جو اس فرض احتساب کو ادا کرتي تهي :

و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس (۳ : ۳۰)	اور یه بدبخت ان پاک انسانوں کو بهي قتل کردیتے هیں ' جو عدل اور صراط مستقیم کي طرف انسانوں کو بلاتے اور امر حق کا حکم دیتے هیں -

لیکن ترقي و تنزل کے یه مدارج ایک هي اصول کے تابع هیں - جسطرح نسل حق تدریجي ترقي کے بعد پیدا هوئي تهي ' اوسي طرح بتدریج فنا بهي هوتي هے - امر بالمعروف اور احتساب انساني کي ترقي کے کئي درجے تهے - اسي طرح اسکا تنزل بهي تین درجوں میں منقسم هے - ابتداء میں یه گمراہ نسل اگرچه خود نیکي پر عمل نهیں کرتي ' تاهم دوسروں کو نیکي کرنے کا حکم رسماً و عادتاً ضرور دیتي رهتي هے - یه تنزل کا پهلا درجه هے

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم - (بقرہ - ۴۱)	دوسروں کو تو نیکي کا حکم دیتے هو لیکن خود اپنے نفسوں کو بهول گئے هو جو سب سے زیادہ اس حکم کے مستحق هیں ؟

لیکن رفته رفته یه حالت یهانتک پهونچ جاتي هے که خود یهي نسل دوسروں کو برائي کا حکم بهي دینے لگتي هے اور اسطرح احتساب حق کا آخري نقش پا بهي مٹ جاتا هے - تاهم یه دوسرا درجه هے :

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل (نساء - ۴۱)	وہ بدبخت جو خود بهي بخل کرتے هیں اور دوسروں کو بهي بخل کیلیے حکم کرتے هیں '

اور اس طرح الله کي دي هوئي طاقت کو الله کي راہ میں نه تو خود خرچ کرنا چاهتے هیں اور نه دوسروں کو کرنے دیتے هیں !

اسکے آگے ایک درجه اور آتا هے - دوسرے درجه میں گرکر یه نسل برائي کا حکم دیتي تهي ' لیکن ابهي تک نیک کاموں میں رکاوٹ نهیں پیدا کرتي تهي - اب تیسرا درجه الهي قوت کے فقدان اور شیطان کے تسلط کے اعلان کا آتا هے ' اور صرف یهي نهیں هوتا که برائي کي جاے اور برائي کي تعلیم دي جاے ' بلکه ان دونوں مدارج ابلیسیت کے ساتهه یه منتهاء شیطنت بهي شروع هو جاتي هے که پرستاران باطل حق کے خلاف جهاد کرتے هیں اور سچائي اور نیکي کو دنیا سے بالکل معدوم و فنا کردینا چاهتے هیں :

المنفقون و المنفقت بعضهم من بعض یامرون بالمنکر و ینهون عن المعروف (توبه - ۶۸)	منافق مرد اور منافق عورتیں جو اعانت باطل اور مخالفت حق میں ایک دوسرے کے ساتهي اور سازشي هیں ' برائیوں کا حکم دیتے هیں اور ساتهه هي دنیا کو نیکي سے روکتے بهي هیں -

انحطاط کا یهي درجه هے جهاں پهونچکر اس نسل کا خاتمه هوجاتا هے ' آمرین بالمعروف علانیه قتل کیے جاتے هیں ' طرح طرح کي تکلیفوں اور قسم قسم کي دنیوی سزاؤں سے انکي جماعت کو هلاک کیا جاتا هے ' اور اسطرح وہ روح صالح فنا کردي جاتي هے جو دنیا کو ایک عام دعوت عمل دیتي تهي ' اور وهي انتظام انسانیة کبری کي آخري منزل تهي -

(لـوازم و اعـراض)

اس تفصیل سے تم نے اندازہ کرلیا هوگا که امر بالمعروف و النهي عن المنکر ایک روح عامه کا نام هے جو تمام کائنات هستي پر حکومت کرتي هے ' لیکن روح کے مظاهر مختلف هوتے هیں - حیوان اور انسان دونوں میں روح هے ' لیکن دونوں کے آثار و نتائج مختلف هیں - روح حیواني میں وہ نور نهیں هے جس سے انسان کا دماغ روشن هے - اسي طرح امر بالمعروف کي روح اگرچه فطرتاً تمام عالم میں ساري هے ' لیکن ترقي و تنزل کے لحاظ سے اُسکے مدارج مختلف هیں - اس روح کا سب سے اعلی مظهر خود خداے ذو الجلال هے :

ان الله یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی و ینهی عن الفحشاء و المنکر و البغي - (نحل : ۹۰)	خدا عدل ' احسان ' اور اقربا کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا هے ' اور هر قسم کي برائیوں اور هر قسم کے غصب حقوق سے روکتا هے -

لیکن خدا کي روشني کو وهي لوگ دیکهتے هیں جنکے دل میں خدا کا خوف هوتا هے :

انما یخشی الله من عبادہ العلماء - (فاطر : ۲۸)	خدا کے بندوں میں صرف وهي لوگ خدا کا خوف اپنے اندر رکهتے هیں جو ارباب علم و بصیرة هیں -

اسلیے یه روح بهي سب سے پہلے اونهي کے قلب میں امر بالمعروف و النهي عن المنکر کا احساس پیدا کرتي هے :

و اما من خاف مقام ربه و نهي النفس عن الهوى (نازعات : ۴۱)

وه شخص جو اپنے خدا سے ڈرا اور جس نے نفس کو هوا پرستي سے روکا -

پهر یه روح ترقي کرکے بڑے بڑے مظاهر ڈهونڈهتي هے - کبهي جزو نبوت بن جاتي هے : یامرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث - یه آیة کریمه اوپر گذرچکي هے -

کبهي ایک امة مسلمۀ و عادله کي خلافت کے اندر سے نمایاں هوتي هے :

الذین ان مکنهم في الارض اقاموا الصلوة و اتوا الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر و لله عاقبة الامور (حج : ۴۲)

وه خدا کے مومن بندے که اگر هم آنکي خلافت کو دنیا میں قائم کردیں تو آنکا یه کام هوگا که صلواة الهي کو قائم کرینگے' الله کي راه میں اپنا مال خرچ کرینگے' نیکي کا حکم دینگے' اور برائي سے روکیں گے - اور انجام کار الله هي کے هاتهه هے -

کبهي نیک بندوں کے اعمال کے اندر سے ظهور پذیر هوتي هے :

اقم الصلوة ! ان الصلـوة تنهي عن الفحشاء والمنکر و لذکر الله اکبر - (عنکبوت : ۴۴)

صلواة الهي کو قائم کر' بلا شبه وه تمام برائیوں سے روکتي هے ' اور خدا کے ذکر کا اثر تو اس سے بهي زیاده هوسکتا هے -

کبهي ایک مستعد گروه کے اندر سے جلوه گر هوتي هے :

امة قائمة یتلون آیت الله اناء اللیل و هم یسجدون - یومنون با لله و الیوم الاخر' و یامرون با لمعروف و ینهون عن المنکر' و یسارعون في الخیرات - اولئک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۹)

وه حق پرست جماعت جسکے افراد کا یه حال هے که راتوں کو اُٹهکر الله کے کلام کي تلاوت کرتے هیں اور آنکے سر اُسکے آگے جهکے هوتے هیں ' الله اور یوم آخر پر ایمان رکهتے هیں' نیکي کا حکم دیتے هیں ' برائي سے روکتے هیں ' اور نیک کاموں کیلیے سرگرم رهتے هیں ' سو یہي لوگ هیں که انکا شمار " صالحین " میں هے -

لیکن هر حالت میں وه ایک روشني هے جو دنیا هي کو دي جاتي هے' اسلیے سب سے پہلے وه آمرین بالمعروف کو ٹهوکر سے بچاتي هے - وه دنیا کے نشیب و فراز اور سنگ و خاشاک سے بچکر صحیح و سالم نکل جاتے هیں :

فلما نسوا ما ذکروا به' انجینا الذین ینهون عن السوء (اعراف : ۱۶)

اور جب اون لوگوں نے الله کي بخشي هوئي هدایت کو بهلا دیا ' جو امرین بالمعروف کے ذریعه اونکو یاد دلائي جاتي تهي ' تو هم نے اونکي برائیوں سے داعیان حق کو بچا لیا تاکه بدکاروں کا ظلم انهیں نقصان نه پهونچا سکے -

اگر یه روشني نه هوتي تو تمام دنیا ایک ظلمت کدۀ هلاکت بن جاتي اور عقل کي آنکهه کچهه بهي نه دیکهه سکتي :

فلو لا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیة ینهون عن الفساد في الارض الا قلیلا ممن انجینا منهم' و اتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه ' و کانوا مجرمین - (هود : ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گذر چکي هیں ان میں ایسے داعیان حق کیوں نه هوے جو ظلم و فساد سے روکتے ؟ بلا شبه هوے البته انکي تعداد تهوڑي تهي اور یہي ارباب اصلاح و معروف تهے جن کو بندگان ضلالت نے نقصان پهنچانا چاها - مگر هم نے بچا لیا' اور ارباب ظلم و فساد اپنے فسق و فجور هي میں مبتلا رهے- بلا شبه یه مجرموں میں سے تهے که انهوں نے قانون الهي سے بغاوت کي !

لیکن عام لوگوں پر اسکي ترقي و تنزل دونوں کے مدارج کا اثر یکساں پڑتا هے - جسطرح دهندلي روشني کو هر آنکهه نهیں دیکهه سکتي ' اسي طرح آفتاب کے قرص پر بهي هر نگاه نهیں ٹهر سکتي - جب علماء کي قوت احتساب بے اثر هوجاتي هے ' تو فطرة محتسبه تمام دنیا کا احتساب براه راست نهیں کرسکتي - اسوقت خدا اپنے ایک کامل بندے کو چن لیتا هے جو نور الهي کو جذب کرسکتا هے - جسکي بصیرة میں آفتاب الهي کے دیکهنے اور اکتساب نورانیت کي طاقت کامل موجود هوتي هے' اور وه دوسروں کے اندر بهي اس روشني کي کرنوں کو نافذانه پهنچا سکتا هے - یہي درجه مقام اعظم نبوت هے' اور اسي لیے دنیا میں هر شخص کو چاهیے که بغیر کسي بحث و مباحثه کے اوسکے احکام کو تسلیم کرلے ' کیونکه هر شخص بذات خود اس نور کا کسب نهیں کرسکتا - وه ایک قوة قائمۀ منوره کا محتاج هے - یه قوة منوره مقام نبوة کي فعالیت هے ' اور اسي بنا پر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا هے :

ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا (حشر : ۷)

رسول تمکو جن چیزوں کا حکم دے' اسپر عمل کرو' اور جس چیز سے روکے اوس سے رک جاؤ !

پس یه حکم جبري نهیں هے' بلکه عین فطري هے- اور فطرت کے سامنے انسان کو گردن جهکا دیني چاهیے -

لیکن اسکے ساتهه هي هر شخص کا فرض هے که اس روشني کو دنیا میں پهیلائے - اور اگر دنیا اوسکو قبول نه کرے تو مایوس نه هو - کیونکه نیکي کا حکم کبهي بے اثر نهیں ره سکتا' اور دنیا کو بهر حال برائي سے روک هي دینا هے :

لو لا ینهاهم الربانیون و الاحبار عن قولهم الاثم و اکلهم السحت ' لبئس ما کانوا یصنعون - (مائده : ٦٨)

اگر علماء و احبار حق یهودیوں کو بري باتوں کے کهنے اور حرام کهانے سے نه روکتے' تو وه اس سے بهي زیاده برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبتے' جتني (باوجود مجددین حق اور آمرین بالمعروف کي تعلیمات کے) ان میں نظر آ رهي هیں -

---

غـــزل

غم سے نهیں ایک دل بهي آزاد * فریاد ز دست عشق فریاد !
عاشق هوے اور مر مٹے هم * اپني تو یه مختصر هے روداد !
هوگا کسے جان دینے میں عذر ؟ * ارشاد اور آپکا پهر ارشــاد !
جانباز هے عشق ' حسن دلبر * یه دونوں امور هیں خدا داد
اُس چشم نے دلبري کے شیوے * سب سیکهه لیے بغیر استاد
رهنے لگي انکي یاد هر دم * اب همکو رهیگا اور کیا یاد ؟
پردے میں ستم کے لطف حسرت * هے اس بت حیله جو کا ایجاد

ولــه

دل کشتۀ غم هے جان برباد * مایوس فراق هوں میں ناشاد
عاشق کا هے کام جان دینا * اپنا بهي هے اس خیال پر صاد
با نرمي حسن و گرمي خو * اُسذات میں هیں صفات اضداد
بهولے هیں اور سب فسانے * اک قصۀ آرزو رها یاد !
هو حسن که عشق سب هیں فاني * شیریں هي رهي' رها نه فرهاد

(ق)

ارباب وفا پرست و حق کوش * تها جن سے دیار صدق آباد
سب هوگئے چپ' بس ایک حسرت * گویا هیں " ابو الکلام آزاد "

[حسرت موهاني]

اُکھڑے کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاؤں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خدا وند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے لگاوٹ کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ نغاں سنجي جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي بادشاہت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ؛ سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقۃ الحقائق ابراهیمي هي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور پھر خوش خوش سولي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ! اگرچہ تم کہتے ہو کہ وہ انگور کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن في الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت هي کي ایک نئي بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي و حسنک واحـــد
و کل الی ذاک الجمال یشیـــر !

و لنعم ما قیل :

مشتق چو نیک درنگري عین مصدر ست
کیں در صفات ظاهر خود مضمر آمده

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرة نوح اور حضرة ابراهیم (علی نبینا و علیهما السلام) کے حقائق دعوة کے اندر جو مماثلۃ و مشارکۃ موجود ہے' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس اُمم کي موسس و باني ہوئي هیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ حضرة نوح علیه السـلام کے ساتھہ حضرة ابراهیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضرة ابراهیم هي کو حضرة نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرة نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراهیمي دعوة هي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے' وہ سب کے سب حضرة نوح کي دعوة موسسہ کے مجدد و محیي تھے - خود کوئي موسس دعوة نہیں رکھتے تھے -

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رہنمائي' ایک فضل مخصوص ہے' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : و یا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے درخور قبول نہیں' تو یقین کرو کہ یہ تمہاري ایک خطرناک نادانی ہوگي اور تمھیں کلام الهي کي روشني سے مہجور کردیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القرآن " کي اشاعۃ کا انتظار کرنا چاهیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري هیں تاکہ حضرة ابراهیم علیه السلام کي نبوة موسسۃ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح ہوسکے -

حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام کي باهمي مماثلۃ و مشارکۃ کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رهنمائي کي ہے' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج ہو چکي هیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصـص القـرآن)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے هیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم هیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي هیں -

بعض سورتیں هیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول ہدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الاهیہ کي یکساں تعلیمات نے همیشہ یکساں نتائج پیدا کیے هیں' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وهي نتائج پیدا ہونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے هیں' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح هیں' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک هي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي هوں -

بعض سورتیں هیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارها دنیا میں ظاهر ہوچکا ہے اور همیشہ وهي نتیجہ پیدا ہوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر' زیادہ جامع' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القرآن کے مختلف موضوع هیں' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل هیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " هود " کي طرف توجہ دلاتا ہوں' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت هي اهم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیرالبیان کے حصۂ قصص القرآن کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ هود پر اول سے اخر تک نظر ڈالو' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب هر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھوگے

که موسسین و مجددین کي یه دونوں صفیں بهي بالکل الگ الگ اسمیں موجود هیں - تاسیس امم صالحه کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحده کردیا گیا هے ' اور هر دور میں سے پہلے دعوۃ موسسه کا تذکره هے ' پهر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراهیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکهوگے که انبیاء کرام کے ذکر میں کوئي تاریخي ترتیب نهیں هے - شعراء میں سب سے پہلے حضرة موسی اور بني اسرائیل کا ذکر هے - اسکے بعد حضرة ابراهیم علیه السلام کا ' پهر حضرة نوح کا ' پهر حضرة هود کا ' پهر حضرة صالح کا ' پهر حضرة لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرة شعیب (علیهم الصلواة والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تهے ' وہ موخر هیں ' اور جو معاصر تهے (مثل حضرة ابراهیم و حضرة لوط کے) وہ اسطرح الگ کردیے گئے هیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدها سال حائل تهے -

اسي طرح سورۂ " ابراهیم " میں پہلے حضرة نوح کا تذکره هے - پهر حضرة موسی کا ایک مفصل بیان شروع هوگیا هے - حالانکه حضرة موسی حضرة نوح کے کسقدر بعد گذرے هیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرة ذکریا اور مسیح علیهما السلام سے کي هے - پهر حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام وغیره کا تذکره کیا گیا هے -

برخلاف انکے سورۂ " هود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخي ترتیب قائم هے - جو انبیاء پہلے گذرے هیں انکا پہلے ذکر هے ' جو انکے بعد آے ' وہ انکے بعد ذکر کیے گئے هیں -

یه ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتي هے که تاسیس امم صالحه کے دو تاریخي دور تهے ' اور چونکه سورۂ هود میں مقصود تاریخي استقراء تها ' اسلیے تهیک تهیک انکے ظهور کے اصلي اوقات و ازمنه کے مطابق سلسلۂ ظهور و بعثت میں انکو جگه دي گئي -

پس یه یاد رکهنا چاهیے که سورۂ هود میں جس نبي کو جو جگه دیدي گئي هے ' وهي اسکي اصلي تاریخي جگه هے - اور دوسري سورتوں میں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظهور یا بلحاظ صنف دعوۃ کے نهیں هے ' بلکه وهاں کچهه اور مقاصد پیش نظر هیں جنکے لیے ترتیب تاریخي و صنفي کي ضرورت نه تهي -

چنانچه سورۂ هود میں سب سے پہلے حضرة نوح علیه السلام کي دعوۃ کا ذکر کیا هے - کیونکه حضرة نوح هي کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ایک مقوم و منظم اجتماع تک ترقي کي جسپر لفظ " امة " کا حسب لغة عرب اطلاق هو سکتا هے - حضرة نوح کي دعوۃ موسسه تهي - انکي تاسیس سے پہلا دور شروع هوتا هے - انکے بعد دعوۃ نوحي کے مجددین کا سلسه شروع هوا - اس سلسه میں سے حضرة هود اور حضرة صالح علیهما السلام کے تذکره کو بوجه کمال عبرت و تذکیر ' و ظهور معجزات قوانین الاهیه و روحانیه و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا هے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجه دلائي هے -

اب پہلا دور تاسیس ختم هوگیا - اور دعوۃ نوحي کي جگه ایک نیا دور تاسیس حضرة ابراهیم علیه السلام کي دعوۃ کا شروع هوا - چنانچه حضرة صالح کے بعد حضرة ابراهیم علیه السلام کا تذکره کیا هے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعي و شخصي میں سے صرف اوس ایک واقعه هي کو سورۂ هود کیلیے چنا هے جسمیں حضرة اسحاق کي پیدایش کي انهیں بشارت دي گئي تهي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا هے :

فبشرناها باسحاق ' و من وراء اسحاق یعقوب (۱۱ : ۷۴)

پس همنے حضرة ابراهیم کي بیوي کو اسحاق کي پیدایش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے بعد انسے یعقوب کے پیدا هونے کي -

حضرة یعقوب علیه السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " هے اور " بني اسرائیل " انهي کي طرف منسوب هیں - پس یهاں قران نے صرف حضرة اسحاق کي بشارت کے تذکره هي پر اکتفا نهیں کیا ' بلکه اسکے ساتهه هي اسطرف بهي اشاره کردیا که انسے حضرة اسرائیل پیدا هونگے -

اس سے مقصود یه تها که انبیاء مجددین کا جو سلسله قوم بني اسرائیل میں قائم هونے والا تها ' اور دعوۃ ابراهیمي کي قوۃ موسسه جسطرح امة بني اسرائیل کي شکل میں بڑهنے اور پهولنے پهلنے والي تهي ' اسکي طرف زیاده واضح اشاره کردیا جاے - اس اشاره کیلیے صرف حضرة اسحاق کا نام لے دینا کافي نه تها ' کیونکه گو حضرة اسحاق هي سے حضرة یعقوب پیدا هوے ' لیکن بني اسرائیل کي قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرة اسحاق کي طرف منسوب نه هوے - حضرة یعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کهکر نسل ابراهیمي کو وهاں تک پهنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسي درمیاني کڑي کے امة بني اسرائیل اور دعوۃ هاے مجددۂ ابراهیمیه کا سلسله شروع هو جاتا هے -

غور کرو' سورۂ هود میں حضرة ابراهیم کي حیاۃ طیبه کے اور کسي واقعه کا ذکر نهیں کیا ' صرف اس بشارت هي کا ذکر کیا - اسکي علت یه هے که یهاں مقصود تاریخي ترتیب کے ساتهه دو موسس دوروں اور انکے دو سلسله هاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تها ' اور حضرة ابراهیم کي زندگي کا یهي واقعۂ بشارت وہ واقعه هے جس سے حضرة اسحاق پیدا هوے ' اور انکے اولاد میں حضرة یعقوب تهے جنسے دعوۃ ابراهیمي کا سلسلۂ مجددین و امم قائم هوا -

پهر دعوۃ ابراهیمي کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا هے - چنانچه سب سے پہلے حضرة لوط علیه السلام کا ذکر هے جنکي دعوۃ دعوۃ ابراهیمي هي کے ذیل میں داخل تهي -

حضرة لوط کے بعد حضرة شعیب کا تذکره هے - اور اسکے بعد حضرة موسی علیه السلام کا جنکي دعوۃ مجدده اس قوۃ سے چمکي گویا ایک دعوۃ موسسه تهي ' اور جنکے تذکره کے اندر آن تمام مجددین اسرائیلین کا ذکر ضمنا آگیا جو یکے بعد دیگرے آتے رهے ' اور دراصل وہ سب کے سب مع حضرة موسی و هارون علیهما السلام کے دعوۃ موسسۂ ابراهیمي هی کے مجدد تهے : ذالك من ابناء القری ' نقصه علیك منها قائم و حصید (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو که سورۂ هود کي یه ترتیب جو تهیک تهیک ایک تاریخي اور صنفي ترتیب هے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتي هے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرة موسی کا نام حضرة نوح کے ساتهه دیکهوگے ' بعض مقامات میں حضرة هود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرة لوط یا حضرة ابراهیم کے ساتهه آجائیگا ' لیکن سورۂ هود میں ایسا نهیں هے - حضرة هود اور حضرة صالح موسس نه تهے ' دعوۃ نوحي کے مجدد تهے ' لهذا انکا ذکر بالترتیب انکي دعوۃ موسسه کے بعد کیا گیا - حضرة لوط ' حضرة اسحاق ' حضرة یعقوب ' حضرة شعیب ' اور حضرة موسی علیهم السلام ' حضرة ابراهیم کے بعد آے اور یه تمام انبیاء موسس اقوام و امم نه تهے بلکه حضرة ابراهیم کي قائم کرده امة صالحه کے مصلح و مجدد تهے - اسلیے ان سبکا ذکر نه تو حضرة نوح کے ساتهه کیا ' نه حضرة هود و صالح کے ' بلکه حضرة ابراهیم کي دعوۃ موسسه کے بعد کیا - اور اسي طرح کیا ' جسطرح انکي تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زماني ظاهر هوئي : فهذا ما الهمني ربي ' انه هو اللطیف الوهاب !

شکرے کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاوں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خدا وند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے لگاوٹ کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ نغاں سنجي جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي پادشاهت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ؛ سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقة الحقائق ابراهیمي هي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور پھر خوش خوش سولي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ؛ اگر چہ تم کہتے ہو کہ وہ انگور کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن في الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت هي کي ایک نئي بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي و حسنک واحـــد
وکل الی ذاک الجمال یشیـــر !

و لنعم ما قیل :

مشتق چو نیک درنگري عین مصدر ست
کیں در صفات ظـاهر خـود مضمـر آمـــدہ

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرة نوح اور حضرة ابراهیم (علی نبینا و علیهما السلام) کے حقائق دعوة کے اندر جو مماثلة و مشارکة موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس أمم کي موسس و باني هوئي هیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے هر جگہ حضرة نوح علیہ الســلام کے ساتھہ حضرة ابراهیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضــرة ابراهیم هي کو حضـرة نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرة نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراهیمي دعوة هي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرة نوح کي دعوة موسسہ کے مجدد و محیي تھے - خود کوئي موسس دعوة نہیں رکھتے تھے -

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رهنمائي ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : ویا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے در خور قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمھاري ایک خطرناک ناداني ہوگي اور تمھیں کلام الهي کي روشني سے مہجور کر دیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے ' جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان في مقاصد القرآن " کي اشاعة کا انتظار کرنا چاهیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري هیں تاکہ حضرة ابراهیم علیہ السلام کي نبوة موسسۂ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح هوسکے -

حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام کي باهمي مماثلة و مشارکة کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رهنمائي کي ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج هو چکي هیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصص القران)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے هیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم هیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي هیں -

بعض سورتیں هیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول هدایت سے لیکر اس وقت تک شریعة الاهیہ کي یکساں تعلیمات نے همیشہ یکساں نتائج پیدا کیے هیں ' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وهي نتائج پیدا هونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے هیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح هیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک هي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي هوں -

بعض سورتیں هیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارها دنیا میں ظاهر هوچکا ہے اور همیشہ وهي نتیجہ پیدا هوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القران کے مختلف موضوع هیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل هیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " هود " کي طرف توجہ دلاتا هوں ' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت هي اهم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القران کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ هود پر اول سے اخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب هر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھو گے

که موسسين و مجددين کي يه دونوں صفيں بهي بالکل الگ الگ أسميں موجود هيں - تأسيس امم صالحه کے ان دونوں دوروں کو ايک دوسرے سے علحده کرديا گيا هے ' اور هر دور ميں سے پہلے دعوة موسسه کا تذکره هے ' پهر اسکے مجددين کا -

ليکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراهيم ' سورۂ مريم ' سورۂ عنکبوت ميں ديکهوگے که انبياء کرام کے ذکر ميں کوئي تاريخي ترتيب نہيں هے - شعراء ميں سب سے پہلے حضرة موسى اور بني اسرائيل کا ذکر هے - اسکے بعد حضرة ابراهيم عليه السلام کا ' پهر حضرة نوح کا ' پهر حضرة هود کا ' پهر حضرة صالح کا ' پهر حضرة لوط کا ' اور سب کے آخر ميں حضرة شعيب (عليهم الصلواة والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تھے ' وه موخر هيں ' اور جو معاصر تھے (مثل حضرة ابراهيم و حضرة لوط کے) وه اسطرح الگ کردیے گئے هيں ' گويا ان دونوں کے درميان صدها سال حائل تھے -

اسي طرح سورۂ " ابراهيم " ميں پہلے حضرة نوح کا تذکره هے - پهر حضرة موسى کا ايک مفصل بيان شروع هوگيا هے - حالانکه حضرة موسى حضرة نوح کے کسقدر بعد گذرے هيں ؟

سورۂ مريم ميں ابتدا حضرة ذکريا اور مسيح عليهما السلام سے کي هے - پهر حضرة ابراهيم و اسماعيل عليهما السلام وغيره کا تذکره کيا گيا هے -

بر خلاف انکے سورۂ " هود " ميں اول سے ليکر آخر تک بالکل تاريخي ترتيب قائم هے - جو انبياء پہلے گذرے هيں انکا پہلے ذکر هے ' جو انکے بعد آے ' وه انکے بعد ذکر کيے گئے هيں -

يه ترتيب اس حقيقت کو بالکل بے نقاب کر ديتي هے که تاسيس امم صالحه کے دو تاريخي دور تھے ' اور چونکه سورۂ هود ميں مقصود تاريخي استقراء تها ' اسليے ٹهيک ٹهيک انکے ظهور کے اصلي اوقات و ازمنه کے مطابق سلسلۂ ظهور و بعثت ميں انکو جگه دي گئي -

پس يه ياد رکهنا چاهيے که سورۂ هود ميں جس نبي کو جو جگه ديدي گئي هے ' وهي اسکي اصلي تاريخي جگه هے - اور دوسري سورتوں ميں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظهور يا بلحاظ صنف دعوة کے نہيں هے ' بلکه وهاں کچهه آور مقاصد پيش نظر هيں جنکے ليے ترتيب تاريخي و صنفي کي ضرورت نه تهي -

چنانچه سورۂ هود ميں سب سے پہلے حضرة نوح عليه السلام کي دعوة کا ذکر کيا هے - کيونکه حضرة نوح هي کے زمانے ميں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ايک مقوم و منظم اجتماع تک ترقي کي جسپر لفظ " امة " کا حسب لغة عرب اطلاق هو سکتا هے - حضرة نوح کي دعوة موسسه تهي - انکي تاسيس سے پہلا دور شروع هوتا هے - انکے بعد دعوة نوحي کے مجددين کا سلسه شروع هوا - اس سلسه ميں سے حضرة هود اور حضرة صالح عليهما السلام کے تذکره کو بوجه کمال عبرت و تذکير ' و ظهور معجزات قوانين الاهيه و روحانيه ' و معلومات مخاطبين ' و علائق قديمۂ عرب ' چن ليا هے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجه دلائي هے -

اب پہلا دور تاسيس ختم هوگيا - اور دعوة نوحي کي جگه ايک نيا دور تاسيس حضرة ابراهيم عليه السلام کي دعوة کا شروع هوا - چنانچه حضرة صالح کے بعد حضرة ابراهيم عليه السلام کا تذکره کيا هے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حيات اجتماعي و شخصي ميں سے صرف اوس ايک واقعه هي کو سورۂ هود کيليے چنا هے جسميں حضرة اسحاق کي پيدايش کي أنهيں بشارت دي گئي تهي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں ميں کيا هے :

فبشرناها باسحاق ' و من وراء اسحاق يعقوب (۱۱ : ۷۴)

پس همنے حضرة ابراهيم کي بيوي کو اسحاق کي پيدايش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے بعد انسے يعقوب کے پيدا هونے کي -

حضرة يعقوب عليه السلام کا دوسرا نام " اسرائيل " هے اور " بني اسرائيل " انهي کي طرف منسوب هيں - پس يہاں قران نے صرف حضرة اسحاق کي بشارت کے تذکره هي پر اکتفا نہيں کيا ' بلکه اسکے ساتهه هي اسطرف بهي اشاره کرديا که انسے حضرة اسرائيل پيدا هونگے -

اس سے مقصود يه تها که انبياء مجددين کا جو سلسله قوم بني اسرائيل ميں قائم هونے والا تها ' اور دعوة ابراهيمي کي قوة موسسه جسطرح امة بني اسرائيل کي شکل ميں بڑهنے اور پهولنے پهلنے والي تهي ' اسکي طرف زياده واضح اشاره کرديا جاے - اس اشاره کيليے صرف حضرة اسحاق کا نام لے دينا کافي نه تها ' کيونکه گو حضرة اسحاق هي سے حضرة يعقوب پيدا هوے ' ليکن بني اسرائيل کي قوم اور اسکے تمام انبياء مجددين حضرة اسحاق کي طرف منسوب نه هوے - حضرة يعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسليے " و من وراء اسحاق ' يعقوب " کهکر نسل ابراهيمي کو وهاں تک پهنچا ديا گيا ' جسکے بعد سے معاً بغير کسي درمياني کڑي کے امة بني اسرائيل اور دعوة هاے مجددۂ ابراهيميه کا سلسله شروع هو جاتا هے -

غور کرو ' سورۂ هود ميں حضرة ابراهيم کي حياة طيبه کے آور کسي واقعه کا ذکر نہيں کيا ' صرف اس بشارت هي کا ذکر کيا - اسکي علت يه هے که يہاں مقصود تاريخي ترتيب کے ساتهه دو موسس دوروں اور انکے دو سلسله هاے تجديد و احياء کا ذکر کرنا تها ' اور حضرة ابراهيم کي زندگي کا يهي واقعۂ بشارت وه واقعه هے جس سے حضرة اسحاق پيدا هوے ' اور انکے اولاد ميں حضرة يعقوب تھے جنسے دعوة ابراهيمي کا سلسلۂ مجددين و امم قائم هوا -

پهر دعوة ابراهيمي کے بعد بالترتيب اسکے مجددين کا ذکر کيا هے - چنانچه سب سے پہلے حضرة لوط عليه السلام کا ذکر هے جنکي دعوة دعوة ابراهيمي هي کے ذيل ميں داخل تهي -

حضرة لوط کے بعد حضرة شعيب کا تذکره هے - اور اسکے بعد حضرة موسى عليه السلام کا جنکي دعوة مجدده اس قوة سے چمکي گويا ايک دعوة موسسه تهي ' اور جنکے تذکره کے اندر اُن تمام مجددين اسرائيلين کا ذکر ضمنا آگيا جو يکے بعد ديگرے آتے رهے ' اور دراصل وه سب کے سب مع حضرة موسى و هارون عليهما السلام کے دعوة موسسۂ ابراهيمي هی کے مجدد تھے : ذالک من ابناء القرى ' نقصه عليک منها قائم و حصيد (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو که سورۂ هود کي يه ترتيب جو ٹهيک ٹهيک ايک تاريخي اور صنفي ترتيب هے ' کس طرح اس حقيقت کو واضح کرتي هے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرة موسى کا نام حضرة نوح کے ساتهه ديکهوگے ' بعض مقامات ميں حضرة هود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرة لوط يا حضرة ابراهيم کے ساتهه آجائيگا ' ليکن سورۂ هود ميں ايسا نہيں هے - حضرة هود اور حضرة صالح موسس نه تھے ' دعوة نوحي کے مجدد تھے ' لهذا انکا ذکر بالترتيب انکي دعوة موسسه کے بعد کيا گيا - حضرة لوط ' حضرة اسحاق ' حضرة يعقوب ' حضرة شعيب ' اور حضرة موسى عليهم السلام ' حضرة ابراهيم کے بعد آے اور يه تمام انبياء موسس اقوام و امم نه تھے بلکه حضرة ابراهيم کي قائم کرده أمة صالحه کے مصلح و مجدد تھے - اسليے ان سبکا ذکر نه تو حضرة نوح کے ساتهه کيا ' نه حضرة هود و صالح کے ' بلکه حضرة ابراهيم کي دعوة موسسه کے بعد کيا - اور اسي طرح کيا ' جسطرح انکي تجديد يکے بعد ديگرے بتقديم و تاخير زماني ظاهر هوئي : فهذا ما الهمني ربي ' انه هو اللطيف الوهاب !

مراسلة

ایک اهم اقتراح دینی

سیرة نبوی

روحی فداک - تحیه والسلام -

میں عجیب کشاکش میں هوں - گویم مشکل و گر نگویم مشکل کا مصداق هے - میرا ابتدا سے یه عقیده هے که مسلمانوں کے لیے صحیح مذهب بے' لوث و آلایش دستور العمل' و حقیقی طریقۂ نجات صرف " قرآن مجید " اور حضرت پیغمبر خدا' کی زندگی کا "نمونه" هے اور بس - چند دنوں سے اس خیال میں پیچاں و غلطاں هوں که آنحضرة صلعم کی ایک تاریخ مختصر' جسته جسته واقعات' اور دسته دسته حالات طیار هو' اور کوشش کی جاے که اوسکو نصاب تعلیم میں داخل هونے کی اجازت ملے -

میں مولانا ے مرحوم علامۂ مغفور شبلی نعمانی کی سیرت کبیر سے بیخبر نہیں هوں' بلکه میں یہاں تک کہنے کی جرات کر سکتا هوں که مولانا کو بھی میں نے هی آماده کیا تها - لیکن چونکه کیسه خالی دامن تہی تها' عملی سعادت بیگم بهوپال کے حصه میں آئی - مگر وہ تاریخ جامع اور طویل هے' نصاب میں داخل نہیں هوسکتی - عام مطالعه و تبلیغ و دعوة کیلیے مفید نہیں - مولانا تنقید اور تحقیق میں مانے هوئے علامه هیں - باینهمه جناب کا انداز بحث و نظر اور ترتیب و تنظیم کچهه اور هی هے - پهر اون کے قلم میں وہ سحر اور جادو کا اثر نہیں هے (خدا تملق سے بچاے اور بالکل صداقت کی توفیق دے) جو آپ کے قلم میں پاتا هوں :

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نه بخشد خداے بخشنده

ایک مدت تک اپنے ارادے اور خیال کو ضبط کیا - کیونکه زبانی جمع خرچ سے کچهه بن نہیں آتا - لیکن ان دنوں کچهه ایسی بے تابی سی لاحق هوئی هے که سر رشتۂ صبر هاتهه میں رهتا نظر نہیں آتا -

اگر آپ صرف ایک گهنٹه اس کام پر وقف کردیں اور روزانه اپنی اعجاز نگاری کے طرز پر کچهه لکهدیا کریں تو تهوڑے دنوں میں کتاب طیار هو جائیگی - میں سردست اسکی اشاعت کیلیے کچهه پیش نہیں کر سکتا' زیاده سے زیاده پچاس روپیه یکبا بمشکل پیش کر سکتا هوں -

اگر ماهواری لیں تو هر انگریزی مہینے کی چوتهی تاریخ پر دس روپیه بهیج سکتا هوں' اور دس گیاره مہینے تک به آسودگی مسلسل ادا کر سکتا هوں - نه اسمیں بهوں کا پیٹ کاٹنا پڑیگا نه اپنے پیٹ پر پتهر باندهنے کی نوبت آئیگی - هر مہینه میں روپیه بهیجتا رهونگا -

میں جانتا هوں که آپکی غیور طبیعت ایسی باتوں سے گهبراتی هے اور نه گورا کریگی' مگر همارے طرف سے یه آپ کے لیے تو نہیں هے بلکه خدا کے لیے هے - مذهب کی محبت اور پیغمبر خدا کی حضور میں صدق نیاز کا ثبوت هے' اور اجر کی امید - آپ اس عرض کو هذیان' سرسام' یا صعود ابخرۂ مراق تصور فرمائینگے - اور میں خود بهی جانتا هوں که آپکی خدمت میں ایسا عرض کرنا ایسا هی هے - لیکن نهایت الحاح اور زاری اور عاجزی سے التجا هے که اگر منظور فرما لیں تو بڑی بهاری کمی کو پورا کر دینگے - سیرة کبیر کا وعده دسمبر سنه ۱۹۱۵ میں شائع هو جانے کا تها - مگر اب مولوی مسعود علی ندوی کی تحریر سے معلوم هوا هے که شاید دو چار مہینے اور انتظار کرنا پڑے -

مانا که وہ تعلیم یافتوں اور علماء میں رحمت اور برکت اور روح حیات پهونک دیگی - مگر یه کام اوس سے نہیں نکلیگا که نصاب تعلیم میں بهی داخل هو - اگر جناب لکهیں تو مدارس' مکاتب' وعظ' هر جگه کام آئیگی اور هر وقت ساتهه رهیگی -

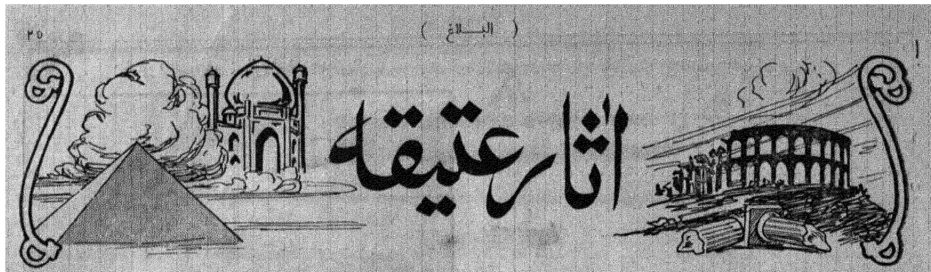
تاریخ آپ کے قلم سے لکهی هوئی همارے پاس آے یا وهاں کسی اعلی مطبع میں چهپوائی جاے - اسکی آمدنی و قیمت اسکی اشاعت پر صرف کی جاے یا کسی اور کام پر - لیکن یه ضروری هے که تاریخ آپ کے دماغ اور قلم سے نکلے -

مزید طباعت اور اشاعت کے لیے صدها راستے کهل جائینگے - جس زمانه میں علامۂ شبلی مشاهیر اسلام کی تاریخیں لکهتے تهے' میں جل جل جاتا تها که آفتاب کو چهوڑ کے پرتو اور ذروں پر کیوں نظر ڈالتے هیں - آپ کے لیے بهی میں یهی کہتا تها که سیاسی معاملات کو رهنے دیجیے اور صرف حضرت کی زندگی پر بحث کیجیے -

بهر حال جنون سمجهیے یا ابخرہ مراقی کا صعود - مجهکو اس خیال نے بے تاب کر رکها هے که آنحضرت کی تاریخ زندگی کے شائع هونے هی پر اسلام اصلی حالت پر آسکتا هے' اور مجهکو اسیکا خفقان هے -

غلام غوث طبیب (خانپور





اثار اسلامیه امارت بیجا پور

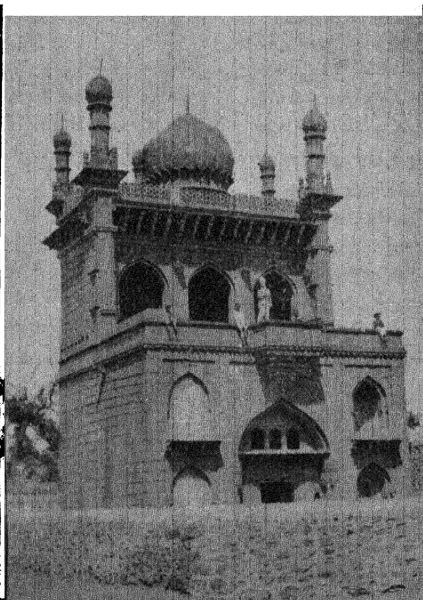
[از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج]

(٢)

(گول گنبد)

یه عمارت نه صرف بیجاپور نه صرف هندوستان، نه صرف اسلام، بلکه تمام دنیا کے عجائب صنعت میں سے ہے - یه دراصل سلطان محمد عادلشاه کا مقبره تها - سلطان جسطرح اپني زندگي میں بے نظیر تها، اوسکے چاها که مرنے کے بعد بهي بے نظیر هو - یه بے نظیر گنبد اسي دعوي کي دلیل ہے - اس عمارت کي بلندي ١٩٨ فیٹ ٦ انچ ہے - اور اس میں دو چیزیں باعث صد استعجاب و حیرت هیں: گنبد اور گیلري -

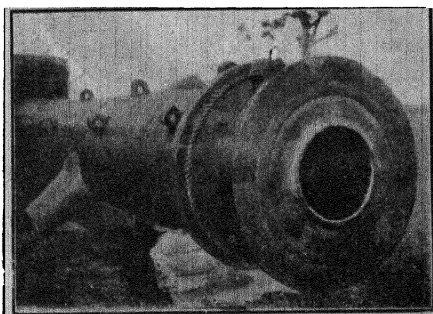
گنبد نصف دائره نما ہے - اسکا اندروني قطر ١٢٤ فیٹ ٥ انچ اور بیروني ١٤٤ فیٹ، ضخامت دیوار کي ١٠ فیٹ ہے جہاں سے خاص گنبد کي حد شروع هوتي ہے، وهاں سے ١١ سنگي [illegible] چاروں طرف اندر کي جانب بنائي گئي هیں - جس رقبۂ فضا کو گنبد حاوي ہے، [illegible] ١٨[illegible] مربع فیٹ ہے [illegible]

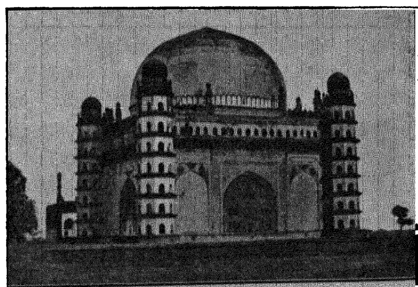

بیجاپور کي جامع مسجد

هیں جن کو دنیا کا کوئي گنبد محیط نهیں - یورپ کا سب سے بڑا گنبد روم کا پینتهان (Panthan) ہے لیکن اوسکا رقبه بهي صرف ١٥٨٣٣ مربع فیٹ ہے [illegible]

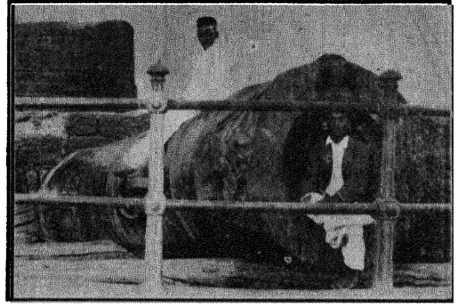
ساخت کي خوبي [illegible] دیوار کے [illegible] [illegible] ڈالتا ہے، اور [illegible] صنعت نے [illegible] بوجهه کو [illegible] متحمل نهیں [illegible] تقسیم [illegible]

لیکن اس سے بهي زیاده حیرت انگیز گنبد کي گیلري کي ایک خاص خصوصیت ہے جس سے ظاهر هوتا ہے که مسلمان مهندسین فلسفۂ اصوات کے اس حد تک ماهر تهے؟ یه گنبد اس ترکیب سے بنایا گیا ہے اور اوسکي وسعت [illegible] اس خاص حد تک قائم کي گئي ہے که ایک آهسته سے آهسته آواز بهي [illegible]


عهد عادل شاهي کي ایک توپ
" لندا کاسب "


گول گنبد

مشهور فاتح توپ : " ملـک میدان"



(جو ۱۲۴ فیٹ کے بعد پر ھے) پوري صفائي کے ساتھه اپنے عکس صوت کو سنا دیتي ھے جو جانب مقابل کے حصۂ گنبد سے ٹکرا کر واپس آتا ھے !

گنبد کے اندر اگر ایک بار تالي بجائي جاۓ تو دس بار متواتر گنبد کے غیر مرئي ھاتھه اپنے تماشائیوں کو جواب دینگے - اگر گنبد کے زینوں پر ایک چڑھنے والے انسان کے پاؤں چاپ پیدا کرینگے ' تو گنبد کے اندر سینکڑوں نظر سے غائب چلنے پھرنے والوں کي آواز سنائي دیگي ! !

اس عمارت کے جنوبي دروازہ پر تین جملوں کا ایک چھوٹا سا فارسي کتبه کندہ ھے - ھر جمله سے باني گنبد سلطان محمد کي تاریخ وفات سنه ۱۰۶۷ ھ نکلتي ھے -

اس عمارت کي جانب مغرب ایک نہایت خوبصورت پتھر کي مسجد بھي ھے جو لارڈ کرزن کے عہد تک انگریز سیاحوں کا مسافر خانه تھا - لیکن لارڈ کرزن کي تجویز " حفاظت آثار قدیمه " نے اس ذلت سے اوسکو نجات دي -

(توپ ملک میدان)

حسب تحقیق بعض مورخین یورپ ' توپ کي ایجاد کا فخر مسلمانوں ھي کو حاصل ھے - حسب تصریح ابن خلدون اندلس کي بعض لڑائیوں میں عرب فوج کے ساتھه توپیں موجود تھیں - علامه زکي پاشا مصري کے کتبخانه میں ابن غانم اندلسي کا ایک خاص رساله توپ کي صنعت پر موجود ھے - ترکوں نے اس صنعت کو خاص ترقي دي - سلطان محمد فاتح قسطنطنیه کا توپخانه یورپ کي تمام تاریخ میں اپنے عہد کا عدیم النظیر تسلیم کیا گیا ھے -

ھندوستان کے میدان میں سب سے پہلے توپ بابر لایا - اکبر نے توپ کي صنعت کو جسقدر ترقي دي ' وہ آئین اکبري کے پڑھنے والوں پر ظاھر ھے -

اورنـــگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس صنعت کو جسقدر ترقي ھوئي اوسکے نمونے ھندوستان میں جا بجا موجود ھیں -

دولت آباد میں " قلعه شکن " اور پونه میں " فتح کشا " نامي دو توپیں عہد عالمگیر کي یاد دلاتي ھیں - یه دونوں توپیں " محمد حسن عرب " کي صنعت سے ھیں -

دکن میں مسلمان اور ھندو قوتوں کي آخري اور فیصله کن رزمگاہ " تالي کوٹ " کا میدان تھا جس میں دکن کي پانچ اسلامي ریاستوں نے متفقاً ملکر دکن کي قدیم و مستحکم ھندو حکومت بیجانگر کا خاتمه کردیا - لیکن اس غیر متوقع فتح کي قوت در اصل احمد نگر کے توپخانه میں مخفي تھي - توپ " ملک میدان " بھي در حقیقت اسي امارت اسلامیه کي یادگار ھے -

یه توپ احمد نگر میں بعہد ابوالغـــازي نظام شاہ سنه ۹۰۵ ھ میں ڈھالي گئي تھي - اس کے صناع کا نام اسکي پشت کے کتبه پر " محمد بن حسن رومي " منقوش ھے - یه توپ احمد نگر کے قلعه پرندہ پر نصب تھي - اتفاق روزگار سے جب یه قلعه بیجاپور کي حکومت میں داخل ھوا تو یه توپ بھي سنه ۱۶۳۲ع میں منتقل ھوکر بیجاپور آ گئي - سنه ۱۶۸۵ ع مطابق سنه ۱۰۹۷ ھ میں جب عالمگیر نے بیجاپور پر قبضه کیا تو اموال و غنائم میں " ملک میدان " بھي ھاتھه آئي - اورنگ زیب نے اس کو یہیں چھوڑ دیا لیکن اسکي پیشاني پر اپنے نام کا سکه ضرب کردیا - برٹش عہد حکومت میں (۱۸۵۴ ع) اس توپ کا طالع اقبال قریب تھا کہ گردش میں آجاۓ - ستارہ کے کمشنر نے حکم دیدیا تھا که دیگر بیکار چیزوں کے ساتھه اس توپ کو بھي نیلام کردیا جاۓ - بخت کي واژگوني دیکھو که اس مایۂ روزگار کي قیمت صرف ۱۵۰ روپیه اٹھي تھي !

لیکن ھم اس ناقدرداني زمانه کے ممنون ھیں جس نے مسلمانوں کے شاھد اقبال کے طور پر اسکو ھمارے لیے محفوظ رکھا - دوسري بار پھر یه برٹش میوزیم کے حصه میں آچکي تھي که ھماري خوش نصیبي نے پھر چمک کر چھین لیا ' اور یه اب تک بیجاپور کے مغربي شہر پناہ کے سب سے بڑے برج پر نصب ھے -

ملک میدان کا طول ۱۴ فیٹ ۴ - انچ ' اور اسکا سب سے بڑا قطر ۴ فیٹ ۱۱ - انچ ھے - اسکے دھانه کي وسعت اتني بڑي ھے که ایک آدمي اچھي طرح بیٹھکر دو پته باندہ سکتا ھے !

دھانه کي شکل ایک اژدھے کے منہه کي سي ھے ' جسکے جبڑے بالکل کھلے ھوے ھیں - جبڑے کے دونوں طرف دانتوں کے اندر دو ھاتھي دبے ھوے ھیں !

جسطرح بیجاپور کا گول گنبد دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ' مشہور ھے که اُسي طرح یه اپني وسعت و ضخامت و عجیب الشکلي میں اپني نظیر نہیں رکھتي اور دنیا کي سب سے بڑي توپ شمار کي جاتي ھے - کتبات کي نقل حسب ذیل ھے :

اللـــه

ولا ســـواہ — اضافۂ عالمگیري

۳۰
في سنه جلوس

شـــاہ عـــالمگیر غازي پادشاہ دین پناہ
انکه داد عدل داد و ملک شاھاں را گرفت

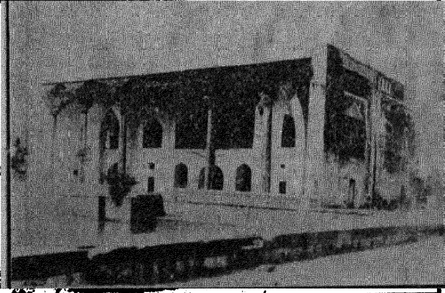
مطابق سنه ۱۰۹۷ھ

فتـح بیجـا پـور کـرد و بھر تاریـخ ظفـــر
رو نمود اقبال و گفته: ملـک میداں را گرفت

الله

خادم اھل رسول
ابو الغازي نظام شاہ
۹۵۶ ھ

عمل محمد حسن رومي



آثار محـــل
عادل شاھي کتـــب خانه کا نقش پا

تاریخ تمدنی اسلامی کا ایک صفحہ !

غزوات اسلامیہ اور تجارت

دنیا نے جس نقطے سے اپنا سفر شروع کیا تھا ' ھر پھر کے پھر اوسي نقطے پر پہونچ گئي ہے - دنیا کا سورج اپني تکوین کے پہلے دن وحشت و بہیمیت کے سر پر چمکا ' اور آج تمدن و تہذیب کے خط استواء سے گذر رہا ہے - لیکن اوسکي حرارت میں کوئي فرق نہیں آیا ہے - اوسکا آتشیں چہرہ جسطرح تکوین عالم کے پہلے دن غصہ سے سرخ تھا ' اوسي طرح آج بھي تابناک نظر آرہا ہے !

بظاهر یه ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے - جس دور ترقي و عہد تمدن نے حقائق و علوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ' اسرار عالم کے چہرے سے نقاب اولت دي ' بحر و بر کے ڈانڈے ملا دیے ' فضاے بسیط کے سیاروں کو قوۃ جاذبہ کے ایک رشتہ میں منسلک کر کے خدا کے اس احسان عظیم کو که :

خلق لکم ما في الارض جمیعا - زمین میں جو کچھہ ہے اوسکو خدا نے تمہارے هي لیے پیدا کیا ہے

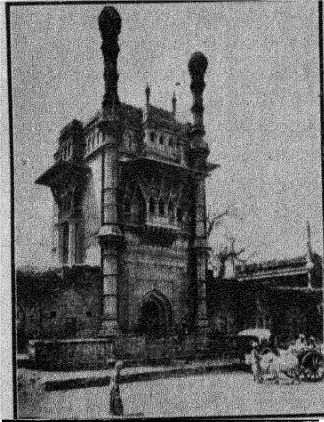
پورا کردیا - کیا وہ پھر اوسي عہد ظلمت کي طرف رجعت قہقري کر سکتا ہے ' جو انسان کي سیاہ کاریوں کا ایک تیرہ و تاریک ظلمت کدہ تھا ؟

بظاهر یه سوال کتنا هي تعجب انگیز ھو ' لیکن دونوں دور کے نتائج اسکا جواب اثبات میں دیتے ھیں -

یه سچ ہے که وحشت و تمدن دو متضاد چیزیں ھیں ' لیکن دونوں کے نتائج میں عجیب و غریب اتحاد ہے - آگ اگر پاني کو خشک کرسکتي ہے ' تو وہ ایک جامد مادہ کو سیال بھي بنا سکتي ہے - پس جب ایک هي قوت متضاد نتائج پیدا کرسکتي ہے ' تو دو متضاد قوتیں متحد نتائج کیوں نہیں پیدا کرسکتیں ؟

لیکن اسوقت نظریات کي ھنگامه آرائي کي ضرورت نہیں - یہاں گفتگو واقعات اور واقعات کے نتائج سے ہے ' اور وہ یکسر عالم آشکارا ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں آزاد تھیں ' آج اونکي آزادي اور بھي بڑھ گئي ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ھر چیز کو

مہتر محل
ایک صحن مسجد کا خارجي دروازہ

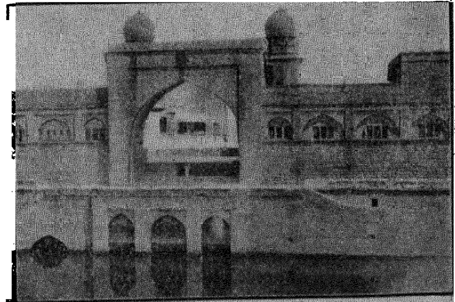


مباح سمجھتا تھا ' اب ایک اعلی درجه کا متمدن انسان بھي بلا قید دنیا کي ھر چیز سے تمتع اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان بات بات پر لڑ پڑتا تھا ' آج ایک مہذب انسان بھي سیادت جنسي و وطني کے جوش میں ذرا سي بات پر تلوار اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ایک بي بي پر قانع نہیں تھا ' آج متمدن آبادیاں بھي زیادہ وسعت و کامیابي کے ساتھه اسي پر عمل کر رهي ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں صرف ستر عورت کا چھپانا کافي سمجھتي تھیں ' آج تمدن کے کامل لباس (فل ڈریس) میں عہد قدیم کا یه منظر نظر آسکتا ہے -

علي عادل شاہ ثاني کا نا تمام مقبرہ

زمانۂ وحشت میں انسان اپنے بغض و عداوت کو غیر ضروري اور غیر متعلق چیزوں کي طرف متعدي کر دیتا تھا ' وہ ایک شخص سے لڑتا تھا تو اوسکے گھر میں آگ لگا دیتا تھا ' اوسکو متعدد مادي فوائد سے محروم کردیتا تھا ' اوس نے جو تعلقات دوسرے لوگوں سے قائم کر رکھے تھے اونکو منقطع کرنا چاهتا تھا ' اوسکي تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ پیدا کرتا تھا - آج بیسویں صدي کا متمدن انسان بھي یه سب کچھه کرتا ہے - وہ کبھي اسٹرائک کرتا ہے ' کبھي بوائیکاٹ کا و کہتا ہے ' کبھي تاروں کا سلسله کاٹ ڈالتا ہے ' کبھي ڈائنامیٹ ذریعه سے ٹرینوں کو اوڑا دیتا ہے ' کبھي تجارتي جہازوں کو دیتا ہے بلکه بعض اوقات اونکو ڈبو بھي دیتا ہے ' اور اسکو دشمن بیدست و پا کرنے کا نہایت مہذب اور کامیاب آله سمجھتا

اسلام سے پہلے عرب بھي ایک وحشي ملک تھا ' اسلیہ بیسویں صدي کے اس بے پناہ آلے کو استعمال کرتا تھا - زیادہ اوس نے خود اسلام هي کے مقابلے میں اس ابتداے بعثت میں دو سال تک کفار قر ذریعه آنحضرت صلے الله علیه و سا منقطع کردیے تھے اس معاهد اپني لڑکي دیسکتا تھا ' نه او اونکے ساتھه کسي قسم کا لد



تاج باولي : تاج سلطانه بیگم سلطان ابراهیم ثاني کا حوض

اوسکي اس ايذاء پر بڑا ناز هوگا که وه آب و دانه کا فاقه کرکے قيد خانے کي مصيبتوں سے بچ جاتي هيں - ليکن سب سے پہلے عرب کي ايک عورت نے اسلام کے مقابلے ميں اس آله کا استعمال کيا تها - جب حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه اسلام لائے ' تو اونکي ماں نے اوناسے دوار قسم کها لي که اگر وه اس مذهب سے باز نه آئے تو نه اون سے کبهي بولوں گي ' نه کهانا کهاوں گي ' نه پاني پيوں گي - يه محض دهمکي هي نه تهي ' بلکه اُس نے اس پر عمل بهي کيا ' اور اسي حالت گرسنگي ميں تين دن گذار ديئے - تيسرے دن جب فرط ضعف سے بيهوش هوگئي ' تو اس نازک حالت کو ديکهکر اسکے دوسرے لڑکے نے پاني پلا ديا - هوش ميں آئي تو سعد کو بد دعائيں ديں - (۱)

ابتداے اســـلام ميں بعض صحابه نے بهي کفار کو تجارت کي روک ٹوک کي دهمکي دي تهي - چنانچه غزوۂ بدر سے پہلے ايک بار حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عمره کي غرض سے مکه آئے ' اور قديم دوستانه تعلقات کي بنا پر اميه بن خلف کے يہاں قيام کيا - چونکه کفار آزادي کے ساتهه عمره ادا کرنے کا موقع نهيں ديتے تهے ' اسليے اُنهوں نے ايک دن موقع پا کر دو پهر کے سناٹے ميں اميه کے ساتهه طواف کرنا چاها - اتفاق سے ابوجهل سے ملاقات هوگئي - اُوس نے کها : " تم اس طرح بيدهڑک مکه ميں طواف کر رهے هو ' حالانکه تم نے گمراه مسلمانوں کو اپنے يہاں پناه دي هے اور اونکي مدد کر رهے هو ؟ اگر تم ابو صفوان (اميه) کے ساتهه نه هوتے ' تو يہاں سے بچکر واپس نه جا سکتے " -

اس پر حضرت سعد بن معاذ کو بهي غصه آگيا - اُونهوں نے بهي دهمکي دي : " اگر تم مجهے طواف سے روکو گے تو ميں تمهاري راه ميں اس سے بهي سخت رکاوٹيں پيدا کرونگا ' يعني مدينه کے راستے سے تمهارا جو کارروان تجارت شام کو جايا کرتا هے ' اوسکو روک دوں گا " (۲)

حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه نے يه صرف دهمکي هي دي تهي ' مگر بعض مسلمانوں نے اس پر عمل بهي کيا - چنانچه صلح حديبيه کے بعد جو مسلمان مکه سے بهاگ کر ساحل دريا پر مقيم هوگئے تهے ' وه مجبوراً قريش کے کارروان تجارت کي لوٹ سے اپني ضرورتيں پوري کرتے تهے - تاهم خود آنحضرت نے نه تو کبهي ايسا کيا اور نه اسپر پسنديدگي ظاهر کي - چنانچه جب قريش نے ساحل بحر کے مسلمانوں کي شکايت کي تو (حسب تصريح بخاري) آپنے انهيں اپنے پاس بلا ليا -

اسلام دنيا ميں خالي هاتهه آيا - نه اوسکے دامن ميں لعل و جواهر کے ذخيرے تهے ' نه وه اپني جيب ميں چاندي سونے کے سکے رکهتا تها - نه اوسکے پاس اس قدر سرمايه تها که لوگوں سے لين دين بڑهاتا ' تجارت کي منڈياں قائم کرتا ' يا کم از کم بازار ميں ايک معمولي سي دکان هي لگا ديتا - اوسکي جهولي ميں صرف مخلصين مومنين کے چند دل تهے ' جو اگرچه لعل و جواهر سے زياده گراں قيمت اور چاندي سونے کے سکوں سے زياده بيش بها تهے ' ليکن اُسوقت عرب کے بازار ضلالت ميں اس سودے کا کوئي خريدار نه تها !

اُس زمانے ميں عرب کي تجارت کا تمام دار و مدار کفار مکه اور يهود مدينه کے هاتهه ميں تها ' ليکن عرب ميں جو بد اخلاقياں عموماً پهيل گئي تهيں ' اونکا اثر سب سے زياده داد و ستد کے معاملات پر پڑا - اس بنا پر تجارت تمام اخلاقي خرابيوں کا مرکز بن گئي تهي - سب سے زياده متمول اور کار و باري قوم يهود کي تهي - ليکن يه لوگ معاملات ميں نهايت سخت اور حريص تهے - يہاں تک که بچوں اور عورتوں تک کو رهن رکهتے تهے (۱) اور قرض کے تقاضے ميں نهايت بے مروتي کا اظهار کرتے تهے - چنانچه حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه کے والد نے جب انتقال کيا تو انپر ايک يهودي کا قرض باقي رهگيا تها - اوس نے تقاضا کيا تو حضرت جابر رضي الله عنه نے چند دنوں کي مهلت مانگي - اوس نے انکار کرديا - اونهوں نے آنحضرت سے سفارش کرائي - آنحضرت اوسکے پاس خود تشريف ليگئے اور اس معامله کے متعلق بالمشافه گفتگو کي - ليکن اوس نے آپ کي سفارش کو بهي رد کرديا (۲)

معاملات کے متعلق کفار کا جو طرز عمل تها وه اس سے بهي زياده سخت تها ' اور اوسکا اثر مسلمانوں پر بلکه خود اسلام پر بهي پڑتا تها - عاص بن وائل پر خباب کا کچهه قرض تها - جب اونهوں نے اوس سے تقاضا کيا تو اوس نے کها : جب تک تم محمد صلى الله عليه و سلم کي رسالت کا انکار نه کرو گے ' ميں تمهارا قرض ندوں گا ! (۳)

يه لوگ خود آنحضرت کے ساتهه بهي نهايت بيهوده طريقه سے پيش آتے تهے - آپ پر ايک کافر کا قرض تها ' اوس نے اس سختي کے ساتهه آپ سے تقاضا کيا که صحابه اس کي بے ادبي پر ضبط نه کرسکے ' اور اوسکو اس گستاخي کي سزا ديني چاهي - ليکن آنحضرت صلى الله عليه و سلم نے يه کهکر روکديا : " جسکا حق هے وه اسقدر باتيں بهي سنا سکتا هے " (۴)

اهـــل عرب نے خارجـــي ممالـک سے جو تجـــارتـــي تعلقات قائم کرليے تهے ' وه بهي اسلام کيليے نهايت مضر تهے - چنانچه حضرت دحيه کلبي جب آنحضرت کا خط هرقل شاه قسطنطنيه کے پاس ليکر گئے تو اسوقت ابو سفيان تجارتي اغراض سے شام ميں مقيم تها - هرقل نے اوسکو طلب کيا اور آنحضرت کے متعلق متعدد سوالات کيے - ان سوالات کي سنجيدگي نے اگرچه ابو سفيان کو آنحضرت يا اسلام کے معائب و مثالب کے اظهار کا موقع نهيں ديا ' تاهم جب آنحضرت کے وفاے عهد کے متعلق دريافت کيا گيا تو باوجوديکه اوسکو آنحضرت کي پابندي عهد کا علم تها ' ليکن هرقل کو يه کهکر در پرده مشتبه کردينا چاها که " اسوقت تو هملوگوں کے درميان معـــاهدۂ صلح هو گيا هے ' خدا جانے وه اسکو قائم رکهتے هيں يا نهيں ؟ " چنانچه ابوسفيان کو خود اعتراف هے که اُسنے به هزار دقت يه موقع پيدا کيا تها :

ما امکنني من کلمة ادخل فيها شيئا غير هذا - (۵)	هرقل نے مجهے يه موقع هي نهيں ديا که اسکے سوا کسي اور سوال کے جواب ميں تدليس اور فريب کاري کرسکوں -

ان اسباب کي بنا پر اسلام تجارتي معاملات ميں روک ٹوک کرنے کا جائز حق رکهتا تها - ليکن اسلام کي ده ساله فاتحانه تاريخ ميں ايک موقع بهي ايسا نهيں پيش آيا جهاں اسلام کي کوه شکن قوت کسي کار و باري ترازو سے ٹکرائي هو - بلکه اسکے خلاف اسلام نے عرب کے اندر تجارت کا بازار اور زياده گرم کرديا - زمانۂ جاهليت ميں اهل عرب نے خانه کعبه کے متصل ذوالمجنه ' عکاظ ' ذوالمجاز ' وغيره متعدد بازار قائم کرليے تهے جو زمانۂ حج ميں تجارت کي اچهي خاصي منڈي بن جاتے تهے - اسلام نے چونکه جاهليت کے اکثر شعائر مٹا ديے تهے ' اسليے اول اول صحابه نے اون بازاروں سے

(۱) ۳۲۷ مناقب سعد بن ابي وقاص

(۱) بخاري جزء - ۳ - ص - ۱۱۸

(۲) بخاري جزء - ۲ - ص - ۳۵ -

(۳) بخاري جزء ۵ ص - ۷۱

(۴) بخاري جزء ۵ ص - ۹۱

(۵) بخاري جزء ۳ - ص - ۱۱۷ -

تجارتي فائده اوٹھانا پسند نہیں کیا - لیکن خداے اسلام کو یہ علیحدگي پسند نہ آئي اور صحابہ کے اس طرز عمل کے متعلق یہ آیت نازل ہوئي :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم -

اگر تم لوگ زمانۂ حج میں خدا کے فضل یعني تجارت سے فائدہ اوٹھاو تو یہ کوئي گناہ کي بات نہیں -

مدینہ میں یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو قینقاع زرگري کا پیشہ کرتا تھا - اوس نے ایک بازار بھي قائم کرلیا تھا جو اونھیں کے نام سے مشہور تھا - بعض وقت اون لوگوں نے سر بازار مسلمانوں کے ساتھہ اشتعال انگیز شرارتیں بھي کیں - چنانچہ ایک مسلمان عورت کسي زیور کیلیے ایک سنار کي دکان پر آئي تو ایک یہودي نے پیچھے سے آکر اوسے بے پردہ کردیا (١) لیکن ان لوگوں کے ساتھہ بھي کسي قسم کا تعرض نہیں کیا گیا - بلکہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھي اسي بازار کے متصل تھا ' اور اس تعلق سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھي اس بازار میں تشریف لاتے تھے - (٢) غالباً اسي ھمسائیگي کي بنا پر حضرت علي علیہ السلام نے یہودیوں سے لین دین کے تعلقات پیدا کرلیے تھے - چنانچہ جب اونہوں نے اپني دعوت ولیمہ کرني چاھي ' اور اس غرض سے اذخر (ایک گھانس ھوتي ھے جو سناروں کے کام آتي ھے) کاٹنے کیلیے نکلے کہ سناروں کے ھاتھہ بیچ کر اسکي قیمت سے دعوت کا سامان کریں ' تو قبیلہ بنو قینقاع ھي کے ایک سنار کو اپنے ساتھہ لے جانا چاھا تھا - (٣)

خود آنحضرت کے معاملات و قرض کا تمام تر تعلق یہود اور کفار کے ساتھہ تھا - چنانچہ آپنے ایک یہودي کے یہاں اپني زرہ رھن رکھہ کر کچھہ غلہ خریدا تھا (٤) حالانکہ ایک طویل سلسلۂ جنگ کے زمانے میں آلات جنگ کو بہر حال محفوظ رکھا جاتا ھے -

آنحضرت کے تمام خانگي اور ذاتي معاملات کا انتظام حضرت بلال کے متعلق تھا - یہ انتظامات جس طرح انجام پاتے تھے ' اوسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال نے بیان کیا ھے ' اوس سے ثابت ھوتا ھے کہ معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تھا - حضرت بلال فرماتے ھیں : " آنحضرت کے پاس کوئي سرمایہ نہیں تھا - ابتداے بعثت سے تا دم وصال میں ھي آپ کے مصارف کا انتظام کرتا تھا - چنانچہ آپ کي خدمت میں جب کوئي برھنہ تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر پہلے قرض لیتا ' پھر اوس سے کپڑا خرید کر اوسکو پہناتا ' اور کھانا خرید کر کھلاتا تھا - اس معمول کو دیکھکر ایک دن ایک مشرک نے مجھہ سے راہ میں کہا کہ میں دولتمند آدمي ھوں ' مجھھي سے قرض لے لیا کرو ' اور کسي سے نہ لو - چنانچہ مینے اوسي سے معاملہ کر لیا - ایک دن وضو کرکے اذان دینے کیلیے اوٹھا تو مینے دیکھا کہ تاجروں کي ایک جماعت کے ساتھہ وہ آ رھا ھے - جب اوس نے مجھے دیکھا تو منہ بنا کر نہایت سخت الفاظ میں کہا " اے حبشي ! تجھے معلوم ھے کہ مہینہ کب ختم ھوگا ؟ " مینے کہا " اب ختم ھي ھوا چاھتا ھے " اوس نے کہا " اب صرف چار دن رھگئے ھیں - تم پر جو قرض ھے ' اب وصول کر لونگا - نتیجہ یہ ھوگا کہ جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پھرتے تھے اوسي طرح مفلس ھوکر سرگشتہ پھروگے " مجھے یہ سنکر نہایت رنج ھوا - عشاء کے بعد جب حضور اقدس گھر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت ھوا ' اور عرض کیا کہ جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا ' اوس نے آج مجھہ سے نہایت سختي کے ساتھہ گفتگو کي - نہ آپ کے پاس کچھہ ھے ' نہ میرے پاس کہ اوسکا قرض ادا کروں - وہ میري عزت و آبرو کے پیچھے پڑ گیا ھے - آپ مجھے اجازت دیجیے کہ کسي مسلمان قبیلہ میں اوسوقت تک کیلیے بھاگ جاوں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنادے - یہ کہکر میں آپ کي خدمت سے واپس آیا - تلوار ' ڈھال ' توشہ دان ' اور پاپوش کو سرھانے رکھکر سوگیا ' اور صبح کاذب ھونے کے ساتھہ ھي بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا - اسي حالت میں ایک آدمي دوڑتا ھوا آیا کہ تمھیں آنحضرت بلا رھے ھیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹھي ھوئي نظر آئیں جن پر سامان لدا ھوا تھا - آنحضرت نے فرمایا " قرض کے ادا کرنے کا سامان تو ھوگیا - کیا تم نے اونٹنیاں نہیں دیکھیں ؟ پھر آپ نے فرمایا : تم اونکو مع اوس غلہ اور کپڑے کے جو ان پر لدا ھوا ھے لیجاؤ ' اور اوس سے قرض ادا کردو - فدک کے بادشاہ نے ان کو میرے پاس بطور تحفہ کے بھیجا ھے - میں قرض دیکر پلٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : " سب قرض ادا ھوگیا " مینے کہا : ھاں ' اب کچھہ باقي نہیں ھے "

خارجي ممالک سے اھل عرب نے جو تجارتي تعلقات قائم کرلیے تھے ' اسلام پر اونکا نہایت مضر اثر پڑتا تھا - چنانچہ عرب میں شام سے جو قافلہ غلہ لیکر آتا تھا وہ اسـلام کیلیے نہایت خطرناک تھا - یہاں تک کہ آپ نے جب حضرت کعب بن مالک رضي اللہ عنہ سے عدم شرکت غزوۂ تبوک پر تمام اخلاقي تعلقات منقطع کرلیے ' اور تمام صحابہ کو اون سے علیحدگي کا حکم دیا ' تو اونکو شام کے ایک نبطي نے جو مدینہ میں غلہ لیکر آیا تھا ' بادشاہ غسان کا ایک خط دیا ' جسکا مضمون یہ تھا :

قد بلغني ان صاحبک قد جفاک ' ولم یجعلک اللہ بدار ھوان و لا مضیعۃ فالحق بنا نواسک (١)

مجھے معلوم ھوا ھے کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کیا ھے ' لیکن خدا تمکو ذلیل و برباد نہیں کریگا - تم ھم سے مل جاؤ ھم تمھارے ساتھہ ھمدردي کرینگے -

اگر حضرت کعب بن مالک کے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں نہ ڈالدیا ھوتا ' تو اسکا نتیجہ صرف یہي نہیں ھوتا کہ اسلام کے دائرہ سے ایک فرد نکل جاتا بلکہ غزوات اسلامیہ پر بھي اسکا نہایت مضر اثر پڑتا - با اینہمہ اسلام کیوجہ سے ان تاجروں کي گرم بازاري میں کوئي فرق نہیں آیا - بلکہ ایک بار آپ نماز جمعہ پڑھا رھے تھے - اسي حالت میں شام سے ایک قافلہ آ گیا - تمام مسلمان نماز چھوڑکر اوسکي طرف دوڑے ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھہ صرف ١٢ آدمي رھگئے - اسپر یہ آیت نازل ھوئي :

و اذا راوا تجارۃ او لھون انفضوا الیھا و ترکوک قائما -

جب وہ تجارت یا لھو کو دیکھ[illegible] ھیں ' تو اوسکي طرف دوڑ[illegible] ھیں اور تجھکو کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیتے ھیں - (٢)

مفسرین کرام نے "لھو" کي تفسیر میں لکھا ھے کہ وہ اعلان عام کیلیے کیلنڈ بجاتے تھے - اس سے اونکي آزادي [illegible] کا اندازہ ھوسکتا ھے - افلاس کدۂ عرب کي عام غذا تر کھجور اور روٹي تھي ' لیکن جو لوگ دولتمند ھوتے تھے ' وہ میدہ [illegible] کھاتے تھے - لیکن اسکے لیے نہایت شوق کے ساتھہ شا[illegible] انتظار کرنا پڑتا تھا - چنانچہ جب وہ قافلہ آتا تھا تو [illegible] اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے - باقي تمام گھر کا خر[illegible] کھجور سے چلتا تھا (٣) - زمانۂ اسلام میں بھ[illegible] رھي -

(١) تاریخ ابن اثیر
(٢) بخاري جزو ' ٣ - ص - ٦٦ -
(٣) ابو داؤد جلد ٢ - ص - ٦٣
(٤) بخاري جزو ٦ - ص - ٥٦

(١) [illegible]
)

المسئلة والمناظرة

(النـــوم)

از روے طب قدیم

گذشته اشاعت میں به ضمن مذاکرۂ علمیه جناب نے جو تحقیقات نیند اور اسکي حقیقت کے متعلق شائع فرمائي هے ' اور حکماء یورپ کے مختلف اقوال و مذاهب کا خلاصه درج کیا هے ' اسے خاکسار نے نهایت دلچسپي اور ذوق سے پڑها - لیکن افسوس هے که جو کچهه تحقیقات همارے طب قدیم میں اسکے متعلق موجود هے ' اسکے مقابلے میں اس کي کوئي خاص وقعت محسوس نهوئي ' اور نه کوئي ایسا نیا حل پایا جو تحقیقات طبیۂ قدیمه سے بے نیاز کردے - اگر اس راے کو " قدامت پرستي " کے الزام دهي کا آله نه بنایا جاے تو کہا جا سکتا هے که حکماء یورپ کي تحقیقات نے بجاے حل مشکلات و تسهیل مطالب کے اور زیاده حقیقت کو مستور کر دیا هے -

جناب مجهے اجازت دیں که نهایت مختصر طور پر طب قدیم کي تحقیقات بهي اسکے متعلق عرض کردوں ' تا که ارباب نظر و بصیرت کے سامنے دونوں چیزیں به یک وقت آجائیں اور وه غور فرمائیں که حقیقت سے اقرب کونسي راه هے ؟ بهت ممکن هے که کوئي صاحب ان دونوں بیانات کو پڑهکر مزید غور و فکر کریں ' اور ایک مفید سلسله مباحث علمیه کا اسپر مرتب کیا جا سکے - مذاکرۂ علمیه سے اصل مقصود یهي هے اور علمي معلومات و مذاق کو بغیر اسکے نشو و نما نهیں مل سکتي -

(١) (تحقیقات طبیه)

النـــوم حال یعرض للحیوان ان یقف فیه النفس عن استعمال الحواس الظاهرة و الحرکات الارادیة ' و یلزمه رجوع الـــروح النفسـاني و انقطـاعه عن الالات الی المبدء ' لا بالکلیة بل ینبعث فیه شي تسیر الیها ' و بحسب ذالک یکون استغراق النوم و عـــدم استغراقه -

نوم حیوان کے ایک حال کا نام هے ' اس میں نفس حواس ظاهر اور حرکات ارادیه سے (جو مثل جواسیس و خدام هیں) کام لینے سے رکجاتا هے اور روح نفساني بهي به تتبع نفس نفوذ ظاهر سے باز رهتي هے ' اور مبدء سے الات کا تعلق مسدود هو جاتا هے - یه تعلق جسقدر مسدود هوگا اوسي قدر گهري نیند طاري هوگي -

اولاً یه امر ذهن نشین هوجانا چاهیے که دماغ مبدء قوة نفساني هے - حواس خمسۂ ظاهره ' بصر ' سمع ' شامه ' ذوق ' لمس ' هیں اور صاب مثل جواسیس و الات کے هیں - معلومات حاصله کو حواس حس مشترک کے حوالے کردیتے هیں - حس مشترک منجمله [illegible]اغ کي ایک قوة هے جسکا فعل صرف احساس مدرکات ظاهره هے - [illegible]الات کي ترکیب و تفصیل و اخذ معاني جزئیه دوسري دماغي [illegible]نه کا فعل هے ' اور جلب نافع و هرب عن الضار ایک اور قوة [illegible]هے جسکو " متحرکه " کہتے هیں - حواس خمسه کي [illegible] سي هے - یه هر دو الات مدرک بنفسها [illegible] هو - اعصاب [illegible] نه هو [illegible]

معده کي بخارات رطبیه و دهنیه رگوں کے ذریعه سے بجانب دماغ متصاعد هوتے هیں ' اور تراکم کي شکل میں متغیر به رطوبات هو جاتے هیں - یه رطوبت چونکه اعصاب کو مسترخي کر دیتي هے اسلیے اجزاء دماغ و اعصاب ایک دوسرے پر منطبق هو جاتے هیں ' روح نفساني جو حامل قوة نفساني هے ان بخارات کے اختلاط سے کثیف هو جاتي هے ' اور تعلق مبدء کا الات سے منقطع هو جا تا هے ' کیونکه روح نفساني کا نفوذ مثل نفوذ شعاع شمس کے هے - جب هوا میں دهواں ملجاتا هے ' تو دهوپ بهت هلکي هوجاتي هے - یا جب ابر آ جاتا هے تو سایه هو جاتا هے - اسیطرح ابتداء نوم میں اصوات محسوس هوتي رهتي هیں ' جب اس تکدر روح اور اجزاء مانع وصول کا انطباق بجانب دماغ هو جاتا هے ' تو نائم مستغرق کو مناظر و اصوات و رائحه و ذائقه و خشونت و صلابت وغیره مستدرک نهیں هوتے - اسي لیے بچوں ' نوجوانوں ' مرطوب مزاجوں کو زیاده اور گهري نیند آتي هے ' اور یابس المزاج کو کم آتي هے - حالت نوم میں نفس کے ساتهه روح و اخلاط (موجبات حر) بهي بجانب باطن متوجه هو جاتے هیں ' اور ظاهر بدن میں برودت هو جاتي هے ' یهي وجه هے که نائم کو سردي زیاده محسوس هوتي هے اور حالت خواب میں زیاده کپڑے اوڑهنے پڑتے هیں -

اضطرار الی النوم کي وجه یه هے که طبیعة حالت بیداري میں احساس اور حرکت ارادي کے کمال کیطرف متوجه رهتي هے اور یه افعال روح کي حرکت سے ظهور پذیر هوتے هیں - حرکت موجب تحلل هے - باوجودیکه بدل ما یتحلل [illegible] نه اسقدر که تلافي مافات کو کافي هو ' کیونکه روح اور خون کے ساتهه حرارة غریزي ظاهر بدن کیطرف مائل هوتي هے - بدینوجه افعال هضم و استحالل و تسئیل باطن بدن میں بدرجه اتم نهیں هوتے - پس ایک ایسے وقفه کي ضرورت هے که طبیعة بالکلیه بجانب باطن متوجه هوکر افعال کي تکمیل کرے اور اس سے اجتماع روح و قوی ' و استراحت تامه حاصل هو - اوسي توقف کا نام نیند هے -

محمد علي بیگ (دهلي)

(بقیه مضمون صفحه ٢٥ کا)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که اسلام کسطرح غیر مذهب کے تاجروں کا خیر مقدم اور استقبال کیا کرتا تها - اور تجارتي آزادي کو کس طرح اس نے هر عهد اور هر دور میں قائم رکها ؟

لیکن یه یورپ کي زبان میں عهد وحشت تها - یه ان لوگوں کا دور تها جنهوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا حلقه بگوش بنایا ' جنکے پاس حق اور عدالت کي کوئي دعوة ایسي نه تهي جو تلوار کے سایے سے باهر بهي دنیا کو متوجه کرسکے ! با ایں همه یورپ کي تهذیب اور نوع پرستي کے منتهاء کمال کو بهي آج هم نهایت دلچسپي سے دیکهه رهے هیں - همارے سامنے ان مقتولین کي لا تعد و لا تحصی فهرستیں هیں جو میدان جنگ میں نهیں بلکه امن و انزوا کي بستیوں میں مارے گئے ' هم هر روز ان جهازوں کي تباهي کا افسانه پڑهتے هیں جو ڈبو دیے گئے اسلیے که اسمیں انسانوں کي ایک جمعیت اور انساني غذا کي ایک کافي مقدار تهي - هم ان شریفانه اعلانات و مهذبانه عزائم کي سرگذشتیں سن چکے هیں جن میں اپنے تفوق و عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یه دیا جاتا هے که دشمن کي انساني آبادیوں کو بهوک اور افلاس سے یکسر قتل کر دیا جائیگا اور تجارتي راهیں تمام مسدود کردي جائینگي - پهر ان اعمال انسانیة ' ان افعال مدنیة ' ان اعلانات شرافت ' پر فخر هے ' غرور هے ' ناز هے ' مسابقت هے ' منافست هے ' اور هر فریق مدعي هے که اس نے سب سے زیاده درندگي کي ' اور سب سے [illegible] انسانوں کو ڈسا اور چیرا اور پهاڑا - پهر آج عالم تمدن کیلیے تشنه هے یا وحشت [illegible] ل کو پکارتا هے یا ماضي کو ؟

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس و لينذروا به و ليعلموا
انما هو اله واحد و ليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه - ۲ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر - ۳

Calcutta : Friday, December 10 1915.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم کا اردو ترجمه ' اثر خامۂ اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالى انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالى نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

چار آنه

" كتاب مرقوم يشهده المقربون " (٨٣ : ١٨)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(٧) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel. Address: "Albalagh" Calcutta.
Telephone No 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ٦ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۳ | کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 10 1915.

بعض اطلاعات مہمہ

(۱) گذشتہ اشاعت میں ہم نے " ترجمان القران " اور " البیان " کي پیشگي قیمتوں کي ترسیل کے متعلق بالتفصیل لکھا تھا - امید ہے کہ احباب کرام اسپر مزید توجہ فرمائیں گے - اگر انہیں یہ کتابیں لیني ہیں تو بہرحال قیمت بھیجني ہي ہے - پھر اسمیں کیا حرج ہے کہ وہ ابھي سے بھیجدیں - ایک ذرا سے تقدیم و تاخیر کے ذریعہ وہ پریس کیلیے اپنے عمل کو مفید بنا سکتے ہیں -

(۲) اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ " البیان " کي رعایتي پیشگي قیمت کیلیے آخر محرم تک کي مدت مقرر کي گئي تھي - اگر اسے زیادہ وسیع کردیا جاے تو لوگوں کو مزید موقع ملے- ہم اسکے لیے بھي طیار ہیں :

بجان و دل ' اگرت ہست میل ' مانع نیست
مئے مغانہ سبیل و در مغاں بازست !

چنانچہ پہلي صفر کي جگہ اب ہم آخر صفر تک کي مدت کا اعلان کر دیتے ہیں جب تک کہ " البیان " کا پہلا نمبر شائع ہوجائیگا - البتہ واضح رہے کہ اصولاً یہ مدت صرف پہلے نمبر کي اشاعت سے قبل تک ہي کیلیے ہے - جن حضرات کي قیمتیں اشاعۃ سے پہلے دفتر میں پہنچ جائینگي ' وہ سب اس اعلان کے ماتحت محسوب ہونگي -

(۳) اکثر احباب " البیان " کے متعلق مزید حالات دریافت کرتے ہیں - مثلاً یہ کہ پورے قران کي تفسیر کب تک ختم ہوگي ؟ کل تفسیر کتني جلدوں میں ہوگي ؟ پہلے ٹکرے میں کتنے حصے کي تفسیر نکلیگي ؟

جواباً گذارش ہے کہ البیان کي اشاعۃ کا کسي قدر انتظار کیجیے - اسي سے سارے سوالات حل ہو جائینگے - اسکا اندازہ سردست کون کرسکتا ہے کہ پورے قران حکیم کي تفسیر کتني جلدوں میں ختم ہوگي ؟ آپ ایک چھوٹا سا مضمون لکھنے بیٹھتے ہیں تو قصد و اندازہ کے خلاف بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتي ہے ؟ پھر کلام الہي کے حقائق و معارف کا تو عالم ہي دوسرا ہے :

ایں زمیں را آسمانے دیگر ست !

یہ صرف اللہ ہي کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنے علوم و اسرار کے جتنے دروازے چاہے کھول دے ' اور جتني حقیقتوں کو چاہے بے نقاب کردے - جس انداز پر اس وقت تفسیر لکھي جا رہي ہے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثیں کھل رہي ہیں اور نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں ' اوس کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت ہي بسط و تفصیل کے ساتھ ہر منزل بحث کو طے کرنا پڑیگا - سردست تفسیر کا پہلا ٹکرہ جو شائع ہوگا ' وہ صرف سورۂ فاتحہ کي تفسیر ہے - مگر اسکي سات آیتوں کے اندر ہي مباحث و معارف قرآنیہ کا اسقدر وافر ذخیرہ توفیق رباني سے فراہم ہوگیا ہے ' کہ لکھنے سے پہلے اسکا گمان و وہم بھي نہ تھا - خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ جزو میں یہ حصہ ختم ہوجائیگا ' لیکن جب لکھنا شروع کیا اور یکے بعد دیگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹھنے شروع ہوے ' تو نظر آیا کہ پانچ چھہ جزو تو السبع المثاني کي صرف ایک آیۃ کیلیے بھي کافي نہیں ! و للہ در ما قال :

ہماں عشق ست بر خود چیدہ چندیں داستاں ' ورنہ
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

و في ہذ المعني قول قائل اخر :

شربت الحب کاسا بعد کاس
فما نفد الشراب ولا رویت !

اور پھر با ایں ہمہ تفصیل و توسیع ' اگر اس عاجز کے دل سے پوچھیے تو سچ یہ ہے کہ جو کچھہ ہو رہا ہے ' یہ بھي ایک اشارہ و رمز سے زیادہ نہیں :

بہ رمز نکتہ ادا مي کنم ' کہ خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند !

البتہ حق سبحانہ و تعالی سے التجا ہے کہ اقلاً وہ عمر و فرصت میں اتني مہلت ضرور عطا فرماے کہ یہ ابتدا کسي نہ کسي طرح انتہاء تک پہنچ جاے ' اور جو کچھہ اس نے اپنے فضل عجز نواز سے مرحمت فرمایا ہے ' وہ تدوین و تحریر سے محروم نہ رہے - تاہم یہ بھي اپني آرزو ' اپني نظر ' اپنا پیمانۂ سود و زیاں ' اور اپنا علم نفع و ضرر ہے ' اور حکم اسي کا حکم ' اور حکمت و مصلحت اسي کي حکمت و مصلحت ہے - اگر اسکي مرضي وہ نہو ' جو اپني مرضي ہے ' تو پھر وہي ہو جو اسکي مرضي ہے : وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیما حکیما !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعۃ
و قلت لداعي الموت اہلاً و مرحبا !

وقال في المثنوي :

گر طمع خواہد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں !

تفسیر کے علاوہ ایک اہم و مستقل چیز تفسیر کا " مقدمہ " ہے - انشاء اللہ تعالی اسکے ابتدائي اجزا بھي البیان کي اولین اشاعۃ کے ساتھہ شائع ہوجائینگے اور پھر اصل تفسیر کے ساتھہ چھپتے رہینگے - امید ہے کہ مقدمہ بہت جلد پورا ہوجاے - کیونکہ وہ ایک مجدود و مرتب چیز ہے -



عهــد التــواء و انتظــار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

رنــد هــزار شیوہ را طاعت حــق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست !

(۱)

" البــلاغ " جاري هوگیا - یہ اسکا تیسرا نمبر ہے - مگر همیں جو کچھہ کہنا تھا وہ ابتک باقي ہے ' اور شاید همیشہ باقي هي رہے :

بمحشر مي تواں گفت انچہ در دل ماندہ است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمۃ القران اور تفسیر کي ترتیب و اشاعۃ ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسي نہ کسي طرح پرچہ جاري هو جاے ' اور بہر صورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نہ رهیں - اللہ کے فضل ذرہ نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بھلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بہتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجھے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشستــہ ایم
اے آنکہ خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا ہے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھہ حال ہے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچھہ اپنا فیصلہ هو چکا ہے ' اوسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي ہے کہ " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو ؟ تاثر تو ایک بڑي چیز ہے - الحمد للہ کہ احساس تک باقي نہ رها - اور اپنا دائمي ماتم یہ ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بہر حال رسالہ تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکھنے کا موقعہ بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیہ نے لے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے فواتح سنین ماضیہ کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحۂ البــلاغ کا لکھنا نا گزیر ہے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ هیں جنکے متعلق کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضروري ہے - ازانجملہ " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشتہ اجلاس علي گڈہ ' اور خود موضوع " رد و قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشتہ)

لیکن قبل اسکے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجہ هوں ' بہتر ہے کہ ایک الوداعي نظر اُس ماضي پر بھي ڈال لیں جو گزر جا چکا ہے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بھي بہت سي راهنمائیاں حاصل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بھي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دیگا -

ممکن ہے کہ مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجھتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے کہ جو جا چکا ہے ' وہ هماري مشغولیت کے مطالبہ کیلیے دوبارہ نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخرین کیلیے وہ مستمند و امیدوار ہے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجھیے ' جو گردن موڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتي ہے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا ہے جو " الهلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا ہے ' اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشتہ اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا ہے - یہ پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تھي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یہ ہے کہ وہ عبرۃ و بصیرۃ کیلیے همیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا ہے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چھوٹي سے چھوٹي اور محدود سے محدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرۃ و موعظۃ کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا ہے - وہ چاهتا ہے کہ زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشاں پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اسکي دیدۂ بصیرۃ محجوب نہ هوتي ' تو وہ دیکھتا کہ فطرۃ کو اُسکي بڑي بڑي خوفناک قہاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچھہ ضروري نہیں ہے ' اگر وہ سمجھنا چاہے تو جو کچھہ خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رها ہے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجھہ اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکھدي گئي ہے :

و کاین من آیۃ في السماوات	اور خدا کي کتني هي نشانیاں
و الارض ' یمرون علیها و هم	آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات
عنــها معــرضــون ؟	کے اندر پھیلي هوئي هیں جن پرسے
(یوســف)	غافل انسان گذرتا ہے ' مگر اسطرح

منہ پھیرے چلا جاتا ہے کہ اسکي حقیقتوں پر ایک سرسري نظر بھي نہیں پڑتي !

بلا شبہ یہ گذشتہ ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعہ نہیں ہے ' اور اگر اسے محدود کرنے پر آئیے تو وہ بہت کچھہ سمٹ بھي سکتا ہے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچھہ پھیل سکتا ہے - تاهم میں سونچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر ہے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکہ جماعتي اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکھري هوئي هیں ! و ان في ذالک لذکري ' لمن کان لہ قلب او القی السمع و هو شهید ! (اواخر " ق ")

(مسئلہ ضمانت)

جبکہ " الهــلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي ہے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیہ کي منزل کھولي گئي

ہے، تو اس وقت یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا، اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح باشندہ ہند کے سامنے تھے، میرے سامنے بھی موجود تھے -

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھہ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوے، اور جنھوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دی تھی -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگی گئیں اور انھوں نے عام پبلک سے اپیل کی - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا، اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھہ جسکی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں ملسکتی، دو ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے ہیں -

رفتہ رفتہ یہ حالت اسقدر عام ہوگئی کہ " ضمانت " کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھہ لی گئی، اور ارباب مطابع اور پبلک، دونوں نے ایک قدرتی اور لا بدی حقیقت کی طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچہ جب کبھی ضمانت کی صورت پیش آئی تو اسکی اپیل اسطرح کی گئی جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتی بات کو ہونا چاہیے، اور جب کبھی مانگا گیا، تو دینے والوں نے بھی اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا، جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہر حال پورا کرنا ہے -

بلا شبہ جماعتی تغیرات و انقلابات کے اظہارات کی یہ بھی ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتی ہے، اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا ہے کہ انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں، اور جو کچھہ انپر وارد ہو، اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں - یہی چیز جب بڑھتی ہے تو اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک وجود و شخص کا مسئلہ کروروں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے، اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جنکی تکلیف ایک کرور انسانوں کی تکلیف، اور جنکی راحت ایک کرور انسانوں کی راحت ہو جاتی ہے !

مجھے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ابھی خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوے ہیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتی ہیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کی طرف متوجہ کیا، انھوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھہ ہوا وہ کیسا ہوا ؟ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا، اور اب بھی ہو رہا ہے، اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھی در اصل اسی جماعتی ہیجان جذبات کا نتیجہ ہے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیہ " جماعۃ کے امیال و جذبات کا انقلابی انفجار " کہتے ہیں، اور جو ہر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیہ کی منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے - یہ ایک ایسی راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور نہ عقلی ترتیب اسکے لیے موثر ہے، مگر پیش ضرور آتی ہے، اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے ہو: و ان منکم الا واردھا، کان علی ربک حتماً مقضیا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسی اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں [illegible] اصولوں پر رکھی تھی، وہ ایک لمحہ کیلیے بھی [illegible] ساتھہ جمع نہیں ہوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولی اختلاف جو اساس و بنیاد ہی میں آکر پڑگیا تھا، وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے، تو چاہیے کہ سب کچھہ اسی طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جسطرح کرنا چاہیے - پھر تمہاری ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کی راہ بھی ہے، اور ترقی یافتہ ممالک کی حقیقی اخبار نویسی بھی - تم اپنے اندر اس اخلاقی اور تجارتی کیریکٹر کو بھی پیدا کر سکتے ہو جو ابتک ہندوستانی پریس نے پیش کیا ہے، اور اُس تجارتی اولوالعزمی اور اقتصادی بلند ہمتی کیلیے بھی اپنے تئیں طیار کر سکتے ہو جو ترقی یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائی جاتی ہے -

تم چاہو تو " ہندوستانی اخبار نویسی " کی اُس دکاندارانہ زندگی کو سیکھہ سکتے ہو جو " دکانداری " کی قسم میں بھی سب سے ادنہ درجہ کی دکانداری ہے، اور جسکے لیے ضرور ہے کہ تم ایک ایک پیسہ کے لیے روؤ، ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو، ایک ایک کوڑی کیلیے اپنے دماغ و قلم کی بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو، شخصی محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کی خریداری کو قرار دو، جو خریدے اسکو فرشتہ سمجھو، جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ، بلا طلب ہر خوش پوش کے نام اخبار جاری کردو، اور سال کے اخر میں وی پی بھیجدو، اگر اس نے وی پی واپس کردیا تو ٹکٹ کے اُن پیسوں کو بھی اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسی کی وجہ سے ضائع ہوے، اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو، اس " شریفانہ بل " کی وصولی کیلیے اختیار کرو - حتی کہ وہ بدبخت اپنی زندگی سے عاجز آجاے، اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھہ لے کہ براعظم ہند میں زندہ رہنے کی ضروری شرائط میں ایک بڑی شرط کسی " اخبار نویس " کے وی پی کو واپس نہ کرنا بھی ہے !

غرضکہ وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسہ " ہے، بہر حال حاصل کرنا چاہیے، اور بہ حیثیت ایک " قومی اخبار نویس " ہونے کے اسکے حاصل کرنے کی ہر ممکن شکل تمہارے لیے جائز و حلال ہے !

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے، تو اسیطرح دوسری راہ بھی تجارت اور دکانداری کی مگر شریفانہ و اولو العزمانہ تجارت کی تمہارے آگے باز ہے، اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافۃ (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھہ سکتے ہو - اسطرح تمہارے لیے ایک عمدہ تجارتی کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کیلیے بھی مفید و ضروری ہے، اور تم ایک تاجر کی طرح خود بھی نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع اخوان ملت کو دیسکتے ہو - مگر اسکے لیے ضرور ہوگا کہ پہلے " ہندوستانی فن صحافۃ " کے اثرات دنائت و جرائیم سفاہت سے اپنے تئیں بالکل صاف و پاک کرلو، اپنے اندر بلند نظری مگر ایک تاجر کی طرح اقتصادی بلند نظری پیدا کرو، اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرہ و متحملہ کے ساتھہ سفر شروع کرو - اس میدان میں تمہاری مثال ایک عقلمند و تجربہ کار کاشت کار کی سی ہوگی جو قیمتی سے قیمتی بیج بھی نہایت فیاضی کے ساتھہ زمین میں پھینک دیتا ہے اور ذرا بھی ہاتھہ نہیں روکتا، تاہم یہ اسکی بے دریغ بخشش اسلیے نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخشدیتا ہے، بلکہ اسلیے کہ آج ایک خشک دانہ دیکر کل کو اُسکے معاوضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کی راہ سے بالکل مختلف ہے، اور اس عالم کے جسطرح موثرات

دوسرے هیں ' اسي طرح احکام بھي دوسرے هیں :

مرد ایں رہ را نشانے دیگرست !

تجارت کي پہلي بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" هے ' یعني جو کچھہ دیا جاے ' اس سے بہتر اسکے معاوضے میں لیا جاے ' اور دینا صرف اسي لیے چاهیے ' تا که اسکے معاوضے میں لیا بھي جاے - لیکن یہي وہ اولین مقام هے جہاں آکر " دعوة " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هي نہیں بلکه تباین و تضاد کلي پیدا هوجاتا هے ' اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھہ جمع نہیں هوسکتیں - راہ " دعوة " کي پہلي بنیاد وہ چیز هے ' جو بالکل اسکا عکس و تضاد هے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تھا - تجارت نے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا هے ' اور " دعوة " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قرباني " هے - پھر کہاں " عوض " کي تلاش ' اور کہاں " قرباني " کي پکار ؟ کہاں اسلیے دینا که جو کچھہ هے لٹانے کیلیے هے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا که اگر مخارج نہوں تو مداخل بھي پیدا نہیں هو سکتے ؟ کجا دست طالب کي جستجو ' اور کجا دست معطي و مشتري کیلیے بیقراري ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاویة من علي ؟

کہاں نقد و متاع کي اسلیے فراهمي تا که خریدار پیدا هو ' اور کہاں اسلیے گرد آوري تا که کوئي غارتگر ملے ؟

متاعے جمع کن شاید که غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپني تمام زندگي اور زندگي کي قوتوں کا مصرف صرف یہي سمجھتا هے که کسي طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود دوسروں کیلیے سود مند بھي هوتا هے تو کسي رحم و احسان کي بنا پر نہیں ' بلکه اسي جذبۂ نفع تجارت کي بنا پر - وہ همیشه ایسے وقتوں کا متلاشي رهتا هے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں ' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا هے جنکے ساتھہ اسکے نفع ذاتي کا کوئي پیام هو ' وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈھونڈھتا رهتا هے جنکا اثر تمام نوع انساني اور پورے کرۂ ارضي کیلیے خواہ کتنا هي مہلک و برباد کن هو ' مگر اسکي متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتي کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعي " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتني هي خود غرضیاں چھپي هوئي هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هي جذبات قویه مخفي هوں ' وہ کتنا هي سخت خود پرست اور کیسا هي شدید نفس خواہ هو ' لیکن اگر دعوة و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحه بھي اسپر گذرا هے ' تو وہ اپنے کلم اور زندگي کے بقاء کیلیے مجبور هے که نفع تجارتي کي پرستش گاہ سے یکقلم باهر آجاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هي ذات پرست هو ' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متباین کردے - اگر وہ ایسا نه کریگا تو به حیثیت " داعي " کے اسکا وجود باقي نه رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کي بقاء کیلیے مجبور هے که مشرب تجارت کي یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تھا - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هي زیادہ اچھا تاجر هوگا - مگر " داعي " کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " هے ' یعني دوسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائي ' جس قدر خلوص ' جس درجه اذعان و یقین کے ساتھہ اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هي زیادہ سچا " داعي " هوگا - تاجر اپنے بنیادي عقیدے کي بنا پر صرف انهي چیزوں کا طالب رهتا هے اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو ڈھونڈھتا هے ' جو اگرچہ دوسروں کیلیے ضرر رساں هوں ' پر اسکي تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹھیک ٹھیک اسي طرح ضرور هے که " داعي " صرف انهي چیزوں کا طالب هو ' اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے ' جو خواہ خود اسکي ذات اور اسکي ذات کے حوالي [illegible] کیلیے کتنا هي دکھه اور موت رکھتے هوں ' لیکن دوسروں کیلیے ان میں راحت ' سکھه اور زندگي هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چه باک ؟
غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پھر آؤ ' ایک دوسرے عالم کي طرف جانکلیں ' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق هے ' لیکن اسوقت بے اختیار دل اسي کي طرف کھنچ گیا هے ' اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور بخواص و نتائج عشق کے ایک هي هے ' اور اسمیں کسي نوعي امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا هے ' اسلیے هر عاشق خود رفته هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الفت هوگا ' اور حیران جادۂ هجران و وصال - اس لحاظ سے قیس عامري کي نجد پرستي ' فرهاد کي کوہ کني ' اور نل کي شوریدگي ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشته عزیزوں کیلیے روتا هے ' وہ جو کسي بستر مرگ کا ملتهب زدہ هے ' وہ جو کسي کي یاد رفته کي کھٹک رکھتا هے ' اور پھر وہ جو کسي کے تغافل هے ' اور وہ جو هلاک تبسم هے ' سب ایک هي طرح کے عشق پیشه ' اور ایک هي راہ کے جادہ پیما هیں ' اگرچه مختلف ناموں سے مسمي هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسي حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود هوگا - چاهیے که " عاشق " کے قسم عشق کي پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکھا جاے که وہ کون هے ؟ یہي رشته اصلي سر رشتۂ تقسیم هے ' اور اسي نسبت سے عشق کي مختلف راهیں متعین هوجاتي هیں :

در چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید
که من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کي ساري منزلیں اسي نسبت سے متحقق هوتي هیں - عاشق کے وجود کي بنیاد معشوق کا انتخاب هے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچھہ معلوم هوجائیگا اگر یه معلوم هو جاے ' که اس نے اپنے عرض دل و جاں کیلیے کس کو انتخاب کیا هے ؟ اپنے نذر شیفتگي و شوریدگي کیلیے کس کي چشم و ابرو پر نظر پڑي هے ؟ اپني جبهه سائي شوق کي عقیدت و نیاز کا کس کي چوکھٹ کو مستحق سمجھا هے ؟ اور اپني اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا هے ؟

اسي راہ پہ چلکر " دعوة " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تباین مسلک کا بھي پته لگاؤ ' اور اندازہ کرو که دونوں راهیں ایک دوسرے سے کسقدر ابعد هیں ' اگرچه نفس عمل ' صرف قوي ' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوري پوري یکسانیت بھي پائي جاتي هے ؟ " تاجر " اور " داعي " کو نه دیکھو ' بلکه یه دیکھو که ایک تاجر کي حیات عشق کا معشوق کون هونا چاهیے ' اور ایک داعي کي حیات محبت کي محبوبیت کس میں هوتي هے ؟ تاجر کو تم دیکھوگے که وہ تاجر نہیں هے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نہو - برخلاف اسکے " داعي " وهي هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں ' بلکه " طلب بے زري " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق نه بناے تو اپني هستي کھودے ' اور داعي اگر " کھونے " [illegible] ایک لمحه کیلیے بھي غافل هو تو اسپر لذت [illegible]

کسے [illegible] وصل ست ' با کوثر نمي سازد
[illegible] اگر عاشق رسد ' لب تر نمي سازد
[illegible] خطرناک ست ' پنهانش نظر در کن !
[illegible] وادیي که عشق اوست ' تن با سر نمي سازد !

اسرار اسلام

خطــابــه الــم ! !
اور
تــوصيــه شهـــادت !

یا تفسیر سورۂ فاتحه کا ایک صفحه !

(۲)

همان عشق ست بر خود چیده چندیں داستاں ' ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ایک عالمگیر غلطي)

انسان کي عالمگیر غلطي یه هے که وه هر چیز کو اسکي روح کیلیے اختیار کرتا هے ' لیکن آگے چلکر صرف اسکے جسم هي کي پرستش کرنے لگتا هے - مشاهیر و سلف پرستي کا اصلي مقصد تو اعمال حسنه کي یاد ' اور نیکي و صداقت کے عملي نمونوں کو پیروي و اتباع کیلیے قائم رکھنا تھا ' لیکن نتیجه بالعموم یه نکلا که اعمال کي یاد مٹ گئي ' اور محض انسانوں کي شخصیتوں اور ناموں کي پوجا هونے لگي - یعني وه چیز که کسي دوسرے مقصد کیلیے واسطه و ذریعه تھي ' خود هي مقصود بالذات بنکر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جا گزیں هوگئي ' اور حقیقت سے اسقدر بعد و نسیان هوگیا که محض رسوم و اسماء کي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگیا !

یهي وجه هے که مشاهیر پرستي بسا اوقات دنیا میں بت پرستي کا ذریعه ثابت هوئي هے ' اور اکثر ایسا هوا هے که اعمال کي جگه افراد و اسماء کي پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستي تک پهنچا دیا -

(أســوۂ حسنــه)

اے برادران ملت ! یهي حقیقت اعلی هے جسے قران حکیم نے " اسوۂ حسنه " کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا هے ' اور یهي مقام هے جهاں آکر اسلام کي قوۃ اصلاح اور ختم نبوت کي اصلي علت آشکارا هوجاتي هے که کس طرح اُس نے دنیا کی تمام صداقتوں کو لے لیا ؟ اور ساتھه هي کسطرح اُن تمام خرابیوں اور ضلالتوں سے محفوظ بھي کردیا جنکے اختلاط و آلودگي سے انکي روح حقیقت اور تاثیر عمل بالکل فنا هوگئي تھي ؟ :

لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم مجید ! (۴۱ : ۴۲)

قران ایک ایسا معلم و هادي هے که نه تو اسکے آگے باطل جم سکتا هے ' اور نه اسکے پیچھے اُسے جگه مل سکتي هے - وه خداے حکیم و مجید کا اُتارا هوا هے - پھر باطل کا یهاں کیا گذر ؟

هاں ' باطل کیونکر اب اسکے ساتھه مل سکتا هے جبکه وه "حق خالص" هے ' اور سچائي کے ساتھه جسقدر بھي گمراهي ملا دي گئي تھي ' اس سے انسانکے هر اعتقاد و عمل کو بالکل صاف و پاک کردیا هے ؟ نیز جا بجا قرآن حکیم کو "هادي" کہا که وه انسان کو اسکے سفر اعمال میں ٹھوکروں اور گمراهیوں سے بچاتا هے ' اور اسي طرح "شفا" کہا ' کیونکه وه مثل مفید و نافع ادویه کے هے جو مریض کي اصلي قوۃ طبیعي کو مزید توانائي اور نشو و نما دیتي هیں ' اور مضر اثرات مرض جو داخل طبیعت هوگئے هیں ' انکو دور کردیتي هیں !

" اسوه " کہتے هیں کسي فکر ' کسي عمل ' کسي وصف ' کسي خاصه کے ایک ایسے نمونے کو ' جسے تم اسلیے اپنے سامنے رکھه لو که اسکي پیروي اور نقل کروگے ' اور اسکي سي باتیں اپنے اندر بھي پیدا کرنا چاهوگے -

انساني سعادت کیلیے تعلیم محض بالکل بیکار هے ' جب تک که اس تعلیم کے زنده نمونے بھي انسانوں کے سامنے نهوں - جو اثر طبیعت منفعلۂ انسانیۃ پر ایک انساني نمونۂ عمل کا پڑتا هے ' وه محض تعلیم کي سماعت سے نهیں پیدا کیا جاسکتا - اخلاق کي کتابیں اپني موثر تعلیمات سے انسانوں کو رولا دیسکتي هیں مگر اسکے دلوں کو نهیں پھیر سکتیں - عدالت کا قانون مجرم کے پانوں میں بیڑیاں ڈالدیسکتا هے لیکن اسکو جرم سے باز نهیں رکھسکتا - حکماء کے حکیمانه نصائح نیکوں کي بڑي بڑي تعریفیں اور بروں کي بڑي بڑي برائیاں بتلا دیسکتے هیں ' لیکن کسي برے انسان کو نیک نهیں بنا سکتے :

بڑھتا هے اور ذوق گنه یاں سزا کے بعد !

لیکن برخلاف اسکے اگر ایک پاک اور مزکی انسان اپني زندگي کے اندر نیکي کا عملي نمونه رکھتا هو ' اور اسکے اعمال حیات راست بازي کیلیے " اسوه " کا حکم رکھتے هوں ' تو وه صرف اپنا نمونه دکھلاکر نه صرف افراد و اشخاص کو ' بلکه اقوام و امم کے اعمال کو یکسر پلٹ دیسکتا هے !

یهي وجه هے که الله تعالی نے هدایت خلق الله کیلیے صرف کتابوں اور شریعتوں هي کو نهیں بھیجا ' بلکه اسکے ساتھه انبیاء کرام علیهم السلام کا (که انکے حامل تھے) عملي نمونه بھي دکھلا دیا - وه جس دستور العمل کي طرف قوم کو بلاتے تھے ' اسکا عملي پیکر خود انکي پاک و مطهر زندگي تھي - اگر شریعت بصورت قانون تختیوں اور کاغذوں پر منقوش تھي ' تو بصورت وجود حي و قائم انکي زندگي کے اندر بھي پڑھي جا سکتي تھي - اگر اسکي آیات بینات حروف و اصوات کي شکل میں دنیا کو دعوۃ دیتي تھیں ' تو انبیاء کرام کي زندگي عمل و فعل کے اندر سے اسکي تصویر دکھلا دیتي تھي - اگر قانون کہتا تھا که انسان کو ایسا کرنا چاهیے ' تو حیاۃ نبوت ثابت کرکے دکھلا دیتي تھي که اسطرح کیا گیا اور اسطرح کیا جا سکتا هے !

یهي حقیقت هے جسکو حضرۃ عائشۂ صدیقه رضي الله تعالی عنها نے اُس وقت بیان کیا تھا جبکه انسے آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم کے اخلاق و اعمال کا حال پوچھا گیا تھا که " کان خلقه القران " اگر تم انکے خلق عظیم کو معلوم کرنا چاهتے هو تو قران کو دیکھه لو -

یہاں حروف و الفاظ ہیں' وہاں ایک پیکر مجسم تھا - یہاں قوۃ ہے' وہاں فعل تھا - یہاں چراغ ہے' وہاں اسکی روشنی تھی - حقیقت ایک ہی ہے جسنے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت پالی ہے !!

اور یہی وجہ ہے کہ " سنۃ " کتاب کا ایک حقیقی جزو' اور مفہوم" کتاب"میں تبعاً داخل ہے - کوئی علاحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتی - جو ظاہر بیں اس حقیقت سے بے خبر ہیں' وہ قران کے ساتھہ " حدیث " کا لفظ سنتے ہیں تو اسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجھتے ہیں کہ " حدیث " کی پیروی کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو " قران " کے علاوہ ایک دوسری قوۃ کا اثبات کرتا ہے- حالانکہ " سنۃ " کی اطاعت " کتاب " کی اطاعت میں داخل ہے' اور " سنۃ " علم قرانی ہی کی عملی تفسیر ہے -

اور اگر یہ سچ ہےکہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ " میں قران ناطق ہوں " تو میں اسکی تصدیق کرنے کیلیے طیار ہوں اگرچہ حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت ہی بڑا دعوا تھا - یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوا تھا جو کوئی انسان کرسکتا ہے' لیکن اگر حضرۃ امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا - اگر انکی مقدس زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے " اسوۂ حسنہ " کا ایک کامل عکس تھا ' اور انکے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی' تو کیوں انہیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی' اسی کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرۃ مرتضوی کے اندر سے پکارتی تھی - خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علی بن ابیطالب کی آواز ہے ' لیکن ابو ذر اور سلمان کی حقیقت شناسی جانتی تھی کہ یہ علی بن ابوطالب کی آواز نہیں ہے بلکہ " القران الحکیم " کی صداے الہی ہے ' اور چونکہ " القران " کی آواز ہے' اسلیے یقیناً خود منزل القران کی آواز ہے: کنت سمعہ الذی یسمع بہ' و لسانہ الذی یتکلم بہ (بخاری)

بہرحال یہ مبحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ہے - مختصر یہ کہ سعادت و ہدایت انسانی کیلیے " تعلیم " کے ساتھہ " نمونہ " اور " کتاب " کے ساتھہ " سنۃ " ایک ضروری حقیقت ہے- اسی لیے قران حکیم نے اپنی تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسی حقیقت قرار دیا :

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ! (۵ : ۱۷)

بلا شبہ تمہارے پاس اللہ نے طرف سے نور ہدایت آیا' اور کتاب الہی جسکی تعلیم بالکل واضح و روشن ہے !

اس آیۃ کریمہ میں " نور" سے مراد حامل قران (صلی اللہ علیہ و سلم) کا وجود اقدس ہے ' اور " کتاب مبین" قران ہے - یہ " نور " وہی " اسوۂ حسنہ " ہے جو حامل قران کی مقدس زندگی میں " علم " قرانی کا وجود " عملی " تھا :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ (۳۳ : ۲۱)

بلا شبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونہ ہے -

عربی میں " اسوہ " کا لفظ ہر نمونے کیلیے کہا جاتا ہے ' اور نمونہ جسطرح خیر کا ہو سکتا ہے اسی طرح شر کا بھی ہو سکتا ہے - اسلیے قران حکیم نے " حسنہ " کے لفظ سے اسے متصف کیا ' تا کہ واضح ہوجاے کہ فضائل و محاسن ہی کا نمونہ مقصود ہے - اسی طرح تمہیں معلوم ہے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھی دو جگہہ ملۃ حنیفی و فطری کے اولین موسس حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہی لفظ آیا ہے : قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کی یادگار قائم کرنے کا مقصد بھی یہی " اسوۂ حسنہ " تھا ' یعنی جن لوگوں نے کسی پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے ' انکی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جاے ' تاکہ انکی یاد کے ساتھہ انکے اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے' اور اسکا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی طرف دعوۃ دے -

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کی اس قدیم ترین رسم کی اصلی حقیقت لیلی ' اور کس طرح اسکی آلودگیوں کو اُس سے بالکل الگ کردیا ؟ اُس نے یادگاروں کیلیے پتھر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضی کا ایک طمانچہ گرادیسکتا ہے' اور جنکا وجود انسان کی عظمت کیلیے ایک سخت داغ تھا - اُس نے اینٹ اور چونے کی عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کی بھی تاب نہیں لا سکتیں ' اور جنکا اثر ظواہر سے آگے نہیں بڑھتا - اُس نے سالانہ مجمعوں اور قومی تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ وسائل ہمیشہ ظواہر و رسوم پرستی کا ذریعہ بن جاتے ہیں' اور یادگار کی معنویت مفقود ہوجاتی ہے - غرضکہ اس نے ان تمام وسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے' اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کی بڑائی تو کی جاسکتی تھی' پر عمل کی تقدیس و تعظیم کیلیے انکے اندر کچھہ نہ تھا ' اور اسلیے ہمیشہ انکا وجود انسان کی حقیقت پرستی کی راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ہوا تھا -

(سورۂ کریمۂ فاتحہ)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کی مبادیات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ہوں ' اور مجھے زیادہ تیز قدمی کرنی چاہیے - مجھے یاد کرنا چاہیے کہ میں نے اپنی تقریر کو سورۂ مبارکۂ " فاتحہ " کی تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر آجکی صحبت سے کوئی ربط نہ تھا ' مگر وہ " السبع المثانی " ہے ' وہ تمام " الکتاب" کا متن ہے' اور وہ اسکی تمام تفصیلات کا وجود اجمالی ہے' پھر ہدایت انسانی کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے سلطان احاطہ سے باہر رہگیا ہو ؟

غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے اُن تمام رسمی و ضلالت آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تھے - لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھہ نہ کیا جو سب کوئی کرتے آے تھے ' تو سوال یہ ہے کہ خود اُس نے کیا کیا ؟

اُس نے " اسوۂ حسنہ " کی اصلی حقیقت: کو اپنی تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا' اور اسکی یادگاروں کو انسان سے باہر نہیں جنکو انسان چھوڑ دیسکتا ہے ' بلکہ خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبھی بھی اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا - اُس نے مادی و جسمانی اعمال و اشکال کے اندر اسکی دعوۃ عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا ' جیسا کہ گم کردی گئی تھی' بلکہ اسکو ایک خالص معنوی و روحانی اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کردیا کہ اسکی حقیقت دائمی طور پر زندہ ہوگئی ' اور ہر طرح کی آلودگیوں اور رسم پرستیوں کی آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادیگئی !

اوسنے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائي' اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب اپنے پروردگار کے حضور بندگي و نیاز کیلیے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسي دعا کو پڑھو - یہ وہ وقت ہوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوگے' اور اسکي رحمت کا دروازہ باز ہوگا - پس ایک عاجز و درماندہ انسان فاطر السماوات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑي نعمت اور سب سے زیادہ قیمتي دولت جو مانگ سکتا ہے ' وہ اس دعا میں مانگي گئي ہے ' اور چاهیے کہ تم اُسي نعمت کے سائل ' اُسي مطلوب کے طالب ' اور اسي محبوب کے عاشق ہو !

یہ "دعا" سورۂ فاتحہ ہے جو ہر مومن دن میں پانچ مرتبہ نماز کي ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے - اور وہ نعمت ' وہ دولت ' وہ متاع مطلوب و محبوب " الصراط المستقیم " ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے :

اهدنا " الصراط المستقیم " (فاتحہ)

خدایا ! تو ہمیں الصراط المستقیم پر چلنے کي توفیق دے !

یہ " الصراط المستقیم " کونسي راہ ہے اور اس سے مقصود کیا ہے ؟ اسکي یہاں کوئي تشریح نہیں کي گئي - البتہ یہ بتلایا گیا ہے کہ :

صراط الذین انعمت علیهم (فاتحہ)

ان لوگوں کي راہ جن پر اے پروردگار تو نے انعام کیا -

پس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئي جو " انعام یافتہ " لوگوں کي راہ ہے - یعني جن لوگوں پر خدا نے اپني نعمتیں نازل کي ہیں ' انهي کي راہ عمل الصراط المستقیم ہوگي -

چنانچہ سورۂ نساء میں " انعام یافتہ " جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ " انعمت علیهم " میں کن لوگوں کي طرف اشارہ تھا ؟ :

و من یطع اللہ و الرسول فاولائك مع الـــذین انعم اللہ علیهـم من النبیئین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین ' و حسن اولائك رفیقا ! (۴ : ۷۱)

اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کي اطاعت کي ' تو وہ سب اُن خوش نصیبوں کے ساتھي ہو جائینگے جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہے - اور جن پر انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں ' صدیقین ہیں ' شہدا ہیں ' اور صالحین ہیں - جس کسي کو ایســـي انعام یافتہ جماعتوں کي معیت ملي ' تو کیا اچھي ہے اسکي معیت ' اور کیا اچھے ہیں اسکے رفیق ! !

اس آیۂ کریمہ نے صاف صاف بتلا دیا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جس " الصراط المستقیم " کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ " انعام یافتہ لوگوں کي راہ " ہے ' وہ کون لوگ ہیں ؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا ہیں ؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انہیں " انعام یافتہ " کہا ہے ' انهي کي راہ عمل ' وہ راہ ہدایت و سعادت ہوگي جسکا نام لسان الهي نے " الصراط المستقیم " رکھا ہے ' اور جس پر چلے بغیر کوئي فرد اور کوئي قوم " مغضوب علیهم " اور " الضالین " کي صراط مغضوبیت و ضلالت سے الگ نہیں ہوسکتي -

سورۂ نساء کي اس آیۂ کریمہ سے " انعمت علیهم " کي مزید تفسیر و تشریح کرنا ' ایک ایسي مسلم اور متفق علیہ تفسیر ہے جسے عہد صحابۂ و اهل بیت نبوۃ (رضوان اللہ علیهم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک ' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے ' اور مفسرین " خاصہ " و " عامہ " سب نے اسے قبول کیا ہے - چنانچہ جسطرح محدث ابن جریر طبري نے اسکے متعلق مفسیرین صحابہ کے آثار جمع کیے ہیں ' اسي طرح علامۂ کلیني اور شیخ طبرسي (صاحب تفسیر مجمع البیان) بهي اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر " البیان " میں تصریحات حضرات ائمہ کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصہ بهي نقل کردیے ہیں - فمن شاء التفصیـل فلیرجع الیه -

بہر حال یہ آیۂ کریمہ بتلاتي ہے کہ جس راہ پر چلنے کي سورۂ فاتحہ میں ہر مومن التجا کرتا ہے' وہ راہ " انعام یافتہ " گروہ کي ہے - انعام یافتہ گروہ چار ہیں : الانبیاء ' الصدیقون ' الشهداء ' الصالحون -

اب دیکھو کہ قران حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلي مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا ہے ' اور اسکے لیے کیسي دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کي ہے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین ہستیوں کي یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کردیا - اس نے ہر مومن باللہ پر پانچ وقت کي نماز فرض کي' اور حکم دیا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کي تلاوت کرو - سورۂ فاتحہ کیا ہے ؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے - وہ التجا کیا ہے؟ " الصراط المستقیم " پر چلنے کي التجا ہے تا کہ اس راہ کي اُسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل ہو -

اب آور آگے بڑھو ' اور دیکھو کہ " الصراط المستقیم " کونسي راہ ہے جسے ہر روز دن میں پانچ بار ہر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جا کر مانگتا ہے ؟ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کي راہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا - یہاں اس راہ کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتلائے گئے بلکہ صرف ان لوگوں کي طرف توجہ دلادي گئي جنهوں نے ایسے عقائد ' ایسے اعمال ' ایسے عزائم ' ایسے اقدام کیے تھے جنکي وجہ سے خدا کي نعمتوں کے مستحق ٹهہرے تھے - یہي چیز " یادگار " ہے - یہي " تذکار " ہے - یہي وہ " مشاہیر پرستي " کي حقیقت اصلي ہے جسکو تمام دنیا نے ڈهونڈها مگر نہ پایا - وہ کبهي پتھر کے بتوں ' کبهي اینٹوں کي عمارتوں ' کبهي انسانوں کے مجسموں ' کبهي ملکوں اور قوموں کي وقتي رسموں اور تقریبوں میں بھٹک کر رهگئي ' اور " صراط الذین انعم اللہ علیهم " کي جگہ " الضالین " کي صراط پر چلي گئي !

عزیزان من ! " مشاہیر پرستي " کے زوائد و اباطیل کو چھوڑ دو ' صرف اسکي اصلي حقیقت کو اپنے سامنے لاؤ - وہ کیا ہے ؟ کیا صرف یہي نہیں ہے کہ جن انسانوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام انجام دیے ہیں اور نیکي و صداقت کي راہ پر چلے ہیں ' انکي یاد کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے' تاکہ انکي یاد انکے مقدس کاموں اور نیک عملوں کي یاد کو تازہ کردے' اور اس یاد آوري و تازگي سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے کرنے کي تحریک ہو؟ اگر یہي ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر یہي حقیقت کس طرح کار فرما ہے ؟ سورۂ فاتحہ نے انسان کي راہ سعادت و ترقي کیلیے نہ تو عقائد و افکار بیان کیے ' اور نہ اعمال و افعال ' بلکہ اُن انسانوں کي طرف توجہ دلائي جو انعام یافتۂ الهي تھے' یعني جو انسان راہ سعادت کو حاصل کرنا چاهتا ہے' اسے چاهیے کہ انعام یافتہ انسانوں کي یاد کو ہر روز اپنے سامنے لائے اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبهي فراموش نکرے - پهر اگر یہ دنیا کي پاک عمل ہستیوں کي سچي یادگار اور انکا حقیقي تذکار نہیں ہے تو آور کیا ہے ؟ یقیناً یہ تذکار ہے' مگر ایسا تذکار جو اپنے خصائص کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئي نظیر نہیں رکھتا !

پهر ان انعام یافتہ لوگوں کي تشریح کي کہ وہ انبیاء ہیں صدیقین ہیں' شہداء ہیں ' صالحین ہیں - پهر ان میں سے ہر گروہ

کے وہ اعمال حسنہ جا... قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے " الصراط المستقیم " کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے - قصص القران کی اصلی غرض اسی " انعمت علیہم " کی تفسیر سمجھو - یہ چار گروہ وہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمام اصلح و اسعد حصہ آگیا ' اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی ' تو ضرور ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے اسی جماعت سے متعلق ہو - پس غور کرو کہ تم یادگار یادگار پکار رہے ہو ' تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلیے بیقرار ہے ' کرۂ ارضی کی ہر متمدن انسانی جماعت انسانی بڑائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے ' لیکن یہ کیسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسکی تمام خرابیوں کو دور کرکے قران حکیم نے ہمیں عطا کی ہے ؟ دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بڑوں ہی تذکار کا مستحق سمجھتی ہے' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے - لیکن قران حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام حقیقی بڑائیوں اور اعمال صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرکب و مقوم بناؤ - تم یادگاریں بناکر سال میں ایک مرتبہ انھیں یاد کرسکتے ہو ' اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے ہو - اس سے زیادہ تمھارے تذکار کی حقیقت کچھہ نہیں ہے - لیکن دیکھو ' تمھارے قرآن نے کیسی یادگار قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے سامنے آتی ہے ' اور صرف ایک ہی بڑے انسان کو نہیں ' بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شہداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرتا اور انکے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے !

نظرے خوش گذرے !

معاونین البلاغ

بعض اہم مسائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطالعہ

(۱) قران حکیم نے انسانی نظر و مطالعہ کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیہا و ہم عنہا معرضون ! — مناظر عالم پر سے گذرتے ہیں' مگر اسطرح گذرتے ہیں کہ غور و فکر نہیں کرتے اور منھہ پھیرے ہوے چلے جاتے ہیں -

یہ حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نہایت اہم مقامات و واردات سے تعلق رکھتی ہے - مگر اسکی جامعیت اور احاطہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے سامنے رکھہ لیجیے تو اس عام " اعراض نظر " کا نمونہ آپکو ملجائیگا -

انسانی مطالعۂ و نظر کے اعراض کی بڑی بڑی مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذہب سے ہے ' آپ دیکھہ چکے ہیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چھوٹی سی بات میں اسکی مثال ڈھونڈھیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباری امور کے متعلق آیا کرتے ہیں ' کبھی انپر نظر پڑجاتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ " اعراض نظر و مطالعہ " کی کتنی مثالیں صرف ہم اپنی روزانہ ڈاک ہی سے جمع کرسکتے ہیں ؟

بعض حضرات نہایت اصرار کے ساتھہ پوچھہ رہے ہیں کہ " ترجمان القران " اور " البیان " کی قیمت کیا ہے ؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی

ترجمان القران اور البیان کے وجود کا علم تو انہیں اُن اعلانات سے ہوگیا جو البلاغ کے پچھے اور آخری صفحات پر درج گئیں ' مگر قمتیں معلوم نہ ہوئیں ! !

ان اعلانات کو انہوں نے پڑھا ہے' لیکن اگر پڑھتے تو اس لا حاصل خط و کتابت کی زحمت سے خود بھی بچتے' اور مکتوب الیہ کو بھی بچاتے -

بعض بزرگ نہایت ہی تاکید کے ساتھہ جواب طلب کرتے ہیں اور ساتھہ ہی جوابی پوسٹ کارڈ بھیجنے کا صرف بھی گوارا کرتے ہیں کہ " ترجمان القرآن بغیر اصل متن کے ہوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکہ اگر وہ اسکے اشتہار کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود ہے' جسکے معنی غالباً یہی ہیں کہ مع اصل قرآن کے مرتب کیا گیا ہے !

متعدد حضرات جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کرتے ہیں کہ " کیا ترجمان اور البیان کی قیمت بھیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسی شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئی دخل نہیں - اسکے لیے اصلی موثر مسئلہ محض دفتر کا " حکم " ہے' اور پھر اسکے لیے بھی چھپا ہوا اعلان کافی نہیں - خاص دفتر کا آخری و قلمی " حکم منصوص " مطلوب ہے ! !

اس سے بھی عجیب تر وہ احباب کرام ہیں جنکے لیے سب سے زیادہ اہم مسئلہ نہ توقیت کا ہے ' نہ طرز ترتیب اصل و ترجمہ کا ' اور نہ ہی ترسیل قیمت کے متعلق آخری منصوص و قطعی حکم ' بلکہ ایک دوسری حقیقت مستورہ و بعیدہ ہے' جو با وجود کمال بعد و گمشدگی ' انکی گرفت نظر و تعاقب فکر سے نہ بچ سکی' اور بالآخر انہوں نے اسکا سراغ نکال ہی لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مبہمۂ و مجہولہ ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کی " زبان " کا ہے - یعنے اور سب باتیں تو بہرحال معلوم کرہی لی جائینگی' سب سے پہلے اسے واضح ہوجانا چاہیے کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی زبان استعمال کی گئی ہے ؟ یہ ترجمہ اور تفسیر عربی میں ہے یا اُردو میں ؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست ؟

سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے کہ یمرون علیہا و ہم معرضون کی تفسیر میں اس سوال کو بھی مع جوابی پوسٹ کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نہ گفتم این گفتار
ہزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش ہے کہ دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کی پوری تعظیم کرتا ہے' اور انکے ان اہم سوالات کو بھی انکی مشتاقانہ محویت کی خود فراموشی کا نتیجہ سمجھکر نہایت احسانمند ہے ' تاہم اگر اس طرح غیر ضروری مراسلات کا بھی ایک نیا صیغہ کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کی مشکلات غیر محدود و لا علاج ہوجائینگی - مجبوراً یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے سوالات " معرضون " کی تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے ہیں' مگر انکے جواب دینے کی دفتر کو مہلت نہیں ملسکتی - خواستگار معافی ہے -

" پیشگی قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یہی ہے کہ اسی وقت آپ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - جن جن حضرات نے وی پی کیلیے لکھا ہے انکو معلوم ہونا چاہیے کہ اُن سب کی درخواستیں بالکل بے فائدہ ہیں اور دفتر انکو کوئی درخواست قرار نہیں دیتا - نہ وہ رعایتی قیمت سے کچھہ تعلق رکھتی ہیں - جب یہ کتابیں مکمل شائع ہونگی تو انکی قیمت انکی آخری ضخامت کے مطابق قرار پائیگی - اس وقت اگر انہوں نے مکرر درخواست بھیجی تو کتاب اصلی قیمت پر بھیجی جائیگی - نہ بھیجی تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا -

بصائر و حکم

السلم و الحرب

یعني

جنگ اور صلح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ہے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام هیجان کي حالت میں نظر آتا ہے - دوسري طرف وہ منجمد ہو کے سمٹتا ہے - سمت کے باهم ایک دوسرے سے ملتا ہے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ہے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کي طرح جنگ و صلح کي بھي یکساں قابلیت رکھتا ہے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کي شکل میں سمندر کي لہر ہے' تو صلح و سکون کي حالت میں اوسکي سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیة کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضي کے حصول' تمدن و تہذیب کي ترقي' علوم و فنون کي اشاعت' قوي و جذبات کي تنشیط ' اور قوت عمل کي تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ہے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھي فلسفہ اجتماع کا ایک معرکۃ الا راء مسئلہ رهچکا ہے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ہوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے هیں ' اونکا استدلال یہ ہے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ہے - ابتداء میں انسان کا هر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رهتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کي طرح قوت جاذبہ اوس میں بھي موجود تھي ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ہوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ہوے ' پھر خاندان نے ترقي کرکے قبائل کي صورت اختیار کرلي - رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا هوگئیں ' اور جماعتوں کي وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گانوں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد هوگئے -

لیکن یہ فطري اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا هوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھي دوسرے ذرہ سے بغیر کسي طبعي مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسي دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھي اوسي کي طرح ایک انسان تھا' بلکہ جذبات و خیالات کي یکرنگي اور مقاصد و اغراض کي یکجہتي نے اون میں باهم کشش پیدا کي ' اور وہ انہي نقطوں پر آکر باهم مل گئے - ایک متمدن انسان اپنے بھائي سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ہے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ہے ' وہ انہي اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ہے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ہے' تو اسکي وجہ بھي یہي ہے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باهم دست و گریباں هیں -

انسان نے اغاز خلقت میں بھي انہي اغراض کو نصب العین بنا کر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انہي اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کي بنیاد ڈالي - آج بھي انہي اسباب کي وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں قائم هوتي هیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقي کرلي ہے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا هوگئے هیں ' فطري احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھي صلح کے فوائد کو عام طور پر ذهن نشین کردیا ہے - اس بنا پر انسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو یقیناً متحد کیا جا سکتا ہے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا هو سکتا ہے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کي طرح زندگي بسر کریں -

اگرچہ کبھي کبھي اتحاد هي اختلاف بھي پیدا کردیتا ہے' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹي چھوٹي عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ہے' اوسیطرح قومي و ملکي اختلافات کو بھي ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے - وحشي قومیں اختلافات و نزاعات کي حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاهتي تھیں ' مگر بیسویں صدي کے متمدن انسان کو عہد وحشت کي تجدید کي ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوهر پیدا کرلیے هیں -

صنعت و حرفت کي ترقي اور تجارت کي گرم بازاري نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک هي گھر کے دو صحن بنا دیا ہے - یعني اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگي و یکراهي پیدا کردي ہے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام هوگئے هیں - یہي وجہ ہے کہ دنیا کے کسي ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتي ہے ' تو هر ملک اوس سے متاثر هوجاتا ہے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض هوگئي ہے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق هوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھي ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک هوتے تھے -

لیکن اب وہ اقتصادي حیثیت سے کوئي ذریعہ معاش نہیں خیال کي جاتي - اب انسان کا رزق نیزے کي نوک کے ساتھہ بندھا هوا نہیں ہے بلکہ کارخانوں کي مشینوں کے ساتھہ متعلق ہے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑ جاتا ہے کہ یہ پرزے زنگ آلود هوجاتے هیں - یہي وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا هو جاتا ہے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر هاتھہ دھرتا ہے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب وخیمہ و نتائج الیمہ اس درجہ آشکارا هوگئے هیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھي اس کو دنیا کي بدترین چیز سمجھتے هیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کي هولناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ہے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجي آدمي کي زندگي اوس رقاصہ کے مشابہ ہے جو کسي ایسے هال میں ناچتي ہے جسکي دیوار میں ٹوٹے هوے شیشے کے پرزے جڑے هوے هیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتي هوئي اون دیواروں تک پہونچتي ہے' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگ کر اور مجروح هوکر خون آلود هو جاتے هیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکي آنکھوں پر پڑے هوے تھے' دفعتاً اوتر جاتے هیں - اوسکو نظر آنے لگتا ہے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھي - اسي طرح فوجي آدمي میدان جنگ کي طرف هتیاروں کي سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ هوتے هیں - لیکن چند هي دنوں کے بعد اونکي آنکھیں کھل جاتي هیں ' اور اونکو معلوم هو جاتا ہے کہ جوهر تیغ

كي چكا چوند نے اونكو اندها بنا ديا تها- اسي بنا پر ميں اس راه كو صاف و روشن نہيں ديكهتا - مجهے اوس ميں خون اور كانٹوں كي وسيع چادر بچهي هوئي نظر آتي هے ! "

نيز وه كهتے هيں كه اب انسان كا اخلاقي معيار روز بروز بلند هوتا جاتا هے - زمانۂ وحشت كي بيرحمياں اور دور همجيت كي ظالمانه رسميں مٹتي جاتي هيں - اونكي جگه لطف و مراعات اور ايثار نفسي و فياضي كا عام ميلان پيدا هوتا جاتا هے - زمانۂ قديم ميں جنگ ايک فعل ممدوح خيال كي جاتي تهي ' ليكن اب اسكو سخت معيوب خيال كيا جاتا هے - آج سے چند دن پہلے لوگ مينڈهوں كے لڑانے پر فخر كيا كرتے تهے - اب هر متمدن انسان كو اس سے شرم آتي هے - پہلے جانوروں كے لڑانے كيليے خاص خاص ميدان متعين كيے جاتے تهے ' اور اس طرح جانوروں كو سخت اذيت پهونچاكر لطف اندوزي كا سامان بهم پهونچايا جاتا تها - اب جانوروں كو انسان كے ظلم و جور سے بچانے كيليے متعدد انجمنوں كي بنياد پڑگئي هے ' اور انسان كے دائرۂ لطف و كرم ميں بے زبان مخلوقات تک شامل هوگئي هيں -

كها جاتا هے كه انسان كے مختلف طبقات فطرة باهم متحد نہيں هوسكتے ' اور اس فطري اختلاف كا لازمي نتيجه يه هے كه كوئي ايسا جامع اور عام قانون نہيں بنايا جاسكتا جس پر هر سلطنت اور هر ملک و قوم كا اتفاق هو-

ليكن ابتو سلطنتيں اس اتفاق عام كي طرف قدم بڑها چكي هيں' اور جس چيز كو قانون شكن كها جاتا تها' وه خود پابند قانون هوگئي هے - يعني خود جنگ كے ليے ايک بين الملي قانون بناديا گيا هے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق كرليا هے -

قديم زمانے ميں جنگ وحشت كا ايک نهايت بد نما مرقع تهي ' جس ميں صرف بغض ' انتقام ' توهين ' تذليل' كا رنگ نظر آتا تها - اسيران جنگ كو عموماً قتل كرديا جاتا تها ' اونكے هاتهه پاؤں كاٹ ڈالے جاتے تهے ' اور دشمن كو هر ممكن طريقه سے ضرر پهونچايا جاتا تها - ليكن اب تمام مهذب سلطنتيں اس وحشت و همجيت كے تصور سے لرز جاتي هيں ' اور حتى المقدور جنگ كے مصائب كے كم كرنے ميں اپني كوششوں كو صرف كررهي هيں - ليكن چونكه جنگ ميں سنگدلي اور قساوت قلبي سے بالكليه اجتناب نہيں كيا جاسكتا ' اسليے ايک ايسا معتدل قانون وضع كرديا گيا هے جس پر عمل كرنے سے جنگ كا مقصد بهي حاصل هوسكتا هے اور وحشيانه اعمال سے بهي احتراز كيا جاسكتا هے - اس قانون كي رو سے بهت سے هتياروں اور بعض خاص اقسام كے گولوں كا استعمال ناجائز قرار ديديا گيا هے ' اور زخميوں اور قيديوں كے ساتهه رفق و ملاطفت كا برتاؤ كيا جاتا هے - اگر متخاصمين جنگ ميں كوئي فريق اس قانون كی خلاف ورزي كرتا هے اور دوسرا فريق بهي اسي طريقه سے اوسكا مقابله كرنے پر مجبور هو جاتا هے ' تو تمام سلطنتيں خود اونكے مقابله كيليے كهڑي هو جاتي هيں ' اور عالم تمدن كي بهترين همدردي اونكا ساتهه چهوڑ ديتي هے - اس سے صاف ثابت هوتا هے كه دنيا كي تمام قوميں ايک اخلاقي ' تمدني' اور قانوني رشتے ميں منسلک هوگئي هيں ' اور اس نظام نے ايک قوم كو دوسری قوم كے شدائد و مصائب كا متكفل اور ذمه دار بنا ديا هے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم كے نظام اتحاد كے ذريعه قوميت كي صورت اختيار كي تهي ' اسليے اتفاق كے ان آثار و علائم سے توقع كي جاتي هے كه اب دنيا كي قوميت كا مفهوم پہلے سے بهي زياده وسيع هو جائيگا ' اور تمام قوميں اوسكے دائرے ميں داخل هو جائينگي - يهاں تک كه بالاخر ايک دن ايک فياض قانون خود جنگ هي كا انسداد كرديگا - نهر كے منافذ جب ايک ايک كركے بند هوتے جاتے هيں تو اسكا طبعي نتيجه بجز اسكے اور كچهه نہيں هوسكتا كه ايک دن خود نهر هي خشک هو جاے - اس اتفاق عام كي يه آخري منزل هوگي ' اور عنقريب اسي نقطے پر مصالحت عامه كا سفيد جهنڈا لهرائيگا -

بغض و انتقام جنگ كا مبدء اول هيں ' اور دنيا كي كوئي قوم ايسي نہيں جسكے سينے كے اندر يه آتشكده نه بهڑكتا هو - اس بنا پر صلح عام كا انعقاد بظاهر ناممكن معلوم هوتا هے ' ليكن ايک زمانے كو دوسرے زمانے پر قياس كرنا غلطي هے - قديم زمانے ميں تمام قوميں ايک انسانكے شخصي اراده كے جال ميں گرفتار تهيں' اور وه اپني ذات پر قوم كے تمام مصالح و اغراض كو قربان كرديتا تها - ليكن اب هر قوم مستقل بالذات هوگئي هے ' اور اوس نے خود بادشاهوں كے جبر و سطوت كو اپنا تابع بنا ليا هے - اب دنيا قهر و استبداد كے پنجۂ آهنيں سے نكل گئي هے ' اور اپنے مصالح و فوائد كو سب سے زياده عزيز ركهتي هے - يهي مصالح ايک قوم كو دوسري قوم سے ملاتے جاتے هيں - گرد و كدورت كا جو پرده درميان ميں قائم هوگيا تها ' وه اوٹهتا جاتا هے - انگريزوں اور فرانسيسيوں سے زياده كون قوم بغض و عداوت كے نشے ميں سرشار تهي ؟ ليكن مصالح نے رفته رفته دونوں قوموں كو متحد كرديا ' اور آج فرانسيسي اور انگريزي فوج ميدان جنگ ميں دوش بدوش كهڑي هوكر لڑ رهي هے - جرمني اور فرانس، اگرچه آج ايک دوسرے كے خون كے پياسے هيں ' ليكن همكو وقتي اسباب كے اثر سے مرعوب هوكر مصالح كي لا زوال قوت كا انكار نه كردينا چاهيے - ممكن هے كه ايک دن جرمني بهي انگلستان بن جاے -

اُنكا اخري استدلال يه هے كه جنگ كے علل و اسباب كي قوت روز بروز گهٹتي جاتي هے ' اور صلح و اتحاد كے ذرائع وسيع اور ترقي پذير هوتے جاتے هيں ' بالخصوص بعض اسباب ايسے پيدا هوگئے هيں جو دنيا كو اتفاق عام كي دعوت دے رهے هيں :

(۱) علوم و فنون كي ترقي اور ايجادات و اختراعات كي وسعت نے هر ملک كے علماء كو ايک دوسرے كا دوست بناديا هے ؛ بالخصوص علوم طبيعيه اور علم طب نے تو تمام دنيا كو ايک مركز پر جمع كرديا هے - ان علوم كا مقصد بالذات اگرچه قيام امن و انعقاد صلح نہيں هے ' ليكن اونكي ترقي و اشاعت كا جو طريقه اختيار كيا گيا هے ' اوس سے اتحاد و اتفاق كا مقصد نهايت آساني كے ساتهه حاصل هوسكتا هے - هر ملک ميں ان علوم كي ترقي و استحكام كيليے عظيم الشان كانفرنسيں قائم كيجاتي هيں - اون ميں ممالک مختلفه كے علماء بلكه سلاطين و وزراء تک شريک هوتے هيں ' جن كے يكساں نصب العين ميں كوئي اختلاف نہيں هوتا -

نمايشوں كے ذريعه سے بهي يه مقصد نهايت وسيع پيمانے پر حاصل هوتا جاتا هے - انگريزوں اور فرانسيسيوں نے لندن ميں تين سال تک جو نمايش قائم ركهي تهي' اوسكي نسبت كها جاتا هے كه اوس نے دونوں قوموں كے اتحاد ميں بڑي مدد دي هے -

(۲) ملكي اتفاق اور قومي اتحاد كا ايک بڑا ذريعه سلاطين ' وزراء ' اور اركان دولت كي باهمي ملاقات بهي هے ' اور يه ذريعه اس زمانے ميں نهايت عام هوگيا هے - فرانس اور انگلستان ميں اسي طريقه سے اتحاد پيدا هوا ' اور روس نے بهي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم كي -

ابتداء ميں تو اسكو ايک رسمي چيز سمجها جاتا تها - ليكن بعض غير متوقع نتائج نے اسكو اسقدر ترقي دي كه اسي غرض سے ايک عام انجمن قائم كيگئي جس ميں هر سلطنت كے عمال

شریک ہوے اور اوسکی ممبری قبول کی - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے ارکان و عمال اور اعضاء حکومت میں باہم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تھیں ' ارنہوں نے اسکو اور وسعت دی - چنانچہ ولایت متحدہ امریکہ میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کی گئی ' جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باہم اسقدر متحد ہو جانا چاہیے کہ اگر ایک سلطنت دوسری سلطنت کے مقابلے میں آمادہ جنگ ہو' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحدہ ہو جائیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سلطنت ایک دست شل بن کر رہجائیگی -

(۳) ان ذرائع کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسی غرض سے قائم ہوگئی ہیں کہ دنیا کو امن و صلح کی دعوت دیں ' اور سیاسی و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے ہیں' وہ بجاے خود موثر ہیں ' لیکن سب سے زیادہ انکا اثر اخلاقی پڑتا ہے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند ہوتی ہے ' وہ صرف شرکاء کانفرنس ہی کے دلوں میں جذبۂ مودت نہیں پیدا کرتی ' بلکہ کانفرنس کے ہال سے باہر نکل کر تمام دنیا کو محیط ہو جاتی ہے ' اور ہر شخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتی ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک عام کانفرنس صلح قایم ہوگئی ہے ' اور جرمنی ' اسٹریا ' روس ' اٹلی ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامی انجمنیں بھی قائم ہیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کی تائید کرتی ہیں-

(۴) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بھی قائم کیگئی ہے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء ہیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتی ہے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باہم ٹکرانے نہیں دیتے - یہ کانفرنس سنہ ۱۸۷۳ میں مسیو روال فرانسیسی کی کوشش سے قائم ہوئی - اور رفتہ رفتہ امریکہ اور سوئٹزر لینڈ نے بھی اوسکی تقلید کی -

(۵) مختلف ممالک کی پارلیمنٹوں کے ممبروں کی کانفرنس ان سب سے الگ ہے - اوسکا مقصد یہ ہے کہ اختلافات و منازعات کا فیصلہ صرف حکم (پنچایت) کے ذریعہ سے کیا جاے -

(۶) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ہمیشہ تعاون' اجتماع' اور مصالحت عامہ کی تائید میں سرگرم رہتا ہے- یورپ میں انکی تعداد آٹھہ ملین ہے ' اسلیے جنگ کی طرح صلح بھی اپنے ساتھہ جانباز سپاہیوں کی ایک فوج گراں رکھتی ہے -

(منکرین صلح عام و مویدین جنـگ)

لیکن مویدین جنگ ان دلائل کے آگے نہیں جھکتے - وہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ انسان کی ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتھہ زندگی بسر کرنا چاہیے ' لیکن سوال یہ ہے کہ اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جنگ کی وجہ سے دفعتاً افزایش نسل انسانی میں ایک نمایاں تنزل پیدا ہو جاتا ہے ' لاکھوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں ہو جاتے ہیں ' ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطنی اختیار کر لیتے ہیں ' اس طرح ایک ملک کی گود دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالی ہو جاتی ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بھی زیادہ مضر اثر پڑتا ہے - جو قومیں جسقدر زیادہ جنگجو ہوتی ہیں' اوسی قدر کثیر الاولاد بھی ہوتی ہیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو' اور امن دوست قوموں میں بچوں کی تولید عموماً کم ہو جاتی ہے - عرب عموماً جنگجو تھے' لیکن اون میں بچوں کی کثرت تھی - فرانسیسیوں سے زیادہ عیش پرست کون سی قوم ہوگی ؟ لیکن وہاں کی آبادی روز بروز گھٹ رہی ہے - جرمنی کو ایک جنگجو ملک کہا جاتا ہے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یہ خطاب عام طور پر حاصل کیا ہے' اوسیوقت سے اوس کی مردم شماری نے غیر معمولی ترقی کی ہے - جانور تک اس کلیہ سے مستثنی نہیں ' شیر اپنے کٹھرے میں بہ نسبت جنگل کی خاردار جھاڑیوں کے زیادہ امن و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے ' لیکن اس گہوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع ہو جاتا ہے - قبائل اور عام تمدنی جماعتوں کی ترقی صرف تکثیر نسل پر موقوف ہے ' اور جنگ اس تمدنی نظام کو صلح سے زیادہ وسعت کے ساتھہ قائم رکھہ سکتی ہے -

بد قسمتی سے اگرچہ ایک مدت سے جنگ ہوا پرستی ' شہرت طلبی' اور خود غرضی کا ذریعہ بنا لیگئی ہے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاہ و اقتدار کے قائم رکھنے کیلیے جنگی جہاز تیار کراتے ہیں' توپیں ڈھالتے ہیں ' تلوار پر صیقل چڑھاتے ہیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونک دیتے ہیں' لیکن جنگ کی نفس حقیقت پر اسکا کچھہ اثر نہیں پڑتا - امن و صلح کو بھی اسی طرح اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے- بہت سے لوگ صرف عیاشی و کاہلی کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کی زندگی کے طالب ہوتے ہیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعی اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار ہو' پس جنگ کا فطری مقصد یہی ہے ' اور اس قسم کی لڑائیاں ہمیشہ دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاہری پردے میں ابر رحمت کا چھینٹا ثابت ہوئی ہیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانہ لڑتے ہیں' وہ کسی قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعی کو مدد ہی نہیں دیتے ' بلکہ وہ اپنے آپ کو اصلح بھی ثابت کردیتے ہیں' یا اپنے اندر بقاء و قیام کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ وہ خود انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح کی حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نہ ہوں ' تاہم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسی قوم کے صالح ہونے کی دلیل ہے' اور دنیا کو اب تک اسی احساس نے قائم رکھا ہے - پس اس قوت و احساس صحیح کا اندازہ صرف میدان جنگ ہی میں ہوسکتا ہے - کوئی قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعی کا فرض ادا کرنے خود نہیں جاتی - بلکہ وہ فطرت کے سب سے بڑے امتحان گاہ میں لیجاکر کھڑی کرائی جاتی ہے' اگر اوس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو زندہ رہتی ہے ' ورنہ انتخاب طبیعی کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا ہے -

جس اخلاقی شجاعت کے کارنامے ہسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کی صورت میں نظر آتے ہیں' وہ بھی اوسی وحشیانہ شجاعت کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جو میدان جنگ میں نہایت خوفناک نظر آتی ہے - جنگ بیرحمی کے ساتھہ جذبۂ رحم و محبت کو بھی پیدا کر دیتی ہے ' اور چونکہ زمانۂ جنگ میں تمام قواء و جذبات متحرک رہتے ہیں ' اسلیے ہر جنگجو قوم ان چیزوں کو نہایت سرعت کے ساتھہ قائم کر لیتی ہے - تمدن نے ہمیشہ جنگ کے ساتھہ ساتھہ ترقی کی ہے ' عیش پرستی نے اوس میں ایک ذرے کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا ہوگئے ہیں ' وہ بھی جنگ ہی کی برکت ہے - واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ یہ جو کچھہ تھا ' خوف ' بزدلی' مصلحت ' ریاکاری' ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا - خلوص صرف میدان جنگ ہی میں نظر آ سکتا ہے' اور ہمکو خلوص ہی کی جستجو کرنی چاہیے -

(باقی آیندہ)

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندۂ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۳)

(۲) قران حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک ہي مقصد اور ایک ہي استدلال کے ماتحت نہیں ہے' بلکہ ہر جگہہ وہ ایک نیا مقصد ' ایک نیا نتیجہ ' ایک نیا استدلال ' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکھتا ہے - یہي وجہ ہے کہ یہ عاجز قران حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکہ اسکو کلام الہي کیلیے ایک نقص یقین کرتا ہے' اور مطالب متکررہ کو بھي ہر جگہ بلحاظ نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا ہے- اس بنا پر بلا شبہ ایک ظاہربیں نگاہ دیکھیگي کہ بہت سے مقامات بظاہر اس حقیقت کے خلاف ہیں ' اور جن انبیاء کرام کو ہم مجدد قرار دیتے ہیں' انکا نام موسسین کے ساتھہ اسطرح لیا گیا ہے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باہم کوئي امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجھنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بیني اور حقیقت ناشناسي ہوگي اور اسي لیے کہا گیا ہے کہ :

و ما یعقلہا الا العالمون ! حقائق قرانیہ کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو اللہ تعالی نے علم حق کیلیے کھول دیا ہے !

نیز سورۂ عنکبوت میں فرمایا : بل ہو ایات بینات في صدور الذین اوتوا العلم - یعني جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوي و الہي کیلیے کھول دیا ہے ' صرف وہي ہیں جو قران حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانہ بن سکتے ہیں' ورنہ ارباب جہل کي نظروں سے دیکھا جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر اور دھرا ہي کیا ہے ؟

بہر حال' اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکتہ کے حل ہونے پر موقوف ہے کہ قران حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پر سے پردہ اٹھایا جاے' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ ہیں' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بھي مختلف کردیا ہے' اسے واضح کیا جاے - مگر یہ موضوع تفسیر کا ہے - یہاں اسقدر کہدینا کافي ہے کہ جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتھہ ہي بغیر کسي فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیہم السلام) کا بھي ذکر کیا گیا ہے ' ان مقامات میں نہ تو مقصود ترتیب تاریخي ہے' نہ تفریق تاسیس و تجدید' اور نہ ہي قسم دعوۃ کي بنا پر مختلف طبقات کي تمییز- بلکہ وہاں انکے اعمال مشترکہ و عامہ اور اسکے نتائج غیر مخصوصہ و متعددہ میں سے بعض خاص امور کو پیش کرنا ہے' اور صرف انہي کي جانب مخاطب کو متوجہ کرنا یا مسلمانوں کو توجہ دلاني ہے- اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظہور و تبلیغ کي تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تھے' اسلیے بالکل ضرورت نہ تھي کہ ان پہلوؤں کا وہاں لحاظ کیا جاتا -

یا پھر بعض مقامات میں یہ نظر آتا ہے کہ مقصود انبیاء کا ظہور نہیں بلکہ ایک خاص طرح کي دعوۃ ' ایک خاص طرح کي طرز تبلیغ ' ایک خاص طرح کي جماعت مومنین ' ایک خاص قسم کي ضلالت منکرین ' اور ان سب امور کا کوئي خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود ہے' اسلیے قدرتي طور پر ترتیب زماني و صنف نبوت و قسم دعوۃ سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا ہے ' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا ہے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باہم سب سے زیادہ مشابہت و مشارکۃ رکھتے تھے - اگر حضرۃ نوح اور حضرۃ موسی علیہما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکسا نیت و مشارکۃ کے ساتھہ ظاہر ہوا ہے' تو بلا خیال اسکے کہ حضرۃ نوح کا زمانہ کب تھا اور حضرۃ موسی کب ظاہر ہوے ' اور بغیر اس ترتیب کے کہ حضرۃ نوح موسس تھے اور حضرۃ موسی مجدد ' دونوں کا ذکر ایک ساتھہ کردیا ہے - کیونکہ مقصد زمانہ ' صنف' اور وجود داعي نہیں ہے' بلکہ ایک اور چیز جو بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتھہ ظاہر ہوي ' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائي ذکر زیادہ قوي و موثر ہے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نہ تھے بلکہ خاص طور پر زمانہ اور قسم دعوۃ و صنف ظہور مقصود تھا ' وہاں تم صاف صاف پاؤگے کہ موسسین بالکل الگ ہیں اور مجددین کي صف بالکل دوسري ہے - اور بالتصریح ظاہر کردیا ہے کہ ان میں موسسین امم کا سلسلہ اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاہر ہوے -

(تمثیل دعوۃ اسلام)

اب اس مقدمہ کو ذہن نشیں کرنے کے بعد میرا ساتھہ دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق ہیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلي چیز یہ ہے کہ قران حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوۃ و صنف انبیاء کي بنا پر کوئي تذکرہ کیا ہے' یا کسي موسس کو بر بناء دعوۃ و تبلیغ تشبیہ دي ہے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکھا ہے -

چنانچہ تمام قران میں ہم پاتے ہیں کہ حضرۃ ختم المرسلین کي دعوۃ کو حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراہیم علیہما السلام کي قسم دعوۃ سے تشبیہ دي ہے - حضرۃ ہود یا حضرۃ صالح وغیرہم مجددین سے تشبیہ نہیں دي - کیونکہ اسلام کي دعوۃ موسسہ تھي - مجددہ نہ تھي - اور حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراہیم ہي تمام انبیاء متذکرۂ قران میں موسس تھے- پس اسلام کے لیے انہي کي صف میں جگہ رکھي گئي -

سورہ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ ' و اوحینا الی ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط ' و عیسی ' و ایوب' و یونس' و ہارون و

ہم نے اُسي طرح تیرے وجود کو مہبط وحي الہي بنایا ' جسطرح حضرۃ نوح کو اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوۃ نوحي کے بعد ہوے - نیز جسطرح حضرۃ ابراہیم پر ہم نے وحي کي اور انکے

سلیمـــان ، و اتینـــا داود زبورا (۴ : ۱۶۶)	بعد اسماعیل ، اسحاق ، یعقوب ، تمام اسباط اسرائیل ، عیسي ، ایوب یونس ، هارون ، اور سلیمان آے ، اور داود کو هم نے زبور عطا کیا -

اب دیکھو کہ اس آیۃ کریمہ میں کسقدر تدبر و تفکر عمیق کي ضرورت ھے ؟ آیت میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم ھیں - پہلے انکو حضرۃ نوح سے تشبیہ دي جنھوں نے ایک نئي امۃ صالحہ کي بنیاد رکھي تھي - پھر کہا کہ " والنبیین من بعدہ " اور جو نبي انکے بعد آے - یہ طرز بیان صاف بتلا تا ھے کہ حضرۃ نوح کے بعد والے انبیاء دعوۃ نوحي کے اسطرح اتباع و متعلقین میں داخل تھے کہ صرف حضرۃ نوح ھي کا نام لے دینا انکے لیے کافي تھا - پھر حضرۃ نوح کے بعد حضرۃ ھود سے مزید تشبیہ نہیں دي ، حضرۃ صالح سے نہیں دي ، حضـــرۃ لوط سے نہیں دي ، حضرۃ اسحاق سے نہیں دي ، حالانکہ اگر مقصود محض رحي کے مورد و مہبط ھونے کے لحاظ سے تشبیہ تھي تو اسکے لیے تمام انبیاء کرام یکساں تھے ، مگر تم دیکھتے ھو کہ حضرۃ نوح کے بعد ھي دوسرا نام حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا لیا گیا ، اور یہ دوسري تشبیہ و مماثلۃ ھے جو دعوۃ اسلامي کو دي گئي - پھر حضرۃ ابراھیم کے بعد بہت سے انبیاء کا نام لیا جو سب کے سب بلا استثناء دعوۃ ابراھیمي ھي کے مجدد تھے ، اور اسطرح صاف صاف بتلا دیا کہ تاسیس امم صالحہ کے سلسلے دو ھیں : ایک حضرۃ نوح اور " و النبیین من بعدہ " کا - دوسرا حضرۃ ابراھیم اور انکے مجددین اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیھم السلام کا -

اگر کہا جاے کہ حضرۃ نوح کے بعد حضرۃ ابراھیم علیہ السـلام کا نام محض ترتیب تاریخي کیلیے آگیا ورنہ کوئي مخصوص امتیاز نہ تھا ، تو یہ بھي صحیح نہیں - کیونکہ اس آیۃ کریمہ میں تاریخي ترتیب بالکل نہیں نظر آتي - تم دیکھ رھے ھو کہ حضرۃ یعقوب و اسباط کے بعد ھي حضرۃ عیسی کا نام آگیا ھے جو سب کے بعد آے ، اور حضرۃ سلیمان کے بعد حضرۃ داؤد کا نام لیا گیا ، حالانکہ حضرۃ داؤد حضرۃ سلیمان کے والد ھیں -

پس اس آیۃ میں دعوۃ اسلامي کو تشبیہ صرف دو دعوتوں سے دي گئي ھے : دعوۃ نوحي اور دعوۃ ابراھیمي ، اور یہ " کما اوحینا الی نوح " اور " و اوحینـــا الی ابراھیم " سے ظاھر ھے - انکے علاوہ یہاں جتنے انبیاء کا ذکر کیا گیا ھے ، انسے مماثلۃ مقصود نہیں ھے ، بلکہ انکے نام تبعاً آئے ھیں کہ وہ ان دعوۃ ھاے موسسہ کے مجدد تھے -

رھي یہ بات کہ حضرۃ نوح کے مجددین کي طرف تو صرف مجمل اشارہ کردیا مگر حضـــرۃ ابراھیـــم کے مجددین کے نام بالتصریح الگ الگ لیے گئے ، تو اسکےبھي متعدد اسباب ھیں - ازانجملہ واضح تر یہ کہ سورۂ نساء کے اس حصہ میں تمام تر خطاب اھل کتاب سے ھے ، اور انکي زیادہ تر معلومات حضرۃ ابراھیم کے بعد کے انبیاء سے متعلق تھي - نیز تعلق موسوي و اسرائیلي کي وجہ سے وہ ان انبیاء کو زیادہ محترم و مقدس سمجھتے تھے ، اور تورات انکے تذکرہ سے لبریز تھي - پس حضرۃ نوح کے مجددین کیلیے تو صرف اشارہ کردیا ، اور حضرۃ ابراھیم کے مجددین کي تفصیل کي ، تاکہ بیان زیادہ اوقع اور زیادہ پر حجۃ ھو -

(ایک اعتراض)

اگر تم کو شبہ ھو کہ قرآن نے اســي طرح اور اسي طریق تشبیہ کے ساتھ تو حضرۃ موسی اور آنحضرۃ علیھما السلام کو بھي باھم مشابہ قرار دیا ھے :

انا ارسلـــنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فـرعـون رسـولا - (۷۳ : ۱۵)	هم نے تمهاري جانب اپنا ایک رسول بھیجا ، تمھارے آگے حق کي شہادت دینے والا ، جس طرح فرعون کي جانب اپنے ایک رسول (حضرۃ موسی) کو بھیجا تھا -

تو واضح رھے کہ یہ مشابہت اس حقیقت کیلیے بالکل مخالف نہیں ھے - بلا شبہ قرآن نے حضرۃ موسی کي بعثت سے داعي اسلام کي بعثت کو تشبیہ دي ھے ، اور یہ اوسي ارشاد الہي کا اعادہ و یاد آوري ھے جو اس سے پہلے حضرۃ موسی کو مخاطب کرکے کہا گیا تھا کہ " میں تیرے بھائیوں (بني اسماعیل) میں سے تیرا جیسا ایک نبي بھیجونگا " لیکن یہ مشابہت قسم تاسیس و تجدید اور صنف نبوت میں نہیں ھے ، بلکہ صرف حق اور باطل کے مقابلے میں ھے - سورۂ نساء کي آیۃ میں " کما اوحینا " ھے " یعني جسطرح هم نے حضرۃ نوح و ابراھیم پر نبوت و رسالت کي " وحي " کي - یہاں " ارسلنا " ھے - یعني هم نے اس عہد کے باطل پرستوں اور متکبر و سرکش کفار کے مقابلے میں فتح رباني اور نصرۃ الہي کے ساتھ اسي طرح پیغمبر اسلام کو " بھیجا " ھے ، جسطرح ابسے پہلے ایک بہت بڑے ظالم و مغرور ابلیس کے مقابلے میں حضرۃ موسی کو بھیجا تھا ، اور باوجود اوس کے تمام ساز و سامان دنیوي کے وہ اسپر غالب و فتح مند ھوے تھے -

اس تشبیہ سے صرف یہ ظاھر کرنا مقصود ھے کہ باطل کو اپني شیطاني قوتوں کے گھمنڈ میں مغرور نہوجانا چاھیے ، جسطرح باوجود تنہائي و بے سرو ساماني کے حضرۃ موسٰي نے فرعون کو تباہ و برباد کیا تھا ، اسي طرح هم نے پیغمبر اسلام کو بھي اس عہد کے فراعنہ و نمارده کے مقابلے میں بھیجا ھے - اب بھي وھي نتیجہ نکلے گا جو اُس وقت نکل چکا ھے -

اسکي مزید تائید اس ایۃ کریمہ کے سیاق و سباق سے ھوتي ھے - یہ آیۃ سورۂ مزمل کي ھے جو اغاز ظہور اسلام کے زمانے میں نازل ھوئي تھي - اسکا موضوع تنزیل یہ تھا کہ تبلیغ حق کي مشکلات و مقامات کي نسبت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کو آگاھي بخشي جاے ، اور بتلادیا جاے کہ حق کا ظہور ھمیشہ ابتدا میں مظلومي و بے سرو ساماني ھي کے ساتھ ھوتا ھے ، پر آخر میں فتحمندي چمکتي ھے - چنانچہ آیت زیر بحث سے پہلے راہ حق کي مشکلات و تکالیف پر اور اس انکار و سرکشي پر جو باطل پرستوں میں نظر آتي تھي ، آپکو تسکین و تسلي دي ھے اور فرمایا ھے کہ ان حالات کو دیکھکر اپنے اندر مایوسي نہ لاؤ - یہ حق کي ابتدا ھے ، مگر تھوڑے سے صبر و انتظار کے بعد اسکي انتہا بھي آنے والي ھے :

و اذکر اسم ربک و تبـتل الیہ تبتیـلا ، رب المشرق و المغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا - و اصبر علی ما یقولون اھجـرھم ھجـراً جمیلا - و ذرني و المکذ بین اولي النعـمۃ و مھـلھم قلیـلا - ان لدینا انکالا و جحیما - (۷۳ : ۱۰)	اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب کي طرف سے آنکھیں بند کرکے صرف اُسي کے هو جاؤ - وہ پروردگار کہ تمام عالم میں اسي کي ربوبیت کار فرما ھے اور اسکے سوا کارساز عالم اور کوئي نہیں ، سو جب ایسا کارساز تمھارے ساتھ ھے تو تم اور کسیطرف کیوں نظر اُٹھاؤ ؟ بس اسي کو اپنا کارساز یقین کرو ! رھا منکرین حق کا ظلم ، انکا کبر باطل ،

اور اپني باطل پرستارانہ کامیابیوں کے دعوے اور اعلانات ، سو چاھیے کہ انپر صبر کرو - سردست بغیر کسي سختي کے اُنسے الگ ھو جاؤ ، اور انھیں اُنکے حال پر زیادہ نہیں ، تھوڑے دنوں کیلیے چھوڑ دو - پھر دیکھو کہ حق کے یہ جھٹلا نے والے جو طرح طرح کي خوش حالیوں اور دنیوي عزتوں میں اپنے تئیں پاکر بڑے ھي متکبر و مغرور ھوگئے ھیں ، بالاخر کیسا نتیجہ پاتے ھیں ؟ همارے پاس اگر انکے لیے مہلت تھي تو اب انکے جکڑنے کیلیے بیڑیاں اور انکي عقوبت کیلیے آگ بھي ھے ! "

اسکے بعد پهر اُن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا که تمهیں معلوم هونا چاهیے که تمهاری جانب اسي طرح حق کا یه اعلان بهیجا گیا هے ' جسطرح تمهاری نسل ابلیسي کے ایک صورت اعلی فرعون کے سامنے حق کا ظهور هوا تها ' اور جسطرح تم نے باطل پر گهمنڈ کیا ' اُس نے بهي کیا تها - چنانچه فرمایا که :

فعصی فرعون الرسول فاخذناه اخــذا وبیلا - فکیــف تتقون ان کفــرتم یومـــا یجعـــل الولـــدان شیباً ؟ (۷۳ : ۱۶)

فـرعـون نے همارے رسـول کي نافرماني کي سو همارے غضب نے اسے بڑا هي سخت پکڑا اور اسکا سارا گهمنڈ اور غرور باطل بیکار گیا - پهر اے منکرین اسلام ! اگر تم بهي اسي طرح نافرماني کروگے تو اُس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑها کردیگي ؟

یه اشاره بدر اور فتح مکه کے طرف تها ' سو وعید الهي نے جو کها تها پورا کر دکهایا -

بهر حال سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور آیۃ زیر بحث کے سیاق و سباق سے صاف ظاهر هے که یهاں حضرۃ موسی سے آیۃ نساء کي طرح دعوۃ اور داعي میں تشبیه نهیں دي گئي هے' بلکه دعوۃ و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي هے - پس یه تشبیه آنحضرۃ اور حضرۃ موسی علیهما السلام میں نه هوئي - منکر موسی اور منکر محمد میں هوئي (صلی الله علیهما و لعنة الله علی المنکرین الخاسرین !)

(۳) ٹهیک ٹهیک اسي طرح سورۂ " شوری " میں جهاں وحدۃ ادیان و توحید شرائع کي طرف توجه دلائي هے ' تو وهاں بهي دعوۃ اسلامي کا ذکر حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام هي کي صف میں بلا فصل کیا گیا هے' اور اسطرح اسکي قوۃ موسسه کي نمایاں صنف واضح کردي هے :

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا و الذي اوحینا الیک و ما وصینا به ابراهیـــم و مـوسی و عیسی ؛ ان اقیمـــوا الدین و لا تتفرقوا فیه - (۴۲ : ۱۱)

تمهارے لیے دین کا وهي راسته ٹهرایا هے جس کے لیے نوح کو وصیت کي گئي تهي' اور اے پیغمبر اسلام ! جسکے لیے هم نے تم پر وحي کي هے - نیز یه وهي راه هے که اسکے لیے ابراهیم ' موسی' اور عیسی کو بهي هم نے وصیت کي تهي که دین الهي کو قائم کرو اور اسمیں تفرقه نه ڈالو -

اب غور کرو که اس آیۃ کریمه میں الله تعالی نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرۃ نوح کے ساتهه کهڑا کیا هے' اور جن انبیاء کرام علیهم السلام کو هم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا هے' انمیں سے کسي کا نام نهیں لیا هے ؟ پهر اسپر بهي نظر رهے که یهاں دعوۃ اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا هے ' وه اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني هے - آیۃ کریمه کا مقصود یه تها که دین الهي کي وحدۃ اور قانون ظهور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجه دلائي جاے - پس فرمایا که وه ایک هي شریعۃ الاهیه هے جسکي طرف برابر هر ظهور نے دعوۃ دي' اور سب کي دعوۃ کا مقصد قیام دین الهي و عدم تفرقۃ و اختلاف تها - پهر اس سلسلے کو حضرۃ نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظهوروں میں کوئي فرق نه تها ' تو قدرتي ترتیب تو یه تهي که حضرۃ نوح کے بعد اُنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجه سے نظر انداز کردیا تها تو حضرۃ ابراهیم' حضرۃ موسی ' حضرۃ عیسی کے تذکرہ کو تو ضرور رهي انکے بعد جگه دي جاتي' اور پهر سب کے اخر میں اسلام کا ذکر کیا جاتا جیسا که سب کے بعد وه ظاهر هوا ' لیکن تم دیکهه رهے هو که حضرۃ نوح کے بعد یکایک لسان الهي اسلام کي جانب متوجه هوتي هے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوۃ کا ذکر کرتي هے - پهر انکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي هے' اور ان میں سے بهي سب سے پہلے حضرۃ ابراهیم علیه السلام هي کا نام لیتي هے جو دعوۃ نوحي کے بعد دوسرے دور تاسیس کے موسس تهے - البته انکے ساتهه حضرۃ موسی اور حضرۃ عیسی علیهما السلام کا ذکر بهي کردیا جاتا هے !

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملۂ معترضه معلوم هوتا هے' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف هے -

پس بیان کا یه انداز صاف صاف کهه رها هے که سلسلۂ ادیان و توصیۂ شرائع میں اســلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل هے جسکي وجه سے وه حضرۃ نوح کے تذکرہ سے ایک خاص تعلق و ربط رکهتا هے' اور اسلیے گو اسکا ظهور سب سے آخر هوا ' تاهم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرۃ نوح کے ساتهه اسکا ذکر نهایت ضروري تها - اسي طرح اسلام کے بعد حضرۃ ابراهیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرۃ موسی و عیسی کے ناموں پر مقدم رکها - نه اسلیے که بلحاظ زمانے کے وه مقدم تهے ' کیونکه زمانے کو تو یهاں بالکل نظر انداز کردیا گیا هے اور دعوۃ نوحي کے بعد دعوۃ اسلامي کا نام آگیا هے' بلکه صرف اسلیے که حضرۃ ابراهیم بهي مثل حضرۃ نوح و حضرۃ ختم المرسلین کے موسس تهے - اسلیے وهي اس صف میں کهڑے هوسکتے تهے- البته انکے بعد انکے مجددوں کا بهي خاص طور پر ذکر کیاگیا ' تاکه ایک طرف تو یه واضح هو جاے که موسس و مجدد ' دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد همیشه ایک هي رها هے اور سب کو ایک هي دین الهي کي وصیت کي گئي هے ' دوسري طرف یهودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں اُن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے انکا اولین تعلق هے -

(اتحـاد دعوۃ نوحـي و ابراهیمـي)

(۴) سورۂ انعام میں ایک مقام پر به تفصیل حضرۃ ابراهیم کے مقامات و درجات الاهیه کا تذکرہ کیا هے - وهاں فرمایا :

و تلک حجتنـا آتیناها ابراهیم علی قومه ' نرفع درجات من نشآء ' ان ربک حکیـم علیـم - ووهبنا لــه اسحـاق و یعقـوب کلا هدینــا ' و نوحا هدینا من قبل- و من ذریتـه داود و سلیمـــان و ایوب الخ (۶ : ۸۴)

" اور یه هماري هي حجۃ تهي جو هم نے ابراهیم کو اُسکي قوم کے مقابلے میں عطا کي - هم اپنے بندوں میں سے جسکو ظهور حق کیلیے چن لیتے هیں ' اسکے مدارج علم الهي کو اسي طرح بلند کرتے هیں - بلا شبه تمهارا پروردگار حکیم و علیم هے که اسکے تمام کاموں کے اندر حکمتیں اور مصلحتیں هوتي هیں- اور پهر دیکهو که هم نے ابراهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي نسل دي که ان دونوں کے آگے دین حق کي راه هم نے کهول دي تهي ' اور یهاں یه بهي یاد رهے که ابراهیم سے پہلے نوح کو بهي دین حق کي راه اسي طرح هم دکها چکے هیں - بهر حال هم نے ابراهیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور نیزا اسکي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

اس آیۃ کریمه کا انداز بیان بهي کس قدر واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مستورہ کو بے حجاب کر رها هے ؟

یهاں تذکرہ صرف حضرۃ ابراهیم علیه السلام کا هے جو " واذ قال ابراهیم لابیه آذر " سے شروع هوا هے اور مسلسل بڑهتا آیا هے - اسي سلسله میں حضرۃ ابراهیم اور انکي قوم کے مباحثۂ حق و ضلالت کا ذکر کیا هے اور ایک خاص برهان الهي کو نقل کرکے " حجۃ " قرار دیا هے - پهر فرمایا هے که یه هماري حجۃ هے جو هم نے ابراهیم کو دي اور اونکے درجات کو بلند کیا -

اب یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہاں حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نہ تھا - نہ اس سے پہلے انکي طرف اشارہ کیا گیا ہے - ذکر صرف حضرة ابراهیم کا ہے اور انکي اس فضیلت کا ہے کہ خدا نے حضرة اسحاق اور انکے بعد حضرة یعقوب کے ذریعہ نسل ابراهیمي کو پھیلایا او ر زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضہ سا آگیا ہے جو بظاہر ربط بیان کے بالکل مخالف ہے کہ " و نوحا هدینا من قبل " اور نوح جنکو انسے پہلے هم نے هدایت بخشي - سوال یہ ہے کہ اس جملۂ معترضہ کا یہاں کون موقعہ تھا ؟ اور حضرة ابراهیم کے تذکرہ میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرة نوح کے ظہور و هدایت بخشي کي جانب اشارہ کر دینا کیوں ضروري ہوا ؟

ممکن ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک کلام الہي کي تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچھہ ضروري نہیں ہے ' (حالانکہ وہ خود انسان ہوکر اپنے بیان کیلیے ضرو ري سمجھتے ہیں) وہ اس چیز کو چنداں قابل غور نہ سمجھیں - لیکن الحمد لله هم کہ انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کي قدرت دیکھتے ہیں ' کسي طرح اسکا تخیل بھي نہیں کر سکتے کہ خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجھتا تو اُسکے لیے بہتر ہے کہ اپني سمجھہ کا گلہ کرے ' بہ نسبت اُسکے کہ کلام الہي کي عظمت کو اپني کم فہمي سے آلودہ کرے !

پس واضح ہو کہ یہ آیۃ کریمہ بھي بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسي طرح مربوط اور متصل بیان ہے ' جیسا کہ اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا ہر حصہ مرتب و منظم ہے - بلاشبہ یہاں صرف حضرة ابراهیم هي کا تذکرہ ہے - حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نہیں ' لیکن حضرة ابراهیم کے مقامات میں سے اُس مقام کا تذکرہ آگیا ہے جو انکي دعوة کي قوة موسسہ اور اسکے آثار باقیہ و جاریہ سے تعلق رکھتا ہے - یعني یہ بیان شروع ہوگیا ہے کہ ہم نے انکے وجود کو هدایت ارضي کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پھوٹیں اور پھیلیں ' اور انکو حضرة اسحاق و حضرة یعقوب کي نسل دي جس سے کتنے هي انبیاء و مجددین پیدا ہوے ' اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوة ابراهیمي کي تجدید کرتے رہے - و وهبنا له اسحاق و یعقوب - چونکہ حضرة ابراهیم کا یہ درجہ اسي طرح کا تھا ' جیسا کہ درجۂ تاسیس حضرة نوح کو انسے پہلے دیا گیا تھا ' اور انکي دعوة موسسہ کي نسل و ذریت عرصہ تک قائم و جاري رهي تھي ' اسلیے ضرور تھا کہ اسکي طرف بھي اشارہ کردیا جاتا ' تا کہ حضرة ابراهیم کي اس فضیلت و خصوصیت کي صنف واضح ہو جاے - چنانچہ ایسا هي کیا گیا ' اور بتلادیا گیا کہ حضرة ابراهیم کو جو ایک نسل هدایت هم نے بخشي ' تو یہ اُسي قسم کي بخشش الہي ہے ' جیسي کہ انسے پہلے حضرة نوح کے ذریعہ ہوچکي ہے - انکي نسل بھي نسل ابراهیمي کي طرح هدایت ارضي کیلیے عرصہ تک قائم رکھي گئي -

حضرة نوح کا ذکر ' حضرة اسحاق و یعقوب کے بعد کیا ہے نہ کہ پہلے - تم جانتے ہو کہ حضرة اسحاق و یعقوب هي سے نسل ابراهیمي بني اسرائیل کے نام سے بڑھي اور پھیلي ' اور یہ بھي تمھیں معلوم ہے کہ حضرة یعقوب هي کا دوسرا نام " اسرائیل " تھا - پس یہ کیسا کھلا ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرة نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور هم صنفي هي کي بنا پر کیا گیا ہے ' اور چونکہ اس وصف میں صرف وهي ایک ایسي دعوة تھي جو حضرة ابراهیم کي دعوة موسسہ سے نسبت رکھتي تھي ' اسلیے صرف اسي کا ذکر کیا گیا - اُن کا ذکر نہیں کیا جو موسس کي جگہ مجدد تھے - مثلاً حضرة صالح ' حضرة هود ' حضرة لوط ' علیهم السلام -

تاریخ و عبر

الحرب فی الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پاني پتي)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کي جرگہ بندیاں هوا کرتي تھیں ' اور ان کي فوجیں وهي خاندان و قبیلہ کے افراد - جس وقت لڑائي یا جنگ کي نوبت آتي یا جدال و قتال کي ضرورت ہوتي ' تو ہر ایک خاندان و قبیلہ کے اشخاص بلا کسي نظام و ترتیب کے یکجا جمع ہوجایا کرتے تھے ' اور جنگ کے بعد ہر شخص کو اتنا هي حصہ مال غنیمت کا ملتا تھا جتنا وہ اپني بہادري ' زور و قوت ' اور جوانمردي سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کي تو کارو بار باهم تقسیم کر لیے گئے ' حکومتیں قائم ہوئیں ' الگ الگ پیشے ' جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ' او ر اسیوقت سے فوجي ملازمت کي بنا پڑي - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بھرتي کیا ' وہ " مصر کي فرعوني حکومت " تھي - خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے پہل اسکي ابتدا عیسی علیہ السلام سے تقریباً دو هزار برس پیشتر اُس وقت پڑي جبکہ فراعنۂ مصر نے حبشیوں او ر زنگیوں کي ایک تعداد کثیر کو بھرتي کرکے ایک باقاعدہ فوج مرتب کي ' اور اُسکي مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شدہ اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسري قوموں نے اس کي تقلید کي اور مختلف حکومتوں نے اسي کا تتبع کیا - چنانچہ اشوریا ' بابل ' فینیقیہ ' اور یونان کي قدیم حکومتوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ' اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکھا -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجي نظام " بدیں شکل قائم ہوتا تھا کہ وہ اپني افواج کو لنبي ' گنجان ' اور سیدھي صفوں میں کھڑا کیا کرتے تھے - اسکي تائید اُن عمارات کہنہ کے کھنڈرات اور محلات شکستہ کے بوسیدہ درو دیوار سے بخوبي ہو سکتي ہے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کي یادگار ہیں ' اور جن پر صفوف لشکر کي متعدد تصاویر کھینچي ہوئي پائي گئي ہیں -

حکومت مصر سے اس طریقہ کو اهل یونان نے استنباط کیا ' اور اپنے یہاں اسکو کسي قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انہوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وہ (Phalanx) کہتے تھے - اُن کے نظم و ترتیب کي صورت یہ تھي کہ فوجي سپاهي بالکل سیدھي صفوف میں کھڑے ہو جاتے تھے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب ہوتي - کھڑے ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک سپاهي دوسرے سپاهي سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاهي کي بالکل سیدھہ میں کھڑا ہوتا ' اور صفیں ایک دوسرے کے پیچھے برابر چلي جاتیں - ایک عرصے تک یہ فوجي نظام بدستور اپني حالت پر قائم رہا - لیکن مقدونیہ کے بادشاہ اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاهیوں کي تعداد مذکورۂ بالا شمار سے دگني کردي ' اور پھر فیلقوس کي وفات کے بعد اُس کے بیٹے سکندر اعظم نے چوگني کردي - سکندر نے سپاهیوں کو اس قدر پاس پاس کھڑا کرنا شروع کیا کہ اُنکے کندھے باهم ملے رہتے تھے ' اور ان کي ڈھالیں ایک دوسرے سے ٹکراجاتي تھیں - نیز اس نے سپاهیوں کیلیے عجیب طرز اور نئے طریقے کے نیزے بنوائے تھے ' جنمیں سے اکثر نیزے چوبیس فیٹ لنبے ہوتے تھے - سب سے پہلي صف

کے نیزے چھوٹے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کی صفوف کے درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک کہ صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کی بھی ایک جماعت مرتب کی تھی - سکندر نے اس جماعت کے اسلحہ میں بھی اضافہ کیا ' اور منجملہ جدید اسلحہ کے ایک ہتیار " منجنیق " بھی تھا -

فوج کا یہی زبردست نظام تھا جس کے ذریعہ سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومی فوج)

رومی حکومت قائم ہوئی تو اُس نے یونانی صف بندی کے طریقہ کو اپنے یہاں رائج کیا - رومی لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کی تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتی تھی' اور یہ تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتی :

(۱) - نوجوان لوگ - جن کی صف لڑائی میں سب سے آگے رہتی تھی -

(۲) - ادھیڑ عمر کے لوگ جو دوسری صف میں رہتے تھے -

(۳) - تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ - سب سے پیچھے تیسری صوف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کی بھی موجود رہتی جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپنی ڈیوٹی پر مامور رہا کرتے تھے تاکہ پیادہ فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر اُن کی مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھہ الجھاے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کی اس فرقہ بندی کو بغیر صف کی ترتیب کے متعدد ٹکریوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکری کی تین قسمیں ' ہر قسم کے دو حصے ' اور ہر حصے میں ایک سو سپاہی ہوا کرتے تھے - یہ طریقہ قدیم نظام مذکورہ سے بالکل خلاف تھا - کیونکہ اسمیں سپاہیوں کی صرف ایک ہی پلٹن نہیں ہوتی تھی' بلکہ متعدد ٹکریاں ہوتی تھیں ' اور ہر ایک ٹکری بجاے خود ایک فوج ہوا کرتی - صفحات آیندہ میں اسکی تفصیل بیان کیجائیگی - اسلامی فتوحات شروع ہونے تک رومی فوج کا نظام اسی صورت پر قائم رہا ' اور اسمیں کوئی تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیہ کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ تھی ' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا ' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ہے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طومرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیوں پر کمان کرتا ' اور ہر ایک طومرخان کے ماتحت پانچ " طربخاریہ " ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربخاریہ کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرح " اور اس کے ماتحت " دامرخ " ہوتا ' جسکے ماتحت دس سپاہی ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجی نظام کے ساتھہ پوری مشابہت نظر آتی ہے -

اہل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقہ بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا ' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے - جنھیں " پیادہ " [illegible] تھے -

(عـربی فوج)

ظہور اســلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوی تھے - وہ بالکل وحشیانہ اور بدویانہ زندگی بسر کرتے اور آپس میں مگن رہتے - اُن کے یہاں فوج کا بھی نظام نہ تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئی قبیلہ جنگ کیلیے طیاری کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - اُن کے پاس زمانۂ جاہلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان ' نیزہ ' اور تلوار وغیرہ موجود ہوتے - ہاں اُن عربی سلطنتوں میں جنہوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا ' فوجی نظام کا وجود پایا جاتا ہے - جیسے شـاہان تبع اور حکمرانان حمیر ' اور منذری گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیرہ ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذرہ کے یہاں دو فوجی جماعتوں کا ہونا بیان کیا ہے ' جنمیں سے ایک کو " دوســر " اور دوسری کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقی رہے حجاز کے عرب ' تو وہ اسلام سے پہلے اپنی بدوی فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ہے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اہل اسلام باقی تمام اہل عرب سے علیحدہ ہوگئے ' اور دین و مذہب کی اجتماعی قوت نے انہیں یکدست بنا کر دشمنان دین کے ساتھہ جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کردیا - یہی وجہ ہے کہ اسوقت جسقدر اہل عرب مسلمان ہوے تھے ' سب کے سب سپاہی تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہی تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینہ میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہی جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبی صلی اللہ علیہ و سلم تھے - اُن کا باہمی رابطہ اور معاہدہ دوستی اسلامی بھائی چارہ کی قوت تھی - اُن دنوں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی -

اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ و سلم ' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی - کیونکہ اب روز بروز عربی قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد ' یمامہ ' یمن ' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے ' اور اسلامی اجتماعیت ان کو ایک جماعۃ بناتی جاتی تھی - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے ' اور انہوں نے باہم ہمدوش ہوکر شام ' عراق ' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے ' اور ان سب کو فتح کرلیا ' نئے نئے شہر آباد کیے ' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات میں رہنے لگے - چنانچہ کچھہ لوگ مصر میں ' کچھہ شام میں ' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاونیوں میں سکونت اختیار کی -

ہر ایک چھاونی کی فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھی - مثلاً " بصرہ " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصہ (خمس) میں ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(۱) ازد (۲) تمیم (۳) بکر (۴) عبد القیس
(۵) اہل عالیہ (قریش ' کنانہ ' ازد ' بجیلہ ' خثعم ' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)

یہ سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے ' اور اہل کوفہ کے رہنے والوں کو اہل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہی قبائل کے اُمراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسی نظام پر مسلمانوں کی آور تمام فوجی طاقتوں کو قیاس کرنا چاہیے - خواہ وہ کوفہ میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہی نے آباد کیا تھا - یا اُنکے علاوہ عراق ' شام ' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکی آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا ' اور اسلامی عدل و رحمت کی برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !

باوجود اس کے تمام مسلمان سر بکف سپاہی تھے - انمیں سے کوئی شخص سواے شمشیر زنی کے دوسرا کوئی پیشہ یا کام اختیار نہیں کرتا تھا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتی باڑی کے دھندوں میں پڑنے سے بھی منع فرما دیا تھا - کیونکہ خلیفۂ ممدوح نے اس بات کو بخوبی سمجھہ لیا تھا کہ مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف ہونیکے بعد آرام طلبی اختیار کرنا اور جنگ سے دست کش ہونا چاہا تھا - لہذا آپ نے تمام ممالک مفتوحہ میں منادی کرادی کہ امیر افواج (جنرل) اپنی اپنی رعایا (سپاہ) سے کہدیں : " بیت المال سے اُن کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ھے - ان کے اہل و عیال کیلیے بھی وظائف کی ایک مقدار معین ہوچکی ھے - اب وہ لوگ کھیتی کرنے یا بونے کی جانب مائل نہ ہوں "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم میں اس دور اندیشی کو بھی ملحوظ رکھا تھا کہ جنگجو مسلمان کسی ملک کو اپنا وطن بنا کر کہیں ارسمیں با قاعدہ سکونت و قیام اختیار نہ کرلیں ' اوراسطرح اُن کو اپنے اُن بھائیوں کی اعانت و امداد کیلیے جو کسی اور جگہ مصروف جنگ ہوں ' جانا ناگوار خاطر ہو جاے - یا کسی علاقۂ مفتوحہ کی حفاظت و انتظام کی غرض سے روانہ ہوتے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تھا) نقل و حرکت شاق نہ گذرے -

مسلمانوں کی عام جماعتوں کے علاوہ فوج کی ایک علحدہ جماعت کو مرتب کرنا ' حضرت عمر کے عہد میں دفاتر کھلنے کے وقت سے شروع ہوا ' اور بنو امیہ کے عہد میں مکمل ہوا - اس کا بیان قارئین کرام آیندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہیں ھے کہ خدمات جنگی کا لزوم اور با قاعدہ فوجی ملازمت کا دستور زمانۂ بنو امیہ کے وسط میں شروع ہوا تھا - اس سے پہلے لوگ محض جہاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک ہوکر مال غنیمت ' اور اپنے ہاتھوں سے قتل کیے ہوے دشمن کے ساز و سامان سے فائدہ اُٹھاتے تھے - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت (سنہ ۳۵ ہجری) کے بعد اہل اسلام بیرونی دشمنوں کو چھوڑ کر آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہوگئے ' اور باہمی اختلافات کی وہ افسوس ناک ابتدا شروع ہوگئی جس نے آگے چلکر ایک دائمی خانہ جنگی کی شکل اختیار کرلی - مگر جب بنو امیہ کے قبضہ میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ مکرر باہم متحد ہوگیا ' اور اموی عنصر کے غالب آ جانے سے فرقہ بندیوں کا زور بھی گھٹ چلا ' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسی ایسے معاملہ پر رجوع اور مائل ہونے سے رک گئے ' جو انہیں جنگ پر آمادہ کرے اور لڑتے رہنے کا شوق دلاے - یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں قوم کے افراد کی مشغولیت میں آرام طلبی اور عیش و عشرت کا انداز شروع ہوگیا - اس حالت کو دیکھکر خلفاء نے آیندہ نتائج کے خوفناک اور تباہ کن انجام پر نظر کی اور مجبور ہوے کہ فوجی ملازمت کا سلسلہ شروع کریں -

سب سے پہلے جس عہد میں فوجی ملازمت کی بنیاد پڑی وہ عبد الملک بن مروان (سنہ ۶۵ ہجری - تا سنہ ۸۶ ہجری - مطابق ۶۸۴ع تا ۷۰۵ع) کا عہد حکومت تھا ' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفی کو خیال کیا جاتا ھے - یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اموی حکومت اپنی ترقی و اقبال کے بلند ترین زینہ تک پہنچ چکی تھی ' مسلمانوں کی نہایت کثرت ہوگئی تھی ' اور لوگ ہر قسم کے کارو بار خصوصاً زراعت و تجارت کی جانب زیادہ مائل ہو چلے تھے -

اگرچہ اکثر اہل اسلام نے امیر معاویہ کے عہد سلطنت میں جنگی اور فوجی خدمت سے الگ رہ کر گوشہ نشینی اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل ہونیکا قصد کیا تھا - لیکن اس مدبر امیر نے ان سب کو اپنی حکمت عملی سے باز رکھا ' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیرہ سے وہ ہر شخص کو اپنا گرویدہ و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویہ کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنہ ۶۰ ہجری تا سنہ ۶۴ ہجری مطابق ۶۸۰ع تا ۶۸۳ع) اور ارسکے بعد معاویہ دوم (سنہ ۶۴ ہجری تا سنہ ۶۴ ہجری - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۳ع) پھر اُسکے بعد مروان بن حکم (سنہ ۶۴ ہجری تا سنہ ۶۵ ہجری - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۴ع) حکمراں ہوے - تو چونکہ اُن لوگوں میں سے ایک بھی اس ڈھنگ کا آدمی نہ تھا کہ لوگوں کے دل اپنی جانب مائل کرتا اور قابو میں رکھہ سکتا ' یا مسلمانوں کو اپنی اطاعت سے منحرف نہ ہونے دیتا ' اسلیے فوجی لوگوں کو آرام طلبی کی جرات ہوتی گئی ' اور وہ رفتہ رفتہ عیش و عشرت میں منہمک و مشغول ہوگئے - چنانچہ جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والی ہوا ھے ' تو اُسوقت بھی فوج و لشکر کی وہی حالت تھی جو اوپر بیان کی گئی - نہ تو سپاہی اسکے ساتھہ کوچ کرتے تھے اور نہ اُسکے مقام کے ساتھہ قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگی کی شکایت اپنے " صاحب شرطہ " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کی - اُس نے کہا کہ " امیر المومنین ! میری ماتحتی میں ایک شخص ھے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپنی فوج کا افسر بنادیں تو یقین ھے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سب کو ٹھیک اور سیدھا کردیگا - وہ ضرور فوج کو آپکے ساتھہ مقیم کرائیگا ' اور آپ ہی کے ہمراہ کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال ھے کہ وہ آپ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگا " عبد الملک نے اُس کی بات مان لی اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نہایت تند مزاج اور ظالم شخص تھا ' اسلیے کسی سپاہی کو اُسکے حکم سے سرتابی کرنے کا یارا نہ تھا - اُسوقت سے فوج برابر خلیفہ کے ساتھہ کوچ و مقام کرنے لگی -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھی اس قاعدہ کی پابندی نہ ہوتی تھی - اسکے سپاہی حجاج کے حکم کی ذرا بھی پروا نہ کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اور تو سب کوچ کرگئے ہیں لیکن وہ ابھی کھانا کھا رہے ہیں - حجاج نے یہ حالت دیکھہ کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتھہ کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنباع کے ملازموں نے بجاے اسکے کہ کوئی عذر یا اپنی خطا کا اقرار کرتے ' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھی گھوڑے سے اُترکر ہمارے ساتھہ کھانا کھالے " حجاج نے انکی یہ گستاخی اور سرکشی دیکھکر کہا : " افسوس ! اب تو میری جو کچھہ ان کی پاسداری تھی وہ بھی جاتی رہی " یہ کہہ کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشہیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھی آگ لگاکر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی - جب روح بن زنباع کو واقعہ کا علم ہوا تو وہ روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو کل تک میری ملازمت میں ایک ادنی خادم کی حیثیت رکھتا تھا ' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے ' اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جھلا کر حجاج کی طلبی کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش ہوا تو عبد الملک نے غضب ناک اس واقعہ کا سبب دریافت کیا :

حجاج : " امیر المومنین ! میں نے کیا کیا ؟

عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "

حجاج : " واللہ ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ھاتھہ آپکا ھاتھہ ھے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں ' مگر مجھے جو درجہ امیر المومنین نے عطا فرمایا ھے ' اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ہوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اُسکے ضائع شدہ سامان کا کافی معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھی ترقی کردی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی کارگذاری اور لیاقت کا علم ہوا ' اور اُسی روز سے وہ اسکی قدر کرنے لگا -

البلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاھتے ھیں جسکا یہ پہلا نمبر ھے - یہ ٹکڑہ ھم نے شائع کردیا ' لیکن چند امور کی تصریح و تذئیل ضروری ھے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصری ایڈیٹر الہلال قاھرہ کے مضمون سے ماخوذ ھے ' جو بجنسہ اسی عنوان سے (یعنی " العرب فی الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ہوا تھا - اگر ایسا نہیں ھے (کیونکہ محض حافظہ کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں اور الہلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ھیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسی کی تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامی " سے ماخوذ ھے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انہیں کاٹ دیا ' کیونکہ یہ حوالہ مضمون کی توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصری کی تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ھیں ' علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے مترجم و مقتبس ھیں ' اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالی از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ہونا چاھیے کہ تاریخ اسلام کی تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولی درجہ کے حاطب اللیل سے ھم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے ' اور استخراج و استنباط مطالب میں تو وہ نہایت ھی کوتاہ نظر ھے - بڑی مصیبت یہ ھے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخی میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کی تقلید کرتا ھے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ھے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ھے ' اسکے لیے کوئی نہ کوئی شاھد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ھیں اور گمراھیاں ' سوء تفہم ھے اور رسوء نظر ' غلطی استدلال ھے اور ضلالت استنباط ' جہل مصطلحات علوم ھے اور قلت معلومات فن: ظلمات بعضها فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرہ اصلی قدماء مورخین ھیں ' اور انکی مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھی نہیں ' لیکن اکثر مقامات میں معلوم ہوتا ھے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ھے ' اور واضح سے واضح تصریحات پر بھی اُسکی نظر نہیں پڑتی - پھر بہت سے مقامات ایسے بھی ھیں جہاں فی الحقیقت اسکی عصبیۃ مسیحی نے احقاق حق سے بازرکھا ھے ' اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھی اعراض کر جاتا ھے - یہ حالت افسوس ناک ھو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ھمیں قران حکیم نے بتلایا ھے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اھل کتاب کا قدیم ترین علمی و قومی ورثہ ھے : وان فریقاً منهم لیکتمون الحق وھم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاھر کیا گیا ' تو اسکی بنا صرف یہی نہیں ھے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلی مرحوم نے " الانتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کی پردہ دری کی تھی ' اور وہ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ عاجز و درماندہ ہوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الانتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھی ھیں جنکی نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا ' اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف انکے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ہوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے اُن مظالم سے بھی قطعی انکار کردینے پرمائل ھیں جنکو یعقوبی ' طبری ' دینوری ' اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رھے ھیں ' اور دلیل میں حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ھیں جس نے مسلم کی حدیث ائمۂ اثنا عشر کی گنتی پوری کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کرلیا ھے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخی نقائص کا میدان اس سے بھی زیادہ وسیع ھے ' اور اسکی مسیحی عصبیۃ جاھلیۃ نے بے شمار نئے نئے اصول و فروع وضع کرلیے ھیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ھی کو پیش نظر رکھہ لیا جاے ' تو مسلمانوں کی تمدنی و علمی تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ھیں -

بہر حال مقصود اصلی یہ ھے کہ آپ لوگ جارج زیدان کی تصنیفات کو کوئی معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں ' اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکی کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئی بڑا ھی وسیلۂ توثیق و تصدیق ھے - حوالے سے مقصود تصدیق ھے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ہوجاتی ھے - اصلی چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخی ھے اور ھمت کرنی چاھیے کہ براہ راست اسی سے اکتساب مواد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپکے مضمون میں جا بجا نہایت اھم غلطیاں پیدا ہوگئیں ' اور مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ کا نصف ٹکرہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دارو مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ھے ' مستشرقین یورپ مسلمانوں کی ھر تمدنی ترقی کو کسی قدیم متمدن قوم کی تقلید ثابت کرنے کیلیے ھمیشہ بیقرار رھتے ھیں ' اسلیے اس نے بھی مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ میں دو سخت تاریخی فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجی نظام تمام تر رومی نظام سے ماخوذ تھا -

(ب) چنانچہ اسی لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کی تہذیب سے متمتع ہونے کا موقعہ نہیں ملا ' وہ کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجی نظام کی باقاعدگی سے خالی تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوری وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ہوا ' تو انہوں نے بھی اسکی تقلید کی اور اسی طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ہونا چاھیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ھیں ' اور یا تو انکا مبدء فریب ھے یا جہل شدید - علامۂ بلاذری ' ابن سعد ' ابن قتیبہ ' ابو حنیفہ دینوری ' طبری ' یعقوبی ' اور کتب حدیث و آثار کے واضح و مصرح شواھد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ھیں کہ جارج زیدان کی جرأت پر سخت تعجب ہوتا ھے ' اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلی مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا -

میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -



اسیران جنگ

(۱)

یورپ نے جب کبھی اپنے تمدنی احسانات کا افسانہ دنیا کو سنایا ہے، تو اوسکے با اثر بنانے کیلیے: "اسلام" اور "غلامی" کی داستان پارینہ کو بھی ضرور دوہرایا ہے - حالانکہ اس آسمان کے نیچے صرف اسلام ھی ایک ایسا لفظ ہے جسکا ساتھہ "غلامی" کا لفظ کسی حالت میں بھی جمع نہیں ہوسکتا : واللہ یعلم انہم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ھی اس بدعت سئیہ کا موجد ہے ؟ کیا دنیا کی دوسری مہذب قومیں فاتحانہ حوصلہ مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتی تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتی تھیں ؟ دنیا کی قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانہ اور دردناک الفاظ میں دیتی ہے - گذشتہ قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتی تھیں جنکی حمایت کوئی قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً انہیں نہایت بیرحمی کے ساتھہ ذبح کر دیا جاتا تھا -

چنانچہ جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوری، فنیقی، مصری، اور یہودی قوموں کا عام طرز عمل یہی تھا، بلکہ انکا دست تطاول کبھی کبھی آزاد رعایا کی شہرگ تک بھی پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسی ظالمانہ طرز عمل کی بنا پر ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضی نے اس ظالمانہ نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا، یعنی قتل کی جگہ غلام بنانے کا رواج ہوگیا جو فاتح و مفتوح، دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکی ابتدا کی - ابتداء میں جو سپاہی جس شخص کو گرفتار کرتا، وھی اوسکا مالک ہوجاتا، مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکی ملکیت اپنے ھی لیے مخصوص کرلی -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسی وحشت قدیم کی تجدید کی، اور اسیران جنگ کی گردنیں غلامی کے طوق سے نکل کر تہ تیغ آ گئیں - ساتھہ ھی سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامی کا بھی عام اختیار حاصل ہو گیا -

اسکے بعد خود غرضی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، یعنی فدیہ لینے کا رواج پڑا - اسکی بدولت بہت سے جنرل دولت مند ہوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقی ہوئی کہ فدیہ کی صورت نے ایک مستقل تجارت کی صورت اختیار کرلی، اور قیدیوں کے مختلف گروہوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانہ میں بونا پارٹ نے یافہ میں دو ہزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھہ دنیا کے سامنے پیش کیا، اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یہ عذر کردیا کہ "یہ لوگ پہلی بار رہا کردیے گئے تھے، اونہوں نے پھر دوبارہ جنگ میں شرکت کی" اور یہ خونریزی اسی جرم کا نتیجہ ہے " لیکن یہ عذر نامقبول ہوا، اور اس وحشیانہ طرز عمل پر عام نکتہ چینی کیگئی -اسکے بعد رحمدلی کے جذبات کے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ قیدیوں کی جلا وطنی بھی تہذیب کے خلاف سمجھی گئی - یہاں تک کہ جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سائبیریا کی طرف جلا وطن کردیا تو اوس پربھی سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھی یہ امر مختلف فیہ رہا کہ اسیران جنگ کے ساتھہ اس قسم کا وحشیانہ سلوک جائز ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اب اگرچہ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد یہ اختلافات مٹ گئے ہیں، اور زمانہ حال کے مقننین نے یہ متفقہ فتوی دیدیا ہے کہ "اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچہ شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا ہے، لیکن اونکو بیچنا، قتل کرنا، غلام بنانا، کسی قسم کا ضرر پہونچانا، کسی حال میں بھی جائز نہیں" تاہم یہ مسئلہ اب بھی مختلف فیہ ہے کہ اگر خود قیدی فوج کے کسی سپاہی یا جنرل کو کوئی ضرر پہونچاے، یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن ہوجاے، تو ایسی حالت میں اوسکا قتل جائز ہے یا نہیں ؟ بلونتسکی اور ہافنر نے جواز کا فتوی دیدیا ہے، لیکن عموماً ارباب سیاست کی راے یہ ہے کہ " اس حالت میں بھی قیدی کو بالکل رہا کردینا چاہیے - اگر کوئی جنرل کسی شہر یا کسی گاؤں کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھہ سکتا تو اسکے جلانے یا برباد کرنے کا حق اسے حاصل نہیں ہوجاتا، پھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیادہ بیش قیمت اور عزیز ہے - پس صرف اس عذر کی بنا پر کہ قیدی قابو میں نہیں رہتا، اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں ہو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجودہ قانون جنگ نے یہ فیاضانہ وسعت حاصل کی ہے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے ہاتھہ آجاتے ہیں، اور وہ بھی قیدیان جنگ میں محسوب ہوتے ہیں، تو اسکی فیاضی کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے، اور انکے ساتھہ عام قیدیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچہ عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے - جرمنی کی فوجوں نے جب سیدان میں نپولین ثالث شاہ فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھہ نہایت شریفانہ سلوک کیا تھا، اور اسکے رہنے کیلیے خاص ایک محل خالی کردیا تھا - روس نے بھی امیر شامل چرکسی کی عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا، اور انگریزوں نے اگرچہ جزیرۂ ہیلانا میں نپولین کے ساتھہ اچھا برتاؤ نہیں کیا، لیکن زلوروں کے سردار اور ٹرانسوال کے جنرل کرونجی کے ساتھہ حالت قید میں وہ بھی نہایت عزت و احترام کے ساتھہ پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کی وسعت کے ساتھہ جنگ کی خونیں چادر کا دامن بھی وسیع ہوتا گیا، اور اسکے تمام نتائج کی ترقی کے ساتھہ قیدیوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا - چنانچہ پہلی جنگ جرمنی و فرانس میں صرف فرانسیسی قیدیوں کی تعداد تین لاکھہ پینتالیس ہزار تک پہونچ گئی تھی، جن میں

۱۱۱۲ افسر بھي شامل تھے - اس بناپر اسيران جنگ کے متعلق ايک خاص قانون بنانے کي ضرورت محسوس ہوئي -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت ميں دنيا کے سامنے آگيا ھے ' اور کہا جاتا ھے کہ تمام مہذب سلطنتيں اوسپر عمل کر رھي ھيں - اسيران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال ليني چاھيے -

(موجودہ قانون اسيران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذيل ھيں :

(۱) اسيران جنگ کي آزادي کو صرف اسقدر محدود کيا جا سکتا ھے کہ وہ اپني فوج ميں نہ جاسکيں - اسکے علاوہ نہ تو اونکو کوئي سزا ديجاسکتي ھے ' نہ اونکي توھين کي جاسکتي ھے ' اور نہ اوناپر آب و دانہ بند کيا جاسکتا ھے -

(۲) قيدي کو فاتح کے فوجي نظام کا پابند ھونا پڑيگا - اگر اوس نے خلاف ورزي کي تو فوجي عدالت سزا ديسکيگي -

(۳) قيديوں کے اسباب سے کسي قسم کا تعرض نہيں کيا جاسکتا ھے ' نہ اونکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ھے ' نہ اونکي جيب سے کوئي رقم نکالي جاسکتي ھے ' اور نہ اونکے زيوروں کو ھاتھہ لگايا جاسکتا ھے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ھو جاے تو اس حالت ميں بھي ضرور ھے کہ واپسي کے وقت ان چيزوں کو لازمي طور پر واپس کرديا جاے جو انسے عليحدہ کي گئي ھيں - ليکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر ديديجاتي ھے ' اور اب اسکا عام رواج ھو گيا ھے -

(۴) قيدي عموماً کسي محفوظ شہر يا قلعہ يا چھاوني ميں رکھے جاتے ھيں - اونکے ليے ايک محدود مقام متعين کرديا جاتا ھے - اوس ميں سَير و تفريح کي بھي اجازت دي جاسکتي ھے - ليکن گنتي کے وقت فوراً حاضر ھو جانا چاھيے -

(۵) افسروں کو عام قيديوں سے زيادہ آزادي دي جاتي ھے - قيدي کو بھاگ جانے کے خوف سے يا قانون جنگ کي خلاف ورزي کرنے پر جيلخانے ميں بھي قيد کيا جا سکتا ھے ' ليکن اونکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائيگا -

(۶) اگر متخاصمين ميں شرائط مقرر ھوگئے ھيں تو اونکے مطابق کھانے پينے کے بارے ميں قيديوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کيا جائيگا ' ليکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہيں ھوے ھيں تو جو خوراک فاتح کي فوج کو ملتي ھے ' وھي قيديوں کو بھي ديجائيگي ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ھي کے خزانے پر ھوگا -

(۷) ديانت اور شرافت کا اقتضا یہ ھے کہ قيدي کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شريک جنگ ھونے پر اور اپني فوج يا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کيا جاے - البتہ قيديوں سے اس قسم کے آسان کام ليے جاسکتے ھيں جو سخت تکليف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غير متعلق ھوں ' نيز فوجي عزت کو اون سے صدمہ نہ پہونچے -

(۸) قيديوں کا بھاگ جانا کوئي جرم نہيں ھے ' البتہ اونکے گرفتار کرنے کي ھر ممکن تدبير اختيار کي جاسکتي ھے - يہاں تک کہ حالت فرار ميں گولي بھي مار دي جاسکتي ھے - ليکن اگر وہ بھاگ کر اپني فوج سے مل گيا اور دوبارہ گرفتار ھوگيا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گيا تھا ' کوئي مزيد سزا نہيں دي جاسکتي - البتہ اب اسکي نگراني سختي کے ساتھہ کي جائيگي -

ليکن اگر تمام قيدي بھاگنے کي سازش کرليں اور اسکا راز طشت ازبام ھوجاے ' تو پھر اونکو ھر قسم کي سخت سزا يہاں تک کہ پھانسي بھي ديجاسکتي ھے -

(۹) کوئي قيدي دوسرے قيدي کا ذمہ دار نہيں ھوسکتا ' اسليے اگر کوئي قيدي بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھيوں سے باز پرس نہيں کي جاسکتي -

(۱۰) اگر قيدي عدم شرکت جنگ کا حتمي وعدہ کرليں تو اونکو اثناے جنگ ميں بھي رھا کيا جاسکتا ھے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سياسي مشاغل ميں مصروف ھوسکتے ھيں ' نيز دوسرے ملکوں سے جنگ بھي کرسکتے ھيں ' بشرطيکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حليف نہو جس نے اونکو رھا کيا ھے -

ليکن اگر قيديوں نے بد عہدي کي تو اس جرم ميں پھانسي تک ديجاسکتي ھے - قيدي جس حکومت کي رعايا ھيں ' اگر وہ فوج کے اخلاقي حقوق کا بھي لحاظ رکھتي ھے ' تو اونہيں خدمت فوجي سے مستثني کرديگي ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فياض نہيں ھے ' تو قيديوں کو وظائف عسکري سے انکار کرنے پر سزا ديسکتي ھے - باايں ھمہ اخلاقي حيثيت سے ايسا نہيں کرنا چاھيے - ولايات متحدہ امريکہ نے اس مسئلہ ميں دوسرا طرز عمل اختيار کيا ھے ' يعنے اگر وہ قيديوں کے قول و قرار کا احترام نہيں کرسکتي ' تو اُنہيں قيدي بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کرديتي ھے جس نے اونکو رھا کيا ھے - اگر اوس نے قيدي بنانے سے انکار کرديا تو پھر ان پر اس معاھدہ کي پابندي باقي نہيں رھتي -

(۱۱) قيديوں کے مبادلہ سے قيد کي پابندياں اوٹھہ جاتي ھيں ' اور قيدي بالکل آزاد ھوجاتے ھيں - مبادلہ بالکل اختياري ھے ' اور رھا شدہ قيديوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلينا چاھيے کہ وہ دوبارہ فوج ميں شامل ھوسکينگے يا نہيں ؟

مبادلہ ميں قيديوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ھے - افسر کا افسر کے بدلے ميں ' زخمي کا زخمي کے بدلے ميں ' مريض کا مريض کے بدلے ميں ' مبادلہ کيا جاتا ھے - نيز ايک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاھيوں کے عوض کيا جا سکتا ھے -

(۱۲) اختتام جنگ کے ساتھہ ھي قيد کي مدت بھي ختم ھوجاتي ھے ' اور تاوان جنگ يا کسي دوسرے مال کے معاوضے ميں قيدي رھا کرديے جاتے ھيں - (از تاريخ علم الحقوق مصطفى رشيد پاشا)

گريٹ يوروپين وار ميپ

اڈيٹر الھلال کي راے

عام تعليم کے فقدان کيوجہ سے جغرافيہ و تقويم بلدان کي واقفيت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ھے ' اور اسليے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوري صحت کے ساتھہ سمجھہ نہيں سکتے - علي الخصوص موجودہ عالمگير جنگ کي خبرونکا صحيح اندازہ تو بغير اسکے ممکن ھي نہيں کہ يورپ ' ايشيا ' اور افريقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پيش نظر ھوں - اس بنا پر منشي محبوب حسين صاحب کي جانفشاني قابل داد ھے کہ اونھوں نے ايک نہايت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگريزي ميں مرتب کيا ھے ' اور اسميں پوري احتياط و پابندي اصول نقشہ نويسي سے کام ليا ھے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کيليے بھي ضروري ھے کہ اس نقشہ کي ايک ايک کاپي ضرور ليں اور اپني سامنے لٹکا ديں - موجودہ جنگ دنيا ميں جو انقلاب کر رھي ھے اسکے اجمال کي يہ نہايت عمدہ شرح ھے - قيمت بغير رنگ ۴ آنہ - رنگين ۸ - آنہ فولڈينگ - خوبصورت مجلد کتاب کي شکل ايک روپيہ - مونٹڈ يعني کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپيہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منيجر - ايم - حسن برادرس - نمبر ۲ نواب عبد الطيف لين - کلکتہ

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑی سی رهگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رهنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کوناسی لکڑی سے طیار کیا گیا ہے جو کہ کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوری اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاریگا - ہندی هارمونیم سکھچها کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے- یہ دوا اُن کھوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ -کھانسی کے لیے بھی مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون، مرگی والا جنون، غمگین رهنے کا جنون، عقل میں فتور، بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر پا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم - سی - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں - "مینے اوبہرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ویلس - ایل - ایم - اینڈ - آر - سی - پی ایلڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- " نمونے کی شیشیاں اوبہرالن کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جی - ایم - براڈی - ایم - ڈی - (برن) بی - ایس - سی - (لندن) سینٹ جان اسپتال ارکاٹ کی بمبلی فرماتی ہیں : " اوبہرالن جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ، یہ ہر قسم کے دماغی شکایتوں کو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتی ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جو کہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچاتی ہے - ... قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ اکثر رفع ہو جاتی ہے اس کے استعمال کرنے ہی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رنگوں کی تازگی - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت ! !

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هــذا بـيـان لـلـنـاس ، و هـدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ، از خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے ، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل قدر مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زیادہ سے زیادہ ١٠٠ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتھه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمۀ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحه کي تفسیر کا هوگا ، انشاء الله ١٥ - صفر کو شائع هوجائیگا - قیمت سالانه ١٤ - صفر تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon L[illegible]

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن الحكيم)

البلاغ

هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا
أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

جلد ا | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبــر - ۴ - ۵
Calcutta : Friday, December 24 - 17 1915.

ترجمان القرآن

يعني قرآن حکيم کا اردو ترجمه' از خامهٔ ايڈيٹر الهـلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع کا مقدس کام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے' جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالی انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجه عطا فرماتا هے' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام' امام الاعلام' مجدد العصر' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا' اور اردو زبان ميں ترجمة القران کي بنياد استوار هولي - شکر الله سعيهم' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے' ليکن يه کهنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي' اسکي تکميل کا شرف حق تعالی نے ايڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز' و بلاغت و انشاء مخصوص' و فهم حقائق و معارف قرانيه' و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس' عام فهم' معني خيز' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے' اور بحمد الله که زير طبع هے-

يه ترجمه کيسا هے ؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں' اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے-

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو' اور بچوں' عورتوں' سب کے مطالعه ميں آسکے- قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے- ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجدينگے' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الهـــلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله هے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیه کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تها - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا هے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا هے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر هے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طرز تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه هے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز هے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله هے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا هے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي هے : و ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد فی سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص هے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں هے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں- وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه هے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف هے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا هے-

(۷) چهه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی هے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي هے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چهپائی کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چهپے گي - تیسري' چوتهي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهی هیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بهی اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(۹) با ایں همه قیمت صرف سات روپیه هے- ایک روپیه جلد کی اجرت هے -

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبـــر - ۴ - ۵ | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

ترجمان القران

ترجمان القران اور البیان کیلیے بعض ارباب دل کو الله تعالی نے توفیق دي که وه اسکے متعدد نسخے لیکر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس میں مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انکي ترتیب و اشاعة کا اصلي نفع حاصل کیا جاے - چنانچه اس هفتے مولوي علیم الدین صاحب نے برار سے ' مولوي محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوي امین الدین صاحب اورسیر نے بمبئي سے بالترتیب ترجمان القران اور البیان کے دس دس نسخوں ' آٹھه آٹھه نسخوں ' اور سوله سوله نسخوں کي قیمت بھیجدي هے - فجزا هم الله تعالی خیر الجزاء في الدنیا و الاخرہ -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ایک صاحب دل دونوں کتابوں کے بیس بیس نسخوں کیلیے قیمت بھیج چکے هیں جنکو وہ کسي مدرسه کے طالب علموں میں تقسیم کرینگے - ساتھه هي وہ پسند نہیں کرتے که انکا نام شائع هو - یه انفاق في سبیل الله کا منتہاے مرتبه هے -

(۳) اس سے زیادہ قابل ذکر جناب رستم علي صاحب سول هسپتال مالاکنڈ پشاور هیں جنہوں نے ایک ایسے مقام سے جہاں سوا متعلقین دفاتر کے اور کوئي تعلیم یافته آبادي نہیں ' ترجمان القران اور البیان کے نو نو نسخوں کي قیمت بھجوادي هے -

(۴) بعض احباب توسیع اشاعت کیلیے نمایاں طور پر کوشش کررهے هیں ' اور دفتر انکے اخلاص و محبت کا شکرگذار هے - هم نے بارها اس خیال کو ظاهر کیا هے که کسي پریس کي اعانت کا صحیح و اصلي طریقه چنده اور عطیه نہیں هے ' بلکه توسیع اشاعت کي کوشش - اگر ایک چیز کو آپ مفید یقین کرتے هیں تو دوسروں تک پہنچائیے اور اسکے فوائد کا دائرہ وسیع کیجیے - ابتدا سے البلاغ محض گذشته پیشگي قیمتوں میں تقسیم هورها هے اور اکثر حالتوں میں سال بھر تک اور بعض حالتوں میں چھه ماه تک یهي حالت جاري رهیگي - اسلیے سخت ضرورت هے که نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور امید هے که احباب کرام حتی الوسع اسکے لیے کوشش کرینگے -



عہد التواء و انتظار

یاد رفته کا ایک لمحهٔ فکریه !

رند هزار شیوه را ' طاعت حق گراں نبود
لیک صنم به سجده در ' ناصیه مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذهب دعوة)

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعي کي زندگي کا امتیاز " نفع عام " اور " اخلاص عمل " کو قرار دیا هے ' اور کہا هے که تجارت لینا اور حاصل کرنا چاهتي هے ' پر راه دعوة کي اولین شرط دینا اور کھونا هے ' تو تم انکار کرنے میں جلدي نه کرو - کیونکه بہت ممکن هے که جن نظریات مخالف کي بنا پر تم ایسا کرنا چاهو ' انسے میں بیخبر نہوں :

چو بشنوي سخن اهل دل مگو که خطا ست
سخن شناس نه دلبرا خطا اینجا ست !

دراصل یه سوال اس مشہور اور مشکل مسئله کے حدود میں داخل هوجاتا هے جسکا تعلق عمال انساني کي خود غرضي اور طبعي خواهش حصول نفع سے هے ' اور جو فلسفه کے دائرہ میں آکر یه سوال بن جاتا هے که انسان کے تمام جذبات و امیال ' اور اعمال و اقدام کا محور و محرک اصلي کیا هے ؟ اور اسکا کوئي جذبه و عمل خود غرضي یعني جلب نفع ذات سے خالي هوسکتا هے یا نہیں ؟

قدیم حکماء نے بھي اس مسئله پر نظر ڈالي هے اور حکماء جدید نے بھي - حکماء اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفهٔ اخلاق

کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ' انکے مباحث و آراء کا بھی ایک ذخیرۂ وافر موجود ہے - علامۂ ابن مسکویہ ' امام غزالي ' اور امام راغب اصفہاني نے اپني تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کي ھیں - نئے دور کے حکماء میں سل نے اسپر خاص توجہ کي ' اور ایک خاص مقالہ " فلسفۂ خود غرضي " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ھیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے ' اسکے تمام جذبات اسي کے تابع ھیں ' وہ جو کچھہ کرتا ہے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ہے - حتی کہ ماں باپ کي محبت بھي خود غرضي سے خالي نہیں - البتہ کوئي خود غرضي بہت واضح ھوتي ہے ' کوئي بہت مخفي ' کوئي بالکل سامنے کا قریبي نفع ھوتا ہے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ہے ' کوئي اسقدر دور ھوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ھوتا ہے ' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں کسي طرح کي ذاتي غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ہے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاھتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشني موجود ہے ' اور تفسیر البیان میں بہ تفصیل یہ بحث آچکي ہے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ھیں ' انہوں نے خلوص کي ایک خاص تعریف کي ہے ' اور انکا انکار در اصل اسي خلوص سے ہے - لیکن یہ انکار ھماري موجودہ صحبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعي کي کوئي ایسي غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ھوتي جو خود اسکے لیے بھي مفید ھو ' بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کي طرح عوض و بدل مالي کا طالب نہیں ھوتا ' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے ' اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کي راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپني ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و امیال ' اپني آزادي ' اپني راحت ' اپني صحت ' اپنا ھر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپني زندگي اور اپني جان تک دیدیني پڑیگي - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ صحیح راہ دعوۃ اختیار کرني چاھیے ' اسي لمحہ کے اندر اسکا بھي فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ تجارت کي کائنات عوض و بدل سے ھمیشہ کیلیے باھر آجانا چاھیے - وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کي دکان اور دعوۃ کي قربانگاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائي جا سکتي - یہ دو سوکنیں ھیں جو ایک شوھر کے گھر میں کبھي بھي جمع نہ ھونگي - ضرتان ' ان رضیت احد اھما ' سخطت الاخرى :

سراپا رھن عشق و ناگزیر الفت ھستي !
عبادت برق کي کرتا ھوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضي)

اگر تم کہتے ھو کہ انسان کا کوئي فعل نفع ذات کي خواھش سے خالي نہیں ھوسکتا ' تو یہ کون کہتا ہے کہ داعي اپنے سامنے نفع ذات کي کوئي خواھش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپني ذات کي نفع اسکے بھي مد نظر رھتي ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رھتي ہے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھي رکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے - یقیناً معاوضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھي دیکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جسکي طلب میں تاجر بیقرار ھوتا ہے - داعي کیلیے سب سے پہلي اور سب سے بڑھکر اپني ذات کے نفع و سود کي غرض یہ ھوتي ہے کہ جس " یقین " کي قوۃ سے تجارت کي پوري زندگي یکسر محروم ہے ' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ہے کہ ایک سب سے بڑي اور سب سے بالا تر ذات ہے جسکي خوشي اور مرضي اسي کام میں ہے جو میں کر رھا ھوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو ' میرے وجود معین کو ' میرے نفس خاص کو اسي وقت ملسکتا ہے ' جبکہ اس راہ فنا فرماے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کي سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں ' لعل و جواھر کو پھینکوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ھاتھہ سے اپني آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ھاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں ' لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطي سے دشمني کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے اپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپني آنکھوں کو ھمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ھمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کي ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھي بس نہ کروں ' اور اگر اس محبوب حقیقي ' اس شاھد یکتا کي ایک چشم مہر ' ایک نگہ عشق پرور ' ایک تبسم جان نواز ' ایک اداء قبولیت ' بھي ملسکے ' تو سولي کے تختے کا طواف کروں ' جلاد کے ھاتھوں کو بوسہ دوں ' آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

مرتا ھوں اس آواز پہ ' ھر چند سر اڑجاے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جاے کہ " ھاں اور "

یہي وہ مقام ہے جسکي طرف صحیح بخاري کي یہ حدیث اشارہ کرتي ہے :

والذي نفسي بیدہ '	اس خدا کي قسم جسکے ھاتھہ میں
لودوت اني اقتل في	میري جان ہے ' میں چاھتا ھوں کہ
سبیل اللہ ثم احیا ' ثم	اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ
اقتل ثم احیا ' ثم اقتل	ھوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں
ثم احیــــاء ' ثم اقتل !	اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں اور

قتل کیا جاؤں - اسکي راہ میں مجروح و مقتول ھونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ھونے کیلیے بار بار کي زندگي کا طالب ھوں !

اے کاش بدے بجاے یک جان صد جان
تـا میکشي و بـار دگـــر میخـــرم !

تم کہتے ھو کہ اگر تاجر اپني ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے ' تو وہ بھي نفع ذات اور خود غرضي سے خالي نہیں ھوسکتا جسکا نام داعي رکھا گیا ہے - ھاں ' یہ سچ ہے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعي کي خود غرضي اور نفع ذاتي کي طلب کیا ہے ؟ تاجر اگر کسي ایک جنس کو زیادہ اچھي قیمت پا کر بیچتا ہے ' تو خوش ھوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکي خود غرضي کي ھوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھي - اسي طرح داعي اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹنے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ھونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے ' تو خوش ھوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضي کیا ' اور آج اس روٹھے ھوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھسے من ھي نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعي کي خود غرضي اور خود پرستي کي ھوس طلب رضاء الہي میں پوشیدہ تھي - وہ بھي تاجر کي طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض کي نوعیت ھي بدل گئي - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئي جو پانے سے پرورش پاتي ہے ' اور داعي نے اس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتي ہے :

من و بیدل حریف سعي بیجا نیستم واعظ
تو و قطع منازلہــــا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ہے ' سر پیٹتا ہے کہ تباہ ھو گیا - داعي جس دن نہیں کھوتا ہے ' ماتم کرتا ہے کہ اج اس نے اپنے محبوب کي رضا کیلیے کچھہ نہ پایا - وھاں اگر ایک پیسہ کا بھي نقصان

ہوتا ہے تو دل میں ٹیس اُٹھتی ہے کہ سرمایۂ زندگی گھٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے تو صرف اسلیے کہ کاش اور ہوتا تو اور زیادہ لٹاتے :

سارت مشـــرقة و سرت مغـــرب
شتان بين مشـــرق و مغـــرب !

یہاں کا عالم دوسرا ہے' اور مل کے فلسفہ ہی پر کائنات انسانی کے احکام ختم نہیں ہوگئے ہیں - اُس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتی کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکھہ اور امن کے عشق میں پاگل رہتا ہے ' وہ انسان بھی ہمیشہ پیدا ہوے ہیں اور پیدا ہوتے رہینگے جنکی زندگی کی بڑی محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں' بلکہ درد و ایذا اور دکھہ اور ٹیس ہے - شاید ہی دنیا میں کوئی مخلوق بڑی سے بڑی راحت اور بہتر سے بہتر سکھہ پاکر اسقدر خوش ہوتا ہوگا' جسقدر دکھہ اور زخم پاکر اُنکی روح عیش و نشاط سے معمور ہوجاتی ہے !

وہ اپنے کاروبار دعوۃ کی راہ میں جب نکلتے ہیں تو صرف زخم و درد ہی کے بھوکے پیاسے رہتے ہیں - حتی کہ جب اُنہیں کوئی نیا زخم ملتا ہے تو نئی صداے شکر انکے اندر سے اُٹھتی ہے ' اور جب وہ کسی نئی بربادی ' کسی نئی جسمانی تباہی ' کسی نئی ضرب شمشیر ' کسی نئی حلقۂ زنجیر سے دو چار ہوتے ہیں' تو خوشیاں مناتے ہیں کہ آج اپنے خدا کو اپنے سے راضی کرنے کیلیے سب سے بڑی دولت ہاتھہ آئی :

در عالم نقد جان بر دست دارند
بیا زارے کہ سوداے تو باشد !

حضرۃ رابعۂ بصریہ سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے ؟ قالت : رکعتان في العشق ' لا یصح وضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں ' مگر انکا وضو صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منہہ کو نہ دھو لو :

گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۂ بغدادی سے ایک شخص نے پوچھا کہ چالیس اونٹ ہوں تو انکی زکواۃ کیا ہوئی ؟ کہا : اما عندکم فواحد ' و اما عندنا فکله - تمھارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک ' اور ہمارے مشرب میں پورے چالیسوں - یہی مذہب حضرۃ صدیق کا تھا ' جب وہ سب کچھہ لٹا کر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوے تھے' اور جب حضور نے انسے پوچھا تھا کہ : ما ابقیت لاهلك ؟ اپنے اہل و عیال کیلیے کیا چھوڑ آے ہو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم الله و رسوله ! اللہ اور اسکے رسول کو - من له المولی فله الکل :

آنکس کہ ترا بخواست جان را چہ کند ؟
فرزند و عیال و خان و مان را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہـــانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہـــان را چہ کند ؟

(تجارت و ربح دعوۃ)

اور اگر تم تجارت تجارت ہی کہہ رہے ہو' تو پھر تمھاری دکانداری کے مقابلے میں یہاں بھی ایک خرید و فروخت موجود ہے :

ان اللــه اشتــرى من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة -

بلا شبہ خدا نے مومنین مخلصین کی جانوں اور مالوں کو نعائم اخرۃ کے معاوضے میں خرید لیا ہے !

یہ نہ کہو کہ راہ دعوۃ میں " اخلاص " نہیں ہو سکتا - اگر نہیں ہوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کی خود غرضی ہی سہی - لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ تم جن معاوضوں پر مرتے ہو' ہر دل کیلیے اسی معاوضے میں کشش ہو ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مومن داعی اُس معاوضہ کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھہ دیدے' جو روز ازل ہی میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا ہے ؟ و انشد الاصمعي لجعفر الصادق علیه و علی آبائه و اجداده الصلواة و السلام :

اثا من بالنفـــس النفیســـة ربها
و لیـــس لها فی الخلق کلهـــم ثمن
بها تشتـــري الجنات ان انا بعتهـــا
بشـــي سواها ' ان ذالکـــم غبـــن
اذا ذهبت نفســـي بشي اصیبـــه
فقد ذهب الدنیا و قد ذهـــب الثمن !

اگر " غرض " کی تلاش ہے تو اس سے بڑھکر بھی کوئی غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے ہوسکتی ہے کہ رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسی حقیر و اذل متاع کا خریدار بنالے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا ہی پڑیگا' اور ایک ایسی جان کو دیکر جو بجبر و اکراہ ایک دن دینی ہی پڑیگی' اسکی رضا و محبت کی دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جاں بجـــاناں دہ وگرنہ از تو بستـــاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بدیں یا آں بکیں !

(ابتغاء مرضات اللہ)

قرآن حکیم نے بھی اخلاص کے معنی وہ نہیں بتلاے ہیں جو تم اپنی فلسفیانہ تفرید جذبات و اعمال کے بعد قرار دینا چاہتے ہو - وہ اخلاص کی حقیقت یہی بتلاتا ہے کہ زخارف دنیوی اور زینۃ مادیہ کی جگہ محض اللہ کی خوشنودی کیلیے اپنی جان و مال کو خرچ کرنا ' اور خدا کی مرضی کے حصول اور اسکی محبت کی بادشاہت کو اپنی غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹھہرانا :

و من الناس من یشري نفسه ابتغاء مرضات الله ' و الله رؤف بالعبـــاد -

اور اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضاء حاصل کریں !

سورۂ دہر میں اُن مخلصین کے اعمال بتلاے جو اپنی خدمتوں کا کوئی دنیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں ' بھوکوں کو کھلاتے ہیں' پیاسوں کو پلاتے ہیں' اور پھر کہتے ہیں کہ :

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء و لا شکـــورا !

یہ جو ہم نے تمھیں کھلایا پلایا ' سو اسکا کوئی بدلہ اور کوئی احسان مندی تم سے نہیں چاہتے - یہ جو کچھہ بھی تھا صرف اللہ کیلیے تھا اور اسیکی رضاء کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راہ دعوۃ و تبلیغ کا اصلی مرکز و ماخذ مقام نبوت ہے - تم نے کبھی غور کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ قرآن حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے ' اُن میں سے تقریباً سب نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے ہمیشہ کہا کہ ہم داعی ہیں' تاجر نہیں ہیں ؟ حضرۃ نوح علیہ السلام نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (ہود) حضرۃ ہود نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجـــري الا علی رب العالمیـــن (شعرا) حضرۃ صالح نے قوم ثمود سے کہا : و ما اسئلکـــم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ لوط نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر الا

علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ خاتم المرسلین کي نسبت فرمایا :

و ما تسئلهم علیه من اجر ' ان هو الا ذکر للعالمین (اخر یوسف) یعني سب سے کہدو کہ هم اپني خدمتون کا کوئي معاوضه ' کوئي بدله ' کوئي اجر ' تم سے نہیں چاهتے - همارا جو کچهه بهي اجر و معاوضه کا حساب هے ' اسکي جگه دوسري هے ' اور وہ بارگاہ رب العالمین هے !

یہ اسي حقیقت ثابتة و نبویه کي طرف اشارہ هے که تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کي راہ دوسري هے ' اور دعوۃ و تبلیغ کي راہ دوسري هے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبه بهي رکهتا هو ' وہ داعي نہیں هوسکتا ' اور جسپر دعوۃ کا ایک لمحه بهي گذر جاے ' وہ بازار تجارت کا رهرو نہیں هوسکتا - انبیاء کرام مقام دعوۃ و تبلیغ کا انتہائي مرتبه تهے ' پس جب کبهي انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپني حیثیت کو واضح کیا اور کہا کہ هم داعي هیں ' تاجر نہیں هیں - سورۃ هود اور سورۃ شعراء کو دیکهه جاؤ - حضرات انبیاء کرام علیهم الصلواۃ و السلام کے تمام مواعظ و خطب کیا کہتے هیں ؟ ان اجري الا علی رب العالمین : رب العالمین کے لفظ پر غور کرو - الله ' الله ' جو مزدور اپني مزدوري تمام جہانوں کے مالک ' تمام عالموں کے شہنشاہ ' تمام کائنات خلق کے فاطر و پروردگار سے لینے والا هو ' اسکي نظروں میں زمین پر چلنے پهرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرۃ رزق کیلیے اسي سرکار کے محتاج هیں ' کیا هستي رکهتے هیں که انکے آگے دست طلب دراز کرے اور انہیں اپنا خریدار بنائے ؟

مباش غمزدہ عرفي که زلف قامت یار
جزاے همت عالي و دست کوته ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑي " غرض " (اگر غرض کي تلاش ضروري هے) تو داعي کے سامنے یہي هوتي هے ' اور اسي کو قران حکیم نے وجه الله ' سبیل الله ' مرضات الله ' اور لقاء وجه رب سے تعبیر کیا هے - تم چاهو تو اسکو اپني فلسفیانه زبان میں یوں سمجهه سکتے هو کہ بلا شبه انسان کا کوئي کام غرض سے خالي نہیں هوتا ' لیکن مذهب کي یقین بخشي مرضات الهي کي طلب اسي جوش و عشق کے ساتهه پیدا کر دیتي هے ' جس جوش و هیجان سے ایک تاجر خریدار کي جیب کو دیکهتا هے ' پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لا یعقل ' اور سحر زدۂ مذهب انسان بهي هوتے هیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو هیچ دیکهتے هیں ' اور اپنے اندر اور اپنے سے باهر جو کچهه بهي رکهتے هیں ' سب کو اسي غرض کیلیے لٹا دیتے هیں - تم انکو مجنون سمجهکر اپنے جي کو سمجها لو - لیکن وہ ایسے مجنوں هیں که انکا جنون تمہاري هشیاري پر هنستا هے - تم ساري دنیا کي دولت کما کر بهي وہ لذت ' وہ عیش ' وہ نشاط ' وہ سرور و انبساط ایک لمحه کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ' جو وہ اپنا سب کچهه کهو کر ' اپنے هاتهوں میں هتکڑیاں پہن کر ' اپنے پانوں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ' اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ' بلکه اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کهڑے هوکر حاصل کیا کرتے هیں - تم میں ایک انسان نہیں جو هفت اقلیم کي بادشاهت کا تاج پہن کر بهي اس لذت کو پاسکے ' جو راہ دعوۃ کا ایک درویش و فاقه مست اپنے تلووں میں کانٹے چبها کر حاصل کرتا هے ' اور اپني شہنشاهي کے آگے تمہارے چاندي اور سونے کے بڑے بڑے ڈلوں کو کنکر پتهر کے ایک ڈهیر سے زیادہ نہیں پاتا - تم اس سے انکار مت کرو ' البته کہو که تم ان باتوں کے مخاطب نہیں :

حریف کاوش مژگان خوں ریزش نئي ناصح
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راہ دعوۃ کا تذکرہ هے - کسي شخص خاص کے واردات سے بحث نہیں ' اور نه اشخاص کي محرومي سے عمل کي تقدیس کو بٹه لگ سکتا هے - مانا که هم خود محروم هیں ' لیکن صدها اور هزارها انسان اس مقام سے لذت یاب هوچکے هیں ' اور خدا کي زمین کبهي انسے خالي نه رهیگي - عرفي شیرازي نے کیا خوب اسکا فیصله کردیا هے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
ایں نشه بمن گر نه بود با دگرے هست

البته یه یاد رهے که حقیقت ' انساني اعتراف کي منتظر نہیں ' اور دهواں جبهي اٹهتا هے جب آگ سلگتي هے - اگر آنکهوں میں بینائي هے تو دیکهه سکتے هو :

فریاد حافظ ایں همه آخر بهرزہ نیست
هم قصۂ غریب و بیان عجیب هست

(موثرات و داعیات دعوۃ)

اس مبحث میں سب سے زیادہ اهم نقطۂ نظر یه هے که داعي کے کاروبار اور مقاصد عمل کي نوعیت هي ایسي واقع هوئي هے که اگر وہ قرباني و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بهي چاهے ' تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک که دعوۃ کي راہ سے یکقلم باهر نه آ جاے -

داعي خواہ کسي درجه ' کسي قسم کا هو ' لیکن اگر وہ داعي هے ' کوئي دعوۃ ' کوئي پکار ' کوئي تبلیغ اپنے سامنے رکهتا هے ' تو قدرتي طور پر اسکي زندگي اور زندگي کي تمام جد و جهد کا مقصد صرف یہي هوگا که کسي نه کسي طرح اپني دعوۃ کي کامیابي کو دیکهے ' اور کسي نه کسي طرح انسانوں کے دلوں کو اسکي طرف مائل کردے - اگر وہ مخلص نہیں هے ' اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکهتا ' اگر شہرت کا بهوکا هے ' ناموري پر جان دیتا هے ' دعوۃ و تبلیغ کے ذریعه اپني زندگي کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاهتا هے ' یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئي غرض و مقصد نفساني و ذاتي اپنے سامنے رکهتا هے ' تو بهي به حیثیت داعي هونے کے ' به حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے ' کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواهشمند هونے کے ' کام کي نوعیت هي اسے مجبور کریگي که لینے کا وهم بهي دلمیں نه لاے ' اور دینے اور لٹانے کیلیے هر وقت طیار رهے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا هے ' اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب هے ' وہ لوگوں سے انکي مالوفات و محبوبات کو چهڑانا چاهتا هے ' وہ ان سے اعتقاد ' عمل ' اور اعتراف و تصدیق کا طالب هے ' پس اگر اسکو هزارها روپیے دیکر ایک انسان بهي ملیگا ' لاکهوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بهي هاتهه آئیگا ' سب کچهه دیکر اور کهو کر اسکے معاوضے میں ایک چہرے کو بهي اپني طرف مائل پائیگا ' تو وہ کہیگا که یه نقصان مال نہیں ' یه اتلاف متاع نہیں ' یه ضیاع وقت و نفس نہیں ' یه تو کامیابیوں کي شہنشاهي هے ' کامرانیوں کا تاج و تخت هے ' فوز و مراد کي فتح هے ' حصول و وصول کي بہشت هے - یه لٹنا نہیں ' لوٹنا هے - یه دینا نہیں ' لینا هے - یه کهونا نہیں ' پانا هے - یه خسران نہیں ' ربح هے - یه تحبط اعمال نہیں ' فوز عظیم هے - یه موت نہیں ' حیات جاوداني هے - کیونکه یہي چیز اسکا مقصد تهي ' یہي مقام اسکا منزل مطلوب تها - اگر وہ نام و نمود کا طالب تها تو اسي میں هے ' اگر وہ شہرت کا بهوکا تها تو اسي راہ میں هے ' اگر وہ عزت و شرف کا طالب تها تو اسي میں ملیگي - وہ راہ دعوت میں آکر کهونے اور لٹنے سے بچیگا کیوں ؟ وہ تو کهونے هي میں اپني هر غرض کو مخفي دیکهے گا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کي نوعیت هي ایسي هے که وہ کهونے اور لٹانے کا تصور بهي نہیں کر سکتا - اگر خواب میں بهي اپني ایک کوڑي کو گرتے دیکهے گا ' تو اس زور سے چیخماریگا که پهانسي کا پهندا دیکهکر بهي ایسي بدحواسي کي چیخ نہیں نکل سکتي -

اسئلة واجوبتها

فاتحــة البــلاغ

بعـض اسئلــة مهمــه

حديث اختــلاف امتي رحمة

[از جناب مولانا علي احمد صاحب مدراسي]

جناب کو معلوم ہے کہ یہ خاکسار آغاز اشاعة الهـــلال سے اسکا بالالتزام مطالعہ کرتا رہا ہے' اور اس بارے میں جو خیالات رکھتا ہوں' اسے زبانی عرض کر چکا ہوں جبکہ حسن اتفاق سے دہلی میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا - اب ایک عرصہ کے انتظار و اضطراب کے بعد البـــلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الهـــلال سے بھی دو چند بلکہ دہ چند نظر آے :

نقاش نقش ثاني بہتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربي فاتحة البـــلاغ جو مسلسل دو اشاعتوں میں شائع ہوا - اسکي فصاحت و بلاغت لفظي اور معارف معنوي کا حال صرف ارباب ذوق و کمال ہي جان سکتے ہیں - ہندوستان کي سرزمین سے تو ادب عربي کي ایسي صدائیں مدتوں سے نہیں اٹھیں' اور نہ اُن معارف و مطالب کا کہیں سراغ لگ سکتا ہے جو اسکے ہر حصے میں موجود ہیں - سچ یہ ہے کہ جناب کا معاملہ اب اس سے گذر چکا ہے کہ معمولي و رسمي الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں ;

ترا چنانکہ توئي ہر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود مي کنند استدراک !

....

البتہ فاتحة البـــلاغ کے بعض مقامات ایسے ہیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب ہوں - حاشا کہ اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانہ ہو - مقصود محض توضیح مزید ہے' اور جو اخلاص و ارادت جناب کي سالہا سال سے خاکسار رکھتا ہے' امید ہے کہ وہ ہر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگي -

سب سے پہلي بات یہ ہے کہ نمبر اول کے آخري صفحہ میں جہاں جناب نے حدیث " لتسون صفوفکم او ليخالفن الله وجوهكم " پر بحث کي ہے' وہاں تعجب و انکار کے لہجے میں یہ بھي فرمایا ہے کہ : و نعد هذا رحمة بنا و نعتقد بان الاختلاف بين الامة رحمة ؟ یعني آنحضرة صلی الله علیه و سلم تو نماز کي صف میں ہمارے قدموں کا اختلاف بھي پسند نہیں کرتے' اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سرے سے نماز کي جماعتوں ہي میں اختلاف کرتے ہیں' اور ہر گروہ اپني الگ جماعة کھڑي کرتا ہے' اور پھر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اختلاف امة کا رحمت ہے ؟

لیکن نہیں معلوم جناب نے اختلاف امة کو رحمت قرار دینا کیونکر قابل اعتراض قرار دیا' جبکہ سمجھنے والوں کي یہ اپني سمجھ ہي نہیں ہے بلکہ مشہور حدیث خود سرور کائنات کي موجود ہے کہ " اختلاف امتي رحمة " میري امة کا باہمي اختلاف رحمت ہے - پس گو اختلاف کا اس حدیث میں اور مطلب ہو' مگر لفظ تو اختلاف کا آیا ہے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حدیث تک پہنچ جاتا ہے - از راہ لطف اسکي نسبت تشریح فرمائیے' کیونکہ بڑے بڑے مستند علماء نے اس حدیث کو اپني کتابوں میں درج کیا ہے اور حضرة امام شعراني نے میزان میں اس حدیث کا مصداق اختلاف ائمۂ اربعہ کو قرار دیا ہے - کما لا یخفی علیکم -

البــــلاغ :

حدیث " اختلاف امتي رحمة "

بلا شبہ آپکا یہ خیال درست ہے کہ فاتحہ کي عبارت منقولہ کا انکار و تعجب اس حدیث کے سوال تک منتہی ہوتا ہے - لیکن نفس حدیث تک نہیں' بلکہ حدیث کے اس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے' اور عموماً فتنۂ اختلاف و تحزب و تمذہب کے مباحث میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے -

فقیر کا اُس جملہ سے مقصد صرف یہ تھا کہ جس وجود اقدس (روحي فداہ) کو امة کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نہ تھا' اسکي امة عقائد و عبادات میں مجسمۂ اختلاف و شقاق بنگئی ہے' اور پھر کہتي ہے کہ یہ رحمت ہے - اگر یہ " رحمت " الہي ہے تو بقول جاحظ کے " عذاب الہي یقیناً اتفاق و اتحاد ہوگا " فنعوذ بالله من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا !

رہا اس حدیث کي صحت و عدم صحت کا سوال' تو اگر میں آپکے اور عامة الناس کے پیش کردہ الفاظ ہي پر اڑ جاؤں' تو بلا تامل کہدیسکتا ہوں کہ اسکي کوئي اصلیت نہیں :

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود ہمیشہ تحقیق و کشف حق رہتا ہے' نہ کہ مکابرۃ و مجادلہ - پس واضح ہو کہ جن الفاظ کے ساتھ آپنے اس حدیث کو لکھا ہے' اگر اس سے قطع نظر کر لیا جاے' اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکھا جاے' تو بلا شبہ اختلاف اصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم کے متعلق (نہ کہ اختلاف امة کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کي ہے' اور چاہیے کہ اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالي جاے -

حافظ سخاوي نے مقاصد میں اسکي تمام روایتیں جمع کردي ہیں' اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کي کتابوں سے معلوم ہوجاتا ہے - میں اُن تمام طرق کو یہلے جمع کرتا ہوں :

(۱) بیہقي نے مدخل میں روایت کیا ہے :

" سلیمان بن ابي کریمة عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس : قال قال رسول الله صلعم : مہما اوتیتم من کتاب الله فالعمل به لا عذر لاحد في ترکه' فان لم یکن في کتاب الله فسنة مني' فان لم تکن سنة مني فما قال اصحابي - ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء' فایما اخذتم به اهتدیتم' و اختلاف اصحابي لکم رحمة - یعني انحضرة صلی الله علیه و سلم نے فرمایا : کتاب الله پر عمل کرو' اسکے ترک کیلیے کسي کا عذر مسموع نہیں' اگر کتاب الله میں کسي معاملہ کو نہ پاؤ تو میري سنت پر عمل کرو' اگر میري سنت نہ پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈھونڈھو - میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے - انمیں جو بھي پکڑ لوگے' اسمیں ہدایت ہوگي - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمہارے لیے رحمت ہے - انتہی ملخصاً -

(۲) طبراني اور دیلمي نے اپني معجم و مسند میں بھي اسي طریق سے روایت کیا ہے اور انہي الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسي نے کتاب الحجة میں مرفوعاً اسي روایت کو نقل کیا ہے' اور زرکشي نے اسکا ذکر کیا ہے - مگر اسناد نہیں لکھي ہے -

(۴) اسي طرح عراقي نے آدم بن ایاس کا حوالہ دیا ہے' لیکن لکھا ہے کہ مرسل اور ضعیف ہے - انکي روایت کے الفاظ یہ ہیں : اختلاف اصحابي رحمة لامتي -

(۵) بیہقي نے رسالہ اشعریہ میں بھي درج کیا ہے' مگر بغیر اسناد -

(۶) بيهقي نے مدخل ميں قاسم بن محمد کا قول بروايت سفيان عن افلح بن حميد نقل کيا ھے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلى الله عليه و سلم رحمة لعباد الله - اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم کا اختلاف الله کے بندوں کيليے رحمت ھے -

(۷) قتادہ کہتے ھيں کہ عمر ابن عبد العزيز کہا کرتے تھے : ما سرني او ان اصحاب محمد صلى الله عليه و سلم لم يختلفوا ' لانهم او لم يختلفوا ' لم تكن رخصة - يعني اگر انحضرة کے اصحاب ميں اختلاف نہوتا تو امة کيليے آساني اور رخصت کی وسعت نہوتي -

يہاں تک تو هم نے حافظ سخاوي کي المقاصد سے نقل کيا ھے (صفحه ۱۲ - مطبوعه لاهور) ليکن طبقات ابن سعد ميں بهي قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ھے جو بيهقي نے مدخل ميں نقل کيا ھے کہ اختلاف اصحاب رسول الله رحمة للناس -

ابن حجر مکي نے بهي الدر المنتثرہ ميں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاھا ھے ' مگر ان ميں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

ليکن آپ ديکهه رھے ھيں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر ميں ايک صدا بهي ايسي نہيں ھے جس سے اس روايت کو کچهه بهي تقويت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت هوسکے کہ يه حديث قابل احتجاج و استناد ھے -

اس حديث کے تمام مخارج پر نظر ڈاليے - دفعه ۲ سے ليکر ۷ تک جسقدر مخارج ھيں ' ان ميں ايک حواله بهي ايسا نہيں ھے جس سے کوئي توثيق و سند حاصل کي جاسکے - طبراني اور ديلمي کا حواله کوئي نئي سند نہيں ھے - وهي روايت ھے جو بيهقي نے مدخل ميں درج کي ھے - نصر مقدسي کے متعلق زرکشي ' حافظ سخاوي ' اور ابن حجر مکي ' سب کہتے ھيں کہ مرفوعاً روايت کي ھے ' مگر ساتهه هي تصريح کرتے ھيں کہ اسناد معلوم نہيں ' اور جب اسناد معلوم نہيں تو محدثين نے فيصله کرديا ھے کہ ايک منٹ کيليے بهي قابل قبول نہيں -

حافظ عراقي نے به تغير الفاظ اسي روايت کو لکها ھے ' مگر اسناد اسکي بهي معلوم نہيں - حافظ سخاوي کہتے ھيں کہ انکے نزديک مرسل و ضعيف ھے ليکن اگر اسناد بتلائي هوتي تو معلوم کيا جاسکتا کہ ارسال ميں بهي اسکا کيا حال ھے ' اور ضعف کے کيا کيا اسباب ھيں ؟

بيهقي نے ايک اور رساله ميں بهي اسي روايت کو درج کيا ھے ' مگر حافظ سخاوي کي زباني آپ سن چکے ھيں کہ بغير اسناد ! پس وہ بهي کولي نئي اور مفيد سند نہيں -

حديث کے مخارج تو بس اسي قدر ھيں - اب اسکے بعد صحابه و تابعين کے اقوال آتے ھيں - بيهقي نے مدخل ميں قاسم بن محمد کا قول نقل کيا ھے کہ آنحضرة صلى الله عليه و سلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کيليے رحمت ھے - ليکن يه قاسم بن محمد کا قول ھے - وہ آسے اوپر رفع نہيں ديتے -

اسي طرح قتادہ کہتے ھيں کہ عمر بن عبد العزيز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابه اپنے اجتہاد و استخراج مسائل يا تنوع طريق و عمل ميں مختلف نہوتے ' تو امة کيليے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتي - اول تو يه چيز هي دوسري ھے ' اختلاف امتي يا اختلاف اصحابي کے عموم سے اسے کيا تعلق ؟ پهر جو کچهه بهي ھے ' عمر بن عبد العزيز رضي الله عنه کا قول ھے -

آخر ميں طبقات ابن سعد کا ذکر آيا ھے ' ليکن وہ بهي کوئي نئي سند نہيں - قاسم بن محمد کا وهي قول ھے جو بيهقي نے مدخل ميں نقل کيا ھے -

اب صرف وہ ايک هي روايت رهگئي جو ديلمي نے مسند الفردوس ميں ' طبراني نے معجم ميں ' اور بيهقي نے مدخل ميں درج کي ھے - اسکے سوا اور کوئي اسناد همارے سامنے نہيں ھے - ليکن اسکا يه حال ھے کہ روايت حضرت ابن عباس کي ھے ' جنسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جويبر" نے روايت کي - ارباب فن و نظر کو معلوم ھے کہ حضرة ابن عباس کي روايت بذريعۂ ضحاک کا کيا حال ھے ؟ اور ائمۂ نقد کا کيا فيصله ھے ؟ يه ضحاک ابن مزاحم البلخي مشہور مفسر ھيں ' ليکن انکي احاديث کے متعلق ائمۂ حديث نے اختلاف کيا ھے کہ درخور قبول ھيں يا نہيں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کر ليا جاسے ' جب بهي يه امر بالکل واضح طور پر تسليم کر ليا گيا ھے کہ انکی ملاقات حضرة ابن عباس سے ثابت نہيں اور نه انہوں نے خود ابن عباس سے کچهه اخذ کيا ھے - اس بنا پر انکي تمام مرويات منقطع ھيں ' اور يه روايت بهي اسي ميں داخل -

پهر ضحاک کے بعد اسکا راوي "جويبر" ھے - يه "جويبر" وهي جويبر ابن سعيد الازدي الخراساني ھيں ' جن سے محمد بن عبد الله فلسطيني اور سلام بن يزيد وغيرہ نے فضائل قران و نکاح وغيرہ ميں بڑا ذخيرہ روايت کيا ھے ' اور انکي مجروحيت کتب قوم ميں مشہور ھے - ابن معين کہتے ھيں کہ "ليس بشي" يعنی وہ کچهه نہيں - نسائي اور دار قطني جيسے آئمۂ فن کا فيصله ھے کہ "متروک الحديث" جوزجاني نے کہا کہ "لا يشتغل به" مدارسي نے کشف الاحوال ميں ابن جوزي اور سيوطي کا نقد نقل کيا ھے کہ "متروک بمرہ' و قال في کتاب المبتدء هالک" (صفحه ۲۹ - مطبوعه لکهنؤ)

ان تصريحات سے معلوم هوا کہ ديلمي وغيرہ کي روايت کو اگرچه "اختلاف امتی" سے کوئي تعلق نہيں بلکه وہ صرف صحابه کے اختلاف کے متعلق ھے ' تاهم اسکي صحت کيليے بهي کوئي سامان همارے پاس نہيں ھے ' اور بہتر سے بہتر مخرج جو اسکا هوسکتا تها ' اسکي اسناد بهي لائق احتجاج و اعتماد نہيں -

چنانچه اسي بنا پر حافظ سخاوي نے لکها ھے کہ :

و قد زعم کثير من الائمة انه لا اصل له - (المقاصد صفحه ۱۲)

اور ائمۂ فن ميں سے ايک جماعت کثيرہ نے خيال کيا ھے کہ اس حديث کي کوئي اصل نہيں !

اسکے بعد خطابي کي نسبت لکها ھے کہ انہوں نے غريب الحديث ميں اسے ليا ھے ' اور جاحظ اور موصلي کے اس قول کا رد کيا ھے کہ " لو کان الاختلاف رحمة لکان الاتفاق عذابا ! " ليکن سوال اس رد و تغليط کي نسبت نہيں ھے - کسي وجه سے خطابي کي راے يہي هوگي - ليکن ديکهنا يه ھے کہ اصول مقررۂ فن کے مطابق بهي انہوں نے کوئي سند لکهي ؟ يا توثيق و تصديق کا خارج سے کوئي مزيد اثر ڈالا ؟ اسکا حال يه ھے کہ خود حافظ سخاوي هي لکهتے ھيں : " ثم تشا غل الخطابي برد هذا الکلام و لم يقع في کلامه شفاء في عزو الحديث ' و لکنه اشعر بان له اصلاً عنده " ليکن " اصلاً عنده " کا حسن ظن همارے ليے کيا مفيد ؟

کہ خضر از آب حيواں تشنه مي آرد سکندر را !

آپ پر واضح هو کہ فن کا معامله نہايت نازک ھے ' اور اعتماد شخصي اور حسن ظن معتقدانه يہاں کوئي چيز نہيں - متاخرين عموماً اس اعتماد کي بنا پر اکثر روايتيں قبول کر ليتے ھيں ' اور کہتے ھيں کہ جب علماء نے لکها ھے ' تو گو انہوں نے سند نہيں لکهي مگر ضرور کوئي نه کوئي سند انکے پاس هوگي - يه بات محض حسن ظن کيليے تو اچهي چيز ھے ' ليکن اگر فن ميں اس سے کام ليا جائيگا تو پهر کوئي فن فن باقي نه رهيگا -

فن حديث کے اصول ھيں ' قواعد ھيں ' جرح و نقد ھے ' ائمۂ فن کي تصريحات ھيں ' روايت ھے ' درايت ھے ؛ اور محدثين کرام رحمهم الله نے بالاتفاق هميں بتلا ديا ھے کہ جس حديث کي سند نه بتلائي جاسے ' بلا تامل اسے رد کردو - پهر هم ان بزرگوں کے اصولوں پر عامل هوں ' يا انکي جمع و گردآوري پر ؟ کيا آپکو معلوم نہيں کہ محدثين کرام کي احتياطات فن کا يه حال ھے کہ وہ بغير سند اور حوالۂ

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھتے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ہیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ہیں ؟ انہی چیزوں کے لیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادہ" (بالکسر) وضع کی ' اور اسکی آٹھ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بغیر نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراۃ ' و الاجازہ ' و المناولہ ' و المکاتبہ ' و اعلام الشیخ ' و الوصیۃ بالکتابہ -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہ ہی نہ رہا' اور جو شبہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بل ہی فتنۃ و لکن اکثر الناس لا یعلمون !

(معنی اختلاف صحابہ)

آئیے ' اس سے قطع نظر ہی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اِسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ہیں ؟ مختلف مذہبوں ' جماعتوں ' عقیدوں ' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف ' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے' پس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے؟ کیا وہ اختلاف جس نے کئی دن تک حضرۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا ' غذا اور پانی کو بند کیا ' اور بالاخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں ' اور جسکا نام تاریخ نے "جنگ جمل" رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف ' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ " اختلاف صحابہ " سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا ' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب قتال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' اُن میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے- بلکہ فہم و تدبر مسائل' اجتہاد و طرز اجتہاد' استنباط و طرز استنباط 'مسالک مختلفۂ علم و عمل' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امۃ کیلیے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح " اختلاف " کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے ' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امۃ کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قران حکیم میں جو کچھ تمہیں دیدیا گیا اور جو کچھ بتلا دیا گیا ' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنا چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آ جائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قران حکیم خاموش ہو' تو سنت کی طرف متوجہ ہو' اور دیکھو کہ حامل قران کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ہیں ' انکو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو' اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اسکے اندر حقیقت مرجحہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے ' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے- ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذہب و تحزب نہ تھا ' "الی اللہ و الی الرسول" کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا ' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا - انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے' اور جسکی نسبت امۃ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ:

"لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البینات اولائك لهم عذاب عظیم !

حضرۃ ابن عباس تمتع بالعمرۃ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : ولاکن ابو بکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرۃ ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرۃ ابن عباس نے غضب ناک ہوکر اور " فردوہ الی اللہ و الرسول " کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشك ان ینزل علیکم حجارۃ من السماء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' و تقولون قالا ابوبکر و عمر؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو - میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ' اور اسپر تم حجۃ لاتے ہو کہ کہا ابو بکر و عمر نے ؟

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کر لیجیے کہ " فردوہ الی اللہ و الرسول " کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا ' لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا ' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا ' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرۃ عایشہ کا فتوی اور تھا ' حضرۃ علی ' عثمان ' طلحہ ' ابو ایوب ' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا ' لیکن اُن میں سے کوئی اختلاف بھی فتنۂ تحزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی " اختلاف اصحابی رحمۃ " کے ہیں ' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرۃ عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے ' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے' نہ کہ اختلاف تمذہب و تحزب - کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی-

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافهم فی الحرف و الصنائع - یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع یعنی فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھي ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف تشیع و تمذہب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قران)

حضرة عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کي طرف اشارہ کیا ہے' اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعني اگر تمام صحابۂ کرام ایک هي طرح کي عملي زندگي بسر کرتے' تو ایک طرف تو تقسیم عمل کے قدرتي اصول کي بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا دروازہ بند ہوجاتا' دوسري طرف جو نمونہ امۃ کیلیے قائم ہوتا' وہ نا قابل عمل و اتباع ہوتا -

حضرات صحابۂ کرام کو هم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جنکا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروري ہے - سب ایک هي راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھي جس نے تفقہ في الدین کي طرف زیادہ توجہ کي' اور علوم نبویہ کي حامل و محافظ ہوئي - ایک جماعت تھي جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال في سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش صالح اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکي تاجرانہ زندگي بھي اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرة دین کا ذریعہ بني - غور کیجیے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں' کس طرح ٹھیک ٹھیک قران حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعي اعمال مقدسہ و طیبہ کي تصویر کھینچي ہے :

ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفه و ثلثه' و طائفة من الذین معك' والله یقدر اللیل و النهار' علم ان لن تحصوه فتاب علیكم فاقرؤا ما تیسر من القران' علم ان سیكون منكم مرضی' و اخرون یضربون فی الارض' یبتغون من فضل الله' و اخرون یقاتلون في سبیل الله' فاقرؤا ما تیسر منه' و اقیموا الصلواة و اتوا الزكواة و اقرضوا الله قرضا حسنا - (۷۳ : ۲۰)

"بیشک تمہارا پروردگار تمہاري ہر حالت کي خبر رکھتا ہے' اور تم جو کچھ کرتے ہو' سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریباً دو تہائي رات تک یا آدھي آدھي رات اور ایک ایک پہر تک ذوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو' اور تمہارے اصحاب میں سے بھي ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھ ہوتي ہے - اللہ نے رات اور دن کي تقسیم اوقات کي ایک تقدیر کردي ہے' اور وهي انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھي معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے' پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادي - یہ ضروري نہیں کہ تم آدھي آدھي رات اور تین تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو - یوں کرو کہ جسقدر بھي آساني کے ساتھ رات کي نوافل میں قرآن پڑھسکو' پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھي آدھي رات تک اسي طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے' اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فوائد و نعائم کي تلاش میں سفر کرینگے' اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کي حالت میں ایسي شدید عبادت کو بھي جاري رکھیں - نیز وہ خبردار ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلیے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں' انکے شب و روز زیادہ تر اسي میں بسر ہونگے - بس چاهیے کہ راتوں کو وقت کي قید اٹھا دو' جسقدر آساني سے ہوسکے' قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلواۃ الہی کو قائم کرو' زکواۃ ادا کرو' اپنے مال دولت کو خدا کي راہ میں لٹاؤ' یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں پاؤگے"

اللہ اللہ! وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کي یہ تصویر و تقسیم تھي' اور وہ کیسي پاک روحیں تھیں' جنکي جان نثاریوں اور عبادت گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا' اور انکے ذکر باقي کو صفحات کلام اللہ میں همیشہ کیلیے ثبت کردیا : فهم جلساء الله' لا یشقي جلیسهم' وهم الذین قال في حقهم : لئن سئلني لاعطینه' و لئن استعاذني لاعیذنه (بخاري)

بہر حال ان آیات کریمہ میں ضمناً قران حکیم نے خود هي بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کي راہ عمل مختلف تھي - فرمایا کہ بعض فضل الہي کي تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں' اور بعض جہاد في سبیل اللہ کي راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہي مطلب نہ قرار دیں کہ اُنکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا' اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے' اور ایسي رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کي بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھي ایک دو قدم اور آگے بڑھیے' اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھي في الحقیقت صحابہ کرام کي راہیں مختلف تھیں اور اُن میں باهم اختلاف تھا - حضرة ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے' حضرة عثمان بن مظعون اور حضرة عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادة و ترک لذائذ دنیوي کا غلبہ تھا' حضرة ابن کعب' ابن مسعود' ابن عباس' حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے' مگر حضرة عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر اوروں سے زیادہ توجہ کي - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرة ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہو جاتے' تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آگے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اهل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا' اور جسکو اسلام نے دور کیا : و رهبانیة ابتدعوها - لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینۃ و ریاست میں منہمک ہوجاتے' تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ هي میں غرق ہوجاتي اور روحاني لذتوں کا کوئي بھوکا نہ رہتا - لان القدوة و الاسوة اشد تاثیرا في نفوس البشر من التعالیم القولیة و العلمیه - فهذا هو الاختلاف الذي كان رحمة للامة -

یہ جو کچھ عرض کیا گیا' یقین کیجیے کہ قرآن حکیم هي کي بخشي ہوئي روشني ہے' اور اپني راہ یہي ہے کہ ہر روشني جو آنکھ دیکھے' اُسکا اکتساب نور اُسي آفتاب هدایت سے کیا جاے - خود یہي زیر بحث روایت بتلاتي ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیضان کرو' اور اسلیے ہر روایت کو بھي سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاهیے - اختلاف کي نوعیت کے متعلق سورہ مزمل کي آیات اوپر گذر چکي ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کي تلاوت کیجیے :

و ما كان المومنون لینفروا كافة' فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا في الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم' لعلهم یحذرون (۹ : ۱۲۴)

سارے مسلمان تو اسي کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے' پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے' اور دین کا مبلغ و داعي بنکر اپني قوم میں واپس جاے اور باطل پرستي کے نتائج سے اُسکو ڈراے -

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کي ایک هي شاخ کے نہیں ہو جا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتي طریقہ اختیار کرنا چاهیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے' اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہي اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا' اور یہي رحمت ہے جس سے اب هم محروم ہیں -



اسیــران جنـگ
(۲)

گذشته نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصه هم درج کرچکے هیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تهذیب کا (بشرطیکه موجوده عالمگیر جنگ کے بعد یه ادعاء باقي رها هو) سدرة المنتهی هے ' اورجس سے زیاده وه اور کچهه نهیں کرسکتا - یه دفعات گذشته چالیس سال کے اندر بتدریج قرار پائے هیں ' اور سوئٹزر لینڈ کي آخري بین الملي کانگریس نے اپنا ایک پورا اجلاس انکي تکمیل میں خرچ کیا هے -

اس قانون کو پیش نظر رکهکر اب چاهیے که هم اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کي تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتهه کیا هے - اورجس سے هم ایک " اسلامي قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے هیں - لیکن اسکے لیے ضروري هے که ایک مختصر اور اجمالي نظر عرب جاهلیة کي حالت پر بهي ڈال لي جاے - کیونکه اسلام کا مبدء ظهور رهي ملک ' اور رهیں کي آب و هوا کي نشو ؤنما تهي -

(اهل عرب اور اسیران جنـگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچه مهذب قوموں میں فدیه لیکر اسیران جنگ کے رها کر دینے کا رواج هوگیا تها ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاهلي بغض و کینه کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تها -

چنانچه ایک عورت کو جب معلوم هوا که اسکا بهائي عمرو اسکے دوسرے مقتول بهائي کا خوں بها لیکر صلح کرنا چاهتا هے ' تو اسنے طنز آمیز لہجے میں انتقام لینے پر بیٹے کو اشتعال دلا یا :

ودع عنـــك عمروا ان عمروا مسالم
وهل بطن عمـــرو غير شبر لمطـــعم

عمرو کا ذکر نه کرو ' وه تو آماده صلح هے - عمرو کا پیٹ هے تو بالشت بهر کا - مگر پهر بهي نهیں بهرتا ' اسیلیے وه دیت لینا چاهتا هے :

فان انتــم لم تثـــاروا و تديتم
فمشـــوا باذان النعـــام المصلم !

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نهیں لیتے ' بلکه خوں بها لیتے هو ' تو جاو ' اور هر جگه ذلت و خواري کے ساتهه رسوا پهرو !

اس بنا پر اهل عرب اسیران جنگ سے فدیه بهت کم لیتے تهے ' اور اکثر نهایت بیرحمي کے ساتهه قتل کرڈالتے - حرب کلاب میں جب کنده کا سردار گرفتار هوا ' تو قیس بن عاصم نے بیٹے اپني کمان سے اسکے دانت توڑ ڈالے ' پهر اپنے سردار نعمان بن جباس کے بدلے میں اُسے قتل کرڈالا - بنو ضبه نے جب معرق غساني اور اسکے بهائي حبش بن دلف کو قید کیا تو فوراً دونوں کي گردن ماردي - عامر بن مالک نے سعید بن زرارہ کے ساتهه اس قدر سختیاں کیں که وه حالت قید هي میں مرگیا - زمانهٔ اسلام میں حباب کو بهي بنو عامر نے قید کرکے اسي طرح قتل کردیا تها -

پهر اهل عرب اگر قیدیوں کے ساتهه کچهه زیاده فیاضي کرتے بهي تهے ' تو وه فیاضي یه تهي که ذلت کا ایک داغ دیکر انهیں رها کرتے !

عوف ابن احوص نے معاویه ابن جون کو گرفتار کیا تو پیشــاني کے بال کاٹ کر رها کیا - قبیلـهٔ بنو یربوع نے جب عرب کے مشهور پادشاه منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکے میں قید کرلیا ' تو اسي قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مهذب دنیا حالت قید میں بادشاهوں کے ساتهه شریفانه برتاؤ کرنے پر فخر کرتي هے ' لیکن اهل عرب اونکي تذلیل و تحقیر کو اپنا مایهٔ ناز سمجهتے تهے اور یهي عرب کي اصلي فطرة حرية هے چنانچه عرب کا مشهور شاعر عمرو بن کلثوم کهتا هے :

فابو بالنهـاب و بالسبايا * و ابنا بالملوک مصفدينا

یعني عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولي قیدیوں کو لیکر پلٹے ' مگر هم بادشاهوں کو هتهکڑیاں پهنا کر لاے - (۱)

لونڈیوں کے ساتهه اس سے بهي زیاده وحشیانه برتاؤ کیا جاتا تها - یهاں تک که قید کي حالت میں اون سے هر قسم کا تمتع جائز سمجها جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیله بنو عبس کے بهت سے قیدي گرفتار کیے تو ایک نو خیز لڑکي سے ناجائز تمتع بهي کیا - اسي بنا پر فرقهٔ شعوبیه نے (یه فرقه عرب کا دشمن تها) عرب پر اختلاط نسب کا بهي الزام لگایا هے ' کیونکه وه قیدي عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن قتیبه نے اسے بالتفصیل لکها هے -

(اسلام اور اسیران جنـگ)

اســلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکهٔ جهاد هي میں اوسکے سامنے اسیران جنـگ کا مسئله پیش هوا - چنانچه غزوهٔ بدر میں جب آنحضرة صلی الله علیه وسلــم کے سامنے ستر قیدي پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابو بکر سے مشوره کیا - انهوں نے فدیه لیکر رها کردینے کي راے دي - لیکن حضرت عمر رضي الله عنه نے اس سے اختلاف کیا ' انهوں نے کها که دشمنان حق کو فدیه لیکر چهوڑنا کیسا ؟ هر مسلمان شخص کو چاهیے که خود اپنے هاتهوں سے اپنے کافر عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے حضرت ابوبکر رضي الله عنه کي راے پر عمل فرمایا ' اور فدیه لیکر تمام قیدیوں کو رها کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضي الله عنه هي کي راے صحیح تهي - وه کهتے هیں که اسي بنا پر آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے طرز عمل پر خدا نے یه عتاب آمیز آیت نازل فرمائي :

ما كان للنبي ان تكون له اسرى حتى يثخن في الارض - تريدون عرض الـــدنـــيا و الـــلـه يريد الاخرة ' و الله عزيز حكيم - لولا كتاب من الله سبق ' لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم - فكلوا مما

پیغمبر کیلیے قیدي بنانا اوسوقت تک کیلیے جائز نهیں جبتک که وه فرض جهاد کو پوري طرح ادا نه کرلے - تملوگ دنیوي مال و دولت کے بهوکے هو اور خدا تو صرف اخرة کا ثواب چاهتا هے - وه غالب اور حکیم هے - اگر خدا کا حکم پہلے سے نه هوچکا هوتا ' تو جو مال تم نے لیا هے اوسکي پاداش میں تم پر بڑا

(۱) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - ذکر ایام العرب از ص - ۶۱ - تا ص - ۸۳ کا مطالعه بهتر هوگا - کیونکه اسمیں احوال جاهلیة کے اکثر مطالب یکجا کردیے هیں -

غنمتم حلالا طيبا' و اتقو الله' ان الله غفور رحيم (انفال)

سخت عذاب نازل هوتا - مگر اب جو کچهه مال غنیمت میں تم نے لوتا هے ' اوسکو حلال اور پاک چیزوں کي طرح کهاؤ' بلا شبه الله بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا هے

لیکن ترمذي کي ایک روایت سے ثابت هوتا هے که اس آیت کو اسیران بدر کے فدیه سے کوئي تعلق نهیں ' بلکه وه مال غنیمت کے متعلق نازل هوئي هے :

فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم ' فانزل الله : لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (ترمذي كتاب التفسير ص - ٥٠٣)

جب معرکۀ بدر پیش آیا تو مال غنیمت کے حلال هونے سے پیشترهي لوگوں نے لوتنا شروع کردیا - اسپر خدا نے یه آیت نازل فرمائي که اگر خدا کا حکم پہلے سے نه هوچکا هوتا ' توجوکچهه تم نے لوتا هے اوسکي پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل هوتا -

یهي وجه هے که اس ایة کي تفسیر میں بر بناء احادیث صحیحه همارا مسلک عام مفسرین کي راه سے الگ هے' اور اسکي پوري تحقیق سورۀ انفال و توبه کي تفسیر سے معلوم هوسکیگي -

غزوۀ بدر کے بعد آنحضرت صلی الله علیه و سلم کا جو طرز عمل رها ' اوس سے بهي ثابت هوتا هے که اس آیت نے فدیه پر کوئي اثر نهیں ڈالا - چنانچهه آپ نے غزوۀ بني مصطلق میں تمام اسیران جنگ کو فدیه لیکر رها کردیا تها - (١)

(فدیه کا مقصد)

اسلام اگرچه فدیه کا موجد نه تها ' بلکه زمانۀ قدیم سے جو رسم چلي آتي تهي' وهي جاري رهگئي تهي' با اینهمه اسلام کا طرز عمل اس معامله میں تمام دنیا سے مختلف تها - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نهیں ظاهر هوتا بلکه نیت سے ظاهر هوتا هے - اختلاف نیت سے ایک هي عمل کا نتیجه مختلف صورتوں میں ظاهر هو سکتا هے - گذشته قوموں نے فدیه کي جو رسم قائم کي تهي ' اوس سے اسیران جنگ پر احسان تو ضرور هوجاتا تها ' لیکن وه بالکل عارضي تها - اونهوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ایک ذریعه بنا لیا تها - قدیم قوموں میں بهت سے جنرل اسیکي بدولت دولت مند هو گئے - لیکن اسلام نے اسکا دائره صرف رهائي کے احسان تک هي محدود کردیا - چنانچه کفار نے جب ایک سردار کي لاش کو فدیه دیکر واپس لینا چاها تها ' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تها (٢) اسلام نے اگر فدیه کو مالي فائده حاصل کرنے کا ذریعه بنایا هوتا تو فدیه لیکر لاشوں کا واپس کرنا زنده انسانوں کي واپسي سے زیاده آسان اور بے ضرر تها - حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے اسیران بدر کے متعلق فدیه لینے کا جو مشوره دیا تها ' اوس سے صرف مالي فائده اوتهانا مقصود تها - چنانچه اونهوں نے صاف صاف کهدیا تها که اس سے فوجي مصارف میں مدد ملیگي - پس اگر اس آیت کا وهي شان نزول تسلیم کرلیا جائے جسکو حضرات مفسرین کرام نے بنایا هے' تو اوس سے بهي صرف یهي نتیجه نکلتا هے که فدیه کو دنیوي فوائد کے حاصل کرنے کا ذریعه نهیں بنانا چاهیے - چنانچه خدا خود کهتا هے :

تریدون عرض الدنيا و الله يريد الاخره !

تم دنیوي فوائد چاهتے هو اور خدا تمهارے لیے آخرة کا ثواب چاهتا هے -

لیکن اس سے فدیه لیکر بطور احسان رها کردینے کي نفي لازم نهیں آتي - اور دراصل اس مبحث سے اس آیة کو کوئي تعلق هي نهیں -

(١) ترمذي ص - ٢٩٤
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٦٤

مگر اسلام کا دریاے کرم ان خس و خاشاک کا بهي پابند نهیں هوسکتا تها - آنحضرة نے اگرچه بعض موقعوں پر فدیه قبول کرلیا تها ' لیکن آپ عموماً قیدیوں کو بغیرکسي مالي معاوضے کے آزاد فرمادیا کرتے تهے - قبیله بنو مصطلق کے بعض اسیران جنگ سے اگر آپنے فدیه لیا' تو قیدیوں کا ایک گروه بلا معاوضه بهي رها کردیا (١)

و كان منهم من من عليه رسول الله صلى الله عليه و سلم' و منهم من افتدى ' فلم يبق امراة من بني المصطلق الا رجعت الى قومها (طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٤٦)

اونکے بعض قیدیوں کو آپ نے احساناً رها کردیا ' اور بعض سے فدیه لیا - اسطرح بنو مصطلق کي هر گرفتار شده عورت اپني قوم میں واپس چلي گئي - اور ایک عورت بهي نه بچي جو قید میں رهگئي هو !

(غزوۀ دومة الجندل)

غزوۀ دومة الجندل میں تقریباً ایکسو بچے اور عورتیں قید کرلي گئي تهیں - لیکن جب ابو زید مسلمان هوکر آپ کي خدمت میں حاضر هوا اور اونکے رها کرنے کي درخواست کي ' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے حضرت علي کے ذریعه حضرت زید بن حارثه کو حکم دیا :

ان تجلي بينهم و بين حرمهم (ابن سعد جلد ٢ ص ٤٦)

اونکي عورتوں کو بالکل آزاد کردو -

(بني تمیم و هوازن)

غزوۀ بني تمیم میں صحابه گیاره عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لاے - آنحضرت نے اونکو رمله بنت حارث کے گهر میں بند کردیا ' لیکن جب اوس قبیله کے سردار آئے اور اونکو دیکهکر قیدیوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے تمام قیدیوں کو اونکے ساتهه رها کرکے واپس کردیا (٢)

غزوۀ هوازن میں علاوه بهت سے مال غنیمت کے ٦ هزار زن و مرد گرفتار هوے تهے (٣) لیکن جب وه لوگ مسلمان هوکر آپ کي خدمت میں حاضر هوے اور مال غنیمت کے واپس کرنے کي درخواست کي ' تو آپنے فرمایا : " مال اور قیدي دونوں واپس نهیں کیے جاسکتے - ایک کو اختیار کرسکتے هو " اونلوگوں نے قیدیوں کو واپسي کیلیے انتخاب کیا - چونکه تمام قیدي تقسیم کردیے گئے تهے ' اسلیے آنحضرت نے ایک خطبه دیا ' جسکا مطلب یه تها :

" جو لوگ قیدیوں کو بخوشي واپس کرنا چاهیں وه واپس کردیں - لیکن اگر کچهه لوگ مالي معاوضه چاهتے هوں تو چاهیے که صبر کریں - اسکے بعد میرے حصه میں جو مال خمس کا آئیگا ' میں اوس میں سے هر قیدي کے عوض ١٦ اونت دیدونگا "

لیکن تمام صحابه نے قیدیوں کو بخوشي واپس کردیا (٤)

(قاتلوں کے ساتهه سلوک)

بعض حالتوں میں آپ پر دشمنوں نے کمینگاهوں سے نهایت خداعانه حملے کیے هیں اور وه گرفتار هوکر آے هیں - کفار مکه کي ایک جماعت نے جو ٨٠ - اشخاص سے مرکب تهي ' عین نماز فجر میں آپ پر حمله کرنا چاها اور صحابه نے اونکو گرفتار کرلیا - لیکن آپنے ان کو بهي بغیر کسي مالي معاوضه کے بلاتامل آزاد کردیا (٥) عهد نبوت میں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ایک جتهه قائم

(١) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١٦
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١١
(٣) یه واقعه ابو داؤد ' بخاري ' مسلم' سب میں هے -
(٤) ابو داؤد جلد ٢ - ص - ١٠
(٥) مقریزي جلد ٢ - ص - ٧٨

کرلیا تھا ' اور عام طور پر ڈاکہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے اونکی گرفتاری کیلیے فوج بھیجی مگر جب وہ گرفتار ہوکر آے تو سب کو آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے اونکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اسی نام سے اونہوں نے ایک مستقل قبیلہ کی شکل اختیار کرلی ' اور بعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ہوگئے -

(واقعۂ ثمامہ بن آثال)

مالی معارضہ کی سب سے زیادہ توقع امراء اور روساء سے ہوسکتی تھی ' اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ہوتا ' تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھی اوسی طرح آزاد کردیا ' جسطرح وہ ایک غریب بدوی کو آزاد کر دیتا تھا - صحابہ کرام اہل یمامہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لاے ' اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس رگوں میں خون ہے ' اگر احسان کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس زبان شکرگذار ہے ' اور اگر مال چاھتے ھیں ' تو جس قدر مطلوب ہو باسانی دیا جاسکتا ہے " آنحضرت سنکر واپس گئے اور دوسرے دن پھر یہی سوال کیا ' اوس نے بھی اپنے پہلے ہی جواب کا اعادہ کیا - آپ آج بھی واپس گئے ' تیسرے دن پھر وہی سوال کیا ' اوس نے پھر وہی پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ بلا کسی معارضے کے اسے بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ہوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ' پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کی قسم ' دنیا میں میرے لیے تمہارے چہرہ سے زیادہ مکروہ کوئی چہرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمہارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ہیں - میرے نزدیک تمہارے مذہب سے زیادہ مبغوض کوئی مذہب نہ تھا ' لیکن آج تمہارا دین مجھے تمام مذاہب سے زیادہ عزیز معلوم ہوتا ہے - میں تمہارے شہر سے زیادہ کسی شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ' لیکن آج تمہارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ہے - میں عمرہ کی غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کی فوج نے مجھے قید کر لیا - اب آپ کا کیا حکم ہے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اہل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ہوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ہو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و سلم) کے پاس مسلمان ہوا ہوں ' پھر گمراہ میں ہوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ' یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلاموںکے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کی شہرت ہوئی ' تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکی خدمت میں بھاگ بھاگ کر آگئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذہب سے کوئی خوش اعتقادی نہیں ہے ' صرف آزادی کی کشش اونکو آپ کی خدمت میں کھینچ لیگئی ہے " صحابہ نے بھی اسکی تائید کی اور کہا : " کفار سچ کہتے ہیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برہم ہوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کی راہ میں آزاد ہیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ہوسکتا

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۳

تھا ؟ انہوں نے کہا کہ ان غلاموں کو اسلام سے کوئی خوش اعتقادی نہیں جو آسکے آستانۂ کرم پر آزادی کیلیے آئے ہیں ' لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ہونے کیلیے آئے تھے تو اسکا یہی مطلب تھا کہ وہ مسلمان ہونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ہے کہ وہ ہر طرح کے دماغی و جسمانی غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاہر ہوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاہر سب سے زیادہ سختی بنو قریظہ کے ساتھہ کی تھی جنھوں نے اپنے تخلف عہد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ' لیکن اون کے قیدی بھی آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ' اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کی ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کی رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ' لیکن اسلام کی فیاضی نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھی پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے برہنہ کھڑے ہوے ' تو آپ نے اونکو عبد اللہ بن سلول کی قمیص لیکر پہنائی - یہ اوسی احسان کا معاوضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیا تھا - قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کی تعداد تقریباً ۶ ہزار تھی ' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کی رعایت)

قید کی حالت میں جسمانی تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ہے ' لیکن آج تک دنیا کی کسی قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کی روح کو بھی سکھہ پہونچایا ہے - قید کی حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ہوتا ہے جب بھائی بھائی سے ' بیٹا باپ سے ' شوہر بی بی سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ہیں - لیکن اسلام نے قید کی حالت میں ہمیشہ عزیزوں کی باہمی یکجائی سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علی نے ایک لونڈی کو اوسکی لڑکی سے جدا کرنا چاہاتھا ' تو آنحضرت نے اسکی ممانعت فرمائی تھی (۳) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی قیدیوں کے مذہبی جذبات و عقائد سے بھی تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذہبی اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ نذر مانتی تھی : " اگر اوسکا بچہ زندہ رھیگا تو وہ اوسکو یہودی بنائیگی " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ' تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھی تھے - انصار نے انکو روکنا چاھا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

لا اکراہ فی الدین — مذہب میں اکراہ و جبر نہیں '
قد تبین الرشد — بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
من الغی - (۴) — میں بالکل واضح و روشن ہوگیا ہے -

(مبادلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھی کیا ہے - ابن سلمہ کا بیان ہے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ' تو میں اوس قبیلہ کی

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) ایضاً جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داود جلد ۲ - ص - ۹

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکی نو خیز لڑکي بھي تھي - حضرت ابو بکر رضي اللہ عنہ امیر الجیش تھے ' اونھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکي مجھہ کو ملي - میں اوسکو مدینہ لے آیا - بازار میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ہو گیا - آپ نے اوس لڑکي کو دیکھہ کر فرمایا کہ اس عورت کو مجھپر ھبہ کردو - میں نے کہا : خدا کی قسم میںنے اب تک اسے ہاتھہ بھي نہیں لگایا ہے ' اور اب اسکو آپ کي نذر کرتا ھوں ! لیکن آپنے اوس لڑکي کو لیکر اھل مکہ کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اوسکے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرۃ صفیہ)

اس واقعہ سے ایک دوسرے اھم مسئلہ کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے ' آنحضرت کے زمانے میں امراء کے خاندان کي جو عورتیں گرفتار ھوکر آئیں ' اون میں جویریہ اور صفیہ کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکہ وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھي نہایت ممتاز تھیں ' اسلیے یورپ اسکو بد گماني کي نگاہ سے دیکھتا ہے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت قید کي حالت میں بھي شرفاء کي عزت کا ھمیشہ لحاظ رکھتے تھے - صفیہ پہلے دحیہ کلبي کے حصہ میں آئي تھیں ' لیکن وہ ایک امیر وقت کے خاندان کي چشم و چراغ تھیں ' ظاھر ہے کہ ایک رئیسہ کے حفظ مراتب کا دحیہ لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریہ اپنے بدل ازادي کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتي تھیں ' وہ اونکے لیے بھي سخت توھین کا باعث تھا - اور صفیہ نے تو خود اس خیال کو ظاھر بھي کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکي اس ذلت کو گوارا نہیں کیا ' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کرکے اونکي خانداني عزت میں اور اضافہ کر دیا - چنانچہ آپ کے طرز عمل سے صحابہ کو خود بھي اسکا احساس ھو گیا تھا - صفیہ کو ایک شخص نے یہ کہکر آنحضرت کي خدمت میں پیش کیا :

یا نبي اللہ ! اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حي ابن اخطب سید قریظۃ و النضیر ' لا تصلح الا لک - (۲)

یا رسول اللہ ! آپ نے صفیہ کو جو حي ابن اخطب سردار قریظہ و نضیر کي لڑکي ہے ' دحیہ جیسے معمولي شخص کے حوالے کیا ہے - لیکن وہ صرف آپ ھي کیلیے موزوں ہے -

(مطعم بن عدي)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھي قیدیوں کو رھا فرمایا کرتے تھے - زمانۂ جاھلیۃ میں مطعم بن عدي نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا کہ جب اسیران بدر آپ کي خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدي آج زندہ ھوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رھا کر دیتا "

(وحشیانہ مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے اون مظالم اور اون ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یہ ایک نہایت درد انگیز طریقہ جاري ھوگیا تھا کہ غلاموں کے ہاتھہ پاؤں باندھکر نہایت بیدردي سے قتل کردیتے تھے - چنانچہ بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسي طریقہ سے قتل کیا تھا - لیکن آپنے نہایت سختي کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے یہاں تک کہ حاملہ لونڈیاں بھي اس سے مستثنی نہ تھیں - لیکن

(۱) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲

(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۹ کتاب النکاح

آنحضرت نے نہایت سختي کے ساتھہ اس کي بھي ممانعت فرمالي - آپنے ایک لڑائي میں ایک حاملہ لونڈي کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائي کي ہے " صحابہ نے بھي آپ کے خیال کي تائید کي - اسپر آپنے فرمایا :

ھممت ان العنہ لعنۃ تدخل معہ في قبرہ (۱)

جي میں آتا ہے کہ اس فعل کے کرنے والے پر ایسي دائمي لعنت بھیجوں جو اسکي قبر تک اوسکے ساتھہ جاے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملۃ حتی تضع ' و لا غیر ذات حمل ' حتی تحیض حیضۃ (۲)

حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکي نہ کي جاے ' نیز غیر حاملہ عورتوں سے بھي اوسوقت تک علحدگي ضروري ہے جب تک کہ اون پر ایک مہینہ طہارت ایام مخصوصہ کا نہ گذر جاے -

(رقاصہ لونڈیاں)

زمانۂ جاھلیۃ میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کي لونڈیوں کا ایک خاص طبقہ پیدا ھوگیا تھا جسکو " قینہ " کہتے تھے - اس طبقہ میں وہ لونڈیاں نہایت مودب سمجھي جاتي تھیں ' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتي تھیں - اس بے حیائي کا اثر اونکي وضع و لباس سے بھي ظاھر ھوتا تھا - وہ نہایت ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتي تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ھوتا تھا - چنانچہ طرفہ نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقہ میں نہایت تفصیل سے کیا ہے ' اور ارباب فن کو معلوم ہے -

عرب جاھلیۃ کي یہ حالت بعینہ قدیم تمدن روم سے ملتي جلتي ھی جسکي رقاصہ اور مغنیہ عورتوں کے نیم برھنہ لباس کي تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھي ھونگي - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ہے :

بر عکس نہند نام زنگي کافور

اسي کا بقایا ہے ' اور اس سے عرب جاھلیۃ کي رقاصہ لونڈي کے کھلے گریبان اور منظر عریاني کا اندازہ کیا جاسکتا ہے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاري کرواتے تھے ' اور اس طریقہ سے مالي فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھي تمام متمدن قوموں میں یہ ھو رھا ہے -

لیکن اسلام کي اخلاقي تعلیم نے ان تمام وحشیانہ رسموں کو مٹا دیا - قران حکیم کي مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

و لا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاۃ الدنیا و من یکرھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم (۳۴ : ۳۳)

اور اپني لونڈیوں کو زنا پر دنیوي فائدہ کیلیے مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رھنا چاھتي ھیں ' اور اگر لوگ اونکو مجبور کرتے ھیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ھوجائیں تو خدا بڑا ھي معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقي سے نکل کر ایک نئي شریفانہ زندگي کے عالم میں قران حکیم کي بدولت قدم رکھا - یہاں تک کہ قرآن نے اونکو " فتاۃ " کا خطاب دیا ' جسکے معني عربي میں شریف لڑکي کے ھیں ' لونڈي نہیں کہا -

(باقي آیندہ)

(۱) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح

(۲) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲

مـرحـوم مـولانـا شبـلـي نعـمـاني

حياة علمي و ادبي پر ايک سرسري نظر

گذشته سال کي ايک صحبت

گذشته سال ايک يادگار جلسه مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته ميں زير صدارت جسٹس سيد حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که يه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حياة علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثيرالتصانيف مصنف کي علمی زندگي کے متعلق (علی الخصوص جبکه وه مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ايک دو گهنٹے کي صحبت ميں کيا کہا جاسکتا هے ؟ تاهم ايک تقرير کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسليے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زياده تر انهي پهلوؤں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصيرة سامعين کے ليے رکهتے هيں -

ميرے ايک عزيز و مخلص مولوي محمد يعقوب صاحب نے اس تقرير کے نوٹ بطور خود لے ليے تهے - وه انکو مرتب کرکے اس غرض سے ميرے پاس لاے که کسي بيان ميں غلطي تو نهيں رهگئي هے - چنانچه وه کاغذ ليکر ميں نے رکهه ليا - ليکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي ياد آئي اور نه مولوي صاحب نے ياد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ايک سال کے بعد ايک ضرورت سے کاغذات کو ديکهنے لگا تو يه پورا مضمون نکل آيا - مضمون سے پہلے سال گذشته کا وه زمانه ياد دلايا جب ميں نے ان کاغذات کو حوالۂ نسيان کيا تها ' اور اس ياد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتيں ياد آگئيں !

جرت الرياح علی مکان ديارهم * فکانهـــم کانوا علی ميعـــاد !

اگرچه يه ايک محض زباني اور سرسري تقرير تهي ' اور پهر اسکے بهي يه نامکمل و متفرق نوٹ هيں ' تاهم خيال آيا که گذشته کي هر ياد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کرديا جاے تو بهتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفيد بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرۂ علم و ارباب علم بهرحال عدم تذکره سے بهتر هے :

(آغـــاز تـقـريــــر)

" ميں اس موثر اور عظيم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد ديتا هوں ' اسليے نهيں که انسانوں کا ايک بهت بڑا مجمع مجهے اپنے اردگرد نظر آتا هے ' کيونکه مجامع هميشه هوتے هيں اور هميشه هونگے - اسليے نهيں که شوق اور محويت کا ايک غير معمولي اجتماع ميرے سامنے هے ' کيونکه ميں نے اس سے بهي وسيع تر حلقه هاے محويت و ذوق ديکهے هيں ' اور اسليے بهي نهيں که ايک منتخب اور تعليم يافته صحبت يهاں منعقد هوگئي هے ' کيونـــکه ايسا بارها هوا هے ' اور يه ميرے ليے کوئي نئي چيز نهيں - مگر اے حضرات ! صرف اسليے که آج کا اجتماع ان تمام موجدات تحريک سے بهي بڑهکر ايک خصوصيت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وه کسي متمدن اور زنده اجتماع کيليے سب سے بڑي عظمت هے جو دنيا ميں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم ميں نهيں هے ' جسکا ماتم هميشه کيا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نهيں هے جسکے ليے غلام دولت مجمعوں نے هميشه ماتم کيا هے - همارا ماتم دنيوي عزتوں کيليے نهيں هے جسپر حلقه بگوشان دنيا نے هميشه سينه کوبي کي هے - هم کو کسي دنيوي عز و جاه کي کشش کهينچ کر يهاں نهيں لائي هے جسکي طاقتور زنجيروں نے هميشه بندۂ هوس انسانوں کو مقيد کيا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کيليے يهاں جمع هوئے هيں ' جسکي تقديس سب سے بالاتر ' اور جسکي عظمت کے آگے دنيا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هيچ هے - (چيرز) هم ايک ايسے انسان کے غم ميں اشکبار هيں جو ايک فقير بے نوا تها ' جسکو کسی طرحکي دنيوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ايوانوں ميں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کيليے اسنے جمع کيے (چيرز) البته اس نے دنيوي شهنشاهيوں کي جگـــه چاليس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چيرز) پس مبارک هے وه اجتماع جو علم اور ارباب علم کيليے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کيليے جمع هوے هو (چيرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کيا - انهوں نے کہا که " آپ اعلان ميں پڑه چکے هيں ' که ميرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حيات علمي و ادبي " هے ' ليکن حيران هوں که ڈيڑه دو گهنٹے کي صحبت کے اندر ايک چهل ساله علمي زندگي کے متعلق آپکو کيا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کيليے بهت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ايک ايسي زندگي هے جو يکسر تصنيف و تاليف ميں بسر هوئي ' اور جسکي تصنيف و تاليف کا ميدان نهايت وسيع تها - اگر صرف ايک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے ليے بهي ايک مختصر صحبت کافي نه تهي يهاں تو مختلف علوم کي تصنيفات و مباحث کے مسائل درپيش هيں ' اور جن ميں بعض ايسے علوم بهي هيں ' جنکا ذوق باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ايک هي زندگي ميں ايک هي وقت کے اندر تاريخ ' سيرة ' کلام ' فقه ' حديث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنيفات مرتب کي هيں ' اور اسليے هميں بهي ايک هي وقت کے اندر علوم دينيه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي گليوں ميں بهي سرگرداني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر يه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے ليے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضيع پر اپني مصنفات يادگار چهوڑي هيں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهيے - پهر ان مقاصد کيليے جو ذخيره متقدمين کا موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثاليں ديکر اور اقتباسات پيش کرکے ذهن نشين کرنا چاهيے - اسکے بعد دکهلانا چاهيے که ايک ايسے متفرق ' غير مرتب ' غير منظم ' اور پريشان سامان سے کيونکر ايک کامل و جامع اور مرتب و منظم عمارت طيار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے کس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کرديا جو قلت مواد اور تساهل مصنفين سے پيدا هوگئے تهے ؟

ليکن علاوه قلت وقت کے يه ايک ايسي خشک بحث هوگي جو شايد بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تر امر فن تصنيف و تاليف کا تذکره هے اور اسکے بغير ميري بحث کامل نهيں هوسکتي - تصنيفات کي مختلف قسميں هيں ' اور مجهے بتلانا چاهيے که انکے فرائض و مقاصد کيا کيا هيں ؟ نيز يه که ايک مصنف کے ليے استعداد دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کيونکر بهم هوسکتے هيں ' اور همارے فقيد علم و فن کا ان ضروري ارکان ثلاثۂ تصنيف ميں کيا حال تها ؟

ايسي حالت ميں آپ سمجهه سکتے هيں که اس موضوع کو قلت وقت نے کسقدر مشکل کرديا هے ؟ تاهم مجهے کچهه نه کچهه کهنا هے اور اسي موضوع پر کهنا هے - ميں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي ميں جو عبرتيں اور بصيرتيں خواستگاران علم و بزرگي کيليے پوشيده هيں ' انهيں اپنے سفر بيان کے هر قدم پر نماياں کروں - کيونکه ان تمام مذاکرات و بيانات کا مقصد اصلي يهي هے : لقد کان في قصصهم عبرة لاولی الالباب "

اسکے بعد انہوں نے مختصر طور پر تصنیفات کي بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں' اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخي تصنیفات کو بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخي ذخیرہ کي ایک مختصر تاریخ بیان کي - انہوں نے کہا کہ " اگرچہ اسلام کي تدوین تاریخ کے مختلف دور ھیں' مگر میں تسہیل بیان و اختصار مطلب کي غرض سے انہیں صرف دو بڑي قسموں میں تقسیم کردیتا ھوں' یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنہ ۶۰ سے شروع ھوتا ھے' جبکہ بروایۃ ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کي گئیں' اور متاخرین مورخین کا دور جنہوں نے چوتھي صدي کے بعد نئي ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انہوں نے قدماء کي خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا' اور دیر تک اسکي تفصیل مثالوں کو پیش کرکے ذھن نشین کرتے رھے - مثلاً انہوں نے کہا کہ " سادگي بیان' سلسلۂ روایت' صحت نقل' عدم تاثر موثرات سیاسیۂ و دینیہ' اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعہ نگاري کے لحاظ سے ھمارا اصلي ذخیرہ (مثل تمام علوم اسلامیہ کے) صرف متقدمین ھي کا ھے - لیکن افسوس کہ یہي دولت اصلي ضایع ھوچکي ھے' اور مستشرقین یورپ علی الخصوص علم پرستان جرمني کي بدولت جو چند کتابیں میسر آئي ھیں' وہ ھماري ضرورتوں کیلیے کافي نہیں ھیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ھے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ھے' اور گذشتہ آٹھہ سال کے اندر مستشرقین جرمن کي مساعي حسنہ سے شایع ھوا ھے - اسکے بعد ابن قتیبہ' ابو حنیفہ' طبري' ابن الندیم' بلاذري' یعقوبي' اور ابن ھشام ھیں' اور تمام متاخرین تقریباً انہي کتابوں سے مواد اخذ کرتے ھیں "

پھر انہوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یہ تمام ذخیرہ بیکار ھے - کیونکہ اول تو کوئي نئي شہادت نہیں' پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھي کچھہ مفید نہیں " انہوں نے ابن خلدون کے مقدمہ' مقریزي کي تاریخ مصر' اور اندلس کے مورخین کو اس عام تنزل تاریخي سے مستثنی کردیا' اور محي الدین مراکشي' ابن وزیر غرناطي' اور مقري کي بہت تعریف کي " جنہوں نے قرون مدینۂ اندلس کے متعلق بہترین مواد تاریخي جمع کیا' اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کي اس بد مذاقي سے محفوظ رھنے میں کامیاب ھوے جو تمام مشرق پر طاري تھا "

سلسلۂ بیان میں انہوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۂ و عربیہ کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ھے کہ اردو مختصر نویسي کے رائج نہونے کي وجہ سے قلمبند نہیں کیے جا سکتے - مثلاً انہوں نے طرز تصنیف' طریق ترتیب' تنظیم مطالب' تقسیم ابواب و فصول' تبویب عناوین و مواضیع' اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھي قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دي' اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کي تدریج و ترقي کے ساتھہ اقوام متمدنہ کے علمي ذخیرہ میں بھي نئي نئي خوبیاں پیدا ھوئي ھیں' مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ھے - یہاں مذھب' علم' اخلاق' اور سیاست' سب کي خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں' اور جسقدر زمانہ گذرتا گیا' ترقي کي جگہہ ھر شے میں انحطاط ھوتا گیا - حتی کہ آجکل کے ترقي یافتہ فن تصنیف کے لحاظ سے بھي تمام خوبیاں قدماء اھل اســـلام ھي کے یہاں مل سکتي ھیں"

اسي سلسلے میں انہوں نے ایک نئي بات کہي جسپر ممکن ھے کہ عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے' تو انہوں نے اپنا خیال ظاھر کیا کہ " نہ صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے' بلکہ طرز تصنیف و ترتیب' ضبط مطالب' اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھي تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب "صحیح بخاري" لکھي گئي ھے' اور کوئي اسلامي تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتي - امام بخاري کے بعد بقیہ اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے' مگر کوئي کتاب صحیح بخاري تک نہ پہنچ سکي' اور یہ میں محض فن حدیث کي قدیم خوش اعتقادیوں کي بنا پر نہیں کہہ رھا ھوں' بلکہ یقین کیجیے کہ اُس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقي یافتہ علمي زبانوں میں آج پایا جاتا ھے' میں نے علي وجہ البصیرۃ یہ راے قائم کي ھے"

اسکے بعد انہوں نے مثالیں دیکر واضح کیا کہ اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ھے؟ متقدمین کي تصنیفات ناپید' اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یہ حال بھي صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ھے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و علل کي راھیں تو تقریباً بالکل مسدود ھیں - آجکل کے مصنف کے فرایض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ھوگئے ھیں' اور اسکا کام بہت مشکل ھے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسي مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کي وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ھمیں اسپر نہ چلا سکا' اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ھے' ھمارے سامنے ھے' اور ھمیں اسي پر چلنا چاھیے - غور کیجیے کہ اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ھیں؟ "

اسکے بعد انہوں نے ان فرائض کي تشریح کي' اور پھر مثالیں دیکر بتلایا کہ " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسي تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ھوگیا ھے - آجکل کي تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروري ابواب ھیں' ان میں سے ایک باب کیلیے بھي ھمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا یہ کمي اب صرف اجتہاد فکر' سلامتي ذوق' اعتدال راے' قوۃ استدلال و استنباط' اور بہت زیادہ وسعت مطالعہ و نظر ھي سے دور ھوسکتي ھے - ھماري بہت سي قیمتي معلومات ھیں جنکو کوئي با قاعدہ جگہ نہیں ملي ھے' مگر وہ کہیں نہ کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ھیں - اسقدر وسیع نظر ھوني چاھیے کہ صدھا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ھے کہ جو تاریخي واقعہ تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاھیے تھا' وہ خوارزمي کے کسي خط میں آپ کو ملجاے اگرچہ وہ ادب کي کتاب ھے - ھوسکتا ھے کہ آپ کسي اھم واقعہ کي تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کي ورق گرداني کرچکے ھوں اور ناکام رھے ھوں' لیکن وہ ایک کتاب حدیث کي شرح میں ملجاے' جہاں ضمناً اسکا کچھہ تذکرہ آگیا ھے !

آپ ایک عمارت بنارھے ھیں' مگر اسکا مصالحہ صدھا میلوں کے رقبہ میں پھیلا ھوا ھے' اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ھے جنکا وھم و گمان بھي نہیں ھوسکتا - پس بہت ھي وسیع تلاش و تفحص کي ضرورت ھے' اور صرف ایک فن ھي کي نہیں' بلکہ واقفیت عامہ کي - ارباب کار سمجھہ سکتے ھیں کہ یہ کسقدر مشکل کام ھے؟"

اسي سلسلے میں مطالعہ کا ذکر آگیا' اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات انہوں نے بیان کیے - مثلاً انہوں نے کہا کہ "محض کثرت مطالعہ ھي مفید نہیں ھے بلکہ اصل شے "حسن مطالعہ" و " قوت اخذ و نظر " ھے - بہت سي کتابوں کو پڑھکر بھي ایک شخص جاھل رھسکتا ھے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کي قوت دماغ میں پیدا ھوجاتي ھے' تو پھر اسکي ضرورت نہیں ھوتي کہ ھر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے' اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھے جائیں - بڑے مصنفین نے کبھي

بھي با قاعدہ مطالعہ نہیں کیا ھے ' وہ ایک بڑي سے بڑي
کتاب کو اٹھا لیتے ھیں اور محض ایک سرسري نظر ڈالکے اور ادھر
اودھر سے دیکھکے بہترین معلومات حاصل کر لیتے ھیں - انکي
نظروں کو کام کي باتوں سے کچھہ ایسي مقناطیسیت ھو جاتي
ھے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتي ھیں تو صرف کام کي باتوں ھي
پر پڑتي ھیں ' اور انکے بیکار اطراف کو اسطرح چھوڑ دیتي
ھیں گویا انکے غیر مفید ھونے کي نسبت وہ پہلے سے فیصلہ کرچکي
ھیں ! - اس حقیقت کي صرف وھي لوگ تصدیق کرسکتے ھیں جنپر یہ
فیضان علم کھل چکا ھے ' کیونکہ یہ بحث و استدلال کا مسئلہ
نہیں ھے - زیادہ تر ذوق و کیفیت کا سوال ھے " -

درمیان میں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنیف
و تالیف کے متعلق بیان کیے ' پھر مولانا شبلي مرحوم کي بعض
تصنیفات کو مثال کیلیے چنکر اپنے تمام گذشتہ بیانات کو منطبق
کیا ' اور دکھلایا کہ انھوں نے اسلامي تاریخ کي تدوین و تہذیب کے
ان مشکل ترین مراحل کو کہانتک کامیابي کے ساتھہ طے کیا ' اور
پرانے مصالحہ سے کیسي باقاعدہ اور منظم عمارتیں کھڑي کیں ؟

اسي سلسلہ میں انھوں نے طریق استدلال ' تعلیل واقعات '
توجیہ امور ' اور ترتیب و انطباق حوادث پر بھي بحث کي -

پھر فرمایا کہ " مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگیا ھے ' اور
میں بتلانا چاھتا ھوں کہ ھمارے فقید ملت کي ایک خصوصیت
" جامعیت ذوق " بھي تھي "

انھوں نے کہا کہ " اس تعلیم یافتہ مجمع میں جو میرے
سامنے ھے ' یہ کہنا مزید تفصیل کا محتاج نہوگا کہ ایک ھي وقت
میں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پیدا کرنا ایک ایسي
خصوصیت ھے جو ھمیشہ اور ھر علمي عہد میں کمیاب رھي ھے -
علي الخصوص ایسي چیزوں کا ایک ھي وقت میں ذوق صحیح
پیدا کرنا جو باھم متضاد سمجھي جاتي ھوں - ایک دماغ ایک
ھي وقت میں فلسفہ اور شاعري کا مطالعہ نہیں کرسکتا ' اور بہت
مشکل ھے کہ ایک شخص تاریخ کے ساتھہ ادب اور کلام کا بھي
مطالعہ جاري رکھے - قدماء اھل اسلام میں بھي جامعیت کي مثالیں
زیادہ نہیں ملینگي - حضرت امام غزالي کي احیاء علوم الدین
جس درجہ کي کتاب ھے وہ کسي سے پوشیدہ نہیں - تصوف
و اخلاق ' معارف شریعت ' اور علوم اسرار الدین میں حجۃ اللہ
البالغہ کو مستثني کردینے کے بعد اور کوئي کتاب اسکے سامنے نہیں
لائي جاسکتي - مگر ساتھہ ھي فن حدیث کے متعلق اسقدر
بے احتیاط کتاب ھے کہ اکثر صوفیوں اور حکماء الاھیین کے اقوال کو
حدیث قرار دیدیا ھے ' اور اسرائیلیات سے تو اسکے متعدد ابواب
مملوء ھیں - چنانچہ امام حجۃ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا کہ
" کلامہ في الاحیاء غالبہ جید ' لاکن فیہ اربع مواد فاسدۃ : مادہ
فلسفیۃ و مادۃ کلامیۃ و مادۃ الاحادیث الموضوعۃ " الخ

لیکن اس سے امام غزالي کے جلالۃ مرتبۃ پر کوئي اثر نہیں پڑتا '
کیونکہ وہ متکلم ' حکیم ' فقیہ ' اور صوفي تھے ' نہ کہ محدث و ناقد
حدیث - و لکل فن رجال -

لیکن مولانا شبلي مرحوم کو اگر ھم ایک ھي وقت کے اندر مختلف
علوم کے مطالعہ میں منہمک پاتے ھیں ' تو اسکي قدر شناسي سے
انکار نہیں کرنا چاھیے - انھوں نے ایک ھي زندگي میں متعدد
زندگیوں کے کام انجام دیے - انکي تصنیفات انکے تعدد مذاق و تنوع
مطالعہ کي شہادت دیتے ھیں - وہ ایک ھي وقت میں مورخ خلفاء '
مورخ ملوک ' مورخ علوم ' اور پھر ادیب ' انشا پرداز ' اور شاعر تھے -
بارھا تم نے دیکھا ھوگا کہ تاریخ و کلام کي علمي صحبتوں سے اٹھکر حسن
و عشق کي شاعرانہ بزموں میں نغمہ طراز ھیں ' اور ادب و شعر کي
مجلسیں ان کي دقیقہ سنجیوں سے رونق پا رھي ھیں ! "

(باقي آیندہ)

بصائر و حکم

فلسفۂ اجتماع

اور جنگ

(۱)

دنیا اور دنیا کي دلچسپیاں نہایت مختلف ھیں - ایک
شخص فلسفہ سے دلچسپي رکھتا ھے ' دوسرا شعر و سخن سے - ایک
شخص حسن شوخ پر جان دیتا ھے ' دوسرا سادہ اداؤں پر - ایک
شخص مسجد میں شب بیداري کرتا ھے ' دوسرا اسي بتخانے
میں - ایک شخص شہر کي تنگ گلیوں میں ذوق نظارہ کو پورا
کرتا ھے ' دوسرا کھلے ھوے میدانوں میں - غرض دنیا کے اسي
اختلاف مذاق نے ھر چیز کو با کار اور محبوب و مرغوب بنا دیا ھے -
اور اسکے دسترخوان کي کوئي غذا بیکار نہیں -

لیکن دنیا کي تمام چیزوں میں صرف جنگ ھي ایک ایسي چیز
ھے جس سے ھر شخص یکساں دلچسپي رکھتا ھے - زاھدان شب گذار
بھي واقعات جنگ کو اوسي ذوق و شوق سے سنتے ھیں ' جس طرح
ایک ماھر سیاست میدان جنگ کي خبروں پر کان لگاے رکھتا
ھے - ھیگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ھے جو " صلح "
اور " امن " کیلیے قائم ھوئي تھي ؟ لیکن ' موجودہ جنگ کے
واقعات بچے بچے کي زبان پر ھیں اور کوئي فرد بشر نہیں جسے
اسکي خونیں سرگذشتیں معلوم نہوں !

پس زمانۂ " جنگ " میں تمام دنیا متحد المذاق اور متحد الخیال
ھوکر ایک نئي " جماعت " بن جاتي ھے - زمانۂ جنگ میں دنیا
ایک انجمن ھوتي ھے ' جس میں صرف جنگ ھي کے واقعات
بار بار دھرائے جاتے ھیں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے
ھیں ' صرف لڑائي کي آگ دنیا کي اس مشترک انجمن کیلیے
شمع ھوتي ھے - " جماعت " کے متعلق تم کو معلوم ھے کہ اسکے
اعمال کسي ترتیب عقلي کے پابند نہیں ھوتے - جماعت صرف
جذبات کي مخلوق ھے - اسلیے یہ " کائنات منفعلۂ جنگ " نہایت زود
اعتقاد ' سریع الانفعال ' اور یکسر خیال پرست ھوتي ھے - جنگ کے
ساتھہ ھي سریان خیال کي ایک برقي رو تمام دنیا میں دوڑ جاتي
ھے - ایک بات جہاں کسي زبان سے نکلي ' تمام دنیا اوسکا کلمہ
پڑھنے لگتي ھے -

قواے عقلیہ بالکل بیکار ھو جاتے ھیں ' دنیا پر صرف
قوت غیر شاعرہ حکومت کرتي ھے ' ھر بات نہایت آساني سے
قبول کرلي جاتي ھے ' درایت کا تمام دفتر پارینہ الٹ دیا جاتا ھے '
مبالغہ ھر واقعہ کا جزو لازمي ھوجاتا ھے ' ھر واقعہ کي اصلي
صورت مسخ کردي جاتي ھے ' دوست و دشمن میں کوئي تفریق
نہیں کي جاتي - آج ایک فریق کي فتح پر اظہار مسرت کیا جاتا
ھے ' تو کل دوسرے فریق کي شجاعت کي داد دي جاتي ھے -
ایک جہاز پورے بیڑے کي طاقت حاصل کرلیتا ھے - ایک سپاھي
لاکھوں افراد سے زیادہ قوي تسلیم کرلیا جاتا ھے - لوگ اوس سے
اوسي قدر مرعوب ھوجاتے ھیں ' جس قدر ایک عظیم الشان
بحري طاقت اور ایک کثیر التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب
ھوسکتے تھے -

ساتھہ هي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تھے' وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے هيں - دنيا کا سويا هوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بيدار هو جاتا هے - جنرل ' سپہ سالار ' فوج ' سلاطين ' اپني زرق برق وردیوں کے ذریعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے هيں ' مذهب و وطنيت کا جوش تازہ کيا جاتا هے ' مقرروں کي تقريريں ميدان جنگ سے ليکر ايوان سلطنت تک ميں آگ لگاتي رهتي هيں' تجارب قديمہ کا بار بار اعادہ کيا جاتا هے' کہا جاتا هے کہ يہ قوم همارې پراني دشمن هے ' همارے تہذيب و تمدن کو اس نے سيکڑوں بار برباد کرديا هے' بائيسکوپ ميں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکہائے جاتے هيں - قلعے فتح کيے جاتے هيں' گرجوں ميں آگ لگائي جاتي هے ' دارالعلوم اور کتب خانے لوٹ ليے جاتے هيں ' قوم ديکھتي هے کہ همارے علوم و فنون کا ' هماري دولت و ثروت کا ' هماري گذشتہ مجد و عظمت کا ' سرمايۂ کہن دفعتاً برباد هوا جاتا هے - قوم زخميوں کا چہرہ نہيں ديکھتي' اونکے چہرے کا زخم ديکھتي هے - تلوار کي چمک ' توپ کي گرج ' تفنگ کي چرچراهٹ ' گھوڑوں کي هنہناهٹ ' جنگي جهازوں کے مستول ' لہراتے هوے پرچم ' رنگين جھنڈے ' اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر' دنيا کے دفتر حواس کا شيرازہ درهم برهم کرديتا هے - حقيقت صورت کے پردے ميں چھپ جاتي هے ' تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زيادہ اثر پڑتا تھا ' ايک عام چيز هو جاتي هے - هر شخص خواهش کرتا هے کہ باتوں کو دهراؤ ' واقعات کا اعادہ کرو ' ايک هي خبر کو بار بار اغراق و شاعري کا اضافہ کر کرکے سناتے رهو !

ايک هي خبر مختلف اخباروں ميں بار بار شائع هوتي هے ' اور دنيا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي هے - سريان خيال کا معنوي اثر عام هو جاتا هے ' اور پريس کي مادي طاقت اوس ميں اور بھي بال و پر لگا ديتي هے -

پس زمانۂ جنگ ميں دنيا جماعت کا ايک مشترکہ جولانگاہ بن جاتي هے ' اور جماعت کے تمام موثرات نيچے سے ' اوپر سے ' اندر سے ' باهر سے ' مشرق سے ' مغرب سے ' جنوب سے ' شمال سے ' غرض هر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے هيں - اسليے تمام دنيا اندهي هوجاتي هے ' خيرہ سر هوجاتي هے ' بدراهہ رو هوجاتي هے - افلاطون اپنے رواق ميں افلاطون تھا ' مگر ان موثرات کے هجوم ميں وہ بھي مثل اوروں کے ايک انسان هے - فلسفہ يہاں کيا کام دےسکتا هے؟ وہ بھي اسي آب مدهوشي کا ايک گھونٹ پيکر عام حالت ميں مدغم هوجاتا هے !!

اس عالم ميں دنيا واقعات کو مجسم کرديتي هے ' رات کو خواب ميں هوائي جهاز اُڑتا هوا ديکھتي هے - تناقض واقعہ بن جاتا هے' تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کرليتي هے ' " التوحيد في التثليث و التثليث في التوحيد " کي حقيقت اوسکے ليے اوتني هي ناقابل انکار هوجاتي هے' جتنا فلسفہ ' تناقض و تضاد کے استحالہ کو بديهي اور ناقابل انکار قرار ديتا تھا !

پس زمانۂ جنگ ميں دنيا ايک ظلمت کدہ بن جاتي هے ' جس ميں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہيں آتي ' اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنيا کو اندها کر ديا هے !

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب بيسويں صدي ميں نامہ نگاران جنگ نے مشغل دکھانا شروع کي هے ' ليکن همکو اونکے فن روايت کا بھي نقد کرنا چاهيے اور انکي روايت کي حقيقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني ميں نظر ڈالني چاهيے - بہت کم لوگ هونگے جنهوں نے اس حيثيت سے اس موضوع کا مطالعہ کيا هوگا -

زمانۂ جنگ ميں دنيا ايک نئي جماعت بن جاتي هے ' اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خيالات ' بلکہ کان ' آنکھہ ' هاتھہ ' پاؤں ' سب ايک هو جاتے هيں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنيا ميں رهتے هيں ' اسليے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ايک جزو هوتے هيں - کہيں باهر سے نہيں آتے - دنيا پر جن چيزوں کا اثر پڑ سکتا هے ' وهي اُن پر بھي پڑتا هے - بلکہ ميدان جنگ کے مناظر خونيں اور اُنکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زيادہ اثر ڈالتا هے -

اگر دنيا اندهي هے تو وہ بھي اندهے هيں ' اگر دنيا بهري هے تو وہ بھي بہرے هيں - اسليے وہ جو کچھہ ديکھتے هيں ' اور جو کچھہ سنتے هيں' وہ بھي اوتنا هي مشتبہ ' قابل جرح' اور غلط آميز هوتا هے - جتنا خود همارے مشاهدات و مرئيات - و ليس المسئول با علم من السائل ؟

پھر يہ کيسي عجيب بات هے کہ جب دنيا اندهي هوتي هے تو اندهوں سے بينائي مانگتي هے ؟ جب وہ بهري هو جاتي هے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي هے ؟ جب محروم العقل هو جاتي هے تو اپنے هي جيسے محروم العقل هستيوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي هے ؟ جنگ کا جو عالمگير اجتماعي اثر جماعت کے حواس و اعمال پر پڑتا هے ' اس سے نامہ نگاروں اور مورخين عصر کو کيوں مستثنی سمجھہ ليا جاے ؟ وہ بھي اُسي جماعت کے افراد هيں جو جنگ کے جماعتي هيجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھوچکي هے' اور عقل و استدلال و مشاهدات عقليہ سے يکقلم محروم هے - وہ نہ تو آسمان سے اُترے' اور نہ زمين هي شق هوئي تاکہ نامہ نگاروں کي ايک صف اسکے اندر سے اُبھرتي - وہ جماعت هي کي اندهي نظر' جماعت هي کے بہرے کان ' جماعت هي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ ليکر اس کوہ فراموشي کے عين دامنوں ميں چلے گئے ' جسکا ساحرانہ اثر هزار ها ميلوں اور فرسنگوں کے فاصلے سے تمام دنيا کو مسحور کر رها تھا - پس جس سمندر کي لہريں دور کي بستيوں کو پيام هلاکت دے رهي تھيں ' وہ عين اُسکے اندر ڈوب گئے ' جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آباديوں کيليے بارش هلاکت تھي ' وہ عين اسکے کناروں ميں جاکر کھڑے هوگئے - اب وہ صرف آوروں جيسے ايک معطل دماغ هيں ' بلکہ آوروں سے زيادہ کھوے هوے ' اوروں سے زيادہ گم کردہ ' اوروں سے زيادہ عقل فراموش ' اوروں سے زيادہ مدهوش و حواس فروش !

کہا جاتا هے کہ اونکي خبريں يقيني مشاهدات کا نتيجہ هوتي هيں ' ليکن اوپر کي مثالوں اور عام بيانات سے ثابت هوچکا هے کہ جماعت کا مشاهدہ بالکل غلط هوتا هے ' اور وہ بھي اسي جماعت کے زيادہ غلط بين افراد هيں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصيت تمام دنيا سے ممتاز کرتي هے وہ يہ هے کہ وہ ايک مخصوص جماعت هيں جنکو عيني گواهوں کي جماعت کہنا چاهيے ' اسليے همکو گواهوں کي خصوصيات نفسانيہ پر بحث کرنا چاهيے' تاکہ انکي قوۃ شہادت واضح هوسکے -

شہادت کيليے عموماً تعليم يافتہ اور روشن خيال لوگ منتخب کيے جاتے هيں ' ليکن جماعت تو عقل سے خالي هوتي هے ' اسليے اگرچہ وہ لوگ شخصي حالتوں ميں بہت بڑے دانا و هوشمند تھے ' ليکن جماعت ميں داخل هو کر اونهوں نے بھي اپنے قواے عقليہ کو بالکل کھو ديا هے' اور اونکي حيثيت ايک عام فرد کي سي هوگئي هے -

عقل ايک روشني هے ' ليکن روشني هر جگهہ کام نہيں ديتي - سورج کو هر شخص يکساں طور پر ديکھتا هے ' ليکن يکساں طور پر اسکي روشني سے کام نہيں ليا جاتا - اسليے شاهد کتنا هي بڑا

فلسفي هو ' ليکن جب وه کسی عام واقعه کے متعلق شهادت ديگا ' تو اوسکي حيثيت ايک مزدور کے علم و يقين سے زياده نه هوگي - جس آنکهه اور کان سے ايک مزدور اوس واقعه کو ديکهتا هے اور سنتا هے ' اوسي کان سے سنکر ' اوسي آنکهه سے ديکهه کر ' ارسطو بهي شهادت کے کٹهرے ميں کهڑا هوگا - اگر وه حالت شهادت ميں عقلي اصول پر واقعات کا نقد کريگا ' تو جج اِسے اپنے فرائض کي توهين سمجهے گا اور سپاهي کو حکم ديگا که ارسطو کو توهين عدالت کي پاداش ميں سزا دے !

سنه ۱۸۴۸ ع ميں فرانس کے عام سياسي معاملات ميں شهادت لينے کيليے مخصوص لوگ منتخب کيے جاتے تهے - مدرسين ' اهل منصب ' مصنف ' اور انشا پردازوں کي شهادتوں سے عام ملکي مسائل کا فيصله کيا جاتا تها - ليکن اب تاجر ' زميندار ' معمولي ملازمين ' اور حرفت پيشه لوگوں کي شهادت لي جاتي هے - جب شهادتوں کا مقابله کيا گيا تو دنيا نے حيرت سے ديکها که نتائج ميں کوئي فرق نهيں - چنانچه بڑے بڑے ججوں نے اسکا اعتراف کيا هے - ايک جج اپنے ياد داشت ميں لکهتا هے :

" اب شاهدوں کے انتخاب کا حق ميونسپلٹي کو حاصل هوگيا هے ' اور ميونسپلٹي هي سياسي اغراض کے لحاظ سے ايک شهادت کو رد اور درسرے کو قبول کرتي هے - ميونسپلٹي کے تعلق سے معمولي درجه کے تاجروں کي شهادت قبول کي جاتي هے ' حالانکه اس سے پہلے بڑے بڑے عهده دار شاهد بنائے جاتے تهے - ليکن گواهوں کي حالت ميں اس سے کوئي محسوس فرق پيدا نهيں هوا - نتائج جيسے پہلے تهے ' ويسے هي اب هيں ' اسکي وجه يه هے که جبکه تمام پيشوں کا عطر اور خلاصه هے - جو تعليم يافته جماعت شهادت کے کٹهرے ميں کهڑي هوتي هے ' اوسکو اجتهاداً عام پيشه ور لوگوں کے تجارب کي طرف رجوع کرنا پڑتا هے - اسليے نتيجه وهي هوتا هے جو دوسري صورت ميں تها - روايت کے لحاظ سے ادنی درجه کے لوگوں ميں بهي ثقات کي کمي نهيں ' اسليے بصارت کے معاملات ميں هر شخص جج کو يکساں نتيجه پر پهونچا سکتا هے "

شاهدوں پر بهي واقعات خارجيه کا اوسي طرح اثر پڑتا هے ' جسطرح ايک عامي پر پڑتا هے - ايک جج کهتا هے :

" ايک شگفته رو عورت مسکرا کر گواهوں کي سراسيمگي کو اپنا فريفته بنا ليے سکتي هے "

ايک بيرسٹر کا قول هے :

" ايک دودهه پلانے والي عورت ' اور چند غريب يتيم بچوں کي مصيبت ' گواهوں سے بلا تامل جهوٹ بلوا سکتي هے "

اگر ايک شخص کوئي پوليٹکل يا تمدني جرم کرتا هے ' اور گواه سمجهتا هے که ملک و قوم پر اسکا عام اثر هوگا ' تو وه اوسکے خلاف نهايت بيدردانه شهادت ديگا - ليکن اگر ايک شخص کسي لڑکي کو بهگا ليگيا هے ' تو شاهد کي شهادت ميں بيرحمي کي وه جهلک نظر نه آئيگي - کيونکه وه سمجهتا هے که اس جرم کا کوئي عام قومي اور پبلک اثر نهيں پڑيگا -

گواه اکثر نفوذ و اقتدار سے بهي متاثر هوجاتے هيں - ايک دولت مند ' خطاب يافته ' اور مشهور آدمي کے خلاف اگر کسي تعليم يافته شخص کو شهادت ديني هو ' تو اوسکي حالت اوس سے بالکل مختلف هوگي ' جب وه چور کے خلاف شهادت ديگا - ايک بيرسٹر کهتا هے :

" وکلاء کو چاهيے که گواهوں کے حرکات و اشارات کو بار بار ديکهيں - جسطرح ايک عام آدمي سے خطاب کيا جاتا هے ' ٹهيک اوسي طرح اوس سے بهي خطاب کرنا چاهيے - شاهد پر جو خارجي اثر پڑ رها هے ' اوس سے پورا فائده اوٹهانا چاهيے "

اُسوهٔ حسنه

کائناتِ خلّت

يا

تاريخ " امة مسلمه "

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ايم

(۳)

(٥) سورۂ انعام کي آية کريمه کا پهلا ٹکڑه آپ پڑهچکے هيں ليکن اسکے بقيه حصه سے بهي اس حقيقت پر روشني پڑتي هے :

و وهبنا له اسحـــاق و يعقوب کلا هدينا ' و نوحا هدينـــا من قبـــل ' و من ذريته داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و مـــوسی و هارون ' و کذالک نجزی المحسنين - و زکريا و يحيی و عيسی و الياس ' کل من الصـــالحيـــن - و اسماعيل و اليسع و يونس و لوطا و کلا فضلنا علی العالمين - (۶ :)	اور ابراهيم کو هم نے اسحاق و يعقوب کي نسل بخشي ' اور نوح کي جنکو اسسے پہلے هم نے راه دعوة حق دکهلائي تهي ايسي هي ايک نسل حق کي بخشش سے ممتاز هوے تهے ' اور انکي ذريت ميں سے داؤد ' سليمان ' ايوب ' يوسف ' موسی اور هارون کو هم نے پيدا کيا ' جو اقوام و امم کي هدايت کا وسيله بنے - يه بهت هي بڑي فضيلت هے ' اور جو صاحبان احسان هيں ' انکو اسي طرح خدا تعالی جزاء خير ديتا هے - نيز زکريا ' يحيی ' عيسی ' اور الياس که يه سب کے سب صالحين ميں سے تهے - اور اسماعيل ' اليسع ' يونس ' اور لوط که ان سب کو هم نے تمام جهاں ميں فضليت و امتياز سے سر بلند کيا ! !

سورۂ انعام کي يه اية اس لحاظ سے نهايت اهم هے که جسطرح ايک مقام پر انبياء کرام کي ايک بڑي تعداد کا يهاں ذکر کيا گيا هے ' اسطرح اور بهت کم کيا گيا هے - اس آية نے بغير کسي پيچيدگي کے بالکل صاف صاف واضح کرديا هے که حضرة ابراهيم کي دعوة موسسه تهي ' اسکے ليے انبياء مجددين کا ايک بڑا سلسله قائم هوا '

(پہلے کالم کا بقيه مضمون)

پس نامه نگاروں کي جماعت بهي عام افراد کي طرح هر خبر سے متاثر هوتي هے - اگر جرمن قوم کا نامه نگار هے تو اوسکو هميشه جرمن جهنڈا هي بلند نظر آئيگا - جرمني کے مظالم کي داستان کتني هي درد انگيز هو ' جرمن نامه نگار اسکي کوئي بهتر تاويل کرليے گا - مگر فرانس کا نامه نگار اس ميں اصليت سے زياده مبالغه کي رنگ آميزي کرے گا - غرضکه دنيا کي قديم و جديد تاريخ پر اعتبار کرنے کا همارے پاس کوئي صحيح ذريعه نهيں - قديم عهد ظلمت کو جديد دور برق و کهربائيت نے کچهه زياده روشن نهيں کيا - دنيا جسطرح پہلے تاريک تهي اب بهي هے -

وہ سب کے سب دعوۃ ابراھیمي ھي کے ذیل میں داخل ھیں ' کیونکہ وہ سب " ذریۃ ابراھیمي " کي نسبت سے بیان کیے گیے ' اُن تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ نمایاں اور عظیم الاثر انبیاء چودہ تھے' جنکے نام بعض پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر لیے گئے ھیں -

لیکن قبل اسکے کہ اس آیۃ کریمہ سے ہم استدلال کریں ' چند اھم مباحث کا صاف کردینا نہایت ضروري ھے' کیونکہ انکي وجہ سے اس آیۃ کا صاف صاف اور ایک ھي مطلب خواہ مخواہ کو پیچیدگیوں میں پڑ گیا ھے' اور حضرات مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالی نے مختلف بحثیں اسکے ضمن میں چھیڑ دي ھیں -

(مرجع ضمیر " ذریۃ " و حقیقت " ذریۃ ")

یہ بالکل ظاھر ھے کہ اس آیۃ اور اسکے ماقبل کي آیتوں میں تذکرہ صرف حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کے مقامات و درجات ھي کا ھے (جیسا کہ گذشتہ نمبر میں گذر چکا) اور درمیان میں محض ایک ضمني اشارہ حضرۃ نوح علیہ السلام کي جانب بھي کردیا گیا ھے ' لیکن چونکہ حضرۃ نوح کے ضمني تذکرہ کے بعد پھر ایک ضمیر آگئي ھے ' اسلیے حضرات مفسرین رحمھم اللہ کے سامنے یہ بحث آگئي کہ اس ضمیر کا مرجع کون ھے ؟ حضرۃ نوح یا حضرۃ ابراھیم ؟ (علی نبینا و علیھما السلام)

وضاحت مبحث کیلیے آیۃ کریمہ کا وہ ٹکرہ پھر ایک بار پڑھ لیجیے :

" و ھبنا لـہ اسحاق و یعقوب کـلا ھدینا ' ونوحا ھدینا من قبل ' و من " ذریتہ " داؤد و سلیمان و ایوب - الخ یعني ھم نے ابراھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسا فرزند اور پوتا دیا ' اور نوح جنکو انسے پہلے ھدایت کي ' اور " انکي " ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب پیدا ھوے - الخ - چونکہ حضرۃ نوح کے ذکر کے بعد ھي " و من ذریتہ " (اور انکي ذریت میں سے) آگیا ھے ' اسلیے سوال پیدا ھوگیا کہ یہ " اُنکي " کي ضمیر کس کي طرف راجع ھے ؟

یہ بالکل واضح تھا کہ تذکرہ اصلي حضرۃ ابراھیم کا ھے' اسلیے اس ضمیر کو بھي انھي کي طرف راجع ھونا چاھیے ' لیکن حضرات مفسرین کو اسمیں ایک سخت مشکل نظر آئي - انھوں نے دیکھا کہ یہاں لفظ " ذریۃ " کا آیا ھے اور اسکے بعد متعدد انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ھے' پس اس ضمیر کا مرجع وھي ھوگا ' جسکي ذریۃ اور نسل سے وہ تمام انبیاء متذکرۂ مابعد پیدا ھوے ھوں - لیکن جن انبیاء کا بعد میں ذکر کیا گیا ھے' اُن میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس علیھما السلام کا بھي نام آیا ھے' اور یہ بالکل ظاھر ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کے معاصر تھے - انکي نسل میں سے نہ تھے - اسي طرح اُنکے نزدیک حضرۃ یونس کو بھي نسل ابراھیمي سے تعلق نہ تھا - پس ضرور ھے کہ " ومن ذریتہ " کي ضمیر کا مرجع حضرۃ نوح ھوں' اور ترتیب بیان کے لحاظ سے بھي اسکا قریبي مرجع وھي ھیں - چنانچہ امام ابن جریر طبري رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ھیں :

و الھاء التي في قـولـہ : " و مـن ذریتـہ " مـن ذکر نـوح ' و ذالـک ان اللہ ذکر في سیاق الایات التي تتلـو ھـذہ الا یۃ ' لوطا ' و معلوم ان لوطا لم یکن من ذریۃ ابراھیم .... لو ارید بالذریۃ ذریۃ ابراھیم لما دخل یونس و لـوط فیھم ' ولا شک أن لوطا لیس من ذریۃ ابراھیم و لکن من ذریۃ نوح ' فلذالـک وجب ان تکون الھاء في " الذریۃ " من ذکر نوح - (جلد ۷ صفحہ : ۱۷۲)

اور ضمیر کي " ھاء " جو " ومن ذریتہ " میں ھے ' حضرۃ نوح کے متعلق ھے - اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ کے سلسلے میں حضرۃ لوط کا بھي نام لیا ھے ' اور یہ معلوم ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کي نسل سے نہ تھے - ...... اگر قران کا مقصود لفظ " ذریۃ " سے حضرۃ ابراھیم کي " ذریۃ " ھوتا ' تو انکي نسل میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کو کبھي داخل نہ کرتا ' اور اسمیں کوئي شک نہیں کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کي نسل سے نہیں بلکہ حضرۃ نوح کي نسل سے تھے - اس بنا پر ضروري ھوا کہ " ذریتہ " کي " ھاء " کو ذکر حضرۃ نوح ھي میں سے قرار دیا جاـے -

اس تفسیر کے مطابق تاویل عبارت یوں ھوگي کہ " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراھیم و اسحاق و یعقوب ' و ھدینا ایضاً من ذریۃ نوح ؛ داؤد و سلیمان " یعني نوح کو ھم نے ابراھیم و اسحاق و یعقوب سے قبل راہ ارشاد دکھلائي ' اور نیز نوح کي نسل میں سے داؤد و سلیمان وغیرھم کي بھي ھدایت کي -

تاھم چونکہ آیۃ کا موضوع اور سیاق و سباق کي ترتیب صاف صاف ظاھر کرتي تھي کہ اصل تذکرہ حضرۃ ابراھیم کا ھے نہ کہ حضرۃ نوح کا' اسلیے ایک جماعۃ محققین کي اس طرف بھي گئي کہ یہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھي کی طرف راجع ھے' اور اُنھی کی ذریۃ کي آگے چلکر مزید تشریح کي ھے -

چنانچہ امام رازي نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کیے ھیں ' اور دونوں کو " قیل " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے' نیز قائلین ذکر نوح کے دلائل بھي زیادہ تفصیل سے بیان کیے ھیں :

قیل المراد و من ذریۃ نوح و یدل علیہ وجوہ (الاول) ان نوحا اقرب المـذکورین - (الثاني) ذکر في جملتھم لوطا و ھو کان ابن اخ ابراھیم و ما کان من ذریتـہ بل کان من ذریۃ نوح' و کان رسولاً في زمان ابراھیم (الثالث) ان ولد الانسان لا یقال انہ ذریتہ فعلی ھذا اسمـاعیل ما کان من ذریۃ ابراھیم بل ھو من ذریۃ نـوح (الرابع) قیل ان یونس ما کان من ذریۃ ابراھیم - و القـول الثاني - ان الضمیـر عائد الی ابراھیم علیہ السلام و احتج القائلون بھذا القول بان ابراھیم ھو المقصود بالذکر في ھذہ الآیات (ج۳-ص-۷٦)

" کہا گیا ھے کہ مراد اس ضمیر سے ذریۃ حضرۃ نوح کي ھے اور اسکے لیے متعدد وجوہ ھیں :
(۱) اس ضمیر کیلیے سب سے زیادہ قریبي مرجع حضرت نوح ھي کا ھے -
(۲) من جملہ انبیاء ذریۃ کے حضرۃ لوط ھیں' اور وہ حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے اور انکے عھد کے ایک رسول تھے ' انکي نسل سے نہ تھے -
(۳) کسي آدمي کے بیٹے کو اُسکي نسل نہیں کہینگے - ذریۃ کا اطلاق اولاد کي اولاد در اولاد پر ھوتا ھے - پس اس بنا پر حضرۃ اسماعیل بھي حضرۃ ابراھیم کي ذریۃ میں نہ ھوے - ذریۃ حضرۃ نـوح کي ھـوئي ' مگر انکا ذکر بھي اس سلسلے میں آیا ھے -
(۴) حضرۃ یونس کا بھي نام آیا ھے اور کہا گیا ھے کہ وہ بھی نسل ابراھیمي سے نہ تھے - دوسرا قول اس آیۃ کي تفسیر میں یہ ھے کہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھي کي طرف راجع ھے - اس تفسیر کے قائلین نے اس دلیل سے حجۃ پکڑي ھے کہ ان آیات میں اصل مقصود حضرۃ ابراھیم کا تذکرہ ھے - پس ضرور ھے کہ انھي کي نسل کا ذکر جاري رھے "

چنانچہ عام متداول تفاسیر مثلا مدارک و خازن وغیرہ میں تم پاؤگے کہ دونوں قول نقل کردیے ھیں' مگر ترجیح حضرۃ نوح کے مرجع ھونے کو دي ھے - اور قدماء میں امام ابن جریر کے علاوہ فراء ' قشیري ' ابن عطیہ (رحمھم اللہ) بھي اسي طرف گئے ھیں - بغوي نے زجاج کا یہ قول نقل کیا ھے : " کلا القولین جائز لان ذکرھما جمیعا قد جری " (دونوں طرح تفسیر کرنا جائز ھے کیونکہ دونوں کا وھاں ذکر کیا گیا ھے)

اصل یہ ھے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کا آ جانا ایک ایسي سخت مشکل سمجھي گئي' جسکا کوئي عمدہ حل نظر

نهیں آتا تها - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر هوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروري سمجها که حضرت نوح هي کي طرف ضمیر کو لیجائیں- یہاں تک که همارے جلالین نے تو اختلاف کا ذکر بهي نہیں کیا- بطور ایک مسلم قول کے "ومن ذریته" کي تفسیر" ومن ذریة نوح" هي کر دي !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرۃ ابراهیم کو قرار دیا ' انهوں نے تذکرۂ حضرۃ لوط و یونس کي مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکي تفصیل امام رازي نے نہیں کي حالانکه پہلے قول کے دلائل پوري تفصیل کے ساتهه جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایة کے امام فن' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابوالفداء ابن کثیر (رحمة الله علیه) نے اپني بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے هیں :

انه دخل في الذریة تغلیباً کما في قوله تعالی: "ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه: ما تعبدون من بعدي ؟ قالوا: نعبد الاهک و اله آبائک ابراهیم و اسماعیل و اسحاق" فاسماعیل عمه و دخل في آبائه تغلیباً (بر حاشیۂ فتح البیان جلد ۴ صفحه ۹۳۰)

حضرۃ لوط کا ذکر اس سلسله میں بطور تغلیب کے آگیا هے اگرچه وه نسل ابراهیمي سے نه تهے ' جیسا که اس آیة میں هے که "جبکه یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچها : میرے بعد تم کس کي پرستش کروگے ؟ تو اونهوں نے کہا : هم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراهیم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداء واحد کي پرستش کرینگے -

یه ظاهر هے که حضرۃ اسماعیل حضرۃ یعقوب کے چچا تهے' باپ نه تهے - لیکن اولاد یعقوب نے اونکو بهي "آبائك" میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا هے ' اسي طرح نسل ابراهیمي میں حضرۃ لوط کو بهي داخل کر دیا -

اس سے معلوم هوا که جو محققین اس طرف گئے که ضمیر حضرۃ ابراهیم کي طرف عائد هے ' وه بهي اس مشکل سے پوري طرح متاثر هوے که حضرۃ لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریة میں کیوں آگیا هے ؟ اور اسکے سوا اور کوئي حل نه قرار دیسکے که حضرۃ لوط کو تغلیباً ذریة ابراهیم علیه السلام میں داخل کردیا جاے -

لیکن کیا یه جواب تشفي بخش هوسکتا هے ؟ دلیل میں انهوں نے ایک آیة پیش کي هے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرۃ یعقوب کے چچا (حضرۃ اسماعیل) کو بهي انکے آباء میں داخل کیا تها ' لیکن کیا یه مثال واقعي اس مشکل کا حل کردیتي هے ؟

زیاده غور کي ضرورت نہیں ' ایک سرسري نظر ڈالکر هر شخص اندازه کرسکتا هے که یه جواب نه صرف ضعیف بلکه ضعیف سے بهي کچهه زیاده هے ' اور قرار داده تغلیب کے ثبوت میں جو آیة پیش کي گئي هے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئي مدد نہیں ملتي -

بلا شبه اولاد یعقوب نے حضرۃ اسماعیل کو بهي "آبائک" میں شامل کیا ' لیکن یه کوئي طرز بیان کي مخصوص تغلیب نہیں هے بلکه لغت و زبان اور اطلاقات رسم و ملک کا عام سوال هے- "چچا" اپني بزرگي اور رشتے کي عظمت کے لحاظ سے هر جگه مثل باپ کے سمجها جاتا هے ' اور علی الخصوص عربي زبان میں تو "اب" کا اطلاق بکثرت "عم" پر هوتا هے - خاله کو بهي اهل عرب "ام" کہتے هیں- "آذر" حضرۃ ابراهیم کے چچا تهے - باپ نه تهے- تورات میں حضرۃ ابراهیم کے باپ کا نام "تارح" هے ' اور حضرۃ ابن عباس ' مجاهد ' ابن جریج ' اور سدي نے اسکي تصریح کردي هے - لیکن قرآن حکیم نے "آذر" کو اسي آیة کریمه کے آغاز میں حضرۃ ابراهیم کا "باپ" کہا : و اذ قال ابراهیم لابیه اذر - خود احادیث میں اس اطلاق کے شواهد ملسکتے هیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت عباس کي نسبت فرمایا تها : ردوا علی ابي - حالانکه حضرۃ عباس آپکے چچا تهے - پس اگر "آبائک" میں حضرۃ اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یه ایک ایسي تغلیب هے جو لغة عرب میں عام طور پر رائج هے ' اور "اب" کا اطلاق "عم" پر بر بناء لغة کیا جاسکتا هے - بلکه لغة کي بنا پر "اب" کے مفهوم کا دائره اس سے بهي زیاده وسیع هے - فن لغة و الفاظ قرآنیه کا ایک مسلم الثبوت امام لکهتا هے :

"الاب" الوالد ' ویسمي کل من کان سبباً في ایجاد شي ' او اصلاحه ' او ظهوره ' اباً ' . . . . . ویسمي العم مع الاب ابوین ' وکذالك الام مع الاب والجد مع الاب . (مفردات امام راغب اصفهاني صفحه ۴)

"الاب" یعني باپ ' اور هر اس وجود کو جو کسي چیز کي ایجاد یا اصلاح یا ظهور کا سبب هو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے هیں - . . . . اور اهل عرب ابوین میں باپ کے ساتهه چچا کو بهي داخل کرتے هیں اور ماں اور دادا بهي اب کے ساتهه تبعاً مفهوم میں داخل هوسکتے هیں -

لیکن اس سے یه کیونکر ثابت هوگیا که ان اشخاص کو بهي کسي شخص کي نسل میں داخل کردیا جاسکتا هے ' جو اسکي نسل سے نہیں هیں ؟ "اب" کا اطلاق خود زبان عربي میں چچا پر هوتا هے اور اسلیے حضرۃ اسماعیل بهي آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربي میں ذریة کا اطلاق غیر ذریة و نسل پر کب هوتا هے که حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس بهي "ذریة" کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دي گئي هے وه یقیناً لغة کے مطابق هے' اور اسلیے بالکل ٹهیک هے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے شاهد کا کام لیا گیا هے ' اسکے لیے لغة میں گنجائش کہاں هے ؟ کہا گیا هے که وه بهي تغلیب هے اور یه بهي تغلیب هے - لیکن وه تو ایسي تغلیب هے جو لغة نے کي' عرف و رسم نے کي ' اور اسکے شواهد موجود هیں ' مگر یه کیسي تغلیب هے جسکے لیے نه تو لغة موید هے' نه عرف و عوائد' اور نه اور کوئي وجه و سبب ؟

غرضکه قائلین قول ثاني نے جو وجه بتلائي هے وه تشفي بخش نہیں ' اور لیس بشي میں داخل هے -

(کشف حقیقت)

اب چاهیے که بطور خود اس آیة کریمه پر تدبر کریں -

بلا شبه اس آیة میں "ومن ذریته" کي ضمیر حضرۃ ابراهیم علیه السلام هي کي طرف عائد هے' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرۃ نوح کو قرار دیا هے' انکي تفسیر بوجوه متعدده و بینه مرجوح هے-

یه بالکل واضح هے که ان آیات میں ابتدا سے حضرۃ ابراهیم علیه السلام کا تذکره هو رها هے ' انهي کے فضائل و مدارج کي خبر دي گئي هے ' انهي کي نسبت اپنے اس فضل و کرم کو بتلایا هے که بقاء نسل و دوام ذکر کا مرتبه عطا کیا گیا ' وهي هیں جنکو حضرۃ اسحاق اور یعقوب کي سي اولاد و احفاد دي گئي ' جنکے ذریعه نسل ابراهیمي نے ایک وسیع سلسله اقوام و انبیاء کا پایا -

اب درمیان میں حضرۃ نوح علیه السلام کي طرف صرف اسقدر اشاره آگیا هے که حضرۃ ابراهیم سے پہلے انپر بهي ایسا هي فضل الهي هوا تها ' لیکن یه بالکل ایسا درمیاني وغیر مسلسل جمله هے ' جیسا هم لوگ درمیان میں جملۂ معترضه بول جاتے هیں- اور ترتیب بیان ' ربط مضمون' احاطۂ موضوع' سلسلۂ ما سبق ' داعیۂ مطالب ' یه سب باتیں ثابت کرتي هیں که اس درمیاني تذکرۂ نوح کے بعد بهي حضرۃ ابراهیم علیه السلام کا ذکر هونا چاهیے - اگر ایسا نہیں

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الہي کیلیے جائز رکھیں' مگر هم جائز نہیں رکھہ سکتے -

جن مفسرین نے اس رائے کو قبول نہ کیا' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسي کا زیادہ ساتھہ دیا' لیکن افسوس کہ جسقدر ذخیرہ همارے پاس موجود ہے' اسمیں انکي جانب سے کوئي تشفي بخش حل ان مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذهب اول نے پیدا کردیے ہیں -

" ذریة " کے لفظ' اور حضرة لوط اور حضرة یونس کے تذکرہ نے کچھہ ایسا الجھاؤ پیدا کردیا ہے کہ پہلي جماعت نے تو اس کا لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر هي کو وهاں سے هٹا دیا' اور دوسري نے بھي تغلیب کے سوا اور کچھہ چارہ کار نہ دیکھا -

لیکن در اصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ هم حقیقت سے کوئي قریب تر جگہ پالیں - " ذریة " کي ضمیر تو ضرور حضرة ابراهیم هي کي طرف پھرتي ہے' اسمیں کوئي شک نہیں - لیکن " ذریة " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسماني نسل هي نہیں ہے - انبیا کي ذریة اصلي' ذریة جسماني نہیں هوتي' اور نہ جسماني نسل کوئي ایسي چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑي نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرة ابراهیم کي وہ عظیم الشان " ذریة " معنوي مراد ہے جو انکي " دعوة موسسه " سے مثل حضرة نوح کے پیدا هوئي اور پھیلي' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء کرام علیهم السلام تھے' جنکے اسماء گرامي اس آیة کریمہ میں لیے گئے ہیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کر رہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھہ حضرة ابراهیم علیه السلام پر مبذول هوا -

اس احسان کا ایک ٹکڑہ تو خاص انکي ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیه سے " سلیم " رکھا اور انکي فطرة اصلیه و اسلامیه کسي خارجي اثر ضلالت و نمائش بطلان سے مرعوب نہوئي' نیز انکو وہ " حجج الاهیه " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انساني کیلیے سب سے بڑا پیام هدایت پایا' اور انکے مراتب معنویه مرتفع و سرفراز هوے -

دوسرا حصہ احسان الہي کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " في الآخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکي حقیقت تم گذشتہ صحبتوں میں سن چکے هو کہ مرتبۂ نبوت کي قوة " موسسه " کي طرف اشارہ ہے' جو اپني دعوة کے ذریعہ ایک باقي و قائم امة صالحہ پیدا کردیتي ہے' اور اسطرح آنے والے قرون و اجیال میں اس دعوة کا سلسلہ هدایت همیشہ جاري و ساري رهتا ہے - انکي دعوة کے کہوارے اور نسل کي زندگي افراد و اشخاص کي موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باهر هو جاتي ہے - اگرچہ وجود موسس دنیا سے چلا جاے' لیکن اسکي " تاسیس " پر موت طاري نہیں هوتي -

پہلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیة میں وهاں ختم هوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا آتیناها ابراهیم علی قومه' نرفع درجات من نشاء' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوة اور " لسان صدق في الآخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ ! و وهبنا له اسحاق و یعقوب کلا هدینا - نیز هم نے حضرة ابرهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي اولاد عطا کي جنکے ذریعہ دعوة ابراهیمي کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع هوا' اسرائیل (حضرة یعقوب) سے بنو اسرائیل کي امة پیدا هوئي' اور انکي اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (بہ تحت تاسیس ابراهیمي) آتے رہے -

پس وہ " ذریة " اور " نسل " جو حضرة ابراهیم کو خدا نے دي' جسم اور خون کي نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرة لوط اور حضرة یونس کو کسي طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران هو- جسماني نسل حضرة ابراهیم کیلیے کوئي بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسي پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں هوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے' انکا وجود گوشت اور پٹھوں کا ڈھانچ نہیں بلکہ شریعة اور شریعة کي پکار ہے' انکا وطن گرد اور غبار کا کوئي منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائي اور راست بازي کے دعوة کا رقبہ ہے' پھر کیوں نہیں کہدیتے کہ انکي ذریة بھي جسم اور خون کي نہیں بلکہ دعوة الہي اور رسالة رباني کے بقاؤ قیام کي ہے ؟

ساري مشکل اس آیة کي تفسیر میں لفظ " ذریة " سے پیدا هوگئي ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس نسل ابراهیمي سے نہ تھے' اور یہ مشکل سر تا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کي جو حقیقت گذشتہ صحبتوں میں واضح کي گئي ہے' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریة " سے مراد دعوة ابراهیمي کي وہ " ذریة " ہے جو انکي دعوة " موسسه " نے پیدا کي - وہ " موسس " تھے - مجدد نہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوة ابراهیمي کے ذیل میں ظاهر هوے' قرآن حکیم نے ان میں سے چند ناموں کي طرف یہاں توجہ دلائي ہے' اور درمیان میں حضرة نوح کي " تاسیس " کي طرف اشارۂ مماثلة کردیا ہے' تاکہ واضح هوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراهیم کو کیسا کچھہ موسس بنایا ؟ اور کیسي نسل دعوة انسے پھوٹي اور پھلي پھولي ؟

سب سے پہلي دقت اس تفسیر میں حضرة لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے ؟ لیکن یہ دقت' دقت هي کب ہے جب کہ خود قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراهیم اذ قال لقومه : اعبدوا الله و اتقوه' ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	اور ابراهیم نے جب قوم سے مخاطب هوکے کہا : اللہ کي پرستش کرو اور اسي سے ڈرو - اگر تم سمجھہ رکھتے هو تو تمہیں سمجھنا چاهیے کہ تمہاري فلاح اسي میں ہے - ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	
فامن له لوط و قال اني مهاجر الی ربي' انه هو العزیز الحکیم -	لیکن قوم کي جہالت و ضلالة کیلیے یہ دعوة حق کچھہ سودمند نہ هوئي' اور صرف لوط ابراهیم پر ایمان لاے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم هوتا ہے کہ حضرة لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرة ابراهیم کے بھتیجے تھے - (۱۱ : ۲۷).

اور قرآن حکیم کي مندرجۂ بالا آیت بتلاتي ہے کہ وہ حضرة ابراهیم پر ایمان لاے' اور انکي دعوة کے ساتھي هو گئے - پس حضرة لوط گو حضرة ابراهیم کي نسل سے نہیں تھے' انکے بھتیجے تھے' لیکن چونکہ انکي دعوة' دعوة موسسه و مستقلہ نہ تھي بلکہ دعوة ابراهیمي هي کے تابع تھي' وہ اسي دعوة موسسه کے ایک مجدد تھے' اسلیے وہ حضرة ابراهیم کي " ذریة رسالت " هي میں داخل تھے' اور اسي لیے اس آیة میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوة ابراهیمي شامل کیا گیا -

(مجددین دعوة ابراهیمي)

اس آیة کریمہ میں " و من ذریته " کے بعد سے " علي العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوة موسسۂ ابراهیمیہ کے مجدد هیں' اور اسي لیے " ذریة " ابراهیمي میں داخل -

انکي تعداد ۱۴ - ہے' اور بیان میں ترتیب تاریخي نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخي مقصود نہ تھا' صرف دعوة موسسۂ ابراهیمي کي بقاء ذریة' اور قیام سلسلہ کو ظاهر کرنا تھا -

چنانچه فرمايا كه : و من ذريته : داؤد ' و سليمان ' و ايوب ' و يوسف ' و موسى ' و هارون ' و كذالک نجزي المحسنين - و ذكريا ' و يحيى ' و عيسي ' و الياس ' كل من الصالحين - و اسماعيل ' و اليسع ' و يونس ' و لوطا ' كلاً فضلنا على العالمين !

گو اسكا موقع نہيں ليكن كہنے كيليے طبيعت ميں بے اختيار بيقراري اٹھتي ھے كه گو يه مقام محض چند اسماء كو عطف كے ساتھه جمع كرديني كا تھا ' ليكن بلاغت قراني يہاں بھي اپنے اعجاز سے غافل نہيں - تم ديكھه رہے هو كه ان چودہ نبيوں كے ناموں كو ايک هي جمله ميں نہيں گن ديا ھے' بلكه اسكے تين ٹكڑے كرديے هيں اور سب كے درميان وقف ھے - پہلا ٹكڑہ "محسنين" پر ختم هوا ' دوسرا "صالحين" پر ' تيسرا "عالمين" پر - ايک بہت بڑا نكتۂ بلاغت اسميں يه ھے كه اگر ايک هي جملۂ تامه كے اندر يه پورے چودہ نام آجاتے ' تو وہ ناموں كے اجتماع كا اتنا بڑا جمله هو جاتا ' جسكو بيک دم پڑھنے سے طبيعت نہايت گراني و ثقالت محسوس كرتي - اسليے به لحاظ اوصاف غالبه ان انبياء كي تين جماعتيں كر ديں ' اور هر جماعة كے اسماء كے بعد اُن كي زندگي كے اُن غالب اوصاف كي طرف اشارہ كرديا ' اور اسطرح ايک لنبا سلسله جسميں يكے بعد ديگرے معطوف هوتے هوے چودہ نام آجاتے ' تين چھوٹے چھوٹے هم وزن جملوں ميں منقسم هوگئے

بهر حال اس سلسلے ميں بقيه انبياء كے متعلق تو بالكل ظاهر ھے كه وہ حضرة ابراهيم كے بعد بني اسرائيل ميں آے ' اور همارا استدلال يه ھے كه يه تمام سلسله دعوة ابراهيمي كے مجددين هي كا تھا - ليكن حضرة لوط ' حضرة يونس ' حضرة الياس ' اور حضرة اليسع كے متعلق مفسرين كو مشكلات پيدا هوگئي هيں -

حضرة لوط كا ذكر اوپر آچكا ھے - حضرة يونس بھي انبياء اسرائيل كے سلسلے كے ايک نبي هيں جنكا اصلي عبراني نام "يوناہ" ھے - وہ "متى" كے بيٹے تھے - عهد عتيق كے صحائف ميں عبدياہ نبي كے بعد انكے ظهور و مواعظ كا بھي ايک مستقل تذكرہ ھے - مثل متعدد انبياء متاخرين كے يه بھي امۃ اسرائيلي كے آخري مانم گذاروں ميں سے تھے -

پس تعجب ھے كه حضرات مفسرين (رحمهم الله) نے كيونكر يه قرار دے ليا كه حضرة يونس نسل ابراهيمي سے نه تھے ؟ اگر وہ مثل حضرة لوط كے نہوتے ' جب بھي وہ ذرية ابراهيمي هي ميں داخل تھے كيونكه سلسلۂ بنو اسرائيل ميں جتنے انبياء كرام آئے ' سب كے سب دعوة موسسۂ ابراهيمي كے مجدد تھے - ليكن لطف يه ھے كه جسماني نسل كے اعتبار سے بھي حضرة يونس نسل يعقوب سے هيں اور يعقوب حضرة اسحاق كے بيٹے تھے ' اور اسحاق حضرة ابراهيم كے (عليهم السلام) !

حضرت "الياس" كے متعلق بھي لوگوں نے عجيب عجيب قياسات كيے هيں ' اور بعضوں كا يه حال ھے كه وہ انبياء كے عبراني الاصل ناموں كيليے عربي مادوں اور مصدروں كو ڈھونڈھتے هيں - دراصل تورات ميں جو نام "ايلياہ" كي شكل ميں تم ديكھتے هو ' وهي عربي ميں آكر "الياس" هوگيا ھے - حضرة ايلياہ كا مفصل تذكرہ كتاب سلاطين اول اور دوم ' دونوں ميں موجود ھے - انكا ظهور "اخي اب" پادشاہ كے زمانے ميں هوا ' جو يهودي هوكر بعلبک كے بتوں سے مرعوب هوگيا تھا - انكے متعلق كتاب سلاطين دوم (۲ : ۱۰) ميں لكھا ھے كه جب يردن پار اترے ' تو ايک آتشيں رتھه آسمان سے اترا - اور وہ يكايک غائب هوگئے - صدرقيوں كو انهي كے دوبارہ ظهور كا انتظار تھا -

بهرحال يه بھي ايک رسول اور مجدد اسرائيلي تھے ' اور دعوة ابراهيمي كي ذرية ميں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرة "اليسع" كے متعلق انسے بھي زيادہ غلط فهمياں پيدا هوئي هيں ' اور انكي شخصيت كے متعلق كوئي صاف فيصله نہيں كيا گيا ھے -

بعض تو اس عام غلط فهمي كي بنا پر كه يه نام عربي هيں ' اليسع مصادر و مواد ڈھونڈھنے لگے ' بعض نے "الياس" اور "اليسع" دونوں كو ايک قرار ديا ' بعض نے كہا كه اسپر الف لام كا آنا اسكي عربيت كي پوري دليل ھے -

اس سے بھي زيادہ آجكل كے بعض مدعيان تحقيق جديد نے ٹھوكر كھائي ھے ' اور لكھا ھے كه تورات ميں جس نبي كا نام "يسعياہ" آيا ھے اور جنكا ايک صحيفه بھي موجود ھے ' وهي اليسع هيں -

ليكن دراصل يه تمام تحقيقات بے سود ھے - مثل اور ناموں كے يه نام بھي عبراني ھے ' مگر بغير اسي تبديلي كے بجنسه عربي ميں آگيا ھے - كتاب سلاطين اول و دوم ميں جہاں حضرت ايلياہ كا ذكر كيا گيا ھے ' وهاں انكے ايک ساتھي "اليسع" بھي هيں ' جو انكي غيبت كے بعد انكي نبوة كے وارث ٹھہرے ' اور جب يردن پار اترے تو يريحو كے انبياء زادوں نے پكارا : "ايلياہ كي روح اليسع پر اُتري" (سلاطين ۲ : ۱۵)

اگر همارے مصنفين نے تورات كا مطالعه كيا هوتا ' تو يه دقتيں پيدا نه هوتيں -

بهر حال حضرة "اليسع" عليه السلام بھي قطعاً اسرائيلي هيں ' اور اسليے قطعاً حضرة ابراهيم عليه السلام كي جسماني ذرية سے بھي هيں ' اور اُنكي روحاني ذرية سے بھي ' وہ بھي مثل ديگر انبياء بنو اسرائيل كے تجديد دعوة ابراهيمي كيليے آے جو شريعت موسوي كے نام سے موسوم تھي -

(تفسير آئمۂ اهلبيت عليهم السلام)

اور الحمد لله كه " و من ذريته " كي يہي تفسير بعض ائمۂ اهلبيت كرام عليهم السلام نے بھي كي ھے ' اور في الحقيقت اُن خزائن و ينابيع علوم نبوت سے بڑھكر اور كون ھے جسكي تفسير مقبول و مطلوب هوسكتي ھے ؟

حجاج بن يوسف نے ايک مرتبه حضرة امام باقر عليه و على اجداده و آبائه الصلواة والسلام سے پوچھا كه آپ لوگ حضرات حسنين عليهما السلام كو آنحضرة صلى الله عليه و سلم كي ذرية قرار ديتے هيں ' اور كہتے هيں كه يه قران سے ثابت ھے - مگر ميں نے تمام قران كا مطالعه كيا ' مجھے كہيں انكا ذكر نہيں ملا -

اسپر حضرة امام عليه السلام نے فرمايا :

اليس تقرء سورة الانعام "ومن ذريته داؤد وسليمان" حتى بلغ : ويحيى وعيسى" فقال : اليس من ذرية ابراهيم و ليس له اب ؟

"كيا تو نے سورة انعام ميں يه اية نہيں پڑھي كه : و من ذريته داؤد و سليمان " اور كيا اسي سلسله ميں حضرة عيسي عليه السلام كا بھي نام نہيں آيا ھے ؟ اگر آيا ھے تو حضرة عيسى حضرة ابراهيم كي ذرية كيونكر هوے - حالانكه انكا باپ نه تھا ؟

جواب كا مطلب يه ھے كه جب حضرة مريم عليها السلام كے نسب كي بنا پر خدا نے حضرة عيسى كو ذرية ابراهيم قرار ديا ' تو پھر حضرة سيدة النساء فاطمة الزهراء عليها السلام كے لخت جگر كيوں رسول الله صلى الله عليه و سلم كي ذرية نہوں ؟

امام رازي وغيرہ نے اس جواب كو حضرة امام باقر عليه السلام كي طرف نسبت دي ھے ' ليكن حافظ ابو الفداء نے بسلسلۂ روايت يحيى بن يعمر كي طرف منسوب كيا ھے - ميں نے حضرات مفسرين اثنا عشريه كي مصنفات اس غرض سے ديكھيں ' تو تفسير صافي ميں بجنسه حضرة امام كا مندرجۂ صدر قول مل گيا -

اس جواب سے ثابت هوا كه آية انعام ميں " و من ذريته " كي ضمير كا حضرت ابراهيم كي طرف عود اسدرجه مسلم تھا كه جب حضرة امام نے استدلال كيا ' تو معترضين نادمين كچھه جواب نه ديسكے -

نيز يه كه حضرات آئمۂ اهل بيت نبوة عليهم السلام كا بھي يہي مسلک تھا - و الحمد لله على ذالک -

مواعظ و خطب

الحریۃ فی الاسلام

ان القوۃ للہ جمیعاً (۲ : ۱۶۰)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو' انسان کا کیا حال تھا؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا' جنگل کا ہر بڑا درخت اوسکا خدا تھا' زمین کا ہر خوفناک کیڑا اوسکا خدا تھا' پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اوسکا خدا تھا - وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا' وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبی تھی' وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا' وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کبھی اگنی دیبی تھی اور کبھی خدا کا مظہر تھی' وہ عام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے' وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اون میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی' وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے!

هندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا' پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا' یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا' مصر و بابل جو علم ہیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے' ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے - دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی' کہ کلدان میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا' جسنے:

فلما جن علیہ اللیل را کوکبا قال هذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین - فلما را القمر بازغا قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین - فلما را الشمس بازغۃ قال هذا ربی هذا اکبر' فلما افلت قال یا قوم انی بری مما تشرکون' انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین -

رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے' لیکن جب ستارے چھپ گئے تو اوسنے کہا: میں چھپ جانے والوں کو خدائی کیلیے نہیں پسند کرتا - پھر چاند نظر آیا تو پکار اُٹھا کہ یہ میرا خدا ہے' پر جب وہ ڈوب گیا' تو کہا: میرا سچا خدا میری ہدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا! پھر دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اوسنے کہا: ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے' لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو اوسنے اپنی قوم کو مخاطب کیا: لوگو! میں اون سب سے تبری کرتا ہوں جنکو تم خدا کا شریک بناتے ہو' میں تمام جھوٹے معبودوں سے منہہ پھیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا ہوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اُٹھایا' اور اوسنے بتایا کہ اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا ہے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے ہیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے' اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے' اور اور تمام مخلوقات کا آقا ہے - پھر تو جنکا آقا ہے' حیف ہے کہ اونکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامی کا سر جھکائے؟

و لقد کرمنا بنی آدم و حملنھم فی البر و البحر و رزقناهم من الطیبت و فضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً: (۱۷ - ۷۱)

ہم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی' اوسکو خشکی و تری میں سواری دی' اچھی چیزیں روزی کیں' اور اپنی اکثر مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کی -

اے انسان! تمام دنیا تیرے ہی لیے بنی ہے - تو اسکی پرستش نکر:

الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض؟ (۲۲ - ۶۴)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھہ زمین میں ہے' تمہارے لیے مسخر کردیا؟

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً! (۲ : ۲۷)

خدا وہی ذات اقدس ہے جسنے تمہارے لیے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں!

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لیے ہیں - تو انکے لیے نہیں ہیں - پس تو انکو خدا نہ جان:

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض؟ (۳۱ : ۱۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے خدا نے مسخر کردیں؟

و سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا (۴۵ : ۱۲)

خدانے تمہارے لیے آسمان و زمین کی تمام چیزیں مسخر کردیں -

تو دریا کو دیبی نکہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے:

سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ و لتبغوا من فضلہ (۴۵ - ۱۱)

تمہارے لیے دریا کو مسخر کردیا تاکہ اوسمیں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو -

و هو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا و تستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا' و تری الفلک مواخر فیہ و تبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون (۱۶ : ۱)

خدا وہی ذات قدوس ہے جسنے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اوس سے تازہ گوشت کھاؤ' اوس سے اپنی زیب و زینت کی اشیاء نکالو' اوسمیں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں' تاکہ اوس سے خدا کی برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھہ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لیے مخلوق ہوے ہیں:

و جعل لکم من الفلک و الانعام ما ترکبون' لتسووا علی ظہورہ ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ' و تقولوا سبحان الذی سخر لنا هذا و ما کنا لہ مقرنین (۴۳ : ۱۲)

کشتی اور جانور تمہارے لیے پیدا کیے تاکہ تم اونکی پیٹھہ پر سیدھے سوار ہو' پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو' اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ہمارے لیے مخلوقات کو مسخر کردیا! ہم اپنی قوت سے انکو مسخر نہ کرسکتے!

آگ دیبی نہیں وہ تو تیرے ہی لیے پیدا ہوئی ہے:

والذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۷ ; ۸۰)

خدا وہ ہے جسنے سبز لکڑی سے تمہارے لیے آگ پیدا کی!

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے:

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی و الاشراق (۳۸ : ۱۷)

ہم نے داؤد نبی کیلیے پہاڑ کو مسخر کردیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں -

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود اونکا خداوند و آقا ہے' اسلیے تو اونکو سجدہ نکر!

و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم اللیل

تمہارے لیے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کردیا جو حرکت کرتے ہیں' اور اسیطرح

و النهار (١۴ - ٢٧)	رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھي تمھارا تابع فرمان بنا دیا !
و سخر لکم اللیل و النهار، والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره (١٦ : ٢)	رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمھارے تابع کردیا کیونکه تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع هیں -

غور کرو، ایک " مشرک " اور ایک " مسلم " کي زندگي میں کتنا فرق هے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں ' ستاروں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں ' کہنه اور بوسیدہ قبروں کي اینٹوں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، خود انسانوں سے ڈرتا هے که وہ خدا هیں، لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یه هے که " فاطر السموات و الارض " کي ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئي وجود نہیں جس سے ڈرا جاے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کي هر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا هے ' لیکن ایک مسلم وجود ذات " عزیز و متکبر " کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلی سمجھتا هے ' کیونکه هر لحظه اوسکے کان میں یه آواز آتي رهتي هے :

ان العـــزة لله و لرسوله و للمومنین -	عزت صرف خدا کیلیے هے' اوسکے رسول کیلیے هے' اور مسلمانوں کیلیے هے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کیطرف هاتھه پھیلاتا هے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں هے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا هے ؟ کیا وہ بھي تیرے هي طرح خدا کي مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت بر آري کي درخواست کرتا هے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک هي هے جسکي طرف هاتھه پھیلاتا هے ' ایک هي هے جس سے ڈرتا هے ' ایک هي هے جسکے آگے جھکتا هے' ایک هي هے جسکے آگے گڑ گڑاتا هے' ایک هي هے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھتا هے ' اور هاں ایک هي هے جس سے حاجت بر آري کي درخواست هے :

قل افرایتم ما تدعون من دون الله ' ان ارادني الله بضر هل هن کاشفات ضره ؟ او ارادني برحمة هل هن ممسـکات رحمته ؟ قل حسبي اللـه ' علیـه یتـوکـل المتـوکلـون -	اگر خدا مجھے مصیبت پہونچاني چاهے تو کیا تمھارے معبود جنکو تم پکارتے هو' اوس مصیبت کو دور کرسکتے هیں ؟ اگر خدا اپني رحمت مجھپر نازل کرني چاهے تو کیا وہ روک سکتے هیں ؟ هاں کہدو که خدا هي کا رشته بس کرتا هے ' بھروسه کرنے والے صرف اوسیکي ذات پر بھروسه کرتے هیں !

پس جو مسلم هے وہ خود دار هے ' کیونکه خدا کے بندوں میں اوسکا کوئي همسر نہیں ' پھر کس سے وہ اپني ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک هي سے اپني ذات کو حقیر سمجھا ' اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم هے وہ آزاد هے ' کیونکه مخلوقات میں کون بڑا هے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسي سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسي سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیے که وہ دل سے اعتقاد رکھتا هے که :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسي کے هاتھه میں نہیں -

دنیا کي هر قدرت و قوت کا مالک وهي هے -

اوسکے سوا کسي میں قوت و قدرت نہیں -

مخفي دعاؤں کا سننے والا تنہا وهي هے -

دنیا کي تمام قوتوں کي عنان حکومت صرف اوسي کے دست قدرت میں هے -

عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام هے -

هماري طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج هے ' پر وہ کسي کا محتاج نہیں -

(پہلے کالم کا بقیه مضمون)

پھر کیونکر ممکن هے که شدائد و خطرات کا مهیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے ' جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسي سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن هے که خوف و هراس اوس دل پر قبضه کرسکے جو خدا کے سوا کسي کے قبضه میں نہیں ؟ اور هاں کیونکر ممکن هے که متکبرین کي هیبت و عظمت ' جبابرۂ عالم کا قہر و غضب ' سپاهیوں کي تیغ و سنان ' اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے' جسکي نظر میں یه سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکي یه حقیقت هے' کیونکر ممکن هے که وہ شدائد و خطرات سے خوف کھاکر نصرت حق سے باز آجاے ؟ اوسکا دل راستي اور سچائي کي سختیوں کو دیکھکر لرز جاے ' اوسکي زبان قول حق سے خاموش رهے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل هو جاے ؟ کیونکه مسلم کي حقیقت یه هے که وہ خدا کے سوا دنیا میں کسي سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کي باگ اوسکے سوا کسي کے هاتھه میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یه سچ نہیں که مسلم فطرتاً خود دار هے که اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر هے ؟ کیا یه صحیح نہیں که مسلم فطرتاً آزاد اور حر هے که خالق کے سوا وہ کسي مخلوق سے نہیں ڈرتا ' کیونکه قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکي نظر میں ایک هي هے :

ان یمسسك الله بضر فلا کاشف له' و ان یمسسك بخیر فهو علی کل شيئ قدیر' و هو القاهر فوق عباده' و هو الحکیم الخبیر (انعام)	اگر وہ ضرر پہونچانا چاهے تو کوئي اوسکو هٹانے والا نہیں ' اور اگر نیکي و برات دینا چاهے تو وہ هر بات پر قادر هے ' وہ بندوں پر غالب هے ' وہ هر نکته سے آگاہ هے' اور هر خبر سے واقف هے -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نہي عن المنکر

تاریخ معتزله کا ایک صفحه

غیلان دمشقي

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیه سلسلے میں نه تو همیں فرقۂ معتزله کے عقائد و کلام سے کوئي تعلق هے ' اور نه انکے صحت و عدم صحت پر کوئي تبصرہ کرنا هے - ایک ایسے دور میں جبکه تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال هي کي تقلید میں پائي هے ' الله تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کي رهنمائي کي ' اور اشاعرہ و معتزله ' دونوں کي راهوں سے بلند تر ایک تیسري راہ حقیقت و استقامت دکھلا دي - اگر اسکي هدایت و توفیق دستگیر نه هوتي تو سچ یه هے که ان دونوں راهوں کي دلدل بڑي هي قدم گیر تھي ;

بندۂ را که بفرمان خـــدا راہ رود
نگزارند که در بند زلیخـــا مانـــد

تمام عالم اسلامي نے حقیقت کو اشاعرہ کي وراثت میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے هیں اور اعتزال کي مفقود و منهدم راہ از سر نو درست کرني چاهتے هیں - پر افسوس که سلف صالح اور مرمنون اولون کي اس راہ کي کسي کو خبر نہیں' جو اس وقت سے هے' جبکه نه تو اعتزال کي پکار بلند هوئي تھي' اور نه امام ابو الحسن اشعري کا وجود تھا - بهر حال یه موقعه اس تذکرہ کا نہیں - صرف یه

واضح ہوتا ہے کہ اپنی راہ دوسری ہے ' اور اس عہد ضلالت کیش میں الحمد للہ کہ صراط مستقیم سے مہجور نہیں :

راہے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما !

لیکن عقائد و کلام سے باہر آ کر تاریخی حیثیت سے اس نامور فرقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو صدیوں تک مسلمانوں کی علمی و سیاسی زندگی کا ایک بہت بڑا رکن رہا' اور جسمیں ہر علم و فن کے اساطین و راسخین پیدا ہوئے - ہمارا موجودہ تاریخی ذخیرہ اس کے لیے بالکل بیکار ہے - تاہم بعض ذرائع ایسے بھی بچ رہے ہیں جن سے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ گاہ گاہ بغیر کسی ترتیب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کریں -

(امر بالمعروف و نہی عن المنکر)

جس زمانے میں فرقۂ معتزلہ کے نشو و نما پائی تھی' اسلام تمام دنیا پر فیاضانہ حکومت کر رہا تھا' اور تمام دنیا اوسکے فیض عام سے کامل بداماں ہو رہی تھی بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطین و خلفاء کی قدردانیوں نے مالامال کر دیا تھا -

لیکن اس حالت میں بھی اس فرقے نے اپنے دامن کو درہم و دینار کے چمکنے والے داغ سے آلودہ ہونے نہیں دیا - ایسے وقت میں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رہا تھا' اور ابر کرم موتیوں کا منہہ برسا رہا تھا' اس فرقہ نے اپنا دامن قناعت ہمیشہ سمیٹے ہوئے رکھا' اور خار زار حرص و طمع سے اولجھنے نہ دیا -

استغناء اور بے نیازی کی شان مختلف مظاہر میں نظر آتی ہے' لیکن اوسکا اعلی ترین مظہر امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے - وہ ایک امانت الہی ہے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گیا ہے : و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئك ہم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

لیکن اس گروہ کی راہ میں سب سے زیادہ درہم و دینار کے خزف ریزے حائل ہوتے ہیں - سلاطین بنو امیہ نے اسی درہم و دینار کی مہر لگا کر علماء کی زبانوں کو بند کرنا چاہا تھا' لیکن علماء حق کی بے نیازی نے اس سنگ راہ کو ہمیشہ اپنے آگے سے ہٹایا' اور اس فرض کے ادا کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کیا - خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے وراثت شاہی میں جو خزانہ پایا تھا' وہ اوس مال و متاع سے لبریز تھا جسکو دست تظلم نے سمیٹ سمیٹ کر اوس میں بھر دیا تھا' اسلیے یہ دولت اون کے سینے کا بوجھہ تھی - وہ اوس سے خزانے کو خالی کرنا چاہتے تھے -

لیکن اس عادلانہ اقدام کی طرف سب سے پہلے اونکو غیلان دمشقی نے توجہہ دلائی جو اکابر معتزلہ میں ایک مشہور نامور متکلم گذرا ہے - اوس نے اونکو ایک خط لکھا کہ :

" اے عمر ! تم نے اسلام کو ایک داق کہن' اور ایک بوسیدہ صورت میں پایا ہے' اے وہ شخص جو تمام مردوں میں سے ایک مردہ ہے' تو کوئی قابل تقلید راہ اور کوئی زبان سے راستہ بتانے والا آدمی نہیں پاتا جس کی رہنمائی سے فائدہ اوٹھاے - آہ' سنت کا چراغ بجھہ گیا' بدعات کی تاریکی چھاگئی' دنیا کو ڈرا دیا گیا ہے' عالم لوگ خود نہیں بولتے' اور جاہلوں کو بولنے کی اجازت نہیں ملتی - امام کی ذات سے قوم نجات بھی پا سکتی ہے اور ہلاک بھی ہو سکتی ہے' خدا خود کہتا ہے :

و جعلنا ہم ائمة یہدون بامرنا -	ہم نے اونکو امام بنایا اور وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں ۔

یہی امام دنیا کو گمراہی سے بچاتے اور انکو تاریکی سے روشنی میں لاتے ہیں' لیکن ایک قسم کے امام اور بھی ہوتے ہیں :

و جعلنا ہم ائمة یدعون الی النار -	اور ہم نے اونکو ایسا امام بنایا جو آگ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں -

لیکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف یہ نہین کہتے کہ آگ کی طرف آؤ بلکہ دنیا کے سامنے گناہوں کا دروازہ کھولدیتے ہیں - تو اے عمر ! جو لوگ خود دنیا کو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں' کیا وہ دنیا کو گناہوں سے بچا سکتے ہیں ؟ کیا کوئی ایسا حاکم ہے' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چینی کرتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا قاضی ہے کہ جو فیصلہ خود کرتا ہے' اسی فیصلہ کے خلاف ایک حاکم کو سزا بھی دیتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا رہنما ہے جو دنیا کو سیدھی راہ دکھاتا ہے' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ہے ؟ کیا کوئی رحمدل انسان بھی تکلیف ما لا یطاق دیتا ہے ؟ یا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ہے ؟ کیا انصاف بھی ظلم پر آمادہ کر سکتا ہے ؟ کیا سچ بھی جھوٹ بول سکتا ہے ؟ "

یہ خط اگرچہ خلفاء بنو امیہ کے مظالم کا ایک اجمالی متن ہے' لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز تو خود ہی اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاہتے تھے' اسلیے اونکو ایک معمار ہاتھہ آگیا - اونہوں نے خوش ہوکر خود غیلان کو طلب کیا' اور اقامۂ عدل میں اوس سے اعانت کی درخواست کی - غیلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ہاتھہ میں لیا' اور عام منادی کردی کہ " خیانت پیشہ ظالموں کا' اون ظالموں کا جنہوں نے رسول کی جانشینی کا تو دعوی کردیا' لیکن رسول کے سنت کی تقلید نہ کی' مال و متاع بک رہا ہے - جسکو لینا ہو وہ آے "

چنانچہ توشہ خانہ سے ایک موزہ نکلا جسکے دام ۳۰ ہزار درہم اوٹھے - غیلان نے اوسکو ہاتھہ میں لیکر کہا : " لوگو ! خدا کے لیے بتاو' کیا یہ لوگ امام بنکر دنیا کی رہنمائی کرسکتے تھے ؟ وہ ۳۰ ہزار درہم کے موزے اوس حالت میں پہنتے تھے جبکہ دنیا بھوک سے مرتی تھی "

اسی حالت میں ہشام ابن عبد الملک آ گیا اور کہا ; " یہ میری اور میرے باپ دادا کی علانیہ پردہ دری کر رہا ہے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا " ہشام کے چلے جانے کے بعد غیلان اپنے دوست صالح کے ساتھہ آرمینیا کی طرف روانہ ہوگیا - ہشام نے موقع پاکر اوسکو گرفتار کرایا' اور چند روز قید رکھکر صالح اور غیلان دونوں کے ہاتھہ پاؤں کٹوا دیے' اور کہا " تمہارے خدا نے تمہارے ساتھہ کیا سلوک کیا ؟ " غیلان نے کہا " خدا یہ ظلم کیوں کرنے لگا ؟ یہ اوسنے کیا ہے جس پر خدا لعنت کرتا ہے " (مسئلۂ جبر و قدر کی طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پانی مانگا' ہشام کے درباریوں نے جواب دیا کہ تمکو آب زقوم پینا پڑیگا جو دوزخیوں کے لیے مخصوص ہے - غیلان نے اس مایوسانہ جواب پر صالح کو تسکین دی' اور وہ اسی حالت تشنگی میں شہید ہوگیا - غیلان نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا " خدا ان ظالموں سے سمجھے' انہوں نے زندہ حق کو مردہ' اور مردہ باطل کو زندہ کیا' شریف لوگوں کو ذلیل اور ذلیل لوگوں کو معزز بنایا " لوگوں نے اسکی اس آزادانہ تقریر سے متاثر ہوکر ہشام سے کہا " ہاتھہ پانوں کاٹنے سے تو اوسکی زبان اور تیز ہوگئی " ہشام نے حکم دیا کہ اسکی زبان بھی کاٹ دی جاے - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا' اور شمع ہدایت کی یہ لو ہمیشہ کیلیے خاموش ہوگئی : بل احیاء و لکن لا یشعرون !

یہ علماء حق تھے' یہ اسلام کی بخشی ہوئی وراثت علم تھی' اور یہ وہ ہستیاں تھیں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکی نسل کی تلاش میں نہ نکلو' کیونکہ وہ اب دنیاء اسلام میں نہیں بستی - ان علماء حق کے مقابلے میں آجکل کے اُن علماء منافقین و شیاطین اخرس کی ملعنت بھی ہمارے سامنے ہے جو اپنی چند روٹیوں کیلیے' یا کسی مدرسہ کی نوکری کیلیے' یا کسی امیر کے مردے کے قل کی مٹھائی کیلیے' یا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کیلیے' ایک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کی بھی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے !

مراسلات

سورہ والتیــــن

[از مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹي]

(۱)

انسان جب غور و فکر کي آنکھیں کھولتا ھے تو دیکھتا ھے کہ نیچے زمین ھے اور سر پر آسمان ھے - انکي وسعت اوسکے خیال سے بالاتر اور انکي قدامت اوسکے ادراک سے باھر ھے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ھے ' جنکي چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ھیں' دوسري طرف بلاخیز سمندر کي لہریں اوسکے ارد گرد طوفان خیز ھیں' جن کے سامنے انسان کي ھستي تو کیا اوسکي زمین بھي کائي کي طرح چھٹ جاتي ھے - ان عظیم ترین ھستیوں سے قطع نظر کرکے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کي قوت پر توجہ کرتا ھے' تو اور زیادہ متعجب ھوتا ھے کہ ھستي و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کي کیسي حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتي ھیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کي برق رفتاري پر خیال کرتا ھے ' خونخوار جانوروں کي طاقت کو دیکھتا ھے ' ابر کے ایک معمولي ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ھونا اوسکے سامنے آتا ھے ' پھونک سے اوڑ جانے والي چنگاري کي قوت اوسکے پیش نظر ھوتي ھے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ھے' تو بے اختیار پکار اوٹھتا ھے کہ اے ھستي انساني ! تو کیا ھے ؟ تیري حقیقت کچھہ بھي نہیں ! بحر وجود میں پاني کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ھوا کا ایک جھونکا ' میدان تکوین میں مجموعۂ غبار کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " و التین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کي تردید کي ھے' اور شرف انساني کے دلائل بینہ پیش کیے ھیں - اُس نے بتایا ھے کہ عالم وجود کي دوسري چیزوں کے ساتھہ انسان کو کیا نسبت ھے ؟ بلا شبہ انسان پاني کا بلبلہ ھے ' مگر کونسا پاني ؟ وہ ' جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ھے ! کچھہ شک نہیں کہ انسان ھوا کا ایک جھونکا ھے' مگر کس ھوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کي ایک لہر ھے ! ھاں' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ھے ' مگر ایسا نقش پا ؟ وہ ' جو وجود بحت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ھے ! خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصہ شہود کي رونق ' وجود انساني ھي ھے !

انسان کا اشرف خلائق ھونا ایک ایسا بین دعوی ھے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھي - لیکن اپني ھستي سے خود فراموشي ھي کبھي کبھي مانع کار ھو جاتي ھے' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسي لیے ناتمام رھجاتے ھیں کہ اونکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ھمت ھار دیتے ھیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہي کیلیے جو " تبیانا لکل شي " اور " نور مبین " کي حیثیت رکھتا ھو ' ضرور تھا کہ انساني فضیلت کي کامل حقیقت کو اوسکے سامنے صاف صاف پیش کردیے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اھم ترین رکن کي ایک تمہید اور مقدمہ بھي تھا ' جسے میں حضرۃ شاہ ولي اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کي اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ کے مضمون کي تقسیم دو قسموں میں ھو سکتي ھے :
(۱) شرف انساني کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

و التین و الزیتــــون و طور سینین و ھذا البلد الامین ' لقد خلقنا الانسان في احســن تقــــویم -	انجیر ' زیتون ' طور سینا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاھد ھیں کہ ھم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ھے -

" تقویم " کي تفسیر میں قاضي بیضاوي تحریر فرماتے ھیں :

تعــدیــل بان خــص بانتصاب القامۃ و حسن الصــورۃ و استجمــاع خواص الکائنات و نظائر سائر الممکنات (انتہی)	تقویم کے معنی تعدیل کے ھیں ' اور اوس سے مراد یــہ ھے کہ انسان سرو قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات کي تمثیلات کا مجموعہ ھے -

اسي مضمون کو امام رازي ان الفاظ میں ادا کرتے ھیں :

" التقویم " تصییر الشيء علی ما ینبغي ان یکون في التالیف و التعدیل یقال قومتہ تقویما فاستقام و تقــــوم (انتہی)	تقــویم کے معني ھیں کسي شی کا ایسي حــالت میں پیــدا کرنا جسکے لائق وہ اپني تالیف و تعدیل میں تھي - ایسے موقعہ پر جب کوئي شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر بنائي گئي ھو اور وہ درست ھو' تو اھل عرب کہا کرتے ھیں : قومتہ تقویما فاستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبري اپني شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معني نقل کرتے ھوے اپني راے ان الفاظ میں ظاھر فرماتے ھیں :

واولی الاقوال في ذلک بالصواب ان یقال ان معني ذلک في احسن صورۃ و اعدلہا - (انتہی)	تقویم کے معني میں بہترین قول یہ ھے کہ اسکے معني احسن و اعدل حالت کے ھیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھي اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ھیں ' تاھم منشاء و مآل سب کا ایک ھے - یہ ضرور ھے کہ بیضاوي نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ھے ' جسکا خلاصہ یہ ھے کہ " کیا بلحاظ حسن صورت ' اور کیا بلحاظ بلندي قامت ' انسان تمام ممکنات کي تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ھے " اور یہ انساني شرف کي بہت بڑي دلیل ھے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشوونما ' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ ') فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ھیں' وہ سب کے سب ایک وجود انساني میں مکنون ھیں - فلینظر الناظرون و یمحص المشتاقون -

اسي مضمون کو قرآن حکیم کے دوسرے مقامات پر بھي بیان کیا ھے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ھے ورنہ مقصود ایک ھے -

ایک جگہ ارشاد ھوتا ھے :

و صورکم فاحسن صورکم	اے انسانو ! خدا نے تمکو بہترین صورت میں پیدا کیا ھے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسماني یا خد و خال نہیں' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھي ھیں - (کما صرح بہ الاصفہاني في الذریعۃ و المفسرون في تفسیرھم) -

دوسري جگہ جو بہت زیادہ مفصل ھے اسطور پر مذکور ھے :

و لقد کرمنا بني آدم و حملنا هم في البر و البحر ' و رزقناهم من الطیبات ' و فضلنا هم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا -

هم نے بني آدم کو بزرگي عطاء فرمائي اور تري و خشکي میں اونکے چلنے کیلیے سواریاں بنائیں - عمده عمده چیزیں کهانے کو دیں - یہانتک که مخلوقات کے اکثر حصه پر اونکو فضیلت و سیادت حاصل ہے -

ان تمام آیات کو ایک دوسرے کے ساتهه ملا کر پڑهنے سے معلوم هو جاتا ہے که انکا مقصود فضیلت انساني کا ثبوت ہے - " سورة التین " میں اس دعوے کو مدلل و مشرح کیا گیا ہے ' اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کي گئي هیں -

محققین نے محاورات عرب و اشعار جاهلیة سے اسکا فیصله کردیا ہے که قسم اپنے ما بعد بیان کیلیے شہادت و دلیل هوتي ہے - امام رازي سورۂ ذاریات کي تفسیر لکهتے هوے شروع هي میں تحریر فرماتے هیں :

ان الایمان اللتي حلف الله تعالی بها ' کلها دلائل اخرجها في صورة الایمان - مثاله قول القائل لمنعمه و حق نعمک الکثیرة ' اني لا ازال اشکرک - فیذکر النعم و هي سبب مفید لدوام الشکر -

" تمام وه قسمیں جو الله تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمائي هیں ' سب کي سب قسم کي صورتوں میں دلائل هیں - جس طرح کوئي اپنے محسن کا شکریه ادا کرنیکے لیے کہتا ہے : و حق نعمتک الکثیرة ' اني لا ازال اشکرک - اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کیلیے سبب قرار دیتا ہے "

اس مسئله کو پیش نظر رکهتے هوے اب همارا فرض ہے که هم یه ثابت کریں که " لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم " پر یه چار قسمیں " تین ' زیتون ' طور سینین ' بلد امین " کیونکر دلیل هوسکتي هیں ؟

(تین و زیتون کي شہادت)

" تین " کے معني بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑي مقام کے بیان کیے هیں - لیکن یه سب اقوال مجروح هیں - اور انکے ضعف کي طرف بیضاوي وغیره مفسرین نے اشاره بهي کیا ہے - مناسب هي نہیں بلکه ضروري ہے که اس کے معني اوسي پهل کے لیے جائیں جسکو هم اپني زبان میں " انجیر " کہتے هیں - اسیطرح زیتون سے بهي مراد وهي مشہور پهل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے ' اور جو اهل عرب کي هر دل عزیز و جان پرور غذا ہے -

ابن جریر لکهتے هیں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن في قول الله والتین والزیتون قال تینکم هذ الذي یوکل و زیتونکم هذ الذي یعصر

حضرت حسن سے مروي ہے که قرآن شریف میں تین سے مراد وهي پهل ہے جسے لوگ کهاتے هیں - اور زیتون سے مراد وهي ہے جس سے روغن نکالتے هیں -

امام رازي اپنے تفسیر میں تین و زیتون کے معني بیان کرتے هوے حضرت ابن عباس رضي الله کا قول نقل کرتے هیں " هو تینکم و زیتونکم هذا " اے اهل عرب ! تین وزیتون سے مراد یهي تمہارے مشہور پهل هیں -

ان دونوں الفاظ کے معني متعین هونیکے بعد غور کرو که یه شرف انساني پر کسطرح شاهد هیں ؟ تم جانتے هو که انجیر ایک نہایت چهوٹا سا پهل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بیشمار فوائد رکهتا ہے - ذائقه کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے - باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر کلیتین ' مسمن بدن وغیره ' اسکے معمولي خواص هیں -

پس انجیر شاهد ہے که جسطرح یه جسم صغیر هوکر بیشمار فوائد کا مجموعه ہے ' اسي طرح وجود انساني بهي جسماً مختصر لیکن مختلف قوتوں کا پتله ' گونا گوں جذبات کا سراپا ' بو قلموں اسرار کا مجسمه ہے !

بیشک اسکي متهي بهر هڈیوں کا ڈهانچ عالم تکوین کي غیر محدود کوه پیکر هستیوں کے سامنے کچهه حقیقت نہیں رکهتا ' مگر ان هڈیوں هي میں وه طاقت ہے جو پہاڑوں کي چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کرسکتي ہے !

دوسري شہادت زیتون کي ہے - وه یه که جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے هوے ہے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن هي کیوجه سے ہے ' اسي طرح انساني جسم میں بهي روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بهي اوسکي روح هي سے ہے - ورنه انسان متي کا ایک ڈهیر یا حشرات الارض کي گهناؤني غذا ہے اور بس -

یہاں پر دو سوال اور قابل غور هیں - ایک یه که جناب باري نے زیتون هي کو شہادت کیلیے کیوں منتخب کیا ' جبکه یه فائده اور روغن دار پهلوں یا اسي قسم کے تخموں سے بهي حاصل هوسکتا تها ؟

اسکا جواب یه ہے که اهل عرب جو قرآن کریم کے اولین مخاطب هیں ' اونکے سامنے جو چیز بکثرت موجود تهي ' وه زیتون ہے ' اور جو فوائد غذاء و دواء کے اعتبار سے انہیں حاصل هو رہے تهے ' وه بالکل انپر واضح و آشکارا تهے -

دوسرا سوال یه هوسکتا ہے که جبکه روح جسم سے اعلی و اشرف اور اوسپر حاکم ہے ' تو اسکي شہادت کو جسم کي شہادت سے مقدم هونا چاهیے ' اور اسلیے والتین کي جگه والزیتون کے لفظ سے سورة کو شروع کرنا چاهیے تها - یه درست ہے ' مگر یاد رکهنا چاهیے که دلیل و اثبات کے موقعه پر مقدم هونیکا وه چیزیں حق رکهتي هیں جو تجارب و محسوسات کے دائره میں هوں - قطع نظر فلسفۂ جدیده کے جسکي بنیاد کا سنگ اولین هي تجربه ہے ' اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفه کو دیکهو - اور کم از کم علامه بہاري کي سلم کے آخر میں برهان کي بحث سامنے رکهو ' تو معلوم هوجائیگا که دلیل مفید یقین وهي هوسکتي ہے جسکے مقدمات کي ترتیب امور یقینیه اور تجربه پر هو ' یا کم از کم ایسے مقدمات کیطرف اونکي تحصیل هوتي هو - بہر حال جسم اور اوسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاهر هیں ' اور روح غیر محسوس ہے - پس اسلیے جسم کي شہادت کو حق تها که وه روح کي شہادت پر مقدم هو ' اور سورة کو والتین هي کے لفظ سے شروع کیا جاے -

(نکته)

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشاره ہے - وه یه که جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اوس سے دوسرے فوائد کے علاوه چراغ بهي روشن هوسکتا ہے ' اور وه اپنے اِرد گرد تمام چیزوں کو منور کردیتا ہے - اسي طرح وه روح جو قفس عنصري میں مقید ہے ' اگر بقدر طاقت بشري اوسکو بهي علائق مادیه سے پاک و صاف کرلیا جاے ' تو پهر اس سے بهي بہت سي تاریک روحیں منور ' اور ظلماتي قلوب روشن هوسکتے هیں !

(طور سینین کي شہادت)

" طور سینین " کي تفسیر میں تمام مفسرین اپني عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیان کرتے هیں ' مگر در اصل یه سب تکلف ہے - اِس سے مراد وهي پہاڑ ہے جو حضرة موسی کیلیے جلوه گاه رباني اور بني اسرائیل کیلیے قانون شریعت کا

مہبط تھا - ابن جریر نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے - چنانچہ لکھتے ہیں :

و اولی الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف -	صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یہ شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ضعیف و ناتواں انسانی پتلہ میں مادی ترقی کی قوۃ کہانتک ہے؟ اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اڑ کر کہانتک پہونچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بنی اسرائیل کی حالت پر نظر کرو ' وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے اسرائیلی برکت اور حضرۃ ابراہیم کے خدا کے وعدے کو فراعنہ کے قدموں میں پامال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے خطرت کی سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعنی حریۃ) کو ہمیشہ غیروں کی چوکھٹوں پر قربان کیا !

یہی بد نصیب بنو اسرائیل تھے جو انسانی عبدیۃ کے خون سے پیدا ہوئے - غلامی کے دودھ سے پلے - استبداد کی آب و ہوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک کہ شرف قومی کا پاک جذبہ جسکی حفاظت دل کے خون اور دماغ کی روح سے ہونی چاہیے تھی ' فراموش کردیا گیا - آہ ' صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے دیکھا کہ ظالم مصریوں کی خون آشام تلواریں اپنی پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتی ہیں ' اور اونکی مخدرات کی عصمت کی فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قربانی ہورہی ہے - یذبحون ابناءھم و یستحیون نساءھم - مگر تاہم اس بے حسی کی صدا سے باز نہ آے کہ : فاذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کی یہ حالت تھی' مگر جب جبل طور پر (جسکی قسم اس سورۃ میں کھائی گئی ہے) موسی علیہ السلام کو قانون ملۃ عطا ہوا' اور اوسپر آیندہ نسل نے عمل کیا ' تو پھر وہ حالت ہوئی کہ جو غلام تھے وہ شہنشاہ ہوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نہ تھے' اوسکے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کی یہ قوم مالک ہوئی - اموریوں (۱) اور فرزیوں' حویوں اور یبوسیوں' کی دودھ و شہد بہانیوالی زمین اونکے قبضہ میں آگئی - اسی کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اوٹھے ' اور اسی کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ہلادیا - یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اسلیے کہ پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھی' اور اب اوسپر عامل ہوگئی - پہلے وہ اوس قانون الہی سے جو طور پر نازل ہوا جو ترقی کے بے شمار اسرار سے معمور تھا ' محروم تھی اور اب اوسکی پرستار ہوگئی - پس خداوند تعالی نے اسی لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑی قوم کے عروج و زوال کی تاریخ وابستہ تھی ' بطور شاہد کے پیش کیا ہے کہ دیکھو' یہ طور شاہد ہے کہ انسان کو ہم نے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف ہستی ہونے کے اسکی پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے ؟

جسطرح کہ پہلے جسم کی شہادت اور اسکے بعد روح کی شہادت بیان کی گئی تھی ' اسی طرح تیسری شہادت میں پہلے جسمانی و مادی ترقی کا ثبوت دیکر چوتھی شہادت اوسکی روحانی ترقی کی دلیل قرار پائی -

---

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد ہیں' اور یہ تلمیح ہے کتاب خروج ۳/۱۷ و ۱۷ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرۃ موسی علیہ السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا

(بلد امین کی شہادت)

و ھذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے' جسکے معنی حفاظت کرنیکے ہیں - امانۃ کو امانۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اوسمیں حفاظت کی جاتی ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اپنے حقیقی معنی امن میں یہاں مستعمل ہے' تو اسکے معنی ہونگے " حفاظت کرنیوالا " یا مثل قتیل بمعنی مقتول اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے ' تو اسوقت اسکے معنی ہونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکہ معظمہ (زادها الله شرفها) ہے - كذا صرح الكشاف والرازي والبيضاوي وغيرهم -

پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ خانۂ کعبہ قاتل الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت اللہ میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکہ وہ حرم میں داخل ہوجائیں' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکہ نص قرانی میں دوسری جگہ "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ کعبۂ محترمہ قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے - یہ چوتھی قسم ہے' اور انسانی شرف کے جس شعبہ پر شہادت لائی گئی ہے' اسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں - اسکی تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمہ پیش نظر رہنا ضروری ہے -

محبت کے دو درجے ہیں - ایک یہ کہ محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت ہو - اوسکے دیار و لباس کی یاد بھی وہی دل پر اثر کرے جو اوسکی چشم بیمار کے اشارے کرتے ہیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپنی محبوبہ کی قیام کے آثار کو دیکھا ' تو بیخود ہوگیا ' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبك من ذكرى حبيب و منزل
بسقط اللوى بين الدخول فحومل

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی سے محبت نہ ہو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے کہ ماسوا کی الفت خاکستر ہوجاے ' اور یہ عالم ہو :

جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے !

یہ مرتبہ پہلے سے اعلی ہے اور اسی کا نام مرتبۂ خلت ہے ' جسکا نمونہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام تھے - حضرت ابراہیم کیلیے تو یہ مقام ظاہر ہے کہ جب اون سے اونکے جگر گوشہ و چشم و چراغ اسمعیل کی قربانی کیلیے ارشاد ہوا تو وہ بلا تامل تیار ہوگئے ' اور اسپر حضرت باری سے یہ خطاب عطا ہوا :

و اتخذ الله ابراهيم خليلا	اللہ تعالی نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا -

لیکن حضرت اسمعیل بھی اس مقام خلت سے محروم نہ تھے - چنانچہ جب راہ حق میں اونکو قربان کرنیکے لیے کہا گیا (انی اذبحك فانظر ما ترى) تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا کہ اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار ہیں ' تو میں بھی قربان ہونے کے لیے حاضر ہوں -

يا أبت افعل ما تؤمر ستجدني انشاء الله من الصابرين (۲۳ : ۷)

کعبہ مکرمہ جو انہی پرستاران حق و فداکاران ملت کی بنا کردہ تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کی درسگاہ ہے' جسکو یہ بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور ہوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ربنا واجعلنا مسلمين	اے ہمارے خدا تو ہمارے اس کام بناء کعبہ کو قبول فرما اسلیے کہ تو ہی ہماری دعا کو سنے والا اور ہمارے کاموں کو جاننے والا ہے -

لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم - ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم ایاتک ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۱ : ۱۴)

اے پروردگار ! اب تو همکو اپنا فرمانبردار بنده بنا اور هماري نسل سے ایک مطیع و منقاد امة قائم کر - اے خدا اپنے ارکان عبادت همکو هدایت کر اور همپر رحمت نازل فرما کیونکه تو هي تواب و رحیم هے - اور پهر اس امة میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو اونهیں سے هو' وه رسول تیرے احکام انکو سناوے اور تیري کتاب و حکمت کي باتیں اونکو سکهلاے - تو سب کچهه کرسکتا هے' اسلیے که تو سب پر غالب اور سر چشمه حکمت هے -

پس درسگاه خلت یعنی بیت ابراهیمي اس پر شاهد هے که انساني روح کہانتک ترقي کرسکتي هے' اور اسکي انتہا کیا هے ؟ تمکو معلوم هوگیا که اسکي ترقي اس حد تک هے جہاں پہونچکر ایک هي مقصود' ایک هي مطلوب' اور ایک هي شاهد و مشهود سامنے هوتا هے' جسکي چشم و ابرو کے اشاروں اور دعوت حق طلب کي مسدراهت پر اپني عزیز ترین چیزونکو بهي قربان کردیا جاتا هے -

اے تشنگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمهارے هاتهوں میں' اسمعیلي خون تمهاري رگوں میں' اور ابراهیمي دعاء کي امة مسلمه تم هو' تو پهر تمهارے لیے ذریعۂ فلاح و نجات وهي جذبه خلت' وهي جوشِ محبت' وهي سوداء عشق' وهي طریق ابراهیمي هے' جسکي شہادت تمهارا کعبۂ مکرمه بزبان حال پیش کر رها هے - اور اوسکي صدا اوسکے در و دیوار سے آرهي هے -

حضرة شاه ولي الله نے حجة الله البالغه میں اس امرکو مفصل بیان کیا هے که روح و جسم کا وجود اور اونکا اجتماع دوسرے جانداروں میں بهي هے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جس پر تیسري و چوتهي قسم شاهد هے' یه انسان هي کیساتهه مخصوص هے - ان دو آخري خصوصیتوں میں سے پہلے قوة حیوانیۂ انسانیه' اور دوسري قوة ملکوتیه کا خاصه هے - پس ان خصائص و قوی' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون هے جو اسمیں شک کرسکتا هے که : لقد خلقنا الانسا في احسن تقویم ؟

الهلال :

(از جناب مولانا السید مرتضی نونهروي)

جب دوسرے سال دفعتاً یه نوراني پرچه نظر فقیر سے گزرا تها تو میں نے محرر و مدیر الهلال جناب علامه دوراں' وحید الزماں مولانا ابوالکلام آزاد کو لکها تها که یه هلال نہیں هے - اسکا نام " البدر " هونا مناسب هے - اسلیے بدریة کے افق پر تدریجاً حرکت و ترقي نہیں کي هے بلکه بدو تکوین هي سے وه بدر هے - لهذا مستحق تسمیة البدر عین الکمال روزگار هے - لیکن اس قمرکو محاق میں چند روز رهنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اهل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تها اوس ماتمگساري کا بزبان حال یه نوحه تها :

خون دل خود کن که شرابے به ازیں نیست
آتش بجگر زن که کبابے به ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم - اب پهر تاریکي محاق سے نکلکر' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا' اور سماے حریة راے' و معارف قرآني' و حقائق حکمة و بیان یزداني کا آفتاب عالمتاب بنکر نصف النهار و نقطه وسط النهار پر چمکنے لگا -

هنود و براهمه اور عوام شیعه قمر در عقرب کي نحوست کے قائل هیں - گو جناب مجلسي حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعده هیئة و ریاضي اسکي تضعیف پر مائل هیں - دفاتر روایات اهل سنة و جماعت بهي اس روایت سے خالي نہیں هیں مگر محققین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجها هے - بهرحال همارا قمر عقربیة کے خطرات سے بالکل نکل آیا هے' اور امید هے که البلاغ کے بلوغ رشد وکمال کا یه روز دنیاے اسلام میں بهتر از صد عید و تقریب نشاط هو' جو کسي رسم و قید کي پابند نہیں !●

هماري آرزوؤں اور امیدوں نے بصورت البلاغ اپنا ظهور موفور السرور کیا هے' مگر قلم جادو نگار علامه عصر حضرت آزاد هي کا هے - وهي غلغلۂ آفریں عالم ارواح و معاني سے بلند هے' رهي علم و فن کي رنگیني هے' وهي معارف قرآنیه کي نور افشاني هے جس پر فصاحت و بلاغت هزارها سجده کرتي هے' وهي متانت افکار اور آزادي راے کا نظاره هے جو پہلے تها' وهي انکشاف حقائق و علوم هے جو اسکي خصوصیت تهي' وهي معارف قرآنیه و نبویه کي جلوه فرمائیاں هیں جنکے لیے وه عالمگیر شهرت حاصل کرچکا هے - فافهم و تامل و تبصر -

بهر رنگے که خواهي جامه مي پوش * من انداز قدت را مي شناسم

البلاغ فقیر کي نظر سے گزرا تو زبان پر یه شعر جاري هوا :

یا بدردجي بوصله احیاني * اذ زاروکم بهجره افناني
بالله علیک عجل سفک دمي * لا طاقة لي بلیلة الهجران

ایک ماهوار تاریخی رساله

میں ایک ماهوار تاریخي رساله جاري کرنے کا مصمم اراده کرچکا هوں' جو تهذیب اخلاق اور تهذیب نفس کا کام انجام دیتا هوا ملک و قوم کي صحیح تاریخ پیش کرسکیگا' پہلا نمبر انشاء الله تعالی جنوري میں شایع هوجائیگا - احباب کي خدمت میں گذارش هے که اس نگارش کے ملاحظه فرماتے هي اپنے اراده سے مطلع فرمائیں که آیا آپ رساله کي (جسکا نام عبرت هوگا) خریداري پر آماده هیں ؟ نیز اپنے قیمتي مشوره اور اعانت سے دریغ نه فرمائیں - رساله کي قیمت صرف ایک روپیه ششماهي' اور ضخامت تیس چالیس صفحات هوگي - مجهکو مخاطب کرنیکے لیے ذیل کا پته کافي هے -

اکبر شاه خان - نجیب آباد

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـــذا بـيـان لـلـنـاس ' و هـدی و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر' اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوۃ کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے' یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحه کي تفسیر کا هوگا' انشاء الله ۱۵ - صفر کو شائع هوجائیگا - قیمت سالانه ۱۴ - صفر تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس و لينذروا به و ليعلموا انما هو اله واحد و ليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۶ - ۷ | كلكته : جمعه ۸ - ۱۵ ربيع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, January 14 , 21 1916.

ترجمان القران

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' از خامه اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم کے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

---

نوٹ — ڈبل نمبر هونے كي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الهلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طرق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام و القرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص جنگ مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

جلد ۱ | کلکته : جمعه ۸ - ۱۵ - ۲۲ ربیع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر ۶ - ۷ - ۸
Calcutta : Friday, January 14, 21, 28 1916.

البـلاغ كـي اشـاعت ميں تاخيـر اور آينـده كيليے اعـلان

آينــده سے البـــلاغ بـدستور قـديم هفتـه وار شايـع هـوگا

(۱) الـبلاغ كي اشاعت ميں ابتـک نهايت بدنظمي رهي - ابتدا ميں اراده كيا تها كه كچهه دنوں تـک مهينے ميں دوبار شائع كيا جاے' اور اسطرح جو وقت اس سے بچے وه تصنيف و تاليف ميں صرف هو' ليكن تجربے سے ثابت هوا كه اپنے ليے ايام اشاعت كي هر صورت يكساں هے' اور كام كي كثرت و قلت دل كي جمعية اور دماغ كے استعداد پر موقوف هے' صرف وقت هي كا سوال نهيں هے - محنت اور ذمه داري ميں اس سے كوئي فرق نهيں آتا' صرف اتني تبديلي هو جاتي هے كه چار مرتبه كي جگه دو مرتبه كام كا اختتام و آغاز هوتا هے - مگر يه تبديلي اپني مشكلات كيليے كچهه زياده سودمند نهيں -

(۲) اس سے بهي بڑهكر يه كه ابتـک يكے بعد ديگرے كچهه ايسے افكار و حالات گرد و پيش رهے' جنـكي وجه سے طبيعت برابر بجهي رهي' اور انهماک و محويت عمل كا شعله نه بهڑک سكا - اوروںكي خبر نهيں' مگر اپنے كاموں كو ديكهتا هوں تو يهي انهماک اور محويت ميری زندگي كي اصلي قوت اور ميرے تمام ضعف جسم و ناتواني صحت كا علاج حقيقي هے :

اے تـو افـلاطـون و جالينوس ما !

ليكن اب تـک يه حال رها كه البـــلاغ كي تحرير و ترتيب ميں ميرے ليے وه لذت و كيفيت هي نه تهي' جو اپنے ذوق و شوق كے تمام كاموں ميں پاتا هوں' اور جو اگر مجهه سے چهين لي جاے تو ميري قوة شغل و عمل يكسر هلاک هوجاے - اسي كا نتيجه هے كه نه تو البـــلاغ كے كسي نمبر كو اسكي اصلي تقسيم و ترتيب كے مطابق طيار كيا گيا' نه تمام ابواب و فصول هي شروع هوسكے' اور نه پيش نظر مطالب مهمه كيليے زبان كهلي - صـرف يهي خـيال سامنے رها كه كسي نه كسي طرح البـــلاغ مرتب هوكر نكل جاے اور سلسله برابر جاري رهے -

(۳) ليكن الحمد لله كه ميرے دلكي افسردگيوں كا موسم اب بدل گيا هے' كيونكه مجهسے باهر بهي تبديلي هوگئي هے - اب ميں مستعد هوں كه اپنا جسقدر وقت البلاغ كيليے نكالوں' ذوق و انهماک كے ساتهه خـرچ كـروں' اور پرچه بهي هفـته وار شـائع هو - مجهے معلوم هوا هے كه تا خير اشاعت دوستوں پر بهت شاق هے -

(۴) اس نمبر كي اشاعت ميں بهت دير هوگئي - يه تين هفتوں كي مجموعي اشاعت هے - اُن احباب كرام سے اميد وار معافي هوں جنهوں نے هميشه ميري مشكلوں اور معذوريوں پر نظر ركهكر ميري كمزوريوں كو معاف كيا هے :

سخن طـرازي و دانش هنر نظيری نيست
قبــول دوست مگر نالـۀ حـزيں كـرده

(۵) آينده نمبر سے انشاء الله هر جمعه كو البلاغ ڈاک ميں پڑ جائيگا' اور بهت سي تبديلياں اسكي ترتيب و مضامين ميں نظر آئيںگي - الهلال كے زمانے ميں اكثر بزرگوں نے لكها تها كه رساله كے مضامين كو طرز تحرير و انتخاب مباحث كے اعتبار سے دو بڑي قسموں ميں منقسم كرديا جاے - چند مضامين نهايت آسان و سهل زبان اور تمام دقيق مطالب و علمي اشارات سے معرى هوں' تاكه هر شخص ان سے دلچسپي حاصل كرسكے' اور چند مضامين مخصوص طور پر اهل علم و نظر هي كيليے هوں' اور صرف انهي كو رساله اپنے مطالب دقيقه' مباحث مهمه' اور انشاء مخصوص كيليے محدود كردے -

اگرچه يه طريق تبليغ و درس ابتدا سے پيش نظر رها هے' ليكن آينده سے اسكي مزيد كوشش كي جائيگي' اور انشاء الله البـــلاغ كے هر نمبر كے مضامين ميں يه تقسيم ملحوظ رهيگي - الهـــلال كے جسقدر ابواب مضامين تهے' وه بهي اب انشاء الله بالالتزام البـــلاغ ميں آپ مـلاحظه فـرمائينگے - بعض كے مضامين مـرتب هوچكے هيں' ليكن ابتـک انكي اشاعت كيليے جگه نه نكل سكي -

البيـان و ترجمان القـران

كيليے احبـاب كـرام كو كسي قـدر اور انتظار كرنا چاهيے - حتى الامكان پوري كوشش كر رها هوں كه كسي نه كسي طرح اسكا سلسله جلد شروع هو جاے - تفسير اور ترجمه شائع هوجاتا ليكن انكے مقدمه كي وجه سے دير هوگئي كيونكه ضروري معلوم هوا كه پہلے نمبر كے ساتهه مقدمه پورا شائع كرديا جاے - بهـر حال اميد هے كه اب زياده انتظار نه كرنا پڑيگا - البيـان كا جب تـک پهلا نمبر شائع نهيں هوا هے' رعايتي قيمت كے بهيجنے كي مهلت باقی هے -

مہد التـــواء و انتظـــار

ما نبـودیم بـدیں مرتبـہ راضي غالـب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

البلاغ کي پچھلي دو اشاعتوں میں اس عاجز کے مشرب تجارت اور راہ دعوۃ کے متعلق جو کچھہ عرض کیا تھا ' امید ہے کہ احباب کرام کے پیش نظر ہوگا -

پس اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت جو میں آنکے آگے واضح کرنا چاهتا هوں ' یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ الهـلال و البـلاغ کے متعلق اچھی طرح سمجھہ لیں کہ اسکے تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل هیں ؟ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدها فروعي اور جزئي معاملات صاف هو جائینگے جو همیشہ پیش آتے رهتے هیں ' اور جنکے لیے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں ' اور نہ دوستوں کا وقت بیکار ہے کہ مقصد اصلي کي جگہ محض شخصي حالات و معاملات کي سماعت میں ضائع هو -

گذشتہ صحبتوں میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح هوچکي ہے کہ تجارت اور دعوۃ کي راهیں بالکل متضاد هیں ' اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جا سکتا - تجارت حاصل کرنا چاهتي ہے مگر دعوۃ کي پہلي شرط کھونا ہے -

اخبار نویسي اور تجارتي مطبوعات کي تمام شاخیں تجارت کے ماتحت هیں ' اور یورپ جو تحریر و تصنیف کے اس طریق کا موجد ہے ' اسکو تجارت هي کے اصول پر چلا رها ہے -

هر اُس شخص کو جسکي نظروں سے میرے مطبوعہ کاموں کي ایک سطر بھي گذري ہے ' اور نیز هر اُس شخص کو جس تک میري آواز پہنچ سکتي ہے ' یہ معلوم هوجانا چاهیے کہ میں تاجر نہیں هوں ' اُس خدا کیلیے جسکي زمین لاکھوں کروروں تجارت گاهوں اور تجارت کے قافلوں سے پُر هوئي ہے ' یہ کچھہ ضروري نہیں ہے کہ وہ اپنے هر بندے کو تاجر هي بنائے - اُسکي ربوبیت و رحمت انسان کو هر طرح کا دل ' هر طرح کا دماغ ' هر طرح کا فکر ' اور هر طرح کا عشق بخش سکتي ہے ' اور کسي شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اگر اپنے اندر کسي چیز کو نہ پائے تو ساري دنیا کو اس سے محروم سمجھے :

ایں نشہ بمن گر نبود با دگرے هست !

پس میں جو کچھہ اور جیسا کچھہ بھي هوں ' لیکن اس حقیقت کے اظہار کیلیے اپني زندگي کے هر اثر کو شاهد رکھتا هوں کہ میں تاجر نہیں هوں ' اور تجارت نہیں کرتا - خلاق فطرۃ نے مجھکو تجارت کي کوئي چھوٹي سے چھوٹي استعداد بھي نہیں دي ' اور ابتداے عمر سے جن حالات و موثرات کے ماتحت رکھا ' انکي دنیا تجارت گاہ سود و زیاں سے اسقدر دور ہے کہ اگر میں خود چلکر وهاں جانا بھي چاهوں تو نہیں پہنچ سکتا -

بلا شبہ میں نے پریس کھولا ' اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاري کیا ' لیکن یہ صرف اسلیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئي نہ تھا ' اور میرے پاس اتني دولت نہ تھي کہ میں مفت چھاپکر تقسیم کیا کرتا -

پس میرے تمام کاموں کي بنیاد تبلیغ ہے ' نہ کہ تجارت - میري اخبار نویسي کو تم اخبار نویسي نہ قرار دو ' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلي کام نہیں ہے - میں نے اگر اسے اختیار کیا تو یہ هندوستان کي اخبار نویسي اور مطبوعہ اشاعات کیلیے بہتر هوا اور اسکے لیے ترقي کي ایک بالکل نئي راہ کھلي ' مگر خود میرے لیے اسمیں کوئي شرف نہیں ' کیونکہ میرے کاموں کیلیے اصل راهیں دوسري تھیں :

ما نبودیم بـدیں مرتبہ راضي غـالـب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

یہ ایک اصولي بنیاد ہے - اب اسکے ماتحت طرز عمل و طریق کار کي تمام چیزیں آ جاتي هیں -

اگر تمہارے سامنے الهلال کي پوري زندگي موجود ہے ' تو تم صدها نشانیاں اسکي پا سکتے هو کہ تجارت اور تجارتي زندگي و اوضاع سے اسکي زندگي کي هر شاخ بالکل متضاد تھي -

تجارتي زندگي کیلیے سب سے پہلي چیز پریس کا نفع و نقصان تھا ' لیکن دنیا جانتي ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسي چیز سے بے پروائي نہیں کي ' اور مال و صحت کے نقصان کے سوا اس سے کوئي تجارتي معاوضہ مجھے حاصل نہ هوا -

مجھے ملک کے دولتمند و دولت بخش طبقہ سے یکقلم بے پروا اور کنارہ کش رهنے کي خدا نے توفیق دي ' جو راہ دعوۃ کي اولین شرط مگر راہ تجارت کیلیے بربادي اور موت ہے - مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کردینے کي قوت ملي جسکے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھي نہیں اُٹھایا جاسکتا لیکن جسکا تصور بھي تجارتي اخبار نویسي کیلیے گناہ ہے - میں نے اپنے کاموں کي کوئي قیمت (اُس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاهي کي هر الهلال کے پڑھنے والے نے دي) کبھي بھي کسي انسان سے نہ چاهي ' اور کبھي بھي اس کیلیے کسي انسان کے چہرہ پر میري نگاہ نہیں پڑي - یہ الله کا احسان ہے ' اسکا فضل و کرم ہے ' اسکي ذرہ نوازي ہے ' اور میري طرف سے تم میں سے هر شخص کو اجازت ہے کہ ان تذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے ' مگر میں راہ تبلیغ کو باز کرنے کیلیے اور طلبگاران دعوۃ کے آگے نمونہ رکھنے کیلیے یہ سب کچھہ کہتا هوں اور همیشہ کہونگا :

مي گریم و بعد از من گویند بدستانها !

میں نے تجارت کي دکان نہیں کھولي تھي ' اسلیے کبھي بھي میں نے اپنے کار و بار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازو سے نہ تولا - میرا میزان سود و زیاں دوسرا تھا ' اور با وجود اسکے کہ الهـلال پریس جاري کرکے میں نے اپنا وہ سب کچھہ کھودیا جو مال دنیوي میں سے میرے پاس تھا ' میرے منافع اور فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج هندوستان میں کسي انسان کے پاس نہ اتني چاندي ہے اور نہ اتنا سونا ہے ' نہ لعـل و جواهـر هیں ' نہ زمین کي زراعت - میں اپني آنکھوں سے دیکھہ رها هوں کہ اس سر زمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمي میرے سوا اور کوئي نہیں :

فیالیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین -

پھر تم اُس کي نسبت کیا کہتے هو جس نے خاک دي اور اسکے معاوضے میں سونا پایا ؟ میں نے تین چار سال تک اپني تبلیغ و دعوۃ کي تجارت کي ' اور زخارف دنیوي کي ایک حقیر پونجھي اسمیں لگا کر کھو دي - لیکن دیکھو کہ خدا نے اسکے معاوضہ میں هزاروں انسانوں کے دل ' لاکھوں مسلمانوں کي روحیں ' متعدد بڑي بڑي آبادیاں اور بستیاں ' ان کے عقائد و اعمال کي تبدیلیاں ' صدها مومنین کاملین اور عباد الله مخلصین کي ایمان پرستیاں ' اور ان سب سے بھي بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق و قران کا ایک انقلابي دور عظیم میرے خزانۂ اقبال میں کسطرح جمع کردیا ہے ؟

تـــذكار مــقـــدس

مـــاه ربـيـــع الاول

ولادة نبوي - صلى الله عليه و سلم

و مـــا ارسلنـــاك الا رحمـــة للعـــالمـيـــن !

جب زمين پياسي هوتي هے تو رب السماوات و الارض پاني برساتا هے ' جب انسان اپني غذا كيليے بيقرار هوتا هے تو وه موسم ربيع كو بهيجديتا هے ' جب خشک سالي كے آثار چها جاتے هيں ' تو آسمان رحمت پر بدلياں پهيل جاتي هيں :

الله الـذي يرسل الـرياح فتثير سحابا ' فيبســطه في السماء كيف يشـــاء و يجعله كسفاً فترى الودق يخرج من خـلالـه ' فاذا اصاب بـه من عباده ' اذا هـم يســتبشـــرون - (٣٠ : ٧٤)

وه خدا هي تو هے جو هواؤں كو بهيجتا هے ' اور هوائيں بادلوں كو اپني جگه سے أبهارتي هيں ' اور جسطرح اسكي مرضي نے انتظام كرديا هے ' بادل فضا ميں پهيل جاتے هيں - پس تم ديكهتے هو كه آنكے اندر سے مينه برسنے لگتا هے اور تمام زمين سرسبز و شاداب هوجاتي هے - پهر جب وه اپنے بندوں پر جو بارش سے مايوس هوگئے تهے ' پاني برسا ديتا هے ' تو وه كامياب و خرم هوكر خوشياں منانے لگتے هيں !!

خدا كي تمام مثاليں اور دانائياں جو وه اپنے بندوں كي هدايت كيليے كهولتا هے ' هميشه عام اور قدرتي مظاهر سے تعلق ركهتي هيں ' تاكه زمين كي هر مخلوق انكي تصديق كرسكے اور ان سے دانائي حاصل كرسكے - وه ايسے تغيرات و حوادث اور غير فطري و صناعي چيزوں كا ذكر نهيں كرتا جنكو ديكهنے اور سمجهنے كيليے كسي خاص طرح كي زندگي ' خاص طرح كے علم ' اور خاص طرح كے گرد و پيش كي ضرورت هو - بلكه اسكي هر تعليم ايسي عام اور خالص فطري حالات سے متعلق هوتي هے ' جسكو سنكر جنگل كا ايک چرواها اور متمدن آباديوں كا ايک فيلسوف ' دونوں يكساں اثر كے ساتهه خدا كي سچائي كو پاسكتے هيں - پس اگر تم نے فلسفه و حكمت نهيں پڑها هے ' اگر تم نے اجرام سماويه كے ديكهنے كيليے كسي رصد خانے كي قيمتي دوربين نهيں پائي هے ' اگر تم كو ماده كے خواص كا تجربه نهيں هے ' اگر تم كسي دار العلوم كے اندر برسوں تک نهيں رهے هو ' اگر تم صحرائي هو ' اگر تم پهاڑوں كي چوٹيوں پر گوشه نشيں هو ' اگر پهونس كي ايک چهت اور بانسوں كي ايک شكسته ديوار هي رهنے اور بسنے كيليے تمهارے حصے ميں آئي هے ' اور اسطرح تم نهيں جانتے كه اپنے خدا كو آسمان كے عجيب و غريب ستاروں كے اندر كيونكر ديكهو اور اسكے حسن و جمال كو عناصر و ذرات خلقة كي آميزش و آويزش كے اندر كيونكر ڈهونڈهو ' تا هم تم انسان هو ' تم كو روح دي گئي هے اور تم زمين پر بستے هو ' تم آسمان كي هر بدلي كے اندر ' بادلوں كے هر ٹكڑے كے اندر ' هواؤں كے هر جهونكے كے اندر ' باران رحمت كے هر قطره كے اندر ' اپنے خداوند حي و قيوم كو ' اسكي حكمت و قدرت كو ' اسكي رافت و رحمت كو ' اسكے پيار اور محبت كو ديكهه سكتے هو اور أسے پاسكتے هو - تم ميں سے كون هے جس نے آميد و بيم كي نظروںسے كبهي آسمان كو نهيں ديكها هے ' اور اسكي بجليوں كي چمک اور بادلوں كي گرج كے اندر اپني كهوئي هوئي اميد كو نهيں ڈهونڈها هے ؟

و من آيا تــه ان يريكـم البرق خوفا و طمعا -

اور قدرت الهي كي ايک بڑي نشاني يه هے كه جب زمين پياسي هوتي هے اور خشک سالي كے آثار هر طرف چها جاتے هيں ' تو وه آسمان پر بارش كي علامتوں كو پيدا كرديتا هے ' اور تم اميد و بيم كي نظروں سے أنهيں ديكهتے هو !

پهر وه كون هے كه جب تم اور تمهاري تشنه و بيقرار زمين پاني كے ايک ايک قطره كيليے ترس جاتي هے ' خاک كا ايک ايک ذره رطوبت و نموء كيليے بيقرار هو جاتا هے ' كرة ارضي اپني بيخودانه حركت ميں آفتاب كے آتشكده سے قريب تر هوتي جاتي هے ' اسكي تمام كائنات نباتاتي اپنا حسن و جمال فطري كهوديتي هے ' پرند اپنے گهونسلوں ميں ' ٹهنياں درختوں ميں ' اور انسان اپنے گهروں ميں پاني كيليے ماتم كرتا اور هردم آسمان كي گرم و خشک فضاء كي طرف مايوسي كي نگاهيں أٹهاتا هے ' تو وه اپني محبت و ربوبيت كے نقاب ميں آتا هے ' اور مايوسي كے بعد اميد كا ' نا مرادي كے بعد مراد كا ' موت كے بعد زندگي كا پيام زمين كے ايک ايک ذره تک پهنچا ديتا هے ؟

و ينزل من السماء مـاء فيحيي بــه الارض بعــد موتهـا ' ان في ذالـک لايات لقوم يتفكـرون !

اس كي ربوبيت و رحمت كو ديكهو كه جب تم اميد و بيم كي نظروں سے آسمان كو ديكهتے هو اور تمام زمين پر مردني اور هلاكي چها جاتي هے ' تو وه آسمان سے پاني برساتا هے اور زمين پر مـوت كے بعد زندگي طاري هو جاتي هے - يقيناً قدرت الهي كي اس نمود ميں صاحبان فكر و عقل كيليے بڑي هي نشانيـاں ركهي گئي هيں !

(٢)

يه وه انتظام الهي هے جو پروردگار عالم نے انسان كے جسم كي غذا كيليے كيا هے ' پهر كيا اس نے انسان كي روح كيليے كچهه نه كيا هوگا ؟ وه رب الارباب جو زمين كي پكار سنكر اسے پاني ديتا اور جسم كي بيقراري ديكهكر اسے غذا بخشتا هے ' كيا سرزمين روح و معني كي تشنگي كيليے كچهه نهيں ركهتا ' اور دل كي بهوكهه كيليے اسكے خزانوں ميں كوئي نعمت نهيں ؟

وه كه اسكي محبت زمين كي مٹي كو خشک نهيں ديكهه سكتي ' اور درختوں كي ٹهنيوں كو وه سبز پتوں اور سرخ پهولوں كي زيبائش سے محروم نهيں ركهتا ' كيا روح انساني كو هلاكت و برباني كيليے چهوڑ ديگا ' اور عالم انسانية كا مرجها جانا اسے خوش آئيگا ؟ وه رب العالمين جو تمهارے جسم كو غـذا ديكر موت سے بچاتا هے ' كيونكر ممكن هے كه تمهاري روح كو هدايت ديكر ضـلالت سے نه بچاے ؟

جب فرعون نے حضرة موسى عليه الســلام سے پوچها كه :

من ربكـما يا موسى !

تمهارا پروردگار كون هے اے موسى ! (٢٠ : ٥١)

تو حضرة موسى نے نه صرف اپنے رب العالمين كي نسبت خبر هي دي ' بلكه اسكي ربوبيت كي دليل قطعي و فطري بهي چند لفظوں ميں فرمادي :

ربنـا الذي اعـطى كل شي خلـقه ثم هـدى (٢٠ : ٥٢)

همارا رب وه هے ' جو " رب " هے ' اور اسليے اسكي ربوبيت نے كائنات كي هر چيز كو اسكي خلقي ضروريات بخشيں ' پهر اسكے بعد انكي هدايت كردي تاكه صحيح اور فطري طريقه پر كاربند رهكر اپني خلقت كے مقصد كو حاصل كريں -

پس اس نے كه زمين كي مٹي كے اندر قوة نشوونما ركهي ' اور پهر پاني برسا كر اسكي هدايت كردي ' يعنے اسكے آگے نفوذ و عمل كي راه كهولدي ' اور جس كي ربوبيت نے عالم هستي كے ايک ايک ذره كيليے خلقت اور هدايت ' دونوں كا سامان كرديا ' انسان كو بهي جسم اور روح دونوں كے ساتهه پيدا كيا هے ' اور اسكے ليے بهي خلقت اور هدايت ' دونوں كا سامان ركهتا هے -

اسكي ربوبيت نے جسطرح جسم كيليے زمين كے اندر طرح طرح كے خزانے ركهے هيں ' اسي طرح روح كي غذا كيليے بهي اسكے

آسمانوں کي وسعت معمور ھے - جسطرح جسم کي غذا اور زمين کي مادي حيات و نمو کيليے آسمانوں پر بدلياں پھيلتيں' بجلياں چمکتيں ' اور موسلا دھار پاني برستا ھے - ٹھيک اسي طرح اقليم روح و قلب کي فضاء ميں بھي تغيرات ھوتے ھيں - يہاں اگر زمين کي مٹي پاني کيليے ترستي ھے ' تو وھاں بھي انسانيت کي محرومي ھدايت کيليے تڑپنے لگتي ھے - يہاں پتے جھڑتے ھيں ' ٹہنياں سوکھنے لگتي ھيں' اور پھولوں کے رنگين ورق بکھر جاتے ھيں' تو تم کہتے ھو کہ آسمان کو رحم کرنا چاھيے - وھاں بھي جب سچائي کا درخت مرجھا جاتا ھے' نيکي کي ٹہنياں سوکھہ جاتي ھيں' عدالت کا باغ ويران ھوجاتا ھے' اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طيبه دنيا کے ھر گوشہ اور ھر حصہ ميں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ھے' تو اسوقت روح انسانيت چيختي ھے کہ خدا کو رحم کرنا چاھيے - يہاں زمين پر موت طاري ھوتي ھے تو خدا کي بارش اسے زندگي بخشتي ھے - وھاں انسانيت ھلاک ھوجاتي ھے تو خدا کي ھدايت اسے پھر اُٹھاکر بٹھا ديتي ھے :

و ھـــو الذي يرسل الرياح بشرا بين يـدي رحمتــه ' حتى اذا اقلت سحابا ثقالا سقناه لبلد ميت ' فانـزلنا به الماء فاخرجنا به من کل الثمـــرات ' کذالك نخرج الموتى لعلــکم تذکرون - (۷ : ۵۵)

اور وہ پروردگار عالم ھي تو ھے کہ بارش سے پہلے ھواؤں کو بھيجتا ھے جـو باران رحمت کے آنے کي خـوشخبـري سنا ديتي ھيں - يہاں تـک کہ جب اسکا وقت آجاتا ھے تو وہ وزني بادلوں کو حرکت ديتي ھيں' اور ھم انھيں ايک ايسے شہر کے اوپر لیجا کر پھيلا ديتے ھيں جو ھلاک ھوچکا ھے اور زندگي کيليے پياسا ھے - پھر پاني برستا ھے اور زمين کي موت کو زندگي سے بدلديتا ھے - اسکي نمو بخشي سے طرح طرح کے پھل پيدا ھوتے ھيں اور مخلوقات اپني غذا حاصل کرليتي ھے - ٹھيک اسي طرح ھم مردوں کو بھي اُٹھاتے ھيں - اور يہ جو کچھہ کہا گيا ھے سو دراصل ايک مثال ھے ' تاکہ تم دانائي اور سمجھہ حاصل کرو -

(۳)

عالم انسانيت کي فضاء روحاني کا ايک ايسا ھي انقلاب عظيم تھا جو چھٹي صدي عيسوي کے وسط ميں ظاھر ھوا - وہ رحمت الہي کي بدليوں کي ايک عالمگير نمود تھي جسکے فيضان عام نے تمام کائنات ھستي کو سرسبزي و شادابي کي بشارت سنائي ' اور زمين کي خشک ساليوں اور محروميوں کي بد حالي کا دور ھميشہ کيليے ختم ھوگيا - وہ خداوند قدوس جس نے سينا کي چوٹيوں پر کہا تھا کہ ميں اپني قدرت کي بدليوں کے اندر آتشيں بجليوں کے ساتھہ آؤنگا ' اور دس ھزار قدوسيوں کے ساتھہ ميرے جاہ و جلال الہي کي نمود ھوگي ' سو بالاخر وہ آ گيا' اور سعير و فاران کي چوٹيوں پر اسکے ابر کرم کي بوندیں پڑنے لگيں !

يہ ھدايت الہي کي تکميل تھي ' يہ شريعت رباني کے ارتقاء کا مرتبۂ آخري تھا' يہ سلسلۂ ترسيل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا ' يہ سعادت بشري کا آخري پيام تھا ' يہ وراثت ارضي کي آخري بخشش تھي ' يہ امة مسلمه کے ظھور کا پہلا دن تھا ' اور اسليے يہ حضرة ختم المرسلين و رحمة للعالمين محمد بن عبد الله کي ولادت باسعادت تھي - صلى الله عليه و على آله و صحبه و سلم -

(۴)

يہي واقعۂ ولادة نبوي ھے جو دعوة اسلامي کے ظہور کا پہلا دن تھا ' اور يہي ماہ ربيع الاول ھے جسميں اُس اُمة مسلمه کي بنياد پڑي جس کو تمام عالم کي ھدايت و سعادت کا منصب عطا ھونے والا تھا - يہ ريگستان حجاز کي بادشاھت کا پہلا دن نہ تھا ' يہ عرب کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش نہ تھي ' يہ محض قوموں کي طاقتوں کا اعلان نہ تھا ' اُسميں صرف نسلوں اور ملکوں کي بزرگي کي دعوة نہ تھي ' جيسا کہ ھميشہ ھوا ھے ' اور جيسا کچھہ کہ دنيا کي تمام تاريخ کا انتہائي سرمايہ ھے ' بلکہ يہ تمام عالم کي رباني بادشاھت کا يوم ميلاد تھا ' يہ تمام دنيا کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش تھي ' يہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت کا ظہور تھا' يہ تمام نوع انساني کے شرف و احترام کا قيام عام تھا ' يہ انسانوں کي پادشاھتوں' قوموں کي بڑائيوں' اور ملکوں کي فتوحات کا نہيں ' بلکہ خدا کي ايک ھي اور عالمگير پادشاھت کے عرش جلال و جبروت کي آخري اور دائمي نمود تھي ! !

پس يہي دن سب سے بڑا ھے' کيونکہ اسي دن کے اندر دنيا کي سب سے بڑي بڑائي ظاھر ھوئي - اسکي ياد نہ تو قوموں سے وابستہ ھے اور نہ نسلوں سے' بلکہ وہ تمام کرۂ ارضي کي ايک عام اور مشترک عظمت ھے' جسکو وہ اُسوقت تک نہيں بھلا سکتي جب تک کہ اُسکو سچائي اور نيکي کي ضرورت ھے' اور جب تـک کہ اُسکي زمين اپني زندگي اور بقاء کيليے عدالت و صداقت کي محتاج ھے -

(۵)

دنيا ميں بـڑے بـڑے انقـلابات ھوے ھيں - يہ انقـلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھـتے ھيں ' اسليے ان انسانوں کي پيدايش کے ايام کو بھي دنيا عظمت کے ساتھہ ياد رکھنا چاھتي ھے' اور اس اعتبار سے اسکي يادگاروں کي فہرست بڑي ھي طويل ھے - اسميں پادشاھوں کے زر نگار تختوں کي قطاريں ھيں' فاتحوں کي بے پناہ تلواروں کي جھنکار ھے' سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کي ھيبت ھے' حکيموں کي حکمتوں اور دانائيوں کے دفاتر ھيں ' فلاسفه و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ھيں' صناعوں کي ايجاديں ھيں ' وطن پرستوں کے مواعظ ھيں ' قومي پيشواؤں اور مُلکي داعيوں کي جانفشانيوں اور سر فروشيوں کي داستانيں ھيں - ليکن سوال يہ ھے کہ دنيا اگر اپني عظمت کے اصلي دن کو ياد رکھنا چاھتي ھے' تو اُن ميں سے کس کو ياد رکھے ؟

ان ميں سے کون ھے جس نے دنيا کو سب سے بڑي چيز دي ھے' تاکہ وہ بھي سب سے پہلے اور سب سے زيادہ اُسيکي ياد کو پيار کرے ؟

(۶)

آؤ' ھم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاھوں کو ديکھيں جنھوں نے دنيا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوک شمشير پر رکھہ ليا ' اور ايسے ايسے عجيب و غريب ايوانوں اور محلوں ميں بسے جنکي ديواريں اور چھتيں چاندي سونے اور لعل و جواھر سے بنائي گئي تھيں - انھوں نے بہت زيادہ مال و متاع جمع کيا ' انکے پاس لوھے کے بہت زيادہ آلات خونريزي تھے ' اور انکي اطاعت و غلامي ميں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا - پس انکي پيدايش کے واقعہ کو بھي سب سے زيادہ عظيم الشان اور نا قابل فراموش ھونا چاھيے -

ليکن اگر دنيا انکي پيدايش کو ياد رکھے ' تو بتلاؤ کہ دنيا کيليے انھوں نے کيا کيا ؟ انکي فتوحات بہت وسيع تھيں' اور انکي وہ دولت جو انھوں نے زمين کي بستيوں کو اجاڑ کر لوٹي تھي ' بڑے بڑے وسيع رقبوں کے اندر آتي تھي ' ليکن دنيا کو اس سے کيا ملا کہ دنيا کي گردن انکي ياد کے آگے جھکے ؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے' تو اسکو يوں کہو کہ انھوں نے سب سے زيادہ زمين کو ويران کيا' سب سے زيادہ اسکي آباديوں کو اجاڑا' سب سے زيادہ خون کي نديان بہائيں' اور سب سے زيادہ خدا کے بندوں کے گلے ميں اپني غلامي کي لعنت کا طوق ڈالا - پھر کيا دنيا اپني ويرانيوں ' اپنے قتل و غارت ' اپنے نہب و سلب ' اور اپني غلامي کي ملعنت کے ناپاک دنوں کو ياد رکھے ؟ اور جنکي ابليسيت نے يہ لعنت پھيلائي تھي ' انکي پيدائش کي نحوست پر خوشياں منائے ؟

سکندر دنیاے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا' جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاھی' لیکن دنیا اگر اسکی پیدایش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں' ھلاکتوں' اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ھاتھہ آئیگا!

دنیا میں جسقدر پادشاہ پیدا ہوے' اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاھو' تو اسکے سوا اور کچھہ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے پادشاہ تھے' اتنے ھی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے' اتنے ھی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیے پتھر تھے' اتنے ھی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشؤ کیلیے زنجیر تھے' اور اتنے ھی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیے انکے اندر بربادیوں اور ھلاکتوں کی نحوست تھی -

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیے ایک زخم تھا' وہ انکی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پاسکتی ہے؟

(۷)

حکماء کی حکمت' فلاسفہ کا فلسفہ' صناعوں کی ایجادیں' بلا شبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ھیں' لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاھتے ھیں' تو انہیں بتلانا چاھیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھہ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیے کیا کیا؟ آسمان کی فضاء میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ھیں - بلا شبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ھی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ھیں' ان میں ثوابت ھیں' سیارات ھیں' اور انکی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ھیں - لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی' تو اس وقت بھی بیمار تھی' اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ھی رھی - اسکا اصلی دکھہ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے' بلکہ ھمیشہ سے وہ اس ایک ھی مرض میں گرفتار رھی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت' اپنی فطرۃ صالحہ کی نسبت' اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھہ بھی نہیں جانتا -

اس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلیے فن تعمیر ایجاد کیا' تاکہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے' تو تمھیں بتلانا چاھیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا' مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر بسکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے - سعادت انسانی اور امن ارضی ھی وہ نعمت ہے جسکی ڈھونڈھہ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے - پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ھی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ھیں' تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا؟ کسقدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز افشاء کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھہ سکتی ہے' پر انکی یاد میں اسکے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی' کیونکہ انہوں نے اسکے اصلی دکھہ کیلیے کچھہ نہیں کیا!

(۸)

اچھا' دنیاے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھہ ہے اسے چھوڑ دو' کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلیے کچھہ نہ تھا' تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کردینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجاے' جسکے لیے ابتداے خلقت سے حیران و سرگشتہ رھی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوئی ہے' ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمھارے سامنے ہوں' کیونکہ ھماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں - ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں - ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا' انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں' وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کرسکی تھیں' انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی' اور انہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے - پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا - یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے' جنسے موجودہ تمدن کی فضاء بھر گئی تھی' اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے' حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے:

لقد استکبروا فی انفسهم وعتوا عتوا کبیرا - (۲۵ : ۲۱)	بلا شبہ انہوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ کی سرکشی کی!

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کیلیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے' تو اسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کردیا گیا ہے' اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ھاتھہ جو قوم ثمود و عاد' اور بڑی بڑی آبادیوں' اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا' اپنے جلال اور ھولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے - تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باھمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانونکی طرح نظر ڈالو' اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمھارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے' یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے - یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرارہا ہے' یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے' یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رھی ہے' یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے' جو ایجاد ھی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے' اور اسطرح تمدن کا گھمنڈ ھی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے:

یخربون بیوتهم بایدیهم - (۵۹ : ۲۰)	اپنے گھروں کو وہ اپنے ھاتھوں ھی سے اجاڑ رہے ھیں -

پس اگر مسکین دنیا ان انسانوں کو یاد رکھنا چاھتی ہے جو تمدن کے پادشاہ تھے' علم کے فرماں فرما تھے' اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے' تو تم اسکا ھاتھہ پکڑو' اور اسے آج یورپ کے ان میدانوں کے سامنے لیجاکر کھڑا کردو' جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھویں اور زھریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے' اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں' سرخ سرخ خون کی ندیوں' اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اسکے سنہری ستون عظمت نصب کیے گئے ھیں - پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کیلیے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے' جو آج گیہوں اور جو کیلیے روتے ھیں کیونکہ ھوا میں اڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لیے کچھہ کام نہ آیا!!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلیے چنیگی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کریگی' جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی' جس راہ نے کہ انسانوں کو ھلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچادیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زھریلی گیسیں'

اسی مہلک بم اور گیس، اور ایسی بے پناہ مہلکات بنا دیے جنکے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہوجاتی ہیں، اور ملکوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بہہ جاتی ہیں؟ اچھا، بجلی کی طاقت کے موجد کو بلاؤ، اسکی بڑائی کیسی عجیب تھی جس نے بجلی کی غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اس دنیا کیلیے کیا لایا جو موت کی نہیں، بلکہ زندگی کی بھوکی ہے، اور دیکھ رہی ہے کہ بجلی کے شیطان ہی کے اندر وہ سب سے بڑی بے پناہ خباثت ہے، جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پچھاڑ ماری ہے، اور تمام انسانی علم و دانائی اسکے بچاؤ کیلیے بیکار ہے؟

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے ان مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اسکی موت اور ہلاکت کیلیے تو سب کچھ کیا، پر اسکے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کیلیے کچھ نہ کرسکے؟ انکے پاس انسان کے اوڑنے، سمندروں کے اندر جانے، بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے، اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کیلیے تو بڑا ذخیرہ ہے، لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتوانی کو بچانے، اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں، بلکہ انسانوں کی طرح بسانے کیلیے کچھ بھی نہیں ہے!

تم نے یورپ کے تمدن کی بتوں کی طرح اوٹ کر اور بھیڑوں کی طرح جاکر ہمیشہ پرستش کی ہے، اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اڑائی ہے کہ وہ اخرۃ اخرۃ کہتا ہے مگر یورپ کی طرح دنیا کیلیے کچھ نہیں بتلاتا، لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھ سکو جسکے متعلق حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اسکی تلاوت آخری زمانے کے فتنہ سے بچائیگی:

هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا؟ الذين ضل سعيهم في الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٤)

تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ہیں؟ وہ جنکی تمام قوۃ سعی صرف دنیا کی زندگی سنوارنے ہی میں کھوئی گئی اور جہل حقیقت نے ان میں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت ہی خوبیوں کا کام کر رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں اور اسکے رشتے کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا، پس انکا تمام کیا دھرا برباد گیا، اور قیامت کے دن انہیں کوئی وزن نصیب نہوگا۔

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلاے:

يعلمون ظاهرا من الحيوٰة الدنيا وهم عن الاخرة غافلون

صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انہوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرۃ کے علاقوں سے بالکل غافل ہوگئے ہیں!

"اخرۃ" سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کردیے جائیں، بلکہ اسکی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جسنے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کیلیے وقف کردیا اور اسکے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اوسکے رشتے کیلیے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کرلی جسکا نام تمدن رکھا گیا ہے، لیکن وہ شے حاصل نہ کرسکی جو انسان کیلیے امن حقیقی کی راہ، اور سلام و سعادت فطری کی صراط مستقیم ہے۔

(٩)

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ اُن انسانوں کا حال ہے جنکی برائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں - لیکن اگر دنیا کیلیے اُنکی پیدائش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آجائیگی، اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لیگی - وہ بانیان مذہب کی عظمتوں کا نظارہ کریگی، وہ خدا کے رسولوں اور اسکے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈھیگی!

ہاں، اگر دنیا ایسا کرے تو یہ في الحقیقت اُسکی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا، اُسکے دائمی درد اور بیقراریوں کیلیے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی، اور وہ بلا شبہہ منزل مقصود کو پالیگی - قرآن حکیم نے بھی اُسکے دکھہ کا یہی علاج بتلایا ہے، اور جبکہ وہ بادشاہوں، قومی پیشواؤں، کا ہنوں، اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹی ہوئی تھی، تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے، اور اُنہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے:

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم

خدایا تو ہمیں صراط مستقیم پر چلا، وہ صراط مستقیم جو تیرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالح بندوں کی راہ عمل ہے!

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آکر وہ کونسی زندگی ہے، جس کے اعمال دعوۃ کے اندر دنیا کو پیام امن و سعادت مل سکتا ہے؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کیے جا سکتے ہیں - ایک سمیاٹیکی سلسلہ ہے جسکے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں ابتک دنیا میں باقی ہیں - دوسرا آرین سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھہ اور ہندوستان کے تمام داعیان مذاہب وابستہ ہیں -

پھر دنیا کیلیے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے، تو وہ حضرۃ موسی علیہ السلام کی زندگی اور انکی پیدائش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دیگی - لیکن اگر اس نے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرۃ موسی علیہ السلام کے اعمال حیاۃ میں اپنے لیے پیام امن ڈھونڈھے - حضرۃ موسی کی حیاۃ مقدس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کی ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی، اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکالکر جو انسانیت کیلیے سب سے بڑی ناپاکی ہے، حکومت اور امن و عزت کی طہارت تک پہنچادیا -

بلا شبہ اُنہوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کیلیے بڑا ہی مقدس جہاد کیا، اور یہ انکا یادگار عالم اسوۂ حسنہ ہے جسکی دنیا کو تقدیس کرنی چاہیے - لیکن سوال یہ ہے کہ اُنہوں نے تمام دنیا کیلیے کیا کیا؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں ہے - غیر الہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں، بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اس کے بوجھہ سے زخمی تھے، پس دنیا کیلیے وہی تلوار محبوب ہوسکتی ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیروں ہی کو نہ کاٹے، بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو اُلٹ دے؟

انہوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی، مگر تمام دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزو مند ہے -

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے - لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے - اسکے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھہ کہینگی، ہم اُنہیں حضرۃ مسیح کے نام سے قبول نہیں کرسکتے - حضرت مسیح نے کہا کہ میں

صرف تورات کو قائم کرنے آیا هوں' خود کوئي نئي دعوت نهيں لايا - (متي ٥ : ١٧) انهوں نے تصريح کي که ميرا مشن صرف بني اسرائيل کي اصلاح تک محدود هے - نيز انهوں نے غير قوموں ميں منادي کرنے سے روکا (١) اور هميشه اپنے کاموں اور اپني وصيتوں ميں اپني تعليم کو اسرائيل کے گهرانے تک هي محدود رکها - پس در اصل انهوں نے جو کچهه بهي خدمت کرني چاهيے' وه محض بني اسرائيل نامي ايک مسخ شده قوم کي تهي - تمام دنيا کيليے انکے پاس کچهه نه تها -

پهر انکا ظهور اس وقت هوا جبکه روم کي ظالمانه حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تها' اور بت پرست قوموں کي جابر و مستبد گورنمنٹيں دنيا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بناے هوے تهيں' ليکن انهوں نے نه تو اس ظلم و طغيان کے متعلق کچهه کہا' اور نه اس سے کچهه تعرض کيا -

پہلي صدي مسيحي کے بعد جسقدر مسيحي قوميں دنيا ميں آباد هوئيں' انکو حضرة مسيح کي تعليم و دعوت سے کچهه تعلق نه تها' اور وه سر تا سر يونان کے ايک تعليم يافته يهودي پولس کے مذهب کي پيرو تهيں - پولس نے تمام حواريان مسيح کے مذهب کے خلاف غير اسرائيلي انسانوں کو بپتسما دينا شروع کيا' اور اسطرح روم و يونان کے مختلف جزيروں اور ديهاتوں ميں ايک نيا گروه پيدا کراديا - پس اگر دنيا حضرة مسيح کي طرف جهکنا چاهيگي' تو دنيا کو انکے کارنامۂ حيات کے ليے بمشکل ايک چوتهائي صدي هاتهه آئيگي' جسکے اندر انکے تربيت يافته حواريوں کے اعمال نظر آ سکتے هيں - اور يه چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کيسا هي عمده نمونه پيش کريں' ليکن ان ميں دنيا کيليے کوئي عام پيام نجات نهيں هے -

پهر اس سے بهي قطع نظر کرو - نتائج کي بحث بعد کو آتي هے' سب سے پہلے دعوة' اعلان' ادعاء' اور نفس تعليم کا سوال هے - دنيا حضرة مسيح کي ياد پر کيونکر قناعت کرلے جبکه خود انهوں نے دنيا کيليے کچهه نه کيا' بلکه هميشه اسے ٹهکرايا' مردود کيا' اور اسکے ساتهيوں کو' اسکے دوستوں کو' اور اس سے رشته رکهنے والوں کو خدا کي پادشاهت کي مهرباني سے محروم بتلايا؟ حتى که ايک آخري فتوى ديديا " تم خدا اور دنيا' دونوں کي خدمت نهيں کرسکتے " (متي ٦ : ٢٥) " اونٹ کا سوئي کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان هے که دولت مند خدا کي پادشاهت ميں داخل هو " (متي ١٩ : ٢٣)

اس سے بهي درگذر کرو' اور اسکي بهتر سے بهتر توجيهه جو کرسکتے هو کرلو - نيز پولس کي دعوة هي کو حضرة مسيح عليه السلام کي دعوة تسليم کرلو' اور ان تمام قوموں کو جنهوں نے مسيح کے نام پر بپتسما کا پاني اپنے اوپر چهڑکا' مسيحي دعوة کا پهل مان لو' ليکن پهر بهي مسيحي تحريک کي پوري تاريخ کا کيا حال هے؟ جبتک مسيحيت دنيا پر حکمراں رهي' جسوقت تک مسيحي مذهب کا ديني تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رها' اور جب تک که مسيحي راهنماؤں اور خليفوں کي غلامي سے دنيا نے انحراف نه کيا' تاريخ شاهد هے که اس وقت تک اسکا وجود دنيا کيليے' دنيا کے علم و تمدن کيليے' آبادي و عمران کيليے' اخلاق و پاکيزگي کيليے' اور ان سب سے بڑهکر يه که انسان کي فطري حريت اور شرف انسانية کيليے ايک بدترين لعنت رها' جس نے جلايا' ويران کيا' مسمار کيا' قتل کيا' جيل خانے بهرے' زبانوں پر مهريں لگائيں' انساني دماغوں کو معطل کيا' ليکن انسان اور انسانيت کي راستي و ترقي کيليے چند لمحوں کا بهي ايک دور پيدا نه کيا - مشهور مورخ گبزو' سيداو' لاغارے' اور ڈريپر اس بارے ميں همارے ليے بهترين راوي هيں -

ليکن جس وقت سے که مسيحيت کي قوة نے شکست کهائي - تمدن کا غير ديني دور شروع هوا' مذهبي جماعتوں اور مذهبي خلافت (پوپ) کے حلقۂ غلامي سے يورپ آزاد هوگيا' تو اسوقت سے يورپ کے موجوده تمدن کي بنياد پڑي اور مسيحي قوموں نے ترقي شروع کي -

اگر تم کہتے هو که دنيا کيليے سب سے بڑي عظمت مسيحي مذهب کے باني ميں تهي' تو خود اسکے باني هي نے همیں معيار حق و باطل بهي بتلا ديا هے که " درخت اپنے پهل سے پہچانا جاتا هے " (مرقس ١٩ : ١٦) پس دنيا اگر مسيحي مذهب کي پيدايش کے اندر اپني خوشي کو ڈهونڈهے' تو اسکو انسان کي امن و سلامتي اور فطرة کي آزادي و سعادت کي جگه قتل و غارت اور هلاکت و غلامي کي يادگار کا جشن منانا پڑيگا - کيونکه مسيحيت کے درخت کا صرف يهي پهل همارے سامنے هے -

پهر کيا دنيا اسکے ليے طيار هے؟

يه جو کچهه تها' مسيحي اقوام کي تاريخ قديم کي بنا پر تها' ليکن اگر اسپر گذشته دو صديوں کے واقعات و نتائج کا بهي اضافه کرديا جاے جو اقوام يورپ کے اعمال تمدن سے وابسته هيں' تو دنيا کي مايوسي اور زياده درد انگيز هو جاے -

اسکے بعد مذاهب عالم ميں آرين نسلوں کي دعوتيں همارے سامنے آتي هيں ليکن افسوس که دنيا کيليے انکے پاس بهي کوئي پيام سعادت نهيں - عظيم الشان گوتم بدهه کي تمام تعاليم و وصايا کا ما حصل يه بتلايا جاتا هے که " نجات دنيا کے ساتهه رهکر حاصل نهيں هوسکتي " پس دنيا کو جن لوگوں نے ٹهکراديا' دنيا انکے پاس جاکر کيا سکهه حاصل کريگي؟ پهر اس نے جو کچهه بهي بتلايا اور سکهلايا هو' ليکن قوموں اور ملکوں کے دائره هي ميں اسکي دعوة محدود رهي - هندوستان ميں اسے شکست ملي تو جاپان اور چين ميں جاکر محدود هوگئي - پس زمين اپني اس مصيبت کيليے جو رقبوں اور ملکوں ميں محدود نهيں هے' عظيم الشان بدهه سے کيا حاصل کرسکتي هے؟

هندوستان کے مذهبي ذخيرۂ تعليمات اور اونکي پر اثر قدامت کي وقعت سے هم انکار نهيں کرسکتے' تاهم دنيا کيليے انکے بانيوں کي عظمت کے اندر کيا خوشي هو سکتي هے جبکه کوه همالہ کي ديواروں اور بحر عرب کي موجوں سے باهر بهي دنيا هے' مگر هندوستان کے مذهبي داعيوں نے صرف هندوستان کے اندر بسنے والوں هي کو اپني هدايتيں سپرد کيں -

(١٠)

پس دنيا اگر اپني نجات کيليے بيچين هے تو اسکے ليے راحت اور تسکين کا پيام صرف ايک هي هے' اور صرف ايک هي کي زندگي ميں هے - اسکا دکهه ايک هي هے' اسليے اسکي شفا کے نسخے بهي ايک سے زياده نهيں هوسکتے - اسکا پروردگار ايک هے' جو اپنے ايک هي آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا' اور ايک هي طرح کي بدليوں سے اسکے آباد و ويرانه کو شاداب کرتا هے' پس اسکي هدايت و رحمت کا آفتاب بهي ايک هي هے' اور گو بہت سے ستارے اسکي روشني سے اکتساب نور کرتے هوں' مگر ان سب کا مرکز و مبدء نورانيت ايک هي هے:

قرآن حکيم نے آفتاب کو " سراج " کہا:

و جعلنا سـراجاً وهـــاجا (٧٨ : ١٤)	اور هم نے آسمان ميں سورج کے چراغ کو بڑا هي روشن بنايا -

اور اسي طرح اسکے ظهور کو بهي " سـراج " کہا جسکي هدايت و رحمت کي روشني تمام کرۂ ارضي کي ظلمتوں کيليے پيام صبح تهي:

(١) غير قوموں کي طرف نه جانا اور نه سامريوں کے کسي شهر ميں داخل هونا بلکه اسرائيل کے گهرانے کي کهوئي هوئي بهيڑوں کے پاس جانا (متي ٩ : ٦)

انـــا ارسلناک شاهداً ومبشراً و نذيراً و داعياً الی الله باذنه و سراجاً منيـــرا -

اے پيغمبر اسلام ! هم نے تمکو دنيا کے آگے حق کي گواهي دينے والا ' سعادت انسانية کي خوشخبري پهيلانے والا ' الله کي طرف اُسکے بندوں کو بلانے والا ' اور دنيا کي تاريکيوں کيليے ايک چراغ نوراني بنا کر بهيجا -

پس تمام کرۂ ارضي کي روشني کيليے کاهي ايک آفتاب هدايت هے ' جسکي عالم تسخير کرنوں کے اندر دنيا اپني تمام تاريکيوں کيليے نور بشارت پاسکتي هے ' اور اس ليے صرف وهي ايک هے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنيا کبهي نہيں بهلا سکتي ' اور اگر اس نے بهلا ديا هے تو وه وقت دور نہيں جب اسے کامل عشق و شيفتگي کے ساتهه صرف اسي کے آگے جهکنا پڑيگا ' اور اُسي کو اپنا کعبۂ اميد بنانا پڑيگا -

اس مقدس پيدايش نے دنيا ميں ظاهر هوکر يه نہيں کہا کہ ميں صرف بني اسرائيل کو فرعون کي غلامي سے نجات دلانے آيا هوں ' بلکه اس نے کہا که تمام عالم انسانيت کو غير الهي غلاميوں سے نجات دلانا ميرا مقصد ظهور هے - اس نے صرف اسرائيل کے گهرانے کي گم شده رونق هي سے عشق نہيں کيا ' بلکه تمام عالم کي اُجڑي هوئي بستي پر غمگيني کي ' اور انکي دوباره رونق و آبادي کا اعلان کيا - اس نے اُس خدا کي محبتوں کي طرف دعوة نہيں دي جو صرف سينا کي چوٹيوں يا هماله کي گهاٹيوں ميں بستا هے ' بلکه اُس رب العالمين کي طرف بلايا جو تمام نظام هستي کا پروردگار هے ' اور اسليے تمام کائنات عالم کو اپني طرف بلا رها هے - هم کو دنيا ميں سکندر ملتا هے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاها تها ' ليکن هم دنيا کي پوري تاريخ ميں خدا کے اسي رسول کو نہيں پاتے جس نے تمام عالم کي ضلالتوں اور تاريکيوں کے خلاف اعلان جهاد کيا هو - اسکا صرف ايک هي اعلان هے جو آغاز خلقت سے ابتک کيا گيا هے ' اور اسليے اگر دنيا نسلوں ' قوموں ' اور رقبوں کا نام نہيں هے بلکه مخلوقات الهي کي اُس پوري نسل کا نام هے جو کرۂ ارضي کي پيٹهه پر بستي هے ' تو وه مجبور هے که هر طرف سے مايوسي کي نظريں هٹا کر صرف اس ايک هي اعلان عام کے آگے جهک جاے اور صرف اسي کي پيدايش کے دن کو اپني عمر کا سب سے بڑا دن يقين کرے :

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبـــده ليـکون للعالمين نذيرا (٢٥ : ١)

کيا هي پاک اور برکتوں کا سرچشمه هے ذات اُسکي جس نے اپنے برگزيده بندے پر الفرقان نازل کيا تاکه وه قوموں اور ملـکوں هي کيليے نہيں بلکه تمام عالموں کي ضلالت کيليے ڈرانے والا هو !

دنيا ميں جسقدر داعيان حق و صداقت کے اعلانات موجود هيں ' اگر دنيا انکو بهلا ديگي ' تو يه صرف قوموں اور ملکوں کي سعادت کي فراموشي هوگي ' کيونکه اس سے زياده انهوں نے کچهه نه کہا ' ليکن اگر ربيع الاول کو اس نے بهلا ديا ' تو يه تمام کرۂ ارضي کي نجات کو بهلا دينا هوگا ' کيونکه ربيع الاول کي رحمت کسي ايک سرزمين کيليے نہيں بلکه تمام عالمين کيليے تهي -

(II)

يہاں تک جو کچهه حوالۂ قلم هوا ' يه محض ايک تمهيد تهي اور اسلام کي رحمت عامه کا ايک سرسري مطالعه ليکن اسکے بعد اصلي سوال همارے سامنے آتا هے - يعني اس پيدايش نے دنيا کي حقيقي اور عالمگير مصيبت کيليے کيا کيا ؟ اور انسانيت کي سعادت و ارتقاء فطري کي کيونکر تکميل کي ؟ اس مبحث عظيم کا احاطه و استقصاء تو ممکن نہيں ' ليکن چند سرسري اشارات آينده نمبر ميں مليـنگے -

مواعظ و خطب

مـــاه ربـيـــع الاول

اور جشن تذکار ولادت نبوي صلی الله عليه و سلم

آن رازکه در سينـه نهانسـت نه وعظ ســت
بر دار تواں گفــت ' به منبر نه تواں گفــت !

عزيزان ملت ! ماه ربيع الاول کا ورود تمهارے ليے جشن و مسرت کا ايک پيغام عام هوتا هے - کيونکه تم کو ياد آجاتا هے که اسي مهينے کے ابتدائي هفتوں ميں خدا کي رحمت عامه کا دنيا ميں ظهور هوا ' اور اسلام کے داعي برحق کي پيدايش سے دنيا کي دائمي غمگينياں اور سرگشتگياں ختم کي گئيں - صلی الله عليه و علی اله و صحبه و سلم -

تم خوشيوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور هو جاتے هو ' تمهارے اندر خدا کے رسول برحق کي محبت و شيفتگي ايک بيخودانه جوش و محويت پيدا کرديتي هے - تم اپنا زياده سے زياده وقت اسي کي ياد ميں ' اسي کے تذکره ميں ' اور اسي کي محبت کے لذت و سرور ميں بسر کرنا چاهتے هو !

تم اسکے ذکر و فکر کي مجلسيں منعقد کرتے هو ' انکي آرايش و زينت ميں اپني محنت و مشقت کي کمائي بے دريغ لٹاتے هو ' خوشبودار اور تروتازه پهولوں کے گلدستے سجاتے هو ' کافوري شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقي روشني کے بکثرت کنول روشن کرتے هو ' عطر و گلاب کي مهک اور اگر کي بتيوں کا بخور جب ايوان مجلس کو اچهي طرح معطر کرديتا هے ' تو اسوقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کي يـاد کو ڈهونڈهتے هو ' اور بسا اوقات تمهاري آنکهوں کے آنسو اور تمهارے پر محبت دلوں کي آهيں اسکے اسم مبارک سے والهانه عشق کرتيں اور اُسکے عشق سے حيات روحاني حاصل کرتي هيں !

پس کيا مبارک هيں وه دل جنهوں نے اپنے عشق و شيفتگي کيليے رب السماوات و الارض کے محبوب کو چنا ! اور کيا پاک و مطهر هيں وه زبانيں جو سيد المرسلين و رحمة للعالمين کي مدح و ثنا ميں زمزمه سنج هوئيں !

مصلحت ديـد مـن آنست که ياراں همه کار
بگذارنـد و خــم طــرۂ يارے گيــرند !

انهوں نے اپنے عشق و شيفتگي کيليے اسکي محبوبيت کو ديکها ' جسکو خود خدا نے اپني چاهتوں اور محبتوں سے ممتاز کيا ' اور انکي زبانوں نے اُسکي مدح و ثنا کي ' جسکي مدح و ثنا ميں خود خدا کي زبان ' اسکے ملائکه اور قدوسيوں کي زبان ' اور کائنات ارضي کي تمام پاک روحوں اور سعيد هستيوں کي زبان ' انکي شريک و هم نوا هے :

ان الله و ملائکته يصلون علی النبي ' يا ايها الذين امنوا ' صلـوا عـليـه و سلـموا تسليمـا (٣٣ : ٥٦)

(کائنات هستي کي محبوبية اعلی)

بلا شبه محبت نبوي اور عشق محمدي کے يه پاک ولولے اور يه مخلصانه ذوق و شوق تمهاري زندگي کي سب سے زياده قيمتي

متاع ھے' اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ھے - تمھارا یہ عشق الہی ھے' تمھاری یہ محبت ربانی ھے' تمھاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ ھے' تم اُس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ھو جسکو تمام کائنات انسانی میں سے تمھارے خدا نے ھر طرح کی محبوبیتوں اور ھر قسم کی محمودیتوں کیلیے چن لیا' اور محبوبیۃ عالم کا خلعت اعلی صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا - کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کیلیے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جاسکتی ھے' زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ھے' اعلی سے اعلی مدح و ثنا جو کی جاسکتی ھے' غرضکہ انسان کی زبان انسان کے لیے جو کچھہ کہہ سکتی اور کرسکتی ھے' وہ سب کا سب صرف اُسی ایک انسان کامل و اکمل کیلیے ھے' اور اسکا مستحق اسکے سوا کوئی نہیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ھر جا کنیم سجدہ بـــداں آستـــاں رســد

و للہ در مـــا قال :

عبــاراتنـــا شتی و حسنك واحد
و کل الـــــی ذاک الجمال یشیر !

(وحـــدہ لا شـــریک)

خدا کی الوھیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ھے کہ کوئی ھستی اُسکی شریک نہیں' اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیۃ اعلی اور عبدیت کبری بھی وحدہ لا شریک ھے کیونکہ اُسکی انسانیت و عبدیت میں کوئی اسکا ساجھا نہیں' اور اُسکے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں :

منـــزہ عـــن شریـــک فی محاسنه
فجوھرالحسن فیـــه غیـــر منقسم

یہی وجہ ھے کہ قران حکیم میں تم دیکھتے ھو کہ تمام انبیاء کرام علیھم الصلواۃ و السلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا' وھاں اُن سب کو اُنکے ناموں سے پکارا ھے' اور انکے واقعات کا بھی ذکر کیا ھے تو انکے ناموں کے ساتھہ کیا ھے - لیکن اس انسان کامل' اس فرد اکمل' اس صفات عبدیۃ کے وحدہ لا شریک کا اکثر مقامات میں اسطرح ذکر کیا ھے کہ نہ تو اُسکا نام لیا گیا' نہ ھی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا' بلکہ صرف " عبد " کے لفظ سے اسکے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا :

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی -

کیا پاک ھے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے " عبد " کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی سیر کرائی !

سورۂ جن میں فرمایا :

و انـــه لمـــا قام عبد اللہ یـــدعـــوہ کادوا یـــکونـــون علیه لبدا -

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کیلیے کھڑا ھوتا ھے تاکہ اللہ کو پکارے' تو کفار اُسکو اِسطرح گھیر لیتے ھیں گویا قریب ھے کہ اُس پر آ گرینگے !

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا :

الحمد للـــه الذی انزل علی عبدہ الکتـــاب -

تمام تعریفیں اللہ کیلیے ھیں جسنے اپنے " عبد " پر کتاب اُتاری -

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ھے :

تبـــارک الذی نـــزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعـــالمیـــن نـــذیـــرا -

کیا ھی پاک ذات ھے اُسکی جسنے " الفرقان " اپنے " عبد " پر اُتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کیلیے ڈرانے والا ھو !

اسی طرح سورہ نجم میں کہا : فاوحی الی " عبدہ " ما اوحی' حدید میں کہا : ینزل علی " عبـــدہ " آیات - پس ان تمام مقامات میں آپکا اسم گرامی نہیں لیا' بلکہ اسکی جگہ صرف " عبد " فرمایا - حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لیے اگر عبد کا لفظ فرمایا ھے تو اسکے ساتھہ نام کی تصریح بھی کردی ھے - سورہ مریم میں حضرۃ زکریا کیلیے فرمایا : ذکر رحمـــة ربك عبـــدہ زکریا - سورہ ص میں کہا : و اذکر عبدنا داؤد - نیز : و اذکر عبدنا ایوب -

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الہی تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیۃ اور بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصوی تک پہنچ چکی ھے جو انسانیۃ کی انتہا ھے' اور جسمیں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں - پس عبدیۃ کا فرد کامل وھی ھے' اور اسلیے بغیر اضافت و نسبت کے صرف " عبد " کا لقب اسکو ناموں اور علموں کی طرح پہچنوا دیتا ھے - کیونکہ تمام کائنات ھستی میں اُسکا سا اور کوئی عبد نہیں !

پس یہ وہ تھا کہ اسکے صفات الاھیہ کا یہ حال ھے' اسکی انسانیت و عبدیۃ کی وحدت اسطرح فرمانفرماے جمیع کائنات ھے' اسکی محبت و محبوبیت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کیا' اور اسکی رحمت او اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کردیا' اُسکو اللہ نے اپنی صفات رافت و رحمت سے متصف فرمایا' اور اگر اپنے آپکو الرحمن الرحیم کہا تو اسے بھی بالمومنین رؤف الرحیم قرار دیا - اسکو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لیکر نہ پکارا' بلکہ کبھی صداے عزت سے نوازا کہ یا ایھا الرسول اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ یا ایھا المزمل ! اسکے وجود کی عزت و عظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا' اور جابجا حکم دیا کہ تعزروہ و توقروہ (اسکی عزت کرو اور اسکی توقیر بجا لاؤ) پھر وہ کہ اسکی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اسکا وجود مقدس و اطہر تو بڑی چیز ھے' وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا' اسکی عزت کو بھی خداے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا :

لا اقســـم بهـــذ البـــلد و انت حل بهذ البلد -

ھم مکہ کی قسم کھاتے ھیں مگر اسلیے کہ تیرا وجود اُسکی سرزمین میں رھا اور بسا ھے !

و من مـــذھبی حب الدیـــار لاھلھـــا
و للنـــاس فیما یعشقـــون مـــذاھب

پس جسکی قدوسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ھو' اُسکی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں' اُسکے عشق میں جتنے آنسو بھی بہہ جائیں' اُسکی محبت میں جتنی آھیں بھی نکل جائیں' اور اُسکی مدح و ثنا میں جسقـــدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ھوں' انسانیت کا حاصل' روح کی سعادت' دل کی طہارت' زندگی کی پاکی' اور ربانیت و الاھیت کی پادشاھی ھے - و للہ درما قال :

راہ تو بھـــر قـــدم کہ پویند خوش ست
وصل تو بھـــر سبب کہ جویند خوش ست !
روے تو بھـــر دیـــدہ کہ بینـــند نکوست
نام تو بھـــر زبـــان کہ گویند خوش ست !

(جشن حصول و ماتم ضیاع)

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھہ کرتے ھو' اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ھو' تو اسکی مسرتوں کے اندر تمھیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ھے جسکے بغیر اب تمھاری کوئی خوشی نہیں ھو سکتی ؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ھے کہ یہ کس کی پیدایش ھے جسکی یاد کیلیے تم سر و سامان جشن کرتے ھو ؟

یہ کون تھا جسکی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے ؟

آہ ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لیے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جسنے تم کو سب کچھ دیا تھا، تو میرے لیے اس سے بڑھکر اور اسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا - اسلیے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہیے :

ما خانہ رمیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے ؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کیلیے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈھتے ؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ، تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے - تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر آہ تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشام روح یکسر محروم ہے ! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کیلیے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا، اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوی کی مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے : فانہا لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور :

مجھ یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مرجاے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے !

پھر آہ وہ قوم، اور صد آہ اس قوم کی غفلت و نادانی، جسکے لیے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے، اور جسکی حیات قومی کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہوگیا ہے، مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اسکے لیے کوئی منظر عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیام تنبہ و ہوشیاری ہے، اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی ہے - اسے اپنی کامجوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اسکے جشن و طرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھی رکھدیا گیا ہے - بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں، اور دل کی دانائی غفلت و سرشاری نے چھین نہ لی ہو : و ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شہید !

(ظہور و مقصد ظہور)

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لیے جشن و مسرت کا پیام اسلیے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جسکے ظہور نے دنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اسکے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اخوت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کردیا، اور کلمۂ کفر و ضلالت کی جگہ کلمۂ حق و عدالت کی بادشاہت کا اعلان عام ہوا :

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین، یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام -

اللہ کے طرف سے تمہاری جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئی - اللہ اسکے ذریعہ اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور انکے آگے صراط مستقیم کو کھولتا ہے !

لیکن دنیا شقاوت و حرمانی کے درد سے پھر دکھیا ہوگئی، انسانی شر و فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کیلیے پھیل گئی، سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی، اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا - خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کیلیے تھی، غیروں کو دیدی گئی، اور اسکے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اسکی سطح خالی ہوگئی :

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی النــاس !

زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہوگئی !

پھر آہ ! تم اسکے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اسکے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو، اور وہ جس غرض کیلیے آیا تھا، اسکے لیے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں ؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لیے کہ اسی مہینے میں دنیا کی خزان ضلالت ختم ہوئی، اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا - پھر اگر آج دنیا کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے ؟

(آتشین شریعت)

اس موسم کی خوشیاں اس لیے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ " آتشین شریعت " کوہ فاران پر نمودار ہوئی جسکی سعیر کی چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دی گئی تھی، اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کیلیے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اسلیے آئی تھی تاکہ اعداء حق و عدالت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنان الہی مسکینی کیلیے چھوڑ دیے جائیں، ضلالت و شقاوت نامرادی و ناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جاے، اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و اجلال نصرۃ الہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھہ تمام کائنات ارضی میں اپنی جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے - پس وہ اللہ کے ہاتھہ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی، جسکی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کی بادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی :

ھــو الــذی ارسل رســولہ بالھـــدی و دین الحق لیظھــرہ علی الــدین کلـــہ و لو کرہ المشــرکون -

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کیلیے دین حق کے ساتھہ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کردے، پس اسکی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گذرے -

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھہ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بیقراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی، بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا -

وہ جو کچھہ لایا اسمیں غمگینی کی چیخ نہ تھی ' ماتم کی آہ نہ تھی ' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی ' اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا ' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ' جشن و مراد کی بشارت تھی ' کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ' طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا ' امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ' زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ' فتح مندی کی همیشگی تھی ' اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - نحن اولیاؤکم فی الحیواۃ الدنیا والاخرۃ و لکم فیها ما تشتهی انفسکم و لکم ما تدعون -

اللہ کے وہ صالح بندے جنھوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ هی همارا رب هے اور اسکے سوا کوئی نہیں ' پھر ساتھہ هی اسپر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھہ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا ' سو یہ وہ لوگ هیں کہ کامرانی و فتح مندی کیلیے خدا نے انکو چن لیا هے - وہ اپنی ملائکہ نصرت کو انپر بھیجتا هے جو هردم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے هیں کہ نہ تو تمھارے لیے خوف هے اور نہ کسی طرح کی غمگینی - دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرۃ و حمایت سے فتح مند و کامیاب هوگے اور اخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد - اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمھارے هی لیے هیں ' تم جو نعمت چاهوگے تمھیں ملیگی اور جس چیز کو پکاروگے پاؤگے -

(لا تهنوا ولا تحزنوا).

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا ' اس نے کہا کہ غم اور ناکامی انکے لیے هونی چاهیے جنکے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں هے ' پر وہ جو جنھوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھہ وفاداری کی ' اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سر چشمہ هے ' تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے هیں ' اور خدا کے دوستوں کے ساتھہ اسکی زمین میں کون هے جو دشمنی کرسکتا هے ؟

ذالک بان اللہ مولی الذین آمنوا ' وان الکافرین لا مولی لهم (۴۷ : ۱۲)

اسلیے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی هے مگر کافروں کا نہیں جنھوں نے اس سے انکار کیا -

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گذاری کیلیے اپنے آپکو وقف کردیا ' وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے ' البتہ انکی هیبت و قهاریت سے دنیا کو ڈرنا چاهیے :

فلا تخافوهم ' و خافون ان کنتم مومنین (۳ : ۱۷۰)

دشمنان حق کی شیطانی هیبتوں سے نہ ڈرو ' اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن هو -

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باهم جمع هوسکتے هیں - آگ اور پانی ممکن هے کہ ایک جگہ جمع هو جائیں ' شیر اور بکری هوسکتا هے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں ' لیکن خدا کا " ایمان " اور " انسان کا خوف " یہ دو چیزیں ایسی متضاد هیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں هوسکتیں ' اور اگر ایک بد بخت ایمان الهی کا دعوا کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا هے ' تو تم اسے اُن کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھکر آجاتے هیں ' تاکہ دوڑنے والوں کیلیے ٹھوکر بنیں ' کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم هے :

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین -

نہ هراساں هو اور نہ غمگین هو ' تمھیں سب پر غالب آنے والے هو اگر تم سچے مومن هو !

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم و لا هم یحزنون -

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اسکے چاهنے والے هیں ' انکے لیے نہ تو کوئی خوف هے اور نہ کبھی وہ غمگین هونگے !

(استبدال نعمت)

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے هو ' تو تمھارا کیا حال هے ؟ وہ تمھاری دولت کہاں هے جو تمھیں دی گئی تھی ؟ وہ تمھاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمھیں سونپی گئی تھی ؟ وہ تمھاری روح حیات کیوں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی ' جو تم میں پھونکی گئی تھی ؟ آہ ! تمھارا خدا تم سے کیوں روٹھہ گیا ؟ اور تمھارے اقا نے کیوں تم کو صرف اپنی هی غلامی کیلیے نہ رکھا ؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمھارے هی لیے هے ؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمھارے سوا کوئی وارث نہیں ؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین و لکن المنافقین لا یعلمون -

عزت اللہ کیلیے هے ' اسکے رسول کیلیے ' اور مومنوں کیلیے ' لیکن جن کے دل نفاق سے کھوے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے -

پھر یہ کیا انقلاب هے کہ تم ذلت کیلیے چھوڑدیے گئے هو ' اور عزت نے تم سے منھہ چھپالیا هے ؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ :

و کان حقا علینا نصر المومنین (۳۰ : ۴۷)

مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا همارے لیے ضروری هے - یہ کسی طرح نہیں هوسکتا کہ هم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رهجائیں -

پھر یہ کیوں هے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمھارا ساتھہ چھوڑ دیا ؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا ؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں ؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور انکے حکموں کے آگے گرنا جنتے هو ' خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کیلیے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے ؟ آہ ! نہ تو اسکا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا ' مگر تم هی هو ' تمھاری هی محرومی و بے وفائی هے ' تمھارے هی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی هے ' جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا ' اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا :

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

اسلیے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود هی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کیلیے ظالم نہیں هے کہ اُنکو بغیر جرم کے سزا دے -

خدا اب بھی غیروں کیلیے نہیں بلکہ صرف تمھارے هی لیے هے ' بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف خدا هی کیلیے هوجاؤ :

ان تنصرو اللہ ' ینصرکم و یثبت اقدامکم -

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمھاری مدد کریگا اور تمھارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردیگا -

(یادگار حریت)

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوا رکھتے هو ' اور مجلسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے هو ' لیکن تمھیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جسکی یاد کا تمھاری زبان دعوا کرتی هے ' اسکی فراموشی کیلیے تمھارا هر عمل گواہ هے ؟ اور جسکی مدح و ثنا میں تمھاری صدائیں زمزمہ سرا هوتی هیں ' اسکی عزت کو تمھارا وجود بٹہ لگا رہا هے ؟ وہ دنیا میں اسلیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے هٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے ' اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے همیشہ کیلیے نجات دلا دے جنکے بڑے بڑے بوجھل حلقے اُنھوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لیے تھے :

یضع اسرهم و اغلالهم التی کانت علیهم

پیغمبر اسلام کے ظهور کا مقصد یہ هے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو

نجات دلاے ' اور غلامي کے جو طوق انھوں نے اپني گردنوں میں پہن رکے ھیں' انکے بوجھہ سے رھائي بخشے -

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ھي کي ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ھي کیلیے سزاوار ہے :

ان الحکم الا للہ -	حکم و طاقت کسي کیلیے نہیں ہے مگر صرف اللہ کیلیے !

اس نے سب سے پہلے انسان کو اسکي چھني ھوئي آزادي و حریت واپس دلائي اور کہا کہ مومن نہ تو پادشاھوں کي غلامي کیلیے ہے' نہ کاھنوں کي اطاعت کیلیے' نہ کسي اور انساني طاقت کے آگے جھکنے کیلیے ' بلکہ اسکے سر کیلیے ایک ھي چوکھٹ ' اسکے دل کیلیے ایک ھي عشق ' اسکے پانوں کیلیے ایک ھي زنجیر' اور اسکي گردن کیلیے ایک ھي طوق اطاعت ہے - وہ جھکتا ہے تو اسي کے آگے' روتا ہے تو اسي کے لیے' اعتماد کرتا ہے تو اسي کي ذات پر' ڈرتا اور لرزتا ہے تو اُسي کي ھیبت سے' امید کرتا ہے تو اسي کي رحمت پر - وہ مشرک نہیں ہے کہ خدا کي طرح انسانوں کو بھي ھیبت اور قہاریت کي صفت بخشے :

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان - ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ - ذالک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون -	پرستش اور غلامي کیلیے کئي اک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ھي خداے واحد و قہار کا ھو رھنا ؟ یہ جو تم نے اپني بندگي کیلیے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ھیں ' تو بتلاؤ ؟ انکي ھستي بجز اسکے کیا ہے کہ چند وھم ساز نام ھیں جو تم نے اور تمھارے بڑوں نے اپني گمراھي سے گڑھہ لیے اور مدت کي ضلالت و رسم پرستي

نے انکے اندر مصنوعي ھیبت و مرعوبیت پیدا کردي - حالانکہ خدا نے نہ تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نہ انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو کہ تمھاري غلامي کے یہ تمام مصنوعي بت کچھہ بھي نہیں ھیں - حکم و سلطاني دنیا میں نہیں ہے مگر صرف اللہ کیلیے ' اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسي کي - یہي انسان کي فطرۃ صالحہ کي راہ ہے اور اسلیے یہي دین قیم ہے -

اور دیکھو کہ اس نے انسان کي حریت صادقہ اور آزادي حق کو کس طرح مثالوں کی دانائي میں سمجھایا :

ضرب اللہ مثلاً : عبداً مملوکا لا یقدر علی شيء' و من رزقناہ منا رزقاً حسناً ' فھو ینفق منہ سراً و جہراً ' ھل یستوون ؟ (١٦ : ٧٧)	اللہ ایک مثال دیتا ہے - یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسي دوسرے انسان کا غلام ہے - خود اسے کوئي اختیار حاصل نہیں - وہ اپني کسي چیز پر باوجودیکہ اُسیکي ہے' کچھہ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا

بندہ ہے - مگر اسکے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ہے جسپر کسي انسان کي حکومت نہیں' اسے اپني ھر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے' اور جو کچھہ خدا نے دیا ہے' وہ اسے ظاھر و پوشیدہ ' جس طرح چاھتا ہے بے دھڑک خرچ کرتا ہے' تو کیا یہ دونوں آدمي ایک ھي طرح کے ھوے ؟ کیا دونوں کي حالت میں کوئي فرق نہیں ؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ اُسکا مالک صرف خدا ھي ہے' اور وہ کہ اُسکے گلے میں انسانوں کي اطاعت کے طوق پڑے ھوے ھیں' دونوں ایک طرح کے کیسے ھوسکتے ھیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینا دنیا کیلیے خوشي و مسرت کا مہینا تھا ' تو صرف اسلیے کہ اسي مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جسنے مسلمانوں کو اُنکي سب سے بڑي نعمت یعنے " خدا کي بندگي اور انسانونکي آقائي " عطا فرمائي ' اور اُسکو اللہ کي خلافت و نیابت کا لقب دیکر خدا کي ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا - پس ربیع الاول انساني حریت کي پیدایش کا مہینۃ ہے ' غلامي کي موت اور ھلاکت کي یادگار ہے ' خلافت الہي کي بخشش کا اولین یوم ہے ' و راثت ارضي کي تقسیم کا اولین اعلان ہے - اسي ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ھوا ' اور اسي میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کي لعنت سے خدا کي زمین کو نجات ملي -

لیکن آہ ' تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کي خوشیاں مناتے ھو ' اور اسکے لیے ایسي طیاریاں کرتے ھو' گویا وہ تمھارے ھي لیے اور تمھاري ھي خوشیوں کیلیے آیا ہے ' خدا را مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کي خوشي منانے کا کیا حق ہے ؟ کیا موت اور ھلاکي کو اسکا حق پہنچتا ہے کہ زندگي اور روح کا اپنے کو ساتھي بنائے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کي عقلیں نہ ھنسینگي اگر وہ زندوں کي طرح زندگي کو یاد کریگي ؟ ھاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کي روشني کے اندر دنیا کیلیے بڑي ھي خوشي ہے' لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کي طرح خوشیاں منائے ؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ھو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ھو جس نے اپنے نفس کي غلامي ' اپني خواھشوں کي غلامي' ما سوی اللہ رشتوں کي غلامي ' اور غیر الہي طاقتوں کي غلامي کي زنجیروں سے اپني گردن کو چھپا دیا ہے- تم پتھروں کا ایک ڈھیر ھو' جو نہ تو خود ھل سکتا ہے اور نہ اسمیں جان اور روح ہے' البتہ چور چور ھوسکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا ہے - تم غبار راہ کي ایک مشت ھو' جسکو ھوا اُڑا لیجاے تو اڑ سکتي ہے '. ورنہ وہ خود صرف اسلیے ہے تاکہ ٹھوکروں سے روندي جاے اور جولان قدم سے پامال کي جاے - فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ !

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگ، حنـــا تو
اے خوں شدہ دل' تو تو کسي کام نہ آیا !

پھر اے غفلت کي ھستیو ' اور اے بیخبري کي سرگشتۂ خواب روحو ! تم کس منہہ سے اسکی پیدائش کی خوشیاں مناتے ھو جو حریت انساني کي بخشش' حیات روحي و معنوي کے عطیہ ' اور کامراني و فیروز مندي کي خسروي و ملوکي کیلیے آیا تھا ؟ اللہ اللہ غفلت کي نیرنگي اور انقلاب کي بو قلموني ! ماسوي اللہ کي عبودیت کي زنجیریں پاؤں میں ھیں' انسانوں کي مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں ' ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالي ' اور اعمال حقہ و حسنہ کي روشني سے روح محروم ! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھہ تم مستعد ھوے ھو کہ ربیع الاول کے آنے والے کي یاد کا جشن مناؤ ' جسکا آنا خدا کي عبودیت کي فتح '. غیر الہي عبودیت کي ھلاکت ' حریت صادقہ کا اعلان حق ' عدالت حقہ کي ملوکیت کی بشارت ' اور امۃ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کي بنیاد تھا ! فما لھا اولاء القوم ' لا یکادون یفقھون حدیثا !

پس اے غفلت شعاران ملت ! تمھاري غفلت پر صد فغاں و حسرت ' اور تمھاري سرشاریوں پر صد ھزار نالۂ و بکا ' اگر تم اس ماہ مبارک کي اصلي عظمت و حقیقت سے بے خبر رھو اور صرف زبانوں کے ترانوں ' در و دیوار کي آرائشوں ' اور روشني کي قندیلوں ھي میں اسکے مقصد و یادگاري کو گم کردو - تمکو معلوم ھونا چاھیے کہ یہ ماہ مبارک امۃ مسلمہ کي بنیاد کا پہلا دن ہے ' خداوندي پادشاھت کے قیام کا اولین اعلان ہے ' خلافت ارضي و وراثت الہي کي بخشش کا سب سے پہلا مہینا ہے - پس اسکے آنے کي خوشي اور اسکے تذکرہ و یاد کي لذت ھر اُس شخص کي روح پر حرام ہے ' جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الہي کي تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کي پیروي و تاسي کیلیے کوئي نمونہ نہیں رکھتا : فبشر عبادي الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولائک الذین ھدا ھم اللہ و اولائک ھم اولو الالباب !



الـــديـــن و السيـــاســـه

(١)

دنیوي حکومتوں نے اگرچه سیاست کو ظلم و جور' تمرد و طغیان' خود غرضي و هواے نفس' کذب و فریب' دسائس و حیل' اور حرص و مطامع کا مرادف بنا دیا ' لیکن در حقیقت وہ ایک روحاني صداقت ہے' جسپر دنیا کي تمام صداقتوں کي طرح ابتلاء و امتحان' ترقي و تنزل' اور ظهور و خفاء کے مختلف دور گذر چکے هیں - آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پهاڑوں کي اندهیري غاروں میں رهتا تها' تو سیاست بهي اوسکے تمام محاسن و فضائل کي طرح انهي تاریکیوں میں عزلت گزیں رهي - پهر جب دنیوي تمدن نے ترقي کي اور متمدن سلطنتیں قائم هوئیں' تو سیاست نے بهي اس تاریک افق سے سر نکالا ' اور سلاطین کے هواے نفس کے ساتهه ساتهه مدتوں تک دنیا پر جابرانه حکومت کرتي رهي -

لیکن اوسکا یه جابرانه دور حکومت خدا کي مرضي کے مطابق نه تها ' اسلیے وہ بادشاهوں کے عظیم الشان درباروں سے رخصت هوئي ' اُسنے تاج و تخت کو ٹهوکر لگایا ' اور مذهب کے داعیان الهي کے دامن میں جاکر پناہ لي -

دنیا کي تمدني تاریخ میں یه ایک عظیم الشان انقلاب تها ' اس نے دنیا کي غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کي رعشه دار انگلیوں کي طرح ایک نوراني تموج پیدا کردیا ' جسکي پهلي لهر دریاے نیل سے اوٹهي ' اور پهر ریگستان عرب میں پهونچکر آب زمزم کي سطح ساکن کے اندر مل گئي !

(القـــران الحکـــیم)

قرآن حکیم ایک مجموعه صداقت ہے' اسلیے اوس نے دنیا کي تمام صداقتوں کے ساتهه سیاست کو بهي اپنے دامن میں سب سے پهلي جگه دي' اور جو نور چند لمحوں کیلیے کوہ طور پر چمکا تها' وہ همیشه اوسکے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رها' سیاست الهي فرعون کے تاج و تخت کي ذمه دار نهیں تهي' اوسکا کام ابو جهل و ابو سفیان کي سیادت کو محفوظ رکهنا نه تها ' وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کیلیے آئي تهي ' اسلیے اوس نے ایک فطري مذهب کي آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا ' کیونکه فطرۃ هي ایک ایسي چیز ہے جو خود عدل و انصاف سے سر مو تجاوز نهیں کرسکتي ' اور اگر وہ اپنے مرکز سے هٹ جاے تو دنیا کا تمام قدرتي نظام دفعة درهم برهم هو جاے -

(المـــیـــزان)

آفتاب و ماهتاب دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتهه حکومت کر رهے هیں ' اور اونکا دور حکومت سلاطین کي حکومت سے بهت زیادہ وسیع و طویل ہے - گهنے درختوں کا سایه بادشاهوں کے دامن دولت سے بهت زیادہ فراخ هوتا ہے - امیر و غریب کو یکساں طور پر جگه دینے کیلیے اوسکي آغوش هر وقت کهلي رهتي ہے - آسمان کي حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار ہے کہ وہ ازل هي سے تمام دنیا کے سر پر محیط ہے - لیکن فطرت نے ان کو بهي خود سر' مغرور' اور سرکش نهیں بنایا ' بلکه ایک عادلانه نظام کا پابند کردیا ہے ' اور اونهوں نے فطرۃ الهي کے آگے اپني اپني گردنیں جهکا دي هیں :

الشمس و القمر بحسبان
و النجم و الشجر یسجدان
و السماء رفعها و وضع
المیزان (٤ : ٥٥)

سورج اور چاند ایک خاص نظام کے ماتحت گردش کر رهے هیں' درختوں نے بهي اپنے بلند سروں کو اوسي نظام کے آگے جهکا دیا ہے ' یه فطري نظام قدیم سے ہے ' خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اوسکو بلند کیا تو اوسي وقت ایک میزان عدل بهي قائم کردیا -

انسان فطرت کا اعلی ترین مظهر ہے ' اس بنا پر خدا کي ان عظیم الشان مخلوقات کي طرح وہ بهي اسي فطرتي نظام عدل کا پابند ہے ' اور اگر وہ خدا کي تمام مخلوقات میں بڑا ہے تو اسکو خدا کے نظام عدل کا بهي سب سے زیادہ پابند هونا چاهیے - چنانچه الله تعالی نے آفتاب و ماهتاب کي پابندیوں کے جلوے دکها کر انسان کو بهي اسي عادلانه قانون کي پابندي کا حکم دیا :

الا تطغوا فی المیـــزان
و اقیموا الـــوزن بالقسط
و لا تخســـروا المیـــزان
(٨ : ٥٥)

جسطرح آفتاب و ماهتاب ' درخت اور آسمان' اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز نهیں کرتے ' اُسي طرح تم بهي اس میزان عدل کو پوري عدالت کے ساتهه قائم رکهو' اور اوس میں کسي قسم کي کمي بیشي نه کرو !

(عـــدالت الهي)

یهي نظام عـــدل ہے جو سیاست مذهبي کي روح ہے - مذهب دنیا میں اسیکے پهیلانے کیلیے آیا تها ' لیکن انسان کا دست ستم همیشه اس نظام کو درهم برهم کرتا رها ہے ' اسلیے فطرت الهي همیشه اوسکو سزا بهي دیتي رهتي ہے ' اور سیاست کا میزان همیشه قوت هي سے قائم رہ سکتا ہے -

فطرت کي عدالت دنیوي عدالتوں سے بالکل مختلف مگر اون سے زیادہ منصف ہے - دنیوي عدالتیں سزائیں دیتي هیں ' لیکن جرم و سزا میں کوئي مناسبت نهیں ڈهونڈهتیں - اگر ایک شخص نے چوري کي ہے تو عدالت حکم دیتي ہے که وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کردیا جاے ' اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسي کو دهوکا دیا ہے تو عدالت اسکے اخلاقي مرض کا یه علاج تجویز کرتي ہے که روز ایک من گیهوں پیسے - مگر فطرت جرم و سزا میں همیشه دقیق مناسبت تلاش کرتي ہے ' اور اوسي مناسبت کي بنا پر سزا دیتي ہے - مثلاً جن قوموں نے احکام الهي کي خلاف ورزي کي' میزان عدل و قسط کو پامال کیا' اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتهه مسلط هوگئے' تو خداوند تعالی نے بهي اون پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا '

جنہوں نے الکے سر غرور و طغیان کو چور چور' ریزہ ریزہ' پاش پاش کردیا :

كذبت ثمود و عاد بالقارعه فاما ثمود فاهلكوا بالطاغيه و اما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتيه ' سخرها عليهم سبع ليال و ثمنية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعي كانهم اعجاز نخل خاويه ' فهل ترى لهم من باقيه ؟ (٥ : ٦٩)

ثمود و عاد نے هلا دینے والي چیز یعنے قیامت کا انکار کیا جو خدا کي عدالت کا دن تھا' پس هم نے دنیا هي میں اسکا نمونه دکھا دیا ' ثمود کي قوم زلزله سے تباه کردي گئي ' اور عاد پر آندھي کا طوفان آیا جو متصل سات رات اور آٹھه دن تک قائم رھا - وہ لوگ اوس میں گرے هوے کھوکھل درختوں کي طرح نظر آتے تھے ' وہ که اپني آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کیا کرتے تھے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الهي سے غافل تھے' آج زمین پر انکي ایک یادگار بھي نہیں دکھائي جاسکتي !

ایک مدت تک اسي نظام عدل اور اصول فطرت کي بنا پر دنیا میں قومیں بنتي بگڑتي رهیں- جب تک دنیا میں کوئي قوم یا کوئي سلطنت عدل و انصاف کے قیام کے ذریعه خود صالح رهي ' اور اپنے ساتھه دوسروں کي بھي اصلاح کي ' اوسوقت تک وہ هلاکت و بربادي سے محفوظ رهي :

وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون - (٥ : ٦٩)

تمهارا پروردگار کسي آبادي کو اوسوقت تک هلاک نہیں کرتا جب تک که وہ اصلاح کي خدمت انجام دیتي ہے -

دنیا کي بادشاهت و سیاست صرف اصلاح کیلیے ہے - " اصلاح" اور " افساد " کي تشریح کا یه موقعه نہیں لیکن تم سورۂ انبیاء میں بار بار پڑھچکے هو :

ان الارض يرثها عبادي الصلحون (٢١ : ١٠٥)

زمین کے وارث صرف همارے صالح بندے هوے اور هوں گے -

لیکن بر خلاف اسکے جب کسي قوم نے عدل کو ظلم سے ' اور اصلاح کو افساد سے بدل دیا ' اور خدا کے بندوں کو خدا کي غلامي سے هٹاکر اپنا غلام بنانا چاھا تو وہ دفعۃً هلاک کردي گئي :

الم تر كيف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد و ثمود الذين جابو الصخر بالواد و فرعون ذي الاوتاد الذين طغوا في البلاد فاكثروا فيها الفساد فصب عليهم ربك سوط عذاب (٥ : ٨٩)

کیا تم نہیں دیکھتے که تمھارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھه کیا سلوک کیا ' جو ایسے قوي و متمدن تھے که دنیا میں ویسي قوي قوم اب تک پیدا نہیں هوئي؟ اور قوم ثمود جنھوں نے اپنے رهنے کیلیے پہاڑوں کو تراشکر گھر بنائے تھے' اور فرعون جو اپني شان و شوکت خسروي کیلیے خیمه و خرگاہ رکھتا تھا؟ یه وہ لوگ تھے جنھوں نے انساني آبادیوں میں فتنه و ظلم کا بڑا سر اوٹھایا تھا' اور عدل و اصلاح کي جگه اون میں فساد پھیلا رکھا تھا - پس قانون الهي نے اپنے تازیانۂ عذاب کو حرکت دي اور ان سب کو نابود کردیا -

ان آیات کریمه نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغیان کے نتائج هي کي تصریح نہیں کي بلکه اسکے سر چشمۂ اصلي کي طرف اشارہ بھي کردیا' یعني قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قائم رکھه سکتا ہے' اوسي طرح اوسکا غلط استعمال اس شیرازہ کو درهم و برهم بھي کردیتا ہے -

(عذاب الهي کا پہلا دور)

لیکن هواے نفساني قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتي ہے' اور جب تک کوئي روحاني طاقت ان امراض فاسده کي مقاومت نہیں کرتي' قوت همیشه بیراہ روي اختیار کرتي رهتي ہے- ان قوموں نے دنیا میں ظلم و عدوان کي جو آگ بھڑکا دي تھي' اسکي وجه صرف یه تھي که انکے ضمیر کا احساس بالکل فنا هوگیا تھا- یه وسیع ملک رکھتے تھے ' دولت و ثروت کا ذخیرہ اونکے پاس تھا' اور قوت جسماني نے پہاڑوں کو اونکے لیے روئي کا تودہ بنا دیا تھا - خدا کي زمین صالح تھي - اوس نے نیکي کے بیج کیلیے اپني آغوش کو کھول دیا تھا' اور عدل و انصاف کا چشمه اسکے ایک ایک مسام سے اوبل سکتا تھا - اگر یه قومیں زمین کي اصلاح پر آمادہ هوتیں تو وہ بھي اونکو صالح قوم کا خطاب دیتي' اور اپنے آپ کو همیشه کیلیے اونکے قدموں کے نیچے ڈالدیتي' لیکن اونھوں نے زمین کو اپني اهواء فاسده کا مرغزار بنایا ' اور اوس میں گل و ریحاں کے بجاے کانٹے بوے ' اسلیے جو چیزیں نیکي کے بیج کي تربیت و نشو و نما کر سکتي تھیں' وهي اون کیلیے عذاب الهي بن گئیں- ثمود کو خود زمین هي نے پیس دیا ' عاد کي نسل کو خود هوا هي اوڑا لیگئي ' اور فرعون کو خود دریاے احمر کي موجیں نگل گئیں - چنانچه خداوند تعالی نے قران حکیم کي دوسري آیتوں میں اس اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھه بیان فرمایا ہے :

فاما من طغى و آثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هي الماوى - واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى (٣٧ : ٧٩)

لیکن جو شخص سرکش هوا' اور دنیوي زندگي کو آخرت پر ترجیح دي تو اسکا ٹھکانا صرف جهنم ہے ' لیکن جو شخص خدا سے ڈرا ' اور اپنے دل کو اون نفساني خواهشوں سے روکا جو ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کي طرف لیجاتي هیں تو اوسکا ٹھکانا جنت ہے -

(عذاب الهي کا دوسرا دور)

لیکن دنیا کي ترقي کے ساتھه قوانین فطرت نے بھي ترقي کي ہے اور اس ترقي کي حرکت نہایت عجیب و غریب ہے - دنیا کي هر چیز ترقي کرتي ہے تو بڑھتي ہے' ابھرتی ہے' پھیلتي ہے ' لیکن قوانین فطرت کي نشو و نما بالکل اسکے بر عکس هوئي - اونھوں نے ترقي کي تو سکڑنا شروع کیا ' اور سمٹ کر انسان کے گرد جمع هو گئے - وہ پہلے خاک کے ذرات میں ملے هوے تھے' هوا کے اجزا میں بکھرے هوے تھے ' پاني کي موجوں کے ساتھه تیرتے پھرتے تھے' اسلیے جب کوئي قوم نظام عدل کي خلاف ورزي کرتي تھي ' تو خاک کے تودوں ' هوا کے جھونکوں ' اور دریا کي لهروں کے اندر هیجان پیدا هوتا تھا' اور وہ زمین کي زلزله انگیز حرکت' هوا کے قیامت خیز تموج ' اور سمندر کي طوفاني لهروں کي صورت میں نمود کرکے پیس ڈالتے تھے ' اوڑا لیجاتے تھے' بہا کر ساحل عدم تک پہونچا دیتے تھے - لیکن اب اونھوں نے صرف انسان هي کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنایا که وہ تمام مظاهر فطرت کا مجموعه تھا ' پس اب اون تمام ذمه داریوں اور اون تمام فرائض کا بوجھه صرف انسان هي کے سر پر آگیا' جس کو آسمان و زمین نے گھبرا کر اپنے کندھے سے پھینک دیا تھا :

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها و حملها الانسان انه كان ظلوما جهولا (٣٣ : ٧٢)

هم نے اپني امانت کو آسمان ' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا ' لیکن سب نے اوسکے اوٹھانے سے انکار کیا' اور اوس سے ڈر گئے - لیکن انسان آگے بڑھا اور اس بوجھه کو اوٹھا لیا- بلا شبه ایسا کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور بڑي هي نادانستگي کي -

انبیاء کرام کا ظهور اسي ترقي کي مکمل صورت تھي' لیکن آغاز فطرت سے انساني قوت نے جو بے راہ روي اختیار کي تھي' اب وہ اپنے

انتهائي درجه تک پهونچ چکي تهي' اور انبياء عليهم السلام نے زباني وعظ و نصائح اور هدايت و ارشاد کا جو طريقه اختيار کر رکها تها' وه دنيا کيليے کافي نه تها - اب دنيا قوت کے نشه ميں بالکل چور چور هوگئي تهي' اور ايسي حالت ميں اوسکا مقابله صرف قوت هي سے کيا جاسکتا تها - انسان پر فطرت نے جو ذمه دارياں عايد کردي تهيں' تمدن کي ترقي اور جذبات و عواطف کي رقت و لطافت نے اونکے احساس کو اور بهي سريع الاشتعال بناديا تها' اسليے قلب کي يه حرکت هاتهه پاؤں ميں بهي جنبش پيدا کرنا چاهتي تهي' اور انسان زبان کے ساتهه هاتهه سے بهي کام لينا چاهتا تها -

(دعـوة موسوي)

اس آتشکده کي آگ سب سے پہلے مصر کي سر زمين ميں بهڑکي' جسکو فراعنه نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغيان کا جولان گاه بنا ديا تها' جهاں ايک قوم کے ساتهه اسر و غلامي کي حالت ميں جانوروں کي طرح سلوک کيا جاتا تها' غلامي کي لعنت کي زنجيريں اسکے پانوں ميں تهيں' اور انساني حکومت کي پرستش کا داغ پيشاني پر' يه ظالمانه طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاهي تک هي محدود نه تها' بلکه اوسکا نظاره هر گلي کوچے ميں نظر آتا تها - حاکم قوم اپني قومي حکومت کے گهمنڈ ميں بني اسرائيل کے هر فرد کو اپنا زر خريد غلام سمجهتي تهي' اور اُسکو يقين تها که سر زمين کنعان کا يه مجبور گله صرف اسي ليے همیں ديا گيا هے تاکه چار پايوں کي طرح همارے آگے جهکے' اور کتے کي طرح هماري جوتيوں کي گرد چاٹے - پس خدا تعالى کے ايک او العزم' صاحب قوت و نفوذ' اور ذکی الحس بندے نے راه جور و ستم کا يه درد انگيز نظاره ديکها' اور ايک مظلوم اسرائيلي شخص کي اچانک فرياد' اور غيرت قومي کے فوري احساس نے اوسکے جذبات رقيقه کے برقي خزانے ميں آگ لگا دي :

و دخل المدينة علـى حين غفلة من اهلهـا فوجد فيها رجلين يقتتلن هذا من شيعته و هذا من عـدوه فاستغـاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه فوكزه موسى فقضي عليـه قال هـذا من عمـل الشيطان انه عدو مضل مبين (۲۸ : ۱۴)

اور ايک ايسي حالت ميں جب که تمام شهر غافل تها' موسى شهر ميں آے' اور دو آدميوں کو ديکها که لڑ رهے هيں' اون ميں ايک موسى کي قوم کا تها' دوسرا اوسکے دشمن کے گروه کا - موسى کو ديکهکر اوسکي قوم کے آدمي نے اپنے دشمن کے مقابله ميں مدد مانگي - موسى نے اوسکي مدد کي - اوسکے دشمن کو ايک گهونسا مارا اور وه مرگيا - موسى نے اپنے دل ميں کها که يه تو ايک شيطاني کام هوگيا' بے شک شيطان انسان کا دشمن اور گمراه کن هے -

اسکے بعد اگرچه فرعون کے غلبه اور جبر و استبداد کے خوف سے موسى عليه السلام گهبرا گئے' ليکن قومي حميت کي آگ دل ميں برابر سلگتي رهي - سوء اتفاق سے دوسرے دن پهر يهي ناگوار موقعه پيش آگيا :

فاصبح في المدينـة خائفا يترقب فاذا الذي استنصـره بالامـس يستصرخه قال له موسى انك لغوي مبين - فلما ان اراد ان يبطش بالذي هو عدو لهما قال يموسى اتريد ان تقتلني كما قتلت نفسا بالامس ان تريد الا ان تكون جبارا فى الارض و ما تريد ان تكون من المصلحيـن (۲۸ : ۱۷)

اب موسى شهر ميں خوف زده هو کر چهپنے لگے' اتفاق سے پهر وهي پهلا سا موقع پيش آگيا - اور جس شخص نے کل اون سے مدد طلب کي تهي' اوس نے آج پهر اون سے فرياد کي - موسى نے کها تو تو بڑا گمراه آدمي هے - پهر جب موسى نے اوس قبطي پر حمله کرنا چاها جو اون دونوں کا دشمن تها' تو اوس نے کها : کيوں موسى ! جسطرح تم نے کل ايک آدمي کو مار ڈالا هے - کيا آج اوسيطرح مجهے بهي قتل کرنا چاهتے هو؟ تم زمين ميں ظالم بنکر رهنا چاهتے هو امن دوست بننا تمهيں پسند نهيں؟

(هجـرت)

اب تمام شهر ميں اس واقعه کي شهرت هوگئي' اور حضرت موسى عليه السلام کے سامنے جلا وطني کا وه مقدس مرحله پيش آگيا' جو هر حقاني جد و جهد کي پهلي منزل هے :

و جاء رجل مـن اقصا المدينة يسعى - قال يموسى ان الملاء يا تمرون بـک ليقتلـوك فاخرج انـي لك من النصحين - فخرج منها خائفا يترقب - قال رب نجني من القـوم الظلميـن (۲۸ : ۱۹)

شهر کے کنارے سے ايک آدمي دوڑتا هوا آيا اور کها که اے موسى ! ارکان سلطنت تمهارے قتل کے بارے ميں مشوره کر رهے هيں - اب تم يهاں سے نکل جاؤ' ميں تمهيں خير خواهانه مشوره ديتا هوں - موسى شهر سے خوف زده هوکر خفيه طور پر نکلے' اور خدا کي جناب ميں دعا مانگي که : خداوندا ! مجهکو ظالموں کے پنجه سے نجات دے !

(حريت کا بيروني مرکز)

مصر سے نکل کر اونکو خدا کے اوس صالح بندے کي باريابي کا شرف حاصل هوا جو مصر کي غلامانه اور مستبدانه آبادي کي جگه آزادي کي آب و هوا ميں آزادانه زندگي بسر کر رها تها' اور حضرة موسى کي دعوة حريت کيليے يه دوسري منزل تهي که ايک آزاد و خود مختار سر زمين ميں رهکر آنے والے وقت کيليے طيار هوں :

فلما جاء و قص عليـه القصص قال لا تخـف نجوت من القوم الظلمين (۲۸ : ۲۵)

جب حضرت موسى عليه السلام حضرت شعيب کے پاس مدين ميں آے' اور اون سے اپنے واقعات بيان کيے' تو اونهوں نے اونکی حوصله افزائي کي اور کها مت ڈرو' تم نے ظالم قوم کے پنجه سے نجات حاصل کرلي -

(تکميل و اعلان)

مذهبي حيثيت سے يه پهلا قدم تها جو سياست کي طرف بڑهايا گيا تها - ليکن قومي حميت کي جو آگ حضرت موسى عليه السلام کے دل ميں سلگ رهي تهي' اس کيليے اس سے بهي زياده حرارت درکار تهي - چنانچه جب فرعون کے تخت و تاج کے اولٹنے کا وقت آگيا تو آتشکده طور نے اپني حرارت کو اونکي دل کے کانوں مقدس کے اندر مشتعل کرديا :

فلما قضى موسى الاجل و سـار باهلـه آنـس من جانب الطور نارا قال لاهلـه امکثوا اني آنست نارا لعلى آتيکم منها بخبر او جذوة من النار لعلکم تصطلون - فلما اتها نودی من شاطي الواد الايمن في البقعة المبارکة من الشجرة ان يموسى اني انا الله رب العالمين (۲۸ : ۲۹)

جب موسى نے شعيب کي خدمت ميں اپنے درس و فکر کے دن پورے کرليے اور اپنے اهل و عيال کو ليکر وهاں سے چلے' تو طور کے دامن ميں ايک آگ نـظـر آئـي - اونـهوں نے اپني بيوي سے کهـا : تم لوگ ٹهرو' ميں اوس آگ کا پته لگاؤں' يا آگ کا کوئي انگارا ساتهه لے آؤں تاکه تمهارے تاپنے کے کام آے - ليکن جب وه اوس آگ کے پاس پهونچے تو وادي ايمن کے کنارے سے ايک رباني صدا آئي : اے موسى! يه آگ نهيں هے جسکے ليے تم دوڑے هو' بلکه ميں هوں تمام دنيا کا پالنے والا !!

خدا تعالی کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ' اور سب سے بڑی ظالم حکمراں قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا' اسلیے وہ خود ھی دنیا میں اوتر ایا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنی جلال و قہاریت کی فضا میں اترتا رھا ھے' اور حضرت موسی علیہ السلام کے وجود مطہر کے اندر سے اس نے اپنی پاک حریت اور انسانیۃ کی مدنی آزادی کے ظہور کا اعلان کردیا - لیکن ابھی حضرت موسی اس راہ کے پہلے مرحلہ میں تھے' اور اقتضاے بشریت سے انکے دل میں خوف و ھراس باقی تھا - وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر انکے اندر ھراس پیدا ھوجاتا تھا - پس قوۃ مربیۂ الہی نے سب سے پہلے انکے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوھر بخشا' اور دکھلا دیا کہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت ھی میں مخفی نہیں ھے' حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ھوکر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آسکتا ھے - چنانچہ سب سے پہلے انہیں حکم دیا :

و ان الق عصاک' فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا و لم یعقب - یموسی اقبل ولا تخف انک من الامنین (٣١ : ٢٨)

اے موسی اپنی لاٹھی پھینک دو! جب موسی نے اپنی لاٹھی کو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح حرکت کررھی تھی' وہ ڈرے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے - خدا نے کہا اے موسی! تم پیچھے ھٹنے کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ھو- تمھارا کام صرف آگے بڑھنا ھے - آگے بڑھو' کیونکہ تمہیں آگے ھی بڑھانے کیلیے یہ سب کچھہ کیا گیا ھے' خوف نکرو' تم ہمیشہ امن میں رھوگے -

موسی علیہ السلام کے ھاتھہ نے اب تک اگرچہ تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا' لیکن خدا نے اونکو دکھا دیا کہ جو ھاتھہ حق کی حمایت میں اوٹھتا ھے' اسکے پاس گو لوھے کی تلوار نہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں کے اندر ھی تلوار کی چمک رکھتا ھے :

اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء اضمم الیک جنـــاحک من الرھب فذنک برھانن من ربک الی فرعون و ملائہ انھــــم کانوا قوما فاسقین (٢٨ : ٣٣)

اپنے گریبان میں ھاتھہ ڈالو' وہ اوسکے اندر سے چمکتا ھوا نکلیگا - اور اس سے تمہیں کچھہ نقصان نہ پہنچیگا - اپنے بازو کو سمیٹ لو' تمھارے خدا کی طرف سے فرعون اور اسکی قوم کیلیے یہ دو نشانیاں ھیں' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے عدالت الہی کے قانون کو توڑ دیا تھا اور اللہ کی اطاعت سے باھر ھوگئے تھے -

حضرت موسی علیہ السلام اب اگرچہ ان معجزانہ آلات حرب سے مسلح ھوگئے' لیکن سیاسی میدان میں تلوار کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طاقت و روانی کام آتی ھے' اسلیے اونہوں نے اپنی کمزوریوں کا عذر کیا :

قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون و اخی ھرون ھو افصح منی لسانا فارسلہ معی ردا یصـدقنی انی اخـاف ان یکـذبـون (٢٨ : ٣٣)

الہی ! اونکی قوم کے ایک آدمی کو میں نے مار ڈالا ھے - ایسا نہ ھو کہ وہ اوسکے عوض میں مجھے قتل کردیں' میرا بھائی ھارون مجھہ سے زیادہ فصیح و مقـــرر ھے' اوسکو میرا حامی بنـا کر میرے ساتھہ کردے کہ وہ میری تصدیق کرے' ایسا نـہ ھو کـہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں -

خدا نے اونکی تمام دعائیں قبول کیں اور حضرۃ ھارون علیہ السلام کی مدد سے اونکے دست و بازو کو قوی تر کردیا :

قال سنشـد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما بایتنا انتما و من اتبعکما الغلبون (٢٨ : ٣٥)

خدا نے کہا : ھم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرے دست و بازو کو قوی کردینگے اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاھرہ کی برکت سے ایسا غلبہ عطا کرینگے کہ وہ لوگ تمھارے پاس پھٹـک بھی نہ سکینگے - صرف تم اور تمھارے ساتھیوں ھی کو غلبہ حاصل ھوگا -

(حضرت موسی کا مطالبہ)

خـــدا تعالی نے ان معجزات قـاھرہ اور ان بشارات عظیمـہ کے ساتھہ حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا - فرعون مشرک بھی تھا' مے نوش بھی تھا' بدکار بھی تھا' فاسق بھی تھا' فاجر بھی تھا - غرض وہ سب کچھہ تھا جو دنیا کا ایک سیاہ کار اور شریر و ظالم انسان ھوسکتا ھے -

لیکن اب غور کرو کہ تفسیر قران کا کیسا اھم مقام تمھارے سامنے ھے' اور افسوس کہ تم نے قران کا حق فہم کبھی بھی ادا نہ کیا - حضرت موسی علیہ السلام ایک پیغمبر حق تھے - توحید الہی' رد شرک و اصنام پرستی' تزکیہ نفس و اخلاق' درس کتاب و حکمت' انکے فرائض نبوت کے حقیقی ارکان ھیں - انکا مخاطب ایک مشرک و فاجر پادشاہ اور ایک مشرک و فاجر حکمران قوم تھی - اگر " سیاست " اور " دین " دو الگ الگ چیزیں ھیں جیسا کہ نادانی اور جہل کے ابلیس نے تمھیں سمجھایا ھے' اور اگر ایک قوم کو غلامی سے نجات دلانا ایک غیر دینی عمل ھے جیسا کہ بد بختانہ تم سمجھتے آئے ھو' تو اب ضرور تھا کہ حضرۃ موسی کی دعوت و تبلیغ بھی اس چیز سے بالکل الگ رھتی جسکا نام تم نے " سیاست " رکھا ھے - وہ آتے اور فرعون سے سب کچھہ چـاھتے' مگر وہ نہ چاھتے جو نہ تو دین ھے اور نہ پیغمبرانہ دعوۃ کا کوئی جزو حقیقی' مگر قران حکیم تمھارے سامنے موجود ھے - خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی' نہ اوسکی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں' نہ اوسکی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا' بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ھی مقصد بتا کر رخصت کیا :

اذھب الی فرعون انہ طغی (٢٠ : ٢٥)

فرعون کے پاس جاو کیونکہ وہ بڑا سرکش اور ظالم ھوگیا ھے -

حضرت موسی علیہ السلام اوسکے پاس آے' اور اونہوں نے بجز اسکے اور کچھہ نہ کہا کہ :

ان ادوا الی عبـــاد اللہ انی لکـــم رسول امین (١٧ : ٤٤)

خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دیدو جسے تم نے اپنا محکوم بنا رکھا ھے - میں تمھارے پاس ایک امانت دار رسول بنکر آیا ھوں -

تم نے غور کیا یعنی حضرۃ موسی نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو' گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ' نیک زندگی اختیار کرو' پاک طریقوں پر عمل کرو' بلکہ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں تو نے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ھیں' انھیں چھوڑ دے اور مجھے واپس دیدے - خدا نے مجھے اس قوم کا امین بنایا ھے - اسکے بندوں کو میں آزادی دلاؤنگا - محکومی کی جگہ ایک حکمراں قوم بناؤنگا - خدا کے بندے خدا کی امانت ھیں - تو ظالم و مستبد ھے - اسلیے تو اس امانت کا مستحق نہیں - یہ شرف اللہ نے مجھے عطا فرمایا ھے کہ میں اس امانت کو ٹھیک ٹھیک اپنے پاس رکھونگا !

یہ مطالبہ اگرچہ نہایت مختصر الفاظ میں کیا گیا' لیکن درحقیقت وہ سیاست کی روح' سیاست کا مغز' اور سیاست کی حقیقی تفسیر تھا - پہلے تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا مطالبہ " ادوا " کے لفظ سے کیا " ادوا " کا اصل " الاداۃ " ھے اور

اسکے معنی ہیں ' دفع الحق " کے ' یعنی کسی ایسی چیز کو دیدینا جو لینے والے کا حق تھا ' تم نے اپنے پاس سے اسے نہیں دیا - یہی وجہ ہے کہ اداء خراج ' اداء جزیہ ' اداء امانت ' عربی میں بکثرت آتا ہے - خراج اور جزیہ حکومت کا حق ہے - امانت ' امانت رکھنے والے کی چیز ہے - اسے واپس دینا ' اسکے حق کو ادا کرنا ہے - پس حضرۃ موسی نے " ادوا " فرمایا یعنی ایک ایسی چیز مانگی جو فرعون کی ملکیت نہ تھی ' حضرۃ موسی کا حق تھا - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رعایا کسی قوم کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق نہیں بنائی گئی ہے ' اگر خدا نے کسی گروہ کو کسی شخص کے ہاتھہ میں دیدیا ہے تو اوسکا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اوس سے آلہ بے جان کی طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے ' اگر ایک قوم کسی ضعیف فرقہ کی قسمت کی مالک ہوگئی ہے ' تو وہ اوسکو اپنے اغراض ذاتی و قومی کا ذریعہ نہیں بنا سکتی - رعایا صرف ایک امانت الہی ہے ' اور جب کوئی قوم اس امانت میں خیانت کرتی ہے تو خدا اوسکو واپس لیکر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کردیتا ہے -

پھر اونہوں نے بنو اسرائیل کو " عباد اللہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ' جس میں یہ اشارہ تھا کہ رعایا بادشاہوں کی محکوم ہوکر اونکی غلام نہیں بن جاتی ' بلکہ اوسکے گلے میں غلامی کا صرف ایک ہی حلقہ ڈالا گیا ہے ' اور وہ حلقہ صرف خدا کی عبودیت کا ہے - وہ " عباد اللہ " ہیں - " عباد السلاطین " نہیں ہیں - انکو خدا کی بندگی کیلیے پیدا کیا گیا ہے - انسانوں کے تخت غرور کے آگے جھکنے کیلیے نہیں بنایا گیا - پھر اونہوں نے اپنا تعارف " رسول امین " کے لقب سے کرایا ' جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فرعون نے امانت الہی میں خیانت کی ' اسلیے خدا اب اپنی امانت کو ایک دوسرے امین بندے کے سپرد کرنا چاہتا ہے -

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جہاں کہیں تاج و تخت کی بشارت عظیمہ دی ہے ' اوس سے حکومت کرنے کی صلاحیت ہی مراد ہے ' اور دنیا کی جس سلطنت نے سیاست کے اس اصول زریں کو پامال کردیا ' وہ دفعتاً برباد ہوگئی - دنیا کے جبابرہ میں فرعون نے سب سے زیادہ بیدردی کے ساتھہ اس اصول کو پامال کیا تھا ' وہ بنو اسرائیل کو نہ صرف غلام بلکہ اپنی جائداد غیر منقولہ سمجھتا تھا ' اور اونکے واپس کرنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا تھا ' اسلیے حضرۃ موسی نے جبراً اونکو چھین لینا چاہا کہ جبر کا علاج صرف جبر ہی سے ہوسکتا ہے - خدا تعالی نے حکم دیا :

فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)
میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' تمہارا تعاقب کیا جائیگا -

(عذاب الہی کا ظہور)

حضرت موسی علیہ السلام اس امانت الہی کو لیکر نکلے تو حسب اطلاع الہی فرعون نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھہ انکا تعاقب کیا - اب اگرچہ اس قسم کے سرکشوں کی سزا کیلیے خدا نے خود انسان ہی کو مسلط کردیا تھا ' اور دوسری فطری مخلوقات نے اپنا یہ منصب انسان ہی کو دیدیا تھا ' تاہم فرعون کی ہلاکت و بربادی میں سب نے کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - دریاے احمر کی موجیں اونکو نگل گئیں ' خوش فضا باغوں نے اونکا ساتھہ چھوڑدیا ' زمین سے اوبلنے والے چشمے اون سے علحدہ ہوگئے ' لہلہاتی ہوئی کھیتیاں اون سے روٹھہ گئیں ' اور آسمان و زمین تک کو اون پر رحم نہ آیا :

و اترک البحر رھوا انھم جند مغرقون - کم ترکوا من جنات و عیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیھا فکھین کذلک و اورثنھا قوما آخرین ' فما بکت علیھم السماء و الارض و ما کانوا منظرین (۴۴ : ۲۳)

ہم نے موسی کو حکم دیا کہ دریا کو ساکن چھوڑدو اور نکل بھاگو - فرعون اپنے لشکر سمیت اوسمیں ڈوب جائیگا ' چنانچہ حکم الہی پورا ہوا ' اور وہ سب کے سب دریا کی لہروں میں نابود ہوگئے - پھر دیکھو کہ یہ کون لوگ تھے ؟ انکی کیسی شان و شوکت تھی ؟ کیسا جاہ و جلال تھا ؟ کیسا گھمنڈ اور کیسی شرارتوں سے بھری ہوئی صدائیں تھیں ؟

لیکن بالاخر خدا کے عذاب سے کوئی طاقت انہیں نہ بچاسکی - کسقدر سر سبز باغ ' کیسی کیسی دلفریب نہریں ' شاداب و پرثمر زراعت گاہیں ' عالیشان و پر تکلف عمارتیں ' عیش و نشاط کی نعمتیں ' غرضکہ وہ سب کچھہ جو دنیوی جاہ و جلال میں سے انکے پاس تھا اور جنکے اندر وہ بیفکری کے مزے اوڑا رہے تھے ' اپنے بعد چھوڑ گئے ' اور ہم نے دوسری قوموں کو انکا وارث بنایا جو ان پر قابض ہوگئیں ' اور باوجود اس درد انگیز انقلاب کے نہ تو آسمان ہی انپر رویا اور نہ زمین ہی نے آنسو بہاے ' اور نہ انکو اپنی حالت کے اصلاح کی مہلت دیگئی - کیونکہ مہلت پوری ہوگئی تھی ' اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض ہو جاے تو پھر تمام کائنات ہستی میں کون ہے جو ان بدبختوں سے راضی ہوسکتا ہے ؟

(سیاست حقہ کا آخری ظہور)

قوت اگرچہ سیاست کا جزو لازمی ہے ' لیکن اوس میں رحم و تلطف اور رفق و ملاطفت کی بھی آمیزش کی جا سکتی ہے ' چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بھیجا ' تو سب سے پہلے اسی پیغمبرانہ اخلاق کے اظہار کی تلقین کی :

اذھبا الی فرعون انہ طغی فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی (۴۶ : ۲۰)
اے موسی تم اور ہارون فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے ' با اینہمہ اوسکے ساتھہ نرمی سے گفتگو کرنا - شاید وہ عبرت حاصل کرے ' یا اوسکے دل میں خوف خدا پیدا ہو جاے -

(اخلاق اور سیاست)

لیکن فرعون کے جبر و استبداد ' غرور و عناد ' اور حکومت ابلیسی کے گھمنڈ نے اوسکو حضرت موسی علیہ السلام کے دریاے لطف کے ایک قطرے سے بھی تشنہ لب رکھا ' اور دریاے احمر کی لہروں میں اونکی معجزانہ قوت نے نہایت عبرت ناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پہونچا دیا - تاہم الہی سیاست فطرتاً رحم کے ساتھہ ہم آغوش رہنا چاہتی تھی - فرعون کو اوسکے تمرد نے اگرچہ اس تلطف آمیز سیاست سے فائدہ اوٹھانے کا موقع نہیں دیا ' لیکن جب دنیا کے ساتھہ تمدن نے اور زیادہ ترقی کی ' تو اخلاق و سیاست کی تصویریں ایک مرقع میں نظر آگئیں - اسلام اسی اخلاق و سیاست کا مجموعہ ہے -

لیکن ہر اجتماع و ترکیب سے پہلے اسکے متفرق اجزاء کا الگ الگ ہونا ضروری ہے ' اور ہر اعتدال کیلیے افراط و تفریط کا وجود لازمی ہے ' سیاست کا ایک جزو یعنی قوت کو تو حضرت موسی علیہ السلام نے پیدا کردیا تھا ' اور اوس کی آخری نمایش دریاے احمر میں ہوچکی تھی - لیکن دوسرا جزو یعنی اخلاق اب تک معدوم تھا - حضرت عیسی علیہ السلام نے اوسکو بھی پیدا کردیا ' اور اوسکے حریف یعنی سیاست و قوت کی رگ گردن کاٹ ڈالی - یہود ٹھوس پتھر کی طرح سخت تھے ' لیکن حضرۃ مسیح نے اپنے معجزانہ آتش بیانیوں سے اونکو اس قدر گداز کردیا کہ وہ ایک سیال مادہ بن گئے ' جو ہر قوت کے سامنے جھک جاتا تھا ' لچک جاتا تھا ' دب جاتا تھا !

اگر کوئی شخص اونکے گال پر ایک طمانچہ مارتا تھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنا دوسرا گال بھی اوسکے سامنے پیش کردینگے ' اگر کوئی شخص ایک میل اون کو بیگار لیجانا چاہتا تھا تو وہ دو میل تک اوسکا بوجھہ پہونچادیتے تھے - اظہار قوت کا سب سے بڑا ذریعہ حکومت ہے ' لیکن اونہوں نے دنیوی حکومت کیلیے کچھہ نہ چاہا ' اور صرف خدا کے غریب بندوں ہی کو آسمانی حکومت کی بشارت دی - قوت

کي نمائش کیلیے جنـگ ناگزیر ھے ' لیکن اونھوں نے کہا کہ اپنے دشمنوں کو بھي پیار کرو - غرض حضرت موسی علیه السلام کے زمانے میں قوت جس درجه افراط تـک پھونچ گئي تھي ' ٹھیک اوسي کے مقابل حضرة مسیح نے اوسکو درجه تفریط تک پھونچا دیا - اگرچه اپنے اپنے وقتوں میں دونوں چیزیں صحیح اور عین اعتدال تھیں -

(امــة وسطـــا)

اس بنا پر اعتدال کلي و دائمي کیلیے جس قسم کے الگ الگ افراط و تفریط کي ضرورت تھي ' اب وہ پوري ھوگئي ' اور قوانین ارتقاء جس جامع و مکمل مذھب کو ڈھونڈھ رھے تھے' اوسکے ظہور کا وقت آگیا - پس زبان الہي نے اوس معتدل امت کے پیدا ھونے کي بشارت دنیا کو سنا دي:

وكذالك جعلنـا كم امة وسطا لتكونوا شهداء على النـاس و يكون الـرسول عليكم شهيدا (۱۳۷ : ۲)

اسي طرح هم نے تمکو ایک عدل و توسط کي قوم بنایا ' تاکه تملوگ دنیا کیلیے نمونه بنو' اور پیغمبر تمہارے لیے نمونه ھو-

داعي مذھب اسلام نے اس " امة وسطا " کیلیے اپنا اعلی نمونه قائم کردیا - حضرت موسی علیه السلام کو چونکه ایک سخت طاقتور بادشاہ اور سخت جابر قوم کا مقابله کرنا تھا ' اسلیے خدا نے اونکو فطرتاً پر جـلال بنایا تھا - اسي بنا پر فـرعون کے سامنے نرم کلامي کي تلقین کرنا پڑي ' لیکن پیغمبر اسلام خود ھي فطرتاً رحم و شفقت ' کرم و رافت ' عفو و درگذر کا خلق عظیم تھا :

فبما رحمة من الله لنتَ لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا نفضـــوا مــن حـولـك (۳ : ۱۵۳)

یه الله کي رحمت ھےکه تم اونکے لیے فطرتاً نرم خو پیدا کیے گئے' اور اگر تم سخت و سنگدل ھوتے تو لوگ تمہارے گرد جمع ھي نه ھوتے اور بھاگ جاتے -

حضرت موسي علیه السلام سے اپني قوم کي ذلت برداشت نه ھوسکي' اور وہ چند دنوں کے بعد اسکو لیکر چلے گئے - لیکن پیغمبر اسلام نے کامل ۱۳ برس تک اپني قوم کي ھدایت یاب ھونے کا انتظار کیا' طرح طرح کي تکلیفیں برداشت کیں' اور اپنے متبعین کو مختلف قسم کے جسماني مصائب میں مبتلا دیکھا' با اینہمه خدا نے اونکو صبر و سکون کا اعلی ترین معیار بتلادیا تھا :

و اصبر نفسك مع الذين يـدعـون ربهـم بـالغـدوة و العشي يريدون وجهه و لا تعد عينك عنهـــم (۲۷ : ۱۸)

اونلوگوں کے ساتھه رهکـر صبر کــرو جو صبح و شام اپنے خـدا کي پـکار میں سرگرم رھتے ھیں' اور صرف خدا کي مرضي تلاش کرتے ھیں ' اپني نگاہ اون سے نه پھیرو -

کفر زار مکه کي ایک ایک کنکري اگرچه اوسکے متبعین کو ٹھوکر لگانا چاھتے تھي ' لیکن اون لـوگوں نے داعي اسلام کے اسوۂ حسنه کي اس عدیم النظیر طاقت کے ساتھه تقلید کي که ایک تنکے کو بھي نگاہ کرم سے نه دیکھا ' بلکه بعض موقعوں پر تو وہ کیا که اخلاق مسیحي اسکے آگے ھیچ ھے :

و عباد الـــرحمن الذين يمشون على الارض هونا و اذا خـاطبهم الجهلون قالوا سلاما (۶۴ : ۲۵)

اور خـدا کے وہ بنـدے جو زمین پـر آھسته آھسته چلتے ھیں - اور جب جہلاء اونکو نامعقول طریقے سے مخاطب کرتے ھیں تو وہ کہتے ھیں که تم سلامت رھو- ھمیں اپني راہ چلنے دو !

لیکن اسي ضعف میں اونکي قوت کا راز بھي چھپا ھوا تھا - دنیا میں ایک ھي اصول متضاد نتائج پیدا کرتا ھے - کبھي تو قوت دبکر بالکل فنا ھوجاتي ھے' اور کبھي وہ جسقدر دبائي جاتي ھے اوسیقدر اوبھرتي بھي ھے' اور آھسته آھسته اپنے بکھرے ھوے اجزاء کو جمع کرلیتي ھے - پاني کي سوتیں بعض اوقات تو خاک پتھر کے اندر دب کر بالکل خشک ھوجاتي ھیں ' لیکن کبھي اندر ھي اندر منافذ پیدا کرکے زمین کے اندروني حصے میں اپنا جال پھیلا دیتي ھیں ' اور ایک دن چشمـه کي صورت میں اوبل پڑتي ھیں - یه کوئي تعجب انگیز بات نہیں- قوت کي موت اور اوسکي زندگي در حقیقت تربیت ھي پر موقوف ھے - حضرت عیسی علیه السلام چونکه یہود کي شقاوت کو توڑنا چاھتے تھے اسلیے اونھوں نے اپنا ایک خاص مظلومانه نمونه قائم کیا' لیکن پیغمبر اسلام مسلمانوں کو ایک طاقتور قوم و عزیز ترین ھستي بنانا چاھتا تھا - وہ آسمان کي پادشاھت غریبوں اور مسکینوں کو نہیں دیتا تھا بلکه دنیا کي پادشاھت کي بشارت سے مسکینوں کو صاحب تاج و تخت بنانے والا تھا' اسلیے اسنے ابتدا ھي سے اون کو عزم و استقلال کي تعلیم دي - اور ایک بلند تر مطمح نظر کیلیے تیار کیا - چنانچه اوس مظلومي کے زمانے میں جب که ارض مکه کي ایک ایک کنکري مسلمانوں کو ٹھوکر لگاتي تھي اور دنیوي عیش و نعم کے تمام دروازے اونپر بند ھوگئے تھے ' اُس نے خدا کي نصرت سے معمور ھوکر بشارت دي که آج ظلم و جبر کے پتھروں کو اٹھا لو ' کل کو تمام دنیا تمہارا بوجھه اوٹھائیگي :

شكونا الـى رسول الـلـه صلى الله عليه و سلم قلنا له الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا ؟ قال كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنـشار فيوضع على راسه فيشق باثنين و ما يصده ذلك عن دينه و يمشط بـــامشاط الحديـــد ما دون لحمه من عظم او عصب و ما يصده ذلـك عن دينه والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضر موت لا يخاف الا الله - (بخاري جزء ۴ - ص - ۲۰۱)

صحابه کہتے ھیں که هم نے آنحضرت سے اپنے مصائب کي شکایت کی ' اور کہا که آپ ھمارے لیے خدا سے مدد نہیں مانگتے اور اوسکي درگاہ میں دعا نہیں کرتے ؟ آپ نے فرمایا که گذشته قوموں میں ایسے راسخ العزم لوگ تھے که زمین میں گڑھے کھود کر انھـیں ڈال دیا جاتا تھا' پھر آرے سے اونکے دو ٹکرے کردیے جاتے تھے اور لوھے کي کنگھیاں اونکے بدن پر چلائي جاتي تھیں جو اونکي رگوں کو ھڈیوں تک سے الگ کردیتي تھیں - تاھم یه آزمائشیں بھي اونکو سچائي سے نہیں ھٹا سکتي تھیں - خدا کي قسم دین اسلام اسقدر کامل اور غالب ھوگا که ایک سوار یمن سے حضرموت تـک اسطرح بے خوف و خطر چلا جائیگا که خدا کے سوا اوسکو کسي چیز کا ڈر نہوگا -

دنیا کے خزائن و دفائن میں قوت کا خزانه سب سے زیادہ قیمتي اور مستحق حفاظت ھے - اسلیے اوسکو ھر وقت اور ھر جگھه آساني کے ساتھه صرف نہیں کیا جاسکتا - ھر چیز اجزاء کي تقسیم سے فنا ھوجاتي ھے' اور کوئي عظیم الشان نـتیجه پیـدا نہیں کـرسکتي - عرب جاھلیة سے زیادہ فیاضي کے ساتھه کسي قوم نے جنگي قوت کو خـرچ نـه کیا ھوگا - لیکن انتشار و پراگندگي کے سوا اس سے کوئي نتیجه حاصل نه ھوا :

لا يقاتلونكم جميعاً الا في قرى محصنة او مـــن وراء جدر باسهم بينهم شديد' تحسبهم جميعـا و قلوبهم شتى ذلك بانهم قوم لا يعقلون

وہ متفق ھوکر تم سے نہیں لڑ سکتے ' صرف قلعه بند گانـوں میں یا کسي دیوار کي آڑ میں چھپـکر حمله کرینـگے - وہ باھم نہایت سخت جنگ کرتے تھے' اسلئے تم اونکو ایک متحدہ جماعت سمجھتے ھو' لیکن جماعت صرف اتفاق ھي سے پیدا ھوتي ھے اور اونـکے دلـــوں میں اتـفاق کہـاں ؟ وہ ایک نادان و بے عقل قوم ھے ' اتفاق و اجتماع قواء کے فواید نہیں سمجھتي -

لیکن تکمیل مذھب ' نشر امن و سلام' اور عدل و انصاف کے قیام کا جو مقصد اسلام کے پیش نظر تھا' وہ ایک متفقه جماعت اور متحدہ قوت کا محتاج تھا ' اسلئے وہ اپني قوت کا خزانه اوس طرح نہیں صرف کرسکتا تھا ' جس احمقانه طریقے سے اھل عرب

صرف کیا کرتے تھے - متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آریزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا ' وہ نہ تو کسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا ' اور نہ اوس سے اخلاق مسیحی کی تکمیل مقصود تھی ' بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر اوس کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کیلیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا - چنانچہ جب اس سیاست الہی کے اظہار کا وقت آگیا ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ :

یا ایہا النبی جاھد الکفار و المنفقین وا غلظ علیہم (۷۳ : ۹)	اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو ' اور اونکے ساتھہ پوری سختی سے پیش آؤ -

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتاً اوبل پڑا ' اور وہی فقیر و مظلوم مسلمان جنہوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھہ سہے تھے ' اس جوش و قوت کے ساتھہ سر فروشی کیلیے طیار ہوگئے کہ آگ کے شعلے ' سمندر کی موجیں ' پہاڑوں کی چوٹیاں ' تیروں کی بارش بھی انکے سیلاب کو نہ روک سکی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شاور حین بلغہ اقبال ابی سفیان ' فقام سعد بن عبادہ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضھا البحر لا خضناھا و لو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد لفعلنا (مسلم ج - ۲ - ص - ۸۴)	آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپنے صحابہ سے مشورہ کیا ' انصار میں سے سعد بن عبادہ اوٹھے اور کہا : کیا آپ کا روی سخن ہماری طرف ہے ؟ اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھہ میں ہماری جان ہے ' اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں گھس پڑیں ' اور اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرادیں -

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے ارمنڈا تھا ' اسلیے وہ دریاے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نگلنے کیلیے اندھا دھند تیار نہ تھا ' بلکہ اسکا حال بالکل مختلف تھا - جو تنکا اوس کی سطح پر جسقدر جنبش پیدا کرتا تھا ' اوسی قدر مساوی و ہم وزن طاقت کے ساتھہ وہ اُسے تھپیڑے بھی لگاتا تھا :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم و اتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۱۹۰ : ۲)	جو شخص تم پر ظلم کرے ' تم بھی اوسپر اوسی قدر ظلم کرو جس قدر اوس نے تم پر کیا ہے ' اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین رکھو کہ خدا صرف پرہیز گاروں کے ساتھہ ہے -

سیاست و اخلاق کے جو اجزاء شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوے پڑے تھے ' اسلام نے اون میں باہم ترکیب دیدی ' اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزء کو غالب کردیا - لیکن مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے - یہ ایک مستقل عنوان ہے ' اور اللہ تعالی درس و بیان معارف اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرماے -

بہرحال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جسطرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے ' اوسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل ترین مذہب ہے - اور سیاست صحیحہ اور دین الہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں ' بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاست حقہ کا قیام ہی ہے - اس حقیقت کو صرف وہی سمجھہ سکتا ہے جسنے قران حکیم کو پڑھا ہے ' مگر قران کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں -

یہی وجہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہوگئے تو اونکے ساتھہ اوسکے سر چشمۂ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہوگئی ' اور دنیا کو اوسکی تکمیل کا مژدہ سنا دیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

بصائر و حکم

جنگ اور مطالعۂ علم النفس

(۲)

(سپاہیوں کی روایت)

واقعات جنگ کے متعلق نامہ نگاروں سے زیادہ قابل اعتبار شہادت خود فوجی سپاہیوں کی خیال کی جاتی ہے - لیکن اوسکی حقیقت بھی سراب سے زیادہ نہیں - چنانچہ ذیل کی مثال سے اسکی تشریح ہوسکتی ہے جو پیرس کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ہم اسے موسیو لیبان کی زبانی نقل کرتے ہیں :

"دریا میں طوفان آیا اور تند ہوا کے جھونکوں نے ایک اسٹیمر کو جنگی جہاز سے دور پھینکدیا - طوفان اور برق و باد کے تھمنے کے بعد جہاز اوسکی تلاش میں روانہ ہوا - دن کا وقت تھا ' سورج نہایت تیزی کے ساتھہ چمک رہا تھا ' مطلع بالکل صاف تھا - ایک شخص نے ایک ڈوبتے ہوے اسٹیمر کی طرف اشارہ کیا ' تمام لوگوں کی نگاہیں اوسکی طرف اوٹھہ گئیں - ہر سپاہی نے دیکھا کہ ایک اسٹیمر ھچکولا کھا رہا ہے ' اور اوسپر ڈوبنے کی خبر دینے والی جھنڈیاں لہرا رہی ہیں - کپتان نے فوراً ایک کشتی بھیجی کہ اوسکو بچاے - کشتی نہایت سرعت سے آگے بڑھی - جو لوگ اس کشتی میں تھے ' وہ جوں جوں ڈوبنے والے اسٹیمر سے قریب ہوتے جاتے تھے ' اونکو مصیبت زدہ لوگوں کا ایک غول نظر آتا جا تھا ' وہ ڈوبتے تھے ' اوچھلتے تھے ' ہاتھہ پاؤں مارتے تھے ' شور و شغب کرتے تھے - لیکن جب کشتی قریب پہونچی تو معلوم ہوا کہ یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں تھیں ' نہ اسٹیمر تھا ' نہ ڈوبنے والے آدمی - ساحل کے قریب چند سرسبز درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کے دریا میں ڈال دی گئی تھیں ' جنکو ہوا کے جھونکے حرکت دیتے تھے ' وہی ٹہنیاں اسٹیمر ' جھنڈیاں ' ڈوبنے والے آدمیوں کا غول ' غرضکہ سب کچھہ بنگئی تھیں " ! !

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کے مشاہدات میں وہم کی قوت اختراعی کسطرح عمل کرتی ہے ' اور سریان خیال اوس وہم پرستی کو کیونکر عام کردیتا ہے -

فوج کے سپاہیوں سے زیادہ خود سپہ سالاروں کی شہادت وقیع ہوتی ہے - لیکن اون کی رپورٹیں عموماً سپاہیوں کے بیان سے مرتب کی جاتی ہیں ' اور سپاہیوں کی شہادت کی جو وقعت ہے اوسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - یہ رپورٹ جب کسی محکمہ کے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اوسکو بدل دیتا ہے ' اور جدید رپورٹ مرتب کرتا ہے - یہ رپورٹیں فوجی افسر اعلی کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں ' وہ ان سب کو بدلکر ایک نئی رپورٹ لکھتا ہے ' اس حک و محو اور تغلیط و ترمیم میں اصل حقیقت بالکل گم ہو جاتی ہے -

پس ہم جنگ کے متعلق یقینی طور پر صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ کس نے فتح پائی اور کسنے شکست کھائی - اسکا علم بھی آخر میں ہو سکتا ہے ' اور صرف اسی کا انتظار کرنا چاہیے -

(جنگ اور تمدن)

مصائب جنگ میں تمدن کی بربادی سب سے بڑی مصیبت ہے ' ہم مال و دولت کی بربادی کی تلافی کرسکتے ہیں ' مقتولین جنگ

کي ياد بهي بهلا ديسکتے هيں ' مجروحين کے زخموں سے بهي آنکهه بند کر ليسکتے هيں ' ليکن هم تاريخ کو بهلا نہيں سکتے ' وه هميشه همارے سامنے رهيگي ' اور اگر همکو يه يقين هے که جن واقعات کو وه نہايت آب و رنگ کے ساتهه همارے سامنے پيش کرتي هے ' اونپر کذب و مبالغه کا رنگ چڑها هوا هے ' تو اسکي پهانس همارے دلوں کيليے تلوار کي نوک سے بهي زياده تکليف ده هوگي -

جنگ اگر جنگ هے تو مثل اور تمام مصائب کے اس تاريخي غلطي کي مصيبت بهي اوسکے ليے لازمي هے - ليکن ايک جماعت نے تمدن و تہذيب کي چادر کے اندر ايک خوشنما خواب ديکها هے ' اور وه کہتي هے که اسکي تعبير ايک صلح عام کي صورت ميں ظاهر هوکر جنگ کے ساتهه جنگ کے تمام مصائب کا بهي خاتمه کرديگي - اگر يه تعبير صحيح هے تو همکو اسکا خير مقدم کرنا چاهيے - فلسفۀ تاريخ کا سنگ بنياد کہا جاتا هے که ابن خلدون نے رکها هے ' ليکن اگر اس زمانه ميں جنگ کا هميشه کيليے خاتمه هوجاے ' تو اوسکے حقيقي نتائج اب ظاهر هونگے ' اور دنيا کي صحيح تاريخ کا دور جديد بيسويں صدي سے از سرنو شروع هوجائيگا -

ليکن هم کہيں حالت خواب ميں فريب تو نہيں کهاتے ؟

کيا تمدن جنگ کو مٹا سکتا هے ؟

چند ظاهر بين لوگ مايوسانه جواب اس بنا پر ديتے هيں که فن جنگ کي جديد ترتيب ' مصارف قواے بحريه و بريه کي وسعت ' آلات مہلکه کي ايجادات نے تو اور زياده جنگ کے دست و بازو کو قوي کرديا هے - پهر عالمگير صلح کي تشکيل کيونکر ممکن هے ؟ ليکن يه تو کوئي مايوسي کي وجه نہيں - بگاڑنا بنانے سے زياده آسان هے ' جس دولت نے بحر و بر ميں يه خزانه لٹايا هے ' وهي اوسکو سميٹ بهي سکتي هے - جن دماغوں نے جديد فوجي نظام قائم کيا هے ' وهي اوسکو درهم برهم بهي کر سکتے هيں ' جن مشينوں نے مہلک آلات جنگ ڈهالے هيں ' وهي اونکو پهر خاک آلود لوهے کے قالب ميں ڈهال بهي سکتے هيں - يه کام بہت آسان هے ' اور مادي طاقت اسکو بآساني کر سکتي هے -

ليکن اصلي بحث يه هے که کيا همارا دل بهي قساوت کے جذبات سے خالي هوسکتا هے ؟ فوجي بارکيں سپاهيوں سے خالي کردي جائيں ' کارخانوں سے توپوں کے ڈهالنے کي مشينيں نکال دي جائيں ' بارود کے مخازن سے بارود نکالکر گيہوں بهر ديا جاے ' ليکن انسان کے دل و دماغ کے اندر جو کچهه هے ' اسے کيونکر نکالکر پهينکديں ؟

کيا تمدن رحمدلي پيدا کرتا هے ؟ جذبات و تمدن ميں کيا علاقه هے ؟ تمدن کا اصلي کام کيا هے ؟

يهي سوالات جنگ و صلح کا فيصله کر سکتے هيں ' اگر علم و تہذيب کي برکت سے دنيا جنگ کو مٹانا چاهتي هے تو يه ايک دماغي جهاد هے ' اسليے اسپر صرف عقلي حيثيت هي سے بحث کرني چاهيے - اس ميدان ميں زنگ آلود تلوار اور جوهر دار خنجر ' دونوں بيکار هيں - تمدن نظام عالم ميں کسي قسم کي کمي نہيں کر سکتا - وه ايک ذره کو بهي نہيں مٹا سکتا - اوس کا کام کسي جديد چيز کو پيدا کرنا نہيں هے ' بلکه دنيا کے مواد کو مختلف قالب ميں بدلدينا هے -

دنيا پہلے زمين پر بيٹهه کر کهاتي تهي ' اب ميز کرسي پر کهاتي هے ' پہلے همارے دسترخوان پر پتوں کے اندر کهانا چنا جاتا تها ' اب رنگين تشتري‌اں سامنے رکهي جاتي هيں ' پہلے هم چلو سے پاني پيتے تهے ' اب گلاس ميں پيتے هيں - ماده ايک هے ' ليکن مختلف قالبوں ميں جلوه گر هورها هے - جنگ بهي دنيا کي ايک قديم ذهني و مادي طاقت هے - تمدن اسکو مٹا نہيں سکتا ' اوسکي شکل کو بدل سکتا هے - آج يورپ و ايشياء کے بحر و بر ميں جو طوفان خيز نظاره نظر آتا هے ' وه تمدن کي اسي ترقي يافته جنگ کي ايک مہيب شکل هے - کہا جاتا هے که تمدن اسکو مٹا دے گا ' ليکن اگر وه اس ميں کامياب هوا تو وه تمدن نہيں ' بلکه وقت هے - اگر تمدن تمدن هے تو اوسکا حقيقي فرض يه هے که وه اسکو اور زياده ترقي دے ' اور وه اپنے فرض کو پوري مستعدي کے ساتهه انجام دے رها هے ' پس جنگ کو مٹانا بعينه تمدن کو مٹانا هے - تمدن جذبات کو بہت زياده لطيف و رقيق کرديتا هے ' وحشي قوميں گالي گلوج کو معمولي بات سمجهتي تهيں ' ليکن تمدن کے زمانے ميں اسي پر لڑائياں چهڑ جاتي هيں - وحشي قوميں صرف اپنے قبيله کي نگراني کرتي تهيں ' ليکن ڈاوننگ اسٹريٹ کا دفتر خارجيه آج هر اوس طالب العلم کي مردم شماري کررها هے جو جرمني ميں رهتے هيں اور اپنے آپ کو انگريزي سلطنت کا شہري باشنده کہتے هيں - اخبارات کي اشاعت معمولي سے معمولي واقعه کو بهي اهم بنا ديتي هے جو آگے چل کر جنگ کا سبب بن جاتے هيں - پس هم کو يقين کرنا چاهيے که تمدن اسباب جنگ کو اور زياده ترقي ديتا هے اور بہت زياده ترقي ديگا -

جنگ تو پهر بهي ايک بہت بڑي مصيبت هے ' ليکن تمدن نے دنيا کي کس مصيبت کو کم کيا هے ؟ تعليم کي اشاعت کے ساتهه ساتهه جرائم نے بهي غير معمولي ترقي کي هے ' فرانس کا ايک جج کہتا هے : " اسوقت چار هزار مجرموں ميں صرف تين هزار طالب العلم هيں " اوس نے مجرموں کي جو فهرست مرتب کي هے ' اوس سے ثابت هوتا هے که زياده تر جرم وهي نوجوان طلباء کرتے هيں ' جنسے انکے اصلي پيشه کي تعليم چهڑا دي گئي هے اور علوم و فنون کي نري تعليم دي جاتي هے -

کميت کے ساتهه اگر کيفيت کا لحاظ کيا جاے تو تعليم کا چہره اور بهي سياه نظر آئيگا - پہلے ساده طريقه سے جرائم کيے جاتے تهے ' اب اون ميں علمي آفرينش کرلي گئي هے - جو چيز برقي صندوق ميں رکهي جاتي هے ' وه بجلي هي کي کنجي سے کهولي جاتي هے - پس تمدن دنيا کے ايک ذرے کو بهي نہيں مٹا سکتا ' البته ذرے کو آفتاب بنا ديتا هے - بيسويں صدي ميں فلسفه کتني هي ترقي کرجاے ' ليکن جنگي تاريخ اوتني هي مشتبه رهيگي جسقدر وه اوس دن تهي ' جب قابيل نے اپنے بهائي کے اوپر تلوار اوٹهائي تهي - يهي وجه هے که قرآن حکيم ميں غزوات اسلاميه کا حال بہت کم مذکور هے ' اور مغازي کے دفتر کو صحاح سته نے نہايت مختصر کرديا هے - اکثر صحابه مغازي کے متعلق بہت کم روايت کرتے تهے ' اور اس باب ميں اسلام کي تاريخ کو ايک خاص درجۀ امتياز حاصل هے -

(دماغ کا اثر جنگ پر)

ليکن هر قوت کا ايک رد عمل بهي هوتا هے ' اگر هم کسي گينده کو زمين پر پٹکيں تو وه اوچهل کر هماري طرف آئيگا - يهي فطري اصول جنگ اور دماغ کے اثرات پر بهي راست آتا هے - جنگ دماغ کو ايک فانوس خيال بناديتي هے ' ليکن دماغ پر صرف جنگ هي کا حمله نہيں هوتا ' بلکه کبهي کبهي دماغ بهي ميدان جنگ پر حمله کرديتا هے - اگر تم کسي قوم کے مظالم کي ' وحشت کي ' خونريزي کي ' داستان ايک قوم کو بار بار سناتے رهو ' اوسکي طرف سے قوم کے دلوں ميں بدگماني پيدا کرتے رهو ' اوسکے اعمال کو بد ترين شکل ميں دکهاتے رهو ' تو آهسته آهسته دماغ اوس سے متاثر هوتا رهيگا ' رفته رفته کاسۀ دماغ ميں يه قطرے جمع هوکر ايک دن چهلکنے جائينگے ' اور وهي دن هوگا جب مقدمات جنگ کا شعله ايک

آتشکدہ جنگ کي صورت میں نمایاں هوگا - سلطنتیں اسي بنا پر ایک چھوٹي سي چھوٹي بات پر گرفت کرتي رهتي هیں - صلیبي لڑائیاں ایک دن میں نہیں قائم هوئیں ' عیسائي پادریوں نے ایک مدت تک مسلمانوں کي وحشت کي داستان سنا سنا کے تمام یورپ کو اس جنگ پر آمادہ کیا تھا - شورش فرانس سو برس کي آتش بیانیوں کا نتیجہ تھي - دولۃ عثمانیہ کا جمہوري انقلاب ایک مدت کي کوششوں کا حاصل تھا - غدر سنہ ٥٧ - ایک زمانہ کي بدگمانیوں کي آخري شکل تھي -

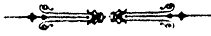
حقیقت یہ ھے کہ جماعت کسي محکم عقیدے کي پابند نہیں هوتي' اسلیے کوئي عقیدہ کتنا هي صحیح و مستحکم هو' مگر دفعتاً اوسکے دماغ پر کوئي اثر نہیں ڈال سکتا - البتہ وہ اوسکو سنتي ھے اور اپنے دماغ میں محفوظ رکھتي ھے - یہ برق کا خزانہ نہیں هوتا جس میں دفعتاً آگ لگ جاے ' البتہ جماعت پر خیالات عرضیہ نہایت قوي اثر ڈالتے هیں - عقائد محکمہ ایک پہاڑ هیں ' لیکن پہاڑ میں جنبش نہیں هوتي' برخلاف اسکے عام اور وقتي افکار پاني کي ایک رو هیں جو پہاڑوں کو بھي هلا دیسکتي ھے - پاني کتنا هي ٹیڑھا ترچھا هوا کرے لیکن اوسکي قوت میں کوئي فرق نہ آئیگا - اسیطرح عام خیالات کتنے هي متناقض اور ایک دوسرے سے لڑ رهے هوں اور ادنی درجہ کے هوں' تاهم جماعت پر اونکا یکساں اثر پڑتا ھے - حامیان جنگ صلیبي نے التوحید في التثلیث کي اوتني هي محافظت کي تھي ' جسقدر مسلمانوں نے کلمہ توحید کي - غدر سنہ ٥٧ ایک معمولي بات پر برپا هوگیا تھا - شعبدہ گر مختلف رنگ کي ڈبیہ اپنے جھولي سے نکالتے هیں ' اور جماعت سب کو یکساں دلچسپي سے دیکھتي ھے - وہ اون میں تلازم ' تشابہ ' اتحاد ' مناسبت' ربط و توافق نہیں ڈھونڈھتي' اسي طرح وقتي اسباب سے جو عقائد و خیالات پیدا هو جاتے هیں ' جماعت اونھي کے سہارے پر چلتي ھے ' اور اون میں مناسبت نہیں ڈھونڈھتي - یہي وہ موقع ھے جہاں جماعت کے لیڈر کو دور اندیشي سے کام لینا چاهیے - اوس نے عقائد محکمہ کا جو بیج ایک مدت سے بویا تھا ' اوسکے کاٹنے کا وقت یہي ھے - اوسکو چاهیے کہ ان وقتي عوارض و اسباب سے کام لیکر قوم کے دماغ کو میدان جنگ کے ٹیلیفون سے دفعتاً ٹکرا دے - دنیا کي تمام لڑائیوں میں توپ اور گولے کے حملوں کا بڑے شوق سے نظارہ کیا جاتا ھے ' حالانکہ وہ ایک دماغي حملہ هوتا ھے - کارتوس سپاهي کے پیٹي سے نہیں نکالے جاتے ' بلکہ کاسہ دماغ سے نکالے جاتے هیں جس میں ایک مدت سے بھر دیے گئے تھے - یہي وجہ ھے کہ زمانہ جنگ میں دماغي انتشار کیوجہ سے اکثر ملکوں میں بغاوتیں هو جاتي هیں - اسي ڈر سے شکست کي خبروں کو چھپایا جاتا ھے ' فتح و ظفر کي جھوٹي خبریں اوڑائي جاتي هیں - پس اگر همکو جنگ کي حقیقي مصیبتوں سے بچنا ھے ' تو زرہ اور خود سے زیادہ اپنے دماغ کو مضبوط کرنا چاهیے کہ ان خیالات عرضیہ کي کہیں ٹھوکر نہ کھا جاے -

(استـــدراک)

گذشتہ اشاعۃ میں بہ تحت " بصائر و حکم " جو مضمون " فلسفۂ اجتماع اور جنگ " کے عنوان سے نکلا تھا ' اسي سلسلے کا یہ دوسرا نمبر ھے - لیکن چونکہ اپنے ربط و ترتیب بیان میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ھے ' اسلیے نئے عنوان سے درج کردیا گیا -

اس مضمون میں اور اس سے قبل کے تمام اُن مضامین میں جو بصائر و حکم کے ذیل میں شائع هوے هیں' اور جہاں جہاں واقعات سے استدلال کیا گیا ھے ' وہ سب کے سب موسیو لیبان صاحب تمدن عرب و هند کي ایک تصنیف سے ماخوذ هیں ' جسکا ترجمہ سعد پاشا زغلول وزیر مصر نے " روح الاجتماع " کے نام سے شائع کیا ھے -

اُسوۂ حسنہ



اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ و سلم کا ایک صفحہ

اعمال نبوت بہ حیثیت محتسب

(احتساب)

احتساب ایک سنہري زنجیر ھے ' جس میں تمدن ' اخلاق ' مذهب ' اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے هوے هیں - اگر اس کي بندشیں ڈھیلي پڑ جائیں ' تو دفعتاً نظام عالم کي ایک ایک کڑي درهم برهم هو جاے - اسي غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا - خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے جنکي خلاف ورزي موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومي جرم خیال کي جاتي ھے - سلطنتوں نے قوانین بناے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت هر قسم کي مادي ' اخلاقي ' اور مذهبي ترقي کرنے کا موقع دیتے هیں - حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا ' جو اخلاقي قوانین کي پیروي پر جمعیۃ بشري کو مجبور کرتا ھے -

اگر یورپ کو اپني تہذیب پر فخر ھے کہ وہ انسان کي هر فرو گذاشت پر سختي کے ساتھ گرفت کرتي ھے ' اگر رومن لا کو اپنے اوپر ناز ھے کہ وہ دنیا کے قواے متضادہ کو اپنے مرکز سے هٹنے نہیں دیتا - اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گھمنڈ ھے کہ وہ اخلاقي قواء کي تربیت کرتا ھے ' تو همکو اون کے بڑے بول سے مرعوب نہیں هوجانا چاهیے - هم رسم و رواج کے غلام نہیں هیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ هو جائیں' هم قانوني سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نہیں هیں کہ اپنے هاتھ کو هر هتکڑي کے حوالے کردیں - قیاسات عقلي هماري غذاے روحاني نہیں ھے کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس جائیں' بلکہ همارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذهب کے سلسلے میں جکڑے هوے هیں' همارے گوشت و خون پر چمڑے کي جگہ مذهب کا غلاف چڑھا هوا ھے' همارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذهبي احساس حرکت دے رها ھے ' پس همکو هر دلفریب رسم و رواج ' هر مرعوب کرنے والے قانون' اور هر متحیر کردینے والے فلسفہ کو چھوڑ کر اپني باگ صرف اسلام هي کے هاتھ میں دیدیني چاهیے ' اور اسپر فخر کرنا چاهیے کہ :

رشتـــہ در گردنم افـگنـــدہ دوست
میبرد هر جا کہ خاطـر خواہ اوست

مذهب کي قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالا تر ھے - یہي وجہ ھے کہ اللہ تعالی نے هم پر آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ و سلم) کا اتباع فرض کر کے همکو تمام دنیا کي مادي و اخلاقي غلامي سے آزاد کر دیا ھے :

لقد کان لکم في رسول اللہ اسوۃ حسنـــۃ -	یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ھے -

اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کي تقلید کرو ' کیونکہ ایک شخص کي تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کي تقلید کي نفي نہیں هوجاتي - بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاري تقلید صرف

اسی پاک ذات میں محدود ہے ' کیونکہ تمہیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسری جگہہ نہیں مل سکتا - اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا اتباع لازم کردیا گیا ' بلکہ ساتھہ ھی دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کی نفی بھی کردی ' اسلیے صرف ایک ھی آفتاب ہے جسکی روشنی ظلمت زار دنیا کی ھر اندھیری راہ اور ھر تیرہ و تاریک راستے میں ھماری رھنمائی کر سکتی ہے :

چو غلام آفتابم ھمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی آفتاب کی روشنی سے اور سیارے بھی نور حاصل کرتے ھیں ' اسلیے اونکا اتباع بھی ھم پر واجب ھو جاتا ہے :

خیر القرون قرنی ' — بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے ' اسکے بعد
ثم الذین یلونہم — ان لوگوں کا دور جو اسکے بعد آئینگے '
ثم الذین یلونہم - — پھر وہ لوگ جو اسکے بعد ان اسوہ ھاے حسنہ کی تقلید کرینگے -
اصحابی کالنجوم - — میرے اصحاب مثل ستارے کے ھیں-

اسی بنا پر اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام کی اس خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے :

و ھو الرسول النبی الامی المکتوب فی التوراۃ و الانجیل : یامر بالمعروف و ینھی عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث - (۷ : ۱۵۶)
— اور یہ رھی پیغمبر امی ہے ' جسکی بعثت توراۃ و انجیل میں لکھی ھوئی ہے - وہ نیکی کے کاموں کا حکم دیتا ہے ' برائیوں سے روکتا ہے ' پاک و مفید چیزوں کو انپر حلال ' اور ناپاک و مضر چیزوں کو حرام کرتا ہے -

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ
— تم لوگ بہترین امت ھو جسکو خدا نے دنیا کی ھدایت و رھنمائی کیلیے نمایاں کیا - تم نیکی کا حکم دیتے ھو ' برائی سے روکتے ھو ' اور خدا پر ایمان لاتے ھو !

لیکن ان آیتوں کی عملی تفسیر ھمکو صرف احادیث کی کتابوں میں ڈھونڈھنا چاھیے ' جنکے ذریعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابۂ کرام کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزئیات کا پتہ لگ سکتا ہے ' اور اوس سے ثابت ھوتا ہے کہ خدا نے ھدایت و ارشاد کیلیے جو آفتاب و سیارے پیدا کیے تھے ' وہ ھمیشہ ضیاء گستر رھتے تھے -

(اسوۂ نبوی)

احتساب کی ترتیب اصلاح نفس سے شروع ھوکر بالترتیب معتسب کے قبیلہ ' اور قوم تک منتھی ھو جاتی ہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرض احتساب کو اسی ترتیب کے ساتھہ ادا فرمایا ہے -

(اصلاح نفس)

آنحضرت کی ذات پاک جامع فضائل تھی ' اللہ تعالی نے آپ کے تمام زلات کو معاف کردیا تھا ' باینہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے - صحابہ نے اس ریاضت شاقہ کو دیکھکر عرض کیا : " یا رسول اللہ ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناھوں کو معاف کر دیا ہے ' پھر آپ کیوں اس قدر مصروف عبادت رھتے ھیں ؟ آپ نے فرمایا :

افلا اکون عبدا شکورا (۱) — کیا میں خدا کے شکر گذار بندہ ھونے کی کوشش نہ کروں ؟

(۱) بخاری مطبوعہ بولاق ص - ۹۹ جزء - ۸

چنانچہ جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جو قلب کو خدا کی طرف سے پھیر دیسکتے تھے ' یا نفس میں غرور و تکبر پیدا کر سکتے تھے ' تو آپ نہایت سختی کے ساتھہ اونکا انکار فرماتے - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں بنی تھیں ' آپ کی نظر پڑی تو فرمایا :

امیطی عناقرامک فانہ لاتزال تصاویرہ تعرض فی صلاتی (۱) — ھمارے سامنے سے اپنا پردہ ھٹاو کیونکہ اسکی تصویریں ھمیشہ میری نماز میں خلل انداز ھوتی رھتی ھیں -

ایک صحابی نے بطور تحفہ کے آپ کو حریر کا ایک چغہ دیا ' آپ نے اسکو پہنکر نماز پڑھی - نماز سے فارغ ھونے کے بعد نہایت ناگواری سے اوتار کر پھینکدیا اور فرمایا :

لا ینبغی ھذا للمتقین (۲) — یہ پرھیز گاروں کے قابل نہیں ہے -

غرور و کبر کا سرچشمہ مدح و تعریف ہے ' امراء و سلاطین کو اسی مرض نے دنیا کی تمام چیزوں سے بالا تر بنا دیا ہے ' آنحضرت اگرچہ خیرالبشر تھے ' لیکن اگر کوئی شخص آپ کو انبیاے سابقین پر ترجیح دیتا تھا ' تو آپ اسکو منع فرماتے تھے - ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ھوگیا - صحابی نے غصہ میں قسم کھائی اور کہا : " اسی خدا کی قسم جس نے محمد کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے " یہودی نے بھی قسم کھائی اور کہا : " اس خدا کی قسم جس نے موسی کو تمام دنیا پر ترجیح دی ہے " صحابی نے اسپر غصہ میں آکر یہودی کے منہہ پر طپانچہ مارا ' اس نے آنحضرت سے شکایت کی - آپ نے حکم دیا کہ " مجھے موسی پر ترجیح نہ دو " (۳)

(احتساب قبیلہ و خاندان)

خیرات گھر ھی سے شروع ھوتی ہے ' اسی بنا پر اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم دیا تھا : و انذر عشیرتک الاقربین ' اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے حق کو پیش کرو اور عذاب الہی سے ڈراؤ- جب یہ آیت نازل ھوئی تو آپ نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام خاندان کو جمع کرکے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس حکم الہی کو سنایا :

" یا معشر قریش ! یا معشر بنی عبد مناف ! یا معشر بنی قصی ! یا معشر بنی عبد المطلب ! اے فاطمہ محمد کی بیٹی ' تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ ' کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھہ بھی نفع و نقصان نہ پہونچا سکوں گا ! اے فاطمہ تجھکو مجھہ سے صرف جسمانی تعلق ہے ' اور میں رشتے کی بیل کو صرف دنیا ھی میں سرسبز و شاداب رکھہ سکوں گا " (۴)

یہ ایک عام احتساب تھا ' لیکن مخصوص مواقع پر بھی آپ ازواج مطہرات اور اھل و عیال کو نیکی کی ترغیب دیتے ' اور برائی سے روکتے رھتے تھے - ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ ایک رات کو اٹھے اور فرمایا : " سبحان اللہ ! آسمان سے فتنۂ و فساد کی بارش ھورھی ہے ' اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ھیں - حجروں میں سونے والیوں کو (ازواج مطہرات) کو جگادو کیونکہ دنیا کی بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برھنہ نظر آئینگی " (۵)

آپ نے تنزہ نفس اور استغناء و قناعت کیوجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام کردیا تھا-

(۱) بخاری جزء ۱ - ص - ۷۰
(۲) بخاری جزء ۱ - ص - ۸۰
(۳) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۰۸
(۴) ترمذی صفحہ ۵۲۶ کتاب التفسیر -
(۵) بخاری جزء ۲ - ص - ۳۰

امام حسین علیه السلام نے ایک مرتبه بچپن میں صدقه کي ایک کھجور ارٹھاکر منهه میں ڈال لي - آپکي نگاه پڑي تو فوراً ٹوکا: "کخ کخ" کیا تمھیں خبر نہیں که همارا خاندان صدقه نہیں کھاتا" (١)

آپ ایک مرتبه شب کو حضرت علي (ع) اور حضرت فاطمه کے پاس آے اور فرمایا: " تملوگ ارٹھکر تہجد نہیں پڑھتے ؟ " حضرت علي علیه السلام نے جواب دیا " یا رسول الله ! هماري نیند اور بیداري تو خدا کے اختیار میں هے ' اگر وه جگائیگا تو جاگینگے " آنحضرت خاموش هوگئے مگر اپني ران پر افسوس کے ساتهه هاتهه مارا اور یه آیت پڑھي :

کان الانسان اکثر شي جدلا — آدمي بڑا هي جهگڑا لو هے - (٢)

(احتساب قوم)

اگرچه وه تمام جزئي مواقع جهاں آنحضرت نے احتساب کا فرض ادا کیا هے ' احتساب قومي کے تحت میں داخل هیں ' لیکن آپ نے کلي طور پر دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیه کے ساتهه اپني اس خصوصیت کا اظہار تمام قوم کے سامنے فرمایا -

ایک موقع پر فرمایا :

" میري اور میري شریعت کي مثال بعینه اوس شخص کي سي هے' جس نے ایک قوم کے پاس آکر یه وحشت انگیز خبر سنائي که میں نے اپني آنکھوں سے ایک لشکر تمهاري طرف آتے هوے دیکھا هے ' میں ایک نذیر عریاں هوں (عرب میں کسي اهم و انقلابي واقعه کي خبر ننگے هوکر دیتے تھے) پس تمکو هوشیار هوجانا چاهیے - چنانچه ایک گروه نے اوسکا کهنا مانا اور وه رات هي رات بچکے نکل گیا اور دوسرے گروه نے اوسکو جھٹلایا' نتیجه یه هوا که لشکر نے دھاوا مارا' اور اوسکا استیصال کردیا "

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :

" میري اور تمام لوگوں کي مثال اوس شخص کي سي هے جس نے آگ بھڑکائي ' جب آگ کي روشني چاروں طرف پھیلي ' تو پروانے اوس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے' اوس نے پروانونکو آگ میں جانے سے روکنا چاها ' لیکن وه سب اوسکے قابو میں نه آ سکے اور آگ میں گھس گئے -

اسي طرح میں تم لوگوں کي کمر پکڑ کر کھینچتا هوں تاکه آگ میں داخل هونے نه پاؤ ' لیکن لوگ اوسمیں گھسے جاتے هیں" (٣)

(عقــائـد)

آنحضرت کي بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تها - عقائد میں بد ترین چیز شرک في الله تهي ' اور آنحضرت نے صرف شرک هي کے مٹانے کیلیے جهاد کیا جو احتساب کي آخري منزل هے - لیکن اسکے علاوه اور بهي بہت سے عقائد هیں جو عام دسترس سے باهر هیں - اگر عام لوگوں کو اون میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جاے ' تو مذهبي عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا هوجائیں' اور اسلامي عقائد کي سادگي فنا هوجاے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور هے - اسي غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کي یه خصوصیت قرار دی تهي که وه غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے - چنانچه عهد نبوت میں جب کبهي اس قسم کے مواقع پیش آے هیں' آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے سختي کے ساتهه صحابه کو زجر و توبیخ کي هے -

(١) بخاري جزء ٢ - ص - ١٢٨
(٢) بخاري جزء اول - ص - ٥٠
(٣) بخاري جزء ٨ صفحه ١٠١ - ١٠٢

ایک مرتبه صحابه مسئله قضا و قدر کے متعلق مباحثه کر رهے تهے ' جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف مقابل فرقے پیدا کردیے - آنحضرت نے دیکھا تو چهره مبارک غصے سے سرخ هوگیا ' اور فرمایا :

لهذا خلقتم تضربون القرآن بعضه ببعض لهذا هلك الامم قبلكم (١)

کیا تملوگ اسي لیے پیدا کیے گئے هو ؟ تملوگ قران کو ٹکڑے کر رهے هو ' گذشته قوموں کو اسی قسم کے لا یعني مسائل نے برباد کردیا -

اسلام نے اگرچه عرب جاهلیت کے تمام توهم آمیز عقائد دو مٹادیا تها ' تاهم بعض باتیں باقي ره گئي تهیں ' اور کبهي کبهي اونکا ظهور هوجاتا تها - عرب کا خیال تها که جب کوئي بڑا شخص مرتا هے تو سورج میں گہن لگ جاتا هے - آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے صاحبزادے ابراهیم نے انتقال کیا تو اتفاق سے اوسي دن سورج میں گہن بهي لگ گیا - لوگوں کو خیال هوا که یه حضرت ابراهیم هي کي موت کا اثر هے - لیکن آپنے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا ' اور فرمایا : " چاند اور سورج میں کسي کے مرنے جینے سے گہن نہیں لگتا "

(عبــادات)

عبادات چونکه روز کي چیز تهي جس میں سهو و غفلت اور بے عنواني کا پیدا هونا ضروري تها' اسلیے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کي اکثر ضرورت پیش آتي تهي (٢) - اسلام نے اداے نماز کیلیے جماعت کو واجب کردیا تها ' لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تهے - ایک مرتبه آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈهونڈها تو نہیں پایا' نہایت برهم هوے اور فرمایا : "جي میں آتا هے که ایک شخص کو امام بناکر خود' اون لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈهیر لگاکر اونکو آگ میں پهونک دوں (٣)

بعض لوگ جب امامت کرتے تهے تو نماز میں طول دیتے تهے جس سے کارو باري اور ضعیف لوگ گهبرا جاتے تهے - ایک شخص نے اسي بنا پر امام کي شکایت کي' آپ کو معمول سے زیاده غصه آگیا' اور فرمایا " تم لوگوں کو مذهب سے متنفر کررهے هو - امام کو نماز میں تخفیف کرني چاهیے' کیونکه اون میں مریض' ضعیف' کارو باري هر قسم کے لوگ هوتے هیں (٤)

نماز کا اصلي مقصد خشوع و خضوع هے ' لیکن جب کسي کے طرز عمل سے انکا ظهور نہیں هوتا تها تو آنحضرت اوسکو تنبیه فرماتے تهے - ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتهه نماز پڑهي - نماز پڑه چکا تو آپنے فرمایا: " نماز کو پهر دوهراؤ " تم نے نماز پڑهي هي نہیں - اوس نے تین بار نماز دوهرائي اور آپنے تینوں بار ٹوکا ' آخر میں اوس نے کہا: " اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑه سکتا " آپنے تکبیر' قرات ' رکوع ' سجود ' قیام و قعود کے وه طریقے بتاے جن سے اطمینان ' سکون ' وقار' اور اعتدال کا اظهار هوتا تها - (٥)

عبـادات اور مقـدمات عبادات کے متعلـق آپ نہایت معمولي اور جزئي باتوں پر بهي گرفت فرماتے تهے - ایک بار سفر میں تهے' نمـاز عصر کا وقت آگیا' صحابه نے پانوں کا مسح کیا' آپ نے دیکها تو دور سے چلاکر آواز دي :

(١) سنن ابن ماجه - ص - ١٦
(٢) بخاري جزء ٢ - ص - ٣٤
(٣) صحیح مسلم مطبوعه مصر جلد ١ - ص - ٢٣٣
(٤) بخاري جزء ١ - ص - ٢٦
(٥) بخاري جزء ١ - ص - ١٤٨

ویل للاعقاب من النار (۱) ایڑیوں کیلیے آگ کا عذاب هے -

ابتداے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کي حالت بالکل ابتدائي تهي اور تمام جـزئیات و فـروعات ابهي واضح نهیں هوے تهے - اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذهب کي هر تعلیم میں هوتا هے - موجوده حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا هوئي تهي - چنانچه ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تهوک دیتے تهے - ایک مرتبه آپ نے مسجد میں تهوک کا دهبه دیکها' خود اوٹهے اور اپنے دست مبارک سے اوسکو مٹا دیا' پهر فرمایا: " نماز میں هر شخص خدا سے سرگوشي کرتا هے' اسلیے کسي شخص کو قبله کي طرف تهوکنا نهیں چاهیے' البته دائیں بائیں' یا اپنے پاؤں کے نیچے تهوک سکتا هے - (۲)

(یہاں یه واضح رهے که اسوقت مسجد کا فرش پخته نه تها - صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئي امتیاز قائم نه تها - ریتلي زمین تهي اور وه هر طرح کي رطوبات جذب کرلیتي تهي - لیکن اب مسجدوں کا داخلي حصه پخته هوتا هے' پس وهاں تهوکنا مسجد کي صفائي اور نمازیوں کے حقوق نشست و مقام پر حمله کرنا هے -)

(بدعت)

نظام مذهبي کا سب سے زیاده خطرناک مرض بدعت هے' آنحضرة صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں اگرچه اسلام اس مرض میں مبتلا نهیں هوسکتا تها تاهم جاهلیة کے زمانے کي بهت سي بدعتوں کي جهلک کبهي کبهي نظر آجاتي تهي - اسلیے آپ همیشه اونکے مٹانے میں مصروف رهتے تهے -

بدعت کي اگرچه مختلف قسمیں اور مختلف مظاهر هیں' لیکن اسکي بدترین شکل رهبانیت اور جوگ هے' جو یهود و نصاری کے مذهب کا جزء بن گئي هے - و رهبـانیـه ابتدعوهـا - عرب پر چونکه یهود و نصاری کا مذهبي اثر غالب تها' اسلیے وهاں اس قسم کي بدعات پیدا هوگئي تهیں - ایک مرتبه آنحضرت نے ایک بوڑهے آدمي کو دیکها که اپنے دو بیٹوں کے کاندهے پر هاتهه رکهه کے جا رها هے - آپ نے پوچها یه کیا معامله هے ؟ لوگوں نے کها " اس نے پیدل چلنے کي نذر ماني هے - ضعف کیوجه سے بیٹوں کے سهارے چلتا هے " آپ نے فرمایا: " اوس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا هے ؟ خدا اس سے بے نیاز هے " عقبه بن عامر کي بهن نے خانه کعبه تک ننگے پاؤں پیدل جانے کي منت ماني' اور عقبه کو آنحضرت کے پاس بهیجا که پوچهه آئیں - آنحضرت نے فرمایا: " سواري پر بهي جا سکتي هے " (۳)

ایک مرتبه آپ خطبه دے رهے تهے اور لوگ نهایت سکون و اطمینان کے ساتهه بیٹهه کر سن رهے تهے' لیکن ایک شخص کهڑا تها آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم هوا که اوس نے نذر ماني هے که همیشه کهڑا رهے گا' سایے میں نه بیٹهے گا' کسي سے بات چیت نه کرے گا' اور روزه رکهے گا - آنحضرت نے حکم دیا که اوسکو بیٹهنا چاهیے' سایے میں آنا چاهیے' گفتگو کرني چاهیے' اور روزه کو بهي پورا کرنا چاهیے (۴)

اسي طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا جسکو ایک آدمي ناک میں نکیل ڈالکر خانه کعبه کا طواف کرا رها تها - آپ نے اوسکي ناک کي رسي کاٹ دي اور فرمایا " اسکا هاتهه پکڑ کر طواف کراؤ " (۵)

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۲۷
(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۸۶
(۳) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۷
(۴) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۴۳
(۵) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۴۳

لیکن ان بدعات سے زیاده اون اصولوں کا مٹانا ضروري تها جن کي بنا پر بدعات پیدا هوتي هیں - بدعت کا سب سے بڑا سرچشمه تشددآمیز مذهبي انهماک هے - یهي وجه هے که اسلام نے اپنے نظام عبادت کو نهایت سهل و آسان طریقے پر قائم کیا هے' اس لحاظ سے اگرچه خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کي عمارت نهیں قائم کي جاسکتي تهي' تاهم ابتداء میں صحابه کا ایک پرجوش ومخلص گروه نهایت شدت کے ساتهه عبادت میں مصروف رهنا چاهتا تها - جب آنحضرت نے ایک دن چهوڑ کے روزه رکهنا شروع کیا' تو اکثر صحابه نے بهي اسکي تقلید کي - لیکن آپ کو نظر آیا که یهي چیز بدعت کا پیش خیمه بهي هے - آپ نے صحابه کو سختي کے ساتهه منع فرمایا - اسپر بهي لوگ باز نهیں آے' تو معمول کے خلاف متصل روزه رکهنا شروع کردیا که لوگ خود گهبرا کر باز آجائیں گے - (۱) عبد الله بن عمرو رضی الله عنه کو کثرت صوم و صلاة سے اسي بنا پر روکدیا تها - حضرت سلمان رضی الله نے حضرت ابو الدرداء رضی الله کو بهي شدت زهد سے منع فرمـایـا تها' اور آپ نے اونکي تـائید کي تهي (۲)

(رسـم و رواج کا انسداد)

رسـم و رواج کو جب استحکام هوجاتا هے تو بدعات کي طرح اونکا چهوڑنا بهي نهایت شاق گذرتا هے - حالانکه اکثر حالتوں میں وه بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نهیں هوتیں' اور بڑي قیامت یه هے که بعض اوقات مذهبي حیثیت پیدا کرلیتي هیں -

عرب میں بهت سے مضر رسمیں قائم هوگئي تهیں جن کي پابندي نهایت ضروري خیال کي جاتي تهي' اسلیے بدعات کے ساتهه ساتهه ان کا بهي انسداد کیا گیا -

عرب کے جذبات نهایت رقیق و لطیف تهے' اسلیے وه اعزه و اقارب کي موت سے نهایت متاثر هوتے تهے جسکا اظهار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا تها - عورتیں نهایت شدت کے ساتهه میت پر گریه و بکا کرتي تهیں' منه نوچنا' بال منڈوا ڈالنا' گریباں چاک کردینا' شوهر کي موت پر برسوں تـک خاص خاص پابنـدیوں کے ساتهه گهر سے باهر رهکر ماتم کرنا' عرب کي عورتوں کا عام شـعـار تها - آنحضرت نے ان تمام رسوم کو نهایت سختي سے مٹایا' لیکن شخصي حالتوں کے علاوه میت پر قومي حیثیت سے بهي ماتم کیا جاتا تها - یعني قبیله کي بهت سي عورتیں جمع هوکر میت کے محاسن و فضائل بیان کرتیں اور باهم روتي تهیں' اسي رسم کا نام " نیاحه " هے - آنحضرت کے زمانے تـک یه رسم قائم تهي' لیکن آپ کے سامنے جب کبهي اس قسم کے مواقع پیش آے تو اس طرح کي عورتوں کو سختي کے ساتهه تنبیه کي -

حضرت ام سلمه کو جب اپنے شوهر کے انتقال کي خبر ملي تو به حسرت بولیں : " مسافر مسافرت میں مرا - اوس پر اسقدر گریه و بکا کروں گي که یادگار رهے گا " چنانچه اس غرض سے اوٹهیں تو عرب کے دستور قدیم کے مطابق ایک عورت نے گریه و بکا میں اونکا ساتهه دینا چاها - آنحضرت نے دیکها تو فرمایا : " کیا اوس گهر میں شـیـطان کو داخل کرنا چاهتے هو جس سے خدا نے اوسکو نکال دیا هے " (۳)

جب حضرة جعفر بن ابي طالب کے قتل کي خبر آئي تو اونکي عورتوں نے اسي طریقه سے نوحه کرنا شـروع کیا - ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کي - آپ نے منع کرنے کا حکم دیا لیکن وه ناکامیاب

(۱) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۷۴
(۲) بخاري جزء ۸ - ص - ۳۲
(۳) صحیح مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۰

واپس آیا - آپ نے اسي غرض سے دوسري مرتبه پهر اوسیکو بهیجا ' اسپر بهي کچهه اثر نه هوا تو تیسري بار فرمایا : " جاکر اون عورتوں کے منه میں خاک جهونک دو " (۱)

جنازہ کے متعلق بهي اسي قسم کي متعدد رسمیں پیدا هوگئي تهیں - مثلاً اهل عرب جنازہ کے ساتهه سواري پر جاتے تهے - آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے چند اشخاص کو دیکها که وہ ایک جنازہ کے ساتهه سوار هوکر جا رهے هیں - فرمایا : " کیا تمهیں شرم نهیں آتي که فرشتے پیدل هیں اور تم سواري پر جا رهے هو ؟ " (۲)

جنازہ کي مشایعت صرف کرته پهنکر کرتے تهے' اظهار غم کیلیے چادر اوتار ڈالتے تهے' چادر عرب کا عام لباس تها - آنحضرت نے اسي وضع میں چند اشخاص کو دیکها تو فرمایا : " کیا جاهلیة کے طریقه پر عمل کر رهے هو ؟ " (۳)

جنازہ میں عورتیں بهي عموماً شریک هوتي تهیں ' چنانچه آپ نے چند عورتوں کو بیٹهے هوے دیکها تو پوچها " کیوں بیٹهي هو ؟ بولیں : " ایک جنازے کا انتظار هے " فرمایا : " کیا اوسکو غسل دوگي ؟ " اون سبهوں نے کها " نهیں " پهر فرمایا " تو کیا لاش کو کاندها دوگي " اون سبهوں نے کها " نهیں " پهر فرمایا " تو کیا لاش کو قبر میں اوتاروگي ؟ " بولیں " نهیں " - تو آپ نے فرمایا : " پهر واپس جاؤ " (۴)

عرب کي فخر پسند طبیعت همیشه باپ دادا کے کارناموں کا ذکر نهایت بلند آهنگي سے علي رؤس الاشهاد کرتي تهي - یهاں تک که زمانۂ حج میں بهي یه داستان پارینه تازہ کي جاتي تهي : و اذکروا اسم الله کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا - اس کو " مناشرت " کهتے تهے - فخر و غرور کے اظهار کا یه طریقه اکثر بڑي بڑي نزاعیں قائم کردیتا تها - اسلام نے اس رسم کو بالکل هي مٹا دیا - لیکن اسکا اثر مختلف صورتوں میں پهیل گیا تها ' منجمله اونکے ایک صورت یه تهي که باپ دادا کے نام کي قسم کهاتے تهے - ایک مرتبه حضرت عمر نے بهي قسم کهائي - آپنے فرمایا : " خدا باپ دادا کے نام کي قسم کهانے سے منع کرتا هے ' صرف خدا کي قسم کهاني چاهیے ' ورنه خاموشي بهتر هے " (۵)

(اخلاقي اصلاح)

آنحضرت صلی الله علیه و سلم کي بعثت کا اصلي مقصد اصلاح اخلاق و تزکیه نفس تها ' جسکو خود آپ نے ظاهر فرما دیا تها :

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - میں اخلاق کي تکمیل کیلیے مبعوث هوا هوں -

اور یه مقصد همیشه آپ کے پیش نظر رهتا تها ' اصولي طور پر آپنے اخلاق کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وہ اونکے علاوہ هے ' جزئي طور پر جب کسي شخص سے کسي قسم کي بد اخلاقي کا ظهور هوتا تها تو آپ فوراً اوسکو تنبیه فرمادیتے تهے - چنانچه احادیث میں اسکي به کثرت مثالیں ملتي هیں' جنکے جزئیات کي تفصیل حسب ذیل هے :

(انسداد گداگري)

اسلام نے زکواۃ کا ایک مستقل نظام قائم کردیا کیونکه خاص خاص لوگ اوسکے حقیقي مستحق تهے' لیکن عام طور پر اسلام گداگري اور مفت خواري کو نهایت ذلیل پیشه قرار دیتا هے - یهي وجه هے که آنحضرت صلی الله علیه و سلم غیر مستحق لوگوں کو اس سے نهایت سختي کے ساتهه روکتے تهے -

(۱) صحیح - مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۵
(۲) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۰
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۱
(۴) سنن ابن ماجه - ص - ۲۶۹
(۵) بخاري جزء ۸ - ص - ۲۷

ایک مرتبه ایک انصاري نے آپ سے سوال کیا ' آپنے پوچها : " تمهارے گهر میں کچهه پونجي بهي هے " اوس نے کها " ایک ٹاٹ هے جسکو اوڑهتا بچهاتا هوں - ایک پیاله هے جس میں پاني پیتا هوں " - آپنے فرمایا " اوسکو جاکر لے آؤ " وہ جاکر اوٹها لایا ' آپنے تمام صحابه کے سامنے اوسکو بغرض فروخت پیش کیا - ایک صحابي نے ایک درهم پر لینا چاها ' دوسرے صحابي نے قیمت میں اضافه کرکے دو درهم پر لے لیا - آپنے دونوں درهم اوس انصاري کے حوالے کیے اور فرمایا " ایک درهم کا غله لیکر گهر میں دے آؤ ' دوسرے درهم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ " وہ بسولا خرید لایا ' آپنے خود دست مبارک سے اوس میں دسته لگایا ' اور حکم دیا که " جنگل میں جاکر لکڑي کاٹو اور بیچو - ۱۵ دن تک میں تمهاري صورت نه دیکهوں - " وہ لکڑي کاٹ لایا اور اوسکو فروخت کیا - دس درهم هاتهه آے - اس رقم کو لیکر آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوا - آپنے فرمایا : " اس رقم سے کچهه غله اور کچهه کپڑا خرید کر لاؤ پهنو ' گداگري سے یه بهتر هے ' وہ تو آدمي کے چهرے کا داغ هے - صرف اپاهج لوگوں کیلیے هي جائز هوسکتي هے " (۱)

(رشوت خواري)

عدل و انصاف کي بربادي اور ظلم کي روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خواري هے - عهد نبوت میں چونکه آنحضرت کے فیض صحبت سے صحابه کا معیار اخلاق نهایت بلند هوگیا تها - اسلیے رشوت خواري کي مثالیں نهیں ملتیں - تاهم جب کبهي کسي کے طرز عمل پر رشوت کا شبهه بهي هوتا تها تو آنحضرت اوسپر تنبیه فرماتے تهے - حکام و عمال کو اکثر رشوتیں نذر و هدیه کے ذریعه سے دي جاتي هیں - آنحضرت کے زمانه میں بهي اسي قسم کا ایک واقعه پیش آیا - آپنے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو صدقه وصول کرنے کیلیے بهیجا ' اوس نے واپس آکر آنحضرت کے سامنے صدقه کا مال پیش کیا اور کها " اتنا مسلمانوں کا مال هے ' اور اس قدر مجهے هدیتاً ملا هے " چونکه اس قسم کا هدیه رشوت کا ذریعه بن سکتا تها اور اگر علانیه اسکا انسداد نه کیا جاتا تو اور لوگ بهي اس طریقه سے فایدہ اٹهاتے ' اسلیے آپ نے ایک خطبه دیا اور فرمایا : " اس عامل کو دیکهو جو کهتا هے که یه مال مسلمانوں کا اور یه مال میرا هے - ذرا وہ اپنے گهر میں تو بیٹهه کے دیکهے که اوسکے پاس هدیه آتا هے یا نهیں ؟ (۲)

(خیانت کا انسداد)

معاملات میں سب سے زیادہ خیانت' چالاکي' اور خدع و فریب کا موقعه تجارتي کارو بار میں مل سکتا هے ' اسلیے آنحضرت خاص طور پر اسکي طرف اپني توجه مبذول رکهتے تهے - ایک مرتبه بازار میں سے گذرے اور ایک شخص کے غله کے ڈهیر کے اندر هاتهه ڈال کے دیکها تو نمي محسوس هوئي - چونکه بهیگنے سے غله کا وزن بڑه جاتا هے اسلیے آپ نے فرمایا : " جو شخص دهوکا دیتا هے ' وہ هم میں سے نهیں هے " (۳)

عرب میں چونکه غله بهت کم آتا تها ' اسلیے جب باهر سے سوداگر غله لاتے تهے تو لوگ شهر سے باهر هي تخمیناً خرید لیتے تهے' لیکن اس سے کئي طرح کے نقصانات پیدا هوتے تهے - اولاً تو تمام شهر محروم رہ جاتا تها ' دوسرے یه ایک غیر معین و غیر معلوم بیع تهي ' اسلیے آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اس سے روکا - آپ عموماً لوگوں کو اسپر سزا دیتے تهے (۴)

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۳۹۷
(۲) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۱۳
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۴۰۳
(۴) بخاري جزء ۳ - ص - ۶۸

(حفظ الید و حفظ اللسان)

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقی اصول یہ قائم کیا تھا :

المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ — مسلمان وہ ہے ' جس کے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچے -

اس اصول کی خلاف ورزی کا اثر اگرچہ ہر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا ہے ' تاہم برابر درجہ کے لوگ انتقام لیکر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں ' کمزور انسانوں کو تو اسکا بھی موقعہ نہیں ملسکتا - چنانچہ اس قسم کے موقعوں پر جب کوئی شخص اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا ' تو آپ فوراً تدارک فرماتے تھے - حضرت ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی - آپ نے فرمایا " تم اوسکو گالی دیتے ہو ؟ تم میں زمانۂ جاھلیۃ کا اثر ابھی باقی ہے - تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جنکو خدا نے تمہارے سپرد کردیا ہے - جو تم کھاؤ ' وہی اونکو کھلاؤ - جو تم پہنو ' وہی اونکو پہناؤ ' اور اونکی طاقت سے زیادہ اون سے کام نہ لو ' اگر لیتے ہو تو اونکی اعانت کرو " (۱)

حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں : " میں اپنے غلام کو مار رہا تھا - یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود ! ہوشیار ! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے - میںنے پیچھے مڑکے دیکھا تو آنحضرت تھے " حضرت ابو مسعود پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اونھوں نے غلام کو آزاد کردیا (۲)

(مداحی کا انسداد)

انسان خوشامد پسند ہے ' اور مداحی اس دبی ہوئی چنگاری کو اور بھی اوبھار دیتی ہے - امرا و سلاطین کو اسی نے تباہ کردیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خود مدح سے نفرت تھی ' اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے - چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کر رھا تھا ' آپ نے دیکھا تو فرمایا : " تم نے اوسکو ھلاک کردیا " (۳)

(عیش پرستی کا انسداد)

عیش پرستی بظاہر تمدن کا زیور ہے ' لیکن درحقیقت اوسکے اندرونی نظام کا اصلی گھن یہی چیز ہے - آنحضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی ' آپ تمام لوگوں کو اسی سادگی کی تعلیم دیتے تھے ' اور جب کبھی کوئی چیز اسکے خلاف نظر سے گذرتی تو اوس سے بیزاری ظاہر فرماتے تھے -

ایک مرتبہ آپ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی - آپ نے فرمایا کسکا مکان ہے ؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا - آپ خاموش ہوگئے ' لیکن دل میں بات رکھہ لی - وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور سلام کیا ' آپ نے منھہ پھیر لیا - اونھوں نے کئی بار سلام کیا لیکن آپ کا اعراض بدستور قائم رھا - اونھوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرت کی ناراضی کا سبب پوچھا تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا - وہ فوراً گئے اور اوس مکان کو منہدم کردیا - آپ دوسری بار اوس طرف سے گذرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوئی؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضی کے خوف سے اوسکو گرادیا - آپنے فرمایا ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو ' صاحب خانہ پر وبال ہے - (۴)

ایک مرتبہ آپ کسی لڑائی سے واپس آے ' حضرت عائشہ نے شوق و محبت سے گھر کو ایک نہایت رنگین پردہ سے سجادیا - آپ تشریف لاے تو حضرت عائشہ نے سلام کیا ' لیکن آپ کے چہرے سے ناراضی کے آثار ظاہر ہوے اور سلام کا جواب تک نہیں دیا - پھر خود اپنے دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کردیے اور فرمایا کہ خدا نے ھمکو مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے - (۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھہ بھی اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں -

(عفت و عصمت)

اسلام پاکبازی اور عفت کی تعلیم دینے کیلیے آیا تھا :

والذین لفروجھم حافظون — کامیاب مسلمان وہ ہیں جو عفیف اور پاکباز ہیں -

اس بنا پر جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جن سے مسلمانوں کی اس خصوصیت پر حرف آسکتا تھا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوراً اوس سے تعرض فرماتے تھے -

حضرت فضل ابن عباس نہایت وجیہ آدمی تھے ' زمانہ حج میں آنحضرت نے اونکو اپنے ساتھہ سوار کرلیا تھا - ایک خوشرو عورت آنحضرت کی طرف فتوی پوچھنے کیلیے بڑھی - فضل نے اوسکو شوق کی نگاھوں سے دیکھنا شروع کیا ' آنحضرت نے خود دست مبارک سے اونکی ٹھڈی پکڑکر اونکا منہ اوسکی طرف سے پھیر دیا - (۲)

یورپ کو آج اپنے تہذیب و تمدن پر بڑا ناز ہے اگرچہ یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی منظر نہایت نفرت انگیز ہیں - بظاہر ھر انگریز کو ستر عورت کا خیال رھتا ہے اور کسی نے کسی انگریز کو راہ میں برہنہ تن بہت کم دیکھا ہوگا ' لیکن اسلام کی تہذیب اس بارے میں صرف نمائشی لباس آرائی ھی کو کافی نہیں سمجھتی - ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شخص کو میدان میں برھنہ نہاتے ہوے دیکھا ' فوراً منبر پر تشریف لاے اور ایک عام خطبہ دیا :

ان اللہ حیی ستیر یحب الحیاء و الستر فاذا غسل احدکم فلیستتر - خدا صاحب حیا اور پردہ دار ہے ' وہ حیا اور ستر پوشی کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو کوئی غسل کرے چاھیے کہ پردہ ڈال لیا کرے -

آنحضرت کو ستر عورت کا اسقدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اوٹھایا - اس حالت میں اونکا کپڑا گرگیا - آپ نے فوراً ٹوکا کہ کپڑا اوٹھاؤ - برہنہ نہ ھو (۳) لیکن یورپ کی ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں ' حماموں ' بحری ساحلوں ' اور پیراکی کے حوضوں میں صدھا متمدن انسان برھنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں -

(اصلاح شئون النساء)

اس معاملہ میں عورتوں کی حالت مختلف حیثیتوں سے قابل توجہ و محتاج اصلاح تھی - عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تھا ' جو علانیہ گھروں میں آتا جاتا تھا - ایک بار ایک مخنث نے ازواج مطہرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن بالکل ایک مرد کی نظر و ذوق سے بیان کیے - آنحضرت نے فوراً حکم دیا کہ یہ لوگ گھر میں نہ گھسنے پائیں (۴)

عرب کی عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیل گئی تھیں ' اون میں ایک بد اخلاقی یہ بھی تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کرتی تھیں - آنحضرت نے ان پر عموماً لعنت بھیجی ہے - لیکن جب کبھی کسی عورت کی وضع کو مردوں سے بلا قصد بھی

(۱) بخاری جزء ۱ - ص - ۱۱

(۲) ابو داود ص - ۳۴۷ - جلد - ۲

(۳) بخاری جزء - ۳ - ص - ۱۷۷

(۴) ابو داود جلد - ۲ - ص - ۳۵۶

(۱) ابو داود ص - ۲۱۶ - جلد - ۲

(۲) بخاری جزء - ۸ - ص - ۵۱

(۳) ابوداؤد جلد - ۲ - ص - ۲۰۱

(۴) مسلم جلد - ۲ - ص - ۲۴۴

مشابہت ہوجاتی ، تو آپ فوراً ٹوکدیتے - ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ دوپٹا اوڑہ رہی تھیں - آپ نے دیکھا تو فرمایا :

لیۃ لا لیتین   ایک تہ کرکے اوڑھو دو تہ نہ کرو

کیونکہ دو تہ کرنے سے عمامہ کے ساتھہ مشابہت پیدا ہوجاتی تھی ' جو مردوں کی خاص وضع ہے - آپ کو اسپر اسقدر اصرار تھا کہ ایک عورت نے پردہ سے آپ کو ایک خط دینا چاہا ' اوسکے ہاتھوں میں منہدی نہ تھی - آپ نے فرمایا : یہ مرد کا ہاتھہ ہے یا عورت کا ؟ اسنے کہا میں عورت ہوں ' فرمایا " اگر تم عورت ہو تو منہدی لگاؤ "

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتی تہیں - اسکے متعلق خود قرآن حکیم میں آیتیں نازل ہوئی ہیں - خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جب کبھی اس قسم کی بی احتیاطی ملاحظہ فرماتے تھے تو فوراً روکدیتے تھے - حضرت اسماء بنت ابی بکر آپ کے سامنے باریک کپڑا پہن کے آئیں تو آپ نے منہ پھیر لیا ' پھر فرمایا : " عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتھہ کھلا رکھہ سکتی ہے " (۱) -

عورتیں عموماً راستوں میں مردوں کے دوش بدوش چلتی تھیں - ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ مرد و عورت دونوں ساتھہ ساتھہ راہ میں چل رہے ہیں " آپ نے فرمایا : " تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئی حق حاصل نہیں ' تم کو راستے کے کنارے چلنا چاہیے " اسکے بعد سے عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنے لگیں -

اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں -

(رفع نزاع باہمی و اصلاح ذات البین)

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان الہی یہ جتایا ہے :

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا   خدا نے تمکو باہم دشمنی کے بعد بھائی بھائی بنادیا -

لیکن باہمی اختلاف و تنازع سے یہ رشتۂ اخوت ٹوٹ سکتا تھا ' اسلیے آنحضرت کے فرائض احتساب میں سب سے اہم فرض رفع نزاع تھا - چنانچہ جب کبھی آپ کو کسی شرو فساد خانگی کی خبر ملتی تو آپ جاتے اور اصلاح فرماتے - ایک مرتبہ آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم کچھہ نا چاقی پیدا ہوگئی ہے - آپ چند صحابہ کے ساتھہ تشریف لیگئے ' اور معاملہ کے سلجھانے میں اسقدر دیر لگی کہ نماز کا وقت آگیا - چنانچہ حضرت بلال کے درخواست کرنے پر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی (۲)

عبداللہ بن سلول ایک بار نہایت گستاخانہ پیش آیا ' یہاں تک کہ صحابہ سے ضبط نہو سکا اور وہ لڑنے بھڑنے پر تیار ہوگئے ' اسپر عبد اللہ بن سلول کے حامی بھی اوٹھے ' اور فریقین باہم دست و گریباں ہوگئے ' لیکن آنحضرت نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر الگ کیا اور فرمایا کہ صلح فساد سے بہتر ہے (۳)

واقعہ حک کے متعلق خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس و خزرج میں سخت نزاع قائم ہوگئی ' اور دونوں فریق آمادہ جنگ ہوگئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا -

(مراعاۃ ادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو بزرگوں کے ادب و تعظیم کا نہایت خیال رہتا تھا ' معمولی باتوں پر بھی گرفت کرتے تھے - ایک موقع پر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں مسابقت کرنی چاہی تو آپ نے فوراً ٹوکدیا :

الکبر الکبیر (۴)   یعنی بڑے بوڑے کو بولنے دو !

(۱) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۲) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۸
(۳) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۴) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۳۶۰

اسئلۃ واجوبتہا

حکومۃ شوری اور اسلام

خلافۃ راشدۂ اسلامیہ کا نظام جمہوری

منہاج نبوۃ اور شوری

(از جناب مولوی مصباح الدین صاحب - لشکر گوالیار)

عرصہ ہوا الہلال میں جناب نے اسلام کے حکم شوری اور خلافۃ راشدہ کے نظام حکومت کے متعلق ایک مضمون تحریر فرمایا تھا ' اور دہلی کے کسی شخص نے اسپر اعتراض کیا تھا - خاکسار نے وہ مضمون جو پیوسہ اخبار میں شائع کیا گیا تھا ' حضور کی خدمت مبارک میں بھیجا تھا اور استدعا کی تھی کہ اس مسئلہ کو ایک بار بالکل واضح کردیا جاے - جناب نے از راہ کرم لکھا تھا کہ عنقریب اسپر توجہ کی جائیگی - اسکے بعد جب الہلال میں " القارعہ " کے عنوان سے جناب نے مسئلہ خلافۃ اسلامی پر مضمون لکھا تو اسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ اسلام نے اپنا نظام حکومت ایک خاص طرح کا جمہوری قرار دیا ہے ' اور کوئی حکومت اسلامی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ پارلیمنٹری طرز حکومت پر عامل نہو - اسپر بھی بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا ' اور اس وقت مکرر خاکسار نے جناب کو اس اہم مسئلہ پر توجہ دلائی تھی ' لیکن صد افسوس کہ اسکے بعد مقدس الہلال کی اشاعت بند ہوگئی ' اور دل کی حسرت دل ہی میں رہگئی -

اب تیسری بار جناب کو زحمت دیتا ہوں اور ملتمس ہوں کہ البلاغ میں اس کے لیے بھی کچھہ جگہ نکالی جاے - معترضین کا بیان ہے کہ خلافت راشدہ کا طرز حکومت ایک طرح سے شخصی تھا - ایک شخص خلیفۃ المسلمین ہوتا تھا ' اور سب اسکی متابعت کرتے تھے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کردیا اور باوجود مخالفت کے مسلمانوں کے مشورہ کی کچھہ پروا نہ کی - حضرۃ ابوبکر نے منکرین زکواۃ سے قتال کیا اور بہت سے صحابہ اسکے مخالف تھے - پس پارلیمنٹ کہاں ہوئی اور ارکان شوری کی راے کی متابعت خلیفہ کیلیے کیونکر واجب ہوئی ؟ وغیرہ وغیرہ - ضرورت اسکی ہے کہ سب سے پہلے جناب خلفاء راشدین کے طرز حکومت کو واضح فرمادیں تاکہ موجودہ زمانے کی اصطلاحات پارلیمنٹ وغیرہ کو اس سے ملاکر معلوم کیا جاسکے کہ کسقدر حالت مختلف اور کسقدر متحد تھی ؟ خاکسار نے الفاروق کو اسی خیال سے بار بار دیکھا تاکہ کم از کم حضرۃ عمر کے عہد کا نمونہ صاف ہوجاے ' لیکن تشفی نہوئی - بعض حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ جب تک سلطان عبد الحمید سریر اراے خلافت تھے ' اس وقت تک دولۃ عثمانیہ ٹھیک ٹھیک اسلامی خلافۃ کی مصداق تھی ' لیکن اسکے بعد یورپ کے اثرات سے متاثر ہوکر نوجوان ترکوں نے شورش کی ' اور انکو معزول کرکے تمام رشتۂ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیا - اب سلطان ترکی کوئی اختیار نہیں رکھتے ' اور تمام اختیار پارلیمنٹ کے ہاتھہ میں ہے - اسمیں عیسائی ممبر بھی ہیں ' یہودی ممبر بھی ہیں ' دروز بھی ہیں - اب امیر المومنین کی اسلامی طاقت محض براے نام ہے -

البـــلاغ :

آپ نے ایک نہایت اهم دیني اور تاریخي بحث چھیڑدي ہے جو بغیر اسکے صاف نہیں هوسکتي که نہایت شرح و بسط کے ساتھہ نظر ڈالي جاے - آپکے سوال کو میں چند ٹکڑوں میں منقسم کردیتا هوں تاکه بسہولت تمام پہلو بحث میں آسکیں :

(۱) خلافة راشدۂ اسلامیه کا طرز حکومت جسکو آنحضرة صلی الله علیه وسلم نے " علی منہاج النبوة " فرمایا یعنے وہ طریق نبوة پر کاربند هوگي' کیا تھا ؟

(۲) موجوده پارلیمنٹري طرز حکومت اور اسلامي طریق شوری-

(۳) ایک ایسا دار الشوری جسمیں غیر مسلم ارکان بھي هوں' کیا اسلامي دارالشوری هوسکتا ہے ؟

الہلال کي جلد (۳) میں جو سلسلۂ مضامین " الحریة في الاسلام" کے عنوان سے شائع هوا ہے' آپ اسپر مکرر نظر ڈال لیں - نہایت شرح و بسط کے ساتھہ اس مسئله کا حل شرعي اسمیں موجود ہے اور ایک طالب حق کو کفایت کرتا ہے - البته یه سلسله نا تمام رهگیا تھا' اور ایک پورا ٹکڑہ جو " حکم شوری " کے عنوان پر لکھا گیا تھا' اس خیال سے شائع نہوا که زیاده مفصل و مدلل کرکے شائع کرنا مقصود تھا - لیکن اس ٹکڑے کو بھي اب شائع کردیا جاتا ہے - یه ایک مختصر اور اجمالي نظر ہے - آپکے مطالعه میں آجاے - اسکے بعد بقیه سوالات کا جواب عرض کرونگا -

(حکـــم شوری)

یعني تمام داخلي و خارجي معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني ملک کے اهل الراے اور وکلاء ملت اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں' اس مسئلة کے اثبات و تفصیل سے پہلے ایک تمہید کي ضرورت ہے -

هر دستوري (مقید بقانون) حکومت کیلیے ایک اصولي قانون هوتا ہے' جو باهمي مشورہ سے منفصل هوکر آینده تمام قوانین کیلیے ایک اصول موضوعه اور سنگ بنیاد قرار پاتا ہے - یورپ کے جمہوري و پارلیمنٹري دور نے اسے " قانون اساسي " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - حکومت همیشه اس بنیادي قانون کي متابعت پر مجبور هوتي ہے اور جتنے قوانین و اصول وضع هوتے هیں' سب کے سب اسي اولین قانون اساسي کے ماتحت رهتے هیں - اسکي تمام دفعات اصولي و کلي هوتي هیں - وہ جزئیات سے کوئي تعلق نہیں رکھتا - هر شاخ حکومت و نظام سلطنت کیلیے اصولي دفعات وضع کردیتا ہے -

اسلام کا بھي ایک قانون اساسي ہے یعني " قرآن اور اسکي عملي تفسیر جسکا نام "سنت" ہے - اسي پر تمام قوانین اسلامي کي بنیاد ہے -

اسلام کا یه قانون اساسي دنیا کے تمام دیگر قوانین اساسیه کے خلاف انسانوں کا گھڑا هوا نہیں ہے بلکه اوس مقنن اعظم کي تاسیسات هیں جسکے قوانین فطرت سے دنیا کا ذرہ ذرہ جکڑا هوا ہے' اور جسکے کلمات و سنن میں کبھي تغیر و تبدل نہیں هوسکتا : لا تبدیل لکلمات الله - و لن تجد لسنة الله تبدیلا -

اس قانون اساسي کے ماورا جو معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني هیں' اسلام کا حکم ہے که وہ همیشه باهمي مشورۂ عام سے طے هوں - مسجد نبوي هماري مجلس شوری تھي - مہاجرین و انصار مجلس کے ارکان خاص' اور عام مسلمان اوسکے ارکان عام تھے - " الصلوة جامعة " انعقاد مجلس کا اعلان تھا' آنحضرت صلی الله علیه و سلم جو مشورۂ انساني سے مستغني تھے' وہ بھي بربناے تعلیم امت استشارہ فرماتے تھے اور تمام خلفاے راشدین کا اسي پر عمل تھا - همکو اس مسئله میں زیادہ کاوش کي ضرورت نہیں' خود قرآن حکیم نے اس مسئله کو فیصل کردیا ہے :

و شـــاورهـم في الامر
(۳ - ۱۵۳)

معاملات حکومت میں مشورہ کرلیا کرو !

دوسري جگه صحابه کرام کي توصیف و مدح میں خدا فرماتا ہے :

وامـرهـــم شوری بینهـم
(۴۲ - ۳۶)

اونکے معاملات حکومت باهمي مشورہ سے طے هوتے هیں -

پہلي آیة نے حکم دیا' اور دوسري نے اسکي تعمیل کي خبر دیدي -

پہلي آیت کي تفسیر میں صاحب فتح البیان نے ایک نامور عالم ابن خواز مداد کا یهہ قول نقل کیا ہے :

واجب علی الولاة مشاورة العلماء فیمـــا لایعلمون وفیمـا اشکل علیهم من امور الدنیا و مشاورة وجوه الجیش فیمــــا یتعلق بالحرب و وجوه الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوه الکتاب والعمال والوزراء فیما یتعلق بمصالح البلاد و عمارتها (ج - ۲ - ص - ۱۳۰ مصر)

حکام ملک پر اون معاملات میں جنکو وہ نہیں جانتے اور دیگر امور دنیاوي میں واقف کاروں سے' معاملات جنگ میں افسران فوج سے' مصـــالح عـــامه میں معززین ملک سے' اور معاملات ملکي میں اهل دفتر و حکام و وزرا سے مشورہ کرنا واجب ہے -

وہ امام یا سلاطین جو حکم شوری کي تعمیل نہیں کرتے' امام قرطبي حسب ذیل فتوی اونکے متعلق نقل کرتے هیں :

لا خلاف في وجوب عزل من لایستشیر اهل العلم و الدین - (فتح البیان ج - ۲ - ص - ۱۳۰)

جو خلیفه اهل علم و اهل دین سے مشورہ نه کیا کرے' اوسکي معزولي کے واجب هونے میں کسي کو اختلاف نہیں -

" الحریة فی الاسلام " کي گذشته صحبتوں میں هم حکم شوری کي تشریح کرچکے هیں - اب دیکھنا چاهیے که عمل کي حیثیت سے اسلام نے اسکا کیا نمونه پیش کیا ؟ آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے متعلق حضرت عائشه کي شہادت ہے که :

ما رایت رجلاً اکثر استشارة للرجال من رسول الله صلعم - (رواه البغوي)

میں نے رسول الله سے زیادہ کسیکو اس بارے میں نه پایا که لوگوں سے مشورہ کرکے کام کیا جاے -

حضرة ابو هریرہ سے مروي ہے :

ما رایت احدا اکثر مشورة لاصحابه من رسـول الله صلعـم (رواه الترمذي)

میں نے آنحضرت صلعـم سے زیادہ کسیکو اپنے اصحـاب سے مشورہ لیتے نہیں دیکھا -

حضرت ابو بکر صدیق رضی الله عنه نے عمرو بن عاص کو لکھا تھا :

ان رسول الله صلعم شاورنا في الحرب فعلیك بـــه (کنزه العمال - ج - ۱ - ص ۱۶۲)

رسول الله صلعم امور جنگ میں هم لوگوں سے مشورہ لیتے تھے' پس تم بھي ایسا هي کیا کرو -

اس حدیث سے نه صرف آنحضرت کا طرز عمل ظاهر هوتا ہے بلکه حضرت ابوبکر کا بھي اصول عمل واضح هوجاتا ہے -

اسکے بعد حضرت عمر کا دور ہے - اونہوں نے مہاجرین و انصار کي باقاعده مجلسیں قائم کیں' اون سے همیشه امور مملکت میں مشورہ لیا - عام مسلمانوں کو بھي هر مسئله میں اعتراض کا حق حاصل تھا' عهد فاروقي کي تاریخ ان واقعات سے اسقدر لبریز ہے که انکو کسي ایک مضمون میں ضمناً سمیٹنا ممکن نہیں - مثالاً چند واقعات حوالۂ قلم هیں :

عن ابن شهاب كان عمــر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتيــان فاستشــارهــم ليقتفي حــدة عقــولهــم (كنز العمال ج-۱-ص-۱۶۳)

زهري روايت كرتے هيں كه حضرت عمر كو جب كوئي مشكل مسئله پيش آتا تو نوجوانوں كو طلب فرماتے اور اون سے مشوره ليتے ' تاكه اونكي ذهانت عقل كا اتباع كريں -

بلاذري جو مشهور مورخ هے ' ايك ضمني موقع پر لكهتا هے :

كان للمهاجرين مجلس في المسجد فكان عمــر يجلس معهم و يحدثهــم عما ينتهي اليه من امر الافاق (فتوح البلدان -)

مسجد نبوي ميں مهاجرين كي ايك مجلس تهي - حضرت عمر اونكے پاس بيٹهتے تهے اور ملك كے جو واقعات اون تك پهونچتے تهے اونكو بيان كرتے تهے -

قرآن و حديث كے بعد فقه كا درجه هے - فقه اسلامي كا تيسرا ركن اجماع هے ' جو مشورۂ ملت كي سب سے كامل اور محتاط حد هے - يعني علماے امت كا كسي مذهبي غير منصوص مسئله پر اور قوم كے ارباب سياست كا كسي طريقه سياست پر اتفاق كرنا - آنحضرة نے جماعت كي اكثريت كو هميشه ايك بالاتر جگه دي - كبهي فرمايا كه لا تجتمع امتي علی الضلالة - ميري امة كبهي بهي ضلالت پر اجماع نهيں كرسكتي - كبهي ارشاد هوا كه يد الله على الجماعة - جماعت پر الله كا هاتهه هے - اس سے تخلف نه كرو - شخصيت كے مقابله ميں جماعت كي قوت كو قائم كرنا جمهوريت كي اصلي بنياد هے ' اور اس سے بڑهكر اسكے ليے تصريح كيا هوسكتي هے ؟

ان تصريحات كے علاوه تاريخ و احاديث كے بكثرت واقعات هيں جن سے ثابت هوتا هے كه خود آنحضرت باتباع حكم الهي اور نيز خلفاے راشدين باقتداے سنت نبوي ' هر امر اهم ميں لوگوں سے مشوره ليتے تهے ' اور مسائل پر اجماع كرتے تهے - مسجد نبوي اسلام كي مجلس عمومي يا سينيٹ تهي - اكابر مهاجرين و انصار اركان خاص ' اور عام مسلمان اركان عام تهے - مدينه كي گليوں ميں الصلوة جامعة كي ندا انعقاد مجلس كا اعلان كرديتي - اس قسم كي مجالس ميں جو واقعات پيش هوے ' اونكي ايك مختصر فهرست ذيل ميں هم پيش كرتے هيں :

(عهد نبـوت)

طريقۂ اذان ' تكذيب واقعۂ افك ' جنگ بدر ميں آگے بڑهنا ' بدر كے كنويں پر مقيم هونا ' فديۂ اسيران جنگ بدر ' جنگ احد ميں مدينه سے نكلكر لڑنا ' غزوۂ خندق ميں مدينه كے اندر محصور هوكر لڑنا ' ايام خندق ميں حمله آوروں سے مدينه كي ايك تهائي پيداوار پر صلح كرنيكي بحث ' حديبيه ميں جنگ كا مسئلۂ ' وغيره

(عهد خلافــت راشده)

كتابت قران ' قتال اهل ارتداد ' جنگ شام ' مجوسيوں سے جزيه لينے كي بحث ' ملك عراق و شام كو فوج كي جاگير ميں دينے كا مسئله ' نهاوند كي لڑائي ميں حضرت عمر كي شركت كي بحث ' بعض عمال و حكام كا تقرر ' امراء فوج كا انتخاب ' تقسيم غنيمت ' فوج كي تنخواه ' سنه هجري كا تعين ' غسل جنابت بغير خروج ' ترتيب دفاتر ' وبا زده ملك ميں داخل هونيكي بحث ' تجارت غير قومي پر محصول ' جنگ افريقه ' بيت المال كا تعلق و تصرف ' وغيره ذالك -

شخصي اور غير شخصي حكومتوں ميں بڑا فرق يهي هے كه شخصي حكومتوں ميں هميشه سلاطين و ملوك نے ملك كي آمدني كو اپني خاص چيز سمجها هے ' جسپر وه هر قسم كا اختيار تصرف و اقتدار كا ركهتے هيں ' اور اپنے فوائد ذاتي سے بچاكر جوكچهه رعايا كيليے خرچ كرتے هيں ' اسكو اپنا احسان قرار ديتے هيں ليكن

دستوري و جمهوري حكومت كي سب سے پهلي خصوصيت يه هے كه محاصل ملكي كو اونكے دست قهر سے نجات دلاتے ' كيونكه وه پبلك كي چيز هے ' اور پبلك هي كي ضرورتوں ميں اسكو صرف هونا هے - البته رئيس ملك كو اپني خدمات و انتظام كے معاوضه ميں بقدر ضرورت اوس سے ديا جاسكتا هے - ليكن يه ايك ايسي مساوات هے جسكي تعميل يورپ كي دستوري حكومتوں ميں بهي اب تك نهوسكي ' اور لاكهوں روپے هر سال ملوك و سلاطين اور اركان خاندان شاهي كے اسراف و نشاط كيليے ديے جاتے هيں هم الحرية في الاسلام كے ايك نمبر ميں سلاطين يورپ اور پريسيڈنٹ جمهوريت فرانس و امريكه كي تنخواهوں كا حال درج كرتے اسكا مقابله خلفاء راشدين كي تنخواهوں سے كرچكے هيں

ليكن اسلام اپنے اول ظهور سے اسپر عامل هے - ملك كي آمدني كو وه مال الله اور پهر مال المسلمين سمجهتا هے ' اور اسي ليے خزانۂ ملكي كا نام اوسكي اصطلاح ميں بيت مال المسلمين هے يعني تمام مسلمانوں كے مال كا خزانه !

عهد نبوت ميں خراج و جزيه كي جو رقم ممالك مفتوحه سے آتي تهي ' آپ اوس سے صرف اسقدر ليتے جسقدر ايك فقير الحال شخص كي نا گزير ضرورتوں كيليے لا بدي هے ' اور تمام رقم ملك كے اهل حاجت كي امداد اور مسلمانوں كي عام ضروريات ميں صرف هوتي تهي - اكثر ايسا هوتا تها كه بادشاهٔ عرب بهوك سے پيٹ پر پتهر باندهتا تها ' اوسكے گهر ميں مهينوں چولها نهيں جلتا تها ' اكثر راتونكو چراغ ميں تيل تك ميسر نه آتا تها ' ليكن خزانۂ ملكي سے وه اس حالت ميں بهي ايك پيسه ليتا گوارا نكرتا تها - جب اوسنے وفات پائي تو اوسكي زره ايك يهودي كے هاں چند سير جو پر رهن تهي !

حكومت كو ذاتي ملك نه قرار دينے پر سب سے بڑي دليل يه هے كه آپ نے اپنا جانشين اپنے كسي عزيز كو قرار نهيں ديا -

خلفاے راشدين بهي اس اسوۂ حسنه كے بهترين نمونه تهے ' خلفاے اربعه ميں سے كسيكو بهي يه حق نه تها كه بمعاوضۂ خدمت ملكي چند درهم ماهوار سے زياده حاصل كرے - حضرت ابو بكر رضي الله عنه اپنے آغاز ايام خلافت ميں بهي تجارت كرتے تهے ' اور اپنے ليے بيت المال سے كچهه نه ليتے تهے ' جب خدمات خلافت كي گرانباري سے مجبور هوگئے اور تجارت كيليے وقت نه نكال سكے تو مسلمانوں كے مشوره كے بعد خود بهي بقدر احتياج لينے لگے - حضرت عمر بهي بيت المال سے حق مقرره سے زياده نهيں ليتے تهے ' اور اس حق مقرره كي بهي خود اونهوں نے تفصيل كر دي تهي - يعني گرمي اور جاڑوں كيليے دو جوڑے كپڑے ' ايك متوسط الحال قريشي كيطرح اهل و عيال كے اخراجات ' حج كيليے سال ميں ايك بار سواري ' اور بس !

ايك بار ايك مسلمان نے صرف اس بنا پر اونكي اطاعت سے انكار كيا كه اوسكو شبهه هوا كه حضرت عمر نے اپنے حق سے زياده چادر ليلي هے - بيت المال سے ايك اونٹ گم هوتا تها تو حضرت عمر (ض) گهبرا جاتے تهے كه ميں جوابده هوں - كار بار خلافت كيليے جب چراغ جلا تے تهے تو فراغت كے بعد فوراً بجهاديتے تهے كه اب مجهے اس سے فائده اٹهانے كا حق نهيں !

ايك بار حضرت عمر كي بيوي نے ايك مسلمان قاصد كي معرفت جب وه خلافت كے طرفسے قسطنطنيه جا رها تها ' قيصر كي بيوي كو كچهه تحفه بهيجا - قيصره نے رومي قاصد كے هاتهه ايك گرانبها هديه حضرت عمر كي بيوي كے ليے بهيجديا - حضرت عمر كو جب معلوم هوا تو گهر ميں تشريف لاے اور وه گرانبها هديه ليكر بيت المال ميں داخل كرديا ' اور فرمايا " يه عام مسلمانوں كي چيز هے ' كيا اس سے پہلے بهي قيصر نے تجهكو هديه بهيجا تها ؟ "

اس واقعہ سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمر کا وہ خطبہ ہے جسمیں اونہوں نے خلیفہ اور عام اہل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا ہے :

انما انا و ما لکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت ' و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لکم علی ایہا الناس خصال فخذونی بہا ' لکم علی ان لا اجتبی شیئاً من خراجکم و لا مما افاء اللہ علیکم الا من وجہہ ' ولکم علی اذا وقع فی یدی ان لا یخرج منی الا فی حقہ ' ولکم علی ان ازید فی اعطیاتکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ٦٧)	تمہارے مال کی اور میری مثال ایک یتیم کے مربی کیطرح ہے ' اگر میں مستغنی ہونگا تو کچھہ نہ لونگا اور اگر محتاج ہونگا تو حسب دستور کچھہ کھانیکو لے لونگا - لوگو ! مجھپر تمہارے چند حقوق ہیں جنکا تمکو مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے - مجھپر تمہارا حق ہے کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ جب میرے ہاتھہ تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے ہاتھہ سے بیجا طور سے نہ نکلے ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں -

اللہ اللہ ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتی ہے اور نہیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائی گئی تھی کہ اگر وہ اپنا حق مانگنا بھول جائیں تو خود بادشاہ وقت انکو یاد دلائے کہ تمہیں مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے ! !

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی خود اپنے متعلق یہی طرز عمل تھا ' آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداری کا میلان ان سے ظاہر ہوا تو فوراً مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت انکی طرف سے مشتبہ ہوگئی - حضرت علی علیہ السلام کا بھی بشدت اسی پر عمل تھا - عبد اللہ بن زمعہ نے جب اون سے بلا استحقاق کچھہ طلب کیا تو فرمایا :

ان ہذا المال لیس لی و لک و انما ہو فیء للمسلمین !	یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا ' یہ عام مسلمانوں کی آمدنی ہے -

(نہج البلاغۃ ص - ٩ ٤٨)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تھا تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے کہ بیت المال کا اسقدر روپیہ کیوں بیکار صرف کیا جا رہا ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکھنے کیلیے ایک خاص چراغ رکھتے تھے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تھا ' اور اپنے ذاتی مطالعہ کیلیے دوسرا چراغ رکھتے تھے جسمیں اپنی ذاتی تنخواہ سے تیل ڈالتے تھے -

کیا ان واقعات کے بعد بھی اسمیں شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کا نظام دستوری یا جمہوری نہ تھا ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامہ کی کوئی قوم پیش کرسکتی ہے ؟ کیا تاریخ ماضی کے خزانہ میں اس سے بہتر کوئی نظیر موجود ہے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونہ مل سکتا ہے ؟

یہ تو مسلمانوں کی حکومۃ ماضیہ کا افسانہ تھا جو اونکی مذہبی تعلیمات کی سطح پر ٹھیک تیرہ سو برس ہوے کہ قائم ہوئی تھی ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگی حاصل کی ہے ' اگر مذہبی احساس اونمیں پھر پیدا ہوگیا ہے ' اگر جوہر و روح اسلام کے وہ پھر طالب ہیں ' تو دین کے بعد اونکی سب سے پہلی کوشش دنیا کی صحیح سیاست کیلیے ہونی چاہیے ' کیونکہ اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکھا ہے - وہ ایک ہی حقیقت شرعی ہے - قران حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' ہمکو جس طرز سیاست کی آب و ہوا میں زندہ رکھنا چاہا ہے ' اوسی میں ہمارے لیے زندگی ہے ' اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزلہ کا ایک ورق

نظائر و امثال

(٢)

معتزلہ میں اگرچہ دعوۃ حق کی آخری منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقی ہی کو حاصل ہوا ' تاہم احتساب کی وہ خصوصیت جو کسی گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ' جاہ پرستی سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتی ہے ' اس فرقہ کے ہر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے -

محمد بن اسمعیل عسکری کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بھیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کی تاریخ زندگی کا روشن صفحہ ہوتے ہیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائی سے کہا : " میں ذرہ ہاے خاک کے برابر بھی اس خط کی وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچہ اس عسرت کے ساتھہ زندگی بسر کرتا تھا کہ وہ مستحقین زکوۃ میں داخل ہوگیا تھا ' تاہم جب اوس کو ایک بادشاہ نے دس ہزار درہم کا عطیہ دینا چاہا ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البتہ ایک دوست کے دو درہم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس ہزار کی ضرورت ہے ' وہ مجھہ سے زیادہ اوسکے مستحق تھے - میری ضروریات کیلیے یہ دو درہم کافی ہیں "

ابوبکر محمد بن ابراہیم کو ایک بادشاہ نے عطیہ لینے پر اسقدر مجبور کیا کہ اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹھوکوادیں - با اینہمہ اوس نے قبول نہیں کیا -

صلہ و عطیہ ہی کی خصوصیت نہ تھی ' بلکہ علماے حق کو ہر اوس چیز سے احتراز تھا جو سلاطین و امرا کی طرف منسوب ہوتی تھی - ابو عبد اللہ حسین بن علی کی فاقہ مستی اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک مرتبہ ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکھا تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تھا - ابو الحسن نے حجرے میں پانی ڈھونڈھا تو نہیں ملا ' ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ' کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آئی ' اوس نے تعجب کے ساتھہ پوچھا : " آپ اس فاقہ مستی میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے ہیں ؟ " حسین بن علی نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیہ کو چھوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراہم ہوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علی نے کہا " تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رہنا ہی بہتر ہے "

لیکن با اینہمہ اسکے زہد کی یہ کیفیت تھی کہ عضد الدولہ اوسکے لیے خوان شاہی سے طعام خاصہ بھیجتا تھا اور وہ اوس میں سے ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں ڈالتا تھا -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلی تھا جو نگینہ پر نام کھودا کرتا تھا - ایک مرتبہ ایک امیر کا خادم ایک نگینہ لیکر آیا ' اوس نے نام کھودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا ہوں " چنانچہ اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاہی ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک کہ گھر میں سے اسکی عورتوں نے پکارا : " تنگدستی سے ہم سب کا برا حال ہورہا ہے ' اس رقم سے انکار کردینا کسی طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دي - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ پاد شاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپني دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشي کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھہ گیا - اسي حالت میں ایک دوست کي نگاہ پڑگئي ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسي بن صبیح نے بھي اسي اشتباہ کي بنا پر مرنے سے پہلے اپني تمام دولت لٹا دي -

محدثین کرام کي سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کي خدمت پر کسي سے ایک حبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھي اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگي بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکي طلاقت لساني پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس ہي کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپني خوش بیاني پر معاوضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کي بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابو القاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اُونہوں نے اس سے توبہ کي ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کي بنیاد متزلزل ہوجاتي ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہي سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتي رہتي ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے غرض کو پوري قوت و نفوذ کے ساتھہ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کي نگراني کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہي کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضي ابن ابي داؤد نے ابو یعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور خضل بن مروان کي نگراني کي خدمت اوسکو تفویض کي - نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھہ رعایا کي ہر چیز کي طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کي سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکي مطلق العناني دفعتاً جاتي رہي -

(معتزلہ کي علمي زندگي)

اسلام نے جو آزادي فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشي تھي ' اسکو مسلمانوں کي علمي ترقي ' اور خلفاے عباسیہ کي بے تعصبي نے اور زیادہ ترقي دیدي تھي - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادي کے ساتھہ اپنے مذہبي عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذہبي کتابوں کا کافي مطالعہ کیا تھا - ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تھي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تھي - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علي نے اسي غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کي اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھي -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کي طرف توجہ کي - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندي تھا جسکا پورا نام ابو الحسین احمد بن یحی ہے - وہ بعض ذاتي اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کي تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھي تھي جسکا نام واسغ تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیا تھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کي تھي جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کي ہجو میں بھي لکھي تھي - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروري ہي کي غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کي تائید میں بھي معاوضہ لیکر اُجرتي کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاری اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کي تائید کي تھي -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کي کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودي کے دامن میں پناہ لي اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکي تصنیفات کے رد میں معتزلہ کي مجموعي طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابو الحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کي تغلیط ابو ہاشم نے کي ' شیخ ابو علي ابو الحسین خیاط اور زبیري نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکي چاروں کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذہبي سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدني ترقیوں نے بغداد کو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کي لہروں کے ساتھہ مختلــف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھي برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کي علمي بے تعصبي نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادي سے یہودي ' سوفسطائی ' ثنوی ' مجوسي ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تراکم اور زبان کي اس آزادي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھي سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میــدان صرف معتزلہ ہي ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کي طرح محض علمي زور آزمائیاں نہیں ہوتي تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسي غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپني علمي طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلي سے پوچھا : " کیا کوئي چیز حواس خمسہ کے ادراک سے باہر بھي ہے؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہي کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہي جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي ہوئي بات معلوم ہوتي ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درھم اُجرت دي - ابومسلم نے ان درھموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررھا ھوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

[illegible]

آزادي کے ساتھہ اپنے مذھبي عقائد کا اظہار کر سکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازارگرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاھب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ھے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذھبي کتابوں کا

کافي مطالعہ کیا تھا - ابراھیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبریاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تھي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تھي - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں ... علي نے اسي غرض سے علم نجوم ... کے رد میں ایک کتاب لکھي -

... لاحدہ و دھریہ کي طرف توجہ ... الراوندي تھا جسکا پورا نام ... ذاتي اغراض سے ملحد ھوگیا ... لکھیں - ایک کتاب خود قرآن ... راسغ تھا ' ایک کتاب میں ... بیاء کے رد میں تصنیف کي تھي ... ھجو میں بھي لکھي تھي - وہ ... وري ھي کي غرض سے ملحد ... تائید میں بھي معاوضہ لیکر ... تابوں میں یہود و نصاری اور ... اطلہ کي تائید کي تھي -

... سے ھر قسم کي کوششیں ایں ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ ... پناہ لي اور وھیں مرگیا ' اوسکے ... معتزلہ کي مجموعي طاقت نے ... حسین نے کیا جسکا نام النقض ... ابو ھاشم نے دي ' شیخ ابو علي ... رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ... چاروں کتابوں کا رد کیا -

... قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان ... ھر فرقہ ' ھر مذھب ' اور ھر گروہ ... اندر دجلہ کي لہروں کے ساتھہ ... الات کا تلاطم بھي برپا رھتا تھا - ... نے ھر گروہ کو اظہار خیالات ... زادي سے یہودي ' سوفسطائي ' ... فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات ... بي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا ... بار میں اگرچہ دوسرے سامان ... و ر ادباء کا گلدستہ بھي سجایا ... میـــدان صرف معتزلہ ھي

... مانہ کي طرح محض علمي ... وہ اشاعت اسلام کا سب سے ... نے اوس کو اپني علمي ... ہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص ... کیا کوئي چیز حواس خمسہ کے ... " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : ... ذریعہ سے پہچانا ؟ " جھم بند ھوگیا '

لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ھے ' زندہ اور مردہ میں عقل ھي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ھے ' ھوشیار اور دیوانے کو دلیل ھي کے ذریعہ پہچانا جاتا ھے " جھم نے اوسکو یہي جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ھے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي ھوئي بات معلوم ھوتي ھے " جھم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

باب قاف فصل ت ج ح ۳۲۷ لغات سروری

توفیق ۔ موافق کرنا برابر کرنا کسی کو اوسکی مقدار ہر ایک چیز کی	دارہو کنایہ آلہ تناسل -
توافق ۔ یکجا ہونا موافق ہونا درست ہونا -	جیم با واو
توفق ۔ یکساں ہونا ایک سا ہونا -	جورق ۔ ددہ کپاس کا جس میں روئی ہوتی ہے
توثیق ۔ محکم و استوار کرنا مضبوط کرنا	جوق ۔ فوج و گروہ و مجمع و ہجوم لشکر کا
توق ۔ آرزومندی و غلبہ شہوت و ترقی حرص -	**پانچویں فصل**
تا با یا	ان لغات کے بیان میں جن کا اول حرف حا اور آخیر میں قاف ہے
تیق ۔ بدخو و بدمزاج و بدگو و بدکلام آدمی	حا با الف
چوتھی فصل	حالق ۔ میانہ ہر چیز کا اوسط ہر چیز کا -
ان لغات کے بیان میں جن کا اول حرف جیم اور آخیر میں قاف ہے	حاذق ۔ زیرک و دانا و فضیل و ہوشیار و صاحب ہنر
جیم با الف	حا با دال
جاثلیق ۔ رئیس ترسایان یعنی قوم نصاریٰ کا سرگروہ	حدق ۔ گرد کرنا اور دورہ اور کو لایش ہر چیز کی
جاورشاق ۔ [illegible]	حدق ۔ سیاہی آنکھوں کی اور بادنجان [illegible]
جاق ۔ سالم و تندرست و صحیح الجسم	مشہور ترکاری ہے -
جیم با فا	حدائق ۔ باغ ہای پر درخت جسکے گرد دیوار ہو [illegible]
جفتۂ طاق ۔ کنایہ ابرو یعنے انسان کی بھوین	حا با ذال
جیم با قاف	حذاق ۔ دانا و زیرک و عقلمند -
جق بق ۔ شور و غوغا و گفتگو لاحاصل یعنی بک بک -	حا با را
جقاجاق ۔ آواز تیغ یعنے تلوار کی آواز	حراق ۔ سوختہ جسپر چقماق سے آگ ڈالتے ہیں اور اس میں آگ سرایت کرجاتی ہے
چقماق ۔ وہ لوہا جو پتھر مارکر آگ نکالتے ہیں	حراق ۔ بہت جلانے والا جسکی گرمی سے دوسری چیز جل اوٹھے -
جق ۔ دہانی ددہ ہونے کی جو چار گوشہ بنی ہوئی ہوتی ہے	حریق ۔ سوزش اور جلا ہوا اور آگ شعلہ زن مجاز او دوزخ
جیم با لام	حروق ۔ ایدہن یعنی سامان آگ جلانے کا -
جلق ۔ مشت مارنا و دخل سے اول انزال کرنا یہ لفظ زلق کے لفظ سے بدل ہوا ہے -	حرق ۔ جلنا آگ سے -
جیم با میم	
جماق ۔ گرز آہنی ہشت پہلو و چوب دستی [illegible]	

اس واقعه سے زیاده واضح اور زیاده روشن حضرت عمر کا وه خطبه هے جسمیں اونهوں نے خلیفه اور عام اهل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا هے :

انما انا وما لكم كولي اليتيم ان استغنيت استعففت و ان افتقرت اكلت بالمعروف ' لكم علي ايها الناس خصال فخذوني بها ' لكم علي ان لا اجتبي شيئاً من خراجكم و لا مما افاء الله عليكم الا من وجهه ' ولكم علي اذا وقع في يدي ان لا يخرج مني الا في حقه ' ولكم علي ان ازيد في اعطيا تكم (كتاب الخراج ابو يوسف - ص۶۷)

تمهارے مال کي اور میري مثال ایک یتیم کے مربي کیطرح هے ' اگر میں مستغني هونگا تو کچهه نه لونگا اور اگر محتاج هونگا تو حسب دستور کچهه کهانیکو لے لونگا - لوگو ! مجهپر تمهارے چند حقوق هیں جنکا تمکو مجهسے مطالبه کرنا چاهیے - مجهپر تمهارا حق هے که ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجهپر تمهارا حق هے که جب میرے هاتهه تمهارا خراج و غنیمت آئے تو میرے هاتهه سے بیجا طور سے نه نکلے ' مجهپر تمهارا حق هے که میں تمهارے وظائف میں اضافه کروں -

الله الله ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتي هے اور نهیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائي گئي تهي که اگر وه اپنا حق مانگنا بهول جائیں تو خود پادشاه وقت انکو یاد دلائے که تمهیں مجهسے مطالبه کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضي الله عنه کا بهي خود اپنے متعلق یهي طرز عمل تها ' آخر ایام میں جب بعض اعزه کے متعلق طرفداري کا میلان ان سے ظاهر هوا تو فوراً مسلمانوں کي ایک بڑي جماعت انکي طرف سے مشتبه هوگئي - حضرت علي علیه السلام کا بهي بشدت اسي پر عمل تها - عبد الله بن زمعه نے جب ان سے بلا استحقاق کچهه طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال ليس لي و لك و انما هو في للمسلمين !

یه مال نه میرا هے اور نه تیرا ' یه عام مسلمانوں کي آمدني هے -

(نہج البلاغة ص - ۴۸۹)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رها تها تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے که بیت المال کا اسقدر روپیه کیوں بیکار صرف کیا جا رها هے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکهنے کیلیے ایک خاص چراغ رکهتے تهے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تها ' اور اپنے ذاتي مطالعه کیلیے دوسرا چراغ رکهتے تهے جسمیں اپني ذاتي تنخواه سے تیل ڈالتے تهے -

کیا ان واقعات کے بعد بهي اسمیں شبه هوسکتا هے که حکومت اسلامیه کا نظام دستوري یا جمهوري نه تها ؟ کیا اس سے بهتر مثال حکومت عامه کي کوئي قوم پیش کرسکتي هے ؟ کیا تاریخ ماضي کے خزانه میں اس سے بهتر کوئي نظیر موجود هے ' اور مستقبل کو اس سے بهتر نمونه مل سکتا هے ؟

یه تو مسلمانوں کي حکومة ماضیه کا افسانه تها جو اونکي مذهبي تعلیمات کي سطح پر ٹهیک تیره سو برس هوے که قائم هوئي تهي ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگي حاصل کي هے ' اگر مذهبي احساس اونمیں پهر پیدا هوگیا هے ' اگر جوهر و روح اسلام کے وه پهر طالب هیں ' تو دین کے بعد اونکي سب سے پهلي کوشش دنیا کي صحیح سیاست کیلیے هوني چاهیے ' کیونکه اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نهیں رکها هے - وه ایک هي حقیقت شرعي هے - قران حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' همکو جس طرز سیاست کي آب و هوا میں زنده رکهنا چاها هے ' اوسي میں همارے لیے زندگي هے ' اور اوسکے بغیر موت هے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزله کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزله میں اگرچه دعوة حق کي آخري منزل شهادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقي هي کو حاصل هوا ' تاهم احتساب کي وه خصوصیت جو کسي گروه کو سلاطین سے بے نیاز ' جاه پرستي سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتي هے ' اس فرقه کے هر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتي هے -

محمد بن اسمعیل عسکري کي بے نیازي کا یه عالم تها که ایک بار بادشاه وقت نے اونکے پاس خط بهیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کي تاریخ زندگي کا روشن صفحه هوتے هیں - لیکن اوس نے نهایت بے پروائي سے کها : " میں ذره هاے خاک کے برابر بهي اس خط کي وقعت نهیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچه اس عسرت کے ساتهه زندگي بسر کرتا تها که وه مستحقین زکوة میں داخل هوگیا تها ' تاهم جب اوس کو ایک بادشاه نے دس هزار درهم کا عطیه دینا چاها ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البته ایک دوست کے دو درهم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکي وجه پوچهي - اوس نے کها : " جن لوگوں کو دس هزار کي ضرورت هے ' وه مجهه سے زیاده اوسکے مستحق تهے - میري ضروریات کیلیے یه دو درهم کافي هیں "

ابوبکر محمد بن ابراهیم کو ایک بادشاه نے عطیه لینے پر اسقدر مجبور کیا که اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹهوکوادیں - با اینهمه اوس نے قبول نهیں کیا -

صله و عطیه هي کي خصوصیت نه تهي ' بلکه علماے حق کو هر اوس چیز سے احتراز تها جو سلاطین و امراء کي طرف منسوب هوتي تهي - ابو عبد الله حسین بن علي کي فاقه مستي اس درجه تک پهنچ گئي تهي که ایک مرتبه ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکها تو وه تصنیف و تالیف میں مصروف تها - ابو الحسن نے حجرے میں پاني ڈهونڈها تو نهیں ملا ' ادهر اودهر نگاه دوڑائي ' کهانے پینے کي کوئي چیز نظر نهیں آئي ' اوس نے تعجب کے ساتهه پوچها : " آپ اس فاقة مستي میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے هیں ؟ " حسین بن علي نے کها : " اگر میں مشاغل علمیه کو چهوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراهم هوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کها " نهیں " حسین بن علي نے کها " تو پهر وقت ضائع کرنے سے کیا فائده ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رهنا هي بهتر هے "

لیکن با اینهمه اُسکے زهد کي یه کیفیت تهي که عضد الدوله اوسکے لیے خوان شاهي سے طعام خاصه بهیجتا تها اور وه اوس میں سے ایک لقمه بهي منهه میں نهیں ڈالتا تها -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلي تها جو نگینه پر نام کهودا کرتا تها - ایک مرتبه ایک امیر کا خادم ایک نگینه لیکر آیا ' اوس نے نام کهودنے سے انکار کردیا - خادم نے کها : " اگر اجرت کم هے تو میں اس سے زیاده دیسکتا هوں " چنانچه اوس نے سو دینار تک اُجرت دینا چاهي ' لیکن ابو مسلم نے منظور نهیں کیا - یهاں تک که گهر میں سے اُسکي عورتوں نے پکارا : " تنگدستي سے هم سب کا برا حال هورها هے ' اس رقم سے انکار کردینا کسي طرح مناسب نهیں " لیکن اوسکا

اس واقعہ سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمر کا وہ خطبہ ہے جسمیں انہوں نے خلیفہ اور عام اہل ملک کے حقوق مالي کا ذکر کیا ہے :

انما انا و ما لکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت ، و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لکم علی ایها الناس خصال فخذوني بها ' لکم علی ان لا اجتبي شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ' ولکم علی اذا وقع في یدي ان لا یخرج مني الا في حقه ' ولکم علی ان ازید في اعطیا تکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص٦٧)

تمہارے مال کي اور میري مثال ایک یتیم کے مربي کیطرح ہے ' اگر میں مستغني ہونگا تو کچھہ نہ لونگا اور اگر محتاج ہونگا تو حسب دستور کچھہ کھالیکر لے لونگا - لوگو ! مجھپر تمہارے چند حقوق ہیں جنکا تمکو مجھسے مطالبہ کرنا چاهیے - مجھپر تمہارا حق ہے کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ جب میرے ہاتھہ تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے ہاتھہ سے بیجا طور سے نہ نکلے ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں -

الله الله ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتي ہے اور نہیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائي گئي تھي کہ اگر وہ اپنا حق مانگنا بھول جائیں تو خود پادشاہ وقت انکو یاد دلاے کہ تمہیں مجھسے مطالبہ کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضي الله عنہ کا بھي خود اپنے متعلق یہي طرز عمل تھا ' آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداري کا میلان ان سے ظاہر ہوا تو فوراً مسلمانوں کي ایک بڑي جماعت انکي طرف سے مشتبہ ہوگئي - حضرت علي علیہ السلام کا بھي بشدت اسي پر عمل تھا - عبد الله بن زمعہ نے جب ان سے بلا استحقاق کچھہ طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لي و لك و انما هــو في للمسلمین !

یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا ' یہ عام مسلمانوں کي آمدني ہے

(نہج البلاغۃ ص- ٩ ٣٨)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تھا تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے کہ بیت المال کا اسقدر روپیہ کیوں بیکار صرف کیا جا رہا ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکھنے کیلیے ایک خاص چراغ رکھتے تھے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تھا ' اور اپنے ذاتي مطالعہ کیلیے دوسرا چراغ رکھتے تھے جسمیں اپني ذاتي تنخواہ سے تیل ڈالتے تھے -

کیا ان واقعات کے بعد بھي اسمیں شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کا نظام دستوري یا جمہوري نہ تھا ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامہ کي کوئي قوم پیش کرسکتي ہے ؟ کیا تاریخ ماضي کے خزانہ میں اس سے بہتر کوئي نظیر موجود ہے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونہ مل سکتا ہے ؟

یہ تو مسلمانوں کي حکومۃ ماضیہ کا افسانہ تھا جو انکي مذهبي تعلیمات کي سطح پر ٹھیک تیرہ سو برس ہوے کہ قائم ہوئي تھي ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگي حاصل کي ہے ' اگر مذهبي احساس ان میں پھر پیدا ہوگیا ہے ' اگر جوهر و روح اسلام کے وہ پھر طالب ہیں ' تو دین کے بعد انکي سب سے پہلي کوشش دنیا کي صحیح سیاست کیلیے ہوني چاهیے ' کیونکہ اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکھا ہے - وہ ایک ہي حقیقت شرعي ہے - قران حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' ہمکو جس طرز سیاست کي آب و ہوا میں زندہ رکھنا چاہا ہے ' اوسي میں ہمارے لیے زندگي ہے ' اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تـاریخ مـعـتـزلـہ کا ایک ورق

نـظـائـر و امـثـال

(٢)

معتزلہ میں اگرچہ دعوۃ حق کي آخري منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقي ہي کو حاصل ہوا ' تاہم احتساب کي وہ خصوصیت جو کسي گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ' جاہ پرستي سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتي ہے ' اس فرقہ کے ہر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتي ہے -

محمد بن اسمعیل عسکري کي بے نیازي کا یہ عالم تھا کہ ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بھیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کي تاریخ زندگي کا روشن صفحہ ہوتے ہیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائي سے کہا : " میں ذرہ ہاے خاک کے برابر بھي اس خط کي وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچہ اس عسرت کے ساتھہ زندگي بسر کرتا تھا کہ وہ مستحقین زکوۃ میں داخل ہوگیا تھا ' تاہم جب اوس کو ایک بادشاہ نے دس ہزار درہم کا عطیہ دینا چاہا ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البتہ ایک دوست کے دو درہم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکي وجہ پوچھي - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس ہزار کي ضرورت ہے ' وہ مجھہ سے زیادہ اوسکے مستحق تھے - میري ضروریات کیلیے یہ دو درہم کافي ہیں "

ابوبکر محمد بن ابراہیم کو ایک بادشاہ نے عطیہ لینے پر اسقدر مجبور کیا کہ اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹھوکوادیں - با اینہمہ اوس نے قبول نہیں کیا -

صلہ و عطیہ ہي کي خصوصیت نہ تھي ' بلکہ علماے حق کو ہر اوس چیز سے احتراز تھا جو سلاطین و امراء کي طرف منسوب ہوتي تھي - ابو عبد الله حسین بن علي کي فاقہ مستي اس درجہ تک پہنچ گئي تھي کہ ایک مرتبہ ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکھا تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تھا - ابو الحسن نے حجرے میں پاني ڈھونڈھا تو نہیں ملا ' ادھر اودھر نگاہ دوڑائي ' کھانے پینے کي کوئي چیز نظر نہیں آئي ' اوس نے تعجب کے ساتھہ پوچھا : " آپ اس فاقۃ مستي میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے ہیں ؟ " حسین بن علي نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیہ کو چھوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراہم ہوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علي نے کہا " تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رہنا ہي بہتر ہے "

لیکن با اینہمہ اُسکے زہد کي یہ کیفیت تھي کہ عضد الدولہ اوسکے لیے خوان شاہي سے طعام خاصہ بھیجتا تھا اور وہ اوس میں سے ایک لقمہ بھي منہہ میں نہیں ڈالتا تھا -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلي تھا جو نگینہ پر نام کھودا کرتا تھا - ایک مرتبہ ایک امیر کا خادم ایک نگینہ لیکر آیا ' اوس نے نام کھودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا ہوں " چنانچہ اوس نے سو دینار تک اُجرت دینا چاہي ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک کہ گھر میں سے اُسکي عورتوں نے پکارا : " تنگدستي سے ہم سب کا برا حال ہورہا ہے ' اس رقم سے انکار کردینا کسي طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دي - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ پادشاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپني دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشي کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھہ گیا - اسي حالت میں ایک دوست کي نگاہ پڑگئي ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسي بن صبیح نے بھي اسي اشتباہ کي بنا پر مرنے سے پہلے اپني تمام دولت لٹادي -

محدثین کرام کي سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کي خدمت پر کسي سے ایک حبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھي اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگي بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکي طلاقت لساني پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس ہي کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپني خوش بیاني پر معاوضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کي بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اُونہوں نے اس سے توبہ کي ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کي بنیاد متزلزل ہوجاتي ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہي سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتي رہتي ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے فرض کو پوري قوت و نفوذ کے ساتھہ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کي نگراني کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہي کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضي ابن ابي داؤد نے ابویعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور فضل بن مروان کي نگراني کي خدمت اوسکو تفویض کي - نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھہ رعایا کي ہر چیز کي طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کي سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکي مطلق العناني دفعتاً جاتي رہي -

(معتزلـہ کي علمي زنـدگي)

اسلام نے جو آزادي فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشي تھي ' اسکو مسلمانوں کي علمي ترقي ' اور خلفاے عباسیہ کي بے تعصبي نے اورزیادہ ترقي دیدي تھي - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادي کے ساتھہ اپنے مذہبي عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذہبي کتابوں کا کافي مطالعہ کیا تھا - ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تھي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تھي - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علي نے اسي غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کي اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھي -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کي طرف توجہ کي - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندي تھا جسکا پورا نام ابو الحسین احمد بن یحی ہے - وہ بعض ذاتي اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کي تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھي تھي جسکا نام واسغ تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیاتھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کي تھي جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کي ہجو میں بھي لکھي تھي - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروري ہي کي غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کي تائید میں بھي معاوضہ لیکر اُجرتي کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاری اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کي تائید کي تھي -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کي کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودي کے دامن میں پناہ لي اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکي تصنیفات کے رد میں معتزلہ کي مجموعي طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابو الحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کي تغلیط ابو ہاشم نے کي ' شیخ ابو علي ابو الحسین خیاط اور زبیدي نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکي چار ہي کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذہبي سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدني ترقیوں نے بغداد کو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کي لہروں کے ساتھہ مختلـــف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھي برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کي علمي بے تعصبي نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادي سے یہودي ' سوفسطائی ' ثنوی ' مجوسي ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تراکم اور زبان کي اس آزادي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھي سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میـــدان صرف معتزلہ ہي ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کي طرح محض علمي زور آزمائیاں نہیں ہوتي تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسي غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپني علمي طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلي سے پوچھا : " کیا کوئي چیز حواس خمسہ کے ادراک سے باہر بھي ہے ؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا ؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہي کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہي جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي ہوئي بات معلوم ہوتي ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

خود واصل کے پاس آیا ' اوس سے بالمشافہ بحث کي ' اور اس فرقۂ الحاد کے تمام لوگ مسلمان هوگئے !

ابو الهذیل علاف سرگروہ معتزلہ کو مناظرہ میں نہایت کمال حاصل تھا ' وہ مخالف کو چند فقروں میں بند کردیتا تھا - بالخصوص مجوس اور فرقۂ ثنویہ کے ساتھہ جو مناظرے کیے هیں ' وہ خاص طور پر شہرت رکھتے هیں - انہي مناظروں کے اثر نے تین هزار آدمیوں کو اوسکے هاتھہ پر مشرف باسلام کرایا !

معتزلہ کے مناظروں کا عام اثر اسلیے هوتا تھا کہ وہ هر شخص کو مقالي گورکھہ دھندوں میں پھنسانا نہیں چاهتے تھے ' بلکہ اکثر سیدھا سادھا جواب دیدیتے تھے ' جو معترض کے دل میں اتر جاتا تھا - ایک مرتبہ ابوالہذیل کے پاس ایک آدمي آیا اور کہا : " مجھے قران مجید کي بعض آیتوں میں شبہہ ہے اسکو حل کرنا چاهتا هوں - لوگوں نے اس غرض کے لیے آپ هي کا نام بتایا هے " ابوالہذیل نے پوچھا " آپ کو کیا شبہہ هے ؟ " اس نے کہا : " مجھے قران کي بعض آیتیں متناقض اور بعض اصول عربیت کے مخالف معلوم هوتي هیں " ابو الہذیل نے کہا " میں ان میں سے هر ایک کا الگ الگ جواب دوں یا ایک عام تقریر کردوں جو سب کا جواب هو جاے " اس نے کہا " ایک کلي جواب بہتر هوگا " ابو الہذیل نے کہا :

" آپ کو یہ معلوم هے کہ آنحضرت شرفاے عرب میں سے تھے ' اور انکي زبان مستند ماني جاتي تھي - آپ یہ جانتے هیں کہ آنحضرت کا شمار عقلاے عرب میں کیا جاتا تھا - آپ سے یہ بھي مخفي نہیں کہ اهل عرب نے آنحضرت سے مناظرے کیے ' آپ کو ان کوششوں کا بھي علم هے جو اهل عرب نے آپ کي تکذیب میں کیں ' تو کیا ایک معمولي درجہ کے آدمي کے بہکانے سے آپ انلوگوں کے اقوال کو چھوڑدیتے هیں جو عربي لغت کے سب سے بڑے ماهر تھے ؟ اور جنھوں نے بہت سے مناظروں کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا ؟ "

اس نے اسي وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان هوگیا -

فن مناظرہ میں سب سے زیادہ ضرورت انتقال ذهني اور قوت حافظہ کي هوتي هے - ابوالہذیل کا حافظہ اس قدر قوي تھا کہ اسنے ایک مجلس مناظرہ کے اندر سات سو عربي اشعار استشہاد میں پیش کیے !

صالح بن عبد القدوس ایک مجوسي تھا اوس نے ایک مرتبہ مناظرہ میں دعوی کیا کہ " عالم هستي نور و ظلمت کي ترکیب سے پیدا هوا هے " ابو الہذیل نے سوال کیا کہ " ان دونوں کے امتزاج سے کوئي تیسري چیز پیدا هوئي ' یا نور و ظلمت کي حقیقت میں کوئي تغیر پیدا هوا ؟ " صالح نے کہا " نہیں عالم صرف نور و ظلمت کا نام هے ' امتزاج نے کوئي تیسري چیز نہیں پیدا کي " - ابو الہذیل نے کہا " اصول فلسفہ کي بنا پر دو متضاد عناصر کي ترکیب سے همیشہ ایک تیسري حقیقت پیدا هوتي هے ' اور اگر ترکیب و انضمام سے یہ حقیقت جدیدہ وجود میں نہیں آے تو سمجھنا چاهیے کہ وہ عنصر متضاد نہیں تھے ' بلکہ صرف ایک هي عنصر تھا - "

صالح ساکت هوگیا -

صالح اور ابوالہذیل میں همیشہ مجلس مناظرہ گرم رهتي - ابوالہذیل اوس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ هنسي مذاق میں بھي اوسکو زیر کردیتا تھا - ایک بار صالح کا ایک صغیر السن بچہ مرگیا ' ابو الہذیل اوسکي طرف سے گذرا تو نہایت افسردہ پایا - ابوالہذیل نے کہا " غم کي کیا بات هے ؟ آدمي تو تمہارے نزدیک صرف ایک سبزۂ روئیدہ هے " اوس نے کہا " مجھے صرف یہ افسوس هے کہ اوس نے میري کتاب الشکوک نہیں پڑھي " ابو الہذیل نے کہا " کتاب الشکوک کس فن کي کتاب هے ؟ "

صالح نے کہا " میںنے ایک کتاب لکھي هے جسکو پڑھ کر هر چیز میں شک پیدا هوجاتا هے " ابو الہذیل نے کہا " تو پھر اوسکا مرنا بھي مشکوک هے ' اور اس میں بھي شبہہ هے کہ اوس نے وہ کتاب پڑھي یا نہیں ؟ "

اسي ظریفانہ طریقہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد نے بھي ایک سوفسطائي کو بند کردیا تھا اور اوس نے اپنے عقائد سے توبہ کرلي تھي -

معتزلہ نے فن مناظرہ میں اسقدر شہرت حاصل کي کہ وہ اکثر مناظروں میں جج مانے جاتے تھے - مسئلہ نسخ شریعت میں ایک شخص نے کسي یہودي سے گفتگو کي اور بات اسقدر بڑھي کہ ابو القاسم معتزلي کو دونوں نے حکم مانا -

رفتہ رفتہ مناظرہ کا ذوق اسقدر عام هوگیا کہ خود خلفاء نے بھي اوس میں حصہ لیا اور دربار شاهي بھي مجلس مناظرہ بن گیا ' لیکن اس بزم کي شمع بھي معتزلہ هي تھے - ایک مرتبہ مامون الرشید نے ابو الہذیل علاف اور زاذان ثنوي سے مناظرہ کرایا ' سوء اتفاق سے جعفر برمکي مجلس مناظرہ میں شریک نہوسکا ' لیکن فرط شوق سے خود زاذان کے پاس پہونچا اور اس مناظرہ کے متعلق جو واقعات تھے اوسکي تصدیق کرني چاهي - زاذان نے کہا " یہ واقعات سچ هیں ' لیکن اسکا کیا علاج کیا جاے کہ تمہارے هي یہاں مجلس هوتي هے ' اور تمہارا هي بادشاہ اوسکا صدر نشین هوتا هے "

(هندوستان میں مجلس مناظرہ)

اب ان مناظروں کي شہرت بغداد سے نکل کر اقصاے هند تک پہونچي - چنانچہ بادشاہ هندوستان (سندھہ) نے هارون الرشید کو کہا کہ " آپ اس قوم کے بادشاہ هیں جو اپنے مذهب کو صرف تلوار کے ذریعہ سے پھیلانا جانتي هے ' لیکن اگر آپ کو اپنے مذهب کي صداقت پر اعتماد هے تو مناظرہ کیلیے ایک عالم کو بھیجدیجیے - اگر اب کا مذهب حق هوگا تو میں مسلمان هوجاؤنگا ' ورنہ آپ کو همارے مذهب میں داخل هونا پڑےگا " یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فقہاء کي مخالفتوں سے هارون الرشید نے معتزلہ کو بحث و مناظرہ سے روکدیا تھا ' بلکہ اکثر معتزلہ کو قید کردیا تھا ' اسلیے مناظرہ کیلیے ایک فقیہ کو بھیجنا پڑا - فقیہ موصوف جب بادشاہ هندوستان کے دربار میں پہونچے ' تو اوس نے نہایت تعظیم کي اور هندوستان کے تمام پنڈتوں کو جمع کیا -

مناظرہ شروع هوا تو ان میں سے ایک برهمن نے پوچھا : حقانیت کي کیا دلیل هے ؟ فقیہ موصوف نے ثوري ' سفیان ' شعبي ' اور ابن عون کے سلسلہ سے روایت شروع کي - برهمن خاموشي کے ساتھہ تمام روایتوں کو سنتا رہا ' جب وہ سلسلہ روایت ختم کر چکے تو اس نے کہا " جس شخص کي حدیثیں آپ نے سنائي هیں ' اسکے ثبوت پر کیونکر یقین کیا جا سکتا هے " ؟ عالم موصوف نے قرآن مجید کي چند آیتیں پڑھ دیں جن میں آنحضرت کو نبي اور پیغمبر کہا گیا تھا ' برهمن نے کہا " اسکا کیا ثبوت هے کہ یہ خدا کا کلام هے ؟ ممکن هے کہ پیغمبر نے اسکو خود هي گڑھہ لیا هو " اب وہ بالکل خاموش هوگئے - اوسنے اصول اسلام کو چھوڑ کر علم کلام کے ایک خاص مسئلہ پر گفتگو شروع کي - اسنے پوچھا : کیا تمہارا خدا قادر هے ؟ انھوں نے کہا " هاں " اسنے کہا " تو کیا وہ اپنا مثل بھي پیدا کر سکتا هے " فقیہ موصوف نے جواب دیا " یہ تو علم کلام کا مسئلہ هے ' هملوگ اسکو بدعت سمجھتے هیں "

اب برهمن نے بادشاہ کي طرف مخاطب هوکر کہا " میں نے تو پہلے هي کہدیا تھا کہ مسلمانوں کي قوم ایک جاهل قوم هے ' وہ صرف تلوار کے ذریعہ سے اپنے مذهب کو پھیلا سکتي هے "

آل انڈیا محمڈن کانفرنس

اور دعوة اسلامي

اواخر نومبر میں اس عاجز نے صاحبزادہ آفتاب احمد خان جوائنٹ سکریٹري کانفرنس کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ اطلاع دي که وہ سالہاے گذشته کي طرح امسال بھي کانفرنس کے پروگرام میں میري تقریر کیلیے وقت رکھیں' اور میري تقریر کا موضوع "صراط مستقیم" ہوگا -

اس خط کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے جو خط لکھا ' اور اسکے جواب میں جو خط میں نے بھیجا ' ان دونوں کي نقل حسب ذیل ہے - میں بیمار ہوں ' اور اس اشاعت میں اسکے متعلق اور کچھہ نہیں لکھہ سکتا - آیندہ نمبر میں انشاء الله لکھونگا - یہ محض ایک شخصي مسئله نہیں ہے' بلکه کانفرنس کے اصول مباحث و مواعظ کا ایک عام سوال پیدا ہو گیا ہے' اور مسلمانوں کو معلوم کرنا چاھیے که اسکے احاطه کے اندر اسلام کي دعوة و تعلیم کیلیے گنجایش ہے یا نہیں ؟

(۱)

(صاحبزادہ صاحب کا خط)

میں گذشته پانچ ہفتوں میں والدہ صاحبه کي علالت اور اپنے جوان "بھوپت" بھانجے کي علالت اور انتقال کے سبب سے سخت پریشانیوں میں رہا ' اور نیز چونکه آپکے خط کے مضمون کے متعلق مجھکو جناب والا آنریري سکریٹري صاحب کانفرنس اور دیگر ممبروں سے مشورہ کرنا تھا ' اسلیے جواب میں دیر ہوئي - معاف فرمائیں -

آپکو معلوم ہے که اس کانفرنس کے وجود کا مقصد اور موضوع تعلیمي تحریک کي اشاعت اون اصول کے مطابق ہے جو سرسید علیه الرحمة نے قائم کي' اور جنپر علي گڈہ کي تحریک مبني ہے - پس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جو کچھہ بھي تعلیمي تجاویز پیش ہوں اور ارنکے متعلق جو کچھہ تقریریں ہوں' اون سب میں اصلي غرض کا ملحوظ رهنا لازمي امر ہے - کانفرنس میں جو تعلیمي مسایل یا مسلمانونکي تعلیمي ضرورتوں کے متعلق جو تجاویز پیش ہوں' اون سے اتفاق یا اختلاف کرنیکا ہر ایک ممبر کو حق ہے - لیکن کانفرنس کے وجود کا جو مقصد اور موضوع ہے' اوسپر کانفرنس کے پلیٹ فارم پر حمله کرنیکا کسیکو حق نہیں - اسقدر تمہید کے بعد اب میں آپکو آپکي وہ تقریر یاد دلاتا ہوں جو گذشته سال راولپنڈي کے اجلاس کانفرنس میں آپنے فرمائي تھي - اور جس میں آپنے فرمایا تھا که کانفرنس کي تعلیمي تحریک اس قسم کي ہے جیسے که کسي مردہ کو موم روغن کے ذریعه سے زندہ کرنیکي کوشش کرنا - اس سے مجھکو بحث نہیں که آپنے جس راے کا اظہار کیا تھا' وہ صحیح ہے یا کیا؟ لیکن یه میں ضرور عرض کرونگا که کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اس قسم کي تقریر قطعاً اون مقاصد کے منافي ہے جنکے لیے یه کانفرنس قائم ہے - سالہا سال کي کوشش کے بعد بڑي مشکلات کا سامنا کرکے راولپنڈي میں کانفرنس کا اجلاس اس غرض سے کیا گیا تھا که سرحد کے مسلمانونکو تعلیم کي طرف توجه ہو' اور شمال مغربي اضلاع میں جو اسلامي خطه ہے اور جو جہل کي تاریکي کیوجه سے نہایت پستي کي حالت میں ہے' اوس میں تعلیم کے ذریعه سے بیداري کے سامان پیدا ہوں - چنانچه حتی الامکان مختلف تحریکوں اور لکچروں کے ذریعه سے حاضرین کو تعلیمي تحریک کي طرف متوجه کرنے کي کوشش کي گئي تھي - لیکن آپنے آخري اجلاس میں جو تقریر فرمائي' اوس کا لازمي نتیجه یه تھا که جو اثر کانفرنس کے مقاصد کي تائید میں پیدا ہوا تھا ' وہ بہت کچھہ زایل ہوگیا - ایسي حالت میں سب سے اول یه امر صاف ہو جانا ضروري ہے که جس تعلیمي تحریک کي اشاعت کیلیے یه کانفرنس قائم ہے اور جن اصول کے مطابق اور جن مقاصد کیلیے سرسید علیه الرحمة نے اسکي بنا قایم کي ہے' ارنکو آپ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفید اور ضروري سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اور اونکو قوم میں مقبول عام کرانے کي کوشش کرنا کانفرنس کے ممبروں کا فرض تصور کرتے ہیں یا نہیں ؟ اس امر کي نسبت جواب آنے پر جناب کے اول خط کے متعلق جواب عرض کیا جاریگا - والسلام -

خاکسار : آفتاب احمد

(۲)

(خـط کا جـواب)

جس دن آپکا والا نامه پہنچا' اُسي دن سے نزلۂ و درد گلو میں مبتلا ہوں' تمام کام معطل ہیں - آج تھوڑي سي مہلت ملي تو سب سے پہلے جناب یاد آے -

افسوس ہے که مجھے اُن حوادث کي خبر نه تھي جنکا ذکر جناب نے آغاز خط میں کیا ہے' ورنه تاخیر جواب کیلیے کسي طرح اظہار شکایت نه کرتا - انا للہ و انا الیه راجعون' و عظم الله اجورکم بمصابکم -

میں آپکا شکرگذار ہوں که آپنے اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کردیے' اور اُن مصنوعي اور نمایشي عذرات سے بالکل کام نه لیا جو آجکل ایسے مواقع میں عموماً اخفاء اصلیت کیلیے کام میں لاے جاتے ہیں - یہي شان ایک مسلمان کي تمام معاملات میں

(بقیه مضمون صفحۂ ۲۸ کا)

بادشاہ سندہ نے ہارون الرشید کو لکھہ بھیجا که "میں نے اپ کے مذہب اور اپ کي قوم کے متعلق جو باتیں سني تھیں' انپر یقین نہیں کرتا تھا ' لیکن اج انکي تصدیق ہوگئي " ہارون الرشید کو یه خط پڑہ کے سخت رنج ہوا اور بے اختیار پکار اٹھا "کیا اب کوئي ایسا شخص نہیں رہا جو مذہب اسلام کي حمایت کرے ؟ " لوگوں نے کہا " ہاں ! اے امیر المومنین ! ایسے لوگ ہیں" مگر اسوقت انکي زبانیں بند کردیگئي ہیں' اور انمیں سے اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوے سڑرہے ہیں" ہارون الرشید نے علماء معتزله کو بلوایا اور اس مسئله کا جواب پوچھا - انہي لوگوں میں ایک لڑکا بھي تھا - اسنے کہا " یه سوال ہي صحیح نہیں' کیونکه ہر مخلوق حادث ہوتي ہے اور خدا قدیم ہے' اسلیے وہ اپنا مثل پیدا ہي نہیں کر سکتا - قدرت کا یہاں کوئي سوال نہیں ! "

ہارون الرشید اس جواب سے اسقدر خوش ہوا که اوسي لڑکے کو مناظرہ کیلیے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن لوگوں نے کہا که اور مسائل بھي پیش آئینگے - ایسے شخص کو بھیجنا چاھیے جو علم کلام کے تمام مسائل پر حاوي ہو - چنانچه اس غرض کیلیے معمر معتزلي کا انتخاب ہوا ' لیکن اوس برہمن نے جس نے فقیه موصوف کے ساتھه مناظرہ کیا تھا ' اپني رسوائي کے خوف سے راستے میں زہر دلوا دیا -

(استـدراک)

معتزله کے یه تمام حالات زیادہ تر قاضي ابوبکر یحیی کي تاریخ معتزله سے لیے گئے ہیں جسے پچھلے دنوں ڈاکٹر ارنلڈ نے شائع کیا تھا - بعض بعض واقعات مقریزي کي تاریخ مصر جلد دوم اور ابن خلکان وغیرہ سے بھي ماخوذ ہیں -

ہوني چاہيے - اگر ہم سب ايسا ہي کيا کريں تو نصف اندروني اختلافات کا خاتمہ ہوجائے -

ليکن جناب نے اپنے خط ميں (معاف فرمائيےگا) ترتيب مقدمات و طرز استدلال کے ايسے متعدد مسامحات جائز رکھے ہيں جنکي وجہ سے مجھے عرض جواب ميں بڑي ہي مشکل پيش آگئي ہے - اگر ان امور کي نسبت لکھتا ہوں' تو صفحوں کے صفحے چاہيئيں' مگر نہ مجھے اسکي مہلت نہ آپکو - اعراض کرتا ہوں تو جو خلط مبحث آپنے کرديا ہے' وہ کسي مقصود کو صاف و واضح نہيں ہونے ديتا - ايک چيز آپکي اور آپکے ہم خيال بزرگوں کي خواہش ہے' اور ايک چيز اسي کام کے اصول و مقصد اور شرائط وغيرہ کا مسئلہ - کچھہ ضروري نہيں کہ پہلي چيز کي بنياد ثاني الذکر ہي پر رکھي جائے - آپ اگر دونوں مسئلوں کو الگ رکھتے تو بات زيادہ صاف اور روشن تھي -

آپ نے ايسي تعجب انگيز غلطي کي ہے جبکہ خود ہي ايک مقدمہ قائم کيا ہے اور قبل اسکے کہ مخاطب اسے تسليم کرے ' يا اسکا مقدمۂ مسلمہ ہونا ثابت ہوجاے ' پوري شکل بھي قائم کرلي ہے اور پھر نتيجہ بھي نکال ليا ہے ؟

آپ لکھتے ہيں کہ " کانفرنس کا موضوع تعليمي ہے" يہ بالکل ٹھيک ہے اور اسکا نام ہي اسکے ليے شاہد :

گواہ عاشــق صادق در آستيں باشــد !

ليکن اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ "ان اصولوں کے مطابق جو سرسيد مرحوم نے قائم کيے " گذارش ہے کہ مقدمہ کا يہ ٹکڑہ کہاں سے ماخوذ ہے ؟ ميں اسے تسليم نہيں کرتا - کانفرنس کے مقاصد کي فہرست ' دفعات و قواعد' شرائط و ضوابط ' عہد اولي کي مجلسيں' ارکان اساسي کي تحريريں' خود سيد صاحب کي تقرير جو انہوں نے علي گڈہ کے دونوں جلسوں اور لکھنؤ ميں کي ' نيز اسکي تمام رپورٹيں ' يہ تمام ذخيرہ موجود ہے - ميں بہت ممنون ہونگا اگر آپ انسے ثابت کردکھائيں کہ خود سيد صاحب مرحوم نے يہ کہاں لکھا ہے ؟ اور کانفرنس کي تقريروں کے متعلق يہ فيصلۂ امر و نہي کس نے قرار ديا ہے ؟

بلا شبہ سر سـيد مرحوم اسکے باني تھے' ليکن باني ہونے سے يہ کہاں لازم آتا ہے کہ مسئلۂ تعليم کو انہوں نے ايک خاص اصول کے ماتحت کرکے کانفرنس کے حوالے کرديا ہے' اور اب اسکے پليٹ فارم پر اسکے ايک حرف سے بھي انحراف و اختـلاف جائز نہيں ؟

قرآن حکيم سے ہمارے مجتہدين و فقہاء مسائل کا استخراج کيا کرتے ہيں - اس استخراج و استنباط کي انہوں نے متعدد قسميں قرار دي ہيں - ايک يہ کہ صاف صاف کسي آيت ميں کوئي حکم ہو اسکو " صـراحـة الـنص " کہيں گے - ايک يہ کہ صاف صاف حکم نہو ' ليکن اور طرق بيان سے دلالت ہوتي ہو يا اشارہ کيا گيا ہو' تو اسکے ليے " دلالة الـنـص " اور " اشارة الـنـص " وغيرہ اصطلاحات قائم کي ہيں -

آپکے ليے بھي يہ دروازہ باز ہے - صراحة النص کا تو اصلي مطالبہ ہے' ليکن خير' دلالة النص ہي سہي - کسي نہ کسي طرح يہ واضح کرديجيے کہ جناب کا پيش کردہ اعتقاد فلاں نص سرسيد سے ماخوذ ہے -

يا للعجب ! آپ لوگ فخر کرتے ہيں اگر ايک نصراني کانفرنس کے پليٹ فارم پر آکر بہت سي ايسي باتيں کہہ جاے جو آپکے عقائد و اغراض کے بالکل ضد ہوں' ليکن آپ لوگونکا اعتقاد يہ ہے کہ کوئي مسلمان اختلاف نہيں کرسکتا ؟

پھر کيا آپکو ياد نہيں رہا کہ آپکا يہ مقدمہ کس طرح ہميشہ پامال کيا جاچکا ہے' اور کتني نظيريں اسکے ليے مخالف و ضد موجود ہيں ؟

کيا بمبئي کانفرنس کے پريسيڈنٹ مسٹر بدرالدين طيب جي نہيں بنائے گئے جو يکسر علي گڈہ کي تحريک ہي کے مخالف تھے ؟ کيا انہوں نے اپنے اختتامي ايڈريس کے اندر وہ کچھہ نہ کہا جو سر سيد مرحوم کے مشن اور عقائد و اصول تعليم کے سرتا سر خلاف تھا؟ انسے يہ شرط نہيں کرائي گئي تھي !

سر سيد مرحوم پردۂ نسواں کے کسقدر اشد شديد حامي تھے ؟ اور خارجي تعليم نسواں کے داعيوں پر کيسے غضب ناک ہوجاتے تھے ؟ حتی کہ مير ممتاز علي کے رسالہ حقوق نسواں کو پھاڑ کر ردي کے ٹوکرے ميں ڈالديا تھا ' ليکن آپکے پيشرؤں نے مسٹر طيب جي کو صدر بنايا' اور انہوں نے پردہ کي علانيہ مخالفت پريذيڈينشل ايڈريس ميں کي -

پھر دوسري دھلي کانفرنس کي صدارت کيليے سر آغا خاں لاے گئے ' انہوں نے مسلمانوں کے تنزل کے جو اسباب اساسي بتلاے ' ان ميں عورتوں کا پردہ بھي تھا - کيا يہ سر سيد کے عقائد کے خلاف نہ تھا ؟

اسي پونا کانفرنس کا صدر آپنے جسٹس عبد الرحيم کو بنايا ہے جو سر سيد کے بہت سے بنيادي اصولوں ہي کے مخالف ہيں- کيا انسے بھي آپنے يہ مقدمہ طے کرا ليا ہے ؟ آپکو معلوم ہے کہ وہ ايڈريس ميں کيا کہيں گے؟ آپکو معلوم نہيں مگر مجھے معلوم ہے -

مدراس کانفرنس کا صدر ايک مسيحي عہدہ دار (جسٹس اتم) تھا - اس مقدمہ کا اثر زيادہ سے زيادہ يہ ہے کہ سر سيد مرحوم کے مذہب تعليم سے انحراف نہو - ليکن ايک مسيحي شخص کے متعلق تو يہ سوال بھي پيدا ہوسکتا تھا کہ کہيں وہ نفس اسلام کے خلاف کوئي بات نہ کہدے - آپ تو اسوقت اس جگہہ پر نہ تھے' ليکن مرحوم محسن الملک کے کاغذات ميں اس اقرار نامے کي نقل تلاش کيجيے جو انہوں نے جسٹس موصوف سے کرايا تھا !

پہلي لکھنؤ کانفرنس ميں تو خود سر سيد مرحوم نے مرحوم سجاد حسين ايڈيٹر اودہ پنچ سے يہ مقدمے طے نہ کيا ' حالانکہ بڑي ضرورت اس مقدمے کي اس وقت تھي- معلوم نہيں آپکو وہ واقعات معلوم ہيں يا نہيں ؟

معاف فرمائيگا' آپنے يہ ايک اصولي سوال چھيڑ ديا ہے' اور اسکے معني يہ ہيں کہ آل انڈيا کانفرنس جسکو تمام مسلمانوں کي نيابت دي جاتي ہے ' اپنے پليٹ فارم کيليے ايک خاص مذہب رکھتي ہے' اور جو اسکے خلاف راے رکھتا ہو' اسے وہاں قدم رکھنے کا حق نہيں - يہ کانفرنس کا ايک خطرناک اقفال ہے' اور ضروري ہے کہ ايک بار اس مسئلہ کو پبلک کے سامنے ٹھيک ٹھيک فيصل کرليا جاے - آجتک کسي کو بھي اسکا خيال نہيں ہوا تھا -

(۲) بہر حال يہ تو آپکا مقدمہ ہے - رہي اصلي حقيقت تو يہ بھي صحيح نہيں کہ ميں نے راولپنڈي کانفرنس ميں کانفرنس کے مقاصد کو سامنے رکھکر اسکا رد کيا تھا - بلکہ اسکا مقصد عام طور پر مسئلۂ دعوة و اصلاح کا مبحث تھا ' اور يہ دکھلانا مقصود تھا کہ مسلمانوں کي ہر دعوة کو اصولاً مذہبي ہونا چاہيے' اور اسيکے واسطہ سے تعليم بھي پھيلاني چاہيے' يہ نہيں ہونا چاہيے کہ مذہب سے الگ ہوکر ايک مستقل تعليمي دعوت قرار دي جاے ' جسميں کبھي کاميابي نہيں ہوسکتي -

نيز يہ کہ اسلام ميں "تعليم" کي کوئي علحدہ دعوة نہيں ہے - اسکي دعوة ايک ہي ہے' اور اسي کے اندر سب کچھہ موجود ہے -

ليکن معاف فرمائيگا ' يہ جو کچھہ کہا گيا ' اسکو آپ حضرات بالکل نہيں سمجھہ سکتے' بلکہ قديم و جديد جماعتوں ميں آج کوئي گروہ ايسا موجود نہيں ہے جو اس حقيقت کا صحيح اندازہ شناس اور محرم

و خبر دار هو - گذشته صدي کے تمام مسائل اصلاح و دعوۃ میں سے آپ حضرات کو صرف سر سید مرحوم هي کي تحریک کا حال معلوم ہے - اسکے استغراق سے مہلت نہیں - آپ کو کیا معلوم کہ یہ مسئلہ " تحریک جدید " و " دعوۃ تعلیم جدید " (متعلق اهل اسلام) خود ایک موضوع مستقل هوگیا ہے ' اور گذشتہ صدي کے اندر تمام عالم اسلامي نے اسپر نظر ڈالي ہے ' اور ایک وسیع لٹریچر اسکا موجود ہے - اسکے دیکھنے سے ایک شخص اُن تمام مشارب و مذاهب و طرق و اسالیب کو معلوم کر سکتا ہے جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتے هیں ' اور اسلام کي دیني تعلیمات اور مسلمانوں کے قومي خصائص و مقومات کے علم صحیح کا اسپر اضافہ کرکے حقیقت شناسي کے طرف قدم اُٹھا سکتا ہے - میرے گذشتہ دس سال کے لیل و نہار ' سفر و حضر ' صحت و مرض ' هر حال کے مطالعۂ دائمي کا ایک خاص موضوع یہ چیز بهي رهي ہے - آپکو سنکر تعجب هوگا کہ مختصر رسائل و اخبارات و مجلات عالم اسلامي کے سوا ' خاص اسي موضوع پر کم از کم پچاس کتابیں میري نظر سے گذري هیں ' جنکے وجود کا بهي خبر داران هند کو علم نہیں - پهر اسکے ساتهہ هي الحمد للہ میں نے اس بارے میں ایک مجتہدانہ بصیرۃ پائي ہے ' اور اسلامي تاریخ کے استقرائي نتائج نے میري مدد کي ہے ' اور قرآن و سنۃ نے صحیح دلائل و براهین کے ساتهہ بتلایا ہے کہ اس مسئلہ کي صحیح و سعید راہ کیا ہے ؟ واللہ یهدي من یشاء الی صراط مستقیم -

پس اس بارے میں میرا تخاطب آپ حضرات سے نہیں ہے ' اور نہ میں اس بارے میں آپ حضرات سے کچهہ کہنا چاهتا هوں - یہ موضوع دوسرا ہے ' اور اسکي کائنات اُس دنیا سے بالکل مختلف ہے جسمیں آپ لوگ بستے هیں - موجودہ مسئلہ سے اسکا کوئي تعلق نہ تها ' اور یہ بالکل بے سود تها کہ آپنے اپني خواهش کو کانفرنس کے ایک اصول کي شکل میں پیش کردیا -

آپ لوگوں کا دعوا ہے کہ آپ سر سید مرحوم کے مشن کے داعی هیں - سرسید کا بڑا کارنامہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے تقلید کا قلع و قمع کیا اور اجتہاد راے کا دروازہ کهولنا چاها - لیکن آپ لوگ خود هي ایک بدترین تقلید اعمي میں گرفتار هوگئے هیں ' اور یہ تقلید اُس تقلید سے هزار درجہ افسوس ناک ہے جو مقلدین فقہ هدایہ یا مقلدین تفسیر جلالین و مدارک کي بیان کي جاتي ہے - تاهم میں اس بارے میں کچهہ نہ کہونگا ' کیونکہ کہنا بیکار ہے - " تقلیـد " کا پہلا خاصہ یہ ہے کہ سوال کا جواب نہیں ملسکتا :

و لکن لا حیـاۃ لمن تنـادي

(۳) بهر حال آپنے میرے شخص خاص کے معاملے کو کانفرنس کا اصولي مسئلہ بناکر ایک اهم بحث چهیڑ دي ہے ' جسکو اگر صاف نہ کیا گیا تو کانفرنس کے دروازوں پر مسلمانوں کیلیے قفل چڑهادیے جائینگے - اسکا صاف کرنا تو اب ناگزیر هوگیا ہے - لیکن ان دو چار دنوں کے اندر آپکے لیے کچهہ ضروري نہیں ہے کہ ایک شخصي معاملے کو کسي اصول موضوعہ کے حوالے کرکے الگ هوجائیں -

(۴) سر دست اس مسئلہ کو یوں صاف کیا جاسکتا ہے کہ آپ مجهسے شخصاً دریافت کر لیں کہ آیندہ کانفرنس میں کس موضوع پر تقریر کرونگا ؟ اور پهر اس سے اندازہ کرلیں کہ یہ تقریر کیسي هوگي ؟

میں نے پہلے آپکو لکها تها - اب بالتشریح لکهتا هوں کہ میري تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " هوگا - اسکي تشریح ' اور وہ بیانات جو قرآن حکیم نے صراط مستقیم کے متعلق کیے هیں ' اس موضوع کے کسي حصہ کو نہ تو سر سید کے تعلیمي مشن سے کوئي تعلق ہے اور نہ کچهہ اسکي بحث ہے - یہ ایک خالص مذهبي موضوع ہے اور از سرتا پا قرآن و سنۃ سے متعلق -

(۵) الحمد للہ کہ خدا نے هندوستان کے هر گوشہ کو میري آواز کي پذیرائي کیلیے آمادہ کردیا ہے اور هر جگہ هزار ها دل پیدا کردیے هیں جو میري هر آواز کے استقبال کیلیے مستعد هیں - و اما بنعمۃ ربک فحدث - کوئي روک جو آپ حضرات اسکے لیے پیدا کریں ' سودمند نہیں هوسکتي ' اور گیند کي قوت جذب کا فعل جس قوۃ سے هوتا ہے ' اتني هي طاقت سے قوۃ دفع جواب بهي دیتي ہے - راولپنڈي میں خود آپ لوگوں نے میري مخالفت کرکے پبلک کو اپنے سے بدظن کرایا ' اور پهر اسکے نتائج لازمي هیں - علی الخصوص پونا کو تو میں آپسے زیادہ جانتا هوں - کانفرنس کا پنڈال آپ مجهپر بند کرکے دیکهہ لیں ' میں کسي اور گوشے میں خدا اور اسکے رسول کا پیام مسلمانوں کو پہنچا سکتا هوں - میرا ذاتي نقصان اس سے کچهہ نہوگا ' اور اگر کوئي شخص اس حماقت میں گرفتار ہے کہ کانفرنس کا پلیٹ فارم میرے لیے ایک بہت هی بڑي عجیب و غریب دولت ہے جس سے محروم هوکر لٹ جاؤنگا ' تو اُسکي حماقت بہت هي افسوس ناک ہے - اگر آپ لوگ سمجهتے هیں کہ کانفرنس میں میري تقریر روک کر کوئي بڑي کامیابي حاصل کر سکتے هیں ' تو بسم اللہ ' اسکا بهي تجربہ هو جاے ' جیسا کہ چار پانچ سال سے بیسیوں تجربے آپ لوگ کرچکے هیں - مجهے اللہ اور اسکے رسول کي ان تعلیمات کو کہنا ' لکهنا ' مدون کرنا ہے ' جنکو میري بصیرۃ حق سمجهتي ہے ' اور میرا معاملہ اب وهاں تک پہنچ گیا ہے کہ اب لوگوں کے یہ ارادے اسکے لیے بالکل خارج از بحث هیں - مولوي نذیر احمد مرحوم کا ترجمۃ القرآن آپکے پاس شاید هوگا - اسمیں سورہ جن کو نکالیے اور کسي وقت فرصت ملے تو اس آیت پر غور کیجیے :

و انہ لما قام عبد اللہ یدعوہ ' کادوا یکونون علیہ لبدا -

مختارات

الحـــرب فـی الاســلام

تاریخ اسلام اور نظام فوجي

البـــلاغ نمبر ۳ میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع ہوا تھا ' جو زیادہ تر جارج زیدان ایڈیٹر الهـــلال قاہرہ کے مضامین سے ماخوذ تھا - اسمیں ظاہر کیا گیا تھا کہ حجاج بن یوسف (عہد عبد الملک اموي) تک مسلمانوں کا تمدن فوجي نظام سے محروم تھا ' حجاج نے سب سے پہلے ایک با قاعدہ نظام کي بنیاد ڈالي اور رومي نظام سے اصول و قواعد اخذ کیے -

اس مضمون کے ساتھہ ہم نے ایک مختصر نوٹ لکھا تھا' اور اس خیال کي تغلیط کرتے ہوے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعتوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کرینگے -

ہم نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کا فوجي نظام نہ تو عبدالملـک اموي کے زمانے میں قائم ہوا' اور نہ حجاج بن یوسف کو اسمیں کچھہ دخل ہے - خلافۃ راشدہ کے ابتدائي دور ہي میں اسکي باقاعدہ بنیاد پڑ گئي تھي' اور قدماء مورخین کے علاوہ کتب حدیث کے ضمني اشارات و آثار سے بھي اسپر روشني پڑتي ہے -

اسی اثناء میں ہمیں معلوم ہوا کہ شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم نے الفاروق میں ایک مستقل عنوان سے اسپر نظر ڈالي ہے' اور تمام شواہد و واقعات جمع کردیے ہیں - الفاروق کے دیکھنے سے اس خیال کي پوري تصدیق ہوئي - فی الحقیقـت جس وسعت و تحقیق کے ساتھہ انہوں نے اس بحث کو لکھدیا ہے' اسپر سوا چند حدیث الطبع کتابوں کے شواہد اور بعض آثار صحابہ کے' اور کچھہ اضافہ نہیں ہوسکتا -

ہمارا عرصہ سے خیال تھا کہ " مختارات " کے عنوان سے ایک نیا باب رسالہ میں بڑھایا جاے - اسکا مقصد یہ ہو کہ بعض اہم اور رفیع مصنفات کے مفید مقامات و ابواب اقتباس و تہذیب کے بعد درج کیے جائیں - صدہا کتابیں ہیں جو شائع ہو چکي ہیں ' لیکن عام و سرسري نظر و مطالعہ کي رو میں انکے اہم مقامات بھي بہہ گئے ہیں - ضرورت ہے کہ انہیں از سر نو ابھارا جاے اور بعنوان مناسب ملک کے سامنے پیش کیا جاے -

غیر مطبوعہ مصنفات کے مفید ابواب و حصص بھي اسمیں درج کیے جاسکتے ہیں ' اور عربي و انگریزي کتب کے تراجم و منقولات اسکا اصلي موضوع ہے -

چنانچہ " مختارات " کے باب کو اس اشاعۃ سے شروع کیا جاتا ہے' اور سب سے پہلے الفاروق کے اس حصہ کو شائع کرتے ہیں - الہـلال و البـلاغ کي تحریر و تصنیف کي تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسي اُردو کتاب کا کوئي حصہ اُسمیں نقل کیا گیا ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ موجودہ عہد کي کسي کتاب سے کوئي چیز نقل کي گئي ہے - لیکن امید ہے کہ موضوع کي اہمیت اور منقول عنہ کتاب کي واقعي وقعت اسي کي مستحق تصور کي جائیگي

(عرب جاهلیۃ اور نظام فوجي)

عرب میں شاہان یمن وغیرہ کے یہاں فوج کا کوئي منتظم بندوبست نہیں تھا - اسلام کے آغاز تک اِسکي ضرورت ہي نہیں پیش آئي' حضرت ابوبکر کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا ' وہ سب لوگوں پر دس دس روپے کے حساب سے تقسیم کردیا گیا - دوسرے سال آمدني زیادہ ہوئي تو یہ تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئي ' لیکن نہ تو فوج کي کچھہ تنخواہ مقرر ہوئي ' نہ اہل فوج کا کوئي رجسٹر بنا ' اور نہ کوئي محکمہ جنگ قائم ہوا -

حضرت عمر رض کي اوائل خـلافت تک بھي یہي حال رہا' لیکن سنہ ۱۵ ہجري میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر منتظم اور باقاعدہ کردیا کہ اُسوقت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے -

(حضرت عمر کا فوجي نظام)

حضرت عمر کے توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں - عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ جو بحرین کے حاکم مقرر کیے گئے تھے' پانچ لاکھہ درہم لیکر مدینہ میں آئے' اور حضرت عمر کو اس کي اطلاع دي - پانچ لاکھہ کي رقم اُس وقت اسقدر اعجوبہ چیز تھي کہ حضرت عمر نے فرمایا : خیر ہے ! کہتے کیا ہو ؟ اُنہوں نے پھر پانچ لاکھہ کہا - حضرت عمر نے فرمایا : تم کو گنتي بھي آتي ہے ؟ ابوہریرہ نے کہا ہاں ! یہ کہکر پانچ دفعہ لاکھہ لاکھہ کہا - حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوریٰ منعقد کي' اور راے پوچھي کہ اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جاے ؟ حضرت علي' حضرت عثمان' اور دیگر صحابہ نے مختلف تجویزیں پیش کیں - ولید بن ہشام نے کہا کہ میں نے شام کے والیان ملک کو دیکھا ہے کہ اُن کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے - حضرت عمر کو یہ راے پسند آئي اور فوج کي اسم نویسي اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا -(۱) ایک اور روایت میں ہے کہ راے دہندہ نے سلاطین عجم کا حوالہ دیا' اور یہي روایت قرین قیاس ہے' کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اس کا نام دیوان رکھا گیا ' اور یہ فارسي لفظ ہے - دبستان ' دبیر' دفتر' دیوان' سب ایک مادہ کے الفاظ ہیں جنکا مشترک مادہ " دب " ایک پہلوي لفظ ہے' جسکے معنے نگاہ رکھنے کے ہیں -

(تمام ملک کو فوج بنانا)

بہر حال سنہ ۱۵ ہجري میں حضرت عمر نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قائم کرنا چاہا - اس باب میں اُن کي سب سے زیادہ قابل لحاظ جو تجویز تھي' وہ تمام ملک کو فوج بنانا تھا - اُنہوں نے اس مسئلے کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک قدرتي سپاہي ہے' باقاعدہ طور سے عمل میں لانا چاہا - لیکن چونکہ ابتداء میں ایسي تعمیم ممکن نہ تھي' اسلیے اول قریش اور انصار سے کام شروع کیا - مدینہ منورہ میں اُسوقت تین شخص بہت بڑے نساب اور حساب و کتاب

---

(۱) مقریزي صفحہ ۹۲ اور فتوح البلدان صفحہ ۴۴۹ .

کے فن میں استاد تھے : مخرمة بن نوفل' جبیر بن معطم' عقیل بن ابي طالب - علم الانساب عرب کا موروثي فن تھا' اور خاص کر یہ تینوں (۱) بزرگ اس فن کے لحاظ سے تمام عرب میں ممتاز تھے - حضرت عمر نے اُن کو بلاکر یہ خدمت سپرد کي کہ تمام قریش اور انصار کا ایک دفتر تیار کریں' جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ہو - اِن لوگوں نے ایک نقشہ بناکر پیش کیا' جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم' پھر حضرت ابوبکر کا خاندان' پھر حضرت عمر کا قبیلہ تھا - یہ ترتیب اُن لوگوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دي تھي - لیکن اگر وہ قائم رہتي تو خلافت خود غرضي کا آلہ بن جاتي - حضرت عمر نے فرمایا " یوں نہیں بلکہ آنحضرت کے قرابت داروں سے شروع کرو' اور درجہ بدرجہ جو لوگ جسقدر آنحضرت سے دور ہوتے گئے ہیں اسي ترتیب سے اُن کے نام آخر میں لکھتے جاؤ - یہاں تک کہ جب میرے قبیلے تک نوبت آے تو میرا نام بھي لکھو" اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلفاے اربعہ میں سے حضرت عمر کا نسب سب سے اخیر میں جاکر آنحضرت سے ملتا ہے - غرض اِس ہدایت کے موافق رجسٹر تیار ہوا' اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں : (۲)

تقسیم مراتب	تعداد تنخواہ سالانہ
جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے -	۵ - ہزار درہم
مہاجرین حبش اور شرکاے جنگ اُحد -	۴ - ہزار درہم
فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کي -	۳ - ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لاے -	۲ - ہزار درہم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے -	۲ - ہزار درہم
اہل یمن -	۴۰۰ - درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین -	۳۰۰ - درہم
بلا امتیاز مراتب -	۲۰۰ - درہم

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوے' اُن کي بیوي بچوں کي تنخواہیں بھي مقرر ہوئیں - چنانچہ مہاجرین اور انصار کي بیویوں کي تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اہل بدر کي اولاد ذکور کي دو دو ہزار درہم مقرر ہوئي - اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کي جو تنخواہ مقرر ہوئي' اُن کے غلاموں کي بھي وہي تنخواہ مقرر ہوئي' اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا ؟

جسقدر آدمي درج رجسٹر (۳) ہوے' اگرچہ سب درحقیقت فوج کي حیثیت رکھتے تھے' لیکن اُن کي دو قسمیں قرار دي گئیں :

(۱) جو لوگ ہر وقت جنگي مہمات میں مصروف رہتے تھے - گویا یہ فوج نظام یعني با قاعدہ فوج تھي -

(۲) جو لوگ معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے' لیکن ضرورت کے وقت طلب کیے جاسکتے تھے - اُن کو عربي میں "مطوعہ" کہتے ہیں اور آجکل کي اصطلاح میں اس قسم کي فوج کو والنٹیر کہا جاتا ہے - البتہ فرق اتنا ہے کہ آجکل والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے -

فوجي نظم و نسق کا یہ پہلا دیباچہ تھا' اور اسوجہ سے اسمیں بعض بے ترتیبیاں بھي تھیں - سب سے بڑا غلط مبحث یہ تھا کہ فوجي تنخواہوں کے ساتھہ پولیٹکل تنخواہیں بھي شامل تھیں اور دونوں کا ایک ہي رجسٹر تھا - لیکن رفتہ رفتہ یعني سنہ ۲۱ ھ میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر مرتب اور منتظم کردیا کہ غالباً اس عہد تک کہیں اور کبھي نہیں ہوا تھا - چنانچہ ہم ایک ایک جزئي انتظام کو اس موقع پر نہایت تفصیل سے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ عرب کے ابتداے تمدن میں انتظامات فوجي کي اسقدر شاخیں قائم کرنا اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتب اور با قاعدہ ہونا اُسي شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا -

اس صیغے میں سب سے مقدم اور اُصولي انتظام کو ملک جنگي حیثیت سے مختلف حصوں کے اندر تقسیم کردینا تھا' - حضرت عمر نے سنہ ۲۰ ھ میں فوجي اور ملکي حیثیت سے ملک کي دو تقسیمیں کیں : ملکي اور فوجي - ملکي کا حال دیواني انتظامات کے ذکر میں گزر چکا - فوجي حیثیت سے چند بڑے بڑے مرکز قرار دیے جنکا نام (۱) " جند " رکھا' اور یہي اصطلاح آجتک قائم ہے - اُن کي تفصیل یہ تھي : مدینہ' کوفہ' بصرہ' موصل' فسطاط' مصر' دمشق' حمص' اردن' فلسطین - حضرت عمر کے زمانے میں فتوحات کي حد اگرچہ بلوچستان کے ڈانڈے سے مل گئي تھي' لیکن جو ممالک آئیني ممالک کہے جاسکتے تھے'

(۱) جاحظ نے کتاب البیان و التبیین (جلد دوم صفحہ - ۳۷ مطبوعہ مصر) میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب و اخبار کے حافظ تھے' مخرمہ بن نوفل' ابوالجہم' حویطیب بن عبد العزي' عقیل بن ابیطالب -

(۲) تنخواہوں کي تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں - میں نے کتاب الخراج صفحہ - ۲۴ و مقریزي جلد اول صفحہ ۹۲ و بلاذري صفحہ - ۴۴۸ و یعقوبي صفحہ ۱۷۵ و طبري صفحہ ۲۴۱۱ کے بیان کو حتی الامکان مطابق کرکے لکھا ہے -

(۳) اس موقع پر ایک امر نہایت توجہ کے قابل ہے - وہ یہ ہے کہ بہت سے ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے تمام عرب کي جو تنخواہیں مقرر کیں' اُسکو فوجي صیغے سے چنداں تعلق نہیں' بلکہ یہ رفاہ عام کي غرض سے تھا - لیکن یہ نہایت غلط خیال ہے' اولاً تو جہاں مورخوں نے اس واقعہ کا شان نزول بیان کیا ہے' لکھا ہے کہ ولید بن ہشام نے حضرت عمر سے کہا : " قد جیت الشام فرایت ملوکہا قد دونوا دیوانا و جنداً فاخذ بقولہ " یعني میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے

(پہلے کالم نمبر ۳ کا بقیہ نوٹ)

کہ وہ دفتر اور فوج رکھتے ہیں - آپ بھي دفتر بنائیے اور فوج مرتب کیجیے - چنانچہ حضرت عمر نے ولید کے قول پر عمل کیا - دوسرے یہ کہ جن لوگوں سے جنگي خدمت نہیں لیجاتي تھي اور قدیم جنگي خدمتوں کا استحقاق بھي نہیں رکھتے تھے' حضرت عمر اُنکي تنخواہ نہیں مقرر کرتے تھے - اسي بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتي تھي - فتوح البلدان میں ہے : " ان عمر کان لا یعطي اہل مکة عطاءاً ولا یضرب علیہم بعثا " یہي وجہ تھي کہ جب صحرا نشین بدوں نے حضرت ابو عبیدہ سے تنخواہ کي تقرري کي درخواست کي' تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب تک آبادي میں رہنے والوں کي تنخواہیں مقرر نہو جائیں' صحرا نشینوں کا روزینہ نہیں مقرر ہوسکتا - البتہ اسمیں شک نہیں کہ اول اول فوج کے رجسٹر میں اور بھي بہت سي قسم کے لوگ شامل تھے - مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کرلیتے تھے' یا کسي فن میں صاحب کمال تھے' لیکن استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ خلط مبحث جو بضرورت اختیار کیا گیا تھا' مٹتا گیا - چنانچہ اسي مضمون میں آگے اسکي بحث آتي ہے -

(۱) جند کي تحقیق کے لیے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲ مورخ یعقوبي نے واقعات سنہ ۲۰ - ہجري میں لکھا ہے کہ اس سال حضرت عمر نے فوجي صدر مقامات قائم کیے' لیکن مورخ مذکور نے صرف فلسطین' جزیرہ' موصل' اور قنسرین کا نام لکھا ہے' یہ صریح غلطي ہے -

وہ صرف عراق ' مصر ' جزیرہ ' اور شام تھے - چنانچہ اسي اصول پر فوجي صـدر مقامات بھي انھي ممالـک میں قائم کیے گئے - موصل جزیرہ کا صدر مقام تھا - شام کي وسعت کے لحاظ سے وھاں متعدد صدر مقام کرنے ضرور تھے' اس لیے دمشق ' فلسطین ' حمص ' اردن" چار صدر مقام قرار دیے - فسطاط کي وجہ سے جو اب قاھرہ سے بدل گیا ' تمام مصر پر اثر پڑتا تھا - بصرہ' کوفہ ' یہ دو شہر فارس ' خوزستان ' اور تمام مشرق کي فتوحات کے دروازے تھے

(بارکیں ' سواري ' اور رسد)

ان صدر مقامات میں جو انتظامات فوج کے لیے کیے تھے' حسب ذیل تھے :

(۱) فوجوں کے رھنے کے لیے بارکیں تھیں - کوفہ ' بصرہ' فسطاط ' یہ تینوں شہر در اصل فوج کے قیام اور بود و باش کے لیے آباد کیے گئے تھے - موصل میں عجمیوں کے زمانے کا ایک قلعہ' چند گرجے' اور معمولي مکانات تھے - ھرثمہ بن عرفتجہ ازدي (گورنر موصل) نے حضرت عمر کي ھدایت کے بموجب داغ بیل ڈال کر اسکو شہر کي صورت میں آباد کیا ' اور عرب کے مختلف قبیلوں کے لیے جدا جدا محلے بسائے -

(۲) ھر جگہہ بڑے بڑے اصطبل خانے تھے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ھر وقت ساز و سامان کے ساتھہ تیار رھتے تھے - یہ صرف اس غرض' سے مہیا رکھے جاتے تھے کہ دفعتاً ضرورت پیش آجاے تو ۳۲ - ھزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ھوجاے - (۱) سنہ ۱۷ - ھجري میں جزیرہ والوں نے دفعتاً بغاوت کردي تو یہي تدبیر کلید ظفر ٹھیري - ان گھوڑوں کي پرداخت اور تربیت میں نہایت اھتمام کیا جاتا تھا - مدینۂ منورہ کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اھتمام میں رکھا تھا - شہر سے چار منزل پر ایک چراگاہ (۲) تیار کرائي تھي' اور خود اپنے غلام کو جسکا نام ھني تھا ' اسکي حفاظت اور نگراني کے لیے مقرر کیا تھا - ان گھوڑوں کي رانوں پر داغ کے ذریعہ سے یہ الفاظ لکھے جاتے تھے ' " في سبیـــل اللـہ " (۳) کوفہ میں اسکا اھتمام سلمان بن ربیعة الباھلي کے متعلق تھا' جو گھوڑوں کي شناخت اور پرداخت میں کمال رکھتے تھے' یہاں تک کہ اُن کے نام میں یہ خصوصیت داخل ھوگئي تھي ' اور سلمان الخیل کے نام سے پکارے جاتے تھے - جاڑوں میں یہ گھوڑے اصطبل خانے میں رکھے جاتے تھے- چنانچہ چوتھي صدي تک یہ جگہ " آري " کے نام سے مشہور تھي جس کے معنے اصطبل خانہ کے ھیں' اور اسي لحاظ سے عجمي اسکو آخور شاہ جہاں کہتے تھے - بہار میں یہ گھوڑے ساحل فرات پر عاقول کے قریب شاداب چراگاھوں میں چراے جاتے تھے - سلمان ھمیشہ گھوڑوں کي تربیت میں نہایت کوشش کرتے تھے' اور ھمیشہ سال میں ایک دفعہ گھوڑدوڑ بھي کراتے تھے -

خاص کر عمدہ نسل کے گھوڑوں کو اُنھوں نے نہایت ترقي دي- اس سے پہلے اھل عرب نسل میں ماں کي پروا نہیں کرتے تھے - سب سے پہلے سلمان نے یہ امتیـاز قائم کیا - چنانچہ جس گھوڑے کي ماں عربي نہیں ھوتي تھي' اُسکو دوغلا قرار دیکر تقسیم غنیمت میں سوار کو حصے سے محروم کردیـتے تھے - (۱)

بصرہ کا اھتمام جزء بن معاویہ کے متعلق تھا جو صوبۂ اھواز کے گورنر رہ چـکے تھے -

(۳) فوج کے متعلق ھر قسم کے کاغـذات اور دفـتر اِنھي مقامات میں رھتا تھا -

(۴) رسد کے لیے جو غلہ اور اجناس مہیا کي جاتي تھیں' وہ اِنھي مقامات میں رکھي جاتي تھیں ' اور یہیں سے اور مقامات کو بھیجي جاتي تھیں -

(فوجي چھاؤنیاں)

اِن صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمر نے بڑے بڑے شـہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجي چھاؤنیاں قائم کیں' اور عرب کو تمام ممالـک مفتوحہ میں پھیلا دیا - اگرچہ یہ انکا عام اُصول تھا کہ جو شہر فتح ھوتا تھا' اُسي وقت ایک مناسب تعداد کي فوج وھاں متعین کردي جاتي تھي (۲) جو وھاں سے ٹلتي نہ تھي - چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے جب شام فتح کیا ' تو ھر ھر ضلع میں ایک ایک عامل مقرر کردیا جس کے ساتھہ ایک معتد بہ فوج رھتي تھي ' لیکن امن و امان قائم ھونے پر بھي کوئي بڑا ضلع یا شـہر ایسا نہ تھا جہاں فوجي سلسلہ قائم نہیں کیا گیا ھو-

سنہ ۱۷ ھجري میں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو اُن مقامات میں جہاں ملک کي سرحد دشمن کے ملک سے ملتي تھي' یعني دلوک' بنج' رعبان ' قورس ' تیزین ' انطاکیہ' وغیرہ (عربي میں اُن کو فروج یا ثغور کہـتے ھیں) ایک ایک شـہر کا دورہ کیا اور ھر قسم کا فوجي نظم و نسق اور مناسب انتظامات کیے - جو مقامات دریا کے کنارے پر واقع تھے اور بلاد ساحلیہ کہلاتے تھے (یعني عسقلان ' یافا ' قیساریہ ' ارسوف ' عکا ' صور ' بیروت ' طرسوس ' صیدا ' ایاس ' لاذقیہ) چونکہ رومیوں کي بحري طاقت کي زد پر تھے' اِس لیے اسکا مستقل جدا گانہ انتظام کیا ' اور اسکا افسر کل عبد اللہ بن قیس کو مقرر کیا - (۳) بالس چُونکہ غربي فرات کے ساحل پر تھا اور عراق سے ھم سرحد تھا ' اسلیے وھاں فوجي انتظام کے ساتھہ اسقدر اور اضافہ کیا کہ شامي عرب جو اسلام قبول کرچکے

---

(۱) تاریخ طبري صفحۂ ۲۵۰۴ میں ھے کان لعمر اربعـة الاف فرس" عدة لکون ان کان یشتیھا في قبلة قصر الکوفة - و بالبصرة نحو منھا - و قیمہ علیھـا جزء بن معاویة و فی کل مصر من الامصار الثمـانیة علی قدرھا - فان نابتھـم نایبة رکب قوم و تقدموا الی ان یستعد الناس -

(۲) حضرت عمر نے گھـوڑوں اور اُونٹـوں کي پرورش اور پرداخت کے لیے عرب میں متعدد چراگاھیں تیار کرائي تھیں - سب سے بڑي چراگاہ مقام ربذہ میں تھي جو مدینۂ منورہ سے ۴ - منزل کے فاصلے پر نجد کے ضلع میں واقع ھے - یہ چراگاہ دس میل لمبي اور اسیقدر چوڑي تھي - دوسري مقام ضریہ میں تھي جو مکہ معظمہ سے سات منزل پر ھے - اسکي وسعت ھر طرف سے چھہ چھہ میل تھي' اسمیں قریباً ۴۰ ھزار اونٹ پرورش پاتے تھے - ان چراگاھوں کي پوري تفصیل خلاصة الوفا باخبار دار المصطفی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ میں ھے -

(۳) کنز العمال جلد - ۶ - صفحہ - ۳۳۱ -

(۱) کتب رجال میں سلمان بن ربیعہ کا تذکرہ دیکھو -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ھے : و کان المسلمون کلما فتحوا مدینـة ظاھرة اوعند ساحل رتبوا فیھا قدر من یحتاج لھا الیہ من المسلمین - فان حـدث في شي منھا حـدث من قبل العدوسي بوالیھا الامداد - اور صفحۂ ۱۵ میں ھے : و ولي ابو عبیدة کل کورة فتحھا عاملا و ضم الیہ جماعة من المسلمین و شحـن النواحي المخوفة -

(۳) تاریخ طبـري صفحۂ ۲۵۲۳ - اصل عبارت یہ ھے : قسم عمر الارزاق و سمي الشـواتي و الصوایف و سـد فروج الشام و مسالحھا و اخذ یدور بھا' و سمي ذلک في کل کورة' و استـعمل عبد اللہ بن قیس علي السواحل من کل کورة -

تھے' آباد کیے - (١) سنہ ١٩ھ میں جب یزید بن ابي سفیان کا انتقال هوا تو اُن کے بھائي معاویہ نے حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو اطلاع دي کہ سواحل شـام پر زیادہ تیاري کي ضرورت ھے - حضرت عمر نے اُسي وقت حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کي نئے سرے سے مرمت کرائي جاے ' اور اُن میں فوجیں مرتب کیجائیں ' اِس کے ساتھہ تمام دریائي منظرگاھوں پر پہرہ والے تعینات کیے جائیں' اور آگ روشن رهنے کا انتظام کیا جاے (٢) -

اسکندریہ میں یہ انتـظام تھا کہ عمرو بن العاص کي افسري میں جسقدر فوجیں تھیں' اُس کي ایک چوتھائي اسکندریہ کے لیے مخصوص تھي ' ایک چوتھائي ساحل کے مقامات میں رھتي تھي ' باقي آدھي فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھہ فسطاط میں اقامت رکھتي تھي - یہ فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رھتي تھیں' اور ھر ایوان میں اِن کے ساتھہ ایک عریف رھتا تھا ' جو اُن کے قبیلہ کا سردار ھوتا تھا اور جسکي معرفت اُن کو تنخواھیں تقسیم ھوتي تھیں - ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع اُفتـادہ زمین ھوتي تھي (٣) -

سنہ ١٦ ھ میں جب ھرقل نے دریا کي راہ سے مصر پر حملہ کرنا چاھا ' تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجي چھاؤنیاں قائم کردیں - یہاں تک کہ عمرو بن العاص کي ماتحتي میں جسقدر فوج تھي' اُسکي ایک چوتھائي اِنھي مقامات کے لیے مخصوص کردی (٤) - عراق میں بصرہ و کوفہ اگرچہ خود محفوظ مقام تھے ' چنانچہ خاص کوفہ میں چالیس ھزار سپاھي ھمیشہ موجود رھتے تھے اور انتظام یہ تھا کہ ان میں سے دس ھزار بیروني مہمات میں مصروف رکھے جائیں (٥) ' تاھم اِن اضلاع میں عجموں کي جو فوجي چھاؤنیاں پہلے سے موجود تھیں' ازسرنو تعمیر کرکے فوجي قوت سے مضبوط کردی گئیں - حزیبہ اور زابوقہ میں سات چھوٹي چھوٹي چھاؤنیاں تھیں' وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں (٦) -

صوبۂ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجي چھاؤنیاں قائم کي گئیں' چنانچہ نہر تیری' مناذر' سواق الاھواز' سرق' ھرمزان ' سوس' بنیان ' جندی سابور' مہرجانقدق' یہ تمام مقامات فوجوں سے معمور ھوگئے (٧) - رے اور آذر بایجان کي چھاؤنیوں میں ھمیشہ دس ھزار فوجیں موجود رھتي تھیں -

---

(١) فتوح البلدان صفحۂ ١٥٠ میں ھے: و رتب ابو عبیدة ببالس جماعـة من المقاتلة ' و اسکنـها قوماً من العرب الذین کانوا بالشام فاسلموا بعد قدوم المسلمین الشام -

(٢) فتوح البلدان صفحۂ ١٢٨ میں ھے : ان معاویة کتب الي عمر بن الخطاب بعد موت اخیه یزید ' یصف له حال السواحل ' فکتب الیه في مرمة حصونها و ترتیب المقاتلة فیها و اقامة الحرس علی مناظرها و اتخاذ المواقید لها -

(٣) مقریزي جلد اول صفحۂ ١٦٧ میں ھے : و کان لکل عریف قصر ینزل فیه بمن معه من اصحابه و اتخذوا فیه اخاید -

(٤) دیکھو طبري صفحۂ ٢٥٩٤ و مقویزي صفحۂ ١٦٧

(٥) تاریخ طبري صفحۂ ١٨٠٥ میں ھے و کان بالکوفة اذاذاک اربعون الف مقاتل ' و کان یغزو ھذین الثغرین ری و آذربیجان ھم عشرة الاف في کل سنة - فکان الرجل نصیبه في کل اربع سنین غزوة -

(٦) فتوح البلدان صفحۂ ٤٥٠

(٧) طبري صفحۂ ٢٦٥٠ -

(فوجي چھاؤنیاں کس اُصول پر قائم کي تھیں)

اسي طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جابجا قائم کي گئیں' جن کي تفصیل کي چنداں ضرورت نہیں - البتہ اس موقع پر یہ بات لحاظ کے قابل ھے کہ اس سلسلے کو اسقدر وسعت کیوں دیگئي تھي اور فوجي مقامات کے انتخاب میں کیا اُصول ملحوظ تھے؟ اصل یہ ھے کہ اسوقت تک اسلام کي فوجي قوت نے اگرچہ بہت زور اور وسعت حاصل کرلي تھي' لیکن بحری طاقت کا کچھہ سامان نہ تھا - اُدھر یوناني مدت سے اس فن میں مشاق ھوگئے تھے - اسوجہ سے شام و مصر میں اگرچہ کسي اندروني بغاوت کا کچھہ اندیشہ نہ تھا' کیونکہ اھل ملک باوجود اختلاف مذھب کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے زیادہ پسند کرتے تھے ' تاھم رومیوں کے بحري حملوں کا ھمیشہ کھٹکا لگا رھتا تھا - اس کے ساتھہ ایشیاے کوچک ابھي تک رومیوں کے قبضے میں تھا' اور وھاں اُنکي قوت کو کوئي صدمہ نہیں پہنچا تھا - ان وجوہ سے ضرور تھا کہ سرحدي مقامات اور بندرگاھوں کو نہایت مستحکم رکھا جاے - یہي وجہ تھي کہ حضرت عمر نے جسقدر فوجي چھاؤنیاں قائم کیں' انھي مقامات میں کیں' جو یا تو ساحل پر واقع تھے' یا ایشیاے کوچک کے ناکے پر تھے - عراق کي حالت اس سے مختلف تھي' کیونکہ وھاں سلطنت کے سوا ملک کے بڑے بڑے رئیس جو مرزبان کہلاتے تھے' اپني بقاے ریاست کے لیے لڑتے رھتے تھے' اور دب کر مطیع بھي ھو جاتے تھے تو اُن کي اطاعت پر اطمینان نہیں ھو سکتا تھا - اس لیے ان ممالک میں ھر جگہ فوجي سلسلہ قائم رکھنا ضروري تھا کہ مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نہ دیکھنے پائیں -

(فوجي دفتر کي وسعت)

حضرت عمر نے اس سلسلے کے ساتھہ انتظامات کے اور صیغوں پر بھي توجہ کي' اور ایک ایک صیغے کو اسقدر منتظم کردیا کہ اُسوقت کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ھوتا ھے ' فوجوں کي بھرتي کا دفتر جسکي ابتـداء مہاجرین اور انصار سے ھوئي تھي' وسیع ھوتے ھوتے قریباً تمام عرب کو محیط ھو گیا - مدینہ سے عسفان تک جو مکہ معظمہ سے دو منزل ادھر ھے' جسقدر قبائل آباد تھے' ایک ایک کي مردم شماري ھوکر رجسٹر بنے - بحرین جو عرب کا انتہائي صوبہ ھے بلکہ عرب کے جغرافیہ نویس اسکو عراق کے اضلاع میں شمار کرتے ھیں' وھاں کے تمام قبائل کا دفتر تیار کیا گیا - کوفہ ' بصرہ ' موصل ' فسطاط ' حیرہ ' وغیرہ میں جسقدر عرب آباد ھوگئے تھے' سب کے رجسٹر مرتب ھوے - اس بیشمار گروہ کي علی قدر مراتب تنخواھیں مقرر کي گئیں ' اور اگرچہ ان سب کا مجموعي شمار تاریخوں سے معلوم نہیں ھوتا' تاھم قراین سے معلوم ھوتا ھے کہ کم سے کم آٹھہ دس لاکھہ ھتیاربند آدمي تھے - ابن سعد کي روایت ھے کہ ھر سال تیس ھزار نئی فوج فتوحات کیلیے بھیجي جاتي تھي (١) کوفہ کي نسبت علامۂ طبری نے تصریح کي ھے کہ وھاں ایک لاکھہ آدمي لڑنے کے قابل بسائے گئے ' جن میں سے ٤٠ ھزار باقاعدہ فوج تھي - یعني اُن کو باري باري سے ھمیشہ رے اور آذر بایجان کے مہمات میں حاضر رھنا ضرور تھا -

(سالانہ بھرتي)

یہي نظام تھا جس کي بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رھا ' اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا - جسقدر اس نظام میں کمي ھوتي گئي' اسي قدر عرب کي طاقت میں ضعف آتا گیا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے اسمیں تبدیلي کي یعني شیرخوار بچوں کي تنخواہ بند کردي - عبد الملک بن مروان

---

(١) کنزالعمال صفحہ ٣٣١ - امام مالک نے مؤطا میں ٣٠ ھزار کے بجاے ٤٠ ھزار کي تعداد بیان کي ھے -

نے اور بھي اسکو گھٹایا ' اور معتصم بالله نے سرے سے فوجي دفتر میں سے عرب کے نام ھي نکال دیے' اور اُسي دن درحقیقت حکومت بھي مسلمانوں کے ھاتھه سے نکل گئي - یه ایک اتفاقیه جمله بیچ میں آگیا تھا - ھم پھر حضرت عمر کے فوجي نظام کي طرف واپس آتے ھیں - حضرت عمر نے فوجي دفتر کو یہاں تک وسعت دي که اهل عجم بھي اسمیں داخل کیے گئے - یزد گرد شاھنشاہ فارس نے دیلم کي قوم سے ایک منتخب دسته تیار کیا تھا جس کي تعداد چار هزار تھي' اور جند شاھنشاہ یعني فوج خاصه کہلاتا تھا - یه فوج قادسیه میں کئي معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علحدہ ھوکر اسلام کے حلقے میں آگئي - سعد بن ابي وقاص کوزر کوفه نے ان کو فوج میں داخل کر لیا ' اور کوفه میں آباد کرکے اُن کي تنخواھیں مقرر کردیں (۱) -

(فوجي اقوام)

چنانچه اسلامي فتوحات میں ان کا نام بھي جا بجا تاریخوں میں آتا ھے - یزد جرد کي فوج ھراول کا سردار ایک بڑا نامي افسر تھا جو سیاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا - سنه ۱۷ ھجري میں یزد گرد اصفہان کو روانه ھوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھه جن میں ستر بڑے بڑے نامي پہلوان تھے' اصطخر کي طرف بھیجا تاکه ھر ھر شہر سے چیدہ بہادر منتخب کرکے ایک دسته تیار کرے - ابو موسی اشعري نے جب سنه ۲۰ ھجري میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزد گرد نے سیاہ کو حکم دیا که اس چیدہ رسالے کے ساتھه ابو موسی کے مقابلے کو جاے - سوس کي فتح کے بعد سیاہ نے مع تمام سرداروں کے ابو موسی سے چند شرائط کے ساتھه امن کي درخواست کي - ابو موسی کو شرائط پر راضي نه تھے' لیکن کیفیت واقعه سے حضرت عمر کو اطلاع دي - حضرت عمر نے لکھه بھیجا که تمام شرائط منظور کر لیے جائیں - چنانچه وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کیے گئے اور فوجي دفتر میں نام درج کرکے اُن کي تنخواھیں مقرر کردي گئیں - انمیں سے چھه افسروں کي (جن کے نام یه تھے : سیاہ ' خسرو ' شہریار ' شیرویه' شہرویه ' افرودین) ڈھائي ڈھائي هزار' اور سو سو بہادروں کي دو دو هزار تنخواہ مقرر ھوئي - تستر کے معرکه میں سیاہ ھي کي تدبیر سے فتح حاصل ھوئي تھي - (۲)

باذان نوشیروان کي طرف سے یمن کا گورنر تھا ' اُسکي رکاب میں جو ایراني فوج تھي' اُسمیں سے اکثر مسلمان ھوگئے تھے - ان کا نام بھي دفتر فوج میں لکھا گیا - تعجب یه ھے که فاروقي لشکر ھندوستان کے بہادروں سے بھي خالي نه تھا - سندہ کے جاٹ جنکو اھل عرب زط کہتے تھے' یزد گرد کے لشکر میں شامل تھے - سوس کے معرکه کے بعد وہ اسلام کے حلقه بگوش ھوے ' اور فوج میں بھرتي کرکے بصرہ میں آباد کیے گیے - (۳)

یوناني اور رومي بہادر بھي فوج میں شامل تھے - چنانچه فتح مصر میں ان میں سے پانسو آدمي شریک جنگ تھے' اور جب عمرو بن العاص نے فسطاط آباد کیا تو یه ایک جداگانه محلے میں آباد کیے گئے - یہودیوں سے بھي یه سلسله خالي نه تھا ' چنانچه مصر کي فتح میں ان میں سے ایک هزار آدمي اسلامي فوج کے ساتھه شریک تھے - (۴)

(۱) فتوح البلدان صفحه ۲۸۰ -

(۲) طبری واقعات سنه ۱۷ ھجري ذکر فتح سوس و فتوح البلدان از صفحهٔ ۳۷۲ تا ۳۷۵ -

(۳) فتوح البلدان صفحه ۳۷۵

(۴) مقریزی نے صفحه ۲۹۸ میں ان سب کے حالات کسي قدر تفصیل سے لکھے ھیں -

غرض حضرت عمر نے صیغهٔ جنگ کو جو وسعت دي تھي' اُس کے لیے کسي قوم اور کسي ملک کي تخصیص نه تھي - یہاں تک که مذھب و ملت کي بھي کچھه قید نه تھي - والنتیر فوج میں تو ھزاروں مجوسي شامل تھے جنکو مسلمانوں کے برابر مشاھرے ملتے تھے - فوج نظام میں بھي مجوسیوں کا پته ملتا ھے - چنانچه اسکي تفصیل غیر قوموں کے حقوق کے ذکر میں آئیگي - لیکن یه یاد رکھنا چاھیے که صیغهٔ جنگ کي یه وسعت جسمیں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا ' صرف اسلام کي ایک فیاضي تھي' ورنه فتوحات ملکي کے لیے عرب کو اپني تلوار کے سوا اور کسي کا کبھي ممنون ھونا نہیں پڑا - البته اس سے بھي انکار نہیں ھوسکتا که جن قوموں سے مقابله تھا' اُنھیں کے ھم قوموں کو اُن سے لڑانا فن جنگ کا بڑا اُصول ھے :

که خرگوش ھر مرز را بے شگفت
سگ آں ولایت تواننــد گــرفت

جیسا که ھم اوپر لکھه آے ھیں' ابتداے انـتظام میں فوجي صیغه صاف صاف جداگانه حیثیت نہیں رکھتا تھا - یعني جو لوگ اور اور حیثیتوں سے تنخواھیں پاتے تھے' اُن کے نام بھي فوجي رجسٹر میں درج تھے' اور اُسوقت یہي مصلحت تھي - لیکن حضرت عمر نے اب یه پردہ بھي اُٹھا دینا چاھا - شروع شروع میں تنخواہ کي کمي بیشي میں قرآن خواني کے وصف کا بھي لحاظ ھوتا تھا' لیکن چونکه اس کو فوجي اُمور سے کچھه تعلق نه تھا اسلیے حضرت عمر نے اسکو صیغهٔ تعلیم سے متعلق کرکے اِس دفتر سے الگ کردیا - چنانچه سعد بن وقاص کو یه الفاظ لکھه بھیجے : لا لفظ علی القرآن احد -

(تنخواھوں میں تـــرقي)

اسکے بعد تنخواھوں کي ترقي کي طرف توجه کي' وہ فوج کو زراعت' تجارت' اور اس قسم کے تمام اشغال سے بزور باز رکھتے تھے' اس لیے ضرور تھا که اُن کي تمام ضروریات کي کفالت کي جاے' چنانچه اس لحاظ سے تنخواھوں میں کافي اضافه کیا گیا - ادنی سے ادنی شرح جو ۲۰۰ سالانه تھي ۳۰۰ کردي - افسروں کي تنخواہ سات هزار سے لیکر دس هزار تک بڑھا دي - بچوں کي تنخواہ دودھه چھوڑنے کے دن سے مقرر ھوتي تھي' اب حکم دیدیا که پیدا ھونے کے دن ھي سے مقرر کردي جاے -

(رســـد کا انـــتظام)

رسد کا بندوبست پہلے صرف اسقدر تھا که فوجیں مثلاً قادسیه میں پھونچیں تو آس پاس کے دیہات پر حمله کرکے جنس اور غله لوٹ لائیں' البته گوشت کا بندوبست دارالخلافت سے تھا یعني حضرت عمر مدینهٔ منورہ سے بھیجا کرتے تھے - (۱) پھر یه انتظام ھوا که مفتوحه قوموں سے جزیه کے ساتھه في کس ۲۵ آثار غله لیا جاتا تھا اور وہ رسد کے کام میں آتا تھا - مصر میں غله کے ساتھه روغن زیتون' شہد' اور سرکه بھي وصول کیا جاتا تھا جو سپاھیوں کے لیے سالن کا کام دیتا تھا - جزیرہ میں بھي یہي انتظام تھا - لیکن اِسمیں رعایا کو زحمت ھوتي تھي چنانچه حضرت عمر نے آخرمیں اس کے بجاے نقدي مقرر کردي (۲) جسکو رعایا نے نہایت خوشي سے قبول کیا -

(۱) فتوح البلدان صفحهٔ ۲۵۶ - اصل عبارت یه ھے : فاذا احتلبوا الی العلف و الطعام ' اخرجوا خیولا في البر فاغارت علی اسفل الفرات و کان عمر یبعث الیھم من المدینة الغنم والجزر -

(۲) فتوح البلدان صفحهٔ ۱۷۸ و ۲۱۶ -

البیان

فی

مقاصد القران

ھـذا بـیـان لـلـنـاس ‘ و ھـدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ‘ اثر خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے‘ یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا ‘ انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۲۵ - ربیع الاول تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

جلد ۱ | كلكته : جمعه ۲۲ - ۲۹ ربيع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر - ۸ - ۹

Calcutta : Friday, 28th Jan. & 4th Feb. 1916.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' از خامه اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے اديٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه مينيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

---

نوٹ — ڈبل نمبر هونے كي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

" كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلّدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوا دینیۂ اسلامیه کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تها - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تصریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طرق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قـرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي ہے : و ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چهه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي ہے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چهپائی کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چهپے گي - تیسري' چوتهي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهی هیں' اس قسم کي دو چار تصویریں بهي اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکي قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتي

(۹) با ایں همه قیمت صرف سات روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے -

Tel Address: "Alhalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۹ | کلکتہ : جمعہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, February 4, 1916.

دعـــوة الى القـــران

(۱) قرآن حکیم کي اشاعة اور تبليغ مسلمانوں کا قومي عشق تها - انهوں نے جو کچهه کيا صرف اسي کيليے کيا' اور انکي تاريخ محامد و فضائل ميں جو کچهه بهي هے صرف اسي کے ليے هے - انهوں نے اپنا وطن چهوڑا تو اسي کيليے ' عزيز و اقربا سے مهجور هوے تو اسي کي خاطر' مال و دولت لٹايا تو اسي کي ياد ميں ' انکي تلواريں بے نيام هوئيں تو اسي کي صولت کيليے ' اور انکي گردنوں کا خون بها تو اسی کے عشق ميں ! آه' انکي قومي زندگي کي عام صدا يه تهي :

اِن صـــلاتي و نسکي	ميري عبادت ' ميري قرباني ' ميرا جينا
و محـــياي و ممـــاتي	ميرا مرنا ' غرضکه زندگي اور زندگي ميں
لـــله رب العـــالمين -	جو کچهه هے ' سب کچهه الله کيليے هے
	جو تمام جهانوں کا پروردگار هے -

ليکن انقلاب زمانه نے آج اسي قوم کو اِس حالت تک پهنچاديا هے که قرآن کي تبليغ کي راه ميں ايثار نفس اورفدويت جسم و جان کي توقع کيا کي جاے ' مال و دولت کے کسي حقير حصے کا انفاق بهي ناپيد هوگيا هے !!

(۲) حديث صحيح ميں آيا هے که ميري اُمة پر ايک وقت ايسا آئيگا جب ايک چهوٹي سی نيکي اتنا ثواب حاصل کريگي ' جسقدر بڑي سے بڑي نيکي آج حاصل کرتي هے' کيونکه جب تاريکي بهت بڑهجاے اور روشني کي تمام قنديليں بجهه جائيں' تو اسوقت دياسلائي کي ايک تيلي بهي بهت قيمتي هوتي هے' اور اگر ايک ٹمٹماتا هوا ديا بهي ميسر آجاے تو اُسے بجلي کے ليمپ سے بڑهکر لوگ غنيمت سمجهتے هيں -

يقيناً وه وقت آ گيا - تاريکي هر طرف هے مگر روشني کا کوئي سامان نهيں کرتا - ايسي حالت ميں اگر کسي طرف سے ايک هلکي سي شعاع بهي نظر آجاے تو اسکي ويسي هي عزت کرني چاهيے جيسي روشني کے عهد ميں کسي قيمتي سے قيمتي فانوس کي کيا کرتے تهے -

(۳) ترجمان القرآن اور البيان کي توسيع اشاعة کيليے بعض احباب کرام جو کچهه سعي کررهے هيں' ميں اُسے اِسي نظر سے ديکهتا هوں' اور چاهتا هوں که لوگ بهي اسي نظر سے ديکهيں - ان دونوں کتابوں کيليے سب سے بڑي ضرورت اس چيز کي هے که غير مستطيع مسلمانوں ميں (اور وهي مسلمان سب سے زياده اسکے مستحق هيں) اسکي اشاعة کا انتظام کيا جاے ' اور مسلمانوں کا کوئي حلقه اور کوئي طبقه ايسا باقي نه رهے جسکے اندر اسکے چند نسخے نه پهنچ جائيں - علي الخصوص انگريزي و عربي مدارس کے طلباء ' مساجد کے ائمه و حفاظ ' اور بالعموم تمام علماء کرام و ارباب درس و وعظ اسکے اصلي مخاطب هيں - ان ميں سے هر شخص اپنے ساتهه ايک بڑا دائره دعوة و اثر کا رکهتا هے' اور اگر قرآن حکيم کے فهم و درس کي صحيح راه اسکے آگے کهل جاے تو هزاروں مسلمانوں کے اندر تبديلي پيدا هوجاے -

(۴) سو الحمد لله که بعض ارباب اخلاص کو الله نے اسکي توفيق دي هے که انکي متعدد جلديں ليکر مفت تقسيم کريں' اور اسطرح انهوں نے ايک ايسے عهد ميں جبکه انفاق في سبيل الله کي سچي مثاليں ناپيد هو رهي هيں ' اور مسلمانوں کے مال و دولت ميں خدا اور اسکے کلمۂ حق کے ليے کوئي حصه نظر نهيں آتا ' ايمان بالله اور عشق کلام الهي کا ايک قابل صد عزت نمونه پيش کيا هے -

اس سلسلے ميں سب سے زياده مستحق ذکر حاجي حبيب عبدالشکور صاحب هيں جنهوں نے تفسير البيان کي پچاس جلدوں کي قيمت بهيجدي هے - ان جلدونکو وه اپنے وطن ميں تقسيم کرينگے -

ليکن سب سے زياده قابل تقليد نمونه اُن احباب بهاولپور کا هے جنهوں نے اپني ايک رسمي اور تفريحي صحبت کي دلاويزيوں پر الله کے کلام مقدس کي تبليغ کو ترجيح دي هے !

جناب شيخ محمد عبد الله صاحب بهاولپور سے لکهتے هيں :

" ميرے ايک دوست مسٹر علي احمد خاں بي - اے هيں جنکي تنخواه ميں الله کے فضل سے پچاس روپيه کا اضافه هوا هے - اس ترقي کي خوشي ميں دوستوں کي خواهش تهي که چاء اور شيريني کي کوئي صحبت منعقد هو' ليکن سب کي يه راے قرار پائي که چند لمحوں کي بيفائده صحبت کي جگه اگر دين کي کوئي خدمت هوجاے اور خدا کا کلام اسکے بندوں تک پهنچ جاے' تو يه بڑي هي سعادت کي بات هوگي - پس هم سب نے قرار ديا که جو روپيه ٹي پارٹي ميں خرچ کرنے کيليے نکالا گيا تها ' اس سے آپکے ترجمة القرآن کے نسخے منگواے جائيں اور ارباب دل ميں مفت تقسيم کيے جائيں - چنانچه سو روپيه کا مني آرڈر مرسل خدمت هے - ترجمان القران کي قيمت ميں محسوب هو' اس روپيه سے جسقدر نسخے آپ بهيجيں گے ' مسٹر موصوف کے احباب ميں تقسيم کردیے جائينگے "

الله تعالى مسٹر موصوف اور انکے تمام دوستوں کو اس عمل خير کيليے جزاء خير دے - بظاهر يه ايک معمولي سا واقعه هے' ليکن غور کيجيے تو مسلمانوں کيليے محبت قرآني کا ايک بهت بڑا نمونه هے - اگر لوگ اسي طرح اپنے اولين فرض اسلامي کو محسوس کريں ' تو بغير کسي بهت بڑے دنيوي نقصان کے گوارا کيے وه الله کي خدمت کيليے بهت کچهه کر سکتے هيں -

اسي طرح شيخ عبد الحميد صاحب (رسولپور ضلع ميرٹهه) نے چند جلدوں کي قيمت بهيجدي هے' اور چند قومي لائبريريوں کا پته لکها هے که انکي جانب سے مفت وهاں بهيجدي جائيں -



مسلــم لــيــگ

مسلم لیگ کے گذشته اجلاس کا تذکره اخبارات و رسائل کے صفحات اور بحث و مذاکره کي صحبتوں میں قریب الاختتام هے - کامل چار هفتے اسپر گذر جاے' اور هر شاهد و سامع نے اسکے نقد و بحث میں کچهه نه کچهه حصه لیا - تاهم بهت سي ضروري باتیں اب تک باقي هیں' اور اس سے بهي زیاده یه که اصلیت کو مشتبه کرنے کیلیے چند مفسدانه غلط فهمیاں پهیلائي جارهي هیں-

جنوري کے اوائل میں اگر همیں فرصت ملتي تو به تفصیل اس واقعه کي نسبت لکهتے - لیکن اب تفصیل کا موقعه نهیں رها - صرف ان غلط فهمیوں کی طرف اشاره کردینا چاهتے هیں' جنکا اثر واقعه کي عارضي حیثیت کي جگه اصولي نتائج و عبر پر پڑتا هے -

اس سلسلے میں سب سے پهلي چیز جو سامنے آتي هے' وه مسلمانان بمبئی کے اندروني اختلافات کا مسئله هے' جسکو عام طور پر لیگ کے هنگامه کي اصلي علت قرار دیا جاتا هے -

هم اُس تعجــب اور حیراني کے ظاهر کرنے کیلیے الفاظ نهیں پاتے' جسکے ساتهه هم نے اُن تحریروں کو پڑها هے جو بعض مدعیان علم و واقفیت نے شائع کي هیں' اور جنکے اندر وه یقین کے ساتهه ظاهر کرتے هیں که مسلمانان بمبئي کے سیاسي اختلاف اور پارٹي فلینگ نے لیگ کے جلسے کو اس مصیبت سے دو چار کیا !

دنیا میں علم و یقین کے حاصل کرنے کا ذریعه مشاهده هے' سماع هے' روایت هے' قیاس صحیح هے' اور تواتر و تسلسل واقعات هے - هم حیران هیں که لیگ کے اجلاس بمبئي کے متعلق یه تمام ذرائع موجود هیں' اور ان میں سے هر ذریعه صاف صاف یقین دلا رها هے که اس هنگامه کو نه تو مسلمانان بمبئي کے کسي سیاسي اختلاف آراء سے تعلق تها' اور نه مختلف سیاسي جماعتوں کي کشمکش سے - یه جو کچهه هوا' اسکي علة اصلي صرف ایک هي تهي' اور وه صرف اُسي مخفي طاقت کي کارفرمائي تهي جو همیشه خود تو پس پرده رهتي هے' لیکن اپنے تنخواه دار سپاهیوں کو آگے بهیجدیتي هے - تاکه میدان رزم میں خیمه نشین سپه سالار کے احکام کي تعمیل کریں -

لیگ کے اجلاس سے پہلے جو کچهه هوا' اور لیگ کے اجلاس کے اندر جو کچهه هوا' دونوں کي پوري سرگذشت دنیا کے سامنے موجود هے - اور وه اس حقیقت کو اسدرجه روشن و واضح صورت میں نمایاں کر رهي هے که هندوستان کے مخفي دسائس و فریب کي پوري تاریخ میں ایسا بے نقاب جلوه کبهي بهي نظر نهیں آیا تها -

ان نادانوں یا دانسته حق پوشوں کا بیان هے که لیگ نے اس سال کانگریس سے ملنا چاها' اور هندوستان کے مستقبل کي امیدوں میں وه یک قلم هندوں کے همدوش کهڑي هوگئي - مثل اور مقامات کے بمبئي میں بهي مسلمانوں کا ایک گروه اس بدعت کا مخالف موجود تها - اس نے پہلے کوشش کي که جلسه نهو - پهر جب سید علي امام نے بمبئي میں راضي نامه کرانے کي یادگار عزت حاصل کي' تو مجبوراً ساتهه هوگیا - تاهم اختلاف شدید تها - اسکي دانشمندي و سیاست فهمي کسي طرح بهي گوارا نهیں کرسکتي تهي که مسلمان هندوں کے ساتهه ملکر اپنے آپکو تباه کر ڈالیں - پس وه ایک مجاهد حق جماعت کي طرح جهاد في سبیل الحق کیلیے طیار هوگیا' اور شهر کے بدمعاشوں اور اراذل کي ایک پلٹن طیار کرکے لیگ پر حمله کردیا -

لیکن جن لوگوں کو اخبارات کے صفحوں پر اسطرح علانیه کذب سرائي سے عار نهیں آتا' کیا وه بتلاسکتے هیں که جس جماعت نے لیگ کي مخالفت میں حصه لیا' اُن میں وه کون لوگ هیں جنکو سیاست فهمي اور قوم پرستي کا یه خلعت عطا هورها هے؟ کیا پچاس ساٹهه آدمیوں کي وه جماعت جو وزیٹروں کے حلقه میں آکر بیٹهه گئي تهي' اور جسے صرف یه تعلیم دي گئي تهي که تهوڑي تهوڑي دیر کے بعد "شیم شیم" کا نعره بلند کرتے رهنا' چنانچه وه مسکین اپنے پیشواؤں کے شور و غل پر بهي اسي آموخته کو دهرا دیتے تهے؟ اگر وه نهیں تو پهر کیا علي خاں معروف به عبد الرؤف جو پراني گاڑیوں کو رنگا کرتا هے' اور جس غریب کو یه بهي نهیں معلوم که کانگریس کیا بلا هے اور لیگ کس جانور کا نام هے؟ اگر وه بهي نهیں تو پهر کیا بمبئي کے بدمعاشوں کا وه سردار جو اسٹیج کے سامنے آکر کهڑا هوگیا تها اور جو لیگ سے اپنے سیاسي اختلاف کو اس ماهرانه جملے میں ادا کرتا تها که " میرا ملک کابل کیوں هندوں کو بخش رهے هو "؟ اگر یه لوگ صرف مزدور تهے' اور سیاست کا معلم وهي تها جسکے ذریعه انهوں نے مزدوري پائي' تو پهر کیا سلیمان قاسم مٹها کے روپیوں کي تهیلیوں میں اس سیاسي فهم و تدبر کو ڈهونڈهیں' حالانکه روپیه سے آلو اور بمبئي کے بدمعاش' دونوں چیزیں خریدي جاسکتي هیں مگر نه تو عقل خریدي جاسکتي هے اور نه علم !

لطف کي بات یه هے که ان بحث کرنے والوں میں اکثر لوگ وه هیں جو خود بمبئي میں موجود تهے' لیکن اُنکي واقفیت کا یه حال هے که بیچارے علي خاں سندهي کو "مولانا عبد الرؤف" کے لقب سے لکهتے هیں' اور سمجهتے هیں که یه کوئي بمبئي کا بڑا لیڈر هے جس نے بهرے جلسے میں مخالفت کي' اور محض سیاسي اختلاف کي وجه سے شور و غل مچایا - حالانکه بمبئي کا هر شخص اس شخص کے حالات سے واقف هے' اور هر جگه اس قسم کے باجے بازاروں میں بکثرت ملتے هیں' جنکو کوکدیا جاے تو بجتے رهینگے -

بهر حال بمبئي میں لیگ کے موقعه پر جو کچهه هوا' اسکو کسي سیاسي اختلاف و جماعت بندي سے کوئي تعلق نهیں - هر شخص جانتا هے که هندو مسلمانوں کا اتحاد ان لوگوں کي نظروں میں کس درجه مهیب چیز هے' جنهوں نے اپني کامیابیوں کا محل تفریق عناصر کي بنیاد پر تعمیر کیا هے' اور علی الخصوص موجوده حالات میں کانگریس اور لیگ کا یکجا هونا اور مل جلکر ایک کمیٹي بنانا' انکے مقاصد کیلیے کس درجه هولناک هے؟ بمبئي میں انهي مقاصد سے لیگ کو منعقد کیا جاتا تها - پس کوشش کي گئي که اسکي راه میں موانع پیدا کیے جائیں - اسکے لیے همیشه سے ایک هي طریقه اختیار کیا جاتا هے' اور وه هم سب کو معلوم هے - شیطان کو کبهي بهي انسانوں نے اپنے سامنے نهیں دیکها هے' اسکي وسوسه اندازیوں نے همیشه انسانـــوں هي کو اپني سواري کا گـــدها بنایا هے :

الذي یوسوس فی صدور الناس من الجنة و الناس -

پس شیطان اس موقعه پر بهي اپنے ابلیسانه تخت فساد کے ساتهه اُترا' اور اس نے اپنے فرماں بردار اور اطاعت شعار فرزندوں کو پیار کیا - جب اسکي نگاه لطف کي ایک پر اسرار گردش ثابت

قدمي کي بڑي بڑي چٹانوں کو پاني کي طرح بہا دیسکتي ھے' تو پھر یہ تو اسکے سعادت مند فرزندوں کا گھرانا اور اسکے عشاق قدیم کي ایمان بکف محفل تھي - یہاں تو گفت و شنود حسن و عشق' اور قول و قرار وصل و وصول کي جگہ صرف ایک تبسم امید نواز ھي دیوانہ بنا دینے کیلیے کافي تھا :

شنیــدہ ام کہ سگاں را قــلادہ مي بنــدي
چــرا بگــردن حافــظ نمي نھــي رسنــے ؟

پس یــہ اطــاعــت شعاران عشق اپنے پر اسرار و غیر مــرئي معشوق کے حکموں کے آگے سچے عاشقوں کي طرح گر گئے' اور اپنے وجود کو ایک فرماں بردار مرکب بناکر اسکے سپرد کردیا - پھر کس قدر نادان ھیں وہ لوگ جو سواري کے ایک چارپاــے کي تو شکایت کرتے ھیں' مگر اسکو نہیں دیکھتے جسکے ھاتھہ میں اسکي لگام تھي' اور جسکے بوجھہ نے اس مسکین کي پیٹھہ پر قابو پایا تھا ؟ اولــئك حــزب الشیطان' الا ان حــزب الشیطان هــم الخاسرون (۵۹ : ۱۹)

قرآن حکیم نے ھمکو شیطان کا ایک بڑا خاصہ یہ بھي بتلایا ھےکہ وہ اپنے وفادار غلاموں کو ایک کام کا حکم دیتا ھے' لیکن جب وہ اسکي تعمیل کرتے ھیں تو دنیا سے کہتا ھے کہ مجھے اس کام سے کیا واسطہ ؟

کمثل الشیطان اذ قــال للانسان اکفر' فلما کفر قال اني بري منــك ! (۵۹ : ۱۶)

انکي مثال شیطان کي سي ھے - اس نے انسان سے کہا کہ کفر و ضلالت اختیار کر' جب انسان نے اس حکم کي تعمیل کي تو پھر وہ الگ ھوگیا' اور کہنے لگا کہ مجھے اس کام سے کوئي واسطہ نہیں - میں تیرے کفر سے بالکل بري الذمہ ھوں -

پس یہ بیفائدہ ھے اگر آج بھي وہ ظاھر کرے کہ مجھے اس شر و فساد سے کوئي واسطہ نہیں اور میں اس سے بری الذمہ ھوں' کیونکہ ھمیں اسکي قدیمي عادت معلوم ھے' اور اگرچہ ھمیشہ سب کچھہ وھي کرتا ھے' پر ھمیشہ اپنے کو الگ دکھلاتا اور ظاھر کرتا ھے کہ اسے کوئي سروکار نہیں -

یاد رکھو کہ شر و فساد جسقدر ھے شیطان ھي کي وسوسہ اندازي کا نتیجہ ھے' ورنہ اسلام کا کوئي چھوٹا سے چھوٹا فرزند بھي راہ فساد اختیار نہ کرتا : ان الشیطان للانسان عدوا مبین -

اسي وسوسہ اندازي کا نتیجہ تھا کہ لیگ سے پہلے بھي شر و فساد پیدا ھوا' اور اجلاس کے اندر بھي - پس ھمارا جو کچھہ بھي معاملہ ھے' وہ جہل و ناداني کي ان پتلیوں سے نہیں ھے جو دنیا کے سامنے ناچ رھي تھیں' بلکہ جو کچھہ بھي ھے وہ اس خوفناک آسیب سے ھے جسکي روح انکے اندر حلول کر گئي تھي' اور جب وہ چیخ رھے تھے تو اسي کي آواز انکے حلقوں سے نکل رھي تھي !

اس سے بھي بڑھکر قابل تذکرہ شرارت اُن لوگوں کي ھے جو لیگ کے گذشتہ اجلاس کے اثرات و نتائج کي نسبت طرح طرح کي غلط فہمیاں پھیلاتے ھیں' اور اس ھنگامہ کے واقعات کو اس انداز سے بیان کرتے ھیں' گویا انھوں نے لیگ کے اجلاس کو بالکل کھودیا -

لیکن ھم کو یقین ھے کہ یہ تمام کوششیں بیکار ھیں' اور غلط فہمي خواہ کتنی ھي سخت ھو لیکن انسان کي بینائي نہیں چھین سکتي - گذشتہ اجلاس کي کامیابي و ناکامي کا اندازہ صرف اس چیز سے کیا جاسکتا ھے کہ اجلاس کا مقصود اصلي کیا تھا' اور وہ حاصل ھوسکا یا نہیں ؟

یہ بالکل ظاھر ھے کہ اس سال لیگ کے بمبئي میں منعقد کرنے کا کوئي مقصد اسکے سوا نہ تھا کہ ھندو مسلمانوں کے ملکي اتفاق کي طرف سعي و طلب کا ایک نمایاں قدم بڑھایا جاے' اور موجودہ حالات و مقتضیات کے مطابق مسلمانوں کي طرف سے ایک زندہ سیاسي آواز بلند ھوسکے -

یہي مقصد تھا جسکے لیے ایک جماعت اس بات پر اڑ گئي کہ لیگ کا اجلاس ضرور بمبئي ھي میں منعقد کیا جاے' اور اسکے فوائد کے یقین کا اسقدر اسپر استغراق طاري ھوا کہ انعقاد کي خوشي میں باھمي راضي نامہ کي ایک بد ترین اور قابل صد نفرت شکل بھي اس نے منظور کرلي -

یہ راضي نامہ وہ ھے جسکو سر سید علي امام کي اس "صلح فرما" خصوصیت کا دوسرا عمل سمجھنا چاھیے جسکا پہلا عمل مسئلہ مسجد کانپور کي مشہور "صلح" ھے -

اس راضي نامہ کا مقصد یہ تھا کہ لیگ کے اجلاس میں سوا تین تجویزوں کے جنکے الفاظ تک قرار پا چکے تھے' اور کوئي کارروائي نہ کي جاے : وفاداري' توسیع عہد ویسراے' اور ایک کمیٹي کا انعقاد -

اب اسکے بعد واقعات پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ یہ تمام مفسدانہ ساز و سامان جو راضي نامہ کے بعد بھي جاري رکھے گئے' اُس مقصد اصلي کو کہاں تک نقصان پہنچا سکے جو لیگ کے انعقاد سے مقصود اصلي تھا ؟

آل انڈیا مسلم لیگ' اسکے کاموں' اسکي کارکن جماعت' اور اسکے سر پرستوں کے طریق عمل کے متعلق ابتدا سے ھماري ایک خاص طرح کي راے رھي ھے' اور جو اُن دونوں جماعتوں کے افکار سے بالکل مختلف ھے جنکو موجودہ لیگ کے موافقین و مخالفین کے نام سے پکارا جاتا ھے - با ایں ھمہ ھم یقیني طور پر دیکھہ رھے ھیں کہ لیگ کے آغاز وجود سے لیکر اس وقت تک اگر اسکا کوئي اجتماع ایسا ھوا ھے جسکو نسبتاً مفید و کامیاب کہا جاسکے' تو وہ یہي عجیب و غریب اجتماع تھا جو باوجود ان تمام مفسدانہ طاقتوں اور مفسدانہ ساز و سامان مقاومت کے ساحل بمبئي پر منعقد ھوا -

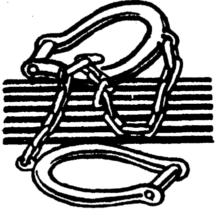
انعقاد کا پہلا مقصد یہ تھا کہ ھندو مسلمانوں کے ملکي اتحاد کي طرف ایک زیادہ نمایاں اور موثر قدم بڑھایا جاے - اسکو کوئي قوۃ فساد نہ روک سکي - نہ افساد و اضلال کي طاقتوں کا وہ سب سے بڑا ھولناک بت روک سکا جسکے چہرے پر نقاب رھتا ھے' اور نہ اسکے مندر کے وہ پجاري روک سکے جو اسکے پراسرار حکموں پر رقص عبادت کرتے ھیں - لیگ اور کانگریس کے اجلاس ایک شہر میں ھوے' لیگ کے ممبر ھوم رول لیگ میں شریک ھوے اور ماڈریٹ کانگریسي پارٹي سے زیادہ اظہار جوش کے ساتھہ اسکي کارروائي میں حصہ لیا' پھر کانگریس میں شریک ھوے' اور ممبران کانگریس لیگ میں آے - یہ چیز فی نفسہ ھماري نظروں میں کوئي ایسي رفیع چیز نہیں ھے - مگر چونکہ کانگریس اور مسلمانوں کي تفریق کو ھمیشہ ایک بت بناکر مسلمانوں نے پوجا ھے' اسلیے اسکا پاش پاش ھونا ھر طرح ایک اھم واقعہ ھونے کي استعداد رکھتا ھے -

اس سے بھي اھم تر چیز یہ تھي کہ مسلمانوں کے سیاسي مجمع سے ایک ایسي آواز اُٹھے جسمیں کچھہ جان ھو' اور جسکي روح کو وقت کا فرضي اور وھمي سوال اٹھا کر ھلاک نہ کیا جاسکے - سو اس میں کوئي شک نہیں کہ مسٹر مظہر الحق کا ایڈریس اس اعتبار سے لیگ کي تمام تاریخ کا حاصل زندگي ھے' اور باوجود ھجوم مشکلات و احاطۂ موانع کے انھوں نے جسقدر بھي اظہار حقیقت کي توفیق پائي' وہ ھمیشہ یادگار رھیگي -

انکے ایڈریس میں جو کچھہ موجود ھے' وہ بلحاظ وقت کي مشکلات کے اسقدر رفیع ھے' کہ اسکي رفعت پر غیر موجود کا افسوس غالب نہیں آ سکتا -



احرار اسلام



الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلۂ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کی حریت حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ !

اسلام کے ابتدائي عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کي بنیادیں رکھي ھیں' اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کي راہ دکھلائي ھے ' ان میں سے ایک معرکۃ الآراء اور شدید الاختلاف مسئلہ " خلق و قدم قران " کا بھی ھے -

(مسئله خلق قران)

مسئلۂ " خلق و قدم قرآن " سے مقصود یہ تھا کہ الله کا کلام جو ھمارے پاس ایک کتاب کي شکل میں موجود ھے ' اسمیں الفاظ ھیں اور معاني ھیں ' الفاظ کي آواز ھے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتي اور نکلتي ھے - معاني کے حقائق متصورہ ھیں جنکا وجود معقولي بھي ھے اور وجود خارجي بھي - پس ان اعتبارات سے قران قدیم ھے یا حادث ؟ مخلوق ھے یا غیر مخلوق ؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ داں اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا - اسلام کي اصلي سر زمین ان لا حاصل اور قواء عملیہ کو بیکار کرنے والي کاوشوں سے بالکل پاک تھي - آنحضرۃ صلی الله علیہ وسلم نے ھمیشہ اُن سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکي عملي زندگي اور انکے نصب العین سے اُنکو ھٹانے والے تھے - اسلام نے عمل و سعادت کي ایک ھي سیدھي راہ کھول دي تھي' اور وہ چاھتا تھا کہ مسلمان صرف اسي کي رھروي میں مشغول رھیں - آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھي اسي حال میں بسر ھوا - لیکن بنو امیہ کي حکومت نے نظام خلافۃ اسلامي میں ایک انقلاب عظیم کرکے اسکي اجتماعي قوت کي نشوؤ نما روک دي' اور نئے نئے فتنوں اور ھلاکتوں کا دروازہ کھول دیا - ایک بڑا فتنہ علوم عقلیۂ قدیمہ اور مذھب کا غیر صالح اختلاط تھا - ایک طرف نو مسلم عجمي اقوام اپني تمام پراني بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھہ لائیں' دوسری طرف اھل کتاب اور مجوسي علماء حکومت اموي کي تمام شاخوں اور محکموں پر حاوي ھوگئے - ان لوگوں نے جہاں اپني مذھبي روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں' وھاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھي کھولدیا' جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ھوچکے تھے -

در اصل اس سوال کو پیدا کرنا ھي ایک سخت ضلالت اور مسلک شریعۃ سے انحراف تھا - قران الله کا کلام ھے جسکو خدا کے رسول نے ھم تک پہنچایا - ھماري معلومات اسکي نسبت صرف اسي قدر ھے اور اس سے ھدایت حاصل کرنے کیلیے اتنا علم کافي ھے - وہ مخلوق ھے یا قدیم ؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ھمارے سامنے کیا ' نہ الله کے رسول نے ' نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے - پس جو کچھہ ضروري تھا ' وہ وھي تھا جو بتلا دیا گیا ' اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروري ھي نہیں ھے ' اور اسکي فکر و کاوش میں ھمارے لیے کوئي سعادت نہیں -

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہي مسلک تھا ' اور صرف اسي راہ میں امن تھا - لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو انسے پہلے کي قوموں میں موجب ضلالت ھو چکے تھے -

پھر قدم وحدوث کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے تو مسئلہ بالکل واضح تھا ' اور اسکي حقیقت ایک ھي تھي - الله اور اسکي تمام صفات کاملہ قدیم ھیں - اسکي ایک صفت کلام بھي ھے - قران الله کا کلام ھے' پس حروف و اصوات و الفاظ کي جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ھے ' اسکي حقیقت نظمي و ترتیبي کو بھي قدیم ھي ھونا چاھیے -

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کي اور راھیں بھي کھولدیں - فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یوناني سے متاثر ھوچکا تھا ' اس مسئلہ کو بالکل دوسري نظر سے دیکھا - انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرۃ صلی الله علیہ وسلم پر نازل ھوا - اس سے پہلے نہ تھا - وہ ایک با معنی عبارت ھے - عبارت جملوں سے مرکب ھے ' جملے الفاظ سے ' اور الفاظ حروف سے - یہ حروف اور یہ الفاظ جب ھماري زبان سے نکلتے ھیں' تو ھماري آواز ھوتے ھیں جو اس سے پہلے نہ تھي' اور جسکا حدوث ھمارے ھي حلق و زبان سے ھوا - پس ان اعتبارات سے قران مخلوق ھے ' قدیم نہیں ھو سکتا - علاوہ بریں الله ھر شے کا خالق ھے - قران بھي اشیاء میں داخل ھے - اُسے بھي مخلوق ھونا چاھیے -

ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائي - انھوں نے دعوا کردیا کہ قران مخلوق ھے ' اور اسطرح گمراھي و فساد کا ایک بڑا دروازہ امۃ پر کھولدیا - انکي ھدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ھوگئي - وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات حروف کا مخلوق ھونا جو انسان کا فعل ھے ' دوسري چیز ھے - اور قران کا مخلوق ھونا جو ایک حقیقت نظمي و ترتیبي کا نام ھے ' بالکل دوسري - قران حکیم کو کسي اعتبار سے بھي مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے - وہ نہ تو حرفوں کا نام ھے اور نہ ان آوازوںکا جو انسان کے حلق سے نکلتي ھیں - " الحمد لله رب العالمین " کا ھر حرف اور ھر لفظ اپني انفرادي حالت میں جو آواز پیدا کرتا ھے' اور انکي حرکات صوتیہ سے جو تموج ھوا کے ذرات میں ھوتا ھے' یقیناً حادث ھے - لیکن ساتھہ ھي وہ قران بھي نہیں ھے - قران تو اُس حقیقت نظمي کا نام ھے جو ان حرفوں کي ایک خاص الہي ترتیب و تنظیم سے متشکل ھوئي' اور " الحمد لله رب العالمین " بنکر لسان وحي پر جاري ھوئي - وہ قدیم ھے ' اسلیے کہ خدا بھي قدیم ھے -

گلستان کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہے' لیکن گلستان سعدی کی ہے - اسلیے وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے' اسی کا نام گلستان ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے -

پس " قرآن " جس کتاب کا نام ہے ' وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہوسکتی - معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دیکر ایک طرف تو اُن بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کیلیے سب سے بڑا فتنہ تھا ' دوسری طرف قرآن کی الہی عظمت و قدوسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کردیا - قرآن کی ربانی و الہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی - پس اگر آغاز عہد ہی میں اسکی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ توراۃ اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الہی کو بھی غارت کردیتے -

اللہ تعالی نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعۃ جماعۃ یعنے محدثین کرام کو اس بدعۃ مضلہ کے انسداد کیلیے کھڑا کردیا ' اور اُنھوں نے اپنا خون بہاکر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی -

(مسئـلـہ کی اهمیت)

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں جنکے لیے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا ' اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کردی ' محض ایک لفظی نزاع تھی ' اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و رفیع بنا دیا تھا -

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اُن سے زیادہ عقلمند ہیں کیونکہ ان بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خرد مندانہ محسوس کررہے ہیں - لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہوسکتے - یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوے ' وہ اسلام کی نشو و نماء اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا - اسکے سرچشمے پھوٹ کر بہہ رہے تھے' اور ایک تنکا بھی اُنکی راہ میں آ جاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہوکر ایک دن بڑی بڑی نہروں کے دھانوں کو بند کردینگے - محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا ' اور اسلام کی حفاظت کیلیے کمر بستہ ہوگئے - اُنکی مثال اُس جانباز عاشق کی سی تھی' جو اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہے تو اس زور سے چیختا ہے' گویا اُسکے پہلو میں خنجر نے شگاف کردیا - وہ اُس ایک ایک تنکے ' ایک ایک کانٹے ' اور مٹی کے ایک ایک ذرے کیلیے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آ جائیں' اور اسکی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں - اگر اس وقت اللہ تعالی فرزندان اسلام کی اس سب سے زیادہ برگذیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کردیتا ' اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کرکے ان تمام فتنوں کا سد باب نہ کرتے ' تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے ' اور اسکی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لیگیا ہوتا -

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں' تو تمھیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا جتنا کسی انگلی کے پوتے میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے - تم اُن پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جاں نثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اسکی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسطرح بیچین ہوجاتے تھے' گویا انکے بستر پر دھکتے ہوے انگارے بچھا دیے گئے !

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو' یہ در اصل انھی محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قران کیلیے اٹھائی جاے' اور کوئی بات ایسی اسکی نسبت کہی جاے جو اسکی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگاے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا ؟ معتزلہ کہتے تھے کہ قـرآن مخلوق و حادث ہے - ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہیے - اور اس طرح قرآن کیلیے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قران نے کرایا اور نہ رسول نے کبھہ کہا ' پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا ؟ اور کیا یہ شریعۃ پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی ؟

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو گوارا نہ کیا ' واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ وہ بکسر صحیح و واقعی تھے - ہم دیکھہ رہے ہیں کہ انھی مسائل نے بالاخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا ' اور ان کوششوں کے بعــد بھی اسلامی عقائد غیر دینی اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے - صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جنکے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا - نہ تو انقلابات علمی کے موثرات انکی استقامت حق پر غالب آسکے - اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلفشیاں انکے دلوں کو جمال قران و سنت کے عشق سے پھیر سکیں - فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جسکے لیے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سنادیا تھا : لا یزال طائفة من امتی قائمین علی الحق ' حتی یاتی امر اللہ و هم غالبون -

بہر حال علماء حق اور محدثین کرام نے اس بدعۃ شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اس قوۃ و سر فروشی کے ساتھہ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اسکے واقعات یاد گار رہینگے -

اگر یہ مسئلہ صرف عامۂ معتزلہ تک محدود رهتا' تو پیروان اســلام کے سواد اعظم کیلیے (جو اُسکا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی ' یہ صـرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا اور زبان و قلم کا جہاد اسکے لیے کافی تھا ' لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذهب کا ساتھہ دیا ' اور بعض خلفــاء عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھہ ہوکر خلق قران کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا - انھوں نے حکومت کے زور ' سزاؤں کے اعلان ' قیدخانوں کی زنجیروں ' اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی ' اسلیے یہ علمی مسئلہ' علمی نہ رہا ' بلکہ ارباب حق کیلیے ابتلا و آزمایش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بنگیا -

(مامون الرشید کا استبداد)

خلفاے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذرا ہے - اسکی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہوگئی تھیں - وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا ' عربیۃ کا کامل الفن تھا ' علم و حکمت کا عاشق اور حریت و آزادی کا حامی تھا - اسکی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا - الحاد آزاد تھا ' ثنویت کی پرسش نہ تھی ' مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی ' مزدکیۃ کیلیے کوئی دره نہ تھا ' یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی ' وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے -

لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھیے' تو اسکے ہاتھہ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں !

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلۂ خلق قرآن کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے' جسنے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کیلیے ابتلاء و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کردیا تھا - اُس نے معتزلہ کا مذہب خلق قبول کرلیا ' اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا - اس نے چاہا کہ

کیلئے حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے، اور اس چیز کا اقرار کرائے جسکے لیے شریعت نے انہیں کوئی حکم نہیں دیا ہے - بلا شبہ وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قید خانے کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا، اور یقیناً اسکے بھیجے ہوے جلادوں کی تلواروں میں یہ قدرت تھی کہ مسکین امین کے تکیے کی ڈھال پر غالب آ جائیں، لیکن اسکی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتیں بھی اس سے عاجز تھیں کہ حاملین شریعت اور علماء حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں، اور انکو حق و ہدایت کی اس راہ سے پھرادیں جسپر انکا یقین اور نور ایمان انہیں چلا رہا تھا !

تاہم فتنہ عظیم تھا، اور اسکے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھہ کیا جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ہوا ہے - بہت سے علماء حق قید ہوے، بہت سے جلا وطن کیے گئے، بعض خاک و خون میں بھی تڑپے، اور بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھی گئے -

(فتنہ کی ابتدا)

غالباً سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ - ہجری میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دار الخلافۃ میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا - لیکن جبر و تشدد کی ابتدا سنہ ۲۱۸ سے نظر آتی ہے، جبکہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھہ آمادہ ہوگیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانوں میں پھیلاے -

چنانچہ اسی سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا - فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علماء شہر کو جمع کرو - جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں انہیں چھوڑ دو، جو انکار کریں انکی نسبت خبر دو - پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو قتل کردیے جائیں - لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلق قران کو صرف قید کردیا جاے - (ابو الفداء - جلد دوم - صفحہ - ۳۱)

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ہی تھا - لیکن بشر بن ولید کیلیے قتل کی سختی اسلیے تھی کہ وہ قاضی القضاۃ تھے - افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اس پہلی آزمایش ہی میں ہلاک ہوگیا، اور خلق قرآن کا اقرار کر کے اپنی جان بچالی، اور بہت سی کمزور روحوں نے بھی انکا ساتھہ دیا، لیکن علماء حق کی ایک مقدس جماعت ایسی بھی تھی جسکے لیے حکومت کی تلواروں اور دنیوی عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھکر خدا کا فرمان ہیبت و سطوت رکھتا تھا - اُنہوں نے صاف انکار کردیا، اور قید خانے کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لیں - اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا، جسکو شریعت کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الہی سے سپرد ہوئی تھی، اور جسکی قربانی کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کیلیے روز ازل ہی سے چن لیا تھا - یعنی حضرۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام ائمۂ سلف میں اپنی مخصوص فضیلتوں کی بنا پر ایک ہی شخص ہیں، جنکو " امام اہل سنت و الجماعۃ " کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے -

ہم اس مضمون کے دوسرے نمبر میں امام موصوف کی اس یادگار قربانی کا حال بہ تفصیل لکھینگے، یہاں صرف اسی قدر اشارہ کر کے ایک دوسرے واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں -

(جـامع رصـافـہ)

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا، اور تمام بغداد کانپ اٹھا - علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں تھیں - یا اس چیز کا اقرار کریں جسکا اقرار شریعت نے انسے نہ کرایا، یا جلاد کی تلوار دیکھیں اور قید خانے کی زنجیروں سے ہم آغوش ہوں - بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی، بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کردیا، بہتوں کی عزلت گزینی یہاں تک بڑھی کہ جمعہ کی جماعت کی شرکت بھی ترک کردی - لیکن کسی کو اسکی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کیلیے اٹھے، اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے آگے روکے -

مامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی، بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا - بغداد کی سب سے بڑی مسجد " جامع رصافہ " تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقع تھی، اور جسکا صحن ہمیشہ علماء ملت کے درس و مواعظ کی مجلسوں سے پر رہتا تھا - مامون نے حکم دیا کہ فقہاء و محدثین میں سے کوئی عالم مسجد میں درس نہ دے، اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے - صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کیلیے یہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ، اور خلق قران کے دعاۃ میں سے تھے -

انہی دونوں شخصوں کے ہاتھہ میں تمام فقہاء و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا - جو عالم مسئلۂ خلق قران کی مخالفت میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا، پولیس اسے گرفتار کرلیتی تھی، اور انکے سامنے لیجاتی تھی - وہ جو حکم دیتے تھے اسکی معاً تعمیل کی جاتی تھی - علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کیلیے دکھہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، بظاہر انکا ہم زبان بنگیا تھا، اور نفاق کے سپر پر انکی تلوار کو روکتا تھا -

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں، اور ہر شہر میں اسی فتنہ کا چرچا ہونے لگا -

(شیخ عبد العزیز الکنانی)

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبد العزیز بن یحیی کنانی تھے - انہوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا اور مامون کے قہر و جبر، معتزلہ کے استیلاء، اور علماء کی خاموشی کی سرگذشتیں معلوم کیں، تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہوگئے، اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کی راہ میں اپنی زندگی قربان کردینگے - وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے اور جسکا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) لکھتے ہیں :

اتصـــل بي و انا بمکہ	میں مکہ میں تھا جب مجھکو بغداد
ما ابتلی بـہ النـــاس	کے واقعات معلوم ہوے کہ کس طرح
فـي بغـــداد و کیـف	مسلمان ایک سخت مصیبت میں
استطـال علیهـــم بشر	مبتـلا ہوگئے ہیں، اور کس طرح
المـریسي و لبس علی	بشر مریسی انپر سختیاں کر رہا ہے،
امیر المومنین و عامـــۃ	اور کس طرح امیر المومنین اور ارکان
اولیائہ، فاطـار نومي،	سلطنت پر اسکا داؤ چل گیا ہے -
و خرجت من بلـــدي	پس میں غفلت سے چونکا اور اپنے
متوجهاً الی ربي، و اسالہ	شہر سے نکلا - اللہ کی طرف میری
سلامتي - حتی قدمت	نظر تھی اور اسی کے فضل و نصرۃ سے
بغداد فشاهدت من غلاظ	اپنی سلامتی کا خواستگار تھا - یہانتک
الامر و امتـدادہ اضعاف	کہ بغداد تک پہنچ گیا اور اپنی آنکھوں
ما کان یتصـــل بي -	سے تمام حالت دیکھی - مجھپر روشن

ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زیادہ سخت و پر مصیبت ہے جتنا میں نے سنا تھا - انتہی :

ہم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہیں -

(ورود بغـــداد)

شیخ عبد العزیز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کیے - سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچیں، اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف

کا فرض ادا کریں - لیکن اسمیں بڑي هي مشکلیں تهیں - هر قدم پر اسکا خوف لگا تها کہ کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے هي گرفتار نہ کرلیے جائیں' یا قتل کا فتوی نہ دیدیا جاے -

وہ اللہ کي طرف جهکے' اس راہ میں اسکي نصرة غیبي سے مدد چاهي' اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے - انکا چهوٹا سا لڑکا بهي انکے ساتهہ تها -

(جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان)

نماز جمعہ ابهي ختم هي هوئي تهي کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتهہ ایک عجیب واقعہ دیکها - ایک شخص جو اپني صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم هوتا هے' پہلي صف میں کهڑا هوگیا هے' ایک چهوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹهہ لگاے اسکي طرف نگراں هے' اور باواز بلند باهم سوال و جواب هو رها هے :

اجنبي نے پکار کر پوچها : " میرے بیٹے ! قران کي نسبت تو کیا کہتا هے ؟ "

بچے نے پکار کر جواب دیا : " کلام اللہ' منزل' غیر مخلوق - اللہ کا کلام' اتارا هوا' غیر مخلوق ! ! "

آہ' یہ چند لفظ تهے جو ایک بچے کي زبان سے نکلے' لیکن في الحقیقت انهي کے اندر دعوۃ حق اور امر بالمعروف کي ایک کائنات ایمان مخفي تهي - یہ وہ صدا تهي جسکے لیے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تها' لیکن اسکي در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں هوئي تهي - صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا هي وہ جهاد اعظم تها' جسکي فضیلت کے آگے ایک هزار برس کي شب هاے عبادت اور روزهاے صیام بهي کچهہ حقیقت نہیں رکهتے تهے !

اسلیے نہیں کہ خلق قران کا مسئلہ دعوۃ حق کي قوتوں کے خرچ کرنے کیلیے سب سے بڑا مصرف تها' اور اسلیے بهي نہیں کہ اس صدا کے ایک بار بلند هوجانے سے وہ جیل خانے کهل جاسکتے تهے جنکے اندر علماء حق محبوس تهے' اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتي تهیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پانوں میں پڑي تهیں' بلکہ صرف اسلیے کہ جبر و استبداد غیر شرعي سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تها' اور انسان کا هاتهہ بڑهرها تها تاکہ خدا کي کهولي هوئي زبانوں کو بند کردے - پس اس وقت زمین کے هر اس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل میں رکهتا تها' فرض هوگیا تها کہ اس انساني جبر کو توڑے' اور خدا کي وفاداري کیلیے انساني اطاعت سے سرکش هو جاے -

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کي ضرورت نہ تهي' بلکہ صرف ایک هي مقدس لمحہ کي جسکے اندر صداے حق کي ایک نڈر آواز بلند هوجاے - اس ایک آواز کا بلند کردینا هي اصلي کام تها - اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کام کیا کیا؟ حق کا کہنا جب جرم هوجاے تو حق کا کہدینا هي سب سے بڑا کام هے !

اگر شیخ عبد العزیز کناني اسکے بعد هي قتل کردیا جاتا' جب بهي اسکے کام کي عظمت کا ایک ذرہ بهي نہ گهٹتا :

قال رسول اللہ صلی اللـہ علیہ وسلم : افضل الجهاد کلمۃ حق عند سلطان جایر	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے زیادہ فضیلت والا جهاد کلمۂ حق هے جو کسي جابر بادشاہ کے مقابلہ میں کہا جاے -

(حاکم پولیس اور شیخ کي گفتگو)

اس سوال و جواب کي ایک هي صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا - لوگ حیرت سے دم بخود هوگئے اور حیران هوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے - بہت سے لوگ بهاگے کہ اب کوئي بڑي هي مصیبت آنے والي هے - لیکن شیخ عبد العزیز بے خوف و هراس اپني جگہ پر کهڑے تهے' اور انکا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگاے دوبارہ منتظر سوال تها !

اتنے میں کوتوال شہر سپاهیوں کي ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا' اور شیخ عبد العزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلی کے دفتر میں لے گیا' جسکو آجکل کي اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاهیے - اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تها - دونوں میں حسب ذیل گفتگو هوئي :

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر : " کیا تم پاگل هو ؟ "

شیخ عبد العزیز : " نہیں "

عمرو : کسي نے تمہیں بہکایا هے ؟

شیخ : نہیں -

عمرو : خود کشي کرنا چاهتے هو ؟

شیخ : نہیں - الحمد للہ میں صحیح العقل هوں' اپنے هوش و حواس میں هوں اور علم و معرفۃ رکهتا هوں -

عمرو : کسي نے تم پر ظلم کیا هے - تم مظلوم هو ؟

شیخ : نہیں -

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوري نگراني و حفاظت کے ساتهہ میرے مکان میں پہنچا دو - سپاهیوں کي جماعت نے شیخ کو گهیر لیا' دو آدمیوں نے انکے دونوں هاتهہ اپنے اپنے هاتهوں میں لے لیے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل هوے -

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) انسے پہلے هي مکان پہنچ گیا تها' اور صحن میں ایک آهني کرسي پر بیٹها تها - ایک نہایت هي مکلف اور مطلا افسر پولیس کي وردي اسکے جسم پر تهي (۱) شیخ کو اپنے سامنے کهڑا کرکے اس نے مزید تحقیق شروع کي :

عمرو : تم کہاں کے رهنے والے هو ؟

شیخ : مکہ معظمہ کا -

عمرو : آج مسجد میں تمنے جو کچهہ کیا اس سے تمهارا مقصد کیا تها ؟

شیخ : طلبت القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفی لدیہ ! (اللہ کے قرب کي طلب' اور اس کے رضا کي امید !)

عمرو : نہیں' تمهارا مقصد یہ معلوم هوتا هے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو' اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف هو اسلیے حماقت سے سمجهتے هو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق هو جائیگي' اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکونگا -

شیخ : اگر اعلان حق کے سوا اور کوئي خیال میرے سامنے تها' تو وہ صرف یہ تها کہ کسي طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں' اور انکي موجودگي میں اس مسئلہ کي نسبت مدعیان خلق قران سے مناظرہ کروں -

عمرو : سبحان اللہ ! اسکي بهي آپکو جرات هے ؟

شیخ : تم کو میري خواهش پر تعجب کرنے اور حقارت کي نظر ڈالنے کا کوئي حق نہیں - تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجهتے هوگے' مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا هوں !

عمرو : اچها' یهي سہي' پهر کیا تم طیار هو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاهر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو ؟

شیخ : الحمد للہ' اللہ کي مدد سے بالکل طیار هوں - صرف یهي ایک چیز هے جس نے مجهے یہاں تک پہنچایا' اور میں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپکو اور اپنے عزیز بچے کي جان کو ڈالدیا - خدا کي مقدس کتاب کي عزت برباد هورهي هے' اور اسکي نسبت اس بات کا اقرار کیا جارها هے جسکا اقرار

(۱) شیخ عبد العزیز نے اپنے رسالہ میں یہاں " شواز " کا لفظ لکها هے - شواز سے مقصود وہ خاص لباس هے جو اس زمانے کے افسران فوج و پولیس کي سرکاري وردي هوتي تهي -

خدا اور اسکے رسول نے نہیں کہا - مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کہولا ہے' مگر تم بند کر رہے ہو' اور بغیر کسي جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کي تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں - پس میں علم رکہتا ہوں ' مجہے شریعت کی معرفة خدا نے عطا فرمائي ہے ' میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کي کوشش کروں - نتیجہ الله کے ہاتھ میں ہے -

عمرو : اچھي بات ہے - تم امیر المومنین کے دربار تک پہنچا دیے جاؤگے' لیکن اگر وهاں پہنچکر تم نے اپنا کوئي اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کیلیے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسي عجیب بات تهي که کسي طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کوئي اور ذاتي مقصد ہے - دربار تک پہنچنے کیلیے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہے -)

شیخ : اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمہارے لیے حلال ہے -

عمرو : تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھي شبہ ہے ' جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کي علانیہ مسجد میں توہین کرچکے ہو -

شیخ : حکم صرف خدا اور اسکے قرآن کا ہے -

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا ' اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کي طرف جاتا ہوں' تم شیخ اور اسکے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ -

شہر کي تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کي نظروں سے دیکھ رهي تهي' جنھوں نے موت کي تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا' اور اب اسکے منھ میں بیخوف و خطر جا رہے تھے !

راہ میں انہوں نے لوگوں کي آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے :

" دارالخلافة میں باهر کے مسافر زندگي اور راحت کیلیے آتے ہیں ' لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا "

کیا واقعي ان دونوں نے موت کیلیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟

ہاں ' مگر اُس موت کیلیے جو تمام أمة مرحومہ کو استبداد کي موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کي زندگي بخشنے والي تهي !

بل احیاء و لکن لا یشعرون !

قصر شاہي بغداد کے شرقي حصہ میں تھا - یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہنچا ' اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کي حفاظت میں چھوڑکر خود اندر گیا - کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا :

" میں نے تمہارا حال امیر المومنین کي خدمت میں عرض کردیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کي نسبت ان علماء دار الخلافة سے مناظرہ کرنا چاهتے ہو جو خلق کے قائل ہیں - امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا - پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگي' امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے - اگر پیر تک کیلیے کسي شخص کو اپني ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رہا کردیا جاے"

شیخ نے کہا : " میں مسافر ہوں ' کسي شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اسکي ضمانت پیش کرسکوں ' علی الخصوص ایسي حالت میں کہ ایک شاہي مجرم ہوں ' میرے لیے کسے پڑي ہے کہ اپني جان مصیبت میں ڈالیگا ؟ "

عمرو نے کہا : " خیر' ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں - جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھکر اسکے لیے ایسي پرخطر جرات کر رہے ہو' تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے - تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو - اگر اب بھي تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمہاري مسافرت پر رحم کرکے امید ہے کہ امیر المومنین تمہاري کل کي جرأت کو معاف کردیں "

جرأت حق کي پہلي برکت اور خدا کي نصرة کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہي جو اسلیے تھا کہ شیخ کو سزا دے ' خود بخود اسپر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسي کي ضمانت لیے رہا کردیتا ہے :

ان تنصر الله ' ینصرکم - (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کي مدد کروگے تو خدا بھي تمہاري مدد کریگا)

(مناظـــرہ کے دن)

مامون الرشید نے تمام علماء دار الخلافة کو پیر کے دن دربار شاہي میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا - شیخ عبد العزیز پیر کے دن قصر شاہي میں حاضر ہوے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا - وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا ' عمرو نے دیکھتے ہي کہا :

" امید ہے کہ اب تمہیں عقل آ گئي ہوگي' اور تم اس جنون سے باز آ گئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے - تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کي اس سختي سے مخالفت کرنا چاهتے ہو - اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیکھوگے - اب بھي اس حماقت سے باز آ جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معافي دلا دونگا - نیز شاہي انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے "

لیکن شیخ عبد العزیز کیلیے یہ تمام باتیں بے سود تھیں - انہوں نے کہا : " حق مظلوم ہوگیا ہے - میں اسے پھر قائم کرنا چاهتا ہوں - مجھے جب اپني زندگي کي پروا نہیں تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو؟ "

بـرو ایں دام بـر مـــرغ دگـــرنـــہ
کہ عنقـا را بلنـــد ست آشیـانـہ !

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا : " افسوس تمہاري غربت پر اور صد افسوس تمہارے بچے کي یتیمي اور تمہاري بیوي کي بیوگي پر ! میں تمہیں ہلاکت سے نکالنے کي کوشش کر رہاہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو"!

شیخ کي روح حق سے صداے یقین اٹھي : " الله کي وہ نصرة و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کیلیے ہے مجھے کبھي نہیں بھلا سکتي' اور اگر میرے لیے الله نے اپني راہ میں موت ہي لکھدي ہے تو یہ شہادت ہے ' پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسي نعمت ہو سکتي ہے جسکا ایک مومن کو عشق ہو ؟ "

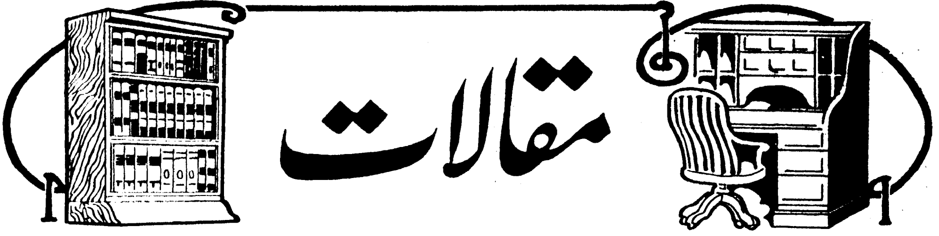
عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے' تو صحبت ختم کردي - اور مامون الرشید کو اُسکے آنے اور آمادۂ مناظرہ ہونے کي اطلاع دي - پھر شیخ کو ایک ایسي جگہ بٹھادیا جہاںسے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھ سکے ' اور کہا کہ اجتماع کي تکمیل کے بعد تم حضرت شاہي میں طلب کیے جاؤگے -

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میري ہلاکت کا اسدرجہ یقین تھا کہ باوجود میري طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کرسکا ' اور آخر میں پھر نصیحت کي :

قد حرصت على خلاصك جهدي ' وانت حريص على سفك دمك جهدك ! فقلت: يا عمرو ! معونة الله اعظم والطف من ان ينساني ' ومن يتوكل على الله فهو حسبه !

میں نے تمہاري نجات و سلامتي کیلیے وهاں تک کوشش کي جہاں تک میرے امکان میں تھا ' مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کیلیے حریص ہو اور اسکے لیے اپني پوري قوة سعي صرف کر رہے ہو - میں نے کہا : اے عمرو ! الله کي اعانت اس سے زیادہ بڑي اور مہرباني رکھنے والي ہے کہ مجھے بھلادے' اور جس نے الله پر بھروسہ کیا ' اسکو خدا بس کرتا ہے !

[لها بقية صالحة]



تربیت عسکریہ
اور
قرآن حکیم

انسان نہایت سرکش اور متمرد ھے ' اوس نے بارھا حقوق الهي میں دست اندازي کي ھے ' اوسکي عظمت و جبروت کے سراپردۂ جلال کو چاک چاک کرنا چاھا ھے ' اوسکے دامن توحید پر چنگل مارا ھے ' اور پتھروں بلکہ کنکریوں تک کو اوسکا شریک بنا دیا ھے -

اوس نے خدا کي پاکي و قدوسیت کو بھي اپنے انساني جذبات کے ساتھہ ملوث کرنا چاھا ' اور اوسکے صالح بندوں کو اوسکا بیٹا بنایا : سبحانہ و تعالی عما یقولون علوا کبیرا (۱۷ :)

اوس نے کبھي کبھي غرور و تکبر کے گھمنڈ میں آکر خود اپنا نسب نامہ بھي خدا کے ساتھہ جوڑ دیا ھے ' اور اسطرح اپنے خاندان کو تمام دنیا سے اونچا کرنا چاھا ھے ! تعالی اللہ عما یشرکون !

اوس نے خدا کے بھیجے ھوے پیغمبروں کو ساحر ' مجنون ' پاگل اور دیوانہ کہا ھے ' اونکو طرح طرح کي اذیتیں دي ھیں ' اونکے ساتھہ ھر موقع پر گستاخي کي ھے ' بلکہ کبھي کبھي خدا کے ان صالح بندوں کو قتل بھي کردیا ھے -

لیکن اس سرکش انسان کا خون اس قدر گراں قیمت اور بیش بہا ھے کہ اس تمرد و طغیان پر بھي خدا نے اوسکي حرمت کو قائم رکھا - لیکن جب سرکشي و عصیان نے بہت زیادہ سر اوٹھایا ' اور خدا کے دائرۂ عفو و کرم کے حدود سے آگے بڑھگئي ' تو قانون تعذیب الهي کو بھي حرکت ھوئي ' اور خدا نے ظالم قوموں پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا - اُنھوں نے اوسکو بد اعمالیوں کي پوري پوري سزا دي - ثمود کو زمین نے پیس کر غبار بنا دیا ' عاد کو ھوا کے جھونکے خس و خاشاک کي طرح اوڑا لیگئے ' قوم نوح کو طوفان کا ریلا تنکے کي طرح بہا لیگیا ! و کذالک اخذ ربك اذا اخذ القری وھي ظالمۃ ' اِن اخذہ الیم شدید ! (۱۱ :)

(حقوق العباد)

لیکن با اینھمہ خدا نے اپنے حقوق کي حفاظت و احترام کیلیے کبھي بھي ایک قطرہ خون نہیں بہایا - خدا نے دنیا کي بڑي بڑي متمرد قوموں کو مٹا دیا ' اونکي نسل فنا کردي ' اونکي یادگاروں کو برباد کردیا ' لیکن وہ جس سر زمین پر آباد تھے ' اوسکے دامن پر خون کا ایک دھبہ بھي نظر نہیں آیا -

البتہ جب انسان نے حقوق الهي کے حدود سے بھي آگے قدم بڑھایا ' اور خود اپنے بھائیوں کے فطري حقوق کو پامال کرنا چاھا ' اونکے ملک چھین لیے ' اونکي آزادي و خود مختاري سلب کرلي ' اونکے بچوں کي آزادانہ نشو و نما روکدي ' انکي زمینوں پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے ' انکے جسم سے نکلے ھوے پسینے اور گردنوں سے بہے ھوے خون سے اپني تشنگي ظلم کو تسکین دي ' اور پوري قوم و ملک کو اپني قومي سیادت و عظمت کیلیے ایک آلۂ بیجان بنا لیا تاکہ اپني قدرتي حرکت کو چھوڑ کر صرف اونھي کے اشاروں پر حرکت کریں ' تو اس وقت خدا نے بھي اپنے شکنجۂ عذاب کو پہلے سے زیادہ سخت کیا ' اور جو سیاست الهي پہلے سے قائم تھي ' اوسکا رنگ بالکل بدل گیا - پہلے سیاست رباني کا منصب صرف آسمان و زمین اور ابر و دریا کو حاصل تھا ' جنکي عذاب کي چکي چند لمحوں کے اندر قوم کي قوم کو پیس ڈالتي تھي ' مگر اب یہ خدمت خود انسان ھي کو ' بلکہ صرف انسان کے ھاتھہ کي دس انگلیوں کو سپرد کردي گئي - انسان جب تک خدا کے حقوق کو پامال کر رھا تھا ' خدا اپني عظیم الشان مخلوقات کے ذریعہ سے اونکو عذاب دیتا تھا - اب خود انسان کے حقوق روندے جارھے تھے ' اسلیے خدا نے بھي انسانیۃ کي عزت و احترام کو قائم رکھنے کیلیے خود انسان ھي کو کھڑا کردیا !

زمانہ وحشت میں انسان نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کیے ھونگے ؟ کتنے انسانوں کو قتل کردیا ھوگا ؟ کتنے بچے ذبح کردیے ھونگے ؟ کتنی عورتوں کے سر سے چادر عصمت اوتار لي ھوگي ؟ ان حقوق کے تحفظ کیلیے تلواریں بھي چمکي ھونگي ' نیزوں نے بھي اپني رواني دکھائي ھوگي ' کمانوں کي چڑ چڑاھٹ کي آواز سے بھي وحشت کدۂ عالم گونج اٹھا ھوگا ' لیکن تاریخ نے ان واقعات کو یاد نہیں رکھا ' وہ اسوقت موجود نہ تھي - اسلیے وہ بھي ان قوموں کے ساتھہ جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کے تنگ غاروں میں گم ھوگئي - البتہ زمانۂ تمدن کي تاریخ نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کو اب تک ازبر رکھا ھے ' اور اس آموختہ کے یاد کرنے میں سب سے زیادہ زبان تیغ نے مدد دي ھے - خون کے دھبوں نے اونکے نقوش رنگین کو کبھي مٹنے نہ دیا -

(DIVIDE AND RULE.)

تربیت عسکري کیلیے پہلي چیز ایک متحدہ قومیت کا پیدا ھونا ھے - محض انسانوں کي ایک بھیڑ سے متمدن فوج نہیں بن سکتي جب تک کہ قومیت کي روح ایک متحد جماعت پیدا نہ کردے - باھمي اتفاق و اتحاد کي زنجیریں سب کے پاؤں میں ھوں ' کسي ایک مقصد کے عشق اور ایک حکم کي اطاعت میں سب کے سب ایک بن جائیں - یہي وجہ ھے کہ جو حکومتیں اپنے جبر و استبداد کے قائم کرنے کیلیے کسي قوم کے سپاھیانہ جذبات کو فنا کرنا چاھتي ھیں ' وہ سب سے پہلے سیاسي فریب و دسائس کے ذریعہ اوس میں پھوٹ ' نفاق ' بغض ' کینہ ' اور باھمي انتقام کے جذبات خبیثہ پیدا کرکے اونکي جمعیت کو توڑ دیتي ھیں ' اور اسطرح رفتہ رفتہ اونکي قومیت فنا ھو جاتي ھے -

لیکن اس خدع و فریب کي ضرورت اسوقت ھوتي ھے ' جب قوم میں کچھہ لوگ بیدار دماغ ' متحرک اعصاب ' اور مضطرب دل رکھتے ھوں ' اور سیاست کي چھپي ھوئي چالوں کے زھر آلود اثر سے متاثر ھوتے رھتے ھوں - لیکن جب کوئي قوم دل و دماغ کھوکر

اپنے سر چشمۂ احساس کو بالکل فنا کردیتي ھے ' تو پھر ان فریب کاریوں کي ضرورت ھي نہیں ھوتي ' بلکہ سر بازار تلوار سے اسکے نقش وجود کو حرف غلط کي طرح مٹا دیا جاتا ھے -

دنیا کي ملکي تاریخیں اس قسم کي بہت سي مٹي ھوئي قوموں کو نمایاں کرسکتي ھیں ' لیکن مذھبي تاریخ واقعات میں تسلسل و نظام اور ترتیب نہیں ڈھونڈھتي - وہ دنیا کو محض عبرت کا افسانہ سناتي ھے - اسلیے وہ صرف ایک اھم اور کثیر النتائج واقعہ کا انتخاب کرلیتي ھے ' جو تمام دنیا کیلیے مجموعہ عبرت ھوتا ھے ' اور اسکو بار بار دنیا کے آگے پیش کرتي رھتي ھے - اس اصول کي بنا پر اوس نے ھمکو صرف فرعون کے مظالم کي داستان سنائي ھے' جسکا انتہائي ظلم و عدوان یہ تھا کہ وہ اپني اجنبي رعایا کے اندر پھوٹ ڈالکر و نااتفاقي ڈالکر حکومت کرتا تھا اور ایک گروہ کو ضعیف اور دوسرے کو قوي رکھتا تھا :

ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم - (۳ : ۲۸)

فرعون نے خدا کي زمین میں بہت سر اوٹھایا ' اور اوسکے رھنے والوں میں پھوٹ ڈالکر انکو گروہ درگروہ کردیا - و ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھتا اور ابھرنے نہ دیتا -

مذھبي حکومتوں کے سوا ظلم ھر دنیوي سلطنت کا مایہ خمیر ھے' اور باوجود مختلف قسم کے مظالم کے وہ اپني زندگي کے وہ دن پورے کرلیتي ھیں جو خدا نے اونکے لیے مقرر کردیے ھیں - لیکن جب کوئي سلطنت ظلم کو اس انتہائي درجہ تک پہونچادیتي ھے کہ انساني حقوق کا کوئي ٹھکانا نہیں رھتا تو یہ اوسکي زندگي کا آخري دن ھوتا ھے - اسوقت اوسکا تاج و تخت اولٹ دیا جاتا ھے' اور وہ صفحۂ ھستي سے حرف غلط کي طرح مٹا دي جاتي ھے -

آج بھي ھم دیکھہ رھے ھیں کہ خدا کا یہ قانون کس طرح کام کر رھا ھے ؟

(ظلم کي موت ھي سے عدل پیدا ھوتا ھے)

لیکن دنیا پر یکے بعد دیگرے ھمیشہ متضاد قوتوں نے حکومت کي ھے ' رات کے جانے کے بعد ھمیشہ دن جلوہ گر ھوا ھے ' تاریکي کے بعد ھمیشہ روشني چمکي ھے ' سیاھي کے بعد ھمیشہ سفیدي نے ظہور کیا ھے - یہي حال حکومتوں اور سلطنتوں کا بھي ھے - جب ایک ظالم حکومت مٹتي ھے تو اوسکي جگہ اسیوقت ایک عادل سلطنت قائم ھو جاتي ھے - ظلم کا جانا ھي عدل کے ظہور کا پیام ھے ' اور رات اگر ختم ھوگئي ھے تو اسکے یہي معني ھیں کہ دن آ گیا - '

جب جابرانہ قوموں کي قوت فنا ھو جاتي ھے ' تو ایک عادلانہ نظام قائم ھوجاتا ھے - فرعون کي جابرانہ سلطنت کا زوال ایک دوسري قوم کي عادلانہ حکومت کا مقدمہ تھا ' اسلیے خدا نے فرعونیوں کي ھلاکت کے ساتھہ ھي عدل الہي کے قیام کا بھي مژدہ سنا دیا :

و نرید ان نمن علی الـذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون و ھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون (۴ : ۲۸)

اور ھم اپنے دائمي قانون عدل کي بنا پر چاھتے ھیں کہ جو لوگ ھماري زمین میں کمزور بنا کر ایک مدت تک رکھے گئے ھیں' اون پر احسان کریں' اور اونکو دنیا کي پیشوائي عطا فرمائیں' بڑي بڑي طاقتور قوموں کے تاج و تخت کے وھي وارث ھوں' اور انکي پادشاھت زمین پر قائم ھوجاے - فرعون و ھامان اور انکي حکمران قوم کو انکے طرف سے جس چیز کا کھٹکا تھا اور جسکے لیے وہ انھیں کمزور رکھتے تھے ' وھي انکے سامنے لائینگے !

(انقلاب قوۃ و ضعف)

یہ تو سلطنت فرعوني کے انقلاب کي سرگذشت تھي ' لیکن غور کرو کہ اس آیۃ کریمہ کے اندر قران حکیم نے کس طرح اپنے ایک قانون الہي کي خبر دیدي ھے ؟ وہ بتلاتا ھے کہ دنیا قوت کے جاہ و جلال کي نمایش گاہ ھے' اور کمزوروں کي ھلاکت کا مقتل ھے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام و محکوم بناتي ھیں ' ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈالتي ھیں ' انکے مختلف فرقوں اور مختلف گروھوں کو باھم ملنے نہیں دیتیں ' کیونکہ اگر وہ ملکر ایک ھو جائیں تو پھر کمزور نہ رھیں اور اتفاق و یگانگت کي طاقت اعلی ظالموں کا تخت و تاج اولٹ دے - یہي حال مصر میں بنو اسرائیل کا تھا -

لیکن اسکے ساتھہ ھي دنیا کا ایک مستثنی قانون بھي ھے' اور خـدا کے زبردست ھاتھہ کي گاہ گاہ چمـک جانے والي حرکت بھي ھوتي ھے - جب ظلم اور طاقت کے شیطان کا غرور حد سے بڑھجاتا ھے تو ایسا بھي ھوتا ھے کہ دنیا طاقت والوں کي جگہ کمزوروں کا گھر بنا دي جاتي ھے ' اور وھي زمین جو کمزوروں کیلیے قتل گاہ تھي ' طاقت والوں کي تباھي و ھلاکت کا تماشا گاہ بن جاتي ھے - پس اُس دن چھوٹے بڑے کیے جاتے ھیں' اور بڑوں کو چھوٹا بنایا جاتا ھے - وہ کہ کمزور کردیے گئے تھے' وہ کہ بیکس اور بے نوا تھے' وہ کہ صرف رونے ' ماتم کرنے ' بے بسي کي چیخیں مارنے ' اور لٹنے لٹانے کیلیے تھے ' وقت آتا ھے کہ احسان الہي کے سزاوار ٹھہرتے ھیں ' اور کمزوري کي جگہ طاقت کیلیے ' بیکسي کي جگہ فرمانروائي کیلیے' رونے کي جگہ خوشیوں کیلیے' ماتم کي جگہ عیش و کامراني کیلیے' اور لٹنے کي جگہ لوٹنے کیلیے' تمام عالم میں نمایاں ھو جاتے ھیں - قوۃ فرعوني کي جگہ قوۃ موسوي کي تلوار آن کي آن میں دنیا کو پلٹ دیتي ھے ' اور صدیوں کي گري ھوئي قومیں پھر جاہ و جلال رباني کے ظہور و قیام کیلیے دنیا کي وارث اور خلیفہ بنا دي جاتي ھیں !

(تربیت عسکـري)

لیکن جسطرح تلوار کي آخري حرکت کسي سلطنت کي شہرگ کو کاٹ دیتي ھے ' اوسي طرح اوسکي پہلي جنبش نظام حکومت کو قائم بھي کردیتي ھے - حکومت سیاست کا سر چشمہ ھے' اور سیاست کي پیاس ھمیشہ تلوار ھي کے پاني سے بجھي ھے - خدا تعالی حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے اور بنو اسرائیل کي حکومت قائم کرنے کیلیے ایک تیغ برھنہ کي صورت میں نمایاں کرنا چاھتا تھا ' اسلیے دیکھو کہ کس طرح اونکو بچپن ھي سے میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنایا' اور طرح طرح کي آزمایشوں میں ڈالدیا ؟ ابھي اُنھوں نے دنیا میں پہلا ھي قدم رکھا تھا کہ ماں کے آغوش محبت سے جدا ھوگئے' اور جس آغوش کي محبت سے زمین پر رینگنے والے کیڑے بھي محروم نہیں رھتے ' اللہ کي معلمانہ مشیت نے اپنے رسول اولوالعزم کو اس سے محروم کردیا - دریاے نیل کي طوفان خیز موجوں کي آغوش میں اُنھیں ڈالدیا گیا کہ ایک دن دریا کے طوفان ھي میں سے انکو اپني راہ نکالني تھي :

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ في الیم ولا تخافي ولا تحزني انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین (۶ : ۲۸)

اور ھم نے موسی کي ماں کے دل میں یہ بات ڈالدي کہ اسکو دودھ پلاے ' اور اگر فرعون کے ظلم کیوجہ سے اوسکي جان کا خوف ھو' تو دریا میں ڈالدے - اور کسي قسم کا خوف یا غم نہ کرے ' ھم پھر اسکي گود میں اسکے لخت جگر کو واپس کردینگے' اور اسکو اپنا پیغمبر بنائینگے -

حضرۃ موسی کي والدہ نے اپنے لخت جگر کو دریا کي لہروں کي آغوش میں ڈالدیا - لیکن نیل کي لہریں اس امانت مقدس

کو اور کہیں نہیں لے گئیں ' اُسي کے محل تک بحفاظت پہنچا دیا جسکے سر غرور کو کچلنے کیلیے ایک دن یہ شیر خوار بچہ اُٹھنے والا تھا - پھر محل فرعوني کي عورتوں کو اُنپر مہربان کردیا ' اُنھوں نے اپنے بچوں کي طرح خاص شاھي محل کے اندر پرورش کي ' اور اُنکي والدہ ھي اُنکي دایہ قرار پائیں - اسمیں اللہ کي بڑي مصلحت یہ تھي کہ حضرۃ موسی کي پرورش شاھي محل میں ھوگي تو پادشاھوں کے جاہ و جلال باطل کا رعب اُنکے دل سے نکل جائیگا ' اور بچپن ھي سے شاھانہ زندگي ' سیاست و ملک داري کے طریقے ' اور ظالمانہ حکومتوں کے تمام اسرار و خفایا اُن پر منکشف ھوجائینگے -

فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا و حزنا - ان فرعون و ھامان و جنودھما کانوا خطئین (۷ : ۲۸)

پھر اوسکو آل فرعون نے دریا سے نکال لیا ' اور اس بچے کو پرورش کیا تاکہ آگے چلکر وہ اونکا دشمن اور سرمایہ رنج و غم بنے - بے شک فرعون ' ھامان ' اور اونکا لشکر غلطي پر تھا - جبکہ اپنے دشمن کو اپنے گھر کے اندر پالرھا تھا !

(آغاز کار)

اسکے بعد آزمائش و ابتلاء کے متعدد موقع پیش آے - اونھوں نے ایک ظالم شخص کو عین حالت ظلم میں قتل کردیا :

و دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا ' فوجد فیھا رجلین یقتتلن : ھذا من شیعتہ و ھذا من عدوہ - فاستغاثہ الذي من شیعتہ علی الذي من عدوہ ' فوکزہ موسی فقضی علیہ - قال ھذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین ! (۱۴ : ۲۸)

اور جب کہ تمام لوگ غافل تھے موسی شہر میں آے ' اور اوسمیں دو آدمیوں کو جھگڑتے ھوے دیکھا ' اون میں ایک آدمي اونکي قوم کا تھا ' اور دوسرا اونکے دشمن کے گروہ کا - موسی کو دیکھکر اونکي قوم کے آدمي نے دشمن کے ظلم کي فریاد کي ' اور موسی نے اوسکو ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ مرگیا - یہ حال دیکھکر وہ گھبراے کہ شیطان نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا - بے شک شیطان گمراہ کن دشمن ھے -

اب خدا نے ظلم و فساد اور انساني عبودیت و غلامي کي سر زمین سے اونکو دور کرنا چاھا ' کیونکہ ضرورت تھي کہ وہ کسي آزاد مقام پر رھکر آنے والے وقت کیلیے طیار ھو جائیں - پس وہ نکلے اور ایک طرف خدا کي رھنمائي کے سہارے پر چل کھڑے ھوے :

و لما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربي ان یھدیني سواء السبیل - (۲۱ : ۲۸)

جب موسی مصر سے نکل کر مدین کي طرف روانہ ھوے ' تو کہا کہ خدا مجھکو ضرور سیدھا راستہ دکھائیگا -

(درسگاہ مدین)

خدا نے اونکي رھنمائي کي ' اور بخط مستقیم اونکو اپنے ایک صالح بندے کي آغوش تربیت میں ڈالدیا - وھاں اونھوں نے کامل آٹھہ سال تک آزادي کي ھوا میں اپنے جذبات حقہ و قواء صالحہ کو نشو و نما دي - پھر جب پلٹے تو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے کیلیے تمام ساز و سامان نصرۃ سے مسلح تھے :

و ان الق عصاک فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا و لم یعقب - یموسی اقبل و لا تخف ' انک من الامنین - اسلک یدک في جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء ' و اضمم الیک جناحک من الرھب فذنک برھانن من ربک الی فرعون و ملائہ انھم کانوا قوما فاسقین - (۳۱ : ۲۸)

اور ھم نے موسی کو حکم دیا کہ اپني لاٹھي کو پھینک دو' موسی نے اپنے ھاتھہ سے عصا پھینک دیا ' لیکن جب دیکھا کہ وہ سانپ کي طرح حرکت کر رھا ھے ' تو پشت پھیر کر بھاگے ' اور پھر اوس طرف رخ نہ کیا - ھم نے کہا اے موسی ! آگے بڑھو ' مطلق خوف نہ کھاؤ تم محفوظ رھوگے ' پھر ھم نے حکم دیا کہ اپنے ھاتھہ کو گریبان میں ڈالو ' وہ چمکتا ھوا نکلیگا - تمھارے خدا کي طرف سے فرعون اور اوسکے ارکان سلطنت کیلیے یہ دو نشانیاں دیگئي ھیں -

(سپہ سالار جنگ)

فوج کي تنظیم و ترتیب کیلیے جس سپہ سالار کي ضرورت تھي وہ تمام آلات حرب سے مسلح ھوگیا ' لیکن وہ جن لوگوں سے اپني فوج کو مرتب کرنا چاھتا تھا ' وہ خود گرفتار زندان مصیبت تھے ' اسلیے اوس نے اپنا پہلا مطالبہ جوفرعوني گورنمنٹ سے کیا ' وہ اسي فوج کي رھائي کا مطالبہ تھا :

ان ادوا الي عباد اللہ اني لکم رسول امین (۱۷ : ۴۴)

خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کردو ' میں تمھارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کے آیا ھوں -

(داخلي تبلیغ)

لیکن فرعون نے جیسا کہ تمام ظالم بادشاھوں کا طریقہ ھے ' اونکے اس الھي مطالبہ کو رد کردیا - پس ضرور ھوا کہ اب کچھہ دنوں تک مصر ھي میں رھکر بنو اسرائیل کي تربیت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ' اور صدیوں کي محکومي و غلامي نے جس درجہ انکے فوجي قوي کو معطل کردیا ھے ' اسي درجہ کي قوي و موثر تعلیم کے ذریعہ انمیں حریت و استقلال کے عزائم پیدا کیے جائیں -

پس حکم الھي کے مطابق حضرۃ موسی علیہ السلام اپني دعوۃ کي داخلي تبلیغ میں مشغول ھوگئے اور بني اسرائیل کو آنے والے وقت کیلیے طیار کرنا شروع کردیا - اس طیاري کا طریقہ اور اسکے اصول جو قران حکیم نے بتلاے ھیں ' ھم اسي دوسري صحبت میں انکي طرف متوجہ ھونگے -

(پہلي فوجي نمایش)

جب ایک اچھي مدت اسپر گذر گئي تو حکم الھي ھوا کہ اب وقت آگیا ھے کہ اس طیار کردہ فوج کي حرکت شروع ھوجاے - پس پہلي منزل یہ ھے کہ اب فرعوني گورنمنٹ کے ساز و سامان اور احکام و قوانین کي بالکل پروا نہ کرو - وہ بنو اسرائیل کو اپني غلامي سے نکلنے نہیں دیتي ' مگر تم اسکو اپنے ساتھہ لیکر راتوں رات نکل کھڑے ھو - تمھارا تعاقب کیا جائیگا ' لیکن عذاب الھي بھي اسکے تعاقب سے غفلت نہیں کریگا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۲۲ : ۴۴)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' کیونکہ تمھارا تعاقب کیا جائیگا -

اونھوں نے حکم الھي کي تعمیل کي ' اور اسطرح فوج کیلیے جس اجتماع و انضمام کي ضرورت ھوتي ھے اُسکا قوام تیار ھوگیا -

(روح عسکري)

لیکن فوج صرف آدمیوں کي اوس صف ھي کا نام نہیں ھے جو میدان جنگ میں دیوار کي طرح کھڑي کردي جاتي ھے ' بلکہ جسطرح دنیا کي ھر حقیقت مادہ و قوت سے مرکب ھے ' اوسي طرح فوج بھي جسم و روح کے مجموعہ کا نام ھے - یہ روح تلواروں کے چمکتے ھوے جوھر میں نہیں مل سکتي ' اوسکا آشیانہ شہسواروں کے خود میں نہیں ھے ' وہ حلقۂ دار زرہ کے جال میں مرغ رشتہ بپا کي طرح گرفتار نہیں ھے ' اوس نے ان تمام قیود سے آزاد ھوکر صرف سپاھیوں کے دل ھي کو اپنا گھر بنایا ھے - اسي گوشے میں اوسکي معجزانہ طاقت کي کار فرمائیاں ظاھر ھوتي ھیں - فوج کي تعداد کي کمي بیشي سے اسپر کوئي اثر نہیں پڑتا - ایک سو اور ایک ہزار کے اختلاف سے اسکي حقیقت بدل نہیں جاتي ' سامان جنگ کے عدم و وجود کو اسمیں کوئي دخل نہیں ' وہ چاھے تو ایک انسان کے اندر چمک کر اسے ایک ہزار انسانوں پر غالب کردے :

يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون - (۸ : ۶۶)

اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کیلیے اُبھارو ‘ اگر تم میں بیس آدمی بھي صابر هوں گے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائینگے ‘ اور اگر تم میں سو آدمي بھي صبر کي طاقت رکھتے هونگے تو کفار کي ایک هزار جمعیت پر غلبه حاصل کرلینگے -

عزم و استقلال اور صبر و توکل کي طاقت صرف افراد کي کثرت سے پیدا نہیں هوسکتي ‘ اوسکو آزادي کي زندگي هي پیدا کرتي هے جو قواء انساني کي نشو و نما کي فطرتي تربیت گاہ هے -

لیکن آزادي ایک ایسا جوهر هے ‘ جو کبھي تو اس قدر ارزاں هوجاتا هے کہ هر ریگستان کے چمکتے هوے ذرے میں مل سکتا هے ‘ اور کبھي اس قدر گراں قیمت هوجاتا هے کہ صرف تاج شاهي کے ٹنکے هوے موتیوں هي میں اوسکي جھلک نظر آتي هے -

حضرت موسی علیه السلام جس فوج کي تعلیم و تربیت کیلیے خدا کي طرف سے مامور هوے تھے ‘ اوس کے اندر یه جوهر بالکل مفقود هوگیا تھا - فرعون کي غلامي نے اوسکے تمام شریفانه جذبات فنا کردیے تھے ‘ اوس نے کبھي حکومت کا خواب بھي نہیں دیکھا تھا - حضرت موسی علیه السلام کي پیغمبرانه دعوة کي طاقت نے مومنین بالغیب کا ایک چھوٹا سا گروہ ضرور پیدا کردیا جس نے حریة صادقه کي روح سے معمور هوکر فرعون کو للکارا تھا :

فاقض ما انت قاض انما تقضي هذه الحيواة الدنيا (۲۰ : ۷۵)

جو حکم چاهو همارے لیے دو ‘ تمہاري حکومت زیادہ سے زیادہ اس دنیوي زندگي هي کا فیصله کرسکتي هے کہ همیں قتل کردے - اس سے زیادہ تم اور کیا کرسکتے هو ؟

لیکن یه بھي صرف نور ایمان کي ایک جدید روح کي صدا تھي جسنے غلاموں کے ملک میں حریت حقه کا غلغله بلند کرکے ایک نمونه قائم کردیا ‘ ورنه بنو اسرائیل کے حلقے سے کبھي اس قسم کي صدائیں بلند نہیں هوسکتي تھیں -

(جهاد في سبيل الله سے اعراض)

پس اس بنا پر بنو اسرائیل کي فوجي تعلیم و تربیت کیلیے وهي قدرتي مرکز موزوں تھا ‘ جہاں انسان نے سب سے پہلے آزادي کي هوا کھائي هے - یعنے ابادیوں اور بستیوں سے الگ کوئي صحرا اور میدان ‘ جہاں نه کسي کي حکومت هو ‘ نه کسي انسان کا حکم - ازاد چڑیوں کے غول هوں اور خود مختار پرندوں کے جھنڈ ‘ اسي کائنات فطري و حقیقي میں رهکر وہ اپني گم شدہ حریة کو تلاش کرسکتے تھے جو مصر کي آبادیوں میں کھو گئي تھي !

لیکن حضرت موسی علیه السلام نے پہلے آنے والے جاہ و جلال و عظمت کو یاد دلاکر اُنکے جذبۂ شجاعت کو تازہ کرنا چاها :

واذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا نعمت الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا وآتكم ما لم يوت احداً من العالمين - يا قوم ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا على ادباركم فتنقلبوا خاسرين - (۵ : ۲۳)

جب موسی نے اپني قوم سے کہا : اے لوگو خدا کي نعمتوں کو دیکھو ‘ اُس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے تھے ‘ اب تمکو بادشاہ بناتا هے ‘ اور وہ عظمت عطا فرماتا هے جو ابتک کسیکو بھي ندي تھي - پس عزم اور همت کرو ‘ اور ارض مقدس میں داخل هوجاو - اُسکي حکومت صرف تمہاري هي قسمت میں لکھدي گئي هے ‘ اور هرگز بزدلوں کي طرح پیٹھه نه پھیرو ‘ اسکا نتیجه بجز نا کامیابي و محرومي کے کچھه نه هوگا -

لیکن یه امتحان ایک ایسي قوم کیلیے سودمند نه هوسکا جو صدیوں سے غلامي کي لعنت میں گرفتار تھي - بنو اسرائیل کي بزدلي نے نہایت مایوسانه جواب دیا :

قالوا يموسى ان فيها قوماً جبارين ‘ وانا لن ندخلها حتى يخرجوا منها - فان يخرجوا منها فانا داخلون (۵ : ۲۵)

اُن لوگوں نے جواب دیا که اے موسی ارض مقدس میں ایک نہایت هیبتناک قوم رهتي هے - هم اُس میں هرگز داخل نہیں هو سکتے - وہ اپنے ساز و سامان اور طاقت سے همیں پیس ڈالینگے - جب تک که وہ ملک سے خود بخود نه هٹ جالیں ‘ هم اُسکا رخ نه کرینگے -

اس داخله سے محض شاهي جاہ و جلال کا منظر دکھانا مقصود نه تھا ‘ بلکه بنواسرائیل کي قدیم کھوئي هوئي عظمت کو خلافت الهي کي صورت میں قائم کرنا تھا ‘ اور خلافت الهي کے قائم کرنے کیلیے جس قسم کي شجاعت درکار هوتي هے ‘ اُسکو صرف نور ایمان هي قائم کرسکتا تھا - بنواسرائیل کے دل اس کي حرارت سے خالي تھے - دو مخلص مومنوں نے اپنے نور ایمان کي حرارت سے اُنکے دلوں کو گرمانا چاها :

قال رجلان من الذين يخافون انعم الله عليهما ادخلوا عليهم الباب - فاذا دخلتموه فانكم غالبون ‘ وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين (۵ : ۲۶)

جو لوگ بیت المقدس میں داخل هونے سے ڈر رهے تھے ‘ اونہیں میں سے دو آدمیوں نے جن پر خدا نے نور ایمان کے ذریعه سے احسان کیا تھا کہا : جہاد في سبیل الله سے انکار نه کرو اور الله پر اعتماد کرکے ارض مقدس میں داخل هوجاؤ - جب اُسکے اندر داخل هوجاؤگے تو تم یقیناً غالب هوگے - اگر تم مسلمان هو تو خدا پر بھروسه کرو -

لیکن اس پر بھي اونکے دلوں میں حرارت پیدا نه هوئي ‘ اور انہوں نے صاف جواب دیدیا :

قالوا يموسى انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها ‘ فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون - (۵ : ۲۷)

ان لوگوں نے کہا اے موسی ! جبتک وہ طاقتور لوگ اُس شہر میں هیں ‘ هم اُسمیں هرگز داخل نہیں هوسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھه جاکر لڑو ‘ هم اس جگهه بیٹھه کر تماشا دیکھینگے -

(چہل ساله قیام صحراء)

اب حضرت موسی علیه السلام کو بالکل مایوسي هوگئي ‘ اور اونہوں نے اس بزدل قوم سے علیحدہ هونا چاها :

قال رب اني لا املك الا نفسي و اخي ‘ فافرق بيننا وبين القوم الفسقين (۵ : ۲۸)

حضرت موسی نے کہا : خداوندا ! میں صرف اپنے وجود پر اور اپنے بھائي هارون هي پر اختیار رکھتا هوں ‘ اپني قوم کي بزدلي اور روحاني موت کو کیا کروں ؟ اب مجھه میں اور اس بدکار قوم میں علحدگي کردے -

لیکن حکم الهي هوا که اے موسی ! تم مایوسي کیلیے پیدا نہیں کیے گئے هو ‘ تمہاري پیغمبرانه استقامت کي طاقت کو ان مشکلوں کا مقابله کرنا چاهیے - بني اسرائیل کو مدتوں کي غلامي نے جهاد في سبیل الله کي مقدس راہ سے نا آشنا کردیا هے - وہ چھوٹي چھوٹي راحتوں کے عاشق هیں ‘ بڑے مقصد کي راہ میں مصیبت اٹھانے سے جي چراتے هیں - غلامي کي زندگي کا یه لازمي نتیجه هے - پس اس سے نه گھبراؤ اور انہیں یہاں سے نکالکر کسي آزاد و بے قید صحرا میں جا بساؤ ‘ وهاں کي خالص اور فطري اب و هوا میں ایک زمانه بسر کریں - عهد غلامي کي پرورش یافته نسل مٹ جاے - ایک نئي مستعد نسل پیدا هو ‘ پھر وہ راہ جهاد کي مشکلات کو برداشت کرسکیگي :

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تأس على القوم الفسقين (۵ : ۲۹)

خدا نے کہا : بیت المقدس کا داخله اونکے لیے چالیس سال تک حرام هوگیا ‘ اب اسي سرزمین میں وہ سرگرداں رهینگے - حصول عظمت میں یه چہل ساله تاخیر انهي کي بزدلي کا نتیجه هے - پس ایسے لوگوں کي محرومي پر تمہیں افسوس نہیں کرنا چاهیے -

مختارات

الحــرب فـي الاســلام

تاریخ اسلام اور نظام عسکري

(۲)

(رسد کا مستقل محکمه)

رفته رفته حضرت عمر نے رسد کا ایک مستقل محکمه قائم کیا ' جسکا نام اهراء تها - چنانچه شام میں عمرو بن عتبه (۱) اس محکمه کے افسر مقرر هوے - "اهراء" هري کي جمع هے - هري ایک یوناني لفظ هے جسکے معني گودام کے هیں - چونکه رسد کے یکجا جمع هونے اور وهاں سے تقسیم هونے کا یه طریقه یونانیوں سے لیا گیا تها ' اس لیے نام میں بهي وهي یوناني لفظ قائم رها - تمام جنس اور غله ایک وسیع گودام میں جمع هوتا تها اور مهینے کي پهلي تاریخ في سپاهي ایک من دس ثار کے حساب سے تقسیم هوتا تها - اِسکے ساتهه في کس ۱۲ ثار روغن زیتون' اور ۱۲ ثار سرکه بهي ملتا تها - اِس کے بعد اور بهي ترقي هوئي ' یعني خشک جنس کے بجاے پکا پکایا کهانا ملتا تها - چنانچه مورخ یعقوبي نے حضرت عمر کے سفر شام کے ذکر میں اسکي تصریح کي هے -

(خوراک اور کپڑا اور بهته)

تنخواه اور خوراک کے علاوه کپڑا بهي دربار خلافت سے ملتا تها ' جسکي تفصیل وردي کے ذکر میں آئیگي - اِن تمام باتوں کے ساتهه بهته بهي مقرر تها ' جسکو عربي میں "معونة" کهتے هیں - سواري کا گهوڑا سواروں کو اپنے اهتمام سے مهیا کرنا پڑتا تها - لیکن جو شخص کم مایه هوتا اور اُسکي تنخواه بهي ناکافي هوتي اُسکو حکومت کي طرف سے گهوڑا ملتا تها - چنانچه خاص اِس غرض کے لیے حضرت عمر کے حکم سے خود دار الخلافة میں چار هزار گهوڑے هر وقت موجود رهتے تهے - (۲)

بهته اور تنخواه وغیره کي تقسیم کے اوقات مختلف تهے - شروع محرم میں تنخواه ' فصل بهار میں بهته' اور فصل کٹنے کیوقت خاص خاص جاگیروں کي آمدني تقسیم هوتي تهي - (۳) تنخواه کي تقسیم کا یه طریقه تها که هر قبیلے کے ساتهه ایک عریف یعني مقدم یا رئیس هوتا تها - فوجي افسر جو کم سے کم دس دس سپاهیوں پر افسر هوتے تهے' اور جو اُمراء الاعشار کهلاتے تهے' تنخواه اُن کو دیجاتي تهي - وه عریف کو حواله کرتے تهے' اور عریف اپنے اپنے قبیلے کے سپاهیوں کے حواله کردیتا - ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکهه درهم کي تقسیم تهي - چنانچه کوفه و بصره میں سو عریف تهے جن کے ذریعے سے ایک کرور کي رقم تقسیم هوتي تهي - اس انتظام میں نهایت احتیاط اور خبرگیري سے کام لیا جاتا تها - عراق میں اُمراے اعشار نے تنخواهوں کي تقسیم میں بے اعتدالي کي ' تو حضرت عمر نے عرب کے بڑے بڑے نساب اور اهل الراے مثلاً سعید بن عمران اور مشعله بن نعیم' وغیره کو بلاکر اسکي جانچ پر مقرر کیا - چنانچه اِن لوگوں نے دوباره نهایت تحقیق اور صحت کے ساتهه لوگوں کے عهدے اور روزینے مقرر کیے' اور دس دس کي جگه سات سات سپاهي پر ایک ایک افسر مقرر کیا - (۱) عریف کا تقرر بهي فاروقي ایجادات سے تها ' جسکي تقلید مدتوں تک کي گئي - کنز العمال باب الجهاد میں بیهقي کي روایت هے : "اول من دون الدواین و عرف العرفا عمر بن الخطاب"

تنخواهوں میں قدامت اور کارکردگي کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً اضافه هوتا رهتا تها - قادسیه میں زهره' عصمه' ضي وغیره نے بڑے مردانه کام کیے تهے' اسلیے اُن کي تنخواهیں دو دو هزار سے ڈهائي ڈهائي هزار هوگئیں - مقرره رقموں کے علاوه غنیمت سے وقتاً فوقتاً جو هاتهه آتا تها اور علی قدر مراتب فوج پر تقسیم هوتا تها' اُسکي تو کچهه انتها هي نه تهي - چنانچه جلولاء میں نو نو هزار اور نهاوند میں چهه چهه هزار درهم ایک ایک سوار کے حصه میں آئے تهے !

صحت اور تندرستي قائم رکهنے کے لیے حسب ذیل قاعدے مقرر تهے :

(اختلاف موسم کے لحاظ سے فوج کي تقسیم)

(۱) جاڑے اور گرمي کے لحاظ سے لڑائي کي جهتیں متعین کردي تهیں ' یعني جو سرد ملک تهے ان پر گرمیوں میں' اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں فوجیں بهیجي جاتي تهیں - اس تقسیم کا نام شاتیه اور صافیة رکها اور یهي اصطلاح آجتک قائم هے - یهاں تک که همارے مورخین مغربي مهمات اور فتوحات کو صرف "صوایف" کے لفظ سے تعبیر کرتے هیں - یه انتظام حضرت عمر نے سنه ۱۷ هجری میں کیا تها - علامهٔ طبري لکهتے هیں : "و سمي الشواتي والصوائف - و سمي ذالك في كل درة"

(۲) فصل بهار میں فوجیں اُن مقامات میں بهیجدي جاتي تهیں' جهاں کي آب و هوا عمده اور سبزه و مرغزار هوتا تها - یه قاعده اول اول سنه ۱۷ هجري میں جاري کیا گیا جبکه مداین کي فتح کے بعد وهاں کي خراب آب و هوا نے فوج کي تندرستي کو نقصان پهنچایا

(۱) تاریخ طبري صفحهٔ ۲۵۲۶ - اهراء کے معني اور مفهوم کیلیے دیکهو لسان العرب اور فتوح البلدان صفحه ۲۰۸ -

(۲) کتاب الخراج صفحهٔ ۲۷ - اصل عبارت یه هے : "کان لعمر بن الخطاب اربعة الاف فرس - فاذا کان في عطاء الرجل خفة او کان محتاجا اعطاه الفرس"

(۳) طبری صفحه ۲۴۸۶ - اصل عبارت یه هے "و امر لهم بمعاونهم في الربیع من کل سنة و باعطیاتهم في المحرم من کل سنة و بفئیهم عند طلوع الشعری في کل سنة ' و ذالک عند ادراک الغلات"

(۱) یه واقعات نهایت تفصیل کے ساتهه طبری صفحهٔ ۲۶۹۵ و ۲۴۹۶ ' و مقریزی صفحهٔ ۹۳ میں هیں -

تھا - چنانچہ عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ ھمیشہ جب بہار کا موسم آجاے تو فوجیں شاداب اور سر سبز مقامات میں چلی جائیں (۱)

(بہار کے زمانے میں فوجوں کا قیام)

عمرو بن العاص گورنر مصر موسم بہار کے آنے کے ساتھہ ھی فوج کو باھر بھیجدیتے تھے ' اور حکم دیتے کہ سیر و شکار میں بسر کریں' اور گھوڑوں کو چراگاہ اور فربہ بناکر لائیں -

(آب و ھوا کا لحاظ)

(۳) بارکوں کی تعمیر اور چھاونیوں کے بنانے میں ھمیشہ عمدہ آب و ھوا کا لحاظ کیا جاتا تھا ' اور مکانات کے آگے کھلے ھوے خوش فضا صحن چھوڑدیے جاتے تھے - فوجوں کے لیے جو شہر آباد کیے گئے' مثلاً کوفہ ' بصرہ ' فسطاط وغیرہ' ان میں اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں ' کوچے ' اور گلیاں نہایت وسیع ھوتی تھیں- حضرت عمر کو اسمیں اسقدر اھتمام تھا کہ مساحت اور وسعت کی تعین بھی خود لکھہ کر بھیجی تھی چنانچہ اسکی تفصیل ان شہروں کے ذکر میں گزر چکی ھے -

(کوچ کی حالت میں فوج کی آرام کا دن)

(۴) فوج جب کوچ پر ھوتی تھی تو حکم تھا کہ ھمیشہ جمعہ کے دن مقام کرے اور پورے ایک شب و روز قیام رکھے ' تا کہ لوگ دم لے لیں اور ھتیاروں اور کپڑوں کو درست کرلیں - یہ بھی تاکید تھی کہ ھر روز اُسی قدر مسافت طے کریں جس سے تھکنے نہ پائیں' اور پڑاؤ وھیں کیا جاے جہاں ھر قسم کی ضروریات مہیا ھوں- چنانچہ سعد بن وقاص کو جو فرمان فوجی ھدایتوں کے متعلق لکھا 'اسمیں اور اھم باتوں کے ساتھہ ان تمام جزئیات کی تفصیل بھی لکھی (۲)

(رخصت کے قاعدے)

رخصت کا بھی با قاعدہ انتظام تھا - جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تھیں اُن کو سال میں ایک دفعہ ورنہ دو دفعہ رخصت ملتی' بلکہ ایک موقع پر جب اُنھوں نے ایک عورت کو اپنے شوھر کی جدائی میں دردناک اشعار پڑھتے سنا تو افسروں کو احکام بھیجدیے کہ کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ باھر رھنے پر مجبور نہ کیا جاے -

لیکن یہ تمام آسانیاں اسی حد تک تھیں جہاں تک ضرورت کا تقاضا تھا ' ورنہ آرام طلبی ' کاھلی ' عیش پرستی سے بچنے کے لیے سخت بندشیں بھی کی تھیں - نہایت تاکید تھی کہ " اھل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ھوں ' نرم کپڑے نہ پہنیں ' دھوپ کھانا نہ چھوڑیں ' حماموں میں نہ نہائیں "

(فوج کا لباس)

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت عمر نے فوج کے لیے کوئی خاص لباس جسکو وردی کہتے ھیں قرار دیا تھا - اُن کے جو احکام فوج کے نام منقول ھیں ' اُن میں صرف اسقدر ھے کہ لوگ عجمی لباس نہ پہنیں - لیکن معلوم ھوتا ھے کہ اس حکم کی تعمیل پر چنداں زور نہیں دیا گیا ' کیونکہ سنہ ۲۱ ھجری میں جب مصر میں ذمیوں پر جزیہ مقرر ھوا تو فوج کے کپڑے بھی اسمیں شامل تھے اور وہ یہ تھے - اُون کا جبہ ' لمبی ٹوپی یا عمامہ ' پاجامہ ' موزہ (۱) حالانکہ اول اول پاجامہ اور موزہ کو حضرت عمر نے بتصریح منع کیا تھا -

(فوج میں خزانچی و محاسب و مترجم)

فوج کے متعلق حضرت عمر کی اور بہت سی ایجادیں ھیں ' جنکا عرب میں کبھی وجود نہ تھا - مثلاً ھر فوج کے ساتھہ ایک افسر خزانہ ' ایک محاسب ' ایک قاضی ' اور متعدد مترجم ھوتے تھے - ان کے علاوہ متعدد طبیب اور جراح بھی ھوتے تھے - چنانچہ جنگ قادسیہ میں عبد الرحمن بن ربیعہ قاضی' زیاد بن ابی سفیان محاسب' ہلال ھجری مترجم تھے - (۲) فوج میں محکمۂ عدالت ' سرشتہ حساب ' مترجمی ' اور ڈاکٹری کی ابتدا بھی اسی زمانے سے ھے -

(فن جنگ میں ترقی)

فوجی قواعد کی نسبت ھمکو صرف اسقدر معلوم ھے کہ حضرت عمر فوجی افسروں کو جو احکام بھیجتے تھے' اُن میں چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید ھوتی تھی - تیرنا ' گھوڑے دوڑانا ' تیر لگانا ' ننگے پاؤں چلنا - اس کے سوا ھمکو معلوم نہیں کہ فوج کو کسی قسم کی قواعد سکھلائی جاتی تھی - تاھم اسمیں بھی شبہ نہیں کہ حضرت عمر کے عہد میں سابق کی نسبت فن جنگ نے بہت ترقی کی - عرب میں جنگ کا پہلے یہ طریقہ تھا کہ دونوں طرف کے غول بے ترتیب کھڑے ھو جاتے تھے' پھر دونوں طرف سے ایک ایک سپاھی نکل کر لڑتا تھا اور باقی تمام فوج چپ کھڑی رھتی تھی - اخر میں عام حملہ ھوتا تھا - اسلام کے آغاز میں صف بندی کا طریقہ جاری ھوا ' اور فوج کے مختلف حصے قرار پاے - مثلاً میمنہ ' میسرہ ' وغیرہ - لیکن ھر حصہ بطور خود لڑتا تھا - یعنی تمام فوج کسی ایک سپہ سالار کے نیچے رھکر نہیں لڑتی تھی - سب سے پہلے سنہ ۱۵ ھجری میں یرموک کے معرکہ میں حضرت خالد کی بدولت تعبیہ کی طرز پر جنگ ھوئی یعنے کل فوج جسکی تعداد ۴۰ ھزار کے قریب تھی' ۳۶ صفوں میں تقسیم ھوکر حضرت خالد کی ماتحتی میں کام کرتی تھی' اور وہ تمام فوج کو تنہا لڑاتے تھے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوج کے جسقدر حصے اور شعبے تھے حسب ذیل ھیں :

قلب — سپہ سالار اِسی حصے میں رھتا تھا -
مقدمہ — قلب کے آگے کچھہ فاصلے پر ھوتا تھا -
میمنہ — قلب کے دائیں ھاتھہ پر رھتا تھا -
میسرہ — بائیں ھاتھہ پر -
ساقہ — سب سے پیچھے -
طلیعہ — گشت کی فوج جو دشمن کی فوجوں کی دیکھہ بھال رکھتی تھی -
ردء — جو ساقہ سے پیچھے رھتی تھی تا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کرسکے -
رائد — جو فوج کے چارہ اور پانی کی تلاش کرتی تھی -
رکبان — شتر سوار -
فرسان — سوار -
راجل — پیادہ -
رماۃ — تیر انداز -

ھر سپاھی کو جنگ کی ضرورت کی تمام چیزیں اپنے ساتھہ رکھنی پڑتی تھیں - فتوح البلدان میں لکھا ھے کہ کثیر بن شہاب (حضرت عمر کے ایک فوجی افسر تھے) کی فوج کا ھر سپاھی

---

(۱) تاریخ طبری میں ھے " وکتب عمر الی سعد بن مالک و الی عتبۃ بن غزوان ان یتربعا بالناس فی کل حین ربیع فی اطیب ارضیھم" کتاب مذکور صفحۂ ۲۴۸۶ -

(۲) عقد الفرید جلد اول صفحہ ۴۹ میں یہ فرمان بعینہ منقول ھے-

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۲۱۵ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۴ ھجری صفحہ ۲۲۲۶ -

اشیا سے ذیل ضرور اپنے ساتھ رکھتا تھا - سوئیاں ' سوا ' ڈورا ' قینچی ' سوتالی ' توبڑا ' چھلنی (۱) "

(قلعہ شکن آلات)

قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے منجنیق کا استعمال اگرچہ خود آنحضرت کے زمانے میں شروع ہوچکا تھا ' چنانچہ سب سے پہلے سنہ ۸ ھ - میں طائف کے محاصرے میں اِس سے کام لیا گیا - لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اسکو بہت ترقی ہوئی ' اور بڑے بڑے قلعے اِس کے ذریعے سے فتح ہوے ' مثلاً سنہ ۱۶ ھ - میں بہر سیر کے محاصرے میں ۲۰ منجنیقیں استعمال کی گئیں - محاصرے کے لیے ایک اور آلہ تھا جسکو دبابہ کہتے تھے - یہ ایک لکڑی کا برج ہوتا تھا ' جسمیں اُوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے ' اور نیچے پہیے لگے ہوتے تھے - سنگ اندازوں اور نقب زنوں اور تیر اندازوں کو اُس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا - اُسکو ریلتے ہوے آگے بڑھاتے چلتے تھے - اِس طرح قلعہ کی جڑ میں پہنچ جاتے تھے اور قلعہ کی دیواروں کو آلات کے ذریعے سے توڑ دیتے تھے - بہر سیر کے محاصرہ میں یہ آلہ بھی استعمال کیا گیا تھا -

(سفر میـنا)

راستہ صاف کرنا ' سڑک بنانا ' پل باندھنا ' یعنی جو کام آجکل سفر مینا کی فوج سے لیا جاتا ہے ' اسکا انتظام بھی نہایت معقول تھا ' اور یہ کام خاص کر مفتوحہ قوموں سے لیا جاتا تھا - عمرو بن العاص نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس والی مصر نے یہ شرط منظور کی کہ فوج اسلام جدھر رخ کرے گی ' سفر مینا کی خدمتوں کو مصری انجام دیں گے (۲) - چنانچہ عمرو بن العاص جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریہ کی طرف بڑھے تو خود مصری منزل بمنزل پل باندھتے ' سڑک بناتے ' اور بازار لگاتے گئے - علامۂ مقریزی نے لکھا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے سلوک نے تمام ملک کو گرویدہ کرلیا تھا ' اس واسطے قبطی خود بڑی خوشی سے ان خدمتوں کو انجام دیتے تھے -

(خبر رسانی اور جاسوسی)

جاسوسی اور خبر رسانی کا انتظام نہایت خوبی سے کیا گیا تھا اور اُسکے لیے قدرتی سامان ہاتھ آ گئے تھے - شام و عراق میں کثرت سے عرب آباد تھے ' اور ان میں سے ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا - یہ لوگ چونکہ مدت سے ان ممالک میں رہتے تھے ' اس لیے کوئی واقعہ اُن سے چُھپ نہیں سکتا تھا - ان لوگوں کو اجازت تھی کہ اپنا اسلام لوگوں پر ظاہر نہ کریں ' اور چونکہ یہ لوگ ظاہری وضع قطع سے پارسی یا عیسائی معلوم ہوتے تھے ' اسلیے دشمن کی فوجوں میں جہاں چاہتے تھے چلے جاتے تھے - یرموک ' قادسیہ ' تکریت میں انھی جاسوسوں کی بدولت بڑے بڑے کام نکلے - (۳) شام میں ہر شہر کے رئیسوں نے خود اپنی طرف سے اور اپنی خوشی سے جاسوس لگا رکھے تھے ' جو قیصر کی فوجی تیاریوں اور نقل و حرکت کی خبریں پہنچاتے تھے - قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں : (۱) " فلما رای اهل الذمة وفاء المسلمین لهم و حسن السیرة فیهم ' صاروا اشداء علی عدو المسلمین علی اعدائهم ' فبعث اهل کل مدینة ممن جری الصلح بینهم و بین المسلمین رجالا من قبلهم ' یتجسسون الاخبار عن الروم و عن ملکهم و ما یریدون ان یصنعوا " اُردن اور فلسطین کے اضلاع میں یہودیوں کا ایک فرقہ رہتا تھا جو سامرہ کہلاتا تھا - یہ لوگ خاص جاسوسی اور خبر رسانی کے کام کیلیے مقرر کیے گئے ' اور اس کے صلے میں اُن کی مقبوضہ زمینیں اُنکو معافی میں دیدی گئی تھیں (۲) - اسی طرح جراجمة کی قوم اس خدمت پر مامور ہوئی اور اُن کو بھی خراج معاف کردیا گیا -

(پرچہ نویسوں کا انتظام)

فوجی انتظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھکر حیرت انگیز ہے ' یہ ہے کہ باوجودیکہ اِس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک ' مختلف قبائل ' مختلف طبائع کے لوگ اس سلسلے میں داخل تھے ' ساتھ ھی وہ نہایت دور دراز مقامات تک پھیلی ہوئی تھیں ' جہاں سے دارالخلافہ تک سیکڑوں ہزاروں کوس کا فاصلہ تھا ' تاہم تمام فوج اِس طرح حضرت عمر کے قبضۂ قدرت میں تھی کہ گویا وہ خود ہر جگہہ فوج کے ساتھہ موجود ہیں - اسکا عام سبب تو حضرت عمر کی سطوت اور اُن کا رعب و داب تھا - لیکن ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے ہر فوج کے ساتھہ پرچہ نویس لگا رکھے تھے ' اور فوج کی ایک ایک بات کی اُنکو خبر پہنچتی رہتی تھی - علامۂ طبری ایک ضمنی موقع پر لکھتے ہیں : " و کانت یکون لعمر العیون فی کل جیش فکتب الی عمر بما کان فی تلک الغزاة ' و بلغه الذی قال عتبة (۳) - " ایک اور موقع پر لکھتے ہیں (۴) " و کان عمر لا یخفی علیه شیء فی عمله "

اس انتظام سے حضرت عمر یہ کام لیتے تھے کہ جہاں فوج میں کسی شخص سے کسی قسم کی بد اعتدالی ہو جاتی تھی ' فوراً اسکا تدارک کردیتے تھے ' جس سے اوروں کو بھی عبرت ہو جاتی تھی - ایران کی فتوحات میں عمرو معدیکرب نے ایک دفعہ اپنے افسر کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہدیا تھا ' فوراً حضرت عمر کو خبر ہوئی اور اُسی وقت اُنھوں نے عمرو معدیکرب کو تحریر کے ذریعے ایسی چشم نمائی کی کہ پھر اُنکو کبھی ایسی جرأت نہیں ہوئی - اِس قسم کی سیکڑوں مثالیں ہیں جنکا استقصاء نہیں ہو سکتا -

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۳۱۸ -

(۲) مقریزی صفحۂ ۱۶۳ میں ہے - " فخرج عمرو بالمسلمین و خرج معه جماعة من رؤساء القبط و قد اصلحوا لهم الطرق و اقاموا لهم الجسور و الاسواق "

(۳) تاریخ شام ازدی صفحۂ ۲۴۹ و ۲۴۷۵ - ازدی کی عبارت یہ ہے : لما نزلت الروم منزلهم الذی نزلوا به ' دسسنا الیهم رجالا من اهل البلد کانوا نصاری و حسن اسلامهم و امرناهم ان یدخلوا عسکرهم و یکتموا اسلامهم و یاتوا باخبارهم -

(۱) کتاب مذکور صفحۂ ۸۰ -
(۲) فتوح البلدان صفحہ ۱۵۸ -
(۳) طبری صفحۂ ۲۲۰۸ -
(۴) طبری صفحۂ ۲۵۲۶ -

اُسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتســـاب اور اســـلام

تربیت یافتگان عہد نبوت کا اســـوۂ حسنہ

" احتساب " کے معني یہ هیں کہ انسان نیکي کا محافظ هو' اور بدي کي هر شکل اور هر نمود کو فنا کرنے کا اپنے اندر ایک ان تھک عشق رکھے - وہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کا محتسب بنے' پھر اپنے خاندان کا ' اپنے همسایوں کا' اپنے محلہ کا ' اپني قوم کا ' اور پھر تمام کرۂ ارضي کا : لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا -

وہ همیشہ دنیا کے هر اعتقاد و عمل کا احتساب کرے ' یعنے همیشہ نگراں رهے کہ نیکي اور راستي کي راہ سے انحراف تو نہیں هو رها ؟

اگر اسکو سچائي اور عدالت سے انحراف نظر آے' تو وہ اپنے هاتھہ سے' اپني زبان سے' اپني تمام قوتوں سے اس انحراف کو دور کرنے کي کوشش کرے' کیونکہ وہ خدا کي زمین پر خدا کي سچائي کا محافظ و ذمہ دار هے' اور اسکے وجود کو صرف اسیلیے قائم کیا گیا هے' تاکہ میزان عدل کي نگراني کرے اور بدي کے درخت کو بڑھنے اور پھلنے سے روکے -

جہاد اسلامي اسي احتساب کي ایک اصولي حقیقت هے - امر بالمعروف اور نہي عن المنکر اسي کا نام هے ' اور یہي وہ قوۃ معلمۂ و مربیہ هے جو امۃ مسلمہ کے هر فرد کو سپرد کي گئي ' اور انکي نسبت فرمایا کہ " کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر!

گذشتہ نمبر میں هم نے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کي حیاۃ طیبہ سے چند متفرق واقعات جمع کرکے کوشش کي تھي کہ آپکي زندگي کو ایک " محتسب " زندگي کے لحاظ سے پیش نظر رکھہ سکیں' اور بہ حیثیت سچائي کے ایک محتسب هونے کے جو اسوۂ حسنہ آپنے قائم کیا هے ' اسکے بعض اهم جزئیات قوم کے سامنے واضح هوسکیں - اسي سلسلے میں آج صحابۂ کرام اور تربیت یافتگان آغوش نبوۃ کي زندگي پر ایک سر سري نظر ڈالنا چاهتے هیں' تاکہ مومنوں اولون کا نمونہ بھي اس بارے میں واضح هوجاے - یہ میدان نہایت وسیع هے - هم سر دست خلافۃ راشدہ کي ترتیب تاریخي کو اختیار کرینگے ' اور سب سے پہلے حضرۃ ابوبکر و عمر رضي اللہ عنہما سے سلسلہ شروع کرینگے -

(اسوۂ صدیقي بہ حیثیت محتسب)

حضرت ابوبکر صدیق کي ذات در حقیقت آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کا ایک مکمل پرتو هے - فطرۃ صالحہ نے جاهلیت هي کے زمانے سے اونکے دل میں فرض احتساب کے ادا کرنے کا احساس پیدا کردیا تھا - اسلام نے ان چھپے هوے شراروں کو چمکا دیا ' اور وہ مسلمان هونے کے ساتھہ هي محتسب اعظم بن گئے -

(تزکیۂ نفس)

اونکو تزکیۂ نفس کا (جو احتساب کي پہلي شرط هے) اس قدر خیال تھا کہ اونکے غلام نے ایک بار اونکو کچھہ مال لاکر دیا - اوسکو حضرت ابوبکر نے اپني وجہ معاش میں صرف کردیا ' غلام نے کہا " کیا آپ کو معلوم هے کہ یہ کیسا مال تھا ؟" اونھوں نے کہا " مجھے کچھہ خبر نہیں " اوس نے کہا " میں جاهلیۃ کے زمانے میں عرب کے کاهنوں کی طرح مکر و فریب سے غیب کي باتیں بتایا کرتا تھا - آج ایک شخص نے اوسیکا معاوضہ دیا' اور اپ نے اپني وجہ معاش میں خرچ کردیا " حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ نے اسي مال کي معاش سے کچھہ غذا اُس وقت کھائي تھی ' جوش میں آکر اپني انگلیاں حلق میں ڈالدیں ' اور جو کچھہ کھایا تھا ' قے کرکے نکال دیا ! (بخاري جزء ۲)

(اصـــلاح خانـــدان)

شرائط احتساب میں اپنے نفس کي اصلاح کے بعد اصلاح خاندان کا مرحلہ پیش آتا هے - حضرت ابو بکر همیشہ اس فرض کے ادا کرنے میں سر گرم رهتے تھے - حضرت عائشہ فرماتي هیں : " مینے جب سے هوش سنبھالا هے' اپنے گھر کو مسلمان هي پایا " یہ حضرت ابوبکر کي اسي هدایت اور ارشاد احتساب کي برکت تھي' ورنہ اُس وقت صدها خاندان تھے جنکا کوئي ایک شخص تو مسلمان هوگیا تھا لیکن تمام گھرانا بدستور کفر میں مبتلا تھا - حضرت عائشہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے نکاح میں آ چکي تھیں ' اور اب اونکو حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ کي هدایت و ارشاد کي ضرورت نہ تھي ' تاهم جب کبھی اون سے کوئي لغزش هوجاتي تو نہایت سختي کے ساتھہ تنبیہ کرتے تھے -

حضرت عائشہ آنحضـرت کے ساتھہ کسی سفر میں تھیں - اونکا هار گم هوگیا - آنحضرت اور صحابہ اوسکي تلاش کیلیے رک گئے - اتفاق سے اس جگہ پاني کا کوئي سامان نہ تھا - صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے شکایت کي - وہ آے تو دیکھا کہ آنحضرت حضرت عائشہ کے زانو پر سر رکھکر سو رهے هیں - لیکن پھر بھي اُنسے ضبط نہ هوسکا اور حضرت عائشہ کو سخت ملامت کي کہ " تونے اپنے هار کیلیے تمام لوگونکو اسقدر پریشان کیا " - چنانچہ اسي موقع پر آیت تیمم نازل هوئي تھی اور تمام صحابہ پکار اوٹھے تھے :

مـا هـي باول برکتکـــم   یعنے اے خاندان ابوبکر ! تمھاري
یـا ال ابي بکـــر (۱)   صرف یہ پہلي هي برکت نہیں هے
کہ حکم تیمم کے نزول کا باعث هوے '. اس سے پہلے بھي تمھارا وجود برکتوں کا سر چشمہ رهچکا هے !

(احـــتساب ملت)

قوم کي هدایت و ارشاد کیلیے اونھوں نے ایسے نازک موقع پر فرض احتساب ادا کیا کہ خود حضرت عمر جیسے ضابط اور مستقل شخص کے هوش و حواس بھي پراگندہ هوگئے تھے - آنحضرت کے انتقال کے وقت اسلام ایک سخت مصیبت میں مبتلا هوگیا تھا - چھپے هوے دشمنوں کے مخفي جذبات میں جنبش پیدا هوگئي تھي ' اور اگر ضبط و استقلال کے ساتھہ ارکان اسلام کو قائم نہ کر دکھایا جاتا ' تو دشمنان حق اس مہلت کو اپنے دیرینہ حوصلوں کي شکارگاہ بنا لیتے - لیکن اس اهم فرض کي طرف کسي کو توجہ نہ تھي ' اور محبوب رب العالمین کے فراق نے تمام صحابہ کو سرگردان و حیران بنا دیا تھا - ایسي حـالت میں حضرت ابو بکر صـدیق هي کا دمـاغ تھا جو سکون کی حالت میں تھا - محبت اور جذبہ عقیدت کا اظہار تو

(۱) صحیح بخاري جزو - ۷۰۱

اونھوں نے انحضرت کے جسد اطہر کو چوم کر کردیا تھا، لیکن اسلام کی حفاظت اس سے بھی زیادہ مقدم تھی- چنانچہ ابھی آپ دفن بھی نہیں ہوے تھے کہ وہ صحابہ کے مجمع میں تشریف لاے، دیکھا کہ حضرت عمر رضي الله عنه پریشاني کي حالت میں صحابه سے کچھه خطاب کر رہے ھیں- اونھوں نے روکا، وہ باز نہیں آے- پھر روکا، مگر پھر اونھوں نے توجه نه کي- اب مجبور ہوکر خود ایک خطبه دیا، جس نے تمام صحابه کو انکے آگے همه تن گوش بنا دیا:

اما بعد، فمن کان منکم یعبد محمدا صلی الله علیه وسلم فان محمدا صلی الله علیه و سلم قد مات - ومن کان یعبد الله فـــان الله حي لا یموت - قال الله تعالی ما محمـــد الا رسول (١)

جو لوگ تم میں سے محمد کو پوجتے تهے تو انهیں معلوم هو که اب محمد (صلی الله علیه و سلم) کے وصال کے ساتهه انکے اسلام کا بهي خاتمه هوچکا، لیکن جو لوگ خدا کے پوجنے والے تهے، انکو یقین کرنا چاهیے که انکا خدا اب تک زنده هے، اور کبهي نه مریگا- خدا خود کہتا هے که محمد تو صرف ایک پیغمبر هیں، جیسا که انکے پہلے پیغمبر آے اور اپنا فرض نبوت ادا کرکے دنیا سے چلے گئے-

صحابه کہتے هیں که "اس خطبه کے بعد لوگونکو ایسا محسوس هوا گویا یه آیت بالکل نئي هے جو کبهي نازل هي نہیں هوئي تهي" انکي زبان سے وه کچهه اسطرح بر وقت ادا هوئي که هر شخص کے دل میں اُتر گئي اور هر زبان نے اسکو بار بار دهرایا!

غالباً اسي ضبط و استقلال کا اثر تها که حضرت عمر رضي الله عنه نے سقیفه بني ساعده میں آنهي کي بیعت کیلیے سب سے پہلے هاتهه بڑهایا-

خلافت کے بعد احتساب کا ایک نہایت نازک موقع اور پیش آیا، یعنے ایک گروه نے زکواة روک دي- حضرت ابوبکر نے اُون سے جهاد کرنا چاها- حضرت عمر رضي الله عنه نے اس سے اختلاف کیا اور کہا: " کلمه گویوں کے ساتهه کیونکر جهاد کیا جا سکتا هے؟" لیکن حضرت ابوبکر نے صاف کہدیا: " جو لوگ نماز اور زکواة میں ذره برابر بهي تفریق کرینگے، اور ایک بکري کا بچه بهي روک لینگے، میں اُون سے مقاتله کرونگا" چنانچه حضرت عمر رضي الله عنه کو بهي بعد میں اُن کي اصابت راے کو تسلیم کرنا پڑا (٢)

ان اهم مواقع کے عـــلاوه احتساب کے اور بهي جزئي موقعے عهد نبوت میں پیش آے، اور اُونهوں نے اس فرض کو ادا کیا- صحابه کرام کے پیغمبرانه اعمال کا میدان اسقدر وسیع هے که تمام واقعات کو جمع کرنا ممکن نہیں- عید کے دن کچهه عورتیں حضرت عائشه کے گهر میں گا رهي تهیں- حضرت ابوبکر آے اور اُونکو ڈانٹا، لیکن انحضرت صلی الله علیه و سلم نے اُونکو گانے کي اجازت دیدي (٣)

ایک مرتبه ایک عورت کے پاس سے گذرے- دیکها که وه بالکل خاموش هے- لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم هوا که اُوس نے عرب کے قدیم طریق رهبانیت پر " خاموش حج" کیا هے- اُونهوں نے اُوس سے کہا: " یه جائز نہیں، یه زمانه جاهلیت کا دستور تها-"

یه نه سمجهنا چاهیے که اس فرض کے ادا کرنے پر اُونکو اسلام کي قوت یا خلافت کي سطوت نے اس قدر دلیر کردیا تها، بلکه یه قوت خلافت سے پہلے بهي همیشه اسي طرح اپنا عمل انجام دیتي رهي- ابتداے اسلام میں جب اسلام کا کوئي حامي و مددگار نه تها، اُوسوقت بهي اُونهوں نے اسي دلیري کے ساتهه اس فرض کو ادا کیا- ایک مرتبه آنحضرت نماز پڑھ رهے تهے، عقبه بن معیط نامي ایک شقي آیا اور آپکي اس مقدس گردن کو پکڑ کے زور سے دبایا جسکے اندر سے تمام کائنات ارضي کي سعادت کي صدائیں نکلتي تهیں- حضرت ابوبکر فوراً لپکے اور هاتهه پکڑ کے اُسکو دور پهینکا اور کہا "آه! تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کرنے هو که وه کہتا هے که میرا رب صرف خدا هے؟" (١)

(اسوهٔ احتساب فاروقي)

حضرت عمر رضي الله عنه جب اسلام لاے تهے تو انکے هاتهه میں تلوار تهي- اسلام لانے کے بعد بهي وه تلوار انکے هاتهه میں هر جگه نظر آتي هے-

هم حدیثوں میں قدم قدم پر پڑهتے هیں که جب کسي نے شان اسلام کے خلاف کوئي بات کي، حضرت عمر رض نے فوراً تلوار اوٹها لي- حاطب بن بلتعه نے مدینه سے اهل مکه کو ایک خط لکها، جس کے ذریعه اونکو مسلمانوں کے مخفي حالات معلوم هو گئے- حضرت عمر رض نے فوراً تلوار سنبهال لي اور آنحضرت سے عرض کیا: " اجازت دیجیے که اس منافق کي گردن اوڑا دوں" (٢)

ایک غزوه میں عبد الله ابن ابي نے که منافقوں کا لیڈر تها، کہا: " مدینه چل کر محمد کو نکال دیا جائیگا" حضرت عمر نے فوراً آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوکر درخواست کي: " حکم دیجیے که اس منافق کا فیصله کردوں" لیکن رحمة للعالمین نے دونوں موقعوں پر اونکو روک دیا (٣)

احتساب کیلیے نرمي و ملاطفت کے ساتهه بہت زیاده دلیري، آزادي، اور جرأت کي ضرورت هوتي هے- حضرت عمر میں احتساب کي یهي آخر الذکر شان زیاده نمـــایاں نظر آتي هے جسکے بغیر کوئي انسان سچائي کا محتسب نہیں هوسکتا- اسیران بدر اور صلح حدیبیه کے واقعه میں اونهوں نے خود آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے طرز عمل سے جس طرح اختلاف کرنے کي جرات کي، اوسکا حال هر اوس شخص کو معلوم هے جس نے صحاح کا مطالعه کیا هے- جب آنحضرة نے عبدالله بن ابي کي نماز جنازه پڑهني چاهي تو دیکهو که اونهوں نے بے اختیار دامن پکڑ کے روک لیا (۴)

تمام صحابه کو کم و بیش احتساب کے ادا کرنے کا خیال تها، لیکن کسي کي یه جرأت نه تهي که آنحضرة کي بیویوں کے معاملے میں بهي روک ٹوک کرتا- اس معامله میں صرف حضرت عمر تمام صحابه کے اندر ممتاز نظر آتے هیں- حضرت سوده کو باهر نکلنے پر اونهي نے ٹوکا تها- (٥) اور خود آیت حجاب نے بهي اونکي تائید کي- یہاں تک که خود حضرت ام سلمه کو ایک بار شکایت کرني پڑي که " اے عمر! اب تم اسقدر بڑه چلے هو که ازواج مطهرات اور خود آنحضرت کے معاملے میں بهي دخل دینے لگے؟" (٦)

حضرت ابوبکر رضی الله عنه تمام صحابه میں مستحق ادب خیال کیے جاتے تهے، لیکن ایک موقع پر جب خود اونکي بہن نے جوش غم میں حد شریعت سے تجاوز کرکے نوحه کیا، تو حضرت عمر رض نے اونکو گهر سے نکلوا دیا- (٧)

---

(١) بخاري جزء ٢ - ص - ٧٢ کتاب الجنائز-
(٢) بخاري جزء ١٥٩٢ -
(٣) بخاري جزء ٢ - ص - ١٢ کتاب العیدین -

(١) بخاري جزء ٩ - ص - ١٠ -
(٢) بخاري جزء - ٥ ص - ٧٨
(٣) بخاري جزء - ٩ - ص - ١٤٥
(۴) بخاری جزء - ١ ص - ٩٧
(٥) بخاری جزء - ٨ ص - ٥۴
(٦) بخاري جزء - ٦ ص - ١٥٧
(٧) بخاري جزء - ٩ ص - ٨٢ -

حقیقت یه هے که آزادی صداقت اور دلیری حق ادب کے منافی نہیں ' ورنه خود حضرت عمر سے زیاده آنحضرت کا ادب کون کرسکتا تھا ؟ اپنی ذات کے علاوہ جب کبھی کسی دوسرے سے کوئی جرات صادر ہوجاتی جو آنحضرت کے ادب کے ذرا بھی منافی ہوتی ' تو وہ اسکی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے تھے - آنحضرت کی خدمت میں چند عورتیں نہایت اونچی آواز کے ساتھہ گفتگو کررهی تھیں ' اتفاق سے حضرت عمر آگئے تو سب کی سب بے تحاشا اوتھه کے بھاگ گئیں که اس جرات پر کہیں انکی تلوار احتساب کو حرکت نهو جاے - انہوں نے کہا: " اے اپنی جان کی دشمنو! رسول الله سے زیاده مجھه سے ڈرتی هو ؟ " (۱)

حضرت عمر کے کارنامه احتساب میں سب سے زیاده نمایاں وہ واقعات هیں ' جہاں انہوں نے صحابه کو کثرت روایت حدیث سے روکا هے - حدیث کی روایت جس قدر ضروری هے ' اسی قدر مشکل بھی هے - صحابه کے زمانه میں اگرچه کذب فی الروایة کا (یعنے عمداً غلط اور جھوٹ روایت کرنے کا) احتمال نه تھا - تاهم غلطیوں کے پیدا هونے کا اندیشه تھا ' اور بعض موقعوں پر غلطیاں پیدا بھی هوئیں - چنانچه اسکے متعلق حضرت عائشه ' حضرت ابن عمر ' حضرت ابو هریره ' اور حضرت عبد الله بن عباس کی تنقیدی روایات کو پیش نظر رکھنا چاهیے - پس اسی بنا پر حضرت عمر روایت حدیث کی غیر محتاط کثرت پر نہایت سخت گیری کرتے تھے - حضرت ابوهریره نے جب کثرت سے روایتیں کیں ' تو اونہوں نے صاف صاف کہدیا - " اب اگر تم نے احتیاط نه کی تو کوڑوں سے پٹوا کر نکلوا دونگا " (۲)

ایک بار حضرت ابو موسی اشعری نے اونکو تین بار سلام کیا ' وہ مصروف تھے جواب نہیں دیا - وہ واپس چلے گئے - فارغ هوے تو بلا کر واپس جانے کی وجه پوچھی - اونہوں نے کہا : " آنحضرت نے فرمایا هے که تین بار اجازت طلب کرنے پر اگر اجازت نه ملے تو واپس جاو " حضرت عمر نے کہا : " اس حدیث کی صحت پر گواہ لاو " چنانچه حضرت ابو سعید خدری نے شہادت دی ' تو اونکا دامن چھوڑا (۳)

دو عورتوں میں زد و کوب هوئی - ایک حامله تھی - اوسکا حمل ساقط هوگیا - حضرت عمر کے سامنے مقدمه پیش هوا تو آپ نے صحابه سے دریافت فرمایا : " کسی نے آنحضرت سے اسکے متعلق کوئی حدیث سنی هے ؟ " مغیره نے کہا : " هاں ' آنحضرت نے اوسکی دیت ایک غلام یا ایک لونڈی دلوائی هے " لیکن اونہوں نے تسلیم نه کیا اور اس حدیث پر شہادت طلب کی ' چنانچه جب محمد بن مسلم نے گواهی دی تو اسکے مطابق فیصله کیا (۴)

اونہوں نے اس معامله میں اس قدر سخت گیری کی که بعض موقعوں پر صحابه چیخ اوٹھے : لا تکن عذابا علی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم " (۵) یعنے اے عمر ! اصحاب رسول کیلیے تم عذاب نه هوجاو !

حضرت عمر کی نگاہ اگرچه همیشه اسی قسم کے جلائل امور پر پڑتی تھی ' تاهم وہ جزئیات احتساب سے بھی بے پروا نه تھے - جب ایک عورت شریک جنازہ هوئی تو انہوں نے اسکو ڈانٹا که تمهاری

(۱) بخاری جزء - ۸ ص - ۲۳
(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد اول تذکرہ عمر فاروق -
(۳) بخاری جزء ۸ - ص - ۵۴ -
(۴) بخاری جزء - ۹ ص - ۱۱
(۵) ابو داود جلد - ۲ ص - ۳۴۹

شرکت کا حکم شرعی موجود نہیں ' لیکن آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اسکو اجازت دیدی (۱)

ایک بار طائف کے دو آدمیوں نے مسجد نبوی میں شور و غل کیا - حضرت عمر نے انکو بلوا کر کہا : " اگر تم مسافر نه هوتے تو میں تمکو سزا دیتا - تم مسجد نبوی کے اندر شور کررهے هو ؟ " (۲)

ایک بار حضرۃ ابن زبیر کے بدن پر حریر کا کپڑا دیکھا تو اسکو پھاڑ دیا - انکے باپ زبیر نے کہا " تم نے بچے کو دل شکسته کردیا " فرمایا " بچوں کو حریر نه پہناؤ " یعنے بچپن سے آنہیں عیش و راحت جسم کا عادی نه کردو - اسلام هر مسلمان کو سپاهی کی طرح ساده وضع اور محنت پسند دیکھنا چاهتا هے - (۳)

رویشد ثقفی ایک شخص تھا جس نے شراب کی دکان کھولی تھی - حضرت عمر نے دکان میں آگ لگوادی اور فرمایا : " تو فویسق هے نه که رویشد " حضرت علی علیه السلام نے بھی ایک گاؤں کو جلوادیا تھا جس میں شراب کی تجارت هوتی تھی (۴)

حضرت عمر (ض) نے ایک آدمی کو دیکھا که دودہ میں پانی ملا کر بیچ رها هے - اس سے چھینکر دودہ کو زمین پر گرا دیا (۵)

انبیاے سابقین کی جو محرف اور ناقابل وثوق کتابیں عرب میں پھیلی هوئی تھیں جن سے اسلام میں بھی اختلاط مذهبی پیدا هوجانے کا خوف تھا ' حضرت عمر نے آن سب کو جلا دیا -

اے کاش اسرائیلیات کا تمام ذخیرہ نابود هوجاتا -

سعد بن ابی وقاص نے امیرانه ٹھاٹ کے ساتھه ایک محل بنایا اور بادشاهوں کی طرح پردے میں رهنے لگے ' حضرت عمر کو خبر هوئی تو اوس محل کو جلوا دیا - یه شدت تھی جو اسلامی احتساب کے نمونوں نے همارے سامنے پیش کی هے - یه امارت اور سلطانی کے بڑے بڑے محل هی هیں جنکے اندر انسانیة کی بربادی کی تمام خبائثیں پلیں ' اور یہی محل هیں جنهوں نے خلفاء اسلام کی کچی دیواروں کی جگه بنکر اسلام کی اصلی طاقت کو پاش پاش کردیا !

اس قسم کے سیکڑوں واقعات هیں جنکی تفصیل اس مختصر مضمون میں نہیں کی جاسکتی -

(ایک دقیـق نکته)

آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے امر بالمعروف و النهی عن المنکر کا یه طریقه بتایا هے :

من رای منکم منکرفلیغیرہ بیـدہ فان لـم یستطـع فبلسانه ' فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان (مسلم جلد - ۱ ص - ۳۸ کتاب الایمان)	تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو چاهیے که اوسکو اپنے هاتهه سے بدلدے ' لیکن اگر اس پر قادر نهو تو زبان سے ٹوکے ' اگر اس پر بھی قادر نهو توکم ازکم دل هی سے برا سمجھے ' مگر یه اخری صورت ادنی درجه کا ایمان هے -

یه حدیث احتساب مختلف درجوں کی اس قدر جامع هے که ایک صاحب اقتدار بادشاہ سے لیکر ایک اپاهج فقیر تک اسکے اندر اپنا حکم اور طریقه پا لے سکتا هے ' لیکن اسکے علاوہ احتساب کا ایک او ر طریقه بھی هے جس پر هر شخص عمل نہیں کرسکتا - احتساب کا هر طریقه هاتهه ' زبان ' یا کم از کم دل کی قوت کا محتاج

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۲۷۱
(۲) بخاری جزء ۱ - ص - ۹۷
(۳) الحسبة فی الاسلام لحجة الاسلام ابن تیمیه - ص - ۴۴
(۴) الحسبة فی الاسلام - ص - ۴۳
(۵) الحسبة فی الاسلام - ص - ۴۴

ہوتا ہے ' لیکن اس طریقہ میں جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے ' وہ ایک لدنی جوہر مقدس ہے جو ہر شخص میں پیدا نہیں ہوسکتا-

ایمان باللہ ' انقطاع علائق ما سوی اللہ ' تقوی ' طہارت ' زہد و عبادت ' اور فضائل و اخلاق کی عملی زندگی سے انسان میں ایک خاص کیفیت الاہیہ و راسخہ پیدا ہوجاتی ہے ' جسکو شریعت کی زبان میں روحانیت ' اور علم النفس کی اصطلاح میں نفوذ کہتے ہیں - جن لوگوں میں یہ روحانیت پیدا ہوجاتی ہے وہ اپنے وجود کے اندر طاقت و سلطانی کی ایک ایسی نافذانہ قوۃ پالیتے ہیں ' جو تلوار کی دھار اور آگ کی لپٹ سے زیادہ مخلوقات پر اثر رکھتی ہے - پس اس قوت کے حصول کے بعد وہ انسانوں کے سامنے آتے ہیں تو نیکی کا ایک فرشتہ نمایاں ہوجاتا ہے - انکے حضور میں کبھی برائی سر نہیں اٹھا سکتی ' اور کوئی انسان گناہ نہیں کرسکتا - جو لوگ انکی صحبت میں رہتے ہیں ' انپر انکی یہ قوۃ روحانی ازسرتا پا چھاجاتی ہے ' اور بسا اوقات اسطرح خیر مجسم بنا دیتی ہے کہ گناہ کی ہوس ہی معدوم ہو جاتی ہے-

صلحاء امت میں یہ قوۃ اعتقاد راسخ اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے ' اور اسکی ایک خاص حد ہے - لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور کا مقصد چونکہ اصلاح نفوس ہوتا ہے ' اسلیے اللہ تعالی انکی فطرۃ کے اندر ہی اس قوۃ کو اس انتہائی حد تک ودیعت کردیتا ہے جو انسانیۃ کبری کا درجۂ قصوی ہے ' اور جو صرف انبیاء ہی کیلیے مخصوص ہے -

وہ جب دنیا میں آتے ہیں تو بغیر کسب و اخذ کے اس قوۃ الہی کا اعلی ترین سرچشمہ ہوتے ہیں ' اور انکے سلطان نفوذ و احاطۂ کلی کے آگے بدی کی تمام طاقتیں فنا ہوجاتی ہیں - انکے پاس لوہے کے آلات اور خون ریزی کے اسلحہ میں سے کچھہ نہیں ہوتا ' لیکن یہی قوۃ الاہیہ ہوتی ہے جو انکو از سر تا پا ایک شمشیر الہی بنا دیتی ہے اور انکا وجود ' انکی نقل و حرکت ' انکی کردار و رفتار ' انکا کھانا پینا ' رہنا سہنا ' غرضکہ زندگی اور وجود کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا کا اللہ محافظ ہوتا ہے ' اور انکے اندر نیکی کی نافذانہ و عاملانہ قوۃ کی بجلیاں بھر دیتا ہے -

انبیاء کرام کے ظہور کا مقصد سعادت انسانی اور سلام ارضی ہے ' اسلیے انکو نبوت کی جسقدر طاقتیں بخشی جاتی ہیں ' وہ انکے کام اور کام کی وسعت کے مطابق ہوتی ہیں - سپہ سالار فوج کو جتنی بڑی فوج سے لڑنا ہوتا ہے ' اسی کے مطابق اسکو فوجی سرو سامان بھی دیا جاتا ہے ' اور اسی کے مطابق اسکے سپاہیوں کی تعداد اور طاقت بھی ہوتی ہے - اسلام سے پہلے جسقدر انبیاء کرام علیہم السلام آے ' انکا جہاد صرف معدود ملکوں اور قوموں کی گمراہیوں کے مقابلے میں تھا - لہذا انکا سامان جنگ بھی انکے کام کے مطابق تھا - لیکن اسلام کا ظہور تمام کرۂ ارضی کی ضلالت کو نابود کرنے کیلیے تھا ' اور تمام نوع بشری کی اصلاح اسکے سامنے تھی - پس اسکا پیغمبر بھی تمام پچھلی قوتوں سے زیادہ قوۃ لیکر آیا ' اور تمام پچھلی فوجوں اور فوجی سرو سامان سے زیادہ وسیع و عظیم اسکی فوج اور اسکا سامان جنگ تھا -

یہی وجہ ہے کہ پیغمبرانہ طاقتوں میں سے ہر طاقت پیغمبر اسلام کو زیادہ ملی ' اور یہی وجہ ہے کہ اور تمام پیغمبروں کی طیار کردہ جماعت سے کہیں زیادہ طاقتور جماعت اس نے طیار کی - اعمال نبوت میں سب سے بڑی طاقت یہی قوۃ نفوذ و تربیت ہے ' اسی قوۃ سے وہ دنیا کی تمام شیطانی قوتوں کو نابود کردیتے ہیں - پس اسلام کے پاس اس قوۃ کا خزانہ بھی سب سے زیادہ وسیع تھا ' اور اس نے صحابہ کرام کی جو جماعت اس قوۃ سے طیار کی تھی ' وہ تمام پچھلی خلفاء نبوت جماعتوں سے بڑھکر اس قوۃ روحانی کو اپنے اندر رکھتی تھی -

عہد نبوۃ کی تاریخ ہمیں اور کچھہ نہیں بتلاتی ' صرف اسی قوۃ الہی کی ایک روحانی سرگذشت ہے - صحابہ کو جس چیز نے احتساب حق کی پیغمبرانہ قوتوں سے معمور کردیا تھا ' وہ اسی قوت کی تربیت تھی ' اور صحابہ کی زندگی میں احتساب حق کا جو عملی نمونہ نظر آتا ہے اور جو انکی زندگی کی ایک ایک ادا کے اندر جلوہ افگن ہے ' وہ اسی قوۃ معلمہ و مربیہ کی متعلمہ و تربیت یافتہ تصویر تھی -

حضرت حنظلہ تمیمی فرماتے ہیں : " ہم لوگ آنحضرت کی خدمت میں تھے کہ آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر اس موثر طریقہ سے کیا کہ ہم نے اونکو اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا ' لیکن میں خدمت مبارک سے اوٹھکر بال بچوں میں آیا اور اونکے ساتھہ چہل اور ہنسی مذاق کرنے میں مصروف ہوگیا ' تو وہ اثر زائل ہوگیا جو آپ کے فیض صحبت نے پیدا کردیا تھا - پھر مجھکو وہ تذکرے یاد آے تو میں فوراً اوٹھا اور حضرت ابوبکر سے مل کر کہا کہ میں منافق ہوگیا ہوں - آنحضرۃ کی خدمت میں جو ذوق و شوق مجھپر طاری ہوگیا تھا ' وہ گھر پہنچکر باقی نہ رہا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے آخر ہم بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں "

لیکن حضرت حنظلہ کو اونکے اس جواب سے تسکین نہیں ہوئی - اونہوں نے براہ راست آنحضرت سے اسکا ذکر کیا - آپ نے فرمایا : " تملوگوں کی جو حالت میرے پاس ہوتی ہے ' اگر یہ قائم رہ جاتی تو تم سے فرشتے راستوں میں مصافحہ کرتے " (سنن ابن ماجہ صفحہ - ٧٧٥)

روحانیت کی اس قوۃ کی اصلی پہچان یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر ایک عامل و نافذ طاقت پیدا کردیتی ہے ' اور اسلیے اسکا وجود جسطرح انسانوں کو نیک بنا دینے کیلیے گھیر لیتا ہے ' دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتا - وہ وعظ کرسکتے ہیں ' ہدایت کرسکتے ہیں ' نیکی کی خوبیاں بتا سکتے ہیں ' مگر اپنی جلال و سلطانی حق سے چھاکر اُنے نیک نہیں بنا دیسکتے - صحابہ کرام میں اس قوۃ حق کے کرشمے ہمیں ہر جگہ نظر آتے ہیں - لیکن خاص طور پر حضرۃ علی ' حضرۃ عمر ' اور حضرۃ ابوبکر (رضی اللہ عنہم) اس قوۃ کا مظہر تھے - حضرت ابوبکر صدیق نے جب سب سے پہلے تنہا ہجرت کرنی چاہی ' تو اسی قوۃ کا اعتراف تھا جسکی بنا پر ابن دغنہ نے آپ کو جانے سے روکا :

مثلک یا ابا بکر لا تخرج ولا یخـرج انک تکسب المعـدوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقـری الضیـف و تعین علی نوائب الحـق فانا لک جار ارجـع واعبد ربک ببلدک (بخاری جزو ٥)

اے ابوبکر ! تم جیسا شخص نہ ہجرت کر سکتا ہے ' اور نہ ہجرت کرنے پر اُسکو مجبور کیا جا سکتا ہے - تم مفلسوں کو مال دیتے ہو ' حقوق رحمی کا لحاظ رکھتے ہو ' قوم کا بوجھہ اپنے سر پر اوٹھا لیتے ہو ' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو ' مصیبتوں کے وقت قبیلے کی مدد کرتے ہو ' تم میرے پڑوسی ہو ' پلٹو اور اپنے شہر میں خدا کی عبادت کرو -

چنانچہ کفار قریش نے بھی ابن دغنہ کی سفارش سے آنکو اپنے گھر کے اندر عبادت کرنے اور قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی اور اسطرح کفار باوجود انتہاء شقاوت و مخالفت کے خود انکو ہجرت سے روکنے لگے !

انہوں نے شوق عبادت میں گھر کے اندر ایک مسجد بنائی اور عبادت و قرات میں مصروف ہوگئے ' لیکن جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو ان پر سخت خشیت و رقت طاری ہوجاتی تھی '

اور اسکا روحانی اثر کفار کے بال بچوں پر پڑتا تھا ' وہ سب پروانہ وار اس شمع ہدایت پر ٹوٹ ٹوٹ کے گرتے - یہ حال دیکھکر کفار کو خوف ہوا کہ ہمارے بال بچے کہیں مسلمان نہ ہوجائیں - چنانچہ کفار نے ابن دغنہ کو اونکا اپنا قول و قرار یاد دلایا - لیکن حضرت ابوبکر نے فرمایا : " اب میں تمھاری ہمسائیگی سے خدا کی ہمسائیگی میں جاتا ہوں " خدا نے بھی انکی یہ آرزو بہت جلد پوری کردی اور جلد ہی دنوں کے بعد ہجرت نبوی کا واقعہ پیش آ گیا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوۃ احتساب اور روحانی اثر کا تو خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تصدیق فرمائی - جب چند عورتوں نے آنحضرت کے سامنے ذرا بیباکی سے گفتگو کی ' اور آنحضرت کے رفق وملاطفت نے بھی اسکو گوارا کرلیا ' تو یہ حضرت عمر ہی کی ہیبت تھی جس نے انکو پردے کی آڑ میں بھٹا دیا تھا ' اور اس موقع پر نبوت کی زبان نے حضرۃ عمر کی اس روحانی قوۃ احتساب کا اعلان کیا تھا :

ما لقیک الشیطان سالکا فی — ہمیشہ شیطان تمھاری راہ سے
فـط الاسلک فی غیرک — بچ کے چلے گا -

(بخاری جزو ۵)

(ایک متفرق نظر)

خلافت کے فرائض نے اگرچہ حضرت ابوبکر (رض) و حضرت عمر (رض) کے دائرۂ احتساب کو نہایت وسیع کردیا ہے ' تاہم صحابہ کا زمانہ خیر القرون تھا ' اسلیے صحابہ کا ہر فرد سرگرم احتساب رہتا تھا - یہاں تک کہ معمولی سے معمولی چیزوں پر بھی روک ٹوک کی جاتی تھی -

اسلام نے دنیا کی مدنیۃ صالحہ کو جو ترقی دی ہے ' اوسکا اثر ایک ایک جزئیات میں نظر آتا ہے - کھانے پینے ' اوٹھنے بیٹھنے ' ملنے جلنے ' غرض ہر چیز میں عرب کی حالت قابل اصلاح تھی ' اور اسلام نے اوسکی اصلاح کی - منجملہ اون تمام اصلاحوں کے ایک جزئی اصلاح یہ بھی تھی کہ کھانے پینے کی حالت میں حرص و طمع کا اظہار نہ ہونے پائے - اسی بنا پر آنحضرت نے ایک ساتھہ دو دو کھجوروں کے کھانے کی ممانعت فرمادی تھی ' کیونکہ اس سے حرص و طمع کا اظہار ہوتا تھا - احادیث کی اصطلاح میں اوسکو " قران " کہتے ہیں -

ایک مرتبہ قحط کا زمانہ تھا ' حضرت ابن زبیر لوگوں کو کھجوریں تقسیم کردیا کرتے تھے ' لوگ شدت گرسنگی میں کھاتے تھے ' تو تہذیب اور ارشاد نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے - لیکن جب حضرت عبد اللہ ابن عمر اودھر سے گذرتے تو لوگوں کو ٹوکتے : " آنحضرت نے قران سے منع فرمایا ہے ' البتہ اپنے دوسرے شریک طعام سے اجازت لیکر ایسا کیا جاسکتا ہے " (بخاری جزء ۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے ابو ایوب انصاری کو دعوت دی ' وہ آئے تو دیوار پر ایک منقش ' و مصور پردہ لگا ہوا تھا - حضرت ابن عمر نے معذرت کی کہ " عورتوں نے ایسا کیا ہے " لیکن اونہوں نے دعوت کو رد کردیا اور اوٹھکر چلے آئے -

فرض احتساب کا دائرہ صحابہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جو لوگ اونکی صحبت سے مستفید ہوتے تھے ' وہ بھی نہایت آزادی کے ساتھہ اس فرض کو ادا کرتے تھے ' اور خود صحابہ کو ٹوکتے تھے - ایک مرتبہ حضرت ابو ہرزہ سلمی گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور اوترکر نماز پڑھنے لگے ' گھوڑا بھاگا ' اونہوں نے نماز چھوڑکر اوسکا تعاقب کیا اور پکڑ لائے ' پھر نماز پوری کی - ایک شخص نے دیکھا تو کہا : " اس بڈھے کی اس جرأت کو دیکھیے کہ گھوڑے کے پکڑنے کیلیے نماز چھوڑ دی " اونہوں نے کہا : " جب سے آنحضرت کا ساتھہ چھوٹا کسی نے مجھہ کو ملامت نہیں کی تھی - میرا گھر بہت دور ہے ' اگر گھوڑا بھاگ جاتا تو میں شام تک گھر نہیں پہونچ سکتا تھا ' میں آنحضرت کا [illegible] دیکھہ چکا ہوں (بخاری جزء - ۸)

تفسیر البیـــان

اور جمـاعـــة طـلـبـاء

تفسیر کے حقیقی مخاطب و مستحق طلباء ہیں

مجھے اس بات سے ایک گونہ افسوس ہے کہ آپنے عام مسلمان خریداروں کے لیے البیان کے چندے میں ایکروپیہ کی رعایت کی ہے ' بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریداری کی درخواستیں آپ کے دفتر میں پہونچ جائیں - مگر اُن بیچاروں کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جن کے لیے البیان کا مطالعہ از بس ضروری ہے ' اور قوم کے لیے عموماً اور آپ جیسے فاضل اجل ' داعی الی الحق ' اور اسلام کے دلدادہ کے لیے خصوصاً لازم ہے کہ اُن کی حالتوں کو درست کیا جاے - تاکہ آیندہ ترقی کے لیے ایک مفید عنصر ثابت ہوں -

آپ کو معلوم ہوگا کہ آجکل کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر مغربی تعلیم نے ایسا اثر کیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت اور اُس کے معانی کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ' اور اس طرف سے بہت کچھہ غفلت کر رہے ہیں ' آجکل کے طالب علم کو اِتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے ؟ اور قرآن حکیم کی کیا تعلیم ہے ؟ مگر میرے خیال میں ایک طرح وہ راستی پر ہیں ' کیونکہ اُن کو ایسی ہی تعلیم دی جارہی ہے جس میں مستغرق ہونے کے بعد وہ مذہبی تعلیم کی کسی طرح پروا نہیں کرسکتے - پھر عموماً وہ غریب اپنے تعلیمی اخراجات کے نیچے اس قدر دبے ہوئے ہیں کہ ان میں اتنی طاقت ہی نہیں ہوتی ہے کہ عمدہ عمدہ مذہبی کتب کا مطالعہ کر سکیں -

اگرچہ جو قیمت سالانہ آپنے البیان کی رکھی ہے ' اسقدر زیادہ نہیں ' مگر ایک طالب علم کے لیے زیادہ ہے ' کیونکہ اُس کے تعلیمی اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک کوڑی بھی ان کتب کے مطالعہ کے لیے نہیں بچا سکتا - میں نے اکثر طالب علموں کو اسوقت کہتے سنا ہے کہ " افسوس البیان کا مطالعہ ہمارے لیے ازحد ضروری ہے ' مگر ہم کچھہ نہیں کر سکتے - ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر سکیں "

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم طالب علموں کے لیے کسی قدر ہمیشہ کے لیے البیان کے سالانہ چندے میں رعایت کی جاے ' تو بہت سے طالب علم اِس کو خریدنے کے لیے تیار ہو جائینگے -

اس زمانہ میں اس بات کی سخت سے سخت ضرورت ہے کہ کسی صورت سے طالب علموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کا اثر ڈالا جاے ' اور اسلام کا من جانب اللہ ہونا ثابت کیا جاے - اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قـــران کریـم کی ایک مفصل اور مشرح تفسیر اُنکے سامنے پیش کی جاے ' جس کو وہ بآسانی مطالعہ کرسکیں - یہ تو ہر طرح معلوم و یقین ہے کہ صرف آپ ہی کی تفسیر اس ضرورت کو پورا کر سکتی ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ (طالب علم) کیا طریقہ اختیار کریں جس سے فیضیاب ہو سکیں ؟

.... بی - اے -
متعلم ایل - ایل - بی - کلاس



هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تہوڑی سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حرف کی کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وپی - پی اور ایک روپیہ ۱۲ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکسن فرموٹ ہار مونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گراساں لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیونگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھ ایک گہوڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھ ایک تبلہ و ڈوگی انعام دیا جاویگا - ہندی ہارمونیم سکھپا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کہوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کردیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کہانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نزدتی جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سی - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں - " مینے اوبہرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ریلس - ایل - ایم - اینڈ - آر - سی - پی اینڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- " نمونے کی شیشیاں اوبہرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جی - ایم - براڈلی - ایم - ڈی - (برن) بی - ایس - سی - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکارڈی بمبئی فرماتی ہیں : " اوبہرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot, 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

یوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا ! یہ دوائی دماغی کمزوریونکو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتی ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - ضعف وغیرہ کو بھی مفید ہے جو اس کو لوگوں کی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایکدم زائل ہو جاتی ہے اس کے استعمال کرنے ہی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رنگون کی تازگی - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت ! !

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بـيـان لـلـنـاس ، و هـدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر' اثر خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافی ھے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے' یه اسی قلم سے نکلی هوئی مفصل اور مکمل تفسیرالقرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع هوگئی هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زیاده سے زیاده ١٠٠ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتھه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحه کی تفسیر کا هوگا' انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا قیمت سالانه ٢٥ - ربیع الاول تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Printed & Published by O. Ahmad at the AL-BALAGH Press 45. Ri[illegible]on L[illegible]

لاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (القرآن الحكيم)

البلاغ

هٰذَا بَلاَغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا
اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ۶ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 11,th February 1916.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ادیٹر الهــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الہام الہي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑھے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

قیمت فی پرچه | چــار آنــه

* كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

* في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کر دیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام و القرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کر دیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

(منیجر)

Tel. Address: "Albalagh, Calcutta."
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad.
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۰

کلکتہ : جمعہ ۶ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, 11th February 1916.

جلد ۱

دعــوۃ الی القـــران

گذشتہ اشاعۃ کے آخری صفحہ میں ہم نے تفسیر البیان کی قیمت کے متعلق ایک مراسلۃ درج کی تھی - اسکے متعلق پنجاب کے ایک صاحب غیرت و درد بزرگ لکھتے ہیں :

" اس خط کو پڑھکر خاکسار کی طبیعت پر نہایت اثر پڑا' الله الله ایک جماعت تو ان لوگوں کی ہے جنکو جناب کی قلمی خدمات سے مستفید ہونے کی توفیق ملی ہے مگر اپنی بدبختی سے محروم رہتی ہے - اور ایک جماعت اُن لوگوں کی ہے جو فیض یاب ہونے کیلیے مضطرب ہیں' لیکن اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ اپنی حسرت پوری کریں - حقیقت یہ ہے کہ جناب کی تصنیفات کے اصلی مستحق یہی لوگ ہیں - انگریزی مدارس کے تعلیم یافتہ طلباء کی مذہبی اصلاح تمام آیندہ نسل کی اصلاح ہے' اور انہی کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جناب کی روح بخش تصنیفات سے فیض یاب ہوں - جس وقت سے جناب نے البیان کا اعلان کیا ہے' میں اسکی ضرورت محسوس کر رہا ہوں اور اپنے اکثر دوستوں سے بھی عرض کرچکا ہوں - اس مشکل کے دور کرنے کا اصلی علاج یہ ہے کہ ایک مستقل فنڈ اس غرض سے کھولدیا جاے کہ جو طلباء' علماء' اور عام طور پر غیر مستطیع اشخاص البلاغ اور البیان کو انکی اصلی قیمت دیکر نہیں خرید سکتے' انسے نصف قیمت لی جاے' اور نصف قیمت اس فنڈ سے ادا کردی جاے - جناب کے عقیدتمندوں کا دائرہ بحمد للہ اسقدر وسیع ہے کہ کسی ایسے فنڈ کے قائم کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوسکتی - صرف اعلان کی ضرورت ہے - جناب نے خاکسار کی درخواست پر پانچ شخصوں کے ساتھہ رعایت منظور فرمالی لیکن اسطرح کس کس شخص کیلیے صرف دفتر ہی پر بار ڈالا جائیگا' علی الخصوص جبکہ الہــلال پریس کی ضبطی ضمانت کے نقصانات اکثرہ اس ضبط و تحمل کے ساتھہ جناب نے گوارہ کیے ہیں - بہر حال میں اس بارے میں صرف تحریک ہی نہیں کرتا بلکہ اپنی جانب سے پچاس روپیہ کی ایک حقیر رقم بھی پیش کرتا ہوں - بشرطیکہ دیگر ناظرین البــلاغ بھی خاکسار کا ساتھہ دیں' اور بہت جلد اس فنــد کو اس حد تک پہنچا دیں کہ ہزاروں غیر مستطیع صاحبان علم میں ہم " البــلاغ " اور " البیــان " کو تقسیم کرسکیں - جناب ازراہ نوازش اس عریضہ کو شائع فرمادیں - البتہ خاکسار کے نام کے اظہار کی ضرورت نہیں - "

حقیقت حال یہ ہے کہ جس وقت سے البیـان اور ترجمان القران کا اعلان ہوا ہے' تقریباً ہر روز پندرہ بیس خطوط اُن علماء و طلباء کے پہنچتے ہیں' جو انکے مطالعہ کا نہایت شوق ظاہر کرتے ہیں - لیکن مالی مجبوریوں کی وجہ سے خرید نہیں سکتے - پچھلے نمبر میں صرف ایک خط بطور نمونہ کے درج کردیا گیا تھا' تاکہ ملک کی حالت کا اندازہ ہو سکے - الہــلال کی پوری سہ سالہ زندگی ایسے ہی درخواستوں کے ہجوم میں گذری' اور البــلاغ کا بھی یہی حال ہے -

الہــلال کے متعلق احباب کو معلوم ہے کہ اسکے صدہا نسخے ہمیشہ مفت تقسیم کیے گئے' اور نو سو سے زاید اشخاص سے نصف قیمت بلکہ اس سے بھی کم منظور کرلی گئی -

موجودہ حالت پریس کی مالی مشکلات کی جیسی کچھہ ہے' اسکو الله ہی بہتر جانتا ہے' اور اگر اسکا فضل و کرم عزم و ارادہ کی الزوال دولت سے مالا مال نہ کردیتا' تو سچ یہ ہے کہ البــلاغ کا ایک نمبر بھی نکالنا مشکل تھا' با ایں ہمہ دفتر نے اب بھی اس قسم کی درخواستوں کو منظور کرلینے کی کوشش کی' اور الله ہی کے فضل پر اعتماد ہے - وہ چاہیگا تو اپنی دعوۃ حق کی اشاعۃ و توزیع کا خود بخود سامان کردیگا

الله تعالی آپکو جزاے خیر دے کہ آپنے محض محبت ایمانی و شیفتگی قرانی کے رشتے سے البــلاغ و البیان کے متعلق یہ تجویز پیش کی ہے منظور ہوگا تو آپکی تحریک شائع کرونگی اور وہ جس کام کیلیے چاہے داں کو کھول دے سکتا ہے !

اعتذار

جنگ یورپ کا جو اثر ابتدا سے کاغذ کے مسئلہ پر پڑا ہے' اس سے احباب کرام بے خبر نہیں ہیں - الہــلال جس کاغذ پر چھپتا تھا' اسکی قیمت زیادہ سے زیادہ پونے چار روپیہ فی رام تھی - وہی کاغذ البــلاغ کیلیے چھہ روپیہ فی رام کے حساب سے لینا پڑا' لیکن ہم نے اس اضافــہ کو بھی گوارا کیا' اور برابر البــلاغ اسی کاغذ پر چھپتا رہا -

لیکن اب حالت یہاں تک پہونچ گئی کہ اس قسم کے کاغذ سے تمام بازار یکسر خالی ہوگیا ہے' اور اگر چار گنی قیمت بھی دی جاے جب بھی میسر نہیں آسکتا - مجبوراً دوسرے قسم کے کاغذ کو قبول کرنا پڑا اور آج پہلی مرتبہ اسپر البــلاغ چھاپا جاتا ہے - اسکی قیمت بھی الہــلال کے کاغذ سے کچھہ زیادہ ہے !

(۲)

آج جمعرات کا دن ہے - اس نمبر کے تمام فارم چھپ چکے ہیں' صرف آخری فارم شذرات کا باقی ہے' مگر یکایک مولانا کی طبیعت بدمزہ ہوگئی ہے' اور امید نہیں کہ اس حالت میں آج شذرات لکھے جاسکیں اور کمپوز ہوسکیں - مجبوراً مراسلات کا ایک مضمون جو کمپوز شدہ طیار تھا' شذرات کی جگہ دیدیا جاتا ہے تاکہ باقاعدہ اشاعت میں اب پھر فتور نہ آے -

[منیجر]

مراسلہ

اسلام اور سوشیلزم

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی - ناظم دار المصنفین - اعظم گڈھ)

آجکل کی جدید عربی مصطلحات میں "سوشیلزم" کو "اشتراکیۃ" سے تعبیر کرتے ہیں، اور سوشیلزم کے معتقد اور پیرو یعنی سوشیلسٹ کو "اشتراکی" کہتے ہیں -

سوشیلزم اس خیال پر مبنی ہے کہ دنیا میں ایک طرف تو ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کی جائداد رکھتے ہیں، اور جنکے قبضے میں انکی حاجت سے بہت زیادہ روپیہ ہے - دوسری طرف ایسے افراد پائے جاتے ہیں، جنکے پاس اتنا بھی نہیں جس سے اپنی ستر پوشی کرسکیں یا شکم سیر ہوسکیں، اسلیے وہ کروڑوں روپے جو ارباب ثروت کے پاس بیکار پڑے ہیں، وہ ان فقرا اور مساکین پر تقسیم کردیے جائیں تاکہ دونوں گروہ بآسانی زندگی بسر کرسکیں -

اس مسئلہ کو زیادہ صاف کرنے کے لیے ہمکو علم اقتصاد سیاسی یعنی پولٹیکل اکانمی کی طرف رخ کرنا چاہیے - اکانمی نے یہ طے کردیا ہے کہ انسان کی ہر قسم کی دولت اور پیداوار کے اصول اولی دو چیزیں ہیں "محنت" اور "راس المال" کیونکہ انسان کے تمام ذرایع آمدنی کا اصلی منبع صرف دو چیزیں ہیں "زراعت" اور "صنعت" انکے علاوہ اور دوسری ہر قسم کی آمدنیاں انہیں دونوں ذرائع مذکورہ کے ماتحت ہیں، مثلاً "زمینداری" کہ اسکی اصلی آمدنی زراعت پر موقوف ہے - "تجارت" صنعت اور زراعت کی پیدوار کے باہمی تبادلہ کا نام ہے، نوکریوں کے ذریعہ سے جو روپیہ مالک سے وصول کیا جاتا ہے، وہ درحقیقت اسی زراعت اور صنعت کی بواسطہ یا بلا واسطہ آمدنی ہے -

پہلے ہمکو صنعت اور زراعت کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے - صنعت اُن مادی چیزوں کو جنکو ہر مقام پر یا بعض بعض مقام پر خدا نے فطرتی طور سے پیدا کردیا ہے اور جو بیکار پڑی ہیں، حاجت انسانی کے مناسب بنانے کا نام ہے، ان مادی چیزوں کو حاجت انسانی کے مناسب بنانیکے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے "کام کرنے والوں کی محنت کی" اور "اُن آلات اور اوزار کی جن سے کام کرنے والا اپنے اثر فاعلی کو ان مادی چیزوں پر صرف کرتا ہے" آلات اور اوزار کے لیے "راس المال" اور "سرمایہ" کی ضرورت ہے، اسلیے صنعت و دستکاری کی اصلی آمدنی کا منبع "مزدوروں کی محنت" اور کارخانہ دار کا سرمایہ ہے، یہی حال زراعت کا ہے - زمین کی درستگی کے لیے مزدور کی، اور آلات زراعت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے -

خلاصۂ تفصیل ماسبق یہ ہے کہ دنیا کی ہر نوع اور قسم کی آمدنی کی اصل، مزدور اور اہل سرمایہ ہیں - دونوں آمدنی کے پیدا کرنے میں برابر کے شریک ہیں، اسلیے تقاضاے انصاف یہ ہے کہ زراعت اور صنعت کی تمام آمدنی دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونی چاہیے - ایک حصہ مزدوروں کو دیا جائے اور دوسرا حصہ اہل سرمایہ لیں، لیکن تمام دنیا میں اہل سرمایہ اور کارخانہ دار تمام منافع کے اصلی مالک بن جاتے ہیں، اور مزدوروں کو اُنکے حق سے اسقدر کم دیا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے اوقات بسری کرسکتے ہیں، اسلیے ضرورت ہے کہ مزدوروں کی اعانت کیجائے -

ان تمام مقدمات بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ فقرا اور مزدوروں کی امداد کیجائے - یہی خیال سوشیلزم اور اشتراکیت کا سنگ بنیاد ہے، اس خیال کی کامیابی کے لیے اُنکو بہت سے مراتب طے کرنے پڑتے ہیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ موجودہ نظام زندگی بالکل بدل دیا جائے - ہر قسم کی جائدادیں اور ملکیتیں اہل سرمایہ اور ارباب ثروت کی شخصی ملکیت و تصرف سے نکال کر وقف عام کردیجائیں - تمام کاشتکاریاں، جائدادیں، اور کارخانے جمہور ملک کی ملکیت ہوں، گورمنٹ کو مخصوص افراد کے قبضے سے نکال کر عام پبلک کے زیر انتظام کیا جائے - ہر قسم کے آلات و سرمایہ مشترک طور سے تمام اہل ملک یا گورنمنٹ کی ملک ہوں، ملک کے تمام افراد محنت صرف کریں، ہر قسم کا منافع ایک جگہ جمع ہو، اور وہ تمام اہل ملک پر مساوی طور سے گورنمنٹ کی زیر نگرانی تقسیم ہو، ہر شخص کے امتیازات شخصی مٹا دیے جائیں، ذاتی اعزاز و تفوق کی کوئی مثال باقی نہ رہے - بادشاہ اور رعایا، غلام اور حاکم، امیر اور فقیر، معزز اور ذلیل، غرض کہ ہر قسم کے تفاوت مراتب کو صفحۂ عالم سے محو کردیا جائے، اور تمام عالم میں ہر چیز کے اندر مساوات عامہ ہوجائے، انتہا یہ ہے کہ انکا خیال مساوات، خدا کی غیر معمولی عظمت کو بھی تسلیم نہیں کرتا !

"اکانمی" جس سے "اشتراکیت" کو تعلق ہے، اُسکا بانی اول گو ایک فرانسیسی عالم انٹوان ڈی منٹکرٹیان المتوفی سنہ ۱۶۱۵ع ہے اور اُسکا مدون ڈاکٹر کینسی سنہ ۱۷۵۸ع ہے، لیکن اکانمی کو فن کی حیثیت سے جسنے دنیا کے سامنے روشناس کیا، وہ ایڈم اسمتھ ہے جسکی اس فن میں پہلی تصنیف سنہ ۱۷۷۶ع میں شائع ہوئی - اسمتھ کے بعد دو انگریز عالم ملتس، ریکارڈو، اور فرانسیسی عالم جان بپٹسٹ پیدا ہوے - اُنھوں نے اس فن کو تکمیل تک پہنچا دیا - یہ علماے فن اقتصاد انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تھے - اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ اشتراکیت انیسویں صدی کی پیداوار ہے -

جن اکانمسٹ اور علماے اقتصاد کا ہم نے تذکرہ کیا، وہ نفس فن کے اصول اور ان اُصول کو عملی صورت میں لانے کی نسبت کسی قدر مختلف الراے ہیں - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکیین اور سوشیالسٹس کے چند فرقے ہوگئے :

(۱) فوضوی یا کمونسٹ یا نہلسٹ - اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا سے ہر قسم کی شخصی ملکیتیں اور امتیازات مٹا دیے جائیں، دنیا کا ذرہ ذرہ ذاتی ملک سے نکل کر جمہور کی ملک ہو جائے، تاکہ تمام انسان مساویانہ حیثیت سے زندگی بسر کریں - یہ فرقہ بجبر ملکیت کو مٹاتا چاہتا ہے - عہدہ داران و ارباب ثروت کو مار ڈالنا اس کے نزدیک ثواب ہے -

(۲) اجتماعی یا سوشیالسٹ - یہ فقط یہ چاہتا ہے کہ صرف آلات شخصی تصرف سے نکال کر عام پبلک کی ملک کردیے جائیں، تاکہ فقرا اور مزدور ارباب ثروت و اہل سرمایہ کی احتیاج کے بغیر کام کر سکیں -

(۳) قومي يا نيشنلست - اس فرقه كي تهيوري يه هے كه صـــرف كاشت اور سكـونت كي زمينيں شخصي ملـكيت سے نكال ليجائيں ' كيونكه ثروت كا اصلي منبع زمين هے ' اور جب تمام زمين جمهور يا گورنمنت كي ملك هوجائيں گي ' تو اهل حاجت اور مزدورں كي حالت بهت كچهه سنبهل جائيگي -

اشتراكيين كے يه مختلف فرقے تمام ممالك متمدنه ميں روز بروز پهيلتے جاتے هيں اور هر جگه انكي تعداد روز بروز برهتي جاتي هے - يورپ كے بعض بعض ملك كے اكثر باشندے سوشيلزم كے معتقد هوتے جاتے هيں - اس فرقه كي تمام اطراف عالم ميں خفيه سوسائيٹياں ' انجمنيں ' اور اخبارات هيں ' جو انكے خيالات كي اشاعت كرتے هيں ' پبلك ميں موجوده نظام سلطنت كے برخلاف جوش پيدا كرتے هيں ' سلاطين ' حكام ' ملك ' اور ارباب ثروت كے قتل كي تدبيريں كرتے هيں - ناچار گورنمنٹوں كو انكي مزاحمت پر آماده هونا پڑتا هے ' اور بزور قوت انكي بيخكني كي كوششيں كرني پڑتي هيں - ليكن يه تمام كوششيں بے سود هوتي هيں اور سوشلزم كا سيلاب نهيں تهمتا -

سنه ۱۸۸۶ع سے اس مذهب كے پيرو جرمني ميں بهت بڑه رهے هيں - سنه ۱۹۰۸ع ميں جرمني ميں اشتراكيين كي تعداد دس لاكهه تهي ' سنه ۱۹۱۰ع ميں بيس لاكهه هوگئي - جرمني كے علاوه فرانس ' بلجيم ' هولينڈ ' پولينڈ ' روس ' امريكا ' رومانيا ' اٹلي ' پروشيا ' سويٹزرلينڈ ' انگلينڈ ' اور امريكا كا بهي يهي حال هے -

اشتراكيين كي تعداد ميں روز بروز اضافه هونا كوئي تعجب انگيز امر نهيں ' كيونكه سوشلزم كا اصلي مقصود فقراے قوم اور مزدور پيشه اشخاص كي حمايت هے ' اور يه معلوم هے كه ملك ميں مزدورں اور فقيروں كي تعداد تمام فرقوں سے زياده هے - اس حالت ميں فرض كرلينا چاهيے كه يورپ كے تمام فقرا اور مزدور پيشه درحقيقت سوشيالست هيں - ليكن عجيب تر يه هے كه سوشيلزم كي آواز سے تمام يورپ اسقدر گونج اٹها هے كه اسكي تاثير سے يورپ كا كوئي فرقه بچ نهيں سكتا ' كنسرويٹو پارٹي جسكا منتهاے مقصد قديم آداب و رسوم كي حمايت اور ذاتي اعـزاز و منـاصب كي محافظت هے ' اسكو بهي كسي قدر تغير كے بعد سوشيلزم كا هم آهنگ هونا پڑا - انتها يه هے كه كالج اور اسكول كے پروفيسر اور ٹيچر ' اور ديروكنيسه كے راهب اور پادري بهي اصول اشتراكيت ميں كسيقدر ترميم كے بعد اشتراكيين كے هم آواز هوگئے هيں -

اس چيخ ' پكار ' شورو فرياد ' واويلاؤ هنگامه كا اثر يه هے كه تمام يورپ كے خيالات ميں موجوده نظام تمدن كے انقلاب كے متعلق عجيب قسم كا تلاطم برپا هوگيا اور هر شخص جديد تمدن كے مصائب كو محسوس كر رها هے -

اس مقدمه كے ساتهه چند مقدمات كا اور اضافه كرو :

(۱) يورپ ميں تمدن كي بنا شخصي فوائد ' خود غرضي ' اور ذاتي منافع پر هے - باپ بيٹے كو نهيں پوچهتا - بيٹا باپ كي خبر نهيں ليتا ' پهر ملك كے عام افراد كے ساتهه اسكو كيا همدردي هوسكتي هے ؟

(۲) يورپ كي ثروت اور دولت كا اصلي سرچشمه صنعت اور تجارت هے - هر شهر ميں كمپنياں اور كارخانے هيں جنكے مالك اشخاص يا جماعت كے چند افراد هيں - هر كارخانه ميں هزاروں مزدور كام كرتے هيں ' جنكي روزانه آمدني انكے روزانه اخراجات كے ليے مشكل سے كافي هوسكتي هے - نتيجه يه هے كه ايك طرف تو كارخانه داروں كي مختصر جماعت كارخانه كے منافع كثيره سے مالا مال هوجاتي هے ' دوسري طرف ادني طبقے ميں فقرا اور مساكين كي تعداد بهي بڑهه رهي هے -

(۳) بنكوں كے وجود نے يه قيامت برپا كر ركهي هے كه ايك پيسه كا قرض بهي بغير سود كے نهيں مل سكتا - جائداديں عام پبلك كے هاتهه سے نكل كر مالكان بنك كے تصرف ميں آتي جاتي هيں ' اس سے فقرا اور ناداروں كي كثرت هو رهي هے -

(۴) تمدن جديد نے ضروريات زندگي كي قيمت اسقدر بڑها دي هے كه كم ثروت والوں كو وهاں زندگي بسر كرنا مشكل هے - كهانے كي چيزيں اسقدر گراں هيں كه فقرا انكو خريد نهيں سكتے - ملك كي شدت حاجت كي وجه سے نرخ اشيا ميں گراني حد سے زياده بڑه جاتي هے ' اور آزادي تجارت كي بنا پر گورنمنٹيں اس ميں زياده روك ٹوك نهيں كر سكتيں -

(۵) گورنمنٹوں نے فقيروں اور بے ساز و سامان شخصوں كے ذاتي مصارف كے ليے كوئي سامان نهيں كيا - يه تو هے كه اندهوں ' كوڑهيوں ' لولوں ' اور مجبوروں كيليے امدادي محكمے قائم هيں ' ليكن ايك مجبور قرضدار كے اداے قرض كي كوئي صورت نهيں - ايك مزدور كو اگر آج كوئي مزدوري نه مل سكي تو وه كل كيا كهائيگا ؟ ايك فقير كے پاس كپڑا نهيں ' وه كپڑا كهاں سے لائيگا ؟ يورپ عام مصالح كي نگراني تو كر رها هے ' ليكن شخصي ضرورتيں اور اتفاقي حاجات كا اسكے يهاں كوئي بندوبست نهيں -

(۶) اتفاق سے اول تو يورپ مذهب سے آزاد هے ' اور اسليے وه شخصي همدردي كي قدر نهيں كر سكتا - علم و تمدن نے اسكے بجاے ملكي اور جمهوري همدردي قائم كردي هے جو شخصي ضروريات كيليے كافي نهيں ' دوسرے وهاں جس مذهب كا رواج هے وه عيسائيت هے ' جسنے مال و دولت كي سخت تحقير كي هے ' عام نصائح كے سوا اسنے ارباب ثروت كو اهل حاجت كي مالي امداد كيليے بهي كوئي حكم نهيں ديا ' اسليے عيسائي ممالك ميں فقرا كے ساتهه يه بے اعتنائي كچهه بعيد نهيں هے -

يورپ كے تمام ممالك ميں انگلستان باعتبار ثروت كے سب سے زياده ممتاز هے - ليكن يهاں بهي يه حالت هے كه جنگ سے پہلے ۱۷۰۰۰۰۰ تعداد صرف ان فقرا كي تهي جنكي گورنمنت امداد كرتي تهي - جـــرمني كي سنـــه ۱۸۷۰ ميں مجموعي آبادي ۴۰۰۰۰۰۰۰ كرور تهي - آجكل ۶۴۰۰۰۰۰۰ كرور هے - سالانه اموات كي تعداد سے پيدايش كي تعداد ۹ لاكهه زياده هو رهي هے - اسي كے ساتهه ساتهه فقرا اور مساكين كي تعداد بهي بڑه رهي هے - جرمني كے كارخانے ' كاشتكارياں ' دستكارياں ' اور هر قسم كے ذرائع صرف چار كرور آدميوں كي كفالت كرتے هيں - اسكا لازمي نتيجه يه هے كه اشتراكيين كي تعداد نهايت سرعت كے ساتهه بڑه رهي هے -

ان تمام بيانات مذكورۂ بالا سے بالكل واضح هوگيا كه يورپ آجكل عجيب قسم كے اقتصادي مصائب ميں مبتلا هے ' اب سوال يه پيدا هوتا هے كه اسنے ان مشكلات كے حل كرنے كيليے كيا تدابير اختيار كي هيں ؟

جرمني نے جنگ سے پہلے يه طے كيا تها كه اشيا كے نرخ ميں كمي كي جاے - اسنے فقرا اور مساكين كے ليے الگ بازار قائم كيے جهاں خوراك كي معمولي چيزيں ارزاں قيمت پر فروخت هوتي هيں - پوليس كو حكم ديا هے كه ان بازاروں ميں اهل ثروت نه جانے پائيں ' اس قسم كے چار بازار صرف برلن ميں قائم كيے گئے هيں -

انگلستان كي گورنمنت بهي فقرا كي اعانت كيليے آماده هوئي هے ' سنه ۱۹۰۶ع ميں انگلستان نے فقرا اور اهل حاجت پر ۱۴۷۸۶۰۰۰ گني صرف كيا ' ان اخراجات سے ۱۷۰۰۰۰۰ لاكهه افراد كي اسنے اعانت كي ' ان ميں سے ۵۳۸۰۰۰ كي تا زندگي ' ۵۳۰۰۰۰ كي ايك مـــدت دراز تـك ' ۶۴۰۰۰ كي صرف ايك سال تـك - انگريز مزدوروں نے باهمي مشوره و امداد كيليے ٹراڈيسينين نام ايك عام انجمن بهي قائم كي هے جو بهت كامياب هو رهي هے -

پروشيا (جرمني) كي گورنمنت نے اصول اشتراكيت كے مطابق حسب ذيل قوانين جاري كيے جو پروشيا كے شهري قانون كے انيسويں باب كي مختلف دفعات ميں مذكور هيں :

اور کہ ایک مسافر و غریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صداے حق نے مامون الرشید اعظم کی اُس حکومت کو جو قیصر قسطنطنیہ کو " روم کا کتا " کہکر خطاب کرتی تھی اور کتے کی طرح عاجزی کی زمین پر لوٹا دینے کی طاقت بھی رکھتی تھی، کس طرح لرزا دیا تھا ؟ اور کسطرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور انکی برھنہ تلواروں کی نمایش کررہا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کی مقاومت میری مطیع رعایا کے دل سے میری ھیبت نہ نکال دے ؟

پھر اور زیادہ غور کرو، اور دیکھو کہ یہ عبد العزیز کون تھا ؟ دنیا کی پادشاہت اسکے پاس کتنی تھی ؟ خزانۂ و فوج میں سے کیا رکھتا تھا ؟ کتنے غلام اسکی رکاب کو تھامتے تھے ؟ کتنے محل اس نے اپنی آسایش کیلیے تعمیر کیے تھے ؟

آہ، دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوی جاہ و جلال کی ان تمام نمایشوں میں سے تو اس کے پاس کچھہ بھی نہ تھا - ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آے ہوے چوتھا دن تھا، ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بھر میں ایک بھی ساتھی اور حمایتی نہ تھا، ایک اجنبی محض جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھہ نہ تھا - با ایں ھمہ اسکے پاس ایک ایسی طاقت تھی، جسکی فرماں روائی و ملوکی کے آگے مامون الرشید کی پوری سلطنت بھی ھیچ تھی، اور جسکے جاہ و جلال کے آگے اسکی وہ سطوت و ابہت بھی کچھہ نہیں کرسکتی تھی جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا - یہ طاقت نہ تو تخت شاھی کے اوپر پیدا ہوتی ھے، اور نہ شہنشاھی کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں - اسکا گھر انسان کا ٹوٹا ھو دل ھے، اور اسکا محل ایمان باللہ کی زخمی روح ھے - پادشاہ کا تخت جسم پر حکم کرسکتا اور لوھے کی تلوار گردن کی رگوں کو کاٹ سکتی ھے، پر نہ تو اس طاقت الہی کے آشیانے کو اجاڑ سکتی ھے، اور نہ اس کی اقلیم سلطنت پر اسکی فرماں روائی چل سکتی ھے - وہاں صرف خدا ھے، اسکا ایمان ھے، اسکے کلمۂ حق کی خسروی ھے، اسکی صداقت و راستی کی ملوای ھے، اور حق و معروف کے ایک ھی فرمان اعظم کا حکم ھے !

اولائک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ، و یدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا، رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ، اولائک حزب اللہ، الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ! (۵۸ : ۳۰)

یہی وہ راست باز انسان ھیں جنکے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا، اور اپنی روح نصرۃ و فتح مندی سے انکی مدد کی، پس اب خوف و ھراس اور ناکامی و نامرادی انکے لیے نہ رھی، وہ انکو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کریگا - وہاں باغ و چمن کا دائمی عیش ھے اور نہروں کی روانی کا نظارۂ راحت - اللہ انسے راضی ھوا اور وہ اللہ سے راضی ھوے - یہ اللہ کی جماعت ھے، اور یقین کرو کہ اللہ کی جماعت ھی فلاح و مراد پانے والی ھے -

پس شیخ عبد العزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو ھیبت و اجلال پیدا ھوگیا تھا، اور جس نے مامون اعظم کو اپنی فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کردیا تھا، وہ شیخ عبد العزیز کی ھیبت نہ تھی جسکو تلوار کی ایک حرکت دو ٹکڑے کردیسکتی تھی، وہ خدا ے عبد العزیز کی ھیبت تھی، وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی قہاریت تھی، وہ جرأت ایمانی اور سطوت روحانی کا نا ممکن التسخیر اجلال تھا - کما قال فی المثنوی :

ھیبت حق ست این از خلق نیست

ھیبت این مرد صاحب دلق نیست !

فلا تخافوھم و خافون ان کنتم مومنین !

(داخلہ)

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے، تو شیخ عبد العزیز کی بھی طلبی ھوئی - ایک کے بعد ایک متعدد دھلیزیں تھیں جنسے شیخ کو گذرنا پڑا، سلطانی دھلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوان ھاے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ھوا، جن میں سے ھر ایوان ایک پوری شہنشاھی کے ساز و سامان شوکت و ابہت سے معمور تھا، اور ھر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رھنما رخصت ھوجاتا اور نیا ھاتھہ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا - اسکے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آے جنکی تمام جزئیات شیخ نے لکھی ھیں - اور انسے زیادہ خطیب بغدادی وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کی روایتوں سے واضح ھوتی ھیں - لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ھے، مگر ھم اس وقت مضطرب ھیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں، اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ و جلال خداوندی کا جلوہ دیکھیں -

(صاحب الستر)

یہاں تک کہ " صاحب الستر " یعنی رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا - عہد عباسیہ میں " صاحب الستر " کا عہدہ بالکل ویسا ھی تھا جیسا آجکل یورپ میں (Lard Chambar Lain) یا ترکی میں " وزیر تشریفات " کا ھے - یعنی شاھی ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ - اسکو " حاجب " بھی کہتے تھے، اور یہ قصر شاھی کا وہ آخری برزخ ھوتا تھا جسکے بعد خلیفہ کے حضور میں کوئی شخص پہنچ سکتا تھا - اسلام نے جب خلیفۂ وقت کیلیے کوئی محل ھی نہ بنایا تو اسکے دروازے کیلیے دربان کہاں سے آتا ؟ اسلیے خلفاے راشدین کا تمام عہد اس عہدہ سے خالی رھا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے دھلیز شاھی کی بنیاد ڈالی، اور شاھان عجم کی روایتیں سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لیے قرار دیا (۱)

حاجب صحن دربار تک لے گیا - صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ تھا، جسمیں مخصوص وزراء و ندماء اذن حضور تک ٹہرتے اور انتظار کرتے تھے - یہاں پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا :

" آپکو وضو کے تجدید کی خواھش ھے ؟ "

شیخ نے کہا " نہیں " حاجب نے کہا :

" تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں، دو رکعت نماز نفل پڑھہ لیجیے "

شیخ نے نماز پڑھی، اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ھے کہ کس عالم میں پڑھی، اور اپنے اُس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کھڑے رھے جسکے کلمۂ حق کیلیے عنقریب ایک انسانی شہنشاھی کے حضور میں جانے والے تھے :

بجرم عشق تو ام می کشند، غوغائیست

تو نیز برسر بام آ کہ خوش تماشائیست

و اللہ یعلم ما تسرون و ما تعلنون !

(ایوان دربار)

اب پردہ اُٹھا، اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضی کے موجودہ عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اسکے سامنے ھے -

(۱) الاستیعاب میں حافظ ابن عبد البر نے اسکی تصریح کی ھے - نیز تمام مورخین اسلام کا اسپر اتفاق ھے -

یہ نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا ' جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا ' اور ایک غریب الوطن اجنبي کیلیے بہت مشکل تھا کہ پہلي نظر میں اس نظارے سے متاثر نہو - (۱)

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاهي مجرم هے اور اس نے موجودہ عہد حکومت کا سب سے بڑا گردن زدني جرم کیا هے ' اسلیے انہوں نے چاها کہ مامون کے حضور میں جسقدر سختي اور بے احترامي اسکے ساتھہ کرسکتے هیں کریں' اور اسے محترم لوگوں کي طرح دربار میں نہ لائیں - چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے رسالہ میں لکھتے هیں :

فازاح الستر' واخذ الرجال بیدي وعضدي' وجعل اقوام ایدیهم في ظهري وعلى رقبتي ' وطفقوا یعدون بي ؛ فنظرني المامون وانا اسمع صوته " خلوا عنه " وکثر الضجیج من الحجاب والقواد بمثل ذالك ' فخلوا عني'وقد کاد یتغیر عقلی من شدة الجزع وعظیم ما رایت في ذالك الصحن من السلاح' وهو مدء الصحن وکنت قلیل الخبرة بدار امیر المومنین' ما رایتها قبل ذالك ولا دخلتها -

" پردہ هٹا ' اور خدام بارگاہ نے میرے هاتھوں اور بازؤں کو پکڑ لیا ' وہ اسطرح مجھہ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ایک هاتھہ میرے سینے پر تھا اور ایک هاتھہ کاندھے پر- انہوں نے اسطرح سختي و بے احترامي کے ساتھہ چاها کہ مجھے اندر لیجائیں- مگر اُسي وقت مامون الرشید کي نگاهیں مجھپر پڑیں اور میں نے اسکي آواز سني کہ وہ کہہ رہا هے : " اُسے چھوڑ دو" مامون کے کہنے کے ساتھہ هي اور لوگوں نے بھي اسکي تعمیل میں " چھوڑ دو ' چھوڑ دو " کا غل مچایا ' اور بے شمار آوازیں ایک ساتھہ بلند هو گئیں - حکم شاهي پاتے هي خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا - لیکن دربار شاهي کے اچانک نظارے ' خدام و حجاب کي اس دارو گیر' اهالیان دربار کي صداؤں کے هنگامہ ' اور برهنہ تلواروں اور اسلحۂ جنگ سے بھرے هوے صحن کي هولناکي نے میرے هوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا ' اور قریب هوا کہ شدت هراس اور هیبت نظارہ سے میري عقل متغیر هو جاے - اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھي اِس سے پہلے میں نے محل شاهي کو دیکھا تھا نہ کبھي اسمیں قدم رکھا تھا - میري معلومات بھي امیر المومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑي تھي" انتھی -

علمـاء حق کے اس صدق بیان اور راستي فطرة کو دیکھو کہ شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپني کمزوري کي سرگذشت لکھہ رہے هیں جو اس موقعہ میں انسے ظاهر هوئي ' اور

(۱) مامون الرشید تخت پر نہیں تھا' کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھي اور هارون الرشید سے لیکر مقتدر باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہي قاعدہ رہا کہ علمي مجالس میں همیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش هي پر بیٹھتے تھے - البتہ صدر ایوان میں اُنکي جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا - ڈاکٹر جي - سلیمان (G. Salmon) نے ابوبکر خطیب بغدادي کي تاریخ مدینة السلام کا جو ٹکڑہ ایڈٹ کرکے چھاپا هے ' اسمیں ایک خاص عنوان خلفاے عباسیہ کي مجالس علمیہ کے متعلق بھي هے- اسمیں تشریح کردي هے کہ هارون و مامون جب کبھي کسي مجلس مناظرہ و محادثۂ علمیہ میں یا بیت الحکمة میں آتے تھے' تو عام علماء و حکماء کي طرح خود بھي فرش پر بیٹھتے تھے ' اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علما کو صدر میں اپني جگہ دیدیتا تھا !

اس دربار میں پہونچکر جسکے جلوں نے قیصر روم کے ایلچي کو اپنے عہد تنزل میں بھي مبہوت و لا یعقل کردیا تھا' وہ باول نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھہ سکے ؟ (۱)

بہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملي ' اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے - وہ لکھتے هیں کہ مامون الرشید کي آواز برابر میرے کانوں میں آ رهي تھي : " ادخلوہ و قربوہ " اسکو اندر لاؤ اور مجھسے قریب کرو ! چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے - یہاں تک کہ اُنھوں نے اس عہد کي زمین کے سب سے بڑے پادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا ' اور بغیر کسي عجز و انحناء کے بآواز بلند کہا : " السلام علیک یا امیر المومنین و رحمة اللہ و برکاتہ " مامون نے جواب دیا : " و علیک السلام و رحمة اللہ و برکاتہ " اور ساتھہ هي ایک لمحہ تک سر سے لیکر پیر تک اُنکو دیکھتا رہا - اُسکے بعد کہا " اور آگے آؤ " شیخ آگے بڑھے' پھر کہا " آگے آؤ " شیخ اور آگے بڑھے' تیسري مرتبہ پھر اسي حکم کو دھرایا - شیخ بالکل قریب چلے گئے - صاحب الستر بھي ساتھہ تھا ' اور بتدریج اُنکو آگے بڑھاتا جاتا تھا - یہاں تک کہ اُن میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رهگیا کہ دو آدمي درمیان میں بیٹھہ سکتے تھے - شیخ اپني جگہ پاکر بیٹھہ گئے ' مگر ابتک انکے دل میں هیبت و رعب کے اثرات باقي تھے -

(صاعقۂ حق کي پہلي گرج)

شیخ جونہي اپني جگہ پر بیٹھے ' ایک طرف سے صدا آئي :

" اس کے لیے تو صرف اسقدر کہدینا کافي هے کہ قبح اللہ و جہک (عربي میں تذلیل و تحقیر کي ایک گالي هے) خدا کي قسم میں نے اپني پوري عمر میں کسي شخص کو اسقدر بد صورت نہیں دیکھا "

شیخ لکھتے هیں کہ میں نے اس آواز کو سنا ' لیکن ابتک میرے دل میں هیبت و هراس کا تھوڑا بہت اثر باقي تھا' اسلیے میں خاموش رها - حتی کہ کہنے والے کے طرف میں نے نظر اُٹھا کے دیکھا بھي نہیں -

(۱) المقتدر باللہ عباسي کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلیے ایک سفیر بھیجا تھا' جس سے خلیفہ موصوف نے " قصر حسني " میں ملاقات کي تھي - اس ملاقات کي تفصیلي حالت خطیب بغدادي نے اپني تاریخ میں درج کي هے - وہ لکھتے هیں کہ سفیر دهلیز میں قدم رکھتے هي بالکل مبہوت هوگیا - ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے هوش و حواس بجا نہ رهے - اس نے حجاب سے کہا کہ کچھہ دیر کیلیے مجھے تنہا چھوڑ دیا جاے تاکہ اپنے هوش و حواس میں آجاؤں !

اللہ اللہ انقلاب زمانہ کي نیرنگیاں ! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر همارے دربار میں آتا تھا اور هماري عظمتوں کو دیکھکر بےهوش هوجاتا تھا - آج خود هم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس هوگئے هیں ' اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کي طرح پوج رهے هیں - حتی کہ هیبت و هراس کے سوا کبھي خود دارانہ احساس کا ایک لمحہ بھي همیں میسر نہیں آتا !

آگ تھے ابتـداے عشق میں هـم
هـوگئے خـاک ' انتہـا هے یـہ !

آگ کے شعلے بجھہ جاتے هیں لیکن راکھہ کي ڈهیر میں چنگاریاں دبي دبائي باقي رهتي هیں اور هوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتي هیں - پھر کیا اس چولھے کي چنگاریاں کبھي بھي نہ بھڑکینگی ؟ کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئي جھونکا ادھر سے نہیں گذریگا ؟ و هوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و هوالولی الحمید !

اسکے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجه هوا ' اور شیخ کا نام ' خاندان ' ابوت ' جدیت ' قبیله ' وطن ' محله ' مکه معظمه کے بنو هاشم کے حالات ' اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں ' جنکو هم نظر انداز کردیتے هیں - اسکے بعد کہا :

" تمہارا بغداد میں آنا اور جامع رصافه میں کہڑے هوکر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا ' اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا ' اور پہر مناظره کی خواهش کرنا ' یه تمام حالات میں نے سنے هیں ' اور اسی لیے علماء دار الخلافه کو میں نے آج مدعو کیا ھے "

شیخ لکھتے هیں که " مامون الرشید کا یه جمله کہنا که تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا ' میرے لیے رحمت الہی هوگیا - مجھپر دربار کی هیبت کا اثر ابتک باقی تھا ' مگر مسئلهٔ خلق قرآن کی نسبت جب یه قول باطل میں نے سنا تو معـاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی ' اور دعوۃ حق کی غیرت سے میں معمور هوگیا - ساری هیبت و دهشت یکقلم کافور هوگئی اور میں دوبدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلیے بالکل مستعد هوگیا "

مامون کے جملے ابھی پورے ختم بھی نہیں هوے تھے که شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار میں گونج اٹھی ' تمام اهل دربار اس مبارزت اور بے باکی پر تڑپتے رھے ' مگر اس نے کسی کی پروا نه کی ' اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ھے ' کڑکتی هوئی آواز میں تقریر شروع کی :

" یا امیر المومنین ! میں ایک فقیر الحال طالب العلم هوں - اپنے وطن اور خانهٔ خدا کے مقدس جوار میں تھا که میں نے خلیفهٔ وقــت کے مظـالم و جبـر کی درد انـگیز سرگذشـت سنی - مجھے معلوم هوا که حق مظلوم هوگیا ھے ' سنت کی روشنی بجھه گئی ھے ' بدعت کی آندھیاں زور و شور سے چل رهی هیں ' حق کا کہنا جرم هوگیا ھے ' اور باطل پرستی کے صلے میں جاه و عزت کی بخشش هورهی ھے - جس چیز کا اقرار خدا تعالی نے امۃ مرحومه سے نہیں کرایا ' جسکی گواهی اسکے رسولوں نے نہیں دی ' جسکا اعلان خلفاے راشدین نے نہیں کیا جنکی خلافت طریق نبوت پر تھی ' اور جسکے لیے کسی ایک صاحب رسول الله کی زبان کو بھی حرکت نہیں هوئی ' اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان هر مومن کیلیے شرط قرار دے رها ھے ' جو هارون الرشید کے گھر میں پیدا هوا اور وه هادی کا لڑکا تھا - اُسنے نه تو تابعین کو پایا ' نه اصحاب رسول الله کو دیکھا ' نه عهد نبوت کی برکتوں میں اسکا کوئی حصه ھے - تاهم وه شریعت الہی کے اس مخفی راز کو جانتا ھے جسکو تابعین نے نه جانا اگرچه دنیا سے مومن گئے ' صحابه نے نه جانا ' اگرچه کفر کی چھینٹ بھی انپر نه پڑی ' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے اسکے لیے کچھه نه کہا حالانکه صاحب وحی و رسالت تھے "

شیخ عبد العزیز اب وه عبد العزیز نه تھا جسکو عمر بن مسعده نے کوتوالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا ' اور جو دربار مامونی کے دروازے میں قدم رکھتے هی اسکی هیبت و اجلال سے لرز اٹھا تھا - اب وه ایک دوسری هی روح حق تھی ' جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلی هوکر صرف رب السماوات و الارض کی قدوسیت سے فیض یاب جلال و قہاریت تھی ' اور مامون الرشید اگر تمام کرهٔ ارضی کی بکھری هوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتھه لے آتا ' جب بھی اسکی صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا !

شیخ کے جوش و خروش ' بے باکانه طرز بیان ' مساویانه مقابلے ' اور هنگامه ساز آواز کی هولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اسطرح دم بخود کردیا که (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا هوش نه تھا - حتی که جب انہوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھه ذکر کیا ' جب بھی نه ان حجاب و خدام بارگاه کی تلواروں کو حرکت هوئی ' جو اسے دهکیلتے هوے دربار میں لاے تھے ' اور نه ان امرا و رؤساء کی زبانیں هلیں ' جنھوں نے اسکے ام رو چہرے کی حقارت کی تھی ! الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون !

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی :

" آه ! تم هوا کا وه جھونکا هو جس سے شریعت کی آگ تو نه روشن هو سکی مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کردیا - تم سیلاب خلافت کی وه رو هو ' جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نه بہا سکی مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا - تم امارت و سیادت کی وه تلوار هو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نه قتل کرسکی پر اس نے ارباب حق کے سروں کو اپنی برش و روانی کا تختهٔ مشق بنایا ! ابتک تمہارا دعوا رسول کی جانشینی کا رها تھا - مگر اے مامون بن هارون ! تو اب رسول کی جانشینی هی کا نہیں بلکه رسول سے زیاده حق رسالت کا مدعی هوگیا ھے - رسول خدا نے امۃ سے اسکا اقرار کبھی نہیں کرایا که که وه کلام الله کو غیر مخلوق کہیں ' مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں هوسکتا جب تک وه بطلان کے اس کلمه پر ایمان نه لاے - تو نے صرف اس جرم پر که ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نه کیا جو خدا کے رسول اور اسکے تربیت یافتوں نے انکے آگے کھول دی ھے ' اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی ' اور انھیں کافروں کی طرح قید خانوں میں قید کردیا - رسول الله کی سـنت کے اتباع کیلیے تیرے پاس سزا و عقوبت ھے ' اور بدعت و ضلالت کیلیے پیشوائی و سیادت کی عزت ! خدا کے رسول نے ذمیوں کو امان دی ھے ' مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کیلیے امان نہیں ھے - اے مامون ! الله سے ڈر ' اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمیں بہت ڈھیل ھے ' مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں - وه زمین کے ائمۂ و خلفاء کو تلوار بخشتا ھے تو اسے چھین بھی لیتا ھے - تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا ' مگر تمہارے هاتھوں انکا خون بھی مباح کیا گیا - نه هو که تمہارا خون بھی کسی کے هاتھوں مباح کیا جاے - تم انکے تخت کے وارث هوے هو ' مگر انکے جور و طغیان کی وراثت نـه لو "

اُسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتســاب اور اســلام

(تربیت یافتگان عہد مقدس نبوت)

(٢)

(احتسـاب محتسب)

اگرچه فرض احتساب هر موقع پر هاتهه کي قوت ' زبان کي آزادي ' اور قلب کي جرات کا محتاج هوتا هے ' لیکن جب کبهي خود محتسب کے اعمال و افعال کا احتساب کرنا پڑتا هے تو نسبتاً هر موقع سے زیاده ان چیزوں کي ضرورت هوتي هے -

اسلام میں منصب خلافت کے اور فرائض کي ساتهه خلفاء کا ایک فرض احتساب بهي تها ' اسلیے هر خلیفه محتسب بهي هوتا تها - اگرچه خلافت راشده کے زمانه میں بهي خلیفه کا وجود عام صحابه سے بالاتر سمجها جاتا تها - چنانچه حضرت عبد الله ابن عباس نے حضرت عمر کے خوف و هیبت سے مدت تک ایک ضروري مسئله کے پوچهنے کي جرات نه کي (١) لیکن یه رعب و داب کچهه جبر و استبداد ' غلبه و قهر ' ظلم و ستم کا نتیجه نه تها جو انسان کے هاتهه میں هتکڑیاں پهنا دیتا هے ' منه میں لگام لگادیتا هے ' دل کي حرکت کو بند کردیتا هے ؛ بلکه اوسکو صرف نور ایمان ' پابندي فرائض ' اور فضائل اخلاق کے مجموعه نے پیدا کیا تها ' اسلیے خلفاء راشدین کو هر شخص نهایت آساني کے ساتهه روک ٹوک سکتا تها - جب حضرت عمر نے مهر کے بارے میں سختي کي اور لوگوں کو بیش قرار مهر باندهنے سے روکنا چاها ' تو ایک عورت نے نهایت آزادی سے کہا : " عمر ! تمکو اسکا حق حاصل نهیں هے ' خدا نے تو مهر کے بارے میں قنطارا مقنطره (روپیه پیسے کے بهت بڑے ڈهیر) کا لفظ کها هے " یه سنتے هي حضرت عمر نے اوسکے حسن استدلال اور آزادي اعلان حق کي داد دي اور فرمایا : " مردوں نے غلطي کي ' اور ایک عورت نے صحیح بات کهي " (فتح الباري جلد - ٩ - صفحه - ١٧٥)

ایک شخص نے جب اون سے کها : " اے ابن خطاب ! تم انصاف نهیں کرتے ' اور همکو فیاضانه عطیه نهیں دیتے " تو وه اس قدر برهم هوے که اوسپر حمله کرنا چاها ' لیکن جب ایک دوسرے شخص نے یه آیت پڑه دي :

خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلین ! معاف کرنے کا طریقه اختیار کرو ' نیکي کا حکم دو ' اور جاهلوں سے درگذر کرو !

تو دفعتاً ٹهنڈے پڑ گئے (بخاري جزء ٩ -)

لیکن یه روشن زمانه صرف ٣٠ برس کا زمانه تها - اسکے بعد خلافت بنو امیه قائم هوئي ' اور ایک حدیث صحیح کي بنا پر " ملک عضوض " کا زمانه شروع هو گیا - اب جمهوریت اسلامي فنا هوگئي ' نظام روحاني اولٹ دیا گیا ' صحابه کے عهد فضائل کا مجموعه درهم برهم هوگیا ' اور ان سب کي جگه شخصیت و استبداد نے لیلي ' اسلیے اس زمانے میں فرض احتساب کا ادا کرنا درحقیقت لوهے کي اوس زنجیر کي کڑیوں کو توڑنا تها ' جو هاتهوں میں ڈالنے کیلیے ڈهالي جا چکي تهي - لیکن جو هاتهه حق کي حمایت کیلیے اوٹهتا هے ' وه اگر اونکے توڑنے کي طاقت نهیں رکهتا تو کم از کم انکے اندر پهنسنے کي طاقت تو ضرور رکهتا هے !

اس زمانه میں عهد نبوت کي جو روشن یادگاریں باقي ره گئیں تهیں ' اونکا نور ایمان اس عهد ظلمت میں بهي حق کو حق اور باطل کو باطل دکهاتا تها ' اور وه جبابرۂ بنو امیه کو همیشه ٹوکتي رهتي تهیں -

آنحضرت صلی الله علیه و سلم مدة العمر نماز عیدین کیلیے منبر نهیں لے گئے ' اور خطبه همیشه نماز کے بعد دیتے رهے - خلفاے راشدین کے زمانے تک یهي سنت قائم رهي - لیکن امراے بنو امیه نے اسکو بدلدینا چاها ' کیونکه انهوں نے دیکها که نماز کے بعد لوگ متفرق هو جاتے هیں اور انکے خطبوں کے سننے کیلیے کوئي دلچسپي ظاهر نهیں کرتے - پس انهوں نے یه طریقه ایجاد کیا که نماز سے پہلے خطبه دیدیا جاے ' اور اسطرح لوگوں کو اپنے خطبوں کے سننے کیلیے مجبور کردیں - لیکن جب پہلے پہل مروان نے اسکي ابتداء کي اور عید کے دن نماز سے پہلے خطبه کیلیے منبر پر چڑهنے لگا ' تو اسي وقت ایک مسلمان نے اسکا دامن پکڑ کر روکا اور چلا کر کها : " یه سنت نبوي کے بالکل مخالف هے " لوگوں نے اسپر اوسکو چشم نمائي کي ' لیکن حضرت ابو سعید خدري بهي موجود تهے - انهوں نے کها : " اس شخص نے اپنا فرض اسلامي ادا کیا هے - آنحضرت نے فرمایا هے که هاتهه سے ' زبان سے ' یا کم از کم دل سے هر برائي کا انکار کرنا چاهیے " (ابن ماجه صفحه ٢١٠ - و شرح منتقي للشوکاني)

ایک مرتبه مقدام بن معدیکرب ' عمرو بن اسود ' اور قبیله بنو اسد کا ایک شخص ' یه تینوں آدمي امیر معاویه کے دربار میں حاضر هوے - امیر معاویه نے باتوں باتوں میں کها : " مجهے معلوم هوا هے که حسن بن علي نے انتقال کیا " مقدام نے " انا لله و انا الیه راجعون " پڑها - اونکے اس اظهار افسوس پر ایک خوشامد پیشه درباري نے کها : " کیا آپ اسکو کوئي مصیبت خیال کرتے هیں ؟ " اونهوں نے کها " کیوں نهیں ؟ آنحضرت نے اونکو (یعني حضرة حسن ابن علي علیهما السلام کو) اپني گود میں رکهکر فرمایا تها که یه خاص میرا بیٹا هے ' پس جگر گوشۂ رسول کي وفات کیوں نه همارے لیے مصیبت هو ؟ " اسپر قبیله بنو اسد کے اوس آدمي نے جو اونکے ساتهه آیا تها ' کها : " وه ایک شراره تهے جسکو خدا نے بجها دیا " مقدام یه سخت گستاخانه فقره سنکر آگ بگولا هوگئے اور جوش میں آکر بے باکانه بول اٹهے : " میں جب تک تمکو کوئي سخت بات اسي جگهه نه سناؤنگا یهاں سے نه ٹلونگا " پهر امیر معاویه کي طرف مخاطب هوکر کها : " میں کچهه کهنا چاهتا هوں ' اگر وه حق هو تو تم تصدیق کرنا - حق نه هو تو جهٹلا دینا " امیر معاویه نے اجازت دي - اونهوں نے کها : " میں تمهیں خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که کیا آنحضرت نے سونے کے زیور پهننے کي ممانعت نهیں کي ؟ " معاویه نے کها " هاں " اونهوں نے پوچها : " میں تم سے خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که کیا آنحضرت نے حریر کے پهننے سے منع نهیں فرمایا ؟ " کها " هاں " پهر انهوں نے سوال کیا : " میں تمهیں خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که آنحضرت نے جانوروں کي کهال کے فرش سے منع نهیں فرمایا ؟ " امیر معاویه کو کهنا پڑا " هاں " -

اب اونهوں نے اس اقرار و تصدیق کے بعد کها : " خدا کي قسم ' میں تمهارے محل میں یه تمام چیزیں دیکهه رها هوں ! "

امیر معاویه کي سیاست یه تهي که مال و دولت کے چهینٹوں سے گرم دلوں کو ٹهنڈا کیا کرتا تها - مسلمانوں کو طمع مال کي راه سب سے پہلے اسي نے دکهلائي - چنانچه اس موقع پر بهي یهي اصول کام میں لایا گیا - اس نے حکم دیا که مقدام کو فوراً انعام و اکرام سے مالا مال

(١) یعني مسئلۂ ایلاؤ تخییر

کردیا جاے - لیکن مقدام نے جو کچھہ پایا ' اُسي وقت فقرا کو تقسیم کردیا - (ابو داؤد - کتاب اللباس)

صحابہ کرام کے حالات میں اس قسم کي آزادي حق و امر بالمعروف کي مثالیں اس کثرت سے ملسکتي هیں که دنیا کي پوري تاریخ اخلاق و فضائل اسکي نظیر پیش کرنے سے عاجز ھے - لیکن اس سلسلۂ مضامین کا ماخذ صرف احادیث کي کتابیں هیں ' اور کتب حدیث میں سے بھي صرف معتمد ترین ذخیرہ حدیث یعني صحاح ستہ ' پس جسقدر حصہ عام تاریخ کے ذخیرہ سے تعلق رکھتا ھے ' اسکو نظر انداز کر دیتے هیں -

(احتســاب کا اثــر و نفــوذ)

شریر روحوں اور ناپاک هستیوں نے هر زمانه میں خدا کے نیک بندوں کو قوت کے صحیح استعمال سے روکا ھے - فرعون نے اسي لیے حضرت موسی علیه السلام کو ارض مصر سے نکال دیا تھا ' قریش اور رؤساء یہود کي سازشیں مسلمانوں کے استیصال قوت هي کیلیے قائم هوئي تھیں - منافقین نے اسي غرض سے مسجد ضرار کو مسلمانوں کي تفریق کا آله بنایا تھا -

لیکن قوت هي کا صحیح استعمال اخلاق کا سنگ بنیاد ھے ' اور اوسي نے نظام عالم کو قائم رکھا ھے - اگر آفتاب اپني پوري طاقت کے ساتھه زمین میں حرارت نه پهونچاتا ' اگر ابر اپني پوري طاقت کے ساتھه اوس میں رطوبت نه پیدا کرتا ' اگر کرۂ هوا کي پوري طاقت اوس میں عمل نه کرتي' تو زمین کي گود میں ایک سبز پته ' ایک رنگین ورق گل ' ایک دانۂ غله بھي نظر نه آتا !

لیکن خدا کي رحمت کبھي کبھي چھپے هوے چشموں کي سوتوں کو کھول دیتي ھے' برف سے ڈھکے هوے پاني میں رواني پیدا هوجاتي ھے' وہ اوبل اوبل کر اور بہه بہه کر دنیا کو سیراب کردیتي هیں -

اسي رحمت اُلہي نے عہد نبوت و عہد صحابه میں قوت الاهیه کو پوري آزادي و وسعت دیدي تھي' اسلیے اوسکے استعمال صحیح کے نتائج صحابہ کرام کي هر شعبۂ زندگي میں کامل و اکمل نظر آتے هیں -

احتساب کا سب سے زیادہ عظیم الشان اثر یه ھے که وہ انسان میں حق کے قبول کرے' اُسکي جستجو میں سرگرداں رهنے' او ر اُسپر عمل پذیر هونے کا مادہ پیدا کردے - عہد نبوت و عہد صحابه میں احتساب کے یه آثار قائمه هر جگهه نمایاں نظر آتے هیں - اوپر گذرچکا ھے که حضرت عمر کو مہر کے معامله میں جب ایک عورت نے ٹوکا تو اُنہوں نے اسر صداقت کے ساتھه اپني غلطي کا اعتراف کرلیا - ایک بے ادبي یا ایک الزام پر جب اُنہوں نے ایک شخص پر حمله کرنا چاها' تو قرآن مجید کي ایک آیت نے انکا هاتھه پکڑ لیا - یه کوئي مخصوص موقع هي نه تھا ' بلکه قرآن حکیم کے احتساب نے اُن میں اسکا عام مادہ پیدا کردیا تھا - چنانچه امام بخاري نے اسي حدیث میں اُنکي خصوصیت احتساب کي تصریح بھي کردي ھے : کان دقافا عند حدود الله ! یعني وہ منا هي قرآن سے آگے کبھي تجاوز نہیں کر سکتے تھے !

حق کي جستجو کا شوق هر صحابي کے دل کو قوت احتساب کي رهنمائي کا منتظر رکھتا تھا - ایک مرتبه حضرة انس بن مالک مدینه میں آے - لوگوں نے اتباع سنت کے شوق میں اُن سے پوچھنا شروع کیا که همارا کوئي فعل آنحضرت کے افعال و اقوال کے خلاف تو نہیں ھے ؟ اُنہوں نے کہا : " بس میں اتنا فرق پاتا هوں که تم لوگ نماز میں صف سیدھي نہیں رکھتے " (بخاري جزء - ۱)

آنحضرت نے عہد صحابه کو خیر القرون کہا ھے ' لیکن اگر اس مبارک زمانے کي تمام خصوصیات کي تعلیل کي جاے ' تو ان میں سب سے زیادہ نمایاں جزو عمل وهي هوگا ' جسکے نظام کو صرف احتساب هي نے قائم کیا تھا - آنحضرت نے جس بنا پر عہد نبوت کو خیر القرون یعني بہترین عہد فرمایا ھے' اُسکي خود هی تصریح بھي کردي ھے :

ثم ان بعدکم قوما یشهدون ولا یستشهــدون و یخــونون و لا یؤتمنــون و ینـــذرون و لا یوفون (بخاري جزء ٥)

پھر تمہارے بعد ایک ایسي قوم پیدا هوگي ' جو گواهي دیگي مگر حق کي گواهي دینے کي اسمیں کوئي طلب نہوگي' وہ خیانت کریگي' اُسمیں امانت نہوگي' اور نذر مانیگي تو اوسکو پورا نه کریگي -

اس سے معلوم هوا که جن فسادات کو خیر القرون کے بعد کي قوموں میں بیان کیا ھے ' انکا نہونا هي خیر القرون کي اصلي خصوصیت ھے - لیکن اس خصوصیت کو صرف احتساب هي کے اثر نے قائم رکھا تھا - صحابه کے بعد جو زمانه پیدا هونے والا تھا ' وہ تابعین کا زمانه تھا - لیکن اس مبارک زمانے کو بھي صرف قوت احتساب هي نے پیدا کیا - چنانچه صحابه کي نسل خود شهادت دیتي ھے :

کانوا یضربونا علی الشهادة و العهد و نحن صغـــار (بخاري - جزء ٥)

صحابه همکو بچپن هي میں شهادت دینے اور معاهده کرنے پر سزا دیتے تھے ' تاکه اسکي عادت نه پڑے -

صحابه کے بچے جس طرح برائیوں سے روکے جاتے تھے' اوسي طرح اون سے نیکي پر عمل بھي کرایا جاتا تھا - ایک مرتبه صبح کو آنحضرة نے اعلان کرادیا که جو لوگ عاشورے کا روزہ رکھه چکے هیں اونکو روزہ پورا کرنا چاهیے' اور جو لوگ افطار کر چکے هیں' وہ بھي بقیه دن روزہ رکھیں - اس اعلان کے بعد صحابه نے اسپر اس شدت کے ساتھه عمل کیا که خود بھي روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں سے بھي روزہ رکھواتے تھے ! جب کوئي بچه بھوک کي شدت سے روتا تھا تو بہلانے کیلیے اس کے کھلونے اوسکے هاتھه میں دیدیتے تھے - (مسلم جلد ۱ - صفحه ۴۲۳)

عہد نبوت میں عدل و انصاف کے معیار کو صحابه کي اسي تربیت پذیري نے بلند تر کردیا تھا - ایک مرتبه آنحضرت نے فرمایا " اگر کوئي عامل ایک دھاگا بھي اپنے پاس چھپا رکھے گا تو یه اوسکي خیانت میں محسوب هوگا' او ر قیامت میں اسکو نمایاں کیا جائیگا " ایک صحابي پر جو کسي مقام کے حاکم تھے' اسکا اسقدر اثر هوا که فوراً آنحضرة کي خدمت میں حاضر هوے او ر عرض کیا " یا رسول الله ! مجھے اس خدمت سے معاف رکھیے " آپنے وجه پوچھي تو اونہوں نے آپ کي اس وعید شدید کا حواله دیا اور کہا : " اسکے خوف سے میرا دل کانپ اوٹھا ھے ! "

آہ ' اُن مسلمانوں کو آج کہاں ڈھونڈھیں جنکي صرف یهي خصوصیت نہیں تھي که :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تـا مــــرون بالمعــــروف و تنهــــون عــن المنــکر

تمهارا ظهور ایک بہترین امت کي حیثیت سے هوا ھے ' جو نیکي کا حکم دیتي اور برائیوں سے روکتي ھے -

بلکه ساتھه هي یه خصوصیت بھي تھي :

ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نهکم عنــه فانتهوا و اتقوا الله ان الله شدید العقـاب - (حشر ۷)

پیغمبر خدا تم کو جس چیز کا حکم دیں' اوسکو قبول کرلو' اور جس چیز سے روکیں' اوس سے رک جاو ! خدا سے ڈرو ' خدا سخت عذاب دینے والا ھے -

خدا کا رسول حکم دیتا تھا ' وہ قبول کرتے تھے - رسول روکتا تھا ' وہ رک جاتے تھے - وہ بیج ڈالتا تھا ' انہوں نے اپني زمین قلب کو اسکے لیے صالح بنادیا تھا - وہ سراسر حسن تھا ' یه سراسر عشق تھے !

قوت فاعله اور قوت منفعله کا یهي امتزاج روحاني تھا جس نے صحابه کے روشن زمانے کو پیدا کیا ' اور اب انهي دونوں قوتوں کے فقدان نے دنیا کو گمراهي میں مبتلا کردیا ھے - نه دعوة حق کیلیے همارے علماء میں فعل ھے - نه عام افراد امت میں انفعال و تاثر !!

(ایک ضروري نکته)

ایک نادان ملحد کہه اُٹھتا ھے که شریعت اور فلسفه اخلاق ' دونوں کا ایک هي مقصد ھے' لیکن وہ نہیں دیکھتا که انبیاء اور حکماء



كي زندگي ميں كسقدر فرق عظيم و تبائن كلي هے ؟ علمي حيثيت سے حكماء صرف اصول و كليات قائم كر سكتے هيں - اونكے جزئيات كا احاطه اونكے دسترس سے باهر هے - عملي طهارت كے لحاظ سے ديكها جاے تو وه كوئي چيز نهيں - ليكن انبياء كرام ميں پهلي چيز عملي نمونه كي روح القدس هے ' اور چونكه انكا كام فلسفه نهيں بلكه انساني زندگي كي سعادت هے ' اسليے وه زياده تر جزئيات هي پر نظر ڈالتے هيں - اونكو كليات سے بهت زياده بحث نهيں هوتي - وه پاك انسان بنا نے آتے هيں ' فلسفه كي نظريات وضع كرنے نهيں آتے -

حكماء اور انبياء ميں سب سے بڑا فرق يه هے كه انبياء خود عمل كرتے هيں ' اور دوسروں سے عمل كرواتے هيں ' ليكن حكماء كي پوري جماعت كا يه حال رها هے كه انهوں نے عمل كے دائره ميں قدم بهي نهيں ركها ' اور كسي عملي گروه كے پيدا كرنے كا شرف تو كسي حكيم كو حاصل نهيں - پس نبوت كي حقيقت دو جزو سے مركب هے ' علم اور عمل - خدا نے انهي دونوں اجزاء سے نبوت كي تحديد كي :

يتلـــو عليهـــم آيتــه	وه پيغمبر اون پر خدا كي آيات كي تلاوت
و يزكيهم ' ويعلمهم الكتب	كرتا هے ' اونكے اخلاق كا تزكيه كرتا هے ' اور
و الحكمـــة -	اونكو كتاب و حكمت كي باتيں سكهاتا هے -

آنحضرت صلى الله عليه وسلم كے سلسلۂ احتساب ميں هم نے جن اعمال جزئيه كا حواله ديا هے ' اون سے يه حقيقت اچهي طرح واضح هو جاتي هے - ان جزئيات سے ثابت هوتا هے كه آپ كي نگاه كس طرح صحابه كي ايك ايك ادا پر پڑتي تهي ' اور آپ كس طرح اون پر گرفت كرتے رهتے تهے ' اور اس پيغمبرانه دار و گير نے كس درجه صحيح نظام عمل و نمونۂ اخلاق حسنه قائم كرديا تها ؟

حكماء كے حالات ميں مبسوط كتابيں لكهي جا چكي هيں ' ليكن تمام دنيا كے حكماء كي مجموعي تاريخ بهي اس قسم كا عملي نظام نه قائم كرسكي ' اور نه كسي حكيم نے فرض احتساب ادا كرنے كيليے اپنے آپ كو خطرے ميں ڈالا -

(رافت و رحمت)

خدا نے آنحضرت كي سب سے زياده نماياں خصوصيت يه بتائي هے :

بالمومنين رؤف رحيم -	وه مسلمانوں پر نهايت شفقت ' بے غرضانه محبت ' اور بكمال لطف و مهر ركهتے هيں !

آپ كے سلسلۂ احتساب ميں هم نے جن واقعات كو جمع كرديا هے ' اون سے حرف بحرف اسكي تصديق هوتي هے - ان واقعات سے ظاهر هوتا هے كه فرض احتساب آپ كا روزانه معمول تها - آپ ايك جزئي سے جزئي بات پر بهي روك ٹوك كرتے تهے - تاهم آپ نے كسي موقع پر بهي بلا ضرورت سختي و خشونت كا اظهار نهيں كيا ' بلكه اكثر مواقع ايسے پيش آے جهاں زبان سے ايك حرف بهي نهيں نكالا ' كسي فعل پر اظهار ناراضي كرنا هوا تو سلام كا جواب نهيں ديا ' كهيں منه پهير ليا ' كهيں كوئي آيت پڑه دي ' كهيں كوئي پر اثر جمله فرماديا - يهي رفق و ملاطفت تهي ' جسكي كشش تمام دنيا كو آپ كي طرف كهينچ لاتي تهي ' اور اسي نے صحابه كے عمل كو يكسر سنوار ديا تها - اور اسي بنا پر خدا نے بهي فرمايا :

اســـلام اور تــربيت عسكــرى

ايک ابتــدائي اور ســرسري مطالعه

هم نے گذشته نمبر ميں " تربيت عسكري " كے عنوان سے ايك سلسلۂ بحث شروع كيا تها - اراده تها كه پهلے قصص بنو اسرائيل پر نظر ڈالكر پهر اسلام كي تربيت عسكري پر متوجه هونگے ' اور دونوں كا باهم ارتقائي تعلق و ربط واضح كرنے كي كوشش كرينگے - ليكن سلسلۂ تاريخ بنو اسرائيل ميں قرآن حكيم كي تصريحات و اشارات اسقدر وسيع هيں كه رسائل و جرائد كے مقالات ميں انكو سميٹنا بهت مشكل هے - حضرة موسى على نبينا و عليه السلام كي زندگي اور اعمال اجتماعيه كے بعد بهي بنو اسرائيل كي تاريخ خلافة و وراثت ارضي كا بهت بڑا سلسله باقي رهجاتا هے ' اور على الخصوص قصه طالوت و جالوت اور عهد حضرت سليمان عليه السلام كے اشارات اسقدر اهم و ضروري هيں كه كسي طرح نظر انداز نهيں كيا جاسكتے -

ليكن بالفعل هم اس صحبت كو اس هفته ملتوي ركهتے هيں كه فرصت تحرير نهيں ' اور اسكي جگه اسلام كے نظام عمل عسكري پر ايك سرسري نظر ڈالنا چاهتے هيں - يه ٹكڑه پهلے سے لكها هوا بلكه كمپوز كيا هوا موجود هے - اسكي اشاعت ميں همارے ليے بهت آسانياں هيں -

---

(پهلے كالم كا بقيه مضمون)

لو كنت فظا غليظ القلب	اگر تم اكهڑ اور سخت طبع هوتے تو
لانفضـــوا مــن حولـــك	لوگ تمهارے پاس سے بهاگتے -

(احتساب اور وحدت قوميت)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے كه تنازع و اختلاف كے زمانے ميں فرض احتساب ادا نهيں كيا جاسكتا - خدا نے احتساب كي علت اوس ولايت عامه يعني نيكي كے رشته كي برادري و رفاقت كے حق كو قرار ديا هے ' جو ايك مسلمان كو دوسرے مسلمان پر حاصل هے اور جس نے تمام فرزندان اسلام كو ايك زنجير اتحاد ميں منسلك كرديا هے :

والمومنون والمومنات بعضهم	مسلمان مرد اور مسلمان عورتيں
اولياء بعض ' يامرون بالمعروف	ايك دوسرے كي دوست اور
و ينهـــون عن المنكـــر	مددگار هيں ' نيكي كا حكم ديتے هيں اور برائي سے روكتے هيں -

ليكن اختلاف اور تفرقه كے زمانے ميں يه حق ولايت زايل هوجاتا هے - هر شخص ايك دوسرے كا دشمن بن جاتا هے ' ايك جماعت اور مذهب كي جگه بيسيوں جماعتيں بن جاتي هيں اور ايك دوسرے كو درندوں كي طرح چيرتي پهاڑتي هيں - اسليے نه كوئي كسيكو روكتا هے اور نه كوئي كسيكي سنتا هے - يهي وجه هے كه حضرت عثمان كے زمانه خلافت ميں احتساب كي مثاليں پيشتر كي نسبت كم ملتي هيں ' كيونكه اختلاف كي بنياد پڑ چكي تهي -

اسلام کی تربیت عسکری کا عنوان نہایت اہم اور بیحد وسیع ہے - سب سے پہلے قرآن حکیم کی وہ تصریحات سامنے آتی ہیں جن میں مسلمانوں کے قومی خصائص واضح کیے گئے ہیں' اور اُن میں ہر خصوصیت کے اندر عسکری تربیت کی ایک حقیقت اعلی موجود ہے - اسکے بعد اقوال و اعمال نبوت ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی' اُنکا اسوۂ حسنہ' اُنکے اعمال طیبہ' تمام ایام و واقعات مقدسۂ جہاد فی سبیل اللہ کے واردات و حالات' ان سب چیزوں کو سامنے لانا اور ان میں نظم و ترتیب پیدا کرنا اس مبحث کیلیے ضروری ہے -

لیکن ان چیزوں کو بھی ہم آیندہ کسی مطمئن صحبت کیلیے اُٹھا رکھتے ہیں' اور آج صرف ایک عام اور سرسری نظر ڈالکر نظام اسلامی اور نظام موسوی کے باھمی تعلق و ربط کی کڑی ڈھونڈھتے ہیں-

(دعوۂ اسلامی)

حقوق اللہ و حقوق العباد کی جو عادلانہ تقسیم خدا نے کردی ہے' اسکو عدل و حقیقت کے ساتھہ قائم رکھنا ایک مکمل مذھب کا اصلی فرض ہے - انسان نے ابتداء ھی سے ان حقوق میں دست اندازی شروع کی' اور جسقدر اوس نے حقوق اللہ کو پامال کیا' اوسی قدر حقوق العباد بھی پامال ھوتے گئے - حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانے میں حقوق اللہ کی بربادی اپنے انتہائی درجے تک پہونچ گئی تھی' اور انسان نے علانیہ خدائی کی صفتوں کا دعوی کردیا تھا :

الم تر الی الذي حاج ابراھیم في ربه ان اتــه اللــه الملك' اذ قــال ابراھیم ربي الذي یحیي و یمیت - قال انــا احیي و امیت (۲ : ۲۶۰)

کیا تم اوس شخص کو نہیں دیکھتے جس نے ابراھیم سے اوسکے خدا کے بارے میں اس غرور کی بنا پر حجت کی' کہ خدا نے اسکو بادشاہ بنا دیا تھا ؟ جب ابراھیم نے کہا کہ میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مار ڈالتا ہے' تو اوس سرکش نے کہا کہ مجھہ میں بھی یہ طاقت موجود ہے کہ زندہ کرتا ھوں اور مارتا ھوں -

لیکن خدا تعالی نے اپنے حقوق کی محافظت کیلیے کبھی زمین پر انسان کا خون نہیں بہایا' صرف انسان کے ظلم ھی نے زمین کو خون سے رنگین کیا ہے' اور یہ دھبا اُسکے دامن پر اوسوقت سے لگا ہے' جب ایک بھائی (قابیل) نے دوسرے بھائی (ھابیل) پر تلوار اُوٹھائی ہے - یہی وجہ ہے کہ احادیث میں تمام دنیا کی خونریزیوں کا ذمہ دار قابیل ھی کو قرار دیا گیا - حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے تک حقوق اللہ بالکل مٹ گئے تھے' اور شیطان انسان کے اندر سے صاف صاف بول رہا تھا :

و قال فـرعون یا ایھا الملاء ما علمت لکم من الہ غیري (۳۸ : ۲۸)

اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کہا : میں اپنے سوا نہیں جانتا کہ تمہارا اور بھی کوئی خدا ہے -

وہ اگر اسی دعوی پر قانع رہتا' تو ممکن تھا کہ خدا کا غصہ اوس سے چشم پوشی کرتا' اور اُسکے سر پر خدا کی تلوار نہ چمکتی' جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانے تک دنیا پر خدا کا ابر کرم محیط رہا - لیکن اُوس نے اس حد سے بھی ترقی کی' اور حقوق العباد کی حدود میں ظلم و جبر کا قدم رکھا - اس نقطے پر پہونچکر ہمیشہ خدا کی تلوار میان سے نکل آئی ہے' اور دنیا کو خون کے دریا میں تیرنا پڑا ہے - چنانچہ خدا نے اپنے حقوق سے تو چشم پوشی کرلی' لیکن وہ حقوق العباد کی پامالی کو نہیں دیکھہ سکتا تھا' اسلیے حضرت موسی علیہ السلام کو اُسکی حفاظت کیلیے فرعون کے پاس بھیجا :

اذھب الی فرعون انه طغی (۲۶ : ۲۰)

اے موسی ! فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ نہایت ظالم و سر کش ھوگیا ہے' یعنی خدا کے بندوں پر نہایت ظلم کرتا ہے -

یہ پہلا دن تھا کہ خدا کے ایک صالح بندے نے بسط عدل' قیام امن' حمایت حق کیلیے ھاتھہ میں تلوار لی' اور اُسی دن سے تربیت عسکری کی مذھبی روح نے دنیا میں ظہور کیا -

اسلام دین الہی کی آخرین تکمیل تھی' پس وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد' دونوں کی حفاظت کا تنہا ذمہ دار تھا - ایک طرف تو وہ اُن بتوں کو چور چور کرنا چاھتا تھا جنھوں نے خدا کی جبروت و قدوسیت کا اپنے آپ کو شـریک بنا لیا تھا - دوسری طرف وہ ان تمام بیڑیوں سے انسانیت کو کامل نجات بخشنا چاھتا تھا جو طرح طرح کی سیاسی' مذھبی' اخلاقی' معاشرتی' اور ذھنی غلامیوں کی اسکے پانوں میں ڈالدی گئی تھیں' اور جنکی وجہ سے تمام کرۂ ارضی حقوق العباد کے غصب و ھلاکت کا ایک جہنم کدہ بن گیا تھا !

پس تکمیل دین الہی یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کی کامل محافظت کیلیے اسلام نے تمام انبیاء کرام میں صرف انھی دو اولو العـزم پیغمبروں کے اسوہ حسنہ کو اپنی امت کیلیے نصب العین قرار دیا - چنانچہ حقوق اللہ کی حفاظت کیلیے اُوس نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے نقش قدم کی پیروی کی تعلیم دی :

قد کانت لکم اسوة حسنة في ابراھیم والذین معه -

تمہارے لیے ابراھیم اور اسکے ساتھیوں کی ذات میں پیروی و اتباع کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اسلام نے کامل دس سال تک ھر قسم کی جسمانی تکلیفیں برداشت کیں' ھر قسم کی دنیوی ذلتیں سہیں' ھر قسم کے مصائب کا مقابلہ کیا' لیکن کفار کے ساتھہ کسی قسم کی سختی نہیں کی' اور ان کو نہایت نرمی و محبت کے ساتھہ توحید کی دعوت دیتا رہا - اسطرح جب اوس نے مسلمانوں کو اسوۂ ابراھیمی کا خوگر بنا لیا' اور اسیکے ساتھہ ساتھہ فوجی تعلیم کی سب سے بڑی عملی مشق یعنی صبر و تحمل اور عزم و استقلال کی تکمیل ھوگئی' تو پھر حقوق العباد کی محافظت کیلیے اسوۂ موسوی کے اتباع کی بھی تعلیم دی' اور وحی الہی نے دعوۂ موسوی اور دعوۂ محمدی کی اس مشابہت کو نمایاں کیا :

انـا ارسلنا الیکم رسـولاً شاھــداً علیکــم کمـا ارسلنا الی فرعون رسولا - (۱۵ : ۷۳)

ھم نے تمہارے پاس اپنا ایک پیغمبر بھیجا جو حق و عدالت کی شہادت دیتا ہے' جس طرح فرعون کی جانب اپنا ایک پیغمبر بھیجا تھا -

یہیں سے عملاً اسلام کی فوجی زندگی شروع ھوتی ہے - حق و صداقت کا جو وعظ وہ آج تک صرف زبان سے سناتا تھا' اب اُسمیں زبان تیغ کو بھی شریک بنا لیا گیا -

لیکن اسلام کے تمام اعمال و عبادات پر غور کرنے سے معلوم ھوجاتا ہے کہ یہ محض کوئی فوری تغیر نہ تھا جو انصار مدینہ کی اعانت یا کفار مکہ کے دست ظلم کی رہائی سے وقوع میں آیا ھو - بلکہ اسلیے کہ اسلام کا حقیقی دستور العمل صرف جہاد تھا' اور وہ اب مسلمانوں کے نظام عمل کے رگ رگ میں سرایت کرگیا تھا - فرائض اسلام کی ابتداء نماز سے ھوتی ہے اور وہ تمام تر فوجی قالب میں ڈھالی گئی ہے' نماز کے تمام ارکان مجاھدین حق کے اعمال ھی کی تصویر ہیں :

کان النبي صلعم و جیوشه اذ علوا الثنایا کبروا و اذا ھبطوا سبحوا' فـوضعت الصلـوة علی ذالـك (ابو داود ج-۱ ص-۳۴۹ کتاب الجھاد)

آنحضرت اور مجاھدین کی فوجیں جب پہاڑیوں کے اوپر چڑھتی تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتی تھیں' اور جب اوپر سے نیچے کی طرف اُترتی تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ مارتی تھیں- پس نماز میں بھی قیام و قعود' رکوع و سجود' اور تکبیر و تسبیح کو اُسی قالب میں ڈھالا گیا -

فوج کو میدان کارزار میں بھوک پیاس کي جو تکلیفیں برداشت کرني پڑتي ھیں' روزہ کے ذریعے مسلمانوں کو اسکا خوگر بنایا گیا -

اقسام جہاد کي وسعت نے جہاد بالمال کي ایک خاص قسم پیدا کردي تھي' یعني کلمۂ حق کیلیے جان کے ساتھہ مال کو بھي لٹانا - زکوۃ و صدقہ کے ذریعہ اسلام نے اسکا باضابطہ نظام قائم کردیا - حج اسلام کے تمام اعمال کا مجموعہ ھے' اور اس میں ایک اھم ترین جزو جہاد کا بھي ھے - فوجي زندگي کیلیے سفر ھے ' شدائد سفر ھیں 'عزیزوں اور قریبوں سے جدائي ھے' صرف ایک ھي وردي پر قناعت کرني ھے' اور ایک ھي میدان میں سب کو جمع ھو کر اپنے مقصود وحید کو ڈھونڈھنا ھے - تفصیل کا موقعہ نہیں' مگر حج کے اندر فوجي زندگي کي یہ تمام تعلیمیں موجود ھیں -

ان تمام عبادات کے ادا کرنے کیلیے جو شرائط اور پابندیاں فرض کي گئي ھیں' اُنکے متعلق اسلام کو مذاھب پر یہ فضیلت حاصل ھے کہ اُس نے مذھب کي تمام پابندیوں کو نہایت آسان کردیا ھے - حالت سفر و مجبوري میں انسان صرف تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ھے - تعداد رکعات کے لحاظ سے نماز کي صرف دو رکعتیں کافي ھیں ' سفر میں روزہ رکھنا ضروري نہیں -

لیکن خدا نے اِن آسانیوں کو عیش و نعم کا ذریعہ نہیں بنایا ھے جیسا کہ ھوا پرست امراء سمجھتے ھیں ' بلکہ اُن کا مقصود صرف اُس عظیم الشان فرض کو آسان کردینا تھا جسکا نام جہاد ھے - چنانچہ آیت تیمم ایک سفر جہاد ھي میں نازل ھوئي ' اور قصر نماز اور افطار رمضان کا حکم اگرچہ اب ھر سفر کو شامل ھوگیا ھے ' لیکن آنحضرت اور صحابہ کے سفر کا مقصد صرف جہاد ھي ھوتا تھا - اِس بنا پر جو مسلمان کامل طور پر فرائض و عبادات کا پابند ھے ' وھي مسلم ھے - اور جو مسلم ھے' وہ لازمي طور پر مجاھد في سبیل اللہ اور فوج حق کا سپاھي ھوگا -

پس ایک ایسي قلـیل جماعت نے جسکو روز اول ھي سے فوجي تعلیم دیگئي ھو' جسکا مجموعۂ عبادت تربیت عسکري کا بہترین مظہر ھو' جس نے کامل دس سال تک صبر و استقلال ' عزم و ثبات ' اور جفا کشي کي پوري مشق حاصل کرلي ھو' اگر بدر و حنین میں کفار کي صفیں اُلٹ دیں' خیبر کے قلعوں کو چور چور کردیا' اور قیصر و کسری کو جاکر پامال کر آئي ' تو کوئي تعجب انگیز امر نہیں -

البتہ دنیا نے ھمیشہ فوج کي حقیقت کے سمجھنے میں غلطي کي ھے - اسلام کا سب سے بڑا فوجي کارنامہ یہ ھے کہ اُس نے اسي عالمگیر غلطي کا پردہ چاک چاک کردیا - ایک مدت تک دنیا نے فوج کا مفہوم صرف اسي قدر سمجھا تھا کہ فوج بہت بڑي تعداد کے مجموعہ کا نام ھے اور اسکي طاقت صرف تعداد اور آلات ھي سے عبارت ھے' آج بھي جبکہ فوجي نظام اپنے انتہائي درجہ کو پہونچ گیا ھے' کثرت کو ھمیشہ قلت کے مقابلے میں ترجیح دي جاتي ھے ' اور فتح و ظفر کي امیدیں اوسي فوج کے ساتھہ وابستہ رھتي ھیں ' جو وسیع رقبہ زمین کے ساتھہ وسیع اعداد و شمار پر بھي قابض ھو -

اسکے بعد اس نظام میں کسي قدر ترقي ھوئي ' اور جسماني صحت و تندرستي اور عصبي طاقت کا بھي اضافہ کیا گیا -

چنانچہ عام طور پر فوجي قابلیت پیدا کرنے کیلیے اسپارٹا میں ایک قانون نافذ کیا گیا تھا ' جسکا منشا یہ تھا کہ جو بچے فطرتاً ضعیف اور کمزور پیدا ھوں ' اونکو ھلاک کردینا چاھیے - اسپارٹا میں اس قانون پر عمل کیا گیا ' اور چند ھي دنوں میں اس کي سر زمین نے اپني آغوش کو قوي ھیکل نو جوانوں سے بھر لیا -

لیکن درحقیقت فوجي نظام کي یہ ترکیب ایک فلسفیانہ غلطي پر مبني تھي ' یہ نظام اس اصول پر مبني تھا کہ فوج صرف اپني جسماني طاقت ھي سے لڑتي ھے ' اور جسماني طاقت کے جمع کرنے کے صرف دو ھي طریقے ھوسکتے ھیں - ایک طریقہ یہ ھے کہ غیر محدود ذروں کي ترکیب سے میدان جنگ میں طاقت کا ایک عظیم الشان پہاڑ کھڑا کردیا جاے ' دوسري راہ یہ ھے کہ اگر اسقدر افراد کا اجتماع ناممکن ھو ' تو تعداد کي کمي کو افراد کي جسماني طاقت کي زیادتي سے پورا کیا جاے اور زیادہ طاقتور سپاھي جمع کیے جائیں - چنانچہ قدیم تاریخوں میں اسي غلط خیال کي بنا پر عظیم الشان فتوحات کو غیر محدود فوج اور غیر معمولي طاقت کے سپہ سالاروں کي طرف عموماً منسوب کیا گیا ھے -

لیکن حقیقت یہ ھے کہ فوج میدان جنگ میں کسي خارجي طاقت سے نہیں لڑتي' بلکہ وہ حریف کا مقابلہ صرف جذبات کي اندروني قوت سے کرتي ھے ' اور جذبات کي یہ قوت غیر محدود تعداد اور غیر معمولي طاقت کے سپاھیوں کے ساتھہ مخصوص نہیں ھے - وہ چند کمزور انسانوں اور مسکینوں کے اندر بھي پیدا ھوسکتي ھے ' اور پیدا ھوکر وھي نتائج حاصل کرسکتي ھے' جو کسي فوج کا ایک ٹڈي دل حاصل کرسکتا ھے -

اسلام پہلا فوجي مذھب ھے ' جس نے تربیت عسکري کي بنیاد اسي اصول پر قرار دي' اور اسي اصول پر اوس نے مجاھدین اســلام کي فوجي تعلیم شروع کي - اوس نے بتایا کہ فتح و ظفر صرف بڑي بڑي جماعتوں کے ساتھہ ھي مخصوص نہیں ھے' بلکہ ایک چھوٹا سا گروہ بھي اپنے اندر ایمان باللہ پیدا کرکے ایک عظیم الشان جماعت کو شکست دیسکتا ھے :

و کم من فـئـة قلیلـة	کتنے ھي چھوٹے گروہ ھیں جو بڑے
غلبت فئـة کثیرة باذن	بڑے گروھوں پر خدا کے حکم سے
اللہ و اللہ مع الصبرین	غالب آگئے ' اور خدا صرف ارباب عزم
(۲ : ۲۵۰)	و ھمت ھي کے ساتھہ ھے -

اسپـارٹا کي سر زمین جن ضعیف بچوں کو اپني آغوش سے نہایت بیدردي کے ساتھہ پھینـک دیتي تھي ' اسـلام نے اُونـکو اپني آغوش محبت میں اُوٹھا لیا ' کیونکہ فوج صرف جذبات صالحہ کي روح سے طاقتور ھوکر لڑتي ھے' اور جذبات کا اثر ضعیف الاعصاب لوگوں پر قوۃ والوں سے کہیں زیادہ پڑتا ھے (۱) ' پس وھي تو بہترین فوجي خدمت انجام دیسکتے ھیں - انـکو ضعف و ناتواني کے جرم سے ٹھکرایا کیوں جاے ؟ چنانچہ کتب احادیث میں ھم دیکھتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا فوجي دربار صرف بڑے بڑے جسموں اور چوڑے چوڑے سینوں ھي کیلیے نہ تھا ' بلکہ اسمیں ھمیشہ ضعیفوں اور ناتوانوں کو خاص رحمت و محبت کے ساتھہ ڈھونڈھا جاتا تھا :

ایغوا الی الضعـفاء فـانما	میرے پاس ضعیفوں کو لاؤ '
ترزقون وتنصرون بضعفائکم	کیونکہ تمکو اُنھي کي بدولت
(ابو داؤد جلد - ۱ - ص - ۳۴۸)	روزي اور مدد ملتي ھے -

اس بنا پر اسلام نے فوجي نظام کي ترتیب میں مادہ کو بالکل نظر انداز کردیا ' اور اُوسکي ترکیب صرف روح سے کي ' یہي روح ھے جسکو اسلام کا نظام اخلاق کہا جاتا ھے -

اسلام ایک مکمل مذھب کے تمام اجزاء کا مجموعہ ھے ' اسلیے اوس نے عقائد و عبادات کے سلسلہ میں اخلاق کو بھي نمایاں جگہہ دي ھے- لیکن اسلام نے مسلمانوں کو خاص طور پر جن اخلاق حسنہ کي تعلیم دي' وہ تمام تر فوجي گروہ سے تعلق رکھتے ھیں - اوس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کي ھر موقع پر تعلیم دي' اور یہي چیزیں ھیں جنکے ذریعہ سے کوئي فوج میدان جنگ میں ثابت قدم

(۱) علم النفس کا یہ ایک مسلم مسئلہ ھے -



الاصـــلاح والافســـاد

(ان اريد الا " الاصلاح " ما استطعت !)

دنيا عالم كون و فساد هے ' اس ميں ايک چيز بنتي هے تو دوسري بگڑتي هے - ايک چراغ بجهتا هے' تو دوسرا جلتا هے - كليوں كے دهن تنگ كا نقشه بگڑ جاتا هے' تب پهولوں كا شگفته چهره متبسم هوتا هے - قطره اپني صورت بدل ديتا هے ' تب موتي اپني آب و تاب دکهاتا هے - سياهي اپني رواني كهو ديتي هے ' تب صفحهٔ قرطاس پر ايک نقش ثابت جلوه آرا هوتا هے - يه ابدي قانون هميشه سے جاري هے ' اور هميشه جاري رهيگا :

كـل يـــوم هـــو في شان   هر دن كي شان نت نئي هے !

قدرت كا يهي عمل هے جسكو الله تعالى قران حكيم ميں آيات الهيه يعني خدا كي' نشانيوں سے تعبير كرتا هے' اور بندوں كو اوسكي طرف بار بار توجه دلاتا هے :

ان في اختلاف الليل و النهار	رات دن كے اختلاف اور اون تمام
و ما خلق اللـــه في السموات	چيزوں كے تغيرات ميں جنكو خدا
و الارض لا يات لقـــوم يتقون -	نے آسمان و زمين ميں پيدا كيا

هے ' اوس قوم كيليے بڑي هي نشانياں رکهي گئي هيں ' جو راه تقوى اختيار كرتي هے !

قدرت كا يه عمل افق عالم كے سوا خود انسان كے اندر بهي جاري هے - اسكو وه خود محسوس نهيں كرتا - اسليے خدا محسوس كراتا هے :

و في انفسكم افلا تبصرون ؟   الله كي نشانياں صرف تم سے باهر هي نهيں هيں بلكه خود تمهارے وجود كے اندر بهي موجود هيں - پهر كيا تم اپنے وجود كو بهي نهيں ديكهتے ؟

انسان ديكهتا هے كه ايک گهر بگڑتا هے اور دوسرا بنتا هے ' مگر كبهي اونكي طرف دهيان نهيں كرتا - انسان كو بتايا جاتا هے كه اوسكے جسم كے ذرات هر وقت بدلتے رهتے هيں ' پهر بهي وه جاننے كي طرح نهيں جانتا - ليكن يه بيخبري' يه بے حسي' يه سرگشتگي بهي ايک فطرتي اصول كا نتيجه هے' اسليے يه بهي خدا كي ايک بڑي آيت هے -

انسان جس چيز كو پيهم و متصل ديكهتا رهتا هے ' اوسكي اهميت كا اندازه بهت كم كرتا هے - سورج نكلتا هے ' اور چاند كو اسكے سنهرے تخت پر بٹهاكر ڈوب جاتا هے - يه انقلاب حكومت كيسا عجيب و غريب هے ؟ ليكن انسان اپني آنكهيں بند كركے سو جاتا هے ' اور اس جلوے كي كچهه پروا نهيں كرتا - وه اسكو هميشه ديكهتا رهتا هے ' اسليے تعجب اور كاوش سے ديكهنا نهيں چاهتا - مگر دنيا ميں جب دفعتاً كوئي نيا انقلاب هو جاتا هے تو وه دم بخود هوكے ره جاتا هے' اسليے كه دفعتاً ايسا بهت كم ديكهنے ميں آتا هے -

انسان اپنے مخفي اثرات كا بهي احساس نهيں كرتا - اسكے جسم كے ذرے رفته رفته بدلتے رهتے هيں ' اور اوسكي عمر آهسته آهسته گذرتي جاتي هے - مگر وه هوشيار نهيں هوتا - يهاں تک كه قبر كا دهانهٔ خاک اسكے ليے كهل جاتا هے اور آواز اٹهتي هے :

الهكم التكاثر حتى زرتم	كثرت لذائذ و فوائد دنيوي كي غفلت نے
المقابر كلا سوف تعلمون	تمهيں بيدار هونے نه ديا ' يهاں تک كه
ثم كلا سوف تعلمون !	قبروں كا چهره تمهيں نظر آ گيا !

ليكن فطرة الهي سب كي تربيت كرتي هے - اگر جسم كيليے دن اور رات هيں' اگر آنكهه كيليے خواب و بيداري هے' اگر اعضاء كيليے سكون و حركت هے' تو روح بهي ان انعامات الهيه كي سب سے زياده مستحق هے - وه پهول كي سيج پر مست خواب رهتا هے ' اسي حالت غفلت ميں دفعتاً رات كا پرده پهٹتا هے اور روح بيدار هو جاتي هے -

ليكن تمهاري طرح تمهاري روح مرغ سحر كي آواز اور بانگ موذن سے بيدار نهيں هوتي - وه بهت سوتي هے' اور سخت غفلت كي نيند سوتي هے ' اسليے اوسكے جگانے كيليے بجلي كي كڑک ' بادل كي گرج ' اور دهماكے كي آواز كي ضرورت هوتي هے - بجلي چمكتي هے ' بادل گرجتے هيں ' طوفان امنڈتا هے ' آندهي چلتي هے ' زلزله آتا هے ' زمين پهٹتي هے ' تب كهيں جاكر وه بيدار هوتي هے - اور اگر نهيں بيدار هوتي' تو پاني كے ساتهه بهه جاتي هے' آندهي كے ساتهه اڑ جاتي هے' زمين كي زلزله انگيز لرزش كے ساتهه پيوند خاک هو جاتي هے :

حتى اذا جاء امرنا و فار التنور	يهاں تک كه جب همارے قانون
قلنا احمــل فيهـا من كل	تعذيب و انقلاب كا وقت آ گيا
زوجين اثنتين و اهلك الا من	اور عذاب كے تنور نے جوش مارا
سبـــق عليـــه القــــول -	تو قوم نوح كي هلاكت كا سيلاب

بهه اٹها - اور هم نے نوح كو حكم ديا كه اپنے ليے كشتي طيار كرو !

فارسلنا عليهم ريحـا صرصرا	پس هم نے اونكے اوپر آندهي
في ايام نحسات لنذيقهم عذاب	بهيجي جو هلاكت كے برے
الخـــزي في الحيوة الـــدنيا -	دنوں ميں نمودار هوئي ' تاكه

انهيں ناكامي و ذلت كے عذاب كا مزا اسي زندگي ميں چكها ديں -

و اخذت الذين ظلموا الصيحة	اور جن لوگوں نے ظلم كيا تها '
فاصبحوا في ديارهم جثمين -	اونكو ايک ناگهاني كڑک نے

پكڑ ليا ' وه اپنے گهروں ميں بيٹهے كے بيٹهے هي ره گئے !

(كون و فساد روحاني)

كون و فساد كا يهي دائمي عمل معتقدات و روحانيات ميں بهي نظر آتا هے - ايک عقيده قائم هوتا هے' تو دوسرا بدل جاتا هے - توحيد نور افگن هوتي هے ' تو شرک كي تاريكي مٹ جاتي هے - دل ميں ايک گهر كرتا هے' تو تين كو اوس سے نكلنا پڑتا هے -

يه روحاني تغيرات هميشه هوتے رهتے هيں ' ليكن صرف انسان كي فطرة صالحه هي كو اسكا احساس هوتا هے - وه اونكے نتائج

(صفحهٔ ۱۳ كا بقيه مضمون)

وه سكتي هے - اسلام دنيا ميں حق و صداقت كي اشاعت كيليے آيا تها ' ليكن حق و صداقت كا ميدان صرف جهاد هي كے ذريعه سے فتح هو سكتا تها ' اور صبر جهاد كي حقيقت كيليے اصلي شرط هے ' پس اس نے هميشه حق و صبر كو لازم و ملزوم قرار ديا :

والعصر ' ان الانسان لفي	زمانه اور اسكے حوادث و نتائج شاهد
خســر ' الا الذين آمنوا	هيں كه انسان كي قوتيں اور انسان
و عملو الصالحـــات وتوا	كے تمام اعمال بڑے هي گهاٹے ٹوٹے ميں
صوا بالحق وتواصو بالصبر !	رهتے هيں اور صرف وهي انسان كامياب

هوئے هيں جنهوں نے اپنے اندر يقين پيدا كيا ' اور اپنے عمل كو صالح ركها ' نيز باهم حق كي وصيت كي اور صبر كي طرف ايک دوسرے كو بلايا

کو چاند اور سورج میں ڈھونڈھتي ھے مگر نا کامیاب ھوتي ھے ' اور یہي نا کامیابي اوسکا گنجینۂ مراد ھے :

فلمــا رای القمــر بازغا قال ھذا ربي' فلما افل قال لئن لم یھدني ربي لاکــونــن مــن القــوم الظلمین - فلما رءالشمس بازغة قال ھذا ربي' ھذا اکبر - فلما افلت قال یقوم اني بري مما تشرکون - (انعام : ۷۷)

جب چاند کو چمکتے ھوے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ھے - لیکن جب وہ ڈوب گیا تو اُسکي فطرۃ صالحہ بول اُٹھي : اگر میرا خدا مجھے ھدایت نہ کرتا تو میں راہ ھدایت سے بھٹک جاتا - پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ھے ' یہ سب سے بڑا ھے - لیکن جب وہ بھي غروب ھوگیا ' تو اُس نے کہا : لوگو! میري جستجو ان جلوں میں گم نہیں ھوسکتي - میري فطرۃ صالحہ نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ھے - میں اوس چیز سے علحدہ ھوتا ھوں جسکو تم شریک خدا بناتے ھو!

لیکن ان تغیرات سے عام طور پر لوگ اوس وقت تک بیخبر رھتے ھیں' جب تک کہ زلزلے کا ایک دھکا اونکو ھوشیار نہیں کردیتا - پس حرکتِ روحاني تو برابر جاري رھتي ھے ' مگر جمود و غفلت انسان کي آنکھوں پر پردے ڈالدیتي ھے ' اور وہ حرکت کے نتائج پر غور نہیں کرسکتا - اسي غفلت اور مدھوشي کے عالم میں اچانک ایک پر ھیبت اور زلزلہ انگیز آواز سنتا ھے :

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا !

حق آیا اور باطل مٹ گیا ' باطل مٹنے ھي کے لیے تھا -

وہ گھبرا کے آنکھہ کھولتا ھے' اور اوسکو نظر آتا ھے کہ جو گھر تین سو ساٹھہ تصویروں سے سجایا گیا تھا' اوس کي زینت کیلیے صرف ایک ھي قندیل کافي ھے :

اللہ نور السموات و الارض

خدا ھي کي ذات آسمان و زمین کا اصلي نور ھے!

(کون و فساد یا اصلاح و افساد)

تم نے دیکھا ؟ مادیات میں ' معتقدات میں ' روحانیات میں ' اخلاق و عادات میں' کس ترتیب و انتظام کے ساتھہ عمل کون و فساد جاري ھے ؟ اصلاح و افساد کیونکر دست و گریباں ھیں ؟ نور و ظلمت کسطرح ھم آغوش ھیں ؟ خیر و شر کس درجہ مخلوط ھیں ؟ اصلاح کو افساد اور افساد کو اصلاح کیونکر مستلزم ھے ؟

پس تم جس چیز کو " اصلاح " کہتے ھو' دوسرا اوسیکو " افساد " کہہ سکتا ھے ' چنانچہ فرعون نے کہا :

و قال فرعون ذروني اقتل موسی و لیدع ربــہ اني اخاف ان یبـدل دینکم او ان یظھــر في الارض الفساد (مومن : ۲۷)

فرعون نے کہا : مجھکو چھوڑ دو کہ موسی کو قتل کردوں' اور وہ اپنے خدا کو اپني مدد کیلیے بلاے - میں ڈرتا ھوں کہ وہ تمھارا دین نہ بدل دے ' یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلاے -

فرعون نے حضرۃ موسی پر فساد پھیلا نے کا الزام لگایا حالانکہ حضرۃ موسی کي ساري دعوۃ اسي لیے تھي کہ وہ فرعون کو مفسد قرار دیتے تھے اور اسکے افساد سے دنیا کو نجات دلانا چاھتے تھے -

منافقین سے کہا گیا :

لا تفسـدوا فــي الارض

زمین میں فساد نہ کرو !

اونھوں نے جواب دیا :

انمــا نحــن مصلحــون

ھم تو اصلاح کرنے والے ھیں - مفسد کیسے ھو سکتے ھیں ؟

لیکن با اینھمہ اختلاط و التباس ' افساد و اصلاح میں ایک حد فاصل بھي ھے :

مرج البحـریــن یلتقین بینھما بــرزخ لا یبغیــن (الرحمن : ۱۸)

خدا نے کھارے اور میٹھے دریاؤں کے پاني کو باھم ملا کر بہایا ' پھر بھي ان دونوں کے درمیان ایک حد ھے - جس سے آگے نہیں ھوسکتے -

ایک دوسرے کي حد میں داخل ھوکر انسان اس پردے کو اُٹھانا چاھتا ھے ' پھر بھي حقیقت بے نقاب نہیں ھوتي ' اسلیے مفسد و مصلح کي حقیقي تمیز صرف خدا ھي کر سکتا ھے جس نے اس پردے کو قائم کیا ھے :

و اللہ یعلم المفسد مــن المصلح -

خدا ھي مفسد کو مصلح سے جدا کرتا اور اسکا علم رکھتا ھے -

تم نے اصلاح و اِفساد کو دیکھا ' لیکن تم غور سے نہ دیکھہ سکے ' کیونکہ اون پر پردے پڑے ھوے تھے ' تمکو اور زیادہ غور سے دیکھنا چاھیے ' کیونکہ وہ ایات الھي ھیں :

و من آیاتہ منامکم باللیل و النھار و ابتغاء کــم من فضلہ (روم : ۲۲)

اور خدا کي آیات میں سے تمھارا رات کا سونا ' اور دن کو خدا کے احسان کي تلاش کرنا ھے -

لیکن اس آیت کے اختلاف کے اندر اس سے بھي زیادہ محیر العقول آیت الھي ھے :

ان في اختــلاف اللیل و النھار و ما خلق اللہ في السموات و الارض لایــات لقوم یتقون -

رات دن کے اختلاف اور تمام عالم کائنات کے اختلافات کے اندر ارباب تقوی کیلیے بڑي ھي نشانیاں ھیں -

اسلیے خدا نے اِصلاح و افساد سے زیادہ اختلاف اصلاح و اِفساد کو اپني قدرت کاملہ کا مظھر بنایا ھے :

یــمحو اللہ مــا یشــاء و یثبــت و عـنــدہ ام الکتاب -

خدا جس چیز کو چاھتا ھے مٹاتا ھے ' اور جس چیز کو چاھتا ھے قائم کرتا ھے' اور اوسیکے پاس ام الکتاب ھے -

عالم کائنات اسي ام الکتاب کا ایک ورق ھے ' اس کتاب کو اولٹو تو تمکو اول ھي صفحے پر نظر آئیگا کہ دنیا ایک قانون فطري اور ایک نظام الھي کي تابع ھے ' اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتي - اصلاح و افساد بلکہ تمام نظام عالم اسي قانون پر چل رھا ھے - تم کو یہ دقیق حقیقت نظر نہیں آ تي تھي' اسلیے خدا نے خود ھي اسکي تفسیر بھي کردي :

لا الشمس ینبغــي لھــا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھــار و کــل في فلک یسبحون -

نہ سورج کو یہ حق حاصل ھے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن سے پہلے آسکتي ھے ' سب اپنے دائرہ و محور میں گھوم رھے ھیں -

(جزئیات اصلاح و افساد)

تم کس آساني سے کہدیتے ھو کہ یہ افساد ھے' یہ اصلاح ھے - زید مفسد ھے ' عمر مصلح ھے - لیکن تم کو اب معلوم ھوا ھوگا کہ اصلاح و افساد کا ایک قانون ھے ' وہ ایک نظام خاص کا منبع ھے ' اسلیے تمکو بے پروائي کے ساتھہ کسیکو مصلح و مفسد کے خطاب دینے میں تامل کرنا چاھیے ' اور سب سے پہلے ایک منطقیانہ ترتیب کے ساتھہ اصلاح و افساد کي حقیقت متعین کرلیني چاھیے -

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو ذیل کے عنوانات کے تحت میں واضح کیا ھے :

(۱) جــزئیات افساد و اصلاح اور اونکے آثار و علائم کي تعیین و تشخیص -

(۲) اصلاح و افساد یا خیر و شر دنیا میں مخلوط اور بالکل ملے جلے ھیں ' لیکن اصلاح افساد پر' خیر شر پر' کماً و کیفاً غالب

ھے - یعنے بلحاظ حقیقت کے بھي ' بلحاظ وجود کے بھي' اور بلحاظ نتائج کے بھي -

(٣) ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ھے ' جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کردیتي ھے -

(٤) اصلاح و افساد کا توازن طبعي صرف دین الهي کے ذریعہ سے قائم رہ سکتا ھے -

(٥) لیکن اس توازن کے قائم رکھنے کیلیے جزئیات عمل میں مصالح عامہ کا لحاظ ضروري ھے -

(٦) اعمال صالحہ ایک محدود زندگي ھے' اور وہ جسمانیات کي طرح صحت و مرض یعنے اصلاح و افساد سے گھري ہوئي ھے -

(٧) جمہوریت صالحہ اور اجتماعي قوت عادلہ اوسکو امراض سے محفوظ رکھتي ھے اور اصلاح کو ترقي دیتي ھے -

اب ان تمام مراتب پر بہ ترتیب غور کرنا چاھیے -

(بعض ابتدائي جزئیات)

(١) چور چوري کرتا ھے - ایک کا گھر برباد ہوتا ھے' لیکن خود چور کا گھر آباد ہوجاتا ھے - اسلیے یہ افساد بھي ایک دوسري صورت میں اصلاح ھے - با اینہمہ اسکو ہر شخص افساد کہتا ھے - حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب مصر میں پیمانہ کي چوري کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے کہا :

تالله لقد علمتـــم ما جئنا لنفسد في الارض و ما کنا ســارقیــن (یوسف ٧٣)	خدا کي قسم تملوگ جانتے ہو کہ ہم اسلیے یہاں نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور ہم چور نہیں ہیں -

(٢) ایک شخص اس سے بھي زیادہ ترقي کرتا ھے ' اور محدود چوري کي جگہ ڈاکے ڈالتا ھے - اس سے اگرچہ لٹنے والونکي بستي بالکل لٹ جاتي ھے' مگر لوٹنے والوں کاگھر مال و دولت کي کان بھي بن جاتا ھے ' پس اسمیں افساد کے ساتھہ اصلاح بھي ھے ' مگر انبیاء کرام اسکو مایۂ فساد کہتے ہیں - حضرۃ لوط علیہ السلام نے اپني قوم سے کہا :

ائنکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون في نادیکـم المنکـر (عنکبـــوت : ٢٨)	تم فعل خـلاف وضـع فطري کـرتے ہو' ڈاکہ ڈالتے ہو' اور اپني مجلسوں میں بد اخلاقیوں کے کام کرتے ہو-

یہ فساد ایسا عظیم تھا کہ بالاخر حضرۃ لوط سے دیکھا نہ گیا ' اور وہ بیقرار ہوکے پکار اٹھے :

رب انصرني علی القوم المفسدین	خدا یا مجکواس مفسد قوم کے مقابلے میں نصرت دے !

(٣) ایک شخص غیر فطري طریقوں سے لذت نفساني حاصل کرتا ھے ' اور اوسکو اپنے نفس کي بھلائي اسي میں نظر آتي ھے ' وہ اسکو فلسفۂ عیش و امید کے لقب سے یاد کرتا ھے ' لیکن تمہیں معلوم ھے کہ یہ کیسا مفسدانہ فلسفہ ھے جو حفظ صحت کو' نسل کو' مال و دولت کو' انسان کے قواے طبعي کو یکسر برباد کردیتا ھے ؟ انھي نتائج مہلکہ کے لحاظ سے ایک پیغمبر خدا نے بے اختیار ہوکر کہدیا تھا :

رب انصرني علی القوم المفسدین	خدا یا مجکو مفسد لوگوں پر نصرت عطا کر!

(٤) ایک حکومت ' ایک قوم کي حریت و ازادي سلب کرلیتي ھے ' اس سے غلاموں کي طرح کام لیتي ھے ' اوسکي قوت کو فنا کردیتي ھے ' اوسکي اخلاقي طاقت کو برباد کردیتي ھے ' اوسکا یہ عمل باطل یکقلم سرچشمۂ فساد ھے' لیکن وہ کہتي ھے کہ میں اپني قوم کي اصلاح کرتي ہوں اور اسیکي اصلاح و عروج کیلیے دوسري قوم کو اپنا غـلام بناتي ہوں - پس جو شخص اس حکومت کے خلاف جہاد کرتا ھے' وہ اوسکو مفسد قرار دیتي ھے' لیکن تم کو معلوم ھے کہ خدا اوسکو کیا کہتا ھے ؟

ان فرعـون عـلا في الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح انبـاء هم و یستحي نساء هم - انه کان مـن المفسدین (قصص)	فرعون نے مصر میں سر کشي بڑا ہي سر اٹھایا تھا - اس نے رعایا کو کمزور کرنے کیلیے گروہ در گروہ کـــردیا - اون میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاھتا تھا ' وہ اون کے

بچوں کو ذبح کرتا' اونکي عورتوں کو بے عصمتي کیلیے چھوڑ دیتا' بلا شبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا -

(٥) ایک شخص علمی قوت سے قوا میں تغیر پیدا کرنا چاھتا ھے ' کیمیاء بناتا ھے' جادو سے اشیاء کي صورت بدل دیتا ھے' اور اون اصول کي مخالفت کرتا ھے جن پر دنیا خدا کے حکم سے چل رہي ھے - تمکو یہ فعل کیسا عجیب و غریب معلوم ہوتا ھے ؟ لیکن کیا خدا کي قدرت بھي اسکو پسند کرتي ھے ؟

فلمـــا القوا قال موسی ماجئتم به السحر ان الله سیبطلـــه ' ان اللــه لا یصلح عمل المفسدین (یونس ٨٢)	جب جادو گروں نے اپني رسیاں پھینکیں تو موسی نے کہا تم نے جس چیز کو نمایاں کیا ھے خدا اوسکو باطل کردیگا' خدا مفسدین کے اعمال کو کبھي صلاح نہیں دیتا -

(٦) جو شخص دنیا میں صرف غلبۂ و قہر اور جبر و استبداد کو پھیلانا چاھتا ھے' وہ مفسد ھے' اور اوسکے یہ اعمال مفسدانہ ہیں :

تلک الدا رالاخرۃ نجعلها للـذین لایـــریـــدون علواً في الارض ولا فسادا والعـــاقبـــة للمتقین (قصص : ٨٣)	یہ آخـرت کا گھر ہم صرف اونھي لوگوں کیلیے بنائینگے' جو نہ تو خدا کي زمین میں بڑائي اور سرکشي کرنا چاھتے ہیں' اور نہ ہي زمین کا فساد اونھیں پسند ھے - اور انجام کار انھي لوگوں کیلیے ھے جو متقي ہیں -

(٧) ایک شخص کے پاس بہت دولت ھے ' اوسکي ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ھے' دوسرے انسان محتاج ہیں ' اونکي حالت کے اصلاح کي ضرورت ھے' مگر وہ شخص اپنے خزانہ کو مقفل رکھتا ھے ' اور خدا کے بندوں کیلیے خدا ہي کي بخشي ہوئي دولت میں سے کچھہ نکالنا نہیں چاھتا :

واحسن کما احسن الله الیک ولا تبغ الفساد في الارض إن الله لا یحب المفسدین (قصص ١٧)	اے قارون ! انسانوں پر احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھپر احسان کیا ھے ' اور زمین میں فساد نہ پھیلا ' خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

(٨) ایک راست باز جماعت حج کیلیے سفر کرتي ھے ' دنیا میں نیکي پھیلانے کیلیے اوٹھتي ھے' دنیا کو نور ایمان سے منور کرنا چاھتي ھے ' مگر ایک قوم اوسکو روکدیتي ھے' اوسکي راہ میں رکاوٹ پیدا کرتي ھے' اوس قوم کي یہ روش انسان کے حقوق کي پامالي ھے اور نیکي کیلیے ہلاکت ھے ' اسلیے وہ بھي مفسد ھے :

الذین کفروا وصدو عن سبیل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب بمـــا کانوا یفسدون (نحل ٩٠)	جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کي راہ سے مسلمانوں کو روکدیا ' ہم اونکے عذاب پر عذاب بڑھائینگے ' اسلیے کہ وہ فساد کرتے تھے -

(٩) جو شخص انسان کي بوئي ہوئي کھیتیوں کو پامال کردیتا ھے' اوسکے مویشیوں کو زہر دیتا ھے' انسان کے لگاے ہوے درختوں کو کاٹ ڈالتا ھے' اسکي رزق اور محنت پر دست اندازي کرتا ھے' وہ بھي مفسد ھے :

و اذا تـــولی سعی في الارض لـيـفسد فيـها و يهلك الحرث والنسل و الـله لا يحب الـفساد (بقره : ۲۰۵)

وہ الله کي زمين ميں اصلاح کيليے بلکه فساد پهيلانے کيليے قدم اُٹهاتا ھے' تاکه زراعت اور نسل کو هلاکت کردے' وہ مفسد ھے اور خدا فساد کو پسند نہيں کرتا -

(۱۰) ايک شخص باپ کي نا فرماني کرتا ھے' ماں کا کہنا نہيں مانتا' بهائي کي مدد نہيں کرتا' تعلقات رحمي کو منقطع کرديتا ھے' خانه جنگي شروع هوتي ھے اور نظام خانگي درهم برهم هوجاتا ھے' اسليے وہ مفسد ھے :

يقطعـون ما امر الله به' ان يوصـل و يفسدون في الارض' اولـئك هـم الخسرون (بقرہ: ۲۰)

خدا نے جس چيز کے جوڑنے کا حکم ديا ھے' اوسکو کاٹ ديتے هيں' اور زمين ميں فساد پهيـلاتے هيں' وهي لوگ هيں که نامراد و ناکام رهينگے -

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم؟ (محمد : ۲۴)

تو پهر کيا تم چاهـتے هو که زمين ميں فساد پهيلاؤ اور خدا کے قائم کيے هوے رشتوں کو قطع کرو؟

(۱۱) توحيد اصلاح کا اصلي منبع ھے' اسليے جو شخص مشرک ھے وہ سب سے بڑا مفسد ھے :

و ما من اله الا الـله و ان الـله لهو العزيز الحكيم - فان تـولوا فان الله عليـم بالمفسديـن - (آل عمران : ۵٦)

خدا کے سوا کوئي معبود نہيں' اور بـلا شبه خدا هي کي ذات ھے جو عزيز و حکيم ھے - پهر اگر تم اُسي کے نہيں آگے جهکتے اور اپني غير انساني پرستش گاهوں کو نہيں چهوڑتے هو تو يقين کرو که اسکا نتيجه تمهارے هي آگے آئيگا' اور خدا مفسدوں سے خوب واقف ھے -

(۱۲) ايک پيمانه عدل قائم هو جاتا ھے' اور دنيا کے سامنے اصلاح کا دروازہ کهل جاتا ھے' مگر ايک تاجر اوس پيمانه کے برابر نہيں ديتا' وہ فساد کرتا ھے' اور بعد اصلاح کے افساد کرتا ھے' اسليے ايک پيغمبر پکارتا ھے :

فاوفو الكيل و الميـزان ولا تبخسو النـاس اشيـاءهم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها (اعراف ۸۳)

پيمانے اور ترازو کو پورا کرکے تولو' اور لوگوں کو اونکي چيزيں کم نه دو' زمين ميں اصلاح کے بعد فساد نه پهيلاؤ -

(۱۳) مذهب ميں ثابت قدم رهنا اصلاح کي تکميل ھے' اور تذبـذب و ضعف اعتـقاد فتـنه و فساد کي روح رواں - حضرت موسی عليه السلام نے توحيد کي تعليم دي' مگر اونکو معلوم تها که يه عقيدہ ابهي راسخ نہيں هوا ھے اسليے شرک کا خوف ھے' پس حضرت هارون کو نصيحت کي :

و قال موسی لاخيه هارون اخلفني في قومي و اصلح و لا تتبع سبيل المفسدين (اعراف : ۱۳۸)

موسی نے اپنے بهائي هارون سے کہا : قوم کي هدايت کيليے ميرے خليفه بن جاؤ' اصلاح کرو' اور مفسدين کا اتباع نه کرو جو بنکر پهر بگڑجاتے هيں -

(۱۴) انـفاق مال يعنی صدقۂ و زکوۃ اور خيـرات و بخشش سے دنيا کي اصلاح هوتي ھے اسليے بخل افساد ھے :

و منهم من عهد الله لئن آتينا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصلحين - فلما آتينهم من فضله' بخلوا به' و تولوا وهـــم معرضون (توبه : ۷٦)

اور بعض اون ميں سے وہ لوگ هيں جنہوں نے خدا سے عہد کيا که اگر هم کو مال و دولت عطا کريگا تو هم تيري راہ ميں خرچ کرينگے' اور اسطرح صالحين ميں سے هوجائينگے' پهر جب خدا نے اونکو مال ديا تو محبت مال ميں خدا کو بهول کر بخل کرنے لگے -

(۱۵) تمام اهل مذاهب اپنے اعمال و عقائد کو ذريعه اصلاح و ارشاد سمجهکے بجا لاتے هيں' ليکن هر وہ عمل جو تعليمات اسلاميه کے مخالف ھے' افساد ھے - گرفتاران عذاب پکارتے هيں :

ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل (فاطر : ۳۵)

خدا يا هم کو جهنم سے نکال که هم صالح اعمال بجا لائيں' وہ نہيں جنکو پہلے صالح کام سمجهکر کرتے تهے بلکه وہ جو في الحقيقت اصلاح ھے -

(۱٦) افساد بجاے خود افساد ھے' ليکن اسکے ليے گروہ بندي کرنا اور اجتماعي قوت پيدا کرنا دوسرا فساد ھے' چنانچه خدا نے مفسد گروهوں کا خاص طور پر ذکر کيا :

و کان في المدينة تسعة رهط' يفسدون في الارض و لا يصـلـحـون -

شہر ميں نو گروہ تهے جو زمين ميں فسـاد پهيـلاتے تهے' اور اصلاح نہيں کرتے تهے -

ذوالقرنين سے لوگوں نے استدعا کي :

قالوا يا ذالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون في الارض - (کہف : ۹۳)

اون لوگوں نے کہا اے ذوالقرنين ياجوج و ماجوج کا گروہ زمين ميں فساد کرتا ھے -

ان کے علاوہ فساد کے اور بهي بے شمار جزئيات هيں جو اصولاً انهي کے تحت ميں داخل هوسکتے هيں - خدا نے لفظ فساد کے ساتهه اگرچه اونکا ذکر نہيں کيا ليکن وہ سب سرچشمۂ فساد هيں - شراب خواري' قمار بازي' سود خواري' وغيرہ کو خدا نے رجس يعني ناپاکي کہا ھے' ليکن يه بهي فساد کي مختلف تعبيريں هيں' کيونکه هر گناہ کي ترکيب فساد کے خمير هي سے هوتي ھے - الله تعالی نے تمام ابواب فساد کا جزئيتاً وکليتاً قرآن ميں ذکر کيا ھے' ليکن مفسدين کي کوئي خاص دنيوي علامت نہيں بتلائي جو اونکے اعمال کي عکسي تصوير يا اونکا پرتو هو' پس وہ صرف اپنے اعمال هي سے پهچانے جا سکتے هيں - فساد در اصل عدم محض و تيرگي خالص کا نام ھے' اور تاريکي ميں صرف تاريکي هي نظر آتي ھے - البته افساد کے نتائج نہايت عبرت انگيز طريقے سے بيان فرمائے هيں اور قران حکيم کا اصولي طرز بيان يہي ھے که وہ نتائج و خواص اعمال پر سب سے زيادہ زور ديتا ھے اور اسي کے اندر انکے تمام اطراف نظر و بحث آجاتے هيں -

مگر نتائج افساد بهي کوئي وجودي چيز نه تهي جسکو اجسام کي طرح دکهلا ديا جاتا' اسليے اوس ميں بهي تعداد و امتياز کو ملحوظ نہيں رکها ھے' بلکه ايک هي عبرت انـگيز بربادي مختلف هلاکتوں کي صورت ميں جلوہ گر هوتي ھے - [البقية تتلي]

(بقيه مضمون صفحه ۲۰ کا)

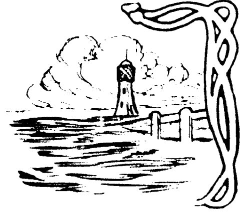
[۱۰]

دوسرے دن ميجر استوارٹ نے اپنے دوست کو ايک تار دکهلايا جو لندن سے آيا تها اور جسميں اُسکي بہن نے لکها تها که ميں بيمار هوں فوراً چلے آؤ - ميجر نے اس عارضي جدائي پر سخت افسوس ظاهر کيا اور کہا که عنقريب واپس آؤنگا -

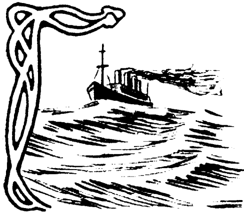
ميجر استـوارٹ ۱۵ - اپريـل کو برلن گيا تها اور ۱۵ - ڈسمبر کو واپس روانه هوا - يعنی ايک توپ کے دهانه کا صرف پيمائشي عدد معلوم کرنے کيليے اُس نے کامل نو ماہ صرف کيے !

ميجر برلن سے روانه هوکر سيدها پيرس پهنچا' اور جنرل بلو اور وزير نظارۃ جنگ سے ۱۹ - ڈسمبر کو ملاقات کي - اس ملاقات سے ايک هفته کے بعد يعني ۲٦ ڈسمبر کو حکومت فرانس نے فيصله کيا که جنگي طياروں کيليے ايک نئي رقم منظور کي جاے' اور فرانسيسي توپوں کي تجديد و ترقي کيليے نئے ساز و سامان عمل ميں آئيں - اس تجديد کا سب سے بڑا نتيجه فرانس کي مشہور ۷۵ مليميٹر والي توپ ھے -

دو ماہ کے بعد حکومت جرمني نے معلوم کر ليا که فرانس نے نئي طياريان شروع کردي هيں' اور جرمني کي ۷۵ مليميٹر والي توپ کا جواب طيار کر رہا ھے -



بریدِ فرنگ



جواسیـــس الحـــرب

(ایک فرانسیسی جاسوس جرمنی میں)

(فرانس نے اپنی سب سے بڑی توپ کیونکر ایجاد کی ؟)

ایک دلچســـپ حکایت

انسان کے اعمال حیات کا باہم ربط و اختلاف دنیا کا سب سے زیادہ عجیب منظر ہے - اخلاقی محاسن کا حکم حسن و قبح ہر نئے دائرے میں آکر بدلتا ' اور ہر نئے میدان عمل میں ایک نئی صورت اختیار کرتا ہے - ایک ہی چیز ایک جگہ حسن ہے ' دوسری جگہ قبح - ایک ہی فعل ایک دائرے میں نیکی ہے ' دوسرے دائرہ میں بدی - ایک ہی عمل ایک کیلیے اصلاح ہے' دوسرے کیلیے افساد - ایک ہی حکم ایک جماعت کیلیے زندگی ہے ' دوسرے کیلیے موت - پھولوں کی سیج محل شاہی میں آراستہ کی جا رہی ہے' مگر دوسری جگہ باغ و چمن کی تمام دولت لٹ رہی ہے !

ز غـارت چمنـت بر بہار منتہا ســـت
کہ گل بدامن ما دستہ دستہ می آید !

[۲]

شخصی اور جماعتی ' دونوں حالتوں میں " جاسوسی " اور " مخبری " کس قدر واضح فعل قبیح ہے ؟ جاسوسی کے معنی یہ ہیں کہ در پردہ کسی کے کاموں کا کھوج لگانا ' اور چھپ کر اسکے اعمال کی ٹوہ میں رہنا - یہ فی الحقیقت انسان کے فطرتی حق خود مختاری و آزادی میں مداخلت ہے' اور کسی انسان کو اسکا حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے انسان کے آزادانہ اعمال و افعال کی مخفی سراغرسانی کرکے اسکے اختیار و حق عمل کو سلب کرے - علاوہ بریں چھپ کر کسی کام کے انجام دینے سے انسانی عزم و ارادہ کا شرف اور احساس عزت بالکل فنا ہو جاتا ہے ' اور اسطرح کا متجسس جہاں دوسرے کی آزادی عمل میں دست انداز ہوتا ہے ' وہاں اپنے دماغ و جذبات کے شرف کو بھی کھو دیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اخلاق نے جاسوسی کو نہایت مذموم فعل قرار دیا ' اور قران حکیم نے فرمایا کہ :

لا تجســـــوا ! چھپ کر ٹوہ میں نہ رہو -

لیکن یہی جاسوسی جب ایک دوسرے بھیس میں نمودار ہوتی ہے' اور ملکی و فوجی خدمت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیتی ہے ' تو یکایک اخلاقی احکام کی کائنات میں ایک انقلاب عظیم ہوجاتا ہے' اور وہی چیز جو اس سے پہلے غیر اضافی حالت میں انسانی رذالت و خباثت کا بد ترین فعل سمجھی جاتی تھی ' اب جرأت ' شجاعت ' شہامت ' اور جذبات فائقہ و فاضلہ کا نمونہ بن جاتی ہے !

اگر ایک شخص تمہارے افعال کی جاسوسی کرے' چھپ چھپ کے تمہارے کاموں کو دیکھے ' راتوں کی تاریکی میں تمہارے پیچھے چلے ' اور دروازوں کی آڑ سے تمہارے اعمال کا کھوج لگائے ' تو اسپر تمھیں کسقدر غصہ آئیگا ؟ تم کہوگے کہ یہ انسانیت نہیں ہے شیطنت ہے - یہ اخلاق کی ہلاکت ہے' یہ شرافت نفس کا خاتمہ ہے-

لیکن اب تم خود اُٹھتے ہو کہ اپنی قوم اور ملک کیلیے اسکے دشمنوں کی جاسوسی کرو ' انکے ساز و سامان جنگ کا سراغ لگاؤ ' انکی مخالفانہ تدبیروں کو چھپ کے معلوم کرو ' انکی تعداد فوج اور اسباب و اسلحہ کے مخفی حالات دریافت کرو' اور ان معلومات کے ذریعہ اپنی حکومت ' اپنی فوج' اپنی قوم کی کامیابی و فتح مندی میں معین ہو - یہ بھی جاسوسی ہے - البتہ اس جاسوسی کا مقصد دوسرا ہوگیا ہے - جو شخص تمہارے افعال کی جاسوسی کرتا تھا ' اسکا مقصد یا تو تم سے شخصی دشمنی تھی' یا تمہاری کسی دشمن جماعت یا دشمن حکومت کے احکام کی تعمیل - مگر تم اپنے لیے نہیں ' بلکہ اپنی قوم اور اپنی جماعت کے فوائد کیلیے اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے ہو ' اور اُسکے دشمنوں کی مخفیات کی سراغرسانی کرتے ہو - پس مقصد کے اختلاف نے تمہارے اخلاقی حکم کو بھی بدلدیا ہے - پہلی صورت میں تم جاسوسی کو بدترین عیب سمجھتے تھے' دوسری صورت میں ایک ایسی فضیلت جسکی تم کو آرزو ہے ' جسکے لیے قومی ناموری ہے ' بہتر سے بہتر صلہ ہے ' اور عزت و احترام کا نمایاں استحقاق - و انما الا عمال بالنیات !

[۳]

دنیا کی قدیم سے قدیم جنگوں کی تاریخ میں بھی "جاسوسی" کا پتہ چلتا ہے' اور ہمیشہ فوجی اعمال کے نہایت اہم اجزاء میں سے ایک چیز جاسوسی بھی رہی ہے - قدیم روایتوں میں ہم نے نہایت دلچسپی کے ساتھ اُن جاسوسوں اور عیاروں کے حالات پڑھے ہیں جو بھیس بدل بدل کے دشمن کی فوجوں میں جاتے تھے' اور اُنکی آنکھوں میں خاک ڈالکر اپنی تمام مطلوبہ معلومات حاصل کرلیتے تھے - موجودہ زمانے کی ترقیات نے جس طرح " سراغرسانی " کے کام کو ایک بہت بڑا فن بنا دیا ہے اور اسقدر ترقی دی ہے کہ اسپر صدہا کتابیں لکھی گئی ہیں - اسی طرح " فوجی جاسوسی " کے کاموں میں بھی عجیب عجیب وسعتیں پیدا کی گئی ہیں ' اور گذشتہ پچاس سال کی لڑائیوں میں جاسوسوں کی سرگذشتیں نہایت عجیب و غریب رہی ہیں -

موجودہ جنگ یورپ نے جہاں ہر طرح کے جنگی مباحث و مذاکرات کا دروازہ کھولدیا ہے' وہاں فن جاسوسی اور اسکی وقیع و اہم سرگذشتوں کے بھی عجیب عجیب سلسلے اخبارات و رسائل میں نکل رہے ہیں - یورپ کی کوئی ڈاک ایسی نہیں آتی جسمیں جاسوسی کی گذشتہ و موجودہ سرگذشتوں کا ذخیرہ نہو - حال میں ایک فرانسیسی اہل قلم نے فرانس و جرمنی کے جنگی تعلقات قبل از جنگ کی سرگذشت شائع کی ہے' جس سے موجودہ جنگ کی طیاریوں ' جرمنی کی مخفی کوششوں' اور جاسوسی کے دلچسپ واقعات و حوادث پر ایک نہایت وقیع روشنی پڑتی ہے -

موجودہ جنگ یورپ میں اگر جرمنی کے حیرت انگیز سامان جنگ کے مقابلے میں کسی اسلحہ کا نام لیا گیا ہے تو وہ فرانس کی سب سے بڑی توپ ہے جسکا دہانہ ۷۵ ملی میٹر کا بیان کیا جاتا ہے' اور جو اسی نام سے مشہور ہوگئی ہے - ذیل کی سرگذشت سے معلوم ہوگا کہ حکومت فرانس کو اس توپ کی ایجاد کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟

[۴]

سنہ ۱۸۹۶ کا موسم بہار ابھی شروع ہی ہوا تھا' کہ گورنمنٹ فرانس کو جرمنی کی ایک جدید جنگی ایجاد کی خبر ملی - معلوم ہوا کہ بعض جرمن کارخانوں نے ایک ایسی نئی توپ ایجاد کی ہے جو اُن تمام توپوں سے زیادہ تیز چلنے والی اور زیادہ مہلک آتشباری کرنے والی ہے جو اس وقت تک ایجاد ہوچکی ہیں - فرانس کی نظارت جنگ نے اسکی تحقیقات کرنی چاہیے - اسی زمانے میں انگلستان کا ایک فوجی افسر میجر استوارٹ سیر و سیاحت کیلیے فرانس گیا تھا اور انگلستان کے اخبارات نے کسی واقعہ کے ضمن میں اُسکی سراغرسانی کی قابلیتوں کی تعریف کی تھی - گورنمنٹ فرانس نے میجر مذکور کی خدمات حاصل کرلیں' اور اس عجیب توپ کی خفیہ تحقیقات کا کام اُسی کے سپرد کردیا -

میجر استوارٹ ہر طرح اس کام کیلیے موزوں تھا - جرمن زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا' توپ سازی اور آلات توپ کی ایجادات کے فن سے بھی اسے بڑی دلچسپی رہی تھی - بلکہ ایک حد تک اس فن کا ماہر تھا -

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ باپ کے طرف سے گو انگریز تھا' مگر ماں فرانسیسی تھی' اور اسلیے اسکی رگوں میں فرانسیسی خون موجود تھا - اس قسم کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ ضرورت تحریک جذبات کی ہوتی ہے - فرانسیسی تعلق کی وجہ سے وہ فرانس کی قومی خدمت' اپنے قومی جذبات صرف کرکے کرسکتا تھا -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ ایک زمانے میں مشرقی افریقہ کی سیاحت کرچکا تھا - مشرقی افریقہ جرمنی کے ماتحت ہے اور ایک خالص جرمن نو آبادی ہے - یہاں وہ عرصہ تک شہر دمار میں ہیرے کی کانوں کی تفتیش کا کام کرتا رہا - بہت سے قیمتی پتھر اس نے دریافت کیے' اور اس دریافت کے ذریعہ تمام جرمنی میں شہرت حاصل کرلی - حتی کہ بعض اخبارات نے اسکے حالات زندگی شائع کیے' اور بڑے بڑے امرا اور سرمایہ داروں نے خط و کتابت کی -

غرضکہ ان تمام وجوہ سے میجر استوارٹ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا - میجر نے جرمنی کے بڑے بڑے آدمیوں کے نام چند تقریبی خطوط بھی حاصل کرلیے' اور تمام ضروریات کار فراہم کرکے برلن روانہ ہوگیا -

[۵]

برلن پہنچکر میجر استوارٹ ایک نہایت عالیشان ہوٹل میں مقیم ہوا' اور اپنے سابقہ تعلقات اور جدید تقریب و معرفی کے خطوط کے ذریعہ وہاں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں میں رسائی پیدا کرلی -

میجر استوارٹ کا اصلی مقصد توپ سازی کے کارخانوں علی الخصوص مشہور کارخانۂ کرپ کے اسرار و خفایا سے وابستہ تھا' اور اسمیں یا تو وہاں کے ملازموں سے مدد مل سکتی تھی' یا فوجی حلقہ کے کسی افسر سے - لیکن اس نے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام صحبتوں کو ان دونوں جماعتوں سے ابتدا میں الگ رکھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہوسکے' اور زیادہ تر امرا و رؤساء کی صحبتوں میں اپنی آمد و رفت شروع کردی -

جب کچھہ عرصہ اس حالت پر گذر چکا' تو ایک قدم اور آگے بڑھایا' اور عام مجمعوں کی آمد و رفت شروع کی - اسطرح کے مجمعوں میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہیں' اور بلا سابقہ تعارف کے محض لہو پرستی و عیش دوستی کا رشتہ نئے نئے تعلقات پیدا کردیتا ہے -

ایک بیفکر اور دولت مند عیاش کی لا ابالانہ زندگی میں اس نے اپنے مقصود کی طرف تیز قدمی کی - وہ ہر روز بڑے بڑے تھیٹروں میں جاتا' کلبوں میں بالالتزام شریک ہوتا' قمارخانوں میں بڑی بڑی بازیاں لگاتا' گھنٹوں بیلرڈ کھیلتا' رقص و سرود کے تماشا گاھوں میں قیمتی سے قیمتی جگہ اسکے لیے ہمیشہ محفوظ رہتی - تاش کے پتوں میں اسکی زندگی کی سب سے بڑی محبوبیت تھی - وہ اکثر اپنے نئے دوستوں سے کہتا: "صبح کے بستر کی چاء اور رات کے لذیذ ڈنر سے مجھے محروم کردو' مگر ان محبوب پتوں کو میری نظروں سے اوجھل نہونے دو - انکی رفاقت میں ہارنا بھی ایک عیش بہشت ہے" تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اسکی امیرانہ عیش پرستیوں کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اور بہت سے فوجی افسروں اور فوجی کارخانوں کے متعلقین سے اسکی دوستانہ ملاقاتیں ہوگئیں -

وہ بلا ناغہ تھیٹر میں جاتا' اور جب تماشہ ختم ہو جاتا تو بعض فوجی افسروں کو اپنے ساتھہ ہوٹل میں لیجاتا اور ایک حاتمانہ فیاضی کے ساتھہ قیمتی سے قیمتی شراب پلاتا - طرح طرح کے تذکرے درمیان میں آتے' کبھی مشرقی افریقہ کے حالات بیان کرتا' کبھی جنوبی افریقہ کے قمار خانوں اور عیش کدوں کے افسانے سناتا' کبھی اُن بڑی بڑی بازیوں کے واقعات کہتا جو اس نے کارلو کے مشہور عالم قمار خانے میں لگائی تھیں -

[۶]

یہ تمام فوجی افسر بھی پرلے درجہ کے عیاش اور قمار باز تھے - انکے لیے ایک ایسے اجنبی مسافر کی صحبت جو اپنی دولت بلا دریغ لٹا رہا تھا' نعمت غیر مترقبہ تھی - وہ اپنی قسمت پر نازکرتے کہ بلا طلب و سعی ایک ایسی طلائی صحبت میسر آگئی ہے' جسکا کبھی انھیں تصور بھی نصیب نہ ہوا تھا - میجر استوارٹ بھی روز بروز اپنی فیاضی کا دام زیادہ پھیلاتا جاتا' اور ایک ایک نشست میں پانچ پانچ پونڈ خرچ کردیتا -

تھوڑے ہی دنوں میں میجر استوارٹ کو ان افسروں کے تمام حالات معلوم ہوگئے - اس نے دیکھا کہ سب کے سب قمار بازی میں مبتلا ہیں' اور جیسا کہ اس کا لازمی نتیجہ ہے' روز افزوں افلاس و فقر نے سب کو مصیبت زدہ بنا دیا ہے - ان میں سے چند آدمی ایسے تھے جو قمار بازی کو کسی علمی و اعدادی اصول پر منطبق کرنے کے خبط میں گرفتار تھے - انکا عقیدہ تھا کہ ایسے علمی اصول دریافت کیے جاسکتے ہیں جنکے معلوم ہو جانے کے بعد کبھی بازی غلط نہیں ہو سکتی اور کبھی آدمی ہار نہیں سکتا - انمیں سے ایک افسر تو اسکو علم الاعداد کا مسئلہ بتلاتا تھا - لیکن دوسرا مصر تھا کہ ریاضی سے اسے کوئی تعلق نہیں' اسکی کنجی قدیم زمانے کے مخفی علوم میں دریافت کرنی چاهیے - البتہ اس علمی ماتم میں سب یکساں شریک تھے کہ "افسوس سائنس نے سب کچھہ کیا لیکن ابتک جوے کے لیے کوئی علم صحیح دریافت نہ کرسکا"! -

جب کبھی دنیا کی آیندہ علمی ترقیات کا موضوع بحث درمیان میں آتا تو وہ بالاتفاق کہتے: "مستقبل کے علمی عہد کا سب سے بڑا حکیم وہی ہوگا جو جوے کو ایک با قاعدہ فن بنا دے" میجر نے اپنے دوستوں کی اس کمزوری کو محسوس کرلیا' اور اسی پر اپنے نفوذ و اثر کی عمارت کھڑی کی - سب سے پہلے اس نے اس قسم کی روایتیں سنائیں جن میں بعض عجیب و غریب انسان کسی پر اسرار علم کے ذریعہ ہمیشہ جیتتے تھے اور کوئی انسے جیت نہیں سکتا تھا - اس نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ قمار خانہ کارلو میں ایک اسپینی سیاح نے دو ماہ تک قیام کیا اور تقریبا سو

مرتبه بازي لگائي - صرف گیارہ مرتبه هارا - ایک کم نوے مرتبه روپیه دے دینا اسي کے سامنے تها !

اسي سلسلے میں وہ اپني مہارت کا بهي ضمناً تذکرہ کردیتا ' مگر اس ادعا میں بهي حزم و انکسار کا بهي هوتا - وہ کہتا : " اس میدان میں دعوي کون کرسکتا هے ؟ تاهم مہارت بهي ایک علمي حقیقت هے اور اس سے میں انکار نہیں کرتا "

ان تذکروں نے بیچارے قمار زدہ افسروں کو بالکل مدهوش کردیا اور وہ بتدریج اسکے قابو میں آ گئے - ایک طرف روزانه فیاضیوں کي حالت ' دوسري طرف قمار بازي کي مہارت اور اسکے دقیق نکتوں کے حاصل کرنے کا شوق ' تیسري طرف دولت اور تمول کا قدرتي اثر و نفوذ - تهوڑے هي دنوں میں انکا یه حال هو گیا که میجر استوارٹ کو ایک دیوتا کي طرح پوجنے لگے -

[۷]

ان دوستوں میں ایک شخص جنگ زوار کا نامور افسر تها - کئي تمغے بهي اُس نے حاصل کیے تھے - لیکن قمار بازي کي لت نے بالکل مفلس و قلاش کردیا تها - میجر استوارٹ نے زیادہ تر اُسي پر نظر رکهي ' اور اُسي کي اخلاقي کمزوریوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا آله بنانا چاہا

سب سے پہلا وار یه کیا که اس سے تنہا صحبتیں شروع کردیں اور یقین دلایا که جس چیز کي تمہیں تلاش هے ' میرا وجود اُسي کي کنجي هے - تم دیکهتے هو که نہایت بے دردي کے ساتهه روپیه لٹاتا هوں ' اور تم اکثر سخت متعجب هوتے هو - حالانکه جو چیز مفت حاصل کي جاتي هے ' مفت لٹائي بهي جاتي هے - میري تمام دولت صرف مشق و مہارت قمار کا نتیجه هے - چند ایسے نکتے حاصل کرلیے هیں جنکي بدولت سو بازیوں میں اَسي بازیاں میري کبهي نہیں گئیں - اگر تم چاهو تو علم و عمل قمار کي یه سب سے بڑي قیمتي چیز تمهیں بهي سکهادوں -

اس جادو کا اُس غریب کے پاس کوئي منتر نه تها - پهر اس سے بهي بڑهکر یه که قمار بازي کیلیے بے دریغ روپیه دینا شروع کردیا - ایکسو بیس پاؤنڈ کا اُس پر ایک قرض تها جس سے بہت پریشان و عاجز رهتا تها - وہ بهي اس فیاض اجنبي نے ادا کردیا -

[۸]

لیکن ساتهه هي وہ دوسرے شکاروں سے بهي غافل نه تها - نہیں معلوم کونسا شخص آگے چلکر زیادہ مفید هو؟ اسلیے جسقدر فوجي افسر اسکے دام میں پهنس چکے تهے ' سب سے تعلقات بڑهاتا جاتا تها -

اسي اثناء میں خود بخود ایک عجیب واقعه پیش آیا ' جسکا اسے شان و گمان بهي نه تها - ایک دن میجر استوارٹ اور اسکا سحر زدہ قمار دوست هوٹل کے کمرے میں بیٹهے تهے ' اور میجر اُسکے پهنسانے اور اچهي طرح اپنے قابو میں لانے کیلیے ایک نیا دام ڈال رہا تها - اس نے کہا که " مشرقي افریقه میں ابتک متعدد مقامات ایسے باقي هیں جہاں هیرے کي بڑي بڑي کانیں نکل سکتي هیں ' اور جنکي نسبت گذشته قیام افریقه کے زمانے میں پوري تحقیقات کر چکا هوں - لیکن یورپ کے سرمایه داروں کو اسکي خبر نہیں - میرا ارادہ هے که ایک نئي کمپني قائم کروں ' اور فرانس اور جرمني ' دونوں ملکوں سے اسکے لیے سرمایه فراهم کیاجاے - اگر میں ایسا کر سکا تو تم بهي اسکے حصه دار هوگے ' خواہ ایک کوڑي بهي نه دیسکو "

یه سنکر فوجي افسر کي زبان سے بے اختیار نکل گیا :

" یه نہایت هي عمدہ خیال هے - لیکن میں نہیں سمجهتا که تمهاري مجوزہ کمپني اُس آنے والے وقت سے پہلے قائم هوسکے جبکه هماري نئي توپیں بالکل مکمل هو جائینگي ' اور یورپ کي سب سے بڑي جنگ چهڑ جائیگي - اس جنگ میں همارا نصف معامله ان فرانسیسي بندروں سے هوگا - ایسي حالت میں بہتر هے که سال دو سال تک فرانس و جرمني کي کسي مشترکه کمپني کا خیال چهوڑ دو - تمهاري محبت مجهے مجبور کرتي هے که ایک سرکاري راز کو اس بے تاملي سے ظاهر کردوں - اگر تم نے کمپني قائم کي تو دو سال تک کوئي جرمن سرمایه دار اسکے حصے نہیں خریدیگا "

میجر استوارٹ نے اپنے مخفي جذبات کو ضبط کر کے نہایت بے پروائي سے کہا :

" هم فوجي لوگ جنگ کے خواب دیکهتے دیکهتے پاگل هوگئے هیں - یه قصے اخباروں کي وهم سازیوں کیلیے چهوڑ دو - همیشه کہا جاتا هے که فلاں حکومت جب فلاں قسم کي توپیں بنالیگي تو جنگ یورپ شروع هوجائیگي - فلاں حکومت کے پاس جب اتنے ڈریڈناٹ جہاز هوجائینگے تو وہ ایک منٹ صبر نه کریگي - مگر نه کبهي توپوں کا قصه ختم هوتا هے ' اور نه جہاز هي بن چکتے هیں میں ان باتوں کو صرف گپ سمجهتا هوں "

فوجي افسر نے نہایت صفائي کے ساتهه جواب دیا :

" هاں تمام یورپ کا یهي حال هے ' مگر همارے پروگرام جنگ کو ایسا سمجهنا تمهاري غلطي هے - تم خود اپني آنکهوں سے دیکهه لوگے که جونهي کارخانه کرپ نے اپني آخري ایجاد مکمل کرلي ' یورپ کا نقشه یکایک درهم برهم هوجائیگا "

میجر استوارٹ کے سامنے خود بخود راسته کهل گیا - اس نے نہایت سادگي سے پوچها :

" کونسي آخري ایجاد ؟ "

افسر نے کہا :

" یه کوئي نہیں بتلا سکتا ' مگر کارخانه کرپ کا ایک انجینیر میرا همراز و هم صحبت هے - اسکي زباني سننے میں آیا هے که شاید کوئي نئي توپ طیار هو رهي هے - اُسکے دهانے کا قطر ۷۵ ملیمیٹر هوگا اور اُسکي زد کا مقابله دنیا کا کوئي صناعي آله نہیں کرسکے گا "

میجر استوارٹ نے کہا :

" خیر ' همیں ان بحثوں سے کیا غرض ؟ شامپین کا ایک گلاس اس ایجاد سے کہیں زیادہ قیمتي هے - آؤ ایک جام اڑائیں اور کہیں ٹہلنے چلیں - ان باتوں سے دنیا کے کاروبار معطل نہیں هو سکتے "

[۹]

اب بند خود بخود ٹوٹ چکا تها - بغیر اسکے که میجر روشني کي مزید تلاش کرے ' خود هي روشني اسکے آگے چمک گئي - ایک دن جبکه جام و مینا کي گردش خوب هوچکي تهي ' میجر نے پهر متوقعه جنگ یورپ کا تذکرہ چهیڑ دیا - اس نے جرمن افسر کے گلاس میں شامپین انڈیلتے هوے کہا تها :

" لیکن میرے دوست ! پیرس کے اخبار تو کہتے هیں که همیشه سنه ۷۱ هي نہیں رهیگا ' جبکه سیدان کا معرکه پیش آیا تها اور جرمني نے فرانس کو کچل ڈالا تها "

افسر نے رومال سے منهه پونچها اور قہقہه لگایا :

" اگر همیشه سنه ۷۱ نہیں هے تو سنه ۹۹ تو آنے والا هے ؟ یقین کرو که جرمني کو اب اپني قدرتي سیادت کیلیے زیادہ انتظار کي ضرورت نہیں هے - تمام سامان مکمل هوچکا هے - برلن میں عنقریب فوجي روانگي کا ترانه گایا جائیگا - اب همارے سفر کا دوسرا پروگرام هے - ایک هي کوچ میں جرمن فوج سیدهي پیرس پہنچ جائیگي ' اور جہاں آج نمایش پیرس کي عمارتیں کهڑي کي جارهي هیں ' یه هماري فوج کي چهه کمپنیوں کے قیام کیلیے بہت هي عمدہ میدان هوگا "

بعد کو واقعات سے معلوم هوا که فوجي افسر کا یه بیان جرمني کے اُس پروگرام کي طرف اشارہ تها جو فروري سنه ۱۸۹۷ میں حمله فرانس کیلیے اس نے تجویز کیا تها -

(بقیه مضمون کے لیے صفحه ۱۷ کا دوسرا کالم ملاحظه هو)

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں هے ابھي چھپ کر نکلی هے اور تھوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں مِلجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنہري حرف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Oalcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکسن فورسٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی هے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دهوکا نہیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے استیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھہا کا قیمت ایک روپیہ هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یہ دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید هے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا هے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع هوتي هے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس ماهر - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - " مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - اهل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں : " اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا هے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن تائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ' یہ دوائل دماغي شکایتونکو دفع کرتي هے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي هے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک هے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہنچتي هے - هسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید هے جو لوگ کو لوہاکی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو تون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باہ ایکدم زائل هو جاتی هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت ! !

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيـان للنـاس ، و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ، یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۸۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا ، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریخ ہندوستان

ترجمہ فارسي " ہسٹري آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

ہندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کي ہیں ، ان میں مسٹر جان - سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمہ مولوي عبدالرحیم گورکہپوري نے کیا تھا ، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چھپائي بھي ہے - یعنی چھپي تو ہے ٹائپ میں ، لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھي نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئي ہے - چند نسخے موجود ہیں - قیمت مجلد ۳ - روپیہ -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

---*---

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کي تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے ، جسکا اندازہ ارباب فن ہي خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتي تو صدہا مباحث و مطالب عالیہ تھے جو ہماري معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا ، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کي ہے - جلد اول کے کچھہ نسخہ دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھي اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردي گئي ہے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکتہ " کے نام آئیں -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Ca'c

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۱ | کلکته : جمعه ۱۳ - ربيع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 18th February, 1916.

ترجمان القرآن

يعني قرآن حكيم كا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اديتر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالی انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم کے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين او ر شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر تهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالی نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑھے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

قيمت في پرچه | چـــار آنـــه

آبحیات

ھندي دیا پلٹ ' یوناني اکسیر البدن اور
ایمہاکی اکسیر اعظم کہتے ھیں یہ امرت پورا

زندگي کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیر فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ھے - پھر عمر بھر پچھتاتے ھیں - جو لا حاصل ھوتا ھے - اب پچھتائے کیا ھوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت - ھندوستان گرم ملک ھے اور بوجہ شدت گرما گرد وغبار سے آئے دن ھزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھہ ھر روز نئے سے نئے پیدا ھوا کرتے ھیں گراني اشیاء خوردني نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ھے - اور کثرت بیماري نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ھو جاتے ھیں - اگر علاج کرتے ھیں تو فیس - قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش' تنگدست بن جاتے ھیں - اور وہ صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتي - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائي اثر بخشا ھے تاکہ کوئي دکھہ دنیا میں نہ رھے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کي ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ھر مرض شدید کي دوا ھے خارجا لگانے سے ھر درد وغیرہ کے لیے شفا ھے - ایک شیشي آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہاني آفتوں سے بچاسکتي ھے' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آدبائیگي اسلیے یہ عقلمندي ھے کہ پہلے ھي سے ایک شیشي گھر میں رکھي جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوي تپ' تپ پر سوت' سیل' پیچش' صفراوي اسہال ' سرسام ' درد سر' درد پہلو' نمونیا ' ذات الجنب' تپش دل ' ناسور ' بدھہ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' براسیر ' نواسیر ' بھگندر' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد' قبض ' درد قولنج' درد کمر' نقرس ' چھپاکي' متلي ' قے' زخم ونمین کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس' تشنج' بیخوابي' کھانسي خشک و تر' کرم ' چھوٹے ' ورم پستان ' درد دل' ھیضہ ' طاعون' خنازیر ' درد شکم ' زھر دار ڈنگ' بھڑ' سانپ' بچھو' آگ سے جلنا ' گرمي کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ھے -

قیمت فی شیشي ایک روپیہ چھہ شیشي پانچ روپیہ درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائي اثر

(سل ' دق ' کھانسي' سات ماہ کي صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ھز ھائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سي - ایس - آئي والي ریاست خیرپور سندھہ

سراے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمي جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رھتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسي ایسي شدید تھي کہ سونا ' بیٹھنا حرام ھوگیا تھا - چونکہ سراے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علي خاں صاحب کي خدمت میں شب و روز رھتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھہ رھتا تھا - جن کے معالجہ کے لئے یوروپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچي وغیرہ سے اور نامور اطباے ھندوستان سے جمع کرتے رھے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئي چارہ نہ چلا اور وہ فوت ھوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ھوکر کہدیا تھا کہ سراے غلام رسول بھي اسي مرض میں مبتلا ھوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والي ریاست نے حکیم غلام نبي زبدۃ الحکماء لاھور کو جو جامع علوم ڈاکٹري و یوناني اور ماھر فنون ھردو طب ھیں' متعد ریاست میں براے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت

زبدۃ الحکماء موصوف نے یوروپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ھے - اور جگر بھي بگڑ گیا ھے' صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزي و یوناني دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رھي - یہ جادو کے اثر کي خبر ریاست میں مشہور ھوگئي - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماریوں کا کوئي کم قیمت علاج ھے' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ھے - اب سندھہ میں جو آتا ھے - اسي آبحیات کا طالب ھوتا ھے - تمام اخباروں میں اسي قصہ کو پڑھہ او ر وھاں سے تصدیق کر لو کہ سراے غلام رسول اب تندرست ھے اور کاروبار ریاست میں مصروف ھے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھہ)

الغرض آبحیات کي شیشي ھر گھر میں موجود ھوني ضرور ھے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کي ضرورت ھے نہ طبیب کي - بیسیوں امراض کي ایک ھي تیر بہدف دوا ھے' جو کسي قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ھے -

قیمت فی شیشي صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوي اعصاب)

وہ نقص جو بھر پور جواني میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ھیں' اس سے دور ھوتے ھیں - گئي ھوئي طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ھے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کي قوت کو گھٹا دیا ھو - تو یہ شربت خاک میں ملی ھوئی امیدیں بر لاتا ھے' فی شیشي صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ھلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کي طرح چمکدار قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ھونے دیتا - دافعہ ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشي تین روپیہ -

دوائي درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سر خسرو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ھو جاتا ھے' قیمت فی شیشي صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ھیں' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائي پیچش ومروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائي ھے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ھے -

(خنازیر کا خوردني علاج)

اس دوائي کے کھانے سے گلٹیاں اندر ھي اندر بیٹھہ جاتي ھیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کي شطیہ دواء پسینہ آکر ھر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ھے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ھوکر آیندہ دورۂ درد سے نجات ھوتی ھے چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاھي ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجي ' غلام ' نبي
زبدۃ الحکماء لاھور - موجد روازہ

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۱
کلکتہ : جمعہ ۱۳ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ھجری
Calcutta : Friday, 18th February 1916.
جلد ۱

افکار و حوادث

گذشتہ جنوري میں "مجوزہ شیعہ کالج" کا جو وفد ھز آنر سر جیمس مسٹن بہادرکي خدمت میں بمقام لکھنو پیش ھوا تھا' اسکي روئداد اب ایک رسالہ کي شکل میں شائع کي گئي ھے - روئداد کا خلاصہ یہ ھے کہ ۱۴ - جنوري کو گورنمنٹ ھاؤس لکھنو میں ایڈریس پیش کیا گیا' اور اسکے جواب میں خطاب ملوکانۂ ھمایوني نے عرض و نیاز کے ایک ایک لفظ کو خلعت قبولیت و پذیرائي عطا فرمایا :

دیدار ھم میسر و بوس و کنار ھم
از بخت شکر دارم و از روزگار ھم !

ادھر عرض نیاز کي ارادت کیشي تھي' تو ادھر نگاہ مہر و کرم کي عجز پروري - ادھر عشق کام طلب کي امیدواري تھي' تو ادھر حسن عشق نواز کي کام فرمائي - ادھر " ادعوني " کي تعمیل میں دست دعا دراز تھا' تو ادھر وعدۂ " استجب لکم " کي تصدیق میں دروازۂ استجابت باز - ایک طرف سراسر عشق تھا - دوسري طرف سراسر حسن :

وجود او ھمہ حسن ست و ھستیم ھمہ عشق
بہ بخت دشمن و اقبال دوست سوگند ست !

رسم و راہ کوچۂ عشق کے واقف کار جانتے ھیں کہ یہاں حق و ھنر کا سوال کام نہیں دیتا' بلکہ اس دنیا کا سارا دار و مدار محض بخشش و کرم پر ھے - اسکي نظریں جسپر پڑ جائیں اور اسکي بے نیازي جسکو سرفراز کردے' وھي سب سے زیادہ مستحق' اور اسي میں سب سے بڑا ھنر ھے - استحقاق اور ھنر دکھلا کر چاندي اور سونا لیا جاسکتا ھے لیکن محبت کي نظریں اور پیار کي ادائیں نہیں خریدي جاسکتیں - ارسطو اگر لیلي کے خیمہ کا پردہ اٹھاتا اور قیس کي دیوانگي کے مقابلہ میں اپنے فن منطق کو پیش کرتا' تو آپکو اچھي طرح معلوم ھے کہ کیا جواب ملتا :

معمورۂ دلے اگرت ھست باز گوے
کاینجا سخن بہ ملک فریدوں نمي رود

پس عالم حسن و عشق کے کاروبار اور رد و قبول کے احکام دوسرے ھیں' اور یہاں سب سے بڑا جوھر' سب سے بڑا ھنر' سب سے بڑا استحقاق' سب سے بڑي دلیل' اور سب سے بڑا صغرا کبری یہ ھے کہ اس کي نظریں قبول کرلیں' اور وہ کہ سب چاھنے والوں کي چاھتیں اسي کیلیے ھیں' خود کسي کي شیفتگي کو اپني چاھتوں کیلیے چھانٹ لے - پھر جسکو خود وہ چاھے' اسکي قسمت کا کیا پوچھنا کہ عشق کي شہنشاھي اور اقلیم حسن کي فرماں روائي ھے - بن پڑے تو اپني چاھتوں میں اس خوش نصیب کو بھي شامل کر لیجیے کہ محبوب کا محبوب بھي محبوب ھوتا ھے' اور مذھب عشق کا منتہاء کمال یہي ھے :

چاھیے اچھوں کو جتنا چاھیے
وہ اگر چاھیں تو پھر کیا چاھیے ؟

مرحوم ذوق کي غزلوں میں میں اپنا ذوق بہت کم پاتا ھوں تا ھم ایک شعر انکا بھي یاد آگیا :

تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رھے
نہ خدائي کي ھو پروا نہ خدا یاد رھے

اردو شاعري میں جس چیز کو " معاملہ گوئي " کہتے ھیں' شعراے ایران اسے " وقوعہ گوئي " سے تعبیر کرتے ھیں - اواخر عہد صفویہ میں فغاني کے اسکول نے جو شعرا پیدا کیے' انھوں نے خاص طور پر اس رنگ کو بہت ترقي دي - ازآنجملہ ضمیري صفاھاني ھے جسکا ایک شعر مجھے نہیں بھولتا :

چو مي بینم کسے از کوے او دل شاد مي آید
فریبے کز وے اول خوردہ بودم یاد مي آید

اس وفد نے جو ایڈریس پیش کیا تھا وہ اسقدر دلچسپ نہیں ھے جسقدر ایڈریس کا جواب دلچسپ ھے' اور ایسا ھونا ضروري تھا - عشق خواہ کسي شکل میں ھو' عجز و نیاز کیلیے ھے - دلبري و رعنائي کیلیے نہیں ھے - یہ خواص حسن کے ھیں - اسکا کوئي جلوہ دلربائي و نظارہ پروري سے خالي نہیں ھوتا - یہ تو وہ چیز ھے کہ اگر بے مہري و غیظ و غضب میں ھو' جب بھي پیار کرنے ھي کي چیز ھوتي ھے' پھر لطف و نوازش اور بخشش و کرم کي ھوش ربائي کا کیا پوچھنا :

ساغر کو مرے ھاتھہ سے لیجیو کہ چلا میں !

ھز آنر اپنے جواب میں فرماتے ھیں :

" اس بیان سے میرا ھرگز یہ مطلب نہیں ھے کہ مجھہ کو کسي قوم یا مذھب کے لوگوں کي کوئي خاص رعایت منظور ھے - نہ میرا یہ منشا ھے کہ جو بڑي بلیغ کوششیں ابتک مسلمانوں کي ترقي تعلیم کي نسبت کي گئي ھیں انکي بیقدري کي جاے "

لیکن ھم حیران ھیں کہ اس جملے کے کہنے کي کیا ضرورت تھي ؟ بھلا ایک منٹ کیلیے بھي کوئي عقلمند ھز آنر کي نسبت ایسي بدگماني کرسکتا ھے ؟

نہ ھم سمجھے نہ تم آے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپني جبیں سے



مجــوزہ شیعــہ کالــج

" الزمــوا السواد الاعظـم فان يد الله على الجماعه ' و اياكم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب ' الا ' من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه و لو كان تحت عمامتي هذه !! " (۱)

(حضرة علي عليه السلام - نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱)

مااذا التــقاطع في الاسلام بينـكمو
و انتمو يا عباد الـلـه اخــوان ؟

(۱)

باوجود انکي هفتوں کے اعراض و اغماض کے ' آج میں مجبور ہوا ہوں کہ وقت کے ایک ایسے مسئلہ کي نسبت چند کلمات لکھوں جو همیشہ سے اسلامي مباحث و نظر کا سب سے زیادہ مشتبہ و ظنون آلودہ موضوع رہا ہے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع ہے جسکو کسي طرح بھي بد گمانیوں اور غلط فهمیوں کي آلودگي سے الگ نہیں کیا جاسکتا - تاهم سچائي کي فاتحانہ حقیقت پر میرا اعتماد ہے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا فرض شرعي خوف ظنون و ہجوم شبہـات سے ساقـط نہیں هوجاسکتا - اگر دنیا میں ایسے لوگ موجود هیں جنکو چراغ کي روشني دهندلي نظر آتي ہے' تو یہ انکي آنکھوں کا ضعف ہے جسکو دور کرنا چاهیے - انکي خاطر چراغ گل نہیں کیے جاسکتے : فذکر ان الذکر تنفع المومنین !

میں آج مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق اپنے خیالات ظاهر کرنا چاهتا هوں - مجھہ کو یقین ہے کہ میري اس تحریر کو پڑھکر بہت سے لوگ ظنون فاسدہ میں مبتلا هونگے ' اور کوشش کي جائیگي کہ اسکو فریقانہ جذبات و عصبیة کي طرف منسوب کیا جاے - لیکن الحمد للہ کہ مجھکو اپنے اُن صدها برادران شیعہ کے جذبات و آراء صادقہ بھي معلوم هیں جو میرے مسلک و اصول کے متعلق پوري بصیرة رکھتے هیں ' اور امید واثق ہے کہ انکي اصلي حقیقت شناسي وقت کے صناعي و خارجي جذبات سے کبھي بھي مغلوب نہ هوسکیگي :

فاماالـذين في قلـوبهم	البتہ جن لوگوں کے دماغوں میں کجي
زيـغ فيتبعون ما تشابه	اور راستي سے انحراف ہے' تو وہ کلام حق
منـه ابتغـاء الفتنــة	کي صاف صاف اور کھلي کھلي باتوں
(۳ : ۱۸)	پر غــور و تفکــر نہیں کرینگے - بلکہ

صرف اُنهي چیزوں کے پیچھے لگے رهینگے جن میں انکو تشابہ اور ابہام نظر آئیگا تاکہ فتنہ و فساد پیدا کریں اور لوگونکو راہ حق سے بھٹکائیں -

(مسئلۂ اصــلاح و تجدید امــة)

سب سے پہلے میں یہ ظاهر کردینا چاهتا هوں کہ مسئلۂ " اصلاح و تجدید امة " کے متعلق میرا ایک خاص مسلک ہے ' اور اس مسلک کي بنیاد محض بعض جزئیات عروج و تنزل کے مشاهدہ و تاثر پر نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ پچاس سال کي تمام اصلاحي تحریکوں کا حال رہا ہے ' بلکہ اسکي بنیاد وہ کلیات و اصول عقائد هیں جنکو اسلام کي تصریحات' کتاب و سنت کي محکمات ' عقل و براهین کي دلالت ' تاریخ و استقراء تاریخي کے نظر و اخذ ' اور تمام جزئیات ترقي و تنزل امم کے درس و فکر کے بعـد میں نے قرار دیا ہے - اور اس بارے میں ایک پورا مـرتب سلسلـۂ عمـل اپنے پیش نظـر رکھتا هوں -

منجملہ اُن عقائد و اصول کے جن پر میرا مسلک دعوة مبني ہے ' ایک سب سے بڑا اهم اصول وہ ہے جسکو میں" مسئلۂ تحزب و تمذهب" سے تعبیر کرتا هوں هیں' یعنے مسلمانوں کا توحید و تالیف کے بعد پھر متفرق هو کر گروہ در گروہ هو جانا اور ایک امة قیمہ کي جگہ مختلف ناموں اور مختلف مذهبوں میں بٹ جانا - میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام ادبار و تنزل کي اصلي و حقیقي علت یہي

(۱) حضرة امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ کے مشہور کلمات مقدسہ هیں - فرمایا کہ " سواد اعظم کي معیت کو اپنے اوپر لازم کرو کہ اللہ کا هاتھہ جماعت کے ساتھہ ہے - جماعت سے الگ نہو اور تفریق سے بچو' کیونکہ جو شخص اپني جماعت سے الـگ هوگیا وہ شیطان کیلیے هوگیا جس طرح بکري اپني ریوڑ سے الـگ هوکر بھیڑیے کے لیے هوجاتي ہے - آگاہ هو کہ جو شخص تفریق کلمہ کي طـرف بلاے اور جماعت میں پھوٹ ڈالے اسے قتـل کر ڈالو' اگرچہ وہ وهي سر هو جو میرے عمامے کے نیچے چھپا ہے - (یعني اگر میں خود تفرقہ و علحدگي کا باعث هوں تو میں بھي اسي کا مستحق هوں) " سواد اعظم " سے مقصود یہ نہیں ہے کہ صرف تعداد کے لحاظ سے کوئي بڑي جماعت جیسا کہ لوگ سمجھتے هیں' بلکہ مقصود اسلام اور اسکي قومي جماعت ہے' اور وهي اعظـم ہے - ابن ماجہ کي حدیث کا بھي یہي مطلب ہے -

[بقیہ افکار و حوادث]

هم نے ابھي کہا ہے کہ شیوہ عشق و کمال شیفتگي یہ ہے کہ معشوق پر حکمراني نہ کیجیے' بلکہ اپنے عشق کو اسکے فرمـان حسن کا محکوم کردیجیے - فلسفۂ حسن و عشق کے سب سے بڑے حکیم عرفي شیرازي کا قول فیصل آپکو معلوم ہے :

قبول خاطر معشوق شرط دیدارست
بحکم شوق تماشا مکن کہ بے ادبیست

آپکو اگر دعوئے محبت ہے تو هر اس شے کو پیار کیجیے جسپر پیار کي ایک غلط انداز نظر بھي اُس نے ڈالدي هو- مذهب عشق کي منزل " تفویض " یہي ہے:-

چنانچہ الحمد للہ هم دیکھتے هیں کہ اکثر مدعیان عشق و کمال عشق نے یہي شیوہ اختیار کیا ہے - از انجملہ مجمع عشاق علي گڈہ کثــرهم اللہ تعالی) ہے - باوجودیـکہ یہاں کا هر مجنون و فــرهاد مسئلۂ تعلیم و مرکز تعلیم کے بارے میں ایک لمحہ کیلیے بھي متحمل رقابت نہ تھا' لیکن جونهي نظر محبوب نے اپني محبوبیت کا اعـلان کردیا' معاً سب نے ادعاء رقابت کي تلوار نیام میں رکھـہ لي' اور اب فیصلۂ سرکار حسن کے آگے سب کي گـردنیں خم هیں :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آے !

چیز ھے' اور جب تک یہ دور نہ ھوگی اس وقت تک کوئی سعی تجدید و احیاء کامیاب نہیں ھو سکتی - مسلمانوں کا سیاسی تنزل' اخلاقی تنزل' علمی تنزل' مدنی و عمرانی تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ھیں مگر ان میں سے کوئی بھی اصلی اصل نہیں ھے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کی جڑ تک نظر پہنچیگی تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ھیں' اور ان میں سب سے زیادہ اھم و نافذ علت مسلمانونکی تالیف کے بعد تفریق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق' اور نزول عام کے بعد بغی و عدوان ھے -

بظاھر اس چیز کو ھر شخص محسوس کرتا ھے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ھوے کوئی آنکھ ایسی نہیں ھے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ھیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ھے اور دشمنی پر محبت کو ترجیح دینی چاھیے - با این ھمہ بد بختی یہ ھے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکی اصلی اھمیت کوئی بھی نہیں دیتا اور کسی کو اسکی توفیق نہیں ملتی کہ ظواھر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کی تشخیص کرے- اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسی کا قدم یہاں تک پہنچا بھی ھے تو بدبختانہ اسکے بعد کی منزل علاج گم ھوگئی ھے' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ھے -

درخت جب سوکھتا ھے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکی شاخوں میں رطوبت نہیں رھی' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ھے اور اسمیں اب زندگی باقی نہیں رھی- اسی طرح کوئی قوم اسلیے نہیں بگڑتی کہ اس نے اپنی تعلیم سعادت کی فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ھاتھوں سے جاتا رھا - جب تک جڑ میں زندگی ھے' اسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھی خشک نہیں ھوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پانی نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھی اونڈیلدو' وہ سر سبز نہیں ھوسکتے -

اسلام کے بھی اصول ھیں اور فروع ھیں - پس مسلمانوں کی تباھی و بربادی کو اصول میں ڈھونڈھنا چاھیے نہ کہ فروع میں - سلام کی اولین اصل عقیدۂ "توحید" ھے - اسی عقیدے کے اندر مسلمانوں کی تمام روح حیات مضمر تھی' اور اسی روح نے انکو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ھیں- جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کی طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپنی عملی زندگی پر صدھا غیر الہی عبودیتوں کی لعنت بھی طاری کرلی جاے' اسی طرح توحید کی حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھی جمع نہیں ھوسکتی تھی کہ ایک فاطر السماوات والارض کی بندگی کا دعوا کرکے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کی طرح بہت سی جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ھوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ھدایت کیلیے ایک ایسی امۃ عادلہ طیار ھو' جو تمام پچھلی قوموں کے برخلاف اپنے عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ھو' اسکا مبدأ حکم و سلطانی ایک ھو' اسکا مصدر امر و نہی ایک ھو' اسکی کتاب اللہ ایک ھو' اسکا رسول اللہ ایک ھو' اسکا قبلہ ایک ھو' اسکا نام ایک ھو' اسکے خصائص و اعمال ایک ھوں - یعنے جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ھو' اسی طرح اسکا قرآن بھی اپنی ھدایت میں' اسکا رسول بھی اپنی تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکی امۃ بھی اپنے خصائص و محامد اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ھو!

ان ھذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہی وجہ ھے کہ قرآن نے اسلام کی حقیقت اصلی اس چیزکو بتلایا ھے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ھی نہیں ھوسکتی - وہ ھر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تآلف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ھے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ھے' ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق و شقاق سے بھی باز رکھنا چاھتا ھے - وہ بار بار کہتا ھے کہ تم "مغضوب علیھم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاری کی ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور "انعام یافتہ" جماعتوں کی راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ھے کہ یہود و نصاری کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انھوں نے نزول "علم" یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کی - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رھے' اور مختلف مذھبوں' مختلف جماعتوں' مختلف ناموں' مختلف غیر الہی عبودیتوں میں متفرق ھوگئے :

الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا' وکل حزب بما لدیھم فرحون (۳۰ : ۳۲)	ان لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا' اور ایک امۃ ھونے کی جگہ گروہ گروہ ھوگئے - ھر فرقہ اپنے ھی خیالات و اوھام کو حق سمجھتا ھے اور اسپر قانع اور خوشحال ھے !

اس سے بھی زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسی امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہی ھے' اور تحزب و تفرق عذاب الہی - خدا جب کبھی کسی قوم کو سزا دینا چاھتا ھے تو اسمیں باھمی تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ھے :

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا یذیق بعضکم بأس بعض (۶ : ۶۵)	کہدے کہ اللہ اسپر قادر ھے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ھی سے اسکا عذاب نمایاں ھو' یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ھوجاؤ' اور باھم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپنی ھی تلوار سے اپنے کو ھلاک کرو -

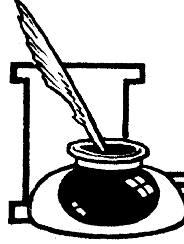
اللہ کے رسول نے سب سے بڑی وصیت امۃ کو یہی کی :

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاری)	میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کی رحمت کا پیکر بنا دیا ھے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باھم ایک کی تلوار دوسرے کی گردن پر چلے -

اور یہی چیز ھے جسکی طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دی :

الا ھم واحد' و نبیھم واحد' و کتابھم واحد' افامرھم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ' ام نہاھم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بھم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)	انکا خدا ایک ھے' نبی ایک ھے' کتاب ایک ھے' پھر کیا ھے کہ وہ باھم اختلاف کرتے ھیں؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ھے کہ اسکی پیروی میں مختلف ھو رھے ھیں؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ھے اور وہ حکم الہی کی نافرمانی کر رھے ھیں؟ یا پھر یہ ھے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاھتے ھیں؟

قرآن حکیم کی بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدی تذکرے میں کہانتک نقل کروں؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ھے اور سب پڑھتے



شذرات

مجوزہ شیعہ کالج

" الزموا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة ' و اياكم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب ' الا ' من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه و لو كان تحت عمامتي هذه ! ! " (۱)

(حضرة علي عليه السلام - نهج البلاغة صفحه ۲۶۱)

ماذا التقاطع في الاسلام بينكمو
و انتمو يا عباد الله اخوان !

(۱)

باوجود کئی ہفتوں کے اعراض و اغماض کے ' آج میں مجبور ہوا ہوں کہ وقت کے ایک ایسے مسئلہ کی نسبت چند کلمات لکھوں جو ہمیشہ سے اسلامی مباحث و نظر کا سب سے زیادہ مشتبہ و ظنون آلود موضوع رہا ہے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع ہے جسکو کسی طرح بھی بد گمانیوں اور غلط فہمیوں کی آلودگی سے الگ نہیں کیا جاسکتا - تاہم سچائی کی فاتحانہ حقیقت پر میرا اعتماد ہے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا فرض شرعی خوف ظنون و ہجوم شبہات سے ساقط نہیں ہوجاسکتا - اگر دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جنکو چراغ کی روشنی دھندلی نظر آتی ہے ' تو یہ انکی آنکھوں کا ضعف ہے جسکو دور کرنا چاہیے - انکی خاطر چراغ گل نہیں کیے جاسکتے : فذکر ان الذکر تنفع المومنین !

میں آج مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہوں - مجھہ کو یقین ہے کہ میری اس تحریر کو پڑھکر بہت سے لوگ ظنون فاسدہ میں مبتلا ہونگے ' اور کوشش کی جائیگی کہ اسکو فریقانہ جذبات و عصبیة کی طرف منسوب کیا جاے - لیکن الحمد للہ کہ مجھکو اپنے اُن صدہا برادران شیعہ کے جذبات و آراء صادقہ بھی معلوم ہیں جو میرے مسلک و اصول کے متعلق پوری بصیرة رکھتے ہیں ' اور امید واثق ہے کہ انکی اصلی حقیقت شناسی وقت کے صناعی و خارجی جذبات سے کبھی بھی مغلوب نہ ہوسکیگی :

فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة (۳ : ۱۸)

البتہ جن لوگوں کے دماغوں میں کجی اور راستی سے انحراف ہے ' تو وہ کلام حق کی صاف صاف اور کھلی کھلی باتوں پر غور و تفکر نہیں کرینگے - بلکہ صرف اُنہی چیزوں کے پیچھے لگ رہینگے جن میں انکو تشابہ اور ابہام نظر آئیگا تاکہ فتنہ و فساد پیدا کریں اور لوگونکو راہ حق سے بھٹکائیں -

(مسئلۂ اصلاح و تجدید امة)

سب سے پہلے میں یہ ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ مسئلۂ " اصلاح و تجدید امة " کے متعلق میرا ایک خاص مسلک ہے ' اور اس مسلک کی بنیاد محض بعض جزئیات عروج و تنزل کے مشاہدہ و تاثر پر نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ پچاس سال کی تمام اصلاحی تحریکوں کا حال رہا ہے ' بلکہ اسکی بنیاد وہ کلیات و اصول عقائد ہیں جنکو اسلام کی تصریحات ' کتاب و سنت کی محکمات ' عقل و براہین کی دلالت ' تاریخ و استقراء تاریخی کے نظر و اخذ ' اور تمام جزئیات ترقی و تنزل امم کے درس و فکر کے بعد میں نے قرار دیا ہے - اور اس بارے میں ایک پورا مرتب سلسلۂ عمل اپنے پیش نظر رکھتا ہوں -

منجملہ اُن عقائد و اصول کے جن پر میرا مسلک دعوة مبنی ہے ' ایک سب سے بڑا اہم اصول وہ ہے جسکو میں " مسئلۂ تحزب و تمذہب " سے تعبیر کرتا ہوں ہیں ' یعنی مسلمانوں کا توحید و تالیف کے بعد پھر متفرق ہوکر گروہ در گروہ ہوجانا اور ایک امة قیمہ کی جگہ مختلف ناموں اور مختلف مذہبوں میں بٹ جانا - میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام ادبار و تنزل کی اصلی و حقیقی علت یہی

(۱) حضرة امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ کے مشہور کلمات مقدسہ ہیں - فرمایا کہ " سواد اعظم کی معیت کو اپنے اوپر لازم کرو کہ اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے - جماعت سے الگ نہو اور تفریق سے بچو ' کیونکہ جو شخص اپنی جماعت سے الگ ہوگیا وہ شیطان کیلیے ہوگیا جس طرح بکری اپنی ریوڑ سے الگ ہوکر بھیڑیے کے لیے ہوجاتی ہے - آگاہ ہو کہ جو شخص تفریق کلمہ کی طرف بلاے اور جماعت میں پھوٹ ڈالے اسے قتل کر ڈالو ' اگرچہ وہ وہی سر ہو جو میرے عمامے کے نیچے چھپا ہے - (یعنی اگر میں خود تفرقہ و علحدگی کا باعث ہوں تو میں بھی اسی کا مستحق ہوں) " سواد اعظم " سے مقصود یہ نہیں ہے کہ صرف تعداد کے لحاظ سے کوئی بڑی جماعت جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں ' بلکہ مقصود اسلام اور اسکی قومی جماعت ہے ' اور وہی اعظم ہے - ابن ماجہ کی حدیث کا بھی یہی مطلب ہے -

[بقیہ افکار و حوادث]

ہم نے ابھی کہا ہے کہ شیوۂ عشق و کمال شیفتگی یہ ہے کہ معشوق پر حکمرانی نہ کیجیے ' بلکہ اپنے عشق کو اسکے فرمان حسن کا محکوم کردیجیے - فلسفۂ حسن و عشق کے سب سے بڑے حکیم عرفی شیرازی کا قول فیصل آپکو معلوم ہے :

قبول خاطر معشوق شرط دیدارست
بحکم شوق تماشا مکن کہ بے ادبیست

آپکو اگر دعوے محبت ہے تو ہر اس شے کو پیار کیجیے جسپر پیار کی ایک غلط انداز نظر بھی اُس نے ڈالدی ہو - مذہب عشق کی منزل " تفویض " یہی ہے :-

چنانچہ الحمد للہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مدعیان عشق و کمال عشق نے یہی شیوۂ اختیار کیا ہے - از انجملہ مجمع عشاق علي گڈ (کثرهم الله تعالی) ہے - باوجودیکہ یہاں کا ہر مجنوں و فرہاد مسئلۂ تعلیم و مرکز تعلیم کے بارے میں ایک لمحہ کیلیے بھی متحمل رقابت نہ تھا ' لیکن جونہی نظر محبوب نے اپنی محبوبیہ کا اعلان کردیا ' معاً سب نے ادعاء رقابت کی تلوار نیام میں رکھہ لی ' اور اب فیصلۂ سرکار حسن کے آگے سب کی گردنیں خم ہیں :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آے !

چیز ھے' اور جب تک یہ دور نہ ھوگي اس وقت تک کوئي سعي تجدید و احیاء کامیاب نہیں ھوسکتي - مسلمانوں کا سیاسي تنزل' اخلاقي تنزل' علمي تنزل ' مدني و عمراني تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ھیں مگر ان میں سے کوئي بھي کلي اصل نہیں ھے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کي جڑ تک نظر پہنچیگي تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ھیں' اور ان میں سب سے زیادہ اھم و نافذ علت مسلمانونکي تالیف کے بعد تفریق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق ' اور نزول علم کے بعد بغي و عدوان ھے -

بظاھر اس چیز کو ھر شخص محسوس کرتا ھے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ھوے کوئي آنکھہ ایسي نہیں ھے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ھیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ھے اور دشمني پر محبت کو ترجیح دیني چاھیے - با ایں ھمہ بد بختي یہ ھے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکي اصل اھمیت کوئي بھي نہیں دیتا اور کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي کہ ظواھر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کي تشخیص کرے - اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسي کا قدم یہاں تک پہنچا بھي ھے تو بدبختانہ اسکے بعد کي منزل علاج گم ھوگئي ھے ' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ھے -

درخت جب سوکھتا ھے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکي شاخوں میں رطوبت نہیں رھي' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ھے اور اسمیں اب زندگي باقي نہیں رھي - اسي طرح کوئي قوم اسلیے نہیں بگڑتي کہ اس نے اپني تعلیم سعادت کي فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ھاتھوں سے جاتا رھا - جب تک جڑ میں زندگي ھے' اسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھي خشک نہیں ھوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پاني نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھي انڈیلدو' وہ سر سبز نہیں ھوسکتے -

اسلام کے بھي اصول ھیں اور فروع ھیں - پس مسلمانوں کي تباھي و بربادي کو اصول میں ڈھونڈھنا چاھیے نہ کہ فروع میں - سلام کي اولین اصل عقیدۂ "توحید" ھے - اسي عقیدے کے اندر مسلمانوں کي تمام روح حیات مضمر تھي' اور اسي روح نے انکو دائمي زندگي کي خوشخبري سنائي تھي - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسي عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسي اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ھیں - جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کي طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپني عملي زندگي پر صدھا غیر الہي عبودیتوں کي لعنت بھي طاري کرلي جاے' اسي طرح توحید کي حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھي جمع نہیں ھوسکتي تھي کہ ایک فاطر السماوات والارض کي بندگي کا دعوا کرکے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کي طرح بہت سي جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ھوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت و ھدایت کیلیے ایک ایسي امۃ عادلہ طیار ھو' جو تمام پچھلي قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ھو' اسکا مبدۂ حکم و سلطاني ایک ھو' اسکا مصدر امر و نہي ایک ھو' اسکي کتاب اللہ ایک ھو' اسکا رسول اللہ ایک ھو' اسکا قبلہ ایک ھو' اسکا نام ایک ھو' اسکے خصائص و اعمال ایک ھوں - یعنے جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ھو' اسي طرح اسکا قرآن بھي اپني ھدایت میں ' اسکا رسول بھي اپني تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکي امۃ بھي اپنے خصائص و محامد اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ھو!

ان ھذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یھي وجہ ھے کہ قرآن نے اسلام کي حقیقت اصلي اُس چیز کو بتلایا ھے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ھي نہیں ھوسکتي - وہ ھر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تالف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ھے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ھے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح تفریق و شقاق سے بھي باز رکھنا چاھتا ھے - وہ بار بار کہتا ھے کہ تم " مغضوب علیھم " یعنی یہود اور " الضالین " یعنی نصاری کي ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور " انعام یافتہ " جماعتوں کي راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ھے کہ یہود و نصاری کي سب سے بڑي ضلالت یہ تھي کہ انھوں نے نزول " علم " یعني نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کي - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رھے' اور مختلف مذھبوں' مختلف جماعتوں' مختلف ناموں' مختلف غیر الہي عبودیتوں میں متفرق ھوگئے :

الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا' و کل حزب بما لدیھم فرحون (۳۰ : ۳۲)

ان لوگوں کي راہ اختیار نہ کرو جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا ' اور ایک امۃ ھونے کي جگہ گروہ گروہ ھوگئے - ھر فرقہ اپنے ھي خیالات و اوھام کو حق سمجھتا ھے اور اسپر قانع اور خوشحال ھے !

اس سے بھي زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسي امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہي ھے' اور تحزب و تفرق عذاب الہي - خدا جب کبھي کسي قوم کو سزا دینا چاھتا ھے تو اسمیں باھمي تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ھے :

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا یذیق بعضکم باس بعض (۶ : ۶۵)

کہدے کہ اللہ اسپر قادر ھے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئي عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ھي سے اسکا عذاب نمایاں ھو' یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ھوجاؤ' اور باھم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپني ھي تلوار سے اپنے کو ھلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑي وصیت امۃ کو یہي کي :

لا ترجعوا بعدي کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاري)

میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کي رحمت کا پیکر بنا دیا ھے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باھم ایک کي تلوار دوسرے کي گردن پر چلے -

اور یہي چیز ھے جسکي طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دي :

الا ھم واحد' و نبیھم واحد' و کتابھم واحد' افامرھم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ' ام نہاھم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بھم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)

انکا خدا ایک ھے ' نبي ایک ھے ' کتاب ایک ھے' پھر کیا ھے کہ وہ باھم اختلاف کرتے ھیں ؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ھے کہ اسکي پیروي میں مختلف ھو رھے ھیں ؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ھے اور وہ حکم الہي کي نافرماني کر رھے ھیں ؟ یا پھر یہ ھے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاھتے ھیں ؟

قران حکیم کي بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدي ٹکڑے میں کہانتک نقل کروں ؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ھے اور سب پڑھتے

هیں : و اعتصموا بحبل الله جمیعـا و لا تفرقوا ، و اذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ، فاصبحتم بنعمته اخوانا - اگے چلکر فرمایا : و لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ماجاءهم البینـات - اور اُن قوموں کي طرح نه هوجاؤ جو تم سے پہلے گذر چکي هیں، اور جنکا حال یه رها هے که خدا کي شریعت کے نزول کے بعد پهر متفرق هوگئیں اور اتحاد کي جگهه اختلاف کي راه اختیار کي -

لیکن بد بختانه مسلمانوں نے وهي کیا جس سے وه روکے گئے تهے - خدا نے انکو دوسروں کیلیے تلوار دي تهي ، انهوں نے خود اپنوں پر چلائي - خدا نے انکو ایک بنایا تها ، وه متعدد جماعتوں میں متفرق هوگئے - خدا نے انکو ایک شریعت دي تهي ، انهوں نے بهت سي شریعتیں بنالیں - خدا نے انکا ایک هي نام "مسلم" رکها تها : هو سماکم المسلمین من قبل و في هـذا (۲۲ : ۷۸) ان الدین عند الله الاسلام (۳ : ۱۷) یعني دین الهي صرف اسلام هے او ر الله نے تمهارا نام همیشه سے او ر همیشه کیلیے صرف مسلم رکها هے - مگر ان میں سے هر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکها ، اور اصلین کتاب و سنت سے اسقدر بعد و هجر ، اور " ما انزل الله بها من سلطان " سے اسقدر شغف و وصل هوگیا ، که اپنے ٹهراے هوے ناموں سے اپنے تئیں پکار کر هر جماعت خوش هوتي هے ، مگر خدا کے ٹهراے هوے نام میں اسکے لیے بڑا هي دکهه اور بڑي هي ذلت هے ، حتی که اگر اسطرف دعوة دي جاتي هے تو اسے کفر و ضلالت سے منسوب کرتي هے - ٹهیک ٹهیک یهودیوں کي حالت انهوں نے اپنے اوپر طاري کرلي که " فتقطعوا امرهم بینهم زبرا کل حزب بما لدیهم فرحون !"

پس یه اختلاف و شقاق ایک عذاب الهي هے ، مسلمانوں کي سب سے بڑي معصیت هے ، سب سے بڑا طغیان هے ، سب سے بڑا عدوان هے ، انکے تمام مصائب و خسران قومي کا مبدء حقیقي هے - زمین کي سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑهکر اور کوئي گناه نهیں کیا ، اور خدا نے جسقدر بهي اسوقت تک انکو سزائیں دي هیں ، وه سب کي سب اسي بڑے جرم کي پاداش هیں : ذالک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم و ان الله سمیع علیم (۸ : ۵۵)

اس اختلاف و تحزب کے علل و اسباب کیا کیا هیں ؟ اسکا علاج حقیقي کیا هے ؟ دائمي علاج اگر نه هوسکے تو عارضي علاج کي کیا صورت هے ؟ جسقدر علاج ابتک کیے گئے کیوں کامیاب نهیں هوے ؟ ان پهلوؤں پر میں اس وقت نظر نهیں ڈالونگا ، کیونکه مقصود صرف اپنے اصول دعوة و اصلاح کو واضح کرنا هے ، نه که اصل مسئله پر نظر ڈالنا -

(عـود الی المقصـد)

سطور مندرجه صدر سے یه چیز تمهارے سامنے واضح هوگئي هوگي که مسئله اختلاف و تفریق کے متعلق میرا عقیده کیا هے ، اور کس نظر سے میں اسے دیکهتا هوں ؟ اسي عقیده کا نتیجه هے که همیشه اتحاد کلمه کي دعوة میرے تمام کار و بار دعوة کي اولین بنیاد و اساس رهي هے ، اور یه کسي طرح بهي ممکن نهیں که اپني تحریر و تقریر کي کسي شاخ میں اس اصل مهم سے اعـراض کرسکوں - ایک شخص فروعات عمل میں ٹهوکر کها سکتا هے ، لیکن اپنے عقیدے اور اصل و کلیه کو کبهي نهیں بهلا سکتا -

الحمد لله که گذشته چار سال کي متصل تحریر و اشاعات کي زنـدگي میں میں نے کبهي اس اصـل جلیـل و عظیم سے سر مو انحراف نهیں کیا ، اور میري اُن تمـام تحریرات و مطبوعات میں جو هر آٹهویں دن دنیا کے سامنے آشکارا هوجاتي تهیں ، ایک مضمون ، ایک سطر ، ایک لفظ ، نهیں دکهلایا جاسکتا جسمیں فریقانه تعصبات اور فرقه بندي کے ناپاک جـذبات کا ایک شائبه بهي پایا جاتا هو : و ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء -

جو شخص اپنے عقائد محکمه میں نفس اختلاف و شقاق هي کو ایک ایسي ضلالت سمجهتا هو جو کبهي اسلام کے ساتهه جمع نهیں هوسکتي ، اور جو شخص اسلام کي حقیقت کو " وحـدت " اور کفر کا مفهوم " تفرق " یقین کرتا هو ، کیونکر ممکن هے که وه خود تفریق و اختلاف کا موجب بنے ، اور جس آگ کو بجهانے کیلیے اٹها هے ، اسکو اور زیاده بهڑکاے ؟

میں نے الحمد لله که سني شیعه کي تفریق سے فهم حقیقت کي ایک بالا تر جگه پائي هے ، اور میں عزت پاکر پهر اسے نهیں کهو دونگا که فرو تر جگه اختیار کروں - راه حقیقت طلبي میں میرا پهلا قدم وهي تها جو ان تمام فریقانه راهوں سے یک قلم الگ هوکر ایک دوسري گم شده راه کے سراغ میں اٹها ، اور اُس صراط مستقیم کو اپنے سامنے پایا جسکي نسبت اول دن هي کهدیا گیا تها که :

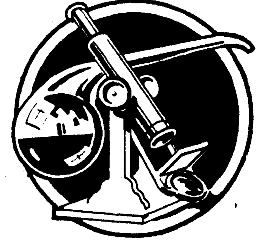
فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلـه - اسلام کي اس ایک هي صراط مستقیم کو اختیـار کـرو - بهت سي راهوں پر نه چلو -

میں نے همیشه اتحاد کلمه کي دعوة دي ، همیشه اختلاف و انشقاق کي تمام صداؤں سے مخالفت کي ، همیشه اُن لوگوں کو ملامت کي جو محض فریقانه جذبات کي وجه سے مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے اور انکو اپني اسلامي اخوت کا کوئي حصه دینا نهیں چاهتے هیں - میں نے کبهي سنیوں کي کسي بات کو محض اسلیے اچها نهیں کها که وه سني هیں ، اور شیعوں کي کس سچائي سے اسلیے انکار نهیں کیا که وه شیعه هیں - حق و باطل کے مقام کي طهارت جماعت بندي کي گندگي سے آلوده نهیں هوسکتي ، اور یه تفریقات اس شخص کے لیے کیا موثر هوسکتي هیں جو سرے سے اس تفریق کي زنجیر هي کو توڑ چکا هو ؟ میں نهیں جانتا که سنیت کیا چیز هے او ر شیعیت کسے کهتے هیں ؟ میں الله پر ایمان رکهتا هوں ، اسکي کتاب میرے پاس هے ، میں نے اسکے رسول کو پهچانا هے ، مجهکو عقل دي گئي هے اور اشیاء کے حقائق ثابته کو تسلیم کرتا هوں ، پس جو چیز سفید هے سفید هے ، جو سیاه هے سیاه هے - کوئي سفید کپڑا اسلیے سیاه نهیں هوجا سکتا که اسکو فلاں فرقه نے پهنا ، اور کوئي حق اسلیے باطل نهیں هوجا سکتا که یه فلاں انسان کي طرف منسوب هے -

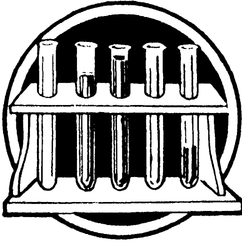
یه هیں میرے عقائد ، یه هے میرا مسلک ، اور یه هے وه بصیرة راسخه جو کتاب و سنت نے مجهے عطا کي هے - اسي بصیرة نے مجهکو همیشه فریقانه نزاعات سے الگ رکها - اور وهي آج مجهکو مجبور کرتي هے که اپنے ان عزیز و محترم بهائیوں کے آگے جنهوں نے اپني مصلحت پر غیروں کے مقاصد کو ترجیح دي هے ، دشمنوں کي طرح نهیں بلکه دوستوں کي طرح ، غیروں کي طرح نهیں بلکه اپنوں کي طرح ، بڑوں کے حکم و غرور کے ساتهه نهیں بلکه چهوٹوں کے عجز و نیاز کے ساتهه ، مجوزه شیعه کالج کے طرز و اسلوب کار سے اپنا اختلاف پیش کروں : فستذکرون ما اقول لکم و افوض امري الی الله ان الله بصیر بالعباد -

اطلاع

اگر الهـلال کي پهلي شش ماهي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود هو ، اور وه فروخت کرنا چاهیں تو دفتر کو اطلاع دیں -



مذاکرۂ علمیّہ



علـــم الانسان

ANTHROPOLOGY.

تلک اثارنا تــدل علينـــا
فاسئلوا حالـــنا عن الاثار!

اگر هم انسان کو به حيثيت ايک نوع کے اپنے درس و مطالعه کا موضوع قرار ديں' تو اسکے متعلق متعدد سوالات پيدا هونگے -

مثلاً يه که نوع انساني کيونکر عالم وجود ميں آئي ؟ اسکي نوعي حيثيت دفعتاً پيدا هوگئي يا بتدريج پيدا هوئي ؟ وه کب سے هے ؟ اسکي ترکيب جسماني کيا هے ؟ اسکي اور ديگر حيوانات کي ترکيب جسماني ميں کيا فرق هے ؟ موثرات خارجيه کا اس پر کيا اثر پڑا هے ؟ مختلف اقوام ميں باهمي علاقه کيا هے ؟ مختلف اقوام عالم کسي ايک فرد انساني هي سے پيدا هوي هيں يا چند افراد سے ؟ زبان ' مذهب ' اخلاق ' عادات' اور رسوم ميں اختلاف کے اسباب کيا هيں ؟ يه مختلف شکليں کن عام اصول کے ماتحت هيں ؟

ان سوالات کے جواب اگر عليحده عليحده ديے جائيں تو وه مختلف اور مستقل علوم کے مباحث هونگے -

مثلاً انسان کي تدريجي يا مستقل آفرينش کا تعلق علم الحيات سے هے - اسکي ترکيب جسماني کي بحث علم تشريح اور علم وظائف الاعضاء ميں داخل هے - انسان اور ديگر حيوانات کي جسماني ساخت ميں وجوه مشابهت و اختلاف کا علم تشريح اضافي کا موضوع هے - و هلم جرا -

ليکن اگر ان تمام سوالات پر يکجائي نظر ڈالي جاے' اور کسي ايک سلسله کے ماتحت انکے جواب ديے جائيں تو يه مجموعي جوابات ايک کلي علم الانسان کا مايۂ خمير هونگے -

پس در حقيقت علـــم الانسان (Anthropology) نـــوع انساني کي ايک تاريخ طبيعي هے جس ميں بحث کے تمام ممکن پهلؤں پر نظر ڈالي جاتي هے ' اور قانون ارتقاء (يعنے کائنات کي رفته رفته بتدريج ترقي و تکميل) کي روشني ميں يه معلوم کرنے کي کوشش کي جاتي هے که نوع انساني پر آغاز آفرينش سے ليکر اسوقت تک کيا کيا تغيرات گزرے هيں ؟

(نـــوع انســاني کي قــدامـــت)

نوع انساني کے متعلق اولين سوال يه پيدا هوتا هے که اسکي آفرينش مستقل هے يا تدريجي ؟ يعني اسکي موجوده نوعي حيثيت اسکے عالم وجود ميں آنے کے وقت سے هے يا يه مختلف تغيرات تدريجي کا نتيجه هے' جسے اصطلاح ميں ارتقاء کهتے هيں ؟

ليکن هم اس سوال کو سردست قلم انداز کرتے هيں -

اسکے بعد دوسرا سوال يه پيدا هوتا هے که نوع انساني اس کرۂ ارضي پر کب سے هے ؟ بظاهر اس سوال کا جواب تاريخ ديسکتي هے ' ليکن تاريخ کي طرف رجوع کرنے سے پہلے غور کرلينا چاهيے که تاريخ اپنا سرمايۂ اطلاع کن ماخذوں سے فراهم کرتي هے ؟ تاريخ کے ماخذ حسب ذيل هيں :

(١) وه کتابيں جو اقوام يا ممالـک کے حالات ميں لکهي گئي هيں -

(٢) قصے ' کهانياں' قومي روايات ' اشعار وغيره -

(٣) آثار عتيقه جو حفريات (زمين کي کهدائي کے کاموں) کے سلسله ميں دستياب هوے هيں -

يه ظاهر هے که پہلے دو ماخذ صرف ان حالات و تغيرات پر روشني ڈال سکتے هيں جو نوع انساني پر آخري چند هزار سال کے اندر گزرے هيں - کيونکه تصنيف و تاليف اور فسانه طرازي و شعر گوئي در اصل انسان کے ارتقاء مدني کا نتيجه هے' اسليے يه چيزيں بهي صرف اپنے عهد يا اپنے عهد سے کسيقدر پہلے کے حالات هي بيان کرسکتي هيں' مگر نوع انساني کي عمر کا بيشتر حصه جو اس زمانے سے پہلے گزرا هے' هنوز تاريکي ميں رهتا هے -

انسان کے اس ماضي مجهول کو اصطلاح ميں " عهد قبل التاريخ " کهتے هيں يعنے تاريخ کي تدوين و روايت سے پہلے کا زمانه - عهد قبل التــاريخ کے حالات صرف آثار عتيقه هي سے معلوم هوسکتے هيں - اثار عتيقه سے جو نتائج نکلتے هيں ' گو وه تخميني هوتے هيں ' تاهم واقعيت سے خالي نهيں هوتے - اسليے يقيني ذرائع کي عدم موجودگي ميں ان تخميني ذرائع سے ضرور کام ليا جاسکتا هے -

اس تفصيل سے معلوم هوگيا هوگا که نوع انساني کے عهد قبل التاريخ کے حالات در اصل صرف آثار عتيقه هي اپني زبان خاموشي سے بيان کرسکتے هيں - نيز يه که تاريخ کے پاس اس سلسله ميں جسقدر بهي سرمايۂ معلومات هے' وه سب کا سب علم الاثـــار هي کا نتيجه هے -

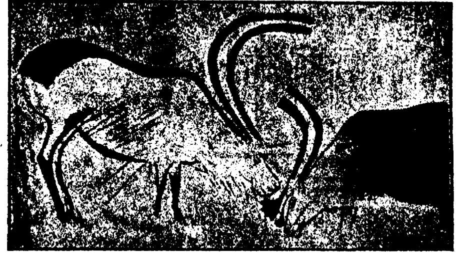
(عهد قبل التاريخ)

نوع انساني کے عهد قبل التاريخ کي تاريخ ابهي بالکل نامکمل هے - مدفون آثار کي تنقيب جسقــدر وسعت و سرگرمي کے ساتهه کي جارهي هے' اسيقدر عجيب و غريب انکشافات هوتے جاتے هيں - اسوقت تـــک جسقدر آثار دستياب هوے هيں ' انکے لحاظ سے علماء آثار نے عهد قبل التاريخ کي تقسيم تين دوروں ميں کي هے :

(١) دور حجري - يعني وه زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغيره پتهر سے بناتا تها - پتهر هي ميں رهتا تها اور پتهر هي سب سے بڑا اسکا آله تها -

(٢) دور برنزي - يعني وه زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغيره ايک قسم کي مرکب دهات سے بنانے لگا جسے " برونز " کهتے هيں اور جو زياده تر تانبے اور جست کو ملاکر بناتے هيں -

تصویر نمبر (۱)



(۳) دور حدیدی - یعنی وہ زمانہ جبکہ انسان نے اپنے آلات وغیرہ لوہے سے بنانا شروع کیے -

ان مختلف دوروں کے زمانہ کا قطعی تعین نہ صرف مشکل هی هے بلکہ قریباً نا ممکن هے - علماء حیات اور علماء آثار عتیقہ صرف اسقدر کہنے پر اکتفاء کرتے هیں کہ آثار و علائم سے ثابت هوتا هے کہ انسان کرہ ارضی پر کروڑوں سال سے آباد هے -

لیکن سر رائے لنکسٹر نے (جو علم الانسان کا ایک مشہور محقق هے) اس موضوع پر اخبار ڈیلی ٹیلیگراف میں چند مضامین شائع کیے تھے ' جس میں یہ خیال ظاهر کیا هے کہ انسان اس کرہ (زمین) پر اقلا ۱۰ - لاکھ سال سے آباد هے -

(آثار عتیقہ کے اقسام ثلاثہ)

جن آثار عتیقہ سے انسان کے عہد قبل التاریخ کے حالات مستنبط کیے جاتے هیں ' وہ تین قسم کے هیں :

(۱) حیوانات کی هڈیاں -
(۲) خود انسان کی هڈیاں -
(۳) آلات اسلحہ ' اثاث البیت ' نقوش وغیرہ -

ذیل میں هم چند واقعات قلمبند کرتے هیں ' جن سے یہ اندازہ هوجائیگا کہ علماء فن ان آثار سے کیونکر نتائج اخذ کرتے هیں ؟ اور زمین کے اندر کی چند هڈیاں ' چند شکستہ پتھر ' چند مجہول و ناقابل فہم لکیریں ' کیونکر دنیا کی قدیمی تاریخ کو روشنی میں لاتی هیں ؟

(عہد اثری کی ایک غار)

یورپ کی ایک مشہور غار میں ایک اثری (عالم آثار عتیقہ کی زیر نگرانی کھدائی کا کام شروع هوا - ۲۰ - فٹ گہرا کھودنے کے بعد ایک چولہا ملا - اس چولہے کی کل کائنات پتھر کے چند ٹکڑے تھے جنکو کھڑا کرکے چولہا بنا لیا گیا تھا - اسکے قریب هی هڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - یہ هڈیاں اسقدر بوسیدہ هوگئی تھیں کہ ایک غیر ماهر فن اثریات انکے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا تھا - بوسیدہ هڈیاں بحفاظت تمام ایک ماهر فن کے ملاحظہ کے لیے بھیجدی گئیں - اس نے مطالعہ و درس کے بعد یہ رائے ظاهر کی کہ اس ڈھیر میں مختلف حیوانات کی هڈیاں شامل هیں - بعض هڈیاں دریائی گھوڑے کی هیں ' بعض اس خاص نسل کے گھوڑے کی هیں جو چین کے ریگستانوں میں بکثرت هوتا هے ' کچھہ خشکی کے گھوڑے کی هڈیاں هیں ' انکے علاوہ بیل اور هرن کی چند هڈیاں بھی اس میں شامل هیں -

اس ڈھیر میں ان حیوانی هڈیوں کے علاوہ انسان کے بھی ۱۳ دانت اور داڑھیں موجود تھیں جو تحقیقات سے نہایت مضبوط ثابت هوئیں - یہ دیکھکر اس ماهر فن نے یہ رائے قائم کی کہ جس شخص کے دانت هیں ' اسکی عمر مرتے وقت زائد سے زائد ۳۰ سال کی هوگی - ان واقعات سے آخری نتیجہ یہ نکالا گیا کہ اس غار میں کبھی گوشت خور انسان آگئے تھے اور بسے تھے - انکی حجری صناعت میں سے چولہا ' اور انکے وجود میں سے دانت اور داڑھیں ' آنے والی نسلوں سے اپنا علاقہ قائم کرنے کیلیے باقی رهگئی هیں !

یہ دانت جب ایک دوسرے ماهر فن کو دکھاے گئے تو اس نے بعض نتائج کا مزید اضافہ کیا - اس نے کہا کہ دانتوں کی قطع سے معلوم هوتا هے کہ جس جبڑے میں یہ لگے هونگے ' اسکی هڈی بہت بڑی هوگی ' اور اسی تناسب سے وہ کھوپڑی بھی موجودہ انسانوں کی کھوپڑی سے بہت زیادہ بڑی هوگی جس سے یہ جبڑے وابستہ تھے -

(ایک دوسری اهم غار)

اسی طرح ایک باغ میں سلسلہ تنقیب جاری تھا - مزدور ۳۰ فٹ تک کھودتے هوے چلے گئے - دیکھا گیا تو ۱۵ فٹ تک زمین کی ویسی هی حالت هے جیسی عام طور پر هوتی هے ' لیکن اسکے بعد ۳ فٹ گہری ایک تہ ملی جس میں کائی اور درختوں کی جڑیں موجود تھیں -

ان آثار سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ۱۰ فیٹ کی بالائی زمین کی تخلیق سے پہلے یہاں کوئی جنگل موجود تھا -

اسکے بعد دو یا تین فیٹ کی ایک اور تہ ملی - اس تہ میں گھونگے ' سیپ ' وغیرہ ملے - ان آثار سے علماء نے یہ راے قائم کی کہ یہاں کسی زمانہ میں طوفان آیا تھا -

اسکے بعد ایک نئی تہ شروع هوئی - اسکا حجم ۵ فیٹ سے ۷ فیٹ تک تھا - اس تہ میں بڑے بڑے درختوں کی جڑیں ملیں ' ان جڑوں کو دیکھکر یہ راے قائم کی گئی کہ یہاں کی زمین نہایت سر سبز و بار آور هوگی - اس تہ میں جڑوں کے علاوہ پتھر کے چند اسلحہ اور مٹی کے برتنوں کے چند ٹکڑے بھی ملے - اس سے علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کبھی دور حجری کے لوگ آباد تھے -

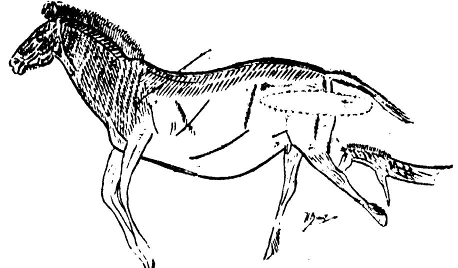
اسکے بعد کی تہ کا حجم ۲ اور ۸ فیٹ کے درمیان تھا - اس تہ میں خاص قسم کے پتھروں کے ٹکڑے ملے جن سے ان خوفناک طوفانوں کا سراغ ملتا هے جو دور جلیدی میں اس کرہ ارضی پر اکثر آیا کرتے تھے - سب سے آخری تہ کا حجم ۳ یا ۴ فیٹ تھا ' اسکے بعد صرف پتھر کی چٹانیں تھیں -



انسان کے ابتدائی عہد کا ایک صناعی عمل

یہ سب سے زیادہ پرانا اثری نقش هے جو ایک پتھر پر بنایا گیا تھا اور اب نصف ٹوٹ گیا هے - کسی جانور کے لنبے لنبے پچھلے دو پانوں نظر آتے هیں اور اسکے سامنے ایک آدمی لیٹا هے -

تصویر نمبر (۲)



ان حالات کی مجموعی معلومات کی بناء پر علماء آ ثا اس نتیجه پر پهنچے که اس گڑهے کے بالائی پندره فیت مختلف تغیرات علم الارض کے بعد پیدا هوے هیں - زیرین پندره فیت مختلف تغیرات و حوادث ارضی کا نتیجه هیں - یهاں کسی وقت انسانوں کی آبادی تهی ' اور دور جلیدی میں کوئی عظیم الشان سیلاب بهی یهاں سے گذرا هے -

(دنیا کے چند اور مشهور غار)

اس سلسله میں دنیا کے چند غاروں کا تذکره دلچسپی سے خالی نه هوگا' جو علم الارض اور علم الاثار کی مشترک علمی دلچسپیوں کے لحاظ سے مشهور هیں -

ان غاروں میں سے سب سے زیاده مشهور اور قدیم غار "گرگاس" هے - یه غار فرانس کے سلسله کوه پیرن میں مقام ینثان کے قریب واقع هے - اس غار کے گرد و پیش جو آثار پاے جاتے هیں' ان سے معلوم هوتا هے یهاں دور جلیدی میں سیلابوں اور طوفان کا سلسله جاری رها هے - اس غار میں داخل هونے کے بعد سب سے پهلے ایک بڑا هال ملتا هے - اس هال کا طول ۵۰۰ فیت هے - اسکی چهت اسقدر پست هے که ایک آدمی کهڑا هوکے اسے اپنے هاتهه سے چهو سکتا هے - دروازه کے پاس چولهے' هڈیاں' اسلحه' اور راکهه کے ڈهیر ملتے هیں - ان آثار سے ثابت هوتا هے که یهاں کے باشندے " اور نیک " نسل کے تهے - " اورنیک " فرانس کے ایک شهر کا نام هے - یه نسل اسی شهر کی طرف منسوب کی جاتی هے اور وه دور حجری میں آباد تهی - غار کے اندر داخله کے بعد سب سے پهلے اس کے دونوں جانب گول گول گڑهے ملتے هیں - ان گڑهوں کے اوپر چونے وغیره کا ایک دبیز پلاستر هے - اور پلاستر پر هتیلیوں کے نشانات ابتک قائم هیں -

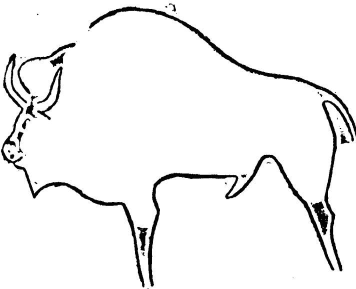
یه نشانات زیاده تر بائیں هاتهه کی هتیلیوں کے هیں - معلوم هوتا هے که یه لوگ هم لوگوں کی طرح اکثر اپنے دهنے هاتهه سے کام لیتے تهے ' اور اُنهوں نے یه نشانات اپنے بائیں هاتهه کی هتیلیاں رکهکے داهنے هاتهه کی اُنگلیوں سے بناے هیں - اُنگلیوں کے درمیان جو جگهه خالی رهتی هے' اُسکو سیاه متی سے رنگدیا هے - اکثر هتیلیوں کے نشانوں میں صرف چار اُنگلیوں کے نشان هیں - گو یه بالکل ممکن هے که اُنهوں نے ان نشانات کے بنانے میں عمداً ایک اُنگلی کا نشان نه بنایا هو' مگر بظاهر معلوم هوتا هے که وه کسی مذهبی خیال کی بناء پر اپنی ایک انگلی کات ڈالا کرتے تهے - چنانچه آستریلیا کے اصلی باشندوں میں بعض قبائل عبادت و ثواب کے خیال سے اسوقت تک اپنی ایک انگلی کات ڈالا کرتے هیں -

دیواروں پر ان جانوروں کی تصویریں بنی هوئی هیں جو اس غار کے باشندے اپنے لیے شکار کرکے لایا کرتے تهے - ان تصاویر میں اس عهد کی نو آموزی و سادگی کے آثار پوری طرح نمایاں هیں - مثلاً منجمله دیگر تصاویر کے ایک تصویر بهینس کی هے - اس قدیم مصور نے سینگ اس طرح بناے هیں گویا وه اِس بهینس کو سامنے سے کهڑا دیکهرها هے - لیکن پیر اس طرح بناے هیں گویا دهنے یا بائیں طرف کهڑے هوکر اُسکی تصویر کهینچی گئی هے - اسکے علاوه پیروں کی شکل میں بهی فرق هے - معلوم هوتا هے که یه اس جانور کے پیروں کی تصویر هے جس کا تصور اُس نے اپنے ذهن میں قائم کیا هے' نه که اس جانور کے پیروں کی جسے وه شکار کرکے لایا کرتا هے - (دیکهو تصویر نمبر ۱)

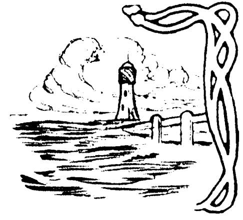
اس سلسله کوه پیرن میں ایک اور غار هے جو غارینو کے نام سے مشهور هے - یه غار پہلے غار کے مشرق میں واقع هے - اس غار کا طول قریباً ڈیڑهه میل هے - اس کا ابتدائی نصف حصه پتهروں سے پتا هوا هے - اسکے بعد دوسرے نصف حصه میں ایک وسیع مکان ملتا هے - مکان میں جو نقوش و آثار هیں' اُنکے دیکهنے سے معلوم هوتا هے که غار کے باشندے اِسے هال کے طور پر استعمال کیا کرتے تهے - اسکی دیواروں پر مختلف جانوروں کی ۵۰ تصاویر موجود هیں - یه تمام تصاویر اپنی صنعت کے لحاظ سے پہلے غار کی تصاویر سے بهتر هیں' مثلاً ان تصاویر میں ایک تصویر گهوڑے کی هے - مصور نے اس تصویر میں صرف بدن کے بنانے هی پر اکتفاء نهیں کی هے بلکه گهوڑے کی ایال اور دم کو بهی نمایاں کرنے کی کوشش کی هے' اور اس میں ایک حد تک کامیاب معلوم هوتا هے - چهره' ناک' آنکهه' اور دهانه کا محض سرسری خاکه هی نهیں بلکه ایک خوبصورت گهوڑے کے چهرے کی مکمل تصویر هے - (دیکهو تصویر نمبر ۲)

اس غار میں صرف مرئی اشیاء هی کی تصویریں نهیں هیں بلکه کچهه معنی خیز نقوش اور بعض خیالی شکلیں بهی نظر آتی هیں - غرض اس غار کے تمام نقش و نگار کے دیکهنے سے یه معلوم هوتا هے که غار کے باشنده اس دور میں تهے جب انسان فن تصویر و رسم میں ایک حد تک ترقی کر چکا تها -

موجوده صدی کے آغاز میں علماء یورپ کی کوشش سے ایشیاء او ر افریقه میں جو تنقیبات هوئی هیں ان سے یه امر پایه ثبوت کو پهنچ گیا هے که اس قسم کا علمی خزانه صرف یورپ کی سرزمین هی میں نهیں هے بلکه ایشیا اور افریقه کی زمینوں میں وه آثار مدفون هیں جو اگر آج پوری طرح منظر عام پر آجائیں تو علم الارض اور علم الاثار میں ایک عظیم الشان اضافه هوجاے - لیکن یه داستان بهت طویل اور ایک مستقل صحبت کی طالب هے -



غار " ینو " کی ایک دیوار کا نقش - یه گاے کی تصویر هے جسکو مصور کامیابی کے ساتهه نهیں بنا سکا -



بريد فرنگ



ايـــک نئی زميـــن کا اکــتشـــاف

دائـــرۂ قطب شمـــالي

توپوں کي صداؤں' فضائي قنابل کي آتش افشانيوں' جہازوں کے تصادم' اور قتل و غارت کے هنگامۂ دارو گير ميں يورپ سے ايک نئي صداے علمي و اکتشاف ارضي کا بهي غلغله بلند هوا هے' اور انگلستان کي پچهلي ڈاک اسکي تفصيلات سے لبريز هے -

ناروے کا ايک نو عمر سياح جارج استيفـــنسن سنــه ١٩١٣ کے اوائل ميں قطب شمالي کي سياحت کيليے طيار هوا تها' اور کنيڈا کي قومي انجمن جغرافيه اور امريکه کي مجلس تاريخ طبيعي نے اسکے تمام مخارج سفر اپنے ذمے ليليے تهے - استيفنسن کي يه مهم سياحت اس سلسلۂ تحقيقات کي تيسري مهم تهي' جس ميں سے پهلي سنه ١٩٠٦ع ميں مرتب هوئي تهي' اور دوسري سنه ١٩٠٨ ميں -

استيفنســن نے " کارلــوک " نامي ايک جهاز کا انتظـام کيا' دو چهوٹي کشتياں ساتهه ليں' تين سال کي تمام ضروريات زندگي فراهم کيں' مختلف علوم و فنون کے ماهرين کي ايک مختصر جماعت کو معيت کيليے منتخب کيا' اور جون سنه ١٩١٣ع ميں جزيرۂ وکٹوريا کے جنوبي ساحل سے روانه هوگيا -

اُن تمام سياحتوں کيليے جنکي منزل مقصود قطب شمالي هو' سب سے پهلي منزل بحر بوفور (Beaufort) هے - ليکن قبل اسکے که جهاز وهاں تـک پهنچے' موسم نے نامساعدت کي' اور جاڑے کي فصل شروع هوگئي - اب سب سے بڑي مصيبت ايک خاص طرح کي شمالي کہر تهي جس سے سال ميں آٹهه مهينے سطح سمندر بالکل مستـــور رهتي هے - مجبور هوکر استيفنسن مع اپني جماعت کے ايک جزيره ميں اُتر گيا اور موسم کا انتظار کرنے لگا - جهاز ساحل سمندر ميں چار مهينے تـک کهڑا رها' ليکن جولائي سنه ١٩١٤ع ميں غرق هوگيا -

يه حال ديکهکر استيفنسن کي جماعت ميں سخت اختلاف پڑگيا - اکثر ساتهيوں نے همت هاردي اور واپسي کا اراده کرديا - ليکن استيفنسن اپنے عزم پر برابر قائم رها اور مصائب سفر کي حکومت کنيڈا کو اطلاع دي - کنيڈا نے ايک دوسرا جهاز روانه کيا جو جزيره هرشل (Herschel) ميں استفينسن سے ملاقي هوا' اور وه پهر از سرنو اپني جد و جهد سياحت ميں مشغول هوگيا -

ليکن اب استفينسن نے اپني تحقيقات کے مقصد ميں کسي قدر تبديلي کردي - جزائر بحر بوفور کے قيام کے اثناء ميں اسے خيال هوا که سب سے پہلے شمالي الاسکا (Alaska) کي تحقيقات کرے' جسکے متعلق بعض سياحوں نے بيان کيا هے که اوقيانوس منجمد شمالي کے وسط ميں ايک عمده زمين واقع هے اور وه آباد کي جاسکتي هے -

٢٧ - اپريل کو استفينسن عرض شمالي کے ٧٣ درجه اور طول غربي کے ٢٤٠ درجه تک پهنچ گيا - يهاں اسپر بڑے بڑے مصائب آے - دو کے سوا تمام ساتهيوں نے رفاقت چهوڑ دي' اور ١٣ رفيق نذر اجل هوگئے - تاهم اس نے همت نه هاري اور سفر جاري رکها - مگر ٧٤ درجه تک پهنچکر زاد راه نے بهي پيام اختتام سنايا - يه مصيبت لا علاج تهي - مجبوراً بنکس (Banks) ميں اتر پڑا جو ٣٠ ميل راس پرنس البرٹ سے مغرب ميں واقع هے (قطب شمالي کو نقشه ميں نکالکر ايک نظر ڈال ليجيے)

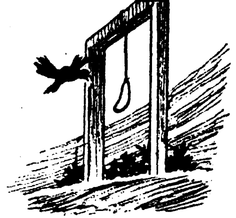
فروري سنه ١٩١٥ع ميں شمال کي طرف مزيد سياحت شروع کي' اور بالآخر ١٩ جون کي صبح کو اسکي منتظر آنکهوں کا ايک جديد سر زمين کے منظر بري نے استقبال کيا' جسکي تلاش ميں برف و سرما کي تين مهلک فصليں اسنے برداشت کي تهيں !

يه نئي مکتشفه زمين نقشه ميں عرض شمالي کے درجه ٧٨' اور طول غربي کے ١١٧ درجه ميں واقع هے' اور اسکا داخلي طول ١٥٠ ميل تک اندازه کيا گيا هے -

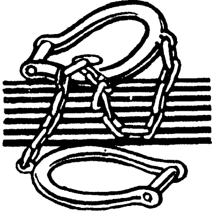
استيفنسن تکميل تحقيقات کے بعد واپس روانه هوا - نقطه مارٹن (Marttin Pt.) تک تو اسکے ورود کي دنيا کو خبر ملي' ليکن اسکے بعد تمام گذشته سال انتظار و تجسس ميں بسر هوگيا اور کوئي مزيد اطلاع نهيں ملي - يهانتک که عام طور پر اسکي هلاکت کا يقين کر ليا گيا - ليکن گذشته نومبر ميں يکايک ايک پيغامبر کنيڈا ميں پهنچا' اور اس سے معلوم هـوا که استيفنسن راس کليٹ (C. Kellett) ميں بخيريت موجود هے' اور بعض ديگر علمي تحقيقات ميں مشغول هے -

اس جديد ارضي اکتشاف نے علماء فن کے آگے ايک نيا مبحث کهولديا هے - ارض جديد کي جيو لوجي' نباتاتي' حيواني' اور مقناطيسي حالات و موثرات کے متعلق عرصه تک بحث و نظر کا سلسله جاري رهيگا - بشرطيکه يورپ کے موجوده تمدن کي اتني عمر اور بڑهجاے' که وه کرۂ ارضي کي اس نئي متاع يغما سے متمتع هوسکے -

زمين کا جسقدر بحري و بري حصه يورپ کے تصرف ميں قدرت نے ديديا تها' کيا اسکو امن اور راحت دينے کے کام سے وه فارغ هوگيا هے که اب اسکے چهپے هوے چند ٹکڑوں پر بهي متصرف هونا اور انکي خبروں سے فتح مندانه مسرت حاصل کرنا چاهتا هے ؟



احرار اسلام



الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاريخ عهد عباسيه کا ایک صفحه

مسئله خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشيد

علماء سلف كي حرية حقه اور دعوة الى الحق کا ایک نظاره

(۳)

(شيخ عبد العزيز کي بقيه تقرير)

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا ' شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا - سارے دربار پر ایک بیخودانه هیبت طاري تھي - فوجوں کي قطاریں جسکے ترانے کیلیے نکالي گئي تھیں ' امراؤ رؤسا کا پر عظمت جلوس جسکي زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاهتا تھا ' خدام و حجاب کي برهنه تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنی اشارہ شاهي پر قتل کردینے کیلیے چمک رهي تھیں ' اور جو ایک فقیر الحال اجنبي اور بیکس مجرم کي طرح بغداد کي کوتوالي میں کھڑا کیا گیا تھا ' حق کي شہنشاهي کو دیکھو که رهي شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسطرح پادشاهوں کي طرح غضبناک هورها اور شہنشاهوں کي طرح حکمراني کر رها هے ' گویا بغداد کے تخت پر مامون کي جگهه اسکو بٹھا دیا گیا هے ' اور ایوان دربار کے اندر اور باهر جو کچھه هے ' وہ مامون الرشید اعظم کیلیے نہیں هے بلکه عبد العزیز بن یحیی الکناني کیلیے هے !

اور پھر دیکھو که ان چند لمحوں کے اندر کوئي چیز بھي نہیں بدلي - رهي مامون هے ' رهي اسکا تاج و تخت هے ' رهي اسکے ارکان و وزرا هیں ' رهي فوجیں هیں ' رهي انکي بے نیام تلواریں هیں ' رهي مجلس مناظرہ هے ' اور رهي عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تنہا ' لیکن صرف ایک چیز بدل گئي - یعني عبدالعزیز کا دل اور اسکي ایمان و حق پرستي کي روح الہي - اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھه هي تمام کائنات جسم و طاقت میں بھي انقلاب عظیم هوگیا - جو انسان قہر کیلیے تھے ' خود مقہور هوگئے - جو زبانیں حکم کیلیے تھیں ' خود محکوم هوگئیں - جو هاتھه عتاب کیلیے تھے ' خود معتوب هوگئے - جو آنکھیں سحر و ساحري کیلیے تھیں ' خود مسحور هوگئیں ' اور جو عظمتیں کسي سے سجدہ خواہ تھیں ' اب خود هي کسي عظمت اعلی و رفعت کبری کے آگے سر بسجود هوگئیں ! من له المولی فله الکل !

شیخ نے تقریر جاري رکھي اور خلافۃ اسلامي اور اسکے فرائض کي طرف متوجه هوے ' اور بکثرت قران حکیم کي آیات اور احادیث کي تصریحات بیان کرکے دکھلایا که مسلمانوں کے امیر کو کیسا هونا چاهیے ' اور خلفاے عباسیه علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے هیں ؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابه کے اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا ' اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں ' جن میں خلافۃ راشدہ کے بعد فتنه و فساد کے پیدا هونے کي خبر دیگئي تھي ' اور بتلایا گیا تھا که نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لاے جائینگے اور انکو کتاب و سنت کي راہ سے منحرف کرنے کي کوشش هوگي -

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں ' ان میں عبد الله ابن نمیر الهمداني بھي هیں جو محمد بن عبد الله ابن نمیر الهمداني استاذ امام بخاري کے والد هیں ' نیز عبد الرزاق الصغاني هیں جو حضرۃ امام احمد ابن حنبل کے مشہور شیوخ میں سے هیں -

شیخ نے رساله میں اپني پوري تقریر نقل کي هے جو چار صفحوں میں آئي هے - رساله کي جو نقل اس وقت پیش نظر هے ' وہ فلسکیپ کاغذ کي تقطیع پر لکھا گیا هے ' اور هر سطر میں ۲۵ سطریں هیں - لیکن بخوف طوالت بقیه تقریر کو هم نظر انداز کردیتے هیں - تقریر کا خاتمه ان الفاظ پر هوا :

" اے امیر المومنین ! خدا تعالی نے هم سے اپنے کلام کي نسبت صرف یہي اقرار چاها هے که وہ الله کا اُتارا هوا کلام هے جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی الله علیه وسلم پر اُتارا اور اُسکي زبان عربي هے جیسا که فرمایا : و انه لتنزیل رب العالمین ' نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربي مبین - اُس نے کہیں بھي هم سے اسکا اقرار نہیں کرایا هے که تم قرآن کو مخلوق کہو اور نه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے کبھي اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا - جب کبھي کوئي کافر مسلمان هوتا تھا تو آپ اس سے الله کي وحدانیت کا اقرار لیتے ' اپني رسالت پر گواهي دلاتے ' اور ارکان اربعه کي طرف دعوۃ دیتے ' لیکن یه نه کہتے که قرآن کو مخلوق تسلیم کرو - پھر تمام اصحاب رسول الله کا بھي یہي حال رها ' اور باوجودیکه ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے ' اُنھوں نے کبھي بھي اس حد سے باهر قدم نہیں نکالا جو قرآن و سنت نے قرار دیدي هے - پس اے امیر المومنین ! تجھکو کیا هوگیا هے که اُمۃ مرحومه کیلیے رحمت هونے کي جگه عذاب بننا چاهتا هے ؟ اور جب تک کوئي مومن قرآن کے مخلوق هونے کا اقرار نه کرے ' تیري تلوار سے نجات نہیں پاسکتا ؟ والله که یه بدعتوں اور فتنوں کا رهي سیلاب هے جسکے اُمنڈ نے کي همکو خبر دي گئي تھي ' اور جس سے اصحاب رسول الله نے همیشه بیزاري کي تھي - گمراهوں اور بدعتیوں کا یه تمام گروہ جو تیرے گرد جمع هوگیا هے اور تجھکو صراط مستقیم سے بھٹکا رها هے ' کیا تیري نظر میں انکي دلیلوں کي اس سے زیادہ وقعت هے جو رسول الله اور اُنکے اصحاب کو خدا نے دي هے ؟ اگر توحید اور عدل یہي هے اور خدا کي تمام صفتوں سے انکار کیے بغیر کوئي مومن مومن نہیں هوسکتا ' تو کیا وہ سب کے سب مومن نه تھے جو اگر مومن نه تھے تو خود همارا ایمان بھي باقي نہیں رهتا ؟ "

اسکے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیۂ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احتراز کی وصیت کی - پھر کہا :

" صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا والی ہے ' مجھے تیری مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کی توفیق دیدی - میں نے جو کچھہ کہا ہے اگر حق ہے تو اسکی تصدیق کر' اور ان مفسدوں کا ساتھہ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں - اگر حق نہیں ہے تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا ' اور مجھکو جھٹلا تاکہ میں اس چیز کے حق ہونے کی راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا - یہ حضرت ابراهیم خلیل علیه السلام کی سنت اور انکا طریق ہے کہ انہوں نے حجة پیش کی اور منکرین سے حجة طلب کی ' لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے راہ حجة و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لی تھی' اور کہا تھا کہ : حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین - ابراہیم کو آگ میں جلادو' اور اسطرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئی حجة نہیں لا سکتے - ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کیلیے حجة و دلیل نہ تھی' اسلیے وہ حضرة ابراہیم پر جور و قہر اور ظلم و ستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتح مند کرنا چاہتے تھے - پس اگر دلیل و حجة کی سنت کی جگہ قہر و ظلم کی سنت پر تو عمل کریگا' تو یاد رکھہ کہ یہ ملة ابراھیمی کی سنت نہوگی ' ملة نمرودی کا اتباع ہوگا - با ایں همه پیروان ابراهیم علیه السلام اسکے لیے بھی طیار ہیں' اور تو دیکھہ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لیے طیار نہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا "

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئی تھی : " اس شخص کیلیے تو صرف یہی کہدینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجھک - خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بد شکل نہیں دیکھا" شیخ نے یہ جملہ سنا تھا' مگر اسوقت خاموشی اختیار کرلی تھی - اب وہ اسطرف متوجہ ہوے :

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میری خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کیلیے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے' لیکن میں نے دربار میں آتے ہی سب سے پہلی آواز جو سنی ' اسی سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجة کا کیا حال ہے ؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں ؟ پھر کیا وہی لوگ مجھسے مناظرہ کرینگے جنکے پاس سب سے بڑی دلیل بطلان حق کیلیے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا؟ اور میں انکی نگاہوں میں جمیل و حسین نہیں؟ اے امیر المومنین ! میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کی دیواروں پر بنے ہوے ہیں اگر خوشنما نہوتے ' تو تو انکو ملامت کرتا یا انکے صناع اور صناع کے قلم کو؟ اگر تیری ملامت صناع تک پہنچتی تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کرکے انہوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کی اور اسکی صناعت کو ذلیل نہیں ٹھرایا؟ کیا یہی وہ توحید ہے جسکے یہ لوگ مدعی ہیں' اور جو کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جاے؟ حضرة یوسف علیه السلام کو اللہ تعالی نے جمال جسم اور حسن خلقة عطا فرمایا تھا ' لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکالکر ملک و سلطنت عطا کی تو انہوں نے کہا : " اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" اے بادشاہ ! اپنی سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں - یہ نہیں کہا کہ " انی حسن جمیل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں -"

(مامون کی محویت)

شیخ لکھتے ہیں :

" میں جب تک تقریر کرتا رہا ' مامون اسطرح ٹکٹکی لگاے میری جانب نگراں تھا ' گویا پتھر ہے' جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح - اثناء تقریر میں کئی بار میں نے دیکھا کہ اسکی آنکھیں تر ہوگئی تھیں' اور قریب تھا کہ انسے آنسو بہہ نکلے - یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے' اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے' تو انہوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و محویت سے وہ خود ہی بیحال ہورہا ہے- ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہوگیا کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کیلیے قتل و سلب کے سوا اور کچھہ نہیں رکھتا تھا ' وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے' اور جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں سن رہا ہے ؟ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بیخبر تھے' اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھہ اسی کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے " -

(مامون کی تقریر)

شیخ جب تقریر ختم کرچکے تو مامون الرشید کچھہ دیر تک خاموش رہا - پھر کہا :

" اے عبد العزیز ! اللہ تجھپر رحم کرے - تو نے جو کچھہ کہا میں نے سنا' اور جن جن چیزوں کو تو نے میری طرف نسبت دی ' ان کیلیے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا - الحمد للہ کہ میں انسے بری ہوں - میں بندگان خدا پر ظلم نہیں کرنا چاہتا' بلکہ انکو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں جسکو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاہر کیا ہے - با ایں همه یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا ' اور خدا کی قسم' میں تیری سختی اور درشتی کی وجہ سے اپنا انتقام تجھسے نہ لونگا' بلکہ تیری دلیلوں کو سنونگا اور تیرے براهین کو وزن کرونگا - مجھپر ظاہر ہوگیا کہ تو حق کی غیرت رکھتا ہے اور اسکے لیے بے باک ہے- تو نے اپنے گھر کو دنیا کیلیے نہیں چھوڑا بلکہ اس چیز کیلیے چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے - پس تیری حمیت حق اسکی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جاے' اور تیری کوئی سختی مجھکو اس اعتراف سے نہیں روک سکتی - میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے - اگر تیرے پاس حجة ابراهیمی ہے تو پیش کر جسکی پیروی کیلیے تو یہاں تک آیا ہے' اور جب تک تو قرآن کی اس شہادت اور عقل صریح کی اس دلیل کو نہ جھٹلادے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتی ہے' اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجة ابراهیمی کا پیرو ثابت کرے - حجة ابراهیمی یہ تھی کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرة ابراهیم نے کہا : " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے' اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھہ" یہ حجة ایسی تھی جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ و حس نے اسپر گواہی دی- پس تو بھی حجة لا ' اور صاحبان علم و حجج سے مناظرہ کر"

مامون کے آخری الفاظ یہ تھے :

و قد جمعت المخالفین لك لتناظر هم بیـن یدي' و اکون انا الحاکم بینکـم ' فان تبیـن

" اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو انسے میرے سامنے مناظرہ کرے' اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونوں فریق کیلیے ہوں (یعنی خود

الحجــة لك عليهــم و الحــق معــك ' اتبعناک ' و ان تــکن الحجة لهــم عليك ' عاقبناک -

کوئي فريق نه بنوں) پس مناظره کرو - اگر تيري حجة تيرے مخالفين پر واضح هو گئي اور حق تيرے ساتھه ثابت هوا تو هم تيري پيروي کرينگے ' اور اگر تو حجة نه لاسکا اور حق نے تيرے مخالفين کا ساتھه ديا ' تو پھر تيرے ليے اسکي سزا هے "

(آغـاز منـاظره)

شيخ نے مناظره کيليے پوري آمادگي ظاهر کي' اور مامون نے بشر مريسي رئيس معتزلۀ عهد کو حکم ديا که مناظره شروع کرو -

بشر اپني جگه سے اٹھکر مامون کي نشست کے قريب آيا ' اسکي تمام جماعـت اسکے ساتھه تھي - مامون نے خود هي فيصله کرديا تھا که دليل بشر پيـش کريگا اور شيخ جواب ديگا - خارج از موضوع کوئي بات نهيں کي جائيگي - دلائل کا تمام دار و مدار صرف قرآن کي اندروني شهادت پر هوگا ' اور هر فريق پورے ضبط و سکون اور کشاده دلي کے ساتھه مخالف کي تقرير سنيگا - مامون نے دونوں فريق کو مخاطـب کرکے اس بارے ميں جو تقرير کي ' وه نهايـت وقيع هے' اور گويا اداب مناظره پر ايک بهترين درس هے - جس قدر حصه شيخ نے اپني رساله ميں نقل کيا هے ' هم کسي دوسري صحبت ميں اسکا ترجمه کرينگے -

اب مناظره شروع هوا - بشر يکے بعد ديگرے قرآن کريم کي آيات پيش کرتا ' اور شيخ اسکا جواب ديتے - پھر رد و جواب الجواب کا سلسله جاري هوتا - شيخ نے حرف بحرف تمام مناظره نقل کيا هے اور پورے شرح و بسط اور انصاف و عدالة کے ساتھه مخالف کي تمام دليلوں اور تقريروں کو بھي قلمبند کيا هے -

افسوس که هم اس منـاظره کو نقـل نهيں کرسکتے' کيونکه بهت طول طويل هے اور رساله کے اوراق کا بڑا حصه اسي پر مشتمل هے - نيز زياده تر خالص علمي دلائل و مباحث سے تعلق رکھتا هے جسکے مطالعه ميں عام قارئين البلاغ کيليے کوئي دلچسپي نه هوگي - عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلافيہ ميں مسئلۀ قدم و خلق قرآن کے متعلق نظر آتے هيں ' وهي فريقين کي طرف سے پيش هوے ' اور هماري موجوده صحبت کا موضوع مسئلۀ خلق قرآن نهيں بلکه علماء سلف کے امر بالمعروف و نهي عن المنکر کا ايک نظاره دکھلانا هے -

بشر مريسي کے طرف سے جسقدر آيتيں قرآن حکيم کي پيش کي جاتي تھيں' اسکے جواب ميں خود قرآن هي سے عبد العزيز استشهاد لاتے اور ثابت کرديتے که ان آيات کو خلق قرآن سے کوئي تعلق نهيں -

اسي سلسله ميں حروف و اصوات کي بحث نکل آئي - جهم بن صفوان نے اگرچه نفي صفات کي بنا پر خلق قرآن کا دعوی کيا تھا ' ليکن بشر مريسي کا اعتقاد اشاعره کے اعتقاد سے اقرب تھا - وه زياده تر حروف و اصوات عربيه کے حدوث و خلق پر زور ديتا ' اور "کلام الله" اور " قرآن عربي " ميں تفريق کرکے اُس قرآن کے خلق و حدوث کو قطعي قرار ديتا' جو عربي زبان ميں هم پڑھتے اور لکھتے هيں - ليکن شيخ عبد العزيز نے ثابت کيا که جو قرآن اُتارا گيا وه عربي ميں تھا ' جيساکه جا بجا فرمايا : انا انزلناه قرانا عربيا - يا کها : بلســان عربي مبين - پس وه چيز جو عربي زبان ميں اُتري تھي اگر عربي تھي ' تو قطعاً عربي کے حروف و اصوات هي ميں تھي ' اُنسے مجرد نهيں هوسکتي' اور وهي کلام الله هے - پس کلام الله عربي ميں اُترا ' اُسي کو رسول نے تلاوت کيا ' اور وهي هماري زبانوں سے بھي نکلتا هے - کوئي دوسري چيز نهيں هے -

(فتح و شکست کا آخري ميدان)

سلسلۀ بحث بڑھتا جاتا تھا ' اور مامون کا يه حال تھا که کبھي شيخ کے حسن جواب کي داد ديتا ' اور کبھي بشر کے استدلال و استشهاد سے خوش هوتا که يکايک بشر نے کها :

" ميں اپنے اور تمام دلائل و براهين کو خود هي چھوڑ ديتا هوں' کيونکه اسطرح رد و کد ميں کوئي نتيجه نهيں نکلے گا - اب صرف ايک سوال کرتا هوں' اسکا جواب دو - تمام بحث کا ابھي خاتمه هوجائيگا اور حق کے اعتراف کے بغير تم کوئي راه نجات اپنے سامنے نه پاؤگے "

يه کهکر اس نے سوال کيا :

" قرآن نے صدها مقام پر الله کو خالق کل شي کها هے . يا نهيں يعني خدا هر چيز کا خالق هے ؟ "

شيخ نے کها : " هاں وهي هر شے کا خالق هے "

بشر نے کها : " قران بھي "شے" هے يا نهيں ؟ "

شيخ نے کها : "پهلے "شے" کي حقيقت سن لو پھر جواب مانگو"

بشر زياده تيز هوکر بولا : " ميں اور کچھه سننا نهيں چاهتا ' پهلے ميرے سوال کا جواب دو - قران بھي "اشياء" ميں داخل هے يا نهيں؟"

شيخ نے پھر کها : " تمهارا طرز سوال هي غلط هے - اسميں دھوکا هے - تم کو چاهيے که صبر و ضبط کے ساتھه پهلے ميري تقرير سن لو"

بشر نے کها : " تقريريں بهت هوچکيں' امير المومنين کو نتيجۀ مناظره کا انـتظار هے - اب اور کسي تقرير کي ضـرورت نهيں - تم ميرے سوال کا جواب دو "

شيخ نے پھر جواب سے اعراض کيا - اسپر بشر نے مامون سے کها : " يا امير المومنين! حاکم کا فرض عدل و انصاف هے - آپ حکم هيں - اگر عبد العزيز حجة رکھتا هے تو سوال کا جواب کيوں نهيں ديتا ؟ "

يه حالت ديکھکر محمد بن جهم معتزلي نے پکارا : "ظهر امر الله و هم کارهون ! " بشر کے گروه ميں سے ايک اور شخص اُٹھکر کھڑا هوگيا اور چيخ کر کها : " يا امير المومنين! جاء الحق و زهق الباطل - ان الباطل کان ذهوقا " شيخ عبد العزيز لکھتے هيں که خود بشر بھي اپنا جوش و تعصب نه روک سکا اور بار بار کهنے لگا : " و لکن قعد حمار الشيخ علی القنطره " يعني بالاخر شيخ کا گدھا پل ديکھکر بيٹھه گيا ' اور آگے نه بڑھسکا !

شيخ کا اعراض ديکھکر مجلس کو يقين هوگيا که شيخ کے پاس اس دليل کا کوئي جواب نهيں اور اس نے تلوار رکھدي - اگر وه تسليم کرتا هے که قران بھي شے هے اور اشياء ميں داخل' تو لازمي طور پر ماننا پڑتا هے که الله هر شے کا خالق هے اور هر شے مخلوق هے - پس قران بھي مخلوق هے - اگر نهيں مانتا تو عقل و بداهت سے انکار کرتا هے کيونکه يه ظاهر هے که قران بھي اشياء ميں داخل هے - يه کسي طرح نهيں کهه سکتے که وه شے نهيں - اگر شے نهيں تو کيا هے ؟

خود مامون الرشيد کا بھي يهي خيال تھا - اسے يقين هوگيا تھا که شيخ عبد العزيز بالکل بے بس هوگيا هے ' اسي ليے جواب سے بچنا چاهتا هے - اس نے پهلي دفعه غضبناک هوکر شيخ سے کها : " يا عبد العزيز! تجھے کيا هوگيا هے' کيوں سوال کا جواب نهيں ديتا ؟ "

(اعـــلان حـــق)

شيخ لکھتے هيں که " في الحقيقت اس وقت ميں کشمکش ميں مبتلا هوگيا تھا " اور صاف نظر آتا تھا که قران کے "شے" ماننے کے ساتھه هي يه سب لوگ شور مچائينگے که قـران کا مخلوق هونا ثابت هوگيا - ليکن مامون کے غضب ناک هوتے هي الله نے ميري مدد کي ' اور يکايک راه کاميابي دکھلادي "

شیخ نے کہا : " مجھکو جواب دینے سے انکار نہیں ' لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہے ' اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے اسلیے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاہتا تھا - با ایں ہمہ اگر امیر المومنین کو اصرار ہے تو اچھا ' میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ قران بھی اشیاء میں داخل ہے "

یہ اقرار سنتے ہی بشر اچھل پڑا ' اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھہ بول اٹھے :

" اگر قران بھی اشیاء میں داخل ہے تو قران کہتا ہے کہ الله تمام اشیاء کا خالق ہے اور تمام اشیاء مخلوق ھیں ' پس قران کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا "

شیخ نے گرج کر کہا :

" ہرگز نہیں ! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا - قران کہتا ہے : و یحذرکم الله نفسه یعنی الله تم کو اپنے " نفس " سے ڈراتا ہے - اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ الله کا بھی نفس ہے - اور پھر قران کہتا ہے کہ کل نفس ذائقة الموت ہر نفس کیلیے ضرور ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے - پس اگر اشیاء میں قران داخل ہوکر مخلوق ہوگیا ' تو کیا خدا بھی " کل نفس " میں داخل ہوکر اور نفس ہوکر موت کا مزہ چکھے گا ؟ "

شیخ عبد العزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ' اور ایسا معلوم ہوا ' گویا یہ الفاظ نہیں تھے ' ایک بجلی تھی جو یکا یک کوند گئی ' اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دہلا گئی - خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھتے کا دیکھتا ہی رہگیا ! فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون -

یا تو مامون الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کررہا تھا اور اسے خلق قران کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا ' یا بے اختیار ہوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا ' اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذ الله ! معاذ الله !! خدا کی ذات موت سے بری ہے ! "

(خاتمہ)

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا - شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا - وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجة کا اعلان آخری تھا !

مامون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جاے ' اور عبد العزیز سے مخاطب ہو کے کہا :

" اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہماری آجکی صحبت میں نہ ہوسکا ' لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھہ مقابلہ کیا ' اور اسکی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا - تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے - تیری جرات و ثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے - تو نے جس بے خوفی و بے جگری سے میرے حضور میں زبان کھولی اور جسطرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خوف سے بے پروا ہو کر تقریر کی ' واللہ کہ میں اسکی قدر کرونگا ' اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدر دانیوں اور حلم سے تھکا دونگا - میرے طرف سے تیرے لیے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے - اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو - تو اب مدینة السلام میں قیام کر اور ہر بدھہ کے دن میری صحبت علمی میں شریک ہو "

شیخ لکھتے ھیں : " اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجدیا جاے - نیز قیام کیلیے ایک سجا سجایا محل سرکاری بھی مرحمت ہو - پھر تلوار کی نیام پر ہاتھہ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا - تمام اہل دربار اٹھہ کھڑے ہوے - میں جب رخصت ہونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا " آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقتور حریف پر فتح پائی "

اسکے بعد لکھتے ھیں :

" میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں ' دکانوں ' اور کوٹھوں پر چشم براہ پایا - لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ جب انہوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ واپس جا رہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں تو انکی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی - لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے اور ارباب حق کی فتح پر خوشیاں منانے کیلیے ہجوم کرتے ' اور مجھسے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے - حتی کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ہو گیا - "

" اسکے بعد جب تمام علماء شہر و امصار کو واقعات مناظرہ کی خبر ملی تو اس غیر متوقع تائید غیبی پر سجدۂ شکر بجا لاے ' اور اس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا - جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کرسکتی تھیں ' پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرات نہیں پڑتی تھی - لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرات و ثابت قدمی کے ساتھہ حق کا اعلان کیا جاے ' تو الله کی نصرت کبھی ساتھہ نہیں چھوڑتی اور ہر شخص کامیابی حاصل کرسکتا ہے "

" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور وہ مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے - میں روایت کرتے کرتے تھک گیا - یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئی اور حجاز و شام تک سے لوگ دریافت کرنے کیلیے آنے لگے - تب عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اسکو پڑھکر حق کی فتح اور باطل کے خذلان کی سرگذشت معلوم کرلے "

(استدراک)

(۱) شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں (جو البلاغ کی گذشتہ اشاعة میں نکلا ہے) کہا ہے : " خدا نے مسلمانوں سے خلق قران کا اقرار نہیں کرایا لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے - خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون اور ہادی دونوں محمد بن منصور ملقب بہ مہدی کے بیٹے ھیں - مہدی کے بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشیں رہا - اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا - غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے -

(۲) تقریر میں انہوں نے کہا : " تم سے پہلے ائمۂ جور نے جو کچھہ کیا ' الله نے اسکے لیے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا جنکو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی -

(۳) اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علماء ' سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں - امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوة و تبلیغ حق ہی وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ہے ' اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ہستی مٹادی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھانس انسے زیادہ قیمتی ہے -



الاصــلاح والافســاد

(ان ارید الا " الاصلاح " مااستطعت !)

(۲)

(بعض جزئیات نتـائج افســاد)

(۱) بنو اسرائیل نے احکام توراۃ کي مخالفت کي ' اور خدا کي زمین میں عدل و اصلاح کي جگۂ عصیان و فساد پھیلایا - بخت نصر اُٹھا اور پامال کردیا ' کیونکه افساد کا آخري نتیجه یهي ھے :

و قضینا الی بني اسرائیل في الکتاب لتفسدن في الارض مرتین' و لتعلن علوا کبیرا - فاذا جاء وعد اولاھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار و کان و عــدا مفـعولا - (اســرائیل : ۴)

هم نے بني اسرائیل کیلیے کتاب میں فیصله کردیا تھا که تم لوگ دوبار زمین میں فساد پھیلاؤ گے' اور بڑي هي حد درجه کي سرکشي کروگے' سوجب پہلا عہد فساد کا آیا تو هم نے تمهارے اوپر اپنے طاقتور و جنگ آزما بندے بھیجدیے جنهوں نے تمام شہر کو اجاڑ دیا ' اور خدا کا وعده پورا هونے والا تھا -

(۲) ایک قوم نے احسان کي ناشکري کي' اور آنحضرت کے اُونٹوں کا گله لوٹ لیا ' چرواھوں کو قتل کردیا ' اسلام لاکر پھر مرتد هوگئي - قرآن حکیم نے اس افساد کي سزا مقرر کي' اور اُونکو وہ دیگئي:

انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون في الارض فســادا ان یقـتلوا او یصلبوا او تقـطع اید یهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض - (مائده : ۳۷)

اُونلوگوں کي سزا جو خدا اور خدا کے رسول سے لڑتے هیں اور زمین میں فساد پھیلاتے هیں' یه ھے که قتل کردیے جائیں ' یا پھانسي پر لٹکیں ' یا اُونکے هاتھه پانوں اُلٹے کاٹدالے جائیں ' یا جلا وطن کردیے جائیں -

(۳) الله تعالے مصلحین کي جماعت کو بتدریج بڑھاتا ھے' اور مفسدین کي جمعیت کو بتدریج توڑتا گھٹاتا ' اور پھر بالکل مٹا دیتا ھے - البته اس تدریج عروج و زوال کي رفتار مختلف هوتي ھے :

و اذکرو اذ کنتم قلیلا فکثرکم و انظــروکیف کان عاقبــة المفسد یــن (اعراف ۸۵)

اور یاد کرو که جب تم تھوڑے تھے' توخدا نے تمکو زیاده کردیا ' اورساتھه هي دیکھو که مفسدین کا کیسا انجام هوا ؟ ادھر تم بڑھتے گئے اودھر وہ گھٹتے گئے !

(۴) فرعون نے خدا کي زمین میں استکبار کیا ' ایک قوم کي آزادي سلب کرلي ' اوسکي قوت کو برباد کردیا ' اسکو غلاموں کي طرح اپنا محکوم رکھنا چاھا' یه عمل فساد تھا ' پس اسکا لازمي نتیجه نکلا اور اسکي تباھي کا وقت آگیا - آخري وقت آنکھه کھلي ' مگر اب وقت گذر چکا تھا :

الان و قد عصیت قبـل وکنت من المفسدیــن (یونس : ۹۱)

اے فرعون اب تو خدا کے آگے جھکنا چاھتا ھے حالانکه پہلے سرکشي کرچکا ھے اور زمین کے مفسدوں میں سے تیرا وجود بھي تھا !

(۵) اسي طرح اور بھي متعدد گذشته قومیں تھیں' جنکا مایه خمیر فساد تھا ' الله تعالی کے حکم سے کوئي زلزله کے ساتھه پیوند خاک هوگئي :

و اخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحــوا فــي دیارهــم جثمین -

جنلوگوں نے ظلم کیا تھا ' اونکو عذاب الهي کي کڑک نے پکڑ لیا ' اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے هي رهگئے -

کسي کو هوا اپنے ساتھه اُڑا لے گئي :

فارسلنا علیهم ریحا صرصرا في ایام نحسات لنذیقهم عــذاب الـخـزي في الحیوة الدنیا -

هم نے اون پر آندھي بھیجي انکي نامبارکي کے دنوں میں' تاکه هم اونکو دنیا میں ذلت و نامرادي کا عذاب چکھادیں -

کسي کو پاني اپنے ساتھه بہا لیگیا :

حتـــی اذا جــاء امرنا و فار التنــور

یہاں تک که جب همارے قانون عذاب کا وقت آگیا اور تنور نے جوش مارا -

دیکھو ' جزاء و سزا میں کسقدر مناسبت ھے ؟ فساد عدم ھے ' یه قومیں بھي معدوم هوگئیں - افساد نتائج اصلاح کو مٹاتا ھے ' یه قومیں بھي مٹ گئیں - کما تدین تدان -

(بعــض جزئیات نتائج اصــلاح)

لیکن اعمال صالحه کي حالت اعمال مفسده سے بالکل مختلف ھے - وہ زندگي اور طاقت و صحت هیں ' اسلیے زندگي هي کے نتائج کا اون سے ظہور هوتا ھے - وہ روشني هیں' اسلیے روشني هي کے تمام آثار و علائم اپنے ساتھه رکھتے هیں - اسي بنا پر الله تعالی نے اعمال صالحه سے زیاده اعمال صالحه کے نتائج و آثار کا ذکر کیا ھے :

(۲) ارباب اصلاح جو کام کرتے هیں ' صرف اپنے نور ایمان کي هدایت سے کرتے هیں' اونکو ترغیبات کي ضرورت نہیں هوتي:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات یهدیهم ربهــم بایمانهــم تجــري من تحتهم الانهار في جنت نعیــم (یونس ۹)

جو لوگ اللــه پر ایمــان لاے اور صالح اعمال اختیار کیے تو الله انکے ایمان کي روشني کو انکے لیے شمع هدایت بنا دیتا ھے - انکے لیے نعمتوں کي جنة ھے' اور اسکي نہروں کي رواني کا عیش نظاره !

نیکي و بدي اور فساد و صلاح میں یهي فرق ھے جسکو خدا نے اجمالاً بیان کیا ھے - هر بدي کے اندر ترغیبات کا ایک ذخیره چھپا رهتا ھے جو نفس اماره کو اپني طرف بلاتا ھے ' لیکن نیکي نہایت ساده صورت میں نمایاں هوتي ھے' کیونکه وہ انسان کي فطرة اصلي ھے اور فطرة کا هر جمال ساده هوتا ھے-

(۳) مصلحین هر شخص سے جھک کے ملتے هیں' تکبر و غرور سے اونکو نفرت هوتي ھے' استکبار اون سے چھو نہیں جاتا :

ان الذین آمنوا و عملــوا الصالحات و اخبتوا الی ربهم اولئك اصحـــب الجنة هم فیها خلدون - (هود : ۲۵)

جو لوگ ایمان لاے' صالح اعمال اختیار کیے' اور اپنے پروردگار کیلیے عاجزي کي' سو یهي لوگ " اصحاب الجنة " هیں جو اپني حیاۃ بہشتي میں همیشه شاد و خرم رهینگے !

" اخبات " یعنی عاجزي و تواضع اگرچه خود عمل صالح میں داخل ھے اور اسلیے مستقل حیثیت سے اسکے ذکر کي ضرورت نه

تھي' ليکن قرآن حکيم کا طرز خطاب يه هے که وه عام کے بعد خاص کو مستقلاً بيان کرتا هے' جس سے اوسکا اهتمام شان واضح کرنا مقصود هوتا هے - چنانچه تم کو معلوم هے که عام نمازوں کے بعد صلواة وسطی کا ذکر مستقل طور پر کيا گيا حالانکه احکام نماز ميں نماز کي هر شکل' هر قسم' اور هر طريق داخل تها - اسي اصول کي بنا پر خدا کے اثبات کا ذکر بهي يہاں مستقلاً کيا هے -

۴) مصلحين کے اعمال کبهي ضائع نہيں هوتے - عمل صالح کا بيج کبهي بهي سڑ گل نہيں سکتا - وه قطعاً پهليگا اور قطعاً پهل لائيگا -

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات انا لا نضيع اجر من احسن عملا (کہف : ۲۹)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا' تو انکو همارا يه قانون معلوم هو جانا چاهيے که هم عمل صالح کرنے والے کے اجر اور مکافات کو کبهي ضائع نہيں کرتے -

زنا سينکڑوں بچوں کو ضائع کرديتا هے' ليکن نکاح اپنے نتائج اپني گود ميں ديکهتا هے -

(۵) مصلحين ميں هميشه باهم محبت و يگانگي هوتي هے باهمي پهوٹ اور نفاق صاحب اصلاح گروه ميں نہيں هو سکتا :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا - (مريم : ۹۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا' سو قريب هے که خدائے رحمن انکے ليے محبت کا دروازه کهولديگا -

ليکن عمل فاسد کا نتيجه صرف بغض و عداوت هے :

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الی يوم القيمة (مائده : ۱۷)

هم نے قيامت تک کيليے اقوام نصاری کے درميان بغض و عداوت کي آگ بهڑکا دي -

انما يريد الشيطن ان يوقع بينکم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ليصدکم عن ذکر الله و عن الصلوة فهل انتم منتهون ؟

شيطان چاهتا هے که تمهارے درميان شراب نوشي و قمار بازي کے ذريعه بغض و عداوت ڈالدے' اور تم کو ذکر خدا اور نماز سے روکدے' تو کيا تم باز نہيں آ ؤگے ؟

(۶) مصلحين کي ايک بہت بڑي خصوصيت يه هے که وه عدل الهي کے قيام کيليے اپني تمام قوتوں کو وقف کرديتے هيں' اور جب کبهي اُن پر ظلم کيا جاتا هے تو پتهر اور گهانس کي طرح بيحس و حرکت نہيں پڑے رهتے بلکه انسان کي طرح اُٹهتے هيں اور ظالموں سے انکے ظلم کا بدله ليتے هيں تاکه ظالم کو سزا ملے اور عدل قائم هو - اس بارے ميں انکا اراده اور فعل دونوں يکساں هوتا هے - جيسا کہتے هيں ويسا هي کرکے دکهاديتے هيں - انکي زندگي کي بنياد اراده نہيں بلکه عمل هوتا هے :

انهم يقولون ما لا يفعلون الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و ذکروا الله کثيرا و انتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء : ۲۲۷)

ان مفسدوں کا يه حال هے که جو کچهه زبان سے کہتے هيں اسکے خلاف عمل کرتے هيں - البته وه لوگ جو الله پر ايمان لائے' عمل صالح کيا' زياده سے زياده الله کے ذکر ميں لگے رهے' اور ظلم کا بدله لينے ميں فتح مندي حاصل کي' بعد اسکے که انپر ظلم کيا گيا تها اور وه مظلوم تهے - سو انکا حال ايسا نہيں هے -

ليکن اگر کسي نے ظالم کي حمايت کي' يا اوسکے ظلم پر خاموش رها' يا خاموش رهنے کي هدايت کي' تو وه مفسد هے - کيونکه وه عمل فاسد کي اعانت کرتا هے -

(۷) مصلحين کي ايک خصوصيت يه هے که انکا اعتماد صرف الله پر هوتا هے' پس وه صبر کرتے هيں اور صبر کے معني کسي عمل اور کاميابي کي راه ميں مشکلوں کے برداشت کرنے اور قرباني کے هيں :

الذين صبروا و علی ربهم يتوکلون (عنکبوت : ۵۸)

جن لوگوں نے صبر کيا اور جو خدا هي پر بهروسا رکهتے هيں -

(۸) مصلحين معاملات ميں نہايت ديانت دار هوتے هيں - شرکت کے کاموں کو نہايت ايمانداري سے انجام ديتے هيں' مشترکه چيزوں پر خود قابض نہيں هو جاتے بلکه دوسروںکو بهي مداخلت کا موقع ديتے هيں :

و ان کثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم علی بعض الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و قليل ما هم (ص : ۲۳)

اور بہت سے ساجهے کا کام کرنے والے ايک دوسرے پر زيادتي کرتے هيں' مگر وه لوگ جو ايمان لائے اور عمل صالح کيا' تو انکا شيوه عدل اور ديانت داري هے - البته ايسے لوگ تهوڑے هيں -

(۹) خدا مصلحين کي دعا قبول کرتا هے' انکي پکار کبهي مردود نہيں هوتي - اور انکے مال و دولت کو بڑهاتا هے :

و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصالحات و يزيدهم من فضله (شوری : ۲۷)

اور جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا سو خدا انکي دعا کو قبول کرتا هے' اور انکے کاموں کے پهل ميں اپنے فضل سے برکت اور فراواني بخشتا هے -

(۱۰) وه کبهي ذليل و رسوا نہيں هوتے' بلکه هميشه معزز اور بلند و ممتاز هوتے هيں - تمام دنيا پر شرف و فضيلت صرف انهي کيليے هے - اشخاص کي حالت ميں بهي اور جماعت کي حالت ميں بهي :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خير البريه (بينه : ۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا' سو وه دنيا کي بہترين هستي هيں -

اگر کوئي قوم دنيا ميں ذليل هے تو سمجهه لينا چاهيے که وه عمل صالح نہيں کرتي :

(۱۱) وه هميشه حق اور قرباني کي باهم وصيت کرتے رهتے هيں اور ايک دوسرے کو اسکي دعوة ديتے هيں' پس تمام کائنات ارضي ميں کاميابي اور فتح و مراد انهي کيليے هے - زندگي کے تمام مشکلات اور عمل انساني کي تمام ناکاميوں سے وه محفوظ هوجاتے هيں :

والعصر ان الانسان لفي خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (و العصر : ۳)

زمانه شاهد هے که انسان کيليے ناکاميابي کے سوا کچهه نہيں هے - مگر وه لوگ جو ايمان لائے' عمل صالح کيا' حق اور صبر کي باهمدگر وصيت کي' تو انکے ليے ناکامي کي جگه هميشه کام و مراد کي زندگي هوگي !

(۱۲) مصلحين کو ظلم و غصب حقوق کا کبهي ڈر نہيں هوتا' کيونکه وه دليري کے ساتهه ظلم کا مقابله کرتے هيں' اور طاقت کے ساتهه اپنے حقوق کو محفوظ رکهتے هيں :

و من يعمل من الصالحات و هو مومن' فلا يخاف ظلما و لا هضما (طه : ۱۱)

اور جو شخص عمل صالح کرتا هے' اور ساتهه هي الله پر يقين رکهتا هے' سو اسکے ليے ظلم اور غصب حق سے کوئي خوف نہيں - نه اسپر ظلم هوسکے کا اور نه اسکا حق مارا جائيگا -

(۱۳) مصلحين کي کوششيں کبهي رائگاں نہيں جاتيں :

فمن يعمل من الصالحات و هو مومن فلا کفران

جو شخص عمل صالح کرتا هے اور الله پر ايمان لايا هے' تو اوسکي

لسعیہ و انا لہ کاتبون - (انبیاء : ۹۴)

کوشش کبھي ضائع نہ جائیگي' اور ہمارا قانون ایسا هي ہے -

اونکو ناکامیابي پر ناکامیابي هوتي ہے ' مگر وہ اپني دھن میں لگے رهتے هیں - کیونکہ اونکا نور ایمان بتاتا ہے کہ وهي ایک دن کامیاب هونگے - خدا کے پورے هونے والے وعدے کي دستاویز اونکے هاتھہ میں هوتي ہے - وہ ایک مقصد اعلی کیلیے کوشش کرتے هیں ' اونکو دھمکایا جاتا ہے مگر وہ نہیں ڈرتے - اونکو ملامت کي جاتي ہے مگر وہ آزردہ خاطر نہیں هوتے ' اسلیے کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے هیں :

فمن آمن و اصلح فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون - (انعام : ۴۸)

جو شخص ایمان لایا اور اپني اصلاح کي تو اسکے لیے نہ تو کسي طرح کا ڈر ہے اور نہ وہ کبھي غمگین هوگا -

(۱۴) عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا ہے' اسلیے پچھلے گناهوں کا جو داغ دل میں هوتا ہے' اسکو بھي مٹا دیتا ہے :

و الذین آمنوا و عملو الصالحات و آمنوا بما نزل علی محمد و هو الحق من ربهم' کفر عنهم سیاتهم و اصلح بالهم (محمد : ۲)

اور جو لوگ ایمان لاے ' عمل صالح کیا ' اور قران حکیم پر یقین کیا جو انکے پروردگار کي طرف سے انکے لیے پیام حق ہے' سو وہ یقین کریں کہ انکے تمام گناہ جھڑ گئے اور انکے دل کو سنوار دیا گیا -

اونکي گناهوں کي ناکام زندگي کو نیکي کي سعید و کامیاب زندگي سے خدا بدل دیتا ہے :

الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئك یبدل الله سیآتهم حسنات' و کان الله غفورا رحیما - (فرقان : ۷۰)

مگر جس شخص نے توبہ کي ' ایمان لایا' اور عمل صالح کیا' تو خدا اسکے گناهوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

حضرت عمر رضي الله عنه جب تلوار لیکر آنحضرت (صلی الله علیه و سلم) کے قتل کرنے کیلیے چلے تھے' تو یہ تلوار کیسي مفسدانہ نظر آتي تھي ؟ مگر اب اوسکے جوهر میں ایمان و اصلاح کے نور چمکتے هوے نظر آتے هیں - کیا یہ بدي کو نیکي کے ساتھہ بدلدینا نہیں ہے ؟

(۱۵) صالحین تقوی اختیار کرتے هیں ' جچي تلي هوئي بات کرتے هیں ' اور وہ اونکے اعمال کا سنگھار بن جاتي ہے :

یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و قولوا قولا سدیدا ' یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم - (احزاب : ۷۰)

مسلمانو ! خدا سے ڈرو ' ٹھیک اور پکي بات بولو ' وہ تمهارے اعمال کو تمهارے لیے سنوار دیگا ' اور تمهارے گناهوں کو معاف کردیگا -

(۱۶) مصلحین نہایت پاک و با مراد زندگي بسر کرتے هیں :

من عمل صالحا من ذکر و انثی و هو مومن فلنحیینه حیوة طیبة و لنجزینهم اجرهم باحسن کانوا یعملون - (نحل : ۹۹)

جس عورت و مرد نے عمل صالح کیا اور وہ مومن بھي ہے ' تو هم اوسکو ایک پاک زندگي عطا کرینگے اور اوسکے کاموں میں ایسي قوت دیدینگے کہ محنت سے زیادہ اسکا پھل پایگا -

(۱۷) مصلحین کے اعمال کے نتائج کسي نہ کسي طرح اونکي اولاد کو بھي مل جاتے هیں ' اور اگر نہیں ملتے تو اونکو یقین کرنا چاهیے کہ اونکا باپ صالح نہ تھا - اگر کسي قوم کو حکومت نہیں ملتي تو اوسکو ماننا چاهیے کہ اوسکے آباء و اجداد نے جو تاج سر پر رکھا تھا ' اوس میں صلاح و فلاح کا موتي نہ تھا - حضرة موسی جب ایک عالم الهي سے فیض یاب هونے کیلیے نکلے اور وہ انکے ساتھہ روانہ هوا تو راہ میں ایک شہر پڑا - شہر والے اتنے بد اخلاق تھے کہ انهوں نے رهنے کي جگہ تک نہ دي - لیکن حضرة موسی کے ساتھي نے شہر کے باهر ایک پراني دیوار کي تعمیر شروع کردي - حضرة موسی نے اس تعمیر پر تعجب کیا تو انهوں نے یہ علت بتلائي کہ اسکے نیچے ایک صالح مرد و عورت کي دولت ہے جسکے وارث انکے یتیم بچے هونگے :

و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحا' فاراد ربك ان یبلغا اشدهما و یستخرجا کنزهما رحمة من ربك - (کہف : ۸۲)

دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کي تھي' اوسکے نیچے اون دونوں کا خزانہ دفن تھا اور اون دونوں کا باپ صالح تھا ' خدا نے چاها کہ جب وہ جوان هوجائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں ' اور ایسا نہو کہ انکے جوان هونے سے پہلے هي دیوار پراني هوکر گر جاے -

لیکن اسکے لیے اولاد کو بھي صالح هونا چاهیے ' ورنہ نتیجہ بر عکس هوگا - حضرة موسی کے ساتھي نے اسي سفر میں ایک لڑکے کو قتل بھي کردیا کیونکہ بر خلاف ان یتیم بچوں کے وہ مفسد هونے والا تھا :

و اما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرهقهما طغیانا و کفرا - (کہف : ۷۹)

وہ لڑکا جسکو میں نے قتل کیا ' سو اسکے باپ ماں مومن تھے ' مجھکو خوف پیدا هوا کہ طغیان و کفر کي وجہ سے کہیں سرکشي نہ کرے -

(۱۸) صالحین کو ابدي شهرت حاصل هوتي ہے' اور وہ همیشہ قائم رهتي ہے - بقاء' دوام' استمرار' اصلاح کے لازمي خواص هیں :

رب هب لي حکما و الحقني بالصلحین و اجعل لي لسان صدق فی الاخرین - (شعراء : ۸۳)

خدایا مجھے نبوت دے ' اور مجھکو صلحا میں داخل کر' اور آنیوالي نسلوں میں میرا دائمي ذکر قائم رکھہ !

(۱۹) صلحاء کا دل حرص و طمع سے خالي هوتا ہے ' رشک و حسد سے اونکو نفرت هوتي ہے ' وہ جزاء آخروي کے آگے دنیوي مال و دولت کو هیچ سمجھتے هیں :

قال الذین یریدون الحیوة الدنیا : یلیت لنا مثل ما اوتي قارون انه لذو حظ عظیم - و قال الذین اوتو العلم و یلکم ثواب الله خیر لمن آمن و عمل صالحا - (قصص : ۸۰)

اونلوگوں نے جو دنیوي زندگي کے طالب تھے ' حسرت کھائي کہ کاش همارے پاس بھي وہ هوتا جو قارون کو دیا گیا ہے - وہ کیسا بڑا نصیبور ہے ! مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تھے اونهوں نے کہا یہ کونسي چیز ہے جسکے لیے حسرت کررہے هو؟

صد افسوس تم پر ! اصلي نعمت تو الله کا وہ بدلہ ہے جو صالحوں کو انکے اعمال کا ملتا ہے' اور خدا کے مومن و صالح بندوں کیلیے وهي سب سے بڑي چیز ہے -

(۲۰) بدي کا نتیجہ کتنا هي دل خوش کن هو مگر وہ معدود ہے ' شراب کا نشہ همیشہ نہیں رهتا مگر حق کا متوالا همیشہ مست رهتا ہے - چوري سے دولت کثیرہ هاتھہ آسکتي ہے ' مگر اوسکو گن سکتے هیں - لیکن تجارت سے جو فوائد حاصل هوتے هیں' اوسکي کوئي خاص حد نہیں - ایک معمولي دکاندار اپني زندگي خوش گذراني کے ساتھہ بسر کردیتا ہے' اور اوسکو کچھہ معلوم نہیں هوتا کہ کیا آیا اور کیا گیا؟ مگر چور روپیہ کو گن گن کے رکھہ دیتا ہے' پھر بھي چند دنوں میں تمام دولت اوڑ جاتي ہے - دل کا دکھہ اور ضمیر کي بے امني اسکے علاوہ ہے -

ان الـذین آمنـوا و عمـلوا الصالحات لهم اجر غیر ممنون (سجده : ۷۵)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا ' اونکے لیے غیر منقطع معاوضه هے -

(۲۲) هر چیز کا مرجع الله تعالی کی ذات هے ' اسلیے نیکی کے نتائج بهی اوسی کی طرف منتقل هو جاتے هیں ' لیکن تم نہیں جانتے که اس معراج روحانی کا زینه کیا هے؟ خدا خود بتلاتا هے :

الیه یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعه (فاطر : ۱۱)

خدا کی طرف کلمات طیبه چڑهتے هیں اور عمل صالح اوسکو اونچا کردیتا هے - (اس آیت کی مزید تفسیر آگے آئیگی)

پس هر نیک نیت کا ' هر سچی شہرت کا ' هر سچی کوشش کا ' زینه صرف اعمال صالحه هیں ' جو اونکو خدا تک پہونچا دیتے هیں -

(۲۳) بیٹے کے ساتهه باپ کی محبت عمل صالح هے ' کیونکه وه بیٹے کے اعمال صالحه کا نتیجه هوتی هے ' اور کوئی عمل صالح نتیجه بد پیدا نہیں کرسکتا - حضرت یعقوب علیه السلام و حضرت یوسف علیه السلام سے محبت تهی کیونکه وه صالح تهے ' اور اسلیے اونکو اپنے عمل صالح کا بہترین معاوضه ملا تها - لیکن انکے بهائیوں نے اس محبت کو جذب کرنا چاها ' مقصد نیک تها ' لیکن طریق اخذ و جذب مفسدانه تها ' اسلیے ناکامیابی و ذلت دائمی نصیب هوئی :

اقتلـوا یوسف او اطرحوه ارضا یخل لکم وجه ابیکم و تکونوا من بعـده قوما صالحین - (یوسف : ۹)

یوسف کو قتل کر ڈالو یا اوسکو کسی جگه پهینکدو ' باپ کی محبت تمہارے طرف منتقل هو جائیگی ' اور تم اوسکے بعد ایک صالح جماعت بن جاوگے -

(۲۴) دنیا کے بادشاه همیشه صلحاء هوتے هیں ' متعدد غیر صالح قوموں نے اپنی سلطنت کهودی - حالانکه وه ایک مدت تک وارث تاج و تخت رهچکی تهیں - متعدد حکمراں قومیں اعمال فاسده کے نشے میں چور هیں اور سمجهتی هیں که یهی اعمال تهذیب و تمدن کے زیور هیں - لیکن اُنکو خدا کے هاتهه کی گردش پر نگاه رکهنی چاهیے جو آهسته آهسته حرکت کرتا هے ' اور ایک مرتبه دفعتاً جهک کر اُلٹ دیتا هے : جعلنا عالیها سافلها :

ان الارض یرثها عبادی الصلحون (انبیاء : ۱۰۵)

زمین کے وارث صرف خدا کے صالح بندے هوتے هیں - فساد کے ساتهه حکومت نہیں باقی رهسکتی -

(۲۵) نیکی اور اصلاح کا ثمره پورا پورا ملتا هے :

و اما الذین آمنوا و عملو الصالحات فیوفیهم اجورهم و الله لا یحب الظلمین (آل عمران : ۵۰)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا تو خدا اُنکو پورا معاوضه دیگا اور الله ظالموں کو دوست نہیں رکهتا -

(۲۶) صلحاء تلاوت کرتے هیں ' خدا کا سجده بجا لاتے هیں ' امر بالمعروف والنهی عن المنکر کرتے هیں ' اور نیکی کی راه میں سب سے آگے رهنا چاهتے هیں :

من اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیات الله آناء اللیل و هم یسجـدون - یؤمنون بالله و الیوم الاخر و یأمرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یسارعون فی الخیـرات و اولائک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۸)

اور اهل کتاب میں ایک مستعد گروه هے جو خدا کی آیات راتوں کو پڑهتا هے اس حال میں که وه سر بسجود هوتا هے ' خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا هے ' نیکی کا حکم دیتا هے ' برائی سے روکتا هے ' اور نیکی کی طرف تیزی سے بڑهتا هے ' وهی لوگ صلحاء میں سے هیں -

(۲۷) صلحاء کا ولی اور رفیق و مددگار صرف خدا هوتا هے ' اسلیے وه آسی سے رشتهٔ مودت جوڑتے هیں :

ان ولیی الله الذی نزل الکتب و هو یتـولی الصـا لحین - (اعـراف : ۱۹۶)

میرا ولی صرف خدا هے جس نے کتابیں نازل کیں ' اور وه صالحوں کو دوست رکهتا هے -

(۲۸) برائی کتنی هی پهیلی هو ' تاریکی کا بادل کتنا هی غلیظ هو ' مگر صلحا کا نور ایمان اُنکو برائیوں میں ملوث هونے سے بچا لیتا هے :

و نجیناه من القریة التی کانت تعمل الخبا ئث انهم کانوا قوم سوء فسقین و ادخلنا فی رحمتنا انه من الصالحین - (انبیاء ۷۴)

اور هم نے لوط کو اُس گانوں سے نجات دی جو بدکاریاں کرتا تها ' وه نہایت بری اور بدکار قوم تهی - اور هم نے اُوسکو اپنی رحمت میں داخل کیا که وه صالحین میں سے تها اور صالحین کی جگه هماری آغوش رحمت هی هے !

(۲۹) صلحاء مصیبت کے وقت مایوس نہیں هوتے ' ناشکری نہیں کرتے ' اور خوشحالی میں غرور و فخر سے بهی بچتے هیں که اونکا ظرف وسیع هوتا هے :

ولئـن اذقنـا الانسـان رحمة ثم نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن اذقناه نعماء بعد ضراء مستـه لیقولن ذهب السیئات عنی انه لفـرح فخور الا الذین صبـروا و عملـوا الصلحت اولئک لهـم مغفرة و اجر کبیر (هود ۱۲ : ۱۳ : ۱۴)

اور اگر هم نے انسان کو اپنی رحمت کا مزا چکهایا اور پهر اوس سے رحمت کو چهین لیا ' تو وه نا امید و نا شکرا هو جاتا هے ' اور اگر نعمت کی لذت مصیبت کے بعد چکهائی ' تو کہتا هے که ابتو برائی میرے پاس سے چلی گئی ' اور خوش هوکر غرور سے اترانے لگتا هے ' البته ان لوگوں کا یه حال نہیں هوتا جنهوں نے اعمال صالحه اختیار کیے ' مشکلات میں صبر کیا - سو اونکے لیے مغفرت اور بڑا معاوضه هے -

(۳۰) وه لوگوں کی امانت ادا کرتے هیں ' اور نہایت منصفانه فیصله سناتے هیں - خدا نے صلحاء کے ذکر کے بعد اونکو عدل احکام کا حکم دیا هے - کیونکه عمل صالح کا یهی نتیجه هونا چاهیے :

ان الله یامرکم ان تو ردا الامانات الی اهلهـا و اذا حکمتـم بین النـاس ان تحکموا بالعدل - (نساء : ۶۱)

خدا تمکو حکم دیتا هے که امانتوں کو ادا کرو ' اور جب فیصله کرو تو انصاف کے ساتهه کرو -

اب اعمال فاسده و اعمال صالحه کی فہرست تمہارے سامنے هے ' مصلحین و مفسدین کی جماعت تمہارے آگے کهڑی هے - نتائج پیش نظر هیں ' مختلف حیثیتوں سے مقابله کرو ' اعمال فاسده کس کثرت سے هیں ' اور کسقدر نقش و نگار کے پردے میں چهپے هوے هیں ؟ لیکن نتائج کا حال مختلف هے ' اعمال فاسده کا صرف رهی ایک نتیجه هے جسکا عبرت ناک منظر گذشته قوموں کے افسانے پیش نظر کردیتے هیں - لیکن اعمال صالحه کے نتائج کس کثرت سے هیں ' اور کس قدر مختلف هیں ؟ اعمال صالحه اپنے خواص و نتائج و آثار سے کبهی الگ نہیں هوسکتے ' اسلیے خدا نے اعمال کے ساتهه اونکے نتائج و آثار کا بهی ذکر کیا هے - لیکن اعمال فاسده کے نتائج اون سے جدا بهی هوجاتے هیں - اسلیے کوئی مفسد دفعتاً برباد نہیں هوجاتا ' وه آهسته آهسته هلاک هوتا رهتا هے - قرآن حکیم کی اصطلاح میں اسیکا نام " امهال " هے - یعنی بتدریج هلاکت و تباهی کا قانون الهی - (البقیة یتلی)

مراسلات

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام اور سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي)

گذشتہ نمبر میں اقوام جدیدہ و قدیمہ کے اشتراکي مذاهب اور انکے اثرات پر بہ تفصیل بحث کرچکے هیں - اب هم دکھلانا چاهتے هیں کہ اس بارے میں اسلام کي تعلیمات کیا هیں ؟ سوشیلزم کے اعتبار سے سب سے پہلے اصلاح معاشرت کا مسئلہ سامنے آتا ھے ‘ یعني ذاتي اعزاز و امتیاز متادیا جاے اور تمام افراد باعتبار معاش و مال کے مساوي الرتبہ هوجائیں -

مساوات کي چار صورتیں هیں ‘ مساوات نسبي و قومي ‘ مساوات حقوق و قانون ‘ مساوات رتبہ ‘ مساوات مالي -

(مساوات نسبي و قومي)

اسلام نے نسبي و قومي امتیاز بالکل متا دیا ھے ‘ اور تمام مسلمانوں میں ایک عام اسلامي برادري قائم کردي ھے - ایک مسلمان کو کسي دوسرے مسلمان پر کوئي قومي یا نسبي امتیاز حاصل نہیں ھے - قرآن مجید میں ھے :

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم (حجرات)	لوگو! هم نے تمکو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ‘ اور تمکو مختلف قوم اور قبائل بنایا ‘ تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو ‘ خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اور مکرم وهي ھے جو زیادہ پرهیزگار هو -

دوسري آیت یہ ھے :

انما المومنون اخوة (حجرات)	مسلمان سب آپس میں بھائي هیں -

رسول الله صلی الله علیہ و سلم نے فرمایا ھے :

ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة و فخرها بالاباء - انما هو مومن تقي او فاجر شقي - الناس کلهم بنو آدم و آدم من تراب (ترمذي باب مفاخرة)	خدا نے جاهلیت کي نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم سے دور کردیا ھے - آدمي یا مومن اور پرهیزگار ھے ‘ یا بدکردار اور شقي ھے ‘ تم سب آدم کے بیتے هو اور آدم متي سے بنا تھا -
انسابکم هذه لیست بمسبة علی احد - کلکم بنو آدم...... لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی (مشکوة باب مفاخرة)	نسب کسي کا کسي کے لیے باعث عار نہیں ھے ‘ تم سب آدم کے بیتے هو ...... ایک کو دوسرے پر دین و تقوی کے سوا اور کوئي سبب فضیلت نہیں ھے -
لا فضل لعربي علي عجمي و لا لعجمي علي عربي	عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئي فضیلت نہیں ھے -

یہ احکام صرف عام نصائح هي نہیں هیں ‘ بلکہ عملاً بھي اسلام نے اسکا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا - حضرت زینب جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کي پھوپھي زاد بہن تھیں ‘ انکو رسول الله نے ایک غلام سے بیاہ دیا - بلال رض ‘ سلمان رض ‘ حذیفہ ‘ صہیب رض ‘ جو حبش ‘ ایران ‘ اور یمن وغیرہ کے زرخرید غلام تھے ‘ اسلام نے معزز ترین عرب کي صف بصف اُن کو کھڑا کردیا -

حضرت بلال رضي الله عنہ حبش کے ایک ادنی غلام تھے جنکو حضرت ابوبکر رضي الله عنہ نے خرید کر آزاد کردیا تھا - حضرت عمر (رضي الله عنہ) اُنکو اپنا آقا کہا کرتے تھے - حضرت سلمان جو فارس سے عرب میں غلام بنکر آے تھے ‘ رسول الله (صلی الله علیہ و سلم) نے اُنکو اپنا نقیب فرمایا ھے اور اُنکا نام حضرت ابوبکر (رضي الله عنہ) حضرت عمر (رضي الله عنہ) حضرت علي (رضي الله عنہ) حضرت ابن مسعود (رضي الله عنہ) کے پہلو بہ پہلو لیا ھے - حضرت بلال نے مدینہ میں آکر شادي کرني چاهي تو مدینہ کي گلیوں میں لوگوں سے پکار کر کہا : " لوگو ! تم جانتے هو کہ میں ایک معمولي زرخرید غلام هوں ‘ تم میں کوئي شریف ھے جو اپني بیتي میري زوجیت میں دے " ؟ انصار نے کہا : " اے بلال ! مدینہ کا هر شریف اپني بیتي تمهاري زوجیت میں دینا اپني عزت سمجھتا ھے "

(مساوات حقوق قانوني) .

مساوات حقوق پر اسلام نے جس شدت سے عمل کیا ھے ‘ اُسکي نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتي - اسلام کي نظر میں جسطرح ایک حبشي اور ایک قریشي نسب کي حیثیت سے برابر هیں ‘ اسی طرح حقوق میں بھي بالکل مساوي هیں - اس کا ثبوت گو اوپر کي آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے هو رها ھے ‘ تاهم مزید توضیح کے لیے هم چند آیات ‘ احادیث ‘ اور واقعات پھر پیش کرتے هیں جن سے ثابت هوگا کہ اسلام نے کیونکر اعلی و ادنی ‘ امیر و غریب ‘ قریب و بعید ‘ دوست و دشمن ‘ سب کے ساتھہ عدل و انصاف اور قانون و حقوق میں مساوات کا حکم دیا ھے :

یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلوا هو اقرب للتقوی (آل عمران)	مسلمانو ! انصاف پر مضبوطي سے قائم رهو ‘ اور خدا هي کیلیے گواهي دو ‘ کسي گروہ کي دشمني اس بات کا باعث نہو کہ تم انصاف نکرو - انصاف کرو کہ یہ تقوی سے قریب تر ھے -

اس آیت سے ثابت هوتا ھے کہ همکو دوست و دشمن ‘ سب کے ساتھہ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ھے :

و اذا قلتم فاعدلو ولو کان ذا قربی - (انعام)	جب بولو انصاف کی بات بولو ‘ اگرچہ کسي تمهارے قرابت دار هي کے خلاف هو -

اس آیت کریمہ نے قریب و بعید میں مساوات کا فیصلہ کردیا :

کتب علیکم القصاص فی القتلی - (بقرہ)	تمپر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا -
النفس بالنفس (مائدہ)	جان کے بدلے جان -

ان دونوں آیتوں کا اطلاق تمام افراد انسان میں جان و زندگي کی مساوات ثابت کرتا ھے :

عن عبادة بن الصامت	عبـــادہ بن صامت سے روایت ہے کہ
قـال قـال رسـول الله	رسول الله صلی الله علیه و سلم نےفرمایا
صلی الله علیه و سـلم	که خـدا کے حدود (یعني خدا کے مقرر
اقیموا حدود الله علي	کردہ قواعد و آئین) دور و قریب سب پر
القریب و البعیدکـــم ولا	یکساں جاري کرو' اور خدا کے معامله
تاخذ في الله لومة لائم	میں تم ملامـت کرنے والوں کي
(ابن ماجه کتاب الحدود)	ملامت کي پروا نه کرو -

یه حدیث تعزیر و سزا میں قانون مساوات کو ثابت کرتي هے' اور یه اسلام کا صرف قولي حکم نہیں هے بلکه اُسکا اس پر عمل بهي رها - قبیلهٔ مخزوم کي ایک عورت چوري میں ماخوذ هوئي - قریش نے رسول الله سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اُسامه کو آماده کیا جنکو رسول الله بہت عزیز رکهتے تھے - لیکن جب اس واقعه کے متعلق آپ سے سفارش کي گئي تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا :

انما اهلك الذین قبلکم	تم سے پہلے قومیں اسلیے هلاک کي
انهم کانـوا اذا سرق فیهم	گئیں' که جب کبهي اُن میں کوئي بڑا
الشریف ترکوه - و اذا سرق	آدمي چوري (یا کوئي جرم) کرتا
فیهم الوضیع اقاموا علیه	تو اُسکو چهـوڑ دیتے اور جـب
الحدود ایم الله لوان فاطمه	کوئي معمولي آدمي چوري کرتا تو
بنت محمد سـرقـت	اُسکو سزا دیتے - خدا کي قسم اگر
لقطعت یدها ' (بخاري	محمد کي بیٹي فاطمه بهي چوري کرتي
الشفاعة في الحـدود)	تو میں اُسکا هاتهه کاٹتا -

حضرت عمر(ض) نے ایک جرم پر اپنے بیٹے عبید الله پر خود اپنے هاتهه سے حد جاري کي ' اور گو وه اسي سزا میں مرگئے لیکن حضرت عمرنے حد سے هاتهه نہیں روکا - ان احکام اور واقعات سے بالکل واضح هو جاتا هے که اسلام نے مساوات قانوني کا کسقدر لحاظ کیا هے ؟

اب آؤ' عام مساوات حقوق کي نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں -

یه ظاهر هے که رسول الله تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے' لیکن کبهي آپ نے اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیاده امتیاز نہیں چاها - ایک سفر میں کهانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے - رسول الله نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمه لیا - حضرت انس ایک نوجوان صحابي دس برس رسول الله کي خدمت میں رهے ' لیکن اُنکا بیان هے که اس طویل عرصه میں جتني خدمت میں نے رسول الله کي کي' اُس سے زیاده آپ نے میري خدمت کي !

خلفاے راشدین جو اسلام کے زنده پیکر تھے' انکا بهي همیشه یهي طرز عمل رها - حضرت عمر جب بیت المقدس جا رهے تھے تو ایک اونٹ تها جسپر باري باري سے حضرت عمر کا غلام اور خود حضرت عمر سوار هوتے تھے- جب بیت المقدس کے قریب پہونچے ' تو غلام کي باري تهي - غلام نے کہا " امیر المومنین شہر قریب هے آپ سوار هوں" حضرت عمر نے فرمایا " نہیں حق تمهارا هے تم سوار هو" آخر غلام سوار هوا اور حضرت عمر (ض) پیاده اونٹ کي ڈوري پکڑے هوے شہر میں داخل هوے - حالانکه یه وه وقت تها که تمام مخلوق خلیفهٔ اسلام کي شان و عظمت دیکهنے کے لیے گهروں سے نکل آئي تهي !

واقعهٔ اجنادین میں رومي سپه سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بهیجا - وه جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنے جب صحابه کو دیکهکر واپس هوتا هے تو رومي سپه سالار سے ایک تحیر کے عالم میں کہتا هے :

هم باللیل رهبان و بالنهار	یه لوگ رات کو راهب عبادت گذار اور
فرسان لو سرق ابن ملکهم	دن کو فوجي سوار هیں - اگر ان کے
قطعوه' و اذا زنی رجموه !	بادشاه کا لڑکا بهي چوري کرے تو هاتهه
	کاٹیں' اور اگر زنا کرے تو پتهراؤ کریں !

حضرت ابوبکر رضی الله نے خلافت کي پہلي تقریر جو کي تهي اُسکے حسب ذیل فقرے پڑهو :

و ان اقواکـم عنـــدی	تم میں جو سب سے قوي هے وه میرے
الضعیف حتی اخذلـه	نزدیک ضعیف هے ' یهاں تک که
بحقه' و ان اضعفکم عندی	میں اس سے حق وصول کروں ' اور تم
القوی حتی اخذ منـــه	میں جو سب سے کمزور هے وه میرے
الحق - (ابن سعد جزء	نزدیک قوي هے یهانتک که اُسکا
۳ صفحه ۱۲۹)	حق دلواؤں -

شاهزاده یمن مسلمان هوگیا تها - صرف اسلیے مرتد هوکر عیسائي هوگیا که ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابله میں حضرت عمر (ض) نے اُسکو کوئي ترجیح ندي- حضرت علي (ض) جب ایک مقدمه میں مدعا علیه بنکر آئے' تو اُنکو مدعي کے برابر کهڑا هونا پڑا ' فارس کي لڑائي میں جب مغیره بن شعبه رستم کے پاس سفیر بنکر گئے' اور اسلامي مساوات کے جوش میں وه رستم کے برابر تخت پر بیٹهه گئے' تو درباریوں نے یه گستاخي دیکهکر اُنکو تخت سے اُتاردیا' اُسوقت اُنکے منهه سے کس بیساختگي کے ساتهه یه الفاظ نکلے هیں :

لا یستعبد بعضنا بعضـا	همارے یهاں تو ایک دوسرے کو غلام
(۱)	بنانے کا دستور نہیں هے !

ایک مرتبه ایک شخص نے صرف اسلیے حضرت عمرکي اطاعت سے انکار کیا که اُسکو خیال هوا که حضرت عمرنے تقسیم غنیمت میں اپنا حصه عام مسلمانوں سے زیاده لیا هے - منصور عباسي بڑے جاه و جلال کا خلیفه تها - ایک شخص نے جب اُسپر قاضي کے یهاں دعوی کیا تو معمولي آدمیوں کي طرح اُسکو مدعي کے برابر قاضي کے سامنے کهڑا هونا پڑا - اسلام کے زیر سایه جو قومیں رهیں' اُنکو بهي هر قسم کے مذهبي اور ملکي حقوق حاصل رهے - اس تفصیل کے بعد کون کهه سکتا هے که اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا؟

(مساوات مراتب)

اسلام باهمي افراد میں ترجیح رتبه اور فضیلت مدارج کا قائل هے ' قرآن مجید میں هے :

انظر کیف فضلنا بعضهم	دیکهو همنے کسطرح اُنمیں سے ایک کو
علی بعض -	دوسرے پر فضیلت دي ؟

اور عقل بهي اُسکو تسلیم نہیں کرتي که مختلف اعمال ' اخلاق ' اطوار ' اور اوضاع کے آدمي اعزاز و فضیلت میں مساوي الدرجه هوجائیں - اسلیے اشتراکیت کا یه اصول کسي قدر ترمیم طلب هے- اسلام نے نہایت نکته سنجي کے ساتهه اسکي یوں ترمیم کي هے که اُسنے اعزاز و مرتبت کي دو قسمیں قرار دي هیں " صحیح اعزاز و منزلت " اور " ناجائز اعزاز و منزلت " نا جائز اعزاز و منزلت وه هے جو غرور' نخوت ' مناصب دنیوي ' وجاهت موروثي ' نسب اور دولت پر منبی هو- صحیح اعزاز و منزلت وه هے جسکي بنا اخلاق ' حسن عمل ' اور نیک کرداري پر هو- خدا فرماتا هے :

ان اکرمکـم عنـــد الله	خدا کے نزدیک تم میں سب سے
اتقکم - (حجرات)	زیاده معزز وه هے جو سب سے زیاده
	نیک کردار هے -

رسول الله صلی الله علیه و سلم فرماتے هیں :

الکرم التقوی (ترمذي باب مفاخرت)	بزرگي نیک کرداري هے -

مساوات رتبه کي واقعیت دریافت کرنے کے لیے حضرت مغیره بن شعبه کا وه قول پهر پڑهو' جو اُنهوں نے دربار فارس میں فخر و شرف کے لہجے میں کہا تها :

---

(۱) طبري جلد ۴ صفحه ۱۰۸ - مطبوعه مصر-

انا معشر العــرب سواء الا يستعبد بعضنا بعضاً -
هم عرب لوگ آپس میں برابر هیں - ایک دوسرے کو غـلام نہیں بناتے -

مساوات رتبه کي ایک صورت اور رهگئي که حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کا باهمي اختلاف رتبه بهي اُٹھه جاۓ، لیکن اگر اس سے مقصد یه هے که دنیا میں کوئي حاکم هو نه محکوم، آقا هو نه غلام، تو اسوقت تک یه ایک ناقابل عمل اصول هے جبتک دنیا میں مختلف الاستعداد اور مختلف الاخلاق انسان موجود هیں، اور اُن میں باهمي امداد کي احتیاج باقي هے - قرآن کہتا هے :

و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخـذ بعضهـم بعضاً سخریا -
هم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دي تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں لے سکیں -

اور اگر اس سے مقصود یه هے که باوجود امتیاز مراتب، حقوق میں یکساني هو، تو یه عین حکم اسلام هے - حقوق کو چھوڑو، اسلام کي شریعت میں تو رعایا اور غلام کا لفظ بهي بولنا مستحسن نہیں، سب انسان عباد الله یعني صرف الله کے غلام هیں -

(مساوات مالي)

فقرا اور اهل ثروت کے باهمي تصفیه کے لیے اشتراکیت نے جو اصول قرار دیے هیں، ان میں سب سے زیاده نا قابل عمل اصول یهي هے - تاریخي حیثیت سے اس اصول کي غلطي اسطرح ثابت هے که سولن کے عهد سے لیکر جو اس اصول کي تاریخ پیدایش هے، اب تک دنیا اس پر عمل نه کرسکي - سوشیالسٹ کہتے هیں که دولت کي اصل محنت هے اسلیے تمام افراد کو محنت کرني چاهیے، اور اسکا منافع مساوي طور سے تقسیـــم کردینا چاهیے - لیکن یه ایک صریح غلطي هے - یه صحیح هے که دولت کا زیاده تر مدار محنت هي پر هے، لیکن تمام افراد کي محنت یکساں نہیں هوتي - جب تک تمام افراد محنت، مقدار محنت، مهارات علم، قوت، صحت تدبیر، اور عقل میں مساوي نهوجائیں، انکي محنتوں کا معاوضه بهي مساوي نہیں هوسکتا - ایک شخص اپني قوت دماغي سے ایک شے ایجاد کرتا هے، اُسکي درستي اور تکمیل میں سالها سال کے شدائد برداشت کرتا هے، اور ایک مزدور صرف اُسکي نقل اُتار سکتا هے، کیا دونوں کي محنتوں کا ایک هي معاوضه دیا جائیگا ؟ ایک شخص ۲۴ گھنٹوں میں ۲۰ گھنٹے محنت کرسکتا هے، دوسرا صرف ۱۰ - گھنٹے، تیسرا ۵ - گھنٹے، چوتها ۲ گھنٹے، کیا یه انصاف هے که ان تمام مختلف الدرجات اشخاص کي محنت کي ایک هي قیمت هو؟ ایک ماهر فن دستکاري ایک شے نہایت عمدگي سے طیار کرتا هے - اسکا رفیق وهي چیز نہایت بهدي اور بد وضع بنا تا هے، کیا دونوں کا ایک نرخ هوگا ؟ ایک ماهر علوم جو کسي کالج کا پروفیسر هو، کیا اسکي تنخواه ایک نیم عالم کے برابر هوگي جو کسي معمولي اسکول کا ٹیچر هو؟ ایک لائق بیرسٹر اور ایک معمولي وکیل کا معاوضه ایک هوگا ؟ ایک جنرل اور ایک سپاهي کي قیمت ایک هوگي ؟ ایک دانشمند وزیر اور ایک محرر کا معاوضه مساوي هوگا ؟ کون کهه سکتا هے که ان سب کي محنتوں اور قابیلتوں کي ایک قیمت هوگي، اور جب ایک قیمت نه هوگي تو دولت اور قیمت محنت کے اختلاف مراتب کا مٹانا فطرت اور قدرت کي مخالفت هے -

دوسري بات قابل غور یه هے که تمدن افراد میں باهمي احتیاج پیدا کرتا هے - اگر دولت و تمول میں لوگ مختلف الدرجه نهوں، تو ایک بیمار کو نوکر، ایک کمزور کو بار بردار، ایک تاجر کو محرر، ایک گورنمنٹ کو سپاهي، ایک نا واقف فن طعام کو باورچي (وقس علي ذلک) کیونکر هاتهه آسکتا هے ؟ قرآن مجید نے انهي دو اصولوں کو مد نظر رکهکر اختلاف مدارج مالي کي طرف اشاره کیا هے :

والله فضل بعضکم علی بعض في الرزق، فمـــا الذین فضلـــوا برادي رزقهم علی ما ملکت ایمانهـــم فهو فیـــه سواء (نحل)
خدا نے رزق میں ایک کو دوسرے پر برتري دي هے، تو جنکو برتري دي گئي هے وہ اپنا رزق لوٹا کر اون لوگوں کو کبهي نہیں دینگے جنکے وہ مالک هیں تاکه وہ سب برابر هوجائیں -

دوسري آیت میں بهي اسي طرف اشاره کیا گیا هے :

نحن قسمنا بینهم معیشتهم في الحیوة ورفعنا بعضهم فوق بعض درجـات لیتخذ بعضهـــم بعضـــاً سخریاً (زخرف)
هم نے دنیاوي زندگي میں اُنکے درمیان اُنکي معیشت تقسیم کردي اور ایک کو کئي درجه دوسرے پر بلند کیا تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں مدد کیلیے لے سکیں -

اس بیان سے ظاهر هے که سوشیلزم میں مساوات مالي کا اصول نہایت خطرناک غلطي پر مبني هے - لیکن جو نتیجه اس اصول کے ذریعه سے اشتراکیین حاصل کرنا چاهتے هیں، اسلام نے اونکا دوسرا مفید ذریعه بتادیا هے جسکا بیان آگے آئیگا - اس تمام تفصیل کا ماحصل یه هے که فقرا اور اهل احتیاج کي امداد کے لیے اصلاح معاشرت کي جو مفید و حقیقي تجاویز تهیں، اسلام نے اُن سے دریغ نہیں کیا هے، اور جو کچهه افراط و تفریط تها، اُس سے صاف منع کردیا هے -

(اصلاح اقتصادي یا مالي)

اسلام نے اقتصادي امور میں جو اصلاحیں کي هیں، امرا اور اهل ثروت کو جس متعدل حالت پر رکها هے، فقرا اور اهل افلاس کي امداد و اعانت کي جو صورتیں پیدا کي هیں، اُنکو پڑھکر یه فیصله کرنا نہایت آسان هوگا که دنیا میں اسلام هي ایک ایسا مذهب هے جسنے تمدن کي تمام مشکلوں کو اس نکته سنجي کے ساتهه حل کردیا هے که جدید تمدن بهي باوجود اپني انتهائي وسعت کے نوع انسان کے لیے کوئي جدید اور مفید تجویز پیش نه کرسکا - مضمون کے گـــذشته نمبر میں هم اُن اقتصادي مشکلات کا بیان کرچکے هیں جن میں آجکل یورپ مبتلا هے، اور جن سے مسیحي مذهب انکو نجات دلانے سے بالکل عاجز هے - لیکن مسلمانوں کے هزار ساله تمدن میں صرف اُنکا ایک مذهب تها جو هر راه میں اُنکے لیے مشعل هدایت تها -

عقلاۓ یورپ نے مصائب اقتصادي سے رهائي پانے کے لیے سب سے ضروري تجویزیں یه پیش کي هیں :

(۱) اهل حاجت کي امداد کے لیے لوگوں کي آمدني پر ٹیکس لگایا جاۓ، اور اُنکے لیے فنڈ مقرر کیا جاۓ -

(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کي جائیں -

(۳) گورنمنٹ کا فرض هے که فقرا اور اهل حاجت کي خبرگیري کرے، بازار کا نرخ مقرر کرے -

یه تمام تجویزیں جنکو یورپ ایک مدت کے تجربه کے بعد سمجها هے، لیکن جن پر اب تک عمل نه کرسکا، اسلام انکو اپنے ابتداۓ پیدایش هي میں سمجهه چکا تها، اور ایک مدت دراز سے وہ ان پر عامل هے -

(اسلام میں مال کا رتبه)

سب سے پہلا مرحله یه هے که دولت و مال کا کیا رتبه هے ؟ اسلام کے سوا اکثر مذاهب نے اس نکته کے سمجهنے میں غلطي کي هے - عیسائیت کا حکم هے که اهل دولت آسمان کي بادشاهت میں داخل نہیں هوسکتے - یهودیت نے ایک حد تک دولت کي قدر کي هے، مگر اُنکي دولـــت کے ثمرات و فوائد صرف فقراۓ بني اسرائیل تک محدود هیں - بودهه مذهب پیشوایان مذهب

تجارت کو کیا کو اور مال پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے، لیکن اسلام نے دولت کو معیشت انسانی کا ستون قرار دیا ہے :

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما (نساء)	تم اپنا وہ مال بیوقوفوں کو نہ دیدو جسکو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے -

قرآن مجید نے مال کو جو پایہ بخشا ہے، اُسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ اسنے مال کو بیسیوں جگہ "فضل" کہا ہے، اکیس مقام پر لفظ "خیر" کے ساتھہ تعبیر کیا ہے، بارہ مرتبہ "حسنہ" اور "رحمۃ" کے لفظ سے یاد کیا ہے - (۱) اسلام کے فرائض خمسہ میں سے دو فرض کے ادا کرنے کا شرف صرف اہل ثروت کو عطا ہوا ہے -

(مال عام قـوم کا حق ہے)

مساوات مالی کی بحث میں ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ تمام قوم یا تمام ملک میں مال و دولت کی مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے، لیکن اس سے چارہ نہیں ہوسکتا کہ ملک و قوم کی تمام دولت اگرچہ ملکیت کی حیثیت سے افراد کے تصرف میں ہو، لیکن اُسکی بقا اور ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام دولت قوم اور ملک کی مجموعی دولت قرار دی جاے تاکہ ہر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کی دولت برباد اور تلف نہو جاے، اور قوم و ملک کی مجموعی دولت روبہ زوال نہ ہو - اگر کوئی شخص خود اپنی دولت آپ ہی ضائع کر رہا ہو تو بھی قوم و ملک کو اسکی اصلاح و بقا کے لیے دخل دینا جائز ہو - قرآن مجید نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے :

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم (نساء)	بیوقوفوں کو اپنا مال ندیدو -

اس آیت میں بیوقوف سے مراد نابالغ یا نا سمجھہ یتیم لڑکے ہیں، اور اُنکے سرپرستوں کی طرف خطاب کیا گیا ہے - یہ مال خود یتیموں کا ہے جو امانتاً اُنکے سرپرستوں کے پاس جمع ہے - خود سرپرستوں کا نہیں ہے - اس بنا پر چاہیے تھا کہ آیت یوں ہوتی : "بیوقوفوں کو اُنکی دولت ندیدو" لیکن یتیموں کی شخصی دولت عام سرپرستوں کی دولت اسلیے قرار دی گئی تاکہ شخصی دولت کو قوم و ملک کا حق قرار دیا جائے - اس سے زیادہ صاف یہ آیت ہے :

یا ایها الذین آمنو لا تاکلو اموالکم بینکم بالباطل (نساء)	ایمان والو! تم لوگ اپنی دولت آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو -

یہ ظاہر ہے کہ لوگ ناجائز طریقہ سے دوسرے ہی کی دولت حاصل کرتے ہیں - خود اپنی دولت کیسے حاصل کرینگے ؟ پس اس سے اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ گو وہ مال شخص غیر کے تصرف میں ہے لیکن درحقیقت وہ کل قوم کا حق ہے - اسلیے اُسکی حفاظت و بقا کی کوشش عام قوم و ملک کا فرض ہے -

(ذرائع معاش)

مذہب اسلام نے اپنے تمام پیرؤں کو کسب معاش کی تعلیم دی ہے - اُسکا عام حکم ہے :

لیس للانسان الا ما سعی -	انسان جو کچھہ کوشش کرتا ہے وہی اُسکے لیے ہے -

بیہقی کی روایت ہے :

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة -	پاک کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے بعد فرائض دینی کے -

تمام ذرائع معاش میں سے اسلام نے زراعت، حرفت، اور تجارت کو پسند کیا ہے، لیکن تجارت کو سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے - مفسرین کی راے ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ابتغاے فضل (یعنی خدا کے فضل کی تلاش) کا لفظ آیا ہے، وہاں تجارت ہی مقصود ہے - نماز جمعہ کے بعد حکم ہے :

فاذا قضیت الصــلواة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل الله - (جمعه)	جب نماز ہوجاے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور خدا کا فضل ڈھونڈو (یعنی تجارت میں مشغول ہو)

صحابہ کی تعریف میں ہے -

تراهم رکعا سجدا یبتغون فضـلاً من الله و رضوا نا (محـمد)	تم اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے ہوے، خدا کا فضل اور رضا ڈھونڈھتے ہوے دیکھو گے (یعني تجارت)

دوسری جگہ صحابہ کے تجارتی سفر کی مدح میں کہا گیا ہے :

و اخــرون یضــربون فی الارض یبتــغون مـن فـضـل الـلـه -	اور دوسرے لوگ ہیں جو خدا کا فضل ڈھونڈھتے ہوے (تجارت کرتے ہوے) ملک میں سفر کرتے ہیں -

حج میں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ برا سمجھتے تھے - اسلام نے ان الفاظ میں اسکی اجازت دی :

لتشــهدوا منــافـع لهم - (حج)	(حج کو آئیں) تاکہ وہ اپنے منافع و فوائد تجارت کو دیکھیں -

تحصیل معاش کے لیے تجارت کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا :

یا ایها الذین امنوا لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منـکم (نساء)	ایمان والو ! تم لوگ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، لیکن یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے -

حاکم نے کنی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا :

یا معشر قریش لا یغلبنـکم هذا و اصحابه علی التجارة فانها نصف المال (کنز العمال) (ج - ۲ - ص - ۲۱۸)	اے قـریـش ! تجـارت میں یہ لوگ تم پر بڑھہ نہ جائیں، کیـونکــہ تجــارت نصــف دولت ہے -

احادیث میں صنعت اور دستکاری کے بھی فضائل آے ہیں :

عن المقدام بن معد یکرب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم - قال ما کسب الرجل کســبا اطیب من یـده (ابن ماجه ابواب التجارة)	مقدام بن معدیکرب نے روایت کی ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا : انسان کوئی کمائی اپنے ہاتھہ کی کمائی سے بہتر نہیں پیدا کرسکتا ہے -

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول الله ! بہتر کمائی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا :

عمل الـرجل بیـده و کل بیع مبرور - (طبرانی)	انســان کے ہاتھہ کا کام اور ہر ایماندارانہ تجارت !

حدیث میں آیا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم بکری چراتے تھے، حضرت زکریا نجار تھے، حضرت ابو بکر صدیق بزاز تھے -

حضرت علی رضی الله عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول الله صلی الله علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لاے، تو آپ نے زراعت کے متعلق قریش کو خطاب کرکے فرمایا :

یا معشر قریش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوفان الحرث مبارک (کنز العمال بحواله ابن جریر) ج - ۲ - ص - ۲۱۹)	اے گروہ قریش تم ایسی زمین ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے، تو زراعت کرو، زراعت میں برکت دی گئی ہے -

(۱) جامع القرآن امام ابو الفضائل رازی - صفحہ - ۸۷ - ۸۸ -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کی مسٹریز آف دی کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑی سی رهگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Caloutta.



نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکسن فرموٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں گواسان لکڑی سے طیار کیا هوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - وڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندی هارمونیم سکھها کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے- یہ دوا اُن کھوئی هوئی قوت کو پھر پیدا کردیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے هی عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا ذمہ -کھانسی کے لیے بھی مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی هو یا بادی - بغیرجراحی عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Caloutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع هوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں هوتا کہ وہ کبھی اسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Caloutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور رنجمو زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سی - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اربھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

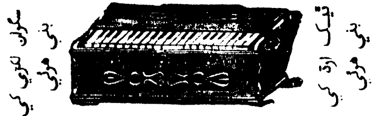
مس ایف - جی - ریلس - ایل - ایم - ایل آر - سی - پی ایف ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی هیں : - "نمونے کی شیشیاں اربھرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جی - ایم - براڈلی - ایم - ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈی بمبئی فرماتی هیں : "اربھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Caloutta.



IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا - یہ دوا کل دماغی شکایتونکو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتی ہے - یہ ایک نہایت عمدہ ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - هسٹریہ وغیرہ کو بھی مفید ہے جو لوس کو لڑکی ... کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے صرف ... جاتی ہے اس کے استعمال کرتے هی آپ محسوس ... قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رگوں کی تازگی - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manutacturing Chemist Post Box 141 Caloutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Caloutta

البیان

فی

مقاصد القران

ھذا بیان للناس، و ھدی و موعظۃ للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

---*---

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے، جسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب عالیہ تے جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کی راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخہ دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردی گئی ہے -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریخ ھندوستان

ترجمہ فارسی " ھسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

ھندوستان کی تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں، ان میں مسٹر جان - سی مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ مولوی عبدالرحیم گورکھپوری نے کیا تھا، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنی چھپی تو ہے ٹائپ میں، لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے - چند نسخے موجود ہیں - قیمت مجلد ۳ - روپیہ -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکتہ " کے نام آئیں -



Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ri

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (١٤ : ٥٢)

نمبر - ١٢ | كلكته : جمعه ٢٠ - ربيع الثاني سنه ١٣٣٤ هجري | جلد ١

Calcutta : Friday, 25th February, 1916.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے اڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

قيمت في پرچه | چار آنه

آب حیات

ہندی کایا پلٹ ، یونانی اکسیر البدن اور
ڈاکٹر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پروا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت - ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے باعث ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ، اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش ، تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچا سکتی ہے ، کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ، تپ محرقہ ، صفراوی تپ ، تپ پرسوت ، سل ، پیچش صفراوی اسہال ، سرسام ، درد سر ، درد پہلو ، نمونیا ، ذات الجنب ، تپش دل ، ناسور ، بدھ کا زخم ، درد کان ، مسوڑوں سے خون آنا ، پھوڑے پھنسیاں ، پٹھوں کا اکڑاؤ ، بواسیر ، نواسیر ، بھگندر ، تالو کا سوراخ ، دانت کا درد ، قبض ، درد قولنج ، درد امر ، نقرس ، چھپاکی متلی ، قے ، زخموں میں کیڑے پڑنا ، کثرت پیاس ، تشنج ، بیخوابی کھانسی خشک و تر ، ورم ، چھوڑے ، ورم پستان ، درد دل ، ہیضہ ، طاعون ، خنازیر ، درد شکم ، زہر دار ڈنگ ، بھڑ ، سانپ ، بچھو ، آگ سے جلنا ، گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ، درد ، چوٹ ، خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل ، دق ، کھانسی ، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ، بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباء ہندوستان سے جمع کرتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہو گیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہو کر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ، ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے ، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہو گئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے ، تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کر لو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے ، جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں ، اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لا کر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے ، فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے ، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں ، ناسور ، بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آ کر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہو کر آئندہ دورۂ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ، غلام ، نبی
زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مرسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ربن لین
کلکتہ

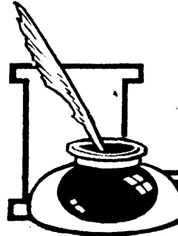
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
شش ماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۲

کلکتہ : جمعہ ۲۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ھجری
Calcutta : Friday, 25th February 1916.

جلد ۱



شذرات

مجـــوزہ شیعـــہ کالـــج

ایتها النفوس المختلفه ! و القلوب المتشتة ! الشاهدة ابدانهم ' و الغائبة عنهم عقولهم ' اظارکم علی الحق و انتم تنفرون عنه نفور المعزی من و عوعة الاسد ! هیهات هیهات ان اطلع بکم سرار العدل ' او اقیم اعوجاج الحق !

(حضرة علي علیه السلام - نهج البلاغة صفحه ۲۶۷)

گذشتہ نمبر میں میں اپنے اصول دعوۃ اور مسلک عمل کے متعلق بالاختصار عرض حال کرچکا ہوں - آج اپنے اختلاف اور وجوہ اختلاف کو ظاہر کرونگا -

(تحریک کي ابتدا)

کسي مولود کي حالت کا صحیح اندازہ کرنے کیلیے سب سے پہلي چیز اسکے مولد و منشاء کو معلوم کرنا ہے - اس اعتبار سے " مجوزہ شیعہ کالج " کیلیے بھي سب سے پہلي بحث یہ سامنے آتي ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ یعني کیا حالات و اسباب تھے جن سے اس تحریک کي تخلیق و تکوین ہوئي ؟ اسکا مبدء خود انسان کے قلب کے اندر ہے جہاں ضرورتوں کا احساس اور حقیقتوں کا علم ہوتا ہے ' یا باہر کا القا ہے جس نے اپني مصلحتوں کیلیے دوسروں کي مصلحتوں کا نام اختیار کیا ہے ؟ پھر جس فضاء میں اس تحریک کے مخلوق صناعي نے پرورش پائي ' وہ کہاں کي فضاء اور کس سرزمین کا موسم تھا ؟ میداني سر زمینیں تھیں جہاں بیج بویا جاتا ہے ' یا پہاڑوں کي چوٹیاں تھیں جنکي بلندي سے پاني برستا ہے ؟

اس بارے میں دنیا کي معلومات حسب ذیل ہیں :

غالباً تین سال کا زمانہ گذرا کہ شیعہ کانفرنس کے بعض ارکان نے علي گڈہ کالج کے متعلق بعض تحریرات شائع کیں ' اور اس مسئلہ کو چھیڑا کہ علي گڈہ کالج میں شیعوں کے حقوق بہ حیثیت شیعہ ہونے کے کیا کیا ہیں ' اور ان کو کس طرح پامال کیا جا رہا ہے ؟ ساتھہ ہي اس بارے میں ارکان کالج سے خط و کتابت بھي شروع کي ' اور اپنے جماعتي مطالبات کي ایک فہرست پیش کي - سب سے پہلي مراسلت غالباً نواب وقار الملک کے عہدہ نظامت کے عہد میں ہوئي تھي -

مطالبات کي فہرست میں نے اس زمانے میں دیکھي تھي مگر اس وقت انکي تمام جزئیات یاد نہیں - بہ حیثیت مجموعي اس فہرست کا یہ حال تھا کہ : خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا بعض مطالبات تو واقعي مستحق قبول تھے اور بعض صحیح نہ تھے - مثلاً شیعہ طلباء کے حقوق دیني اور اهتمام ضروریات دینیہ کے متعلق جو کچھہ تھا ' اصولاً سب درست تھا - لیکن اسکے ساتھہ ہي یہ مطالبہ بالکل بے معني تھا کہ کالج کا ایک سکریٹري سني ہو اور اسکے بعد دوسرا شیعہ - کالج کا سکریٹري یقیناً شیعہ ہونا چاہیے اور اگر ہمیشہ شیعہ ہي ہوتا رہے تو اور بہتر - لیکن اسلیے کہ وہ مسلمان اور صاحب صلاحیت ہے - نہ اسلیے کہ وہ شیعہ ہے - کیونکہ سنیت اور شیعیت ' سب مصنوعي اور خود ساختہ اسماء ہیں : سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان - نام کي سچائي اس کرۂ ارضي پر صرف ایک ہے - اور وہ " اسلام " ہے : هو سماکم المسلمین !

مطالبات میں شیعہ طلبا کي دیني تعلیم و تربیت اور دیني اعمال کے حقوق کے متعلق جسقدر دفعات تھیں ' اصولاً انکي صحت میں کچھہ کلام نہیں ' لیکن علي گڈہ کالج کي سر زمین میں سرے سے مذہب اور اسلام کي تعلیم و تربیت ہي کو کون پوچھتا ہے کہ سني اور شیعہ دینیات کي بحث کي نوبت آے ؟ اگر ارکان شیعہ کانفرنس کو اسکي شکایت تھي کہ انکي مخصوص تعلیم دینیات کا کالج میں کوئي انتظام نہیں ' تو وہ صحیح بتلائیں کہ عام طور پر نفس مذہب و اسلام کي تربیت ہي کا وہاں کونسا انتظام ہے ؟ جن ارکان کالج سے وہ شیعوں کے حقوق مانگ رہے تھے ' وہ پہلے نفس اسلام کے مطالبہ سے تو عہدہ برا ہو لیں ؟ محض مسلمانوں کو پرچانے کیلیے اور انسے چندے وصول کرنے کیلیے تو اس بستي کا ہر فرد مذہب مذہب قوم قوم پکارنے لگتا ہے ' اور جب مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور مذہب کي تربیت کا کام اس سے زیادہ اس دنیا میں اور کسي کو نہیں ہے ' لیکن اگر کالج میں جاکر انکے اعمال کا تجسس کیا جائے ' اور دیکھا جائے کہ طلباء کے ساکنین کالج کے انسپکٹروں نے ' کالج کے عہدہ داروں نے ' کالج کے پروفیسروں نے ' مذہب کا '

اطلاع : بعض ناگزیر اسباب سے آیندہ جمعہ کو رسالہ نہیں نکلیگا اور دوسرے جمعہ کو قبل نمبر شائع ہوگا -

مذهب کے اتباع کا ' اور مذهب کي عملي زندگي کا کونسا نمونه پيش کيا هے؟ اور اپنے علم و عمل ميں مذهب کو کتني اهميت و وقعت ديتے هيں؟ تو اسوقت کهـل جاے که نمايش و تصنع کے ان پردوں کے پيچهے کيا چهپا هے؟ اور کس طرح عملي الحاد کو مذهب ' اور کفر و ارباب کفـر کي پرستش کو اسلام پرستي کا نام ديا جارها هے - مذهب کے ان پرستاروں اور اسلام کے ان غمگساروں ميں سے اکثر وہ هيں جنکو پانچ وقت الله کے حضـور ميں جهکنے سے بهي شرم آتي هے ' با اين همه انکا دعوا هے که هم مسلمانوں کيليے مصلح هيں - اور مسلمـانوں ميں بهي بهت سي فريب خورده روحيں ايسي هيں جو يقين کرليتي هيں که گهوڑے کے بالوں سے ريشمي چادر بني جاسکتي هے اور فسق و الحاد سے مسلمانوں کي اصلاح هوسکتي هے!

بهر حال مطالبات کيے گئے اور اس بارے ميں ارکان کالج سے مراسلت شروع هوئي - نفس مطالبات کے اعتدال و عدم اعتدال کے متعلق تو ميں نے اپني راے ظاهر کردي ' ليکن دوسرا اهم سوال يه پيدا هوتا هے که ان شکايتوں کا اصلي مبدء کيا تها؟ وہ خود پيدا هوئي تهيں يا پيدا کرائي گئي تهيں؟ ممکن هے که شکايتوں کا بيج خود بخود زمين ميں پڑ گيا هو ليکن اسميں تو کوئي شک نهيں که پاني آے باهر سے ملا ' اور اگر بيـج کو باهر سے پاني نه ملے تو زمين کے اندر کي رطوبت اتني نهيں هوتي جو اسے ايک تناور درخت بنادے -

يـه وہ وقت تها جبـکه مسلمانوں کي تعليم اور علي گـڈه کي مرکزيت و احاطهٔ اثر کے متعلق احکام و اوامر ميں ايک انقلاب عظيم هو رها تها ' اور جو چيز کل تـک سب سے زياده محبوب تهي کيونکه سب سے زياده وفا سرشتانه خلقت اور سب سے زياده اطاعت شعارانه خصائص کا اسکي نسبت يقين کيا جاتا تها ' وهي اب سب سے زياده مبغوض و مردود هوگئي تهي ' کيونکه واقعات کي تبديلي نے ثابت کرديا تها که طاقت اور مرکزيت پيدا کرنے يهي سب سے اچهي چيز کسي وقت سب سے زياده مضر اور پر خطر بهي هو جاسکتي هے - ساتهه هي واقعات عمومي کے تغيرات نے اسکي بهي ضرورت پيدا کردي تهي که اگر تفريق و نزاع باهمي کي کوئي نئي بنياد پڑ جاے ' تو حال کيليے سب سے بڑي مصلحت اور مستقبل کيليے سب سے بڑي بشارت هوگي -

علي گڈه کالج اور شيعه جماعة کے حقوق کا مسئله اس غرض کے حصول کيليے به يک کرشمه درکار هوگيا - ايک طرف علي گڈه کي مرکزيت ' تعليم کے احاطه و اثر اور وحدت جذبات و خصائص پر بهي اس سے پورا اثر پڑتا تها ' دوسري طرف اتحاد عمومي کيليے بهي اس سے بڑهکر اور کوئي فتنه کارگر نهيں هوسکتا تها که : جعلوا اهلها شيعا کي پوري پوري تعميل تهي - پس جيسا که قاعده هے اور جيسا که هميشه هوا هے ' مخفي و زير حجاب رهنے والي قوتيں آگے بڑهيں ' اور اس مسئله کو پرورش کيليے خاص طور پر اپني گـودوں ميں اٹها ليا -

رفته رفته يه مسئله يهاں تـک بڑها که بعض شيعه ارکان و سرپرستان کالج نے کالج اور کالج کي اعانت سے دست برداري کا اراده کرليا - هز هائنس نواب صاحب رامپور نے تار کے ذريعه اپني عليحدگي کي اطلاع دي ' اور جب ايک وفد انکي خدمت ميں حاضر هوا تو انهوں نے مطالبات کي فهرست نـکالکر پيش کردي - اسي وقت يه امر بالکل واضح هوگيا تها که کونسي قوتيں اس مسئله کے اندر کام کررهي هيں -

با اين همه اس وقت بهي ميري يهي راے تهي اور اب بهي يهي راے هے ' که خود ارکان کالج نے بهي اس بارے ميں سخت غلطي کي ' اور وہ يقيناً اس بات کيليے جوابده هيں که بارجود علم و خبرداري کے ابتدا هي ميں انهوں نے اس فتنـه کو کيوں نهيں روکا؟ انکو چاهيـے تها که وہ ان تمام مطالبات کا جو انکے بهائيوں نے انکے آگے پيش کيے تهے ' پوري کشاده دلي کے ساتهه استقبال کرتے ' اور اپني قواعد پرستيوں اور حاکمانه بے مهريوں کي جگه خوشي خوشي کهديتے که جو کچهه هم کرسکتے هيں اس سے هميں انکار نهيں هے - اگر بعض مطالبات ناقابل قبول تهے تو انسے انکار کرديتے ' ليکن جسقدر حصه قابل عمل و قبول تها ' اسکے مان لينے ميں ايک لمحه کي بهي دير نه لگاتے -

ارباب کالج نے سب سے پهلي غلطي يه کي که مطالبات پيش کرنے والوں کے حق و اهميت سے صاف صاف انکار کرنا شروع کرديا - کبهي کها که اس طرح شکايت کرنا اور جواب مانگنا بالکل ناقابل التفات هے - همارے ٹرسٹيوں ميں شيعه ممبر بهي موجود هيں اور وهي سب کچهه هيں ' انکے سوا نه تو اور کوئي شيعوں کا وکيل هے اور نه کسي کو حق نيابت و ترجماني حاصل هے - کبهي کها که هم نے دينيات کي ايک کميٹي بنادي هے اور دينيات کي نگراني کيليے فلاں فلاں شيعه حضرات ملازم هيں - اسکے سوا اور کچهه نهيں هوسکتا -

حالانکه يه سب باتيں فتـنه کي تهيں - ايسي هي غلطيوں سے چهوٹي چهوٹي باتيں اتني اهم بن جاتي هيں که انسے اغيار فايده اٹهاتے هيں اور تفريق کلمه کا ايک بنا بنايا کهيل انهيں ملجاتا هے - کالج والوں کو سمجهنا تها که معامله دوسرا هوگيا هے اور ايک نئے فتنه کي بنياد رکهي جارهي هے - اسوقت قانون کالج کا حواله دينا اور اپنے کانسٹي ٹيوشن کا راگ گانا بالکل لاحاصل هے - کوشش صرف اسکي هوني چاهيے که فتنه کو زياده بڑهنے نه ديا جاے -

پهر شکايتيں بهي کيا هيں ' اور انکي حقيقت کيا هے؟ محض چهوٹي چهوٹي باتيں هيں جن ميں کچهه بهي دهرا نهيں هے - اگر کوئي نئي کميٹي بن گئي يا چند نئے آدميوں کو لے ليا گيا ' يا چند تعطيليں بڑها دي گئيں ' تو ان باتوں سے کالج کا کيا بگڑتا هے ' اور بهر حال اپنے هي عزيزوں ' اپنے هي بهائيوں ' اپنے هي گهر کے ساتهيوں کو اس سے خوشي ملتي هے - يه بهتر هے اس سے که غيروں کو خوشي ملے - اگر ايک بهائي غلطي کررها هے تو تم غلطي مت کرو اور اسے منالو - ايسا نهو که وہ اپنوں سے روٹهه کر غيروں کي چوکهٹ پر چلا جاے - اور بڑي سے بڑي مصيبت اور بڑا سے بڑا دکهه برداشت کيا جاسکتا هے ' مگر يه نهيں ديکها جاسکتا که اپنوں کا سر هو اور غيروں کي چوکهٹ - -

بهر حال اس بارے ميں ارکان کالج نے بهي غلطي کي اور فرصت کو اپنے هاتهوں ضائع کرديا - يهانتک که اس مسئله نے دوسرے دور ميں قدم رکها اور ايک علحده شيعه کالج بنانے کا خيال پيدا کيا گيا - صورت حال يوں قرار دي گئي که علي گڈه کالج صرف سنيوں کا کالج هے ' اسليے چاهيے که شيعوں کا بهي ايک الـگ کالج قائم هو -

(ڈيپـوٹيشن)

رفته رفته تمام ابتدائي مراتب طے کيے گئے اور بالاخر مسئله اس حـد تـک پهونچ گيا که ۱۴ جنـوري کو زير رياسـت هز هائنس نواب صاحب رامپور ايک ڈيپوٹيشن هز آنر سر جيمس مسٹن کي خدمت ميں حاضر هوا اور ايڈريس پيش کيا -

ايڈريس کے جواب ميں هز آنر نے جس عديم النظير جوش و محبت کے ساتهه اس تجويز کا خير مقدم کيا ' اورجس طرح گورنمنٹ کي اعانت و شرکت کے و الهانه و مخلصانه وعدے کيے ' انکو پڑهکر مجهے ذرا بهي تعجب نه هوا ' کيونکه تعجب هميشه غير متوقع نتائج پر هوتا هے اور يه چيز پهلے سے معلوم تهي -

ایڈریس کے جواب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز میں ہز آنر کیلیے کچھہ ایسي محبوبیت و مطلوبیت ہے کہ بار بار اسکي تعریف کرتے ہیں' بار بار اعانت کا وعدہ کرتے ہیں' بار بار کام کرنے والوں کو داد دیتے ہیں' اور پھر بھي جي نہیں بھرتا اور یہي کہتا ہے کہ ایک بار اور کہدیجیے : من احب شئیا اکثر ذکرہ :

اعــد ذکـر نعمـان لنـا ' ان ذکـرہ
هي المســك ما کـررتـہ یتـضـوع

چنانچہ آخر میں وہ خود ھي فرماتے ہیں : " میں آپ سے تین بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس صوبے کي گورنمنٹ آپ کي اس تجویز کو قابل تحسین و آفرین سمجھتي ہے' اور اسکي تائید کرتي ہے'. اور جب اُسکا وقت آئیگا تو حتي الامکان آپ کي امداد میں ہرگز کوتا ھي نہ کریگي- آپ پورا اطمینان رکھیں کہ میں اور میرے ماتحت عہدہ دار ہر طرح جہاں تک امکان میں ہے ' آپ کي اعانت کرنے پر آمادہ رہینگے "

انہوں نے ایک افسر اعلی کي طرح صرف اپني گورنمنٹ کي زیادہ سے زیادہ ممکن اعانت کا وعدہ ھي نہ کیا' بلکہ ایک سچے مربي اور سرپرست کي طرح کام کرنے کي تدبیریں اور انکے قیمتي نکتے بھي سمجھا دیے -

شیعہ کالج کیلیے چالیس لاکھہ کا سرمایہ تجویز کیا گیا ہے - ظاہر ہے کہ چالیس لاکھہ کي رقم جلد جمع نہیں ہوسکتي اور اسلیے جلد کالج بھي نہیں بن سکتا - مگر تاخیر کا یہ پہلو ہز آنر کو گوارا نہیں - انہوں نے فرمایا کہ چالیس لاکھہ کي فراھمي کا انتظار نہ کیجیے ' اگر بارہ لاکھہ بھي جمع ہو جائیں تو کام شروع کردیجیے :

" آپ پہلے اس کمتر رقم یعني بارہ لاکھہ کے فوراً جمع کرنے کا ارادہ کریں ' اگر یہ رقم وصول کرلي جاویگي تو میں اسکي ذمہ داري کرسکتا ہوں کہ گورنمنٹ آپ کي اعانت کریگي اور اپنے حد امکان پوري مدد دیگي "

اس سے بھي زیادہ بے خطا تدبیر یہ بتائي کہ :

" اپني جماعت کے بڑے بڑے زمینداروں کو آمادہ کیجیے - وہ اپني سالانہ آمدني کا جزو معقول سرمایہ تعمیر میں دیں اور اپني سالانہ مالگذاري میں سے کوئي مقررہ رقم في صدي کالج کے مستقل اخراجات کیلیے دینا منظور کریں - ہندوستان کے ہر حصہ سے اپني جماعت کے اشخاص کو لکھنؤ میں بلائیے تاکہ بڑے جلسہ میں شریک ہوں' اور انسے درخواست کیجیے کہ وطن کي واپسي سے پہلے کالج کے قیام کا قابل اطمینان بندوبست کرتے جائیں "

ایڈریس کے اس جواب کے پڑھنے کے ساتھہ مندرجہ ذیل واقعات کو بھي پیش نظر رکھہ لیجیے :

(۱) سندھ کے مسلمانوں نے خود ھي اپني تعلیم و ترقي کیلیے ایک دائمي فنڈ قائم کرنا چاہا ' اور تجویز کي کہ ہر زمیندار في صدي کے حساب سے ایک رقم اسمیں داخل کرے- علي گڈہ کانفرنس نے اسکے متعلق بار بار رزولیوشن پاس کیے اور حکام سے التجائیں کیں کہ خدا را اسمیں مدد دیجیے' مگر چار سال ہوگئے' ابتک کوئي نتیجہ نہیں نکلا -

(۲) بمبئي میں ایک مسلمان نے آٹھہ لاکھہ روپیے گورنمنٹ کو دیے ہیں تاکہ مسلمانوں کي تعلیم میں خرچ کیے جائیں - اگر گورنمنٹ اپنے عام اصول کے مطابق اتني ھي رقم خود بھي دیدے یا شیعہ کالج کي طرح کسي بڑي سرکاري زبان سے اسکے لیے چند الفاظ کہلوا دے تو ایک عمدہ کالج کي بنیاد فوراً پڑ جاسکتي ہے- مگر گورنمنٹ بمبئي نے ظاہر کیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ نکالنا مشکل ہے -

(۳) بنگال میں ایک کالج کا مسئلہ سالہا سال سے درپیش ہے ' لیکن موجودہ حالات و موانع کي وجہ سے اسمیں برابر تاخیر ہورھي ہے - متعدد بار کہا گیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ کي فراھمي مشکل ہے -

مجوزہ شیعہ کالج کي تحریک کي تولید اور نشو و نما کي یہ اجمالي سرگذشت تھي - اسکے مطالعہ سے ہر صاحب عقل سمجھہ لے سکتا ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ اور سوال اصلي ایک نئے کالج کا اور برادران شیعہ کي خواھشوں کا ہے' یا اُن مقاصد مخفیہ کا جنکے لیے اس تحریک کو آلہ بنایا گیا ہے ؟

(الساکت عن الحق شیطان اخرس)

ایک طرف تو اس تحریک کي تولید و نشو و نما کا یہ حال نظر آتا ہے ' دوسري طرف علي گڈہ کے ارکان کالج اور محافظین مسئلہ تعلیم جدید کا موجودہ رویہ ہے' اور ضروري ہے کہ چند کلمات اسکي نسبت بھي کہے جائیں -

علي گڈہ کالج اور علي گڈہ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے ہمیشہ دعوا کیا ہے کہ ہمارا موضوع مسلمانوں کي جدید تعلیم اور علي الخصوص اعلی تعلیم ہے - ہمارا موضوع پالیٹکس نہیں ہے - پس پولیٹکل معاملات میں ہم سے کسي آزادانہ رویہ کي خواہش کرنا ایک ایسي چیز کا مطالبہ ہے جو ہمارے دائرۂ عمل ھي سے باہر ہے - البتہ تعلیم کے متعلق ہم سب کچھہ کرسکتے ہیں اور کررہے ہیں -

اُنہوں نے مسلمانوں کي تعلیم کے متعلق ایک خاص اصول وضع کیا ہے ' اور ہمیشہ سے کہتے آے ہیں کہ مسلمانوں کي تعلیمي حیات و ممات کا دار و مدار اسي اصول پر ہے - اس اصول کو وہ " ایک قومي مرکز کے قیام و تکمیل " کے نام سے پکارتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کیلیے صرف تعلیم ھي کي ضرورت نہیں ہے' بلکہ تعلیم سے بھي زیادہ ایک " قومي مرکز " کے قائم کرنے کي ضرورت ہے - جب تک کہ ایک ایسا مرکز موجود نہ ہوگا 'متفرق کوششیں کچھہ سود مند نہیں ہوسکتیں - پھر اسکے بعد دعوا کرتے ہیں کہ علي گڈہ کالج ھي مسلمانوں کا قومي مرکز ہے ' اور اسي کے قیام و تکمیل پر مسلمانوں کي تمام حیات و ممات قومي کا دار و مدار ہے -

انکي اصلي کوشش یہ ہوتي ہے کہ اسکو دنیا بھر کي چیزوں کا مرکز ثابت کردیں ' لیکن جب اسمیں کامیابي نہیں ہوتي تو مجبوراً " تعلیمي مرکز " کے قرار دینے ھي پر اکتفا کرلیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاھیے کہ دین و دنیا کا اور کوئي کام نہ کریں - صرف کالج ھي کو پوجیں اور صرف کالج ھي کو روپیہ دیں : جاھدوا في سبیلہ باموالکم و انفسکم ! اگر وہ ایسا نہ کرینگے اور اور کاموں میں لگ جائینگے ' تو مرکز قائم نہ ہوگا' اور مرکز نہوا تو پھر قوم قوم نہیں -

نیز ان لوگوں نے اپني تقلید اور پرستش کا ایک نیا بت بنایا ہے ' اور اسکا نام رکھا ہے " سر سید کي پالیسي "- یوناني علم الاصنام میں ہر طاقت کیلیے ایک مخصوص بت ہوتا تھا - یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ رزق کا دیوتا علم کے دیوتے کے کاموں میں مداخلت کرے ' یا کیوپڈ وینس کي حکومت میں خلل ڈالے - لیکن ان لوگوں نے صرف ایک ھي بت بنایا ہے اور اسکے اختیارات اسقدر وسیع ہیں کہ علم و عمل کا کوئي گوشہ اس سے خالي نہیں - یہ کہتے ہیں کہ ہم " سر سید کي پالیسي " سے سرمو تجاوز نہیں کرینگے' اور مسلمان صرف وھي ہے جو " سر سید کي پالیسي " پر نہ صرف ایمان مجمل بلکہ ایمان مفصل کا اقرار کرے -

سر سید مرحوم کي پالیسي کا اس بارے میں یہ حال تھا کہ انہوں نے پہلي لکھنؤ کانفرنس اور نیز میرٹھہ کانفرنس میں خاص رزولیوشن پیش کیے کہ جب تک مسلمان اپني تمام متفرق اور علحدہ علحدہ کوششوں کو ترک کرکے ایک مکمل تعلیمي مرکز نہیں بنا لینگے' انکي کشتي طوفان ہلاکت سے نہیں

نکلیگی - چنانچه انھوں نے اس رزولیوشن کا نام " مسلمانوں کي قسمت کا فیصله رکھا " اور همیشه دوسرے کالجوں ' اسکولوں ' اور مستقل تعلیمي کوششوں کي مخالفت کرتے رهے - حتی که لکھنو کانفرنس میں انکو اسي مسئلة کے متعلق اسقدر جوش آ گیا که بہت سے لوگ اسکے متحمل نه هوسکے - مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اوده پنچ نے پھبتیاں اڑائیں ' اور لوگ جلسه سے اٹھکر چلے آے -

ان تمام امور کے علاوه سب سے بڑي چیز یه هے که یه لوگ اپنے آپکو اتحاد و جمعیة ملمه کا داعي قرار دیتے هیں ' اور اسي بنا پر شیعه مطالبات کا ایک بڑا حصه ان لوگوں نے منظور نہیں کیا ' کیونکه اسکے ماننے سے مسلمانوں میں تفریق بڑھتي -

مجھکو یہاں اس سے کوئي بحث نہیں که انکے یه تمام مسالک و عقائد صحیح هیں یا غلط ؟ بحث صرف یه هے که انکے مدعیانه عقائد کا یه حال هے - پس اب سوال پیدا هوتا هے که مجوزه شیعه کالج کا وجود انکے ان عقائد مسلمه اور انکے امام معصوم کے مذهب و ملت کے لحاظ سے کیا حکم رکھتا هے ؟

کیا ایک علحده کالج کا قائم کرنا انکے اصول " مرکزیت " کیلیے پیغام هلاکت نہیں هے ؟

کیا شیعه کالج کے نام سے اسکي دعوة دینا ' کلمۂ اتحاد کیلیے فتنۂ عظیم نہیں هے ؟

کیا علي گڈه کالج کے اندر دو مسجدوں کا بنانا تفریق تھا ' مگر " شیعه کالج " کي بنیاد رکھکر آب و هواے تفریق میں آینده نسلوں کو طیار کرنا تفریق نہیں هے !

کیا یه سچ نہیں هے که شیعه کالج کي اصل بنیاد علي گڈه کالج هي کي مخالفت سے پڑي ' اور اسطرح علي گڈه کالج کے احاطه و اثر کو نقصان پہنچایا جارها هے ؟

کیا اس کالج کا وجود " سر سید کي مسلمه پالیسي " اور مسلک تمازج و جمیعة فریقین کیلیے جسپر محمڈن کالج کي بنیاد رکھي گئي تھي ' سخت مہلک نہیں هے ؟

کیا ارکان کالج میں هر شخص کا یه اعتقاد و علم راسخ نہیں هے که یه تحریک موجوده عہد کي سب سے زیاده مضر تحریک هے ' اور اس سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچیگا ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں هے تو میں پوچھتا هوں که علي گڈه پارٹي نے اس وقت تک اسکي مخالفت و اصلاح اور کلمۂ حق کے اعلان کیلیے کیا کارروائي کي هے ؟ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے جسکي نسبت کہا جاتا هے که اسکا موضوع صرف مسئله تعلیم هے ' مسئله تعلیم قومي کي اس یکسر هلاکت و بربادي کیلیے کونسي صدا بلند کي هے ؟ یه کیا هے که علي گڈه کالج کي بستي کا هر فرد یکسر بہرا گونگا بن گیا هے جیسا که سر سید نے نہیں بلکه صاحب شریعت نے کہا هے که الساکت عن الحق شیطان اخرس اور یه کون هے جسنے تمام مصلحین قوم ' ماهرین فلسفه تعلیم ' اور مجددین مائة حاضره کي زبانوں پر ایسے قفل چڑھا دیے هیں که کسي کے حلق سے آواز نہیں نکلتي ' اور سب پر هلاکت کي چپ اور موت کي خاموشي چھا گئي هے ؟ اموات غیر احیاء و لا یشعرون ایان یبعثون (۱۶ : ۲۱)

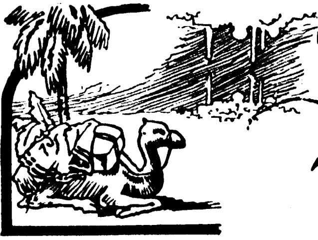
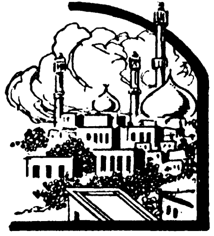
تمہارا مسلک مرکزیت اب کہاں فنا هوگیا ؟ تمہاري دعوت قومیت کس گوشے میں دفن کردي گئي ؟ تمہاري چہل ساله محنت اکارت جارهي هے ' تم کہاں چھپ گئے هو ؟ تمہارے امام معصوم کا مذهب ذبح کیا جارها هے ' تم کیوں نہیں بولتے ؟ تمہاري شریعت تعلیم مٹائي جارهي هے ' تمہارے گلوں میں پھندے کیوں پڑ گئے هیں ؟ یا سبحان الله ! اگر ایک مسلم الله اور رسول کے نام کي دعوة دے تو اسپر اپني کانفرنس کا دروازه بند کرنا چاهتے هو ' اور کہتے هو که سب سے پہلے سر سید پر ایمان لانے کا اقرار کرلے ' اسکے بعد وه تقریر کرسکتا هے - اس کا سب سے بڑا جرم یه هے که اس نے سر سید کي شریعت سے انحراف کیا - لیکن آج سرے سے علي گڈه کالج کا اصولي بنیاد هي منهدم کیا جارها هے اور سر سید کي شریعت مرکزیت کي دھجیاں اڑ رهي هیں مگر تم سب پر نفاق کي موت طاري هوگئي هے اور تم سب مردوں کي طرح بیحس و حرکت پڑے هو ؟

تم کہتے هو که همارا دائرۂ عمل قومي تعلیم هے - سیاست نہیں هے - اچھي بات هے - لیکن اب بتلاؤ که یه جو کچھه هے سیاست هے یا تعلیم ؟ اگر قومي تعلیم کا مسئله هے تو تمہاري قومیت اور قومي تعلیم کي لن ترانیاں کہاں دفن هوگئیں ؟

تم بھلا ان سوالات کا جواب کیا دوگے ' میں خود هي حقیقت کو بے نقاب کردیتا هوں تاکه هر انسان تمہاري اصلي صورت دیکھه لے ' اور معلوم هوجاے که حق سے تمہارا رشته کیا هے ؟ نه تو تمہارے اعتقادات بدلے هیں اور نه هي تمہارے مسلک پر کوئي موت طاري هوئي هے ' بلکه اصلي مصیبت یه هے که تمہارے دل پر موت چھا گئي اور تمہارے ایمان نے تم کو چھوڑ دیا - اصل یه هے که تمہارے صوبه کا سب سے بڑا حاکم علانیه شیعه کالج کي تحریک کا ساتھه دے رها هے اور کھلے بندوں اسکي حمایت کررها هے - یه دیکھکر تمہارے هوش و حواس غائب هوگئے هیں ' اور مارے ڈر اور هیبت کے تمہاري جان نکلي جارهي هے - تم دیکھتے هو ' مگر بول نہیں سکتے - سنتے هو ' مگر زبان نہیں هلا سکتے - چاهتے هو ' مگر هل نہیں سکتے - تم کہتے هو که اگر هم نے ذرا بھي زبان هلائي تو عجب نہیں که هم دربار شاهي سے مردود هو جائیں - نخشي ان تصیبنا دائره - (۵ : ۵۷)

یه هے تمہاري حق پرستي ' یه هے تمہاري صداقت ' یه هے تمہاري مدة العمر کے دعووں اور لن ترانیوں کي کائنات و حقیقت ! آه ' ایک انسان کے ڈر نے تمہاري روح پر ایسي هلاکت طاري کردي هے که تم اس چیز کو زبان سے نہیں نکال سکتے جسکو تمہارا دل حق کہه رها هے - اے سست ایمانو ! تم انسان سے ڈرتے هو ' مگر افسوس که تمہارے دل سے خدا کا خوف اس طرح نکل گیا هے جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اڑ جاتا هے : علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم ! (۱۰ : ۸۲)

یهي وه مقام هے جہاں آکر تم میرے مقابلے میں بالکل بیدست و پا هوجاتے هو ' اور تمام دنیا دیکھه لیتي هے که حق کس کے ساتھه هے ؟ اسکے ساتھه هے جو اعلان حق کي وجه سے اپني زندگي کو هر وقت خطروں اور هلاکتوں میں گھرا هوا دیکھتا هے پھر بھي اعلاء کلمة الحق سے باز نہیں رهسکتا ' یا انکے ساتھه هے جو اپني پنجاه ساله کمائي کو صرف ایک انسان کے وهمي خوف اور هیبت کي وجه سے اپنے هاتھوں تاراج کررهے هیں ؟ فاي الفریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

شئون اسلامیہ

عـراق و لیـلاے عـراق !

ایک لمحۂ اشک سر زمین" تجري من تحتها الانهار" کي یاد میں !

یقولون " لیلي " بالعـــراق مریضـة
فما لـــك لا تضني و انت صدیق !
شفى الله " مرضى " بالعراق ، فانني
على كـــل مرضى بالعـــراق شفيق
فان تك " ليلى " بالعراق مريضة
فانني في بحر الحتـــوف غـــريق !
اهيـــم با قطـــار البـــلاد و عرضـــها
و ما لي الى " ليلى " الغداة طريق !

یہ اشعار عہد امویہ کے مشہور عاشق قیس عامري کي طرف منسوب هیں - کہتے هیں کہ ایک دن قیس اپني شوریدگي میں بے خبر پڑا تھا کہ اسکے کانوں میں کسي کي آواز آئي جو کہہ رہا ہے :

الا ان ليلى بالعـــراق مـــريضـــة
و انت خلى البال تلهـــو و ترقد !

"لیلي عراق میں بیمار پڑي ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ بیفکر و بیخبر کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ہے" :

فلو كنت يا مجنون تضنى من الهوى
لبت كمـــا بات السليـــم المسهـــد !

" اے مجنوں اگر تو واقعي بیماري محبت کا مریض ہے ' اور تجھے لیلي کے عشق و شیفتگي کا دعوی ہے ' تو ضرور تھا کہ تیرے محبوب کے دکھہ میں پڑنے کے ساتھہ هي تجھپر بھي دکھہ طاري ہوجاتا ' اور اسکی بیقراري سے زیادہ تجھہ میں بیقراري اور بے چیني ہوتي - عشق کا دعوا اور بے دردوں کي طـرح بیفکري ' یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں "

کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہي قیس مجنوں پر ایک بجلي سي گرگئي ' جوش تاسف میں اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا ' سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا ' عراق و لیلاے عراق کے سوا اسکي زبان سے کوئي لفظ نہیں نکلتا تھا ' وہ بیخودانہ اُٹھا اور ایک سچے دیوانۂ عشق کي شان سے کوہ و بیابان کي طـرف روانہ ہوگیا - ابو عیسی روایت کـرتا ہے کـہ اس وقت مندرجۂ بالا اشعار اسکي زبان پر تھے - جنکا تـرجمہ حسب ذیل ہے :

" آہ ' کہتے ہیں کـہ لیلي عراق میں بیمار پڑگئي ہے - پھر تجھے کیا ہوگیا ہے کہ صحیح و تندرست نظر آتا ہے - حالانکہ اس محبوبہ مریضہ کے عشق کا دعوا رکھتا ہے ؟

اگر واقعي یہ سچ ہے کہ لیلي عراق میں بیمار ہے تو مجھے بیماري کي دعوة نہ دو - میں تو موتوں اور ہلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں !

میں شہروں میں گشت لگاتا ہوں اور عراق تک پہنچنے کي راہ ڈھونڈھتا ہوں ' لیکن افسوس کہ لیلي تک پہنچنے کي تمام راہیں بند ہوگئي ہیں !

خدا سر زمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے ' کیونکہ جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کي خبر سني ہے ' عراق کے ہر بیمار کیلیے شفیق ہوگیا ہوں !! "

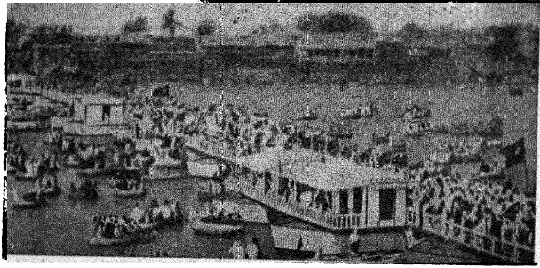
(۲)

لیکن اے سر زمین عراق ! اے بہشت زار دجلۂ و فرات ! اے مصداق تجري من تحتها الانهار ! اے مایۂ عشق چہل کرور نفوس ملت ! قیس عامري کي لیلي چند دنوں کیلیے تیري آبادیوں میں آ بسي تھي اور اسلیے وہ تجھہ تک پہنچنے کیلیے بیقرار تھا ' لیکن آہ ' ہمارے لیے تو تیري تمام سر زمین یکسر لیلي زار حسن و جمال ہے ' اور تیري کسي ایک عمارت کے اندر ہي نہیں ' بلکہ تیري خاک کے ہر ذرے کے اندر ہمارے عشق ماضي کا ایک حجلۂ حسن و جمال آراستہ ہے ! قیس عامري کي لیلي اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے نکلکر تیري سر زمین میں آ گئي تھي ' تو ہمارے اقبال رفتہ کي بھي ایک لیلي ہے جو ریگ زار حجاز سے نکلي ' اور صدیوں تک تیري سر زمین اسکے لیے منزل عیش و نشاط رہي - بابل و نینوا کي وراثت تیري ہي سر زمین میں ہم کو دي گئي تھي - کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو نے ہي ہمارے سپرد کیے تھے - ہارون الرشید کي سنہري کشتیاں تیرے ہي دجلہ میں تیرتي تھیں ' مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے ہي خاک کا ایک افسانہ گذشتہ ہے - تو ہي ہے کہ تیري زمین کا ایک ایک کھنڈر ' تیري خاک کا ایک ایک تودہ ' تیري نہـروں کي ایک ایک لہر ' کاروان رفتۂ لیلي کا نقش قـدم اور کاروبار عشق ماضي کا افسانہ سرا ہے - اور پھر اے سر زمین لیلي ! تیـري ہي فضاء محبوب ہے جسکے ہر ذرے سے آج بھي بازگشت ناقۂ لیلي کي صـدائیں اُٹھہ رہي ہیں ' اور ہر اُس مجنوں کیلیے ملامت ہے جو عشق لیلي کے دعوے کے ساتھہ سر زمین لیلي سے



عمارہ کا منظر دجلہ کي طرف سے !

بغداد کا جدید پل



تغافل بهي كررها هے ' حالانكه عشق ليلى كا دعوا اور مسكن ليلى سے غفلت ' يه دونوں چيزيں ايک دل ميں جمع نهيں هوسكتيں :

فلو كنت يا مجنون تضني من الهوى
لبت كما بات السليم المسهد !

پس افسوس هر اس دل پر' جس نے "ليلي" كي ياد كو ايک لمحه كيليے بهي بهلايا' اور صد افسوس هر اس آنسو پر جو "ليلي" كے سوا كسي دوسرے كيليے بهايا گيا :

اذا كان هذا الدمع يجري صبابة
على غير ليلي ' فهو دمع مضيع !

(۳)

مندرجۂ بالا سطور بے اختيار قلم سے نكل گئيں جبكه موجوده واقعات كي تقريب سے هم نے اراده كيا كه سر زمين عراق و بغداد كے بعض مناظر البلاغ كے صفحات پر شائع كريں - عالمگير جنگ يورپ كے معركے كچهه عرصه سے سر زمين ايشيا ميں منتقل هوگئے هيں' از انجمله سر زمين بغداد هے جهاں مهينوں سے ميدان اقدام و ادبار گرم هے ' اور خصوصيت كے ساتهه قط العماره اور مابين بصره و بغداد كے مقامات دنيا كے سامنے آرهے هيں - چنانچه اس مرقع ميں بهي سب سے پہلے العماره كي آبادي كا ايک منظر آپ كے سامنے هے جو دجله كے كنارے واقع هے' اور اگر آپ چشم تصور سے كام ليں تو انهي ساحلي عمارتوں كے عقب ميں جنگ عراق گذشته كے بهت سے عبرت انگيز نتائج و حوادث نظر آسكتے هيں - و هموا بما لم ينالوا !

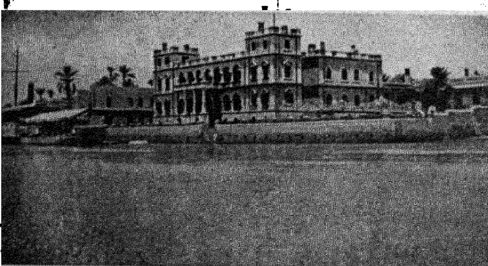
يه مناظر دجله كے سلسلے ميں پهلا منظر تها - نهر دجله كا دوسرا منظر بغداد جديد كي وسط آبادي كا هے جهاں مغربي و مشرقي آبادي كو ايک نئے پل كے ذريعه ملا ديا گيا هے ' اور پل كے دونوں طرف چهوٹي چهوٹي كشتياں بكثرت نظر آرهي هيں - يه كشتياں اب تو زياده تر شهر كي اندروني آمد و رفت كيليے كام ميں لائي جاتي هيں ' ليكن كسي زمانے ميں هارون الرشيد اور مامون اعظم كي سير و تفريح كا بڑا ذريعه يهي تهيں ! و تلك الايام نداولها بين الناس -

تيسرا مرقع سفارت خانه برطانيه كي جديد عمارت اور دجله كي قديم رواني' دونوں كا مشترک منظر هے - دجله كي سطح اگرچه بالكل خاموش اور ساكن هے - حتى كه ايک هلكي سي لهر بهي اسپر حركت كرتي هوئي نظر نهيں آتي' تاهم اگر آپ سننا چاهيں تو اسكي زبان چپ نهيں هے - آپ كو معلوم هے كه صدائيں صرف لبوں كي حركت هي سے نهيں نكلتيں - بارها ايسا بهي هوتا هے كه ايک خاموش چهره اور ايک غير متحرک لب ان غوامض و اسرار كي شرح و تفصيل كرديتا هے جنكے ليے زبان كي حركت اور حلق كي آواز بالكل گونگي هوتي هے - خاموش فصاحت نے اكثر گويائي كے دعوں كو شكست دي هے :

لسان عيي في الهوى و هو ناطق
و دمعي فصيح في الهوى و هو اعجم !

نظارۂ دجله كي ان تين منزلوں كے بعد اب ذرا ان لوگوں كے حالات پر بهي نظر ڈال ليجيے جنكي ياد دجله كي ياد اور سر زمين دجله سے وابسته هے - ايک عجيب مخروطي شكل كا گنبد آپ ديكهه رهے هيں جو كسي هشت پهلو عمارت كے اوپر سے نماياں هے ' اور عمارت كے هر طرف پخته قبريں بني هوئي هيں - يه مشهور زبيده خاتون زوجۂ هارون الرشيد كا مقبره هے ' اور دجله كے بعد هي آپكے سامنے آگيا هے تاكه مكان كے ساتهه اسكے پچهلے مكينوں كو بهي دو گهڑي ياد كرليں -

بغداد اور بغداد والوں كو يهيں چهوڑ ديجيے' اور آگے بڑهيے - اب آپ گنبدوں اور مناروں كي ايک موثر سرزمين كي طرف بڑهرهے هيں جسكي ياد و تذكره كي تقديس كو زمانه كے صدها تغيرات و حوادث بهي نقصان نه پهنچا سكے' اور جو سر زمين عراق كا سب سے زياده پر اثر اور تاريخي حصه هے - يه كربلا كي سر زمين عبرة و بصيرة هے' اور روضه حضرة سيد الشهداء امام حسين عليه السلام كا درخشاں گنبد اور اسكے سر بفلک منارے آپ ديكهه رهے هيں - يه منارے حق كي طاقت كا اعلان هيں ' اور كلمۂ حرية كي فتح اور كلمۂ استبداد كے خسران و خذلان كي شهادت هيں - وه بتلا رهے هيں كه دنيا ميں سب سے بڑي طاقت حق كي هے نه كه انساني تاج و تخت كي ' اور خدا كي زمين پر سب سے بڑا فتحمند وهي هے جس نے سب سے زياده مظلومي كے ساتهه اپنا خون بهايا - تيره سو برس هوے كه اس سر زمين پر دو گروه باهم معركه آرا هوے تهے - ايک گروه صرف بهتر بهوكے پياسے انسانوں كا ضعيف و ناتوان مجمع تها ' اور جانوں اور گردنوں كے سوا اسكے پاس كچهه نه تها - دوسري طرف دمشق كا تاج و تخت' حكومت و سلطنت ' ساز و سامان خسروي و ملوكي ' اور هزارها انسانوں كا قاهر و جابر گروه تها - بظاهر پهلي جماعت نے شكست پائي ' كيونكه قتل كي گئي' اور اسكے خون سے ساحل فرات كي سر زمين مدتوں تک سرخ رهي' ليكن في الحقيقت يه ايک محض عارضي منظر تها - غور كيجيے كه آخر كي فتحمندي اور عاقبة كار كي كاميابي كس كو ملي ؟ انكو جنكے نام و نشان سے بهي آج تمام سطح ارضي خالي هے' يا اسكو جسكا گنبد آجتک اپنے بقاء ذكر اور كلمۂ باقيه كے ثبوت ميں سر بفلک استاده هے ؟ يه كيسي عجيب بات هے كه آج تمام شاهان بنو اميه ميں سے كسي ايک شخص كي قبر كا بهي دنيا سراغ نهيں لگا سكتي - كيونكه بنو عباس نے انكي قبروں كو اكهاڑ اكهاڑ كے مسمار كرديا' اور كوئي اثر دنيا ميں باقي نه ركها - بر خلاف اسكے مدفن كربلا كا اثر مجسم ابتک حي و قائم موجود هے' اور اگرچه مخالفين كے دست تظلم نے بارها اسكو بهي مسمار و بے نام و نشان كرنا چاها' تاهم اسكا نشان كسي طرح نه مٹ سكا كه ظلم كا دهبه كبهي نهيں دهل سكتا - پهر كيا بقاے قبور و آثار كے بارے ميں بهي زمين قانون بقاے اصلح كي پابند هے ' اور اپني گود ميں صرف اسي كے اثر كو باقي ركهنا چاهتي هے جو اصلح تها ؟

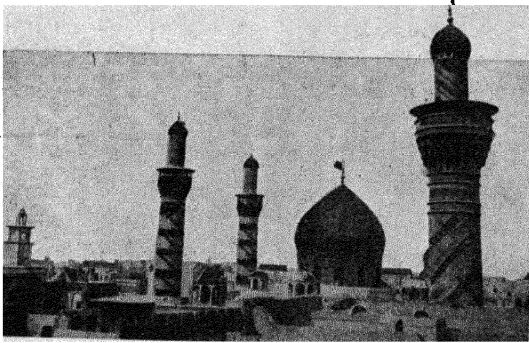


سفارت خانه برطانيه بغداد

(۴)

اللہ تعالی نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تھا' اور باغوں کي سرسبز و شاداب زندگي کي بشارت دي تهي :

وبشر الذين آمنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنات (بقره)	جو لوگ ايمان لاے اور اعمال صالحہ اختيار کيے' تو انکو باغوں کي زندگي کي بشارت ديدو -



مشهد مبارک حضرت امام حسين عليه و على ابائه و اجداده الصلواة والسلام

يہ باغ وہ تهے جنکا سب سے زيادہ نماياں وصف يہ تها :

تجري من تحتها الانهار (بقره) انکے تلے نہريں بہہ رهي هونگي -

يهي جنت تهي جسکا ايمان والوں سے وعدہ کيا گيا تها' اور جسکا وعدہ گذشتہ صالح قوموں سے بهي کيا گيا تها :

تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقيا (مريم)	همارے بندوں ميں جو متقي هوگا' هم ايسي هي جنت کا اسے وارث بنائيں گے -

ارباب ايمان و عمل صالح کيليے يہ وعدہ آخرة ميں پورا هونے والا هے - ليکن اسميں کچهہ شک نہيں کہ دنيا ميں بهي پورا هوگيا' اور وہ لوگ خدا کے متقي بندے تهے' انہوں نے اپني آنکهوں سے بهشتي زندگي کي نعمتوں کو ديکهہ ليا - کرۂ ارضي کي تمام بهشتي سر زمينوں کے وهي وارث هوے' اور فتح مندي و کامراني کي سلطاني و کامراني صرف انهي کيليے نامزد کي گئي - اس بهشتي زندگي ميں نہ تو انکے ليے غم تها اور نہ هي نامرادي' نہ مايوسي کو وهاں بار تها اور نہ نا اميدي کا وهاں نام و نشان - وہ جو چاهتے تهے پاتے تهے' اور جس نعمت کيليے اٹهتے تهے' وہ خود انکے سامنے جهکنے کيليے دوڑتي تهي :

جنات عدن التي وعد الرحمن عبادہ بالغيب انه کان وعدہ ماتيا - لا يسمعون فيها لغوا الا سلاما' و لهم رزقهم فيها بکرة و عشيا ! (مريم)	دائمي عيش و مراد کے باغ جنکا وعدہ خداے رحمن نے اپنے نيک بندوں سے کيا' اور جو اگرچہ انکے سامنے نہيں هيں اور نہ ابهي وہ ديکهہ سکتے هيں' مگر اللہ کا وعدہ يقيناً پورا هوکر رهيگا -

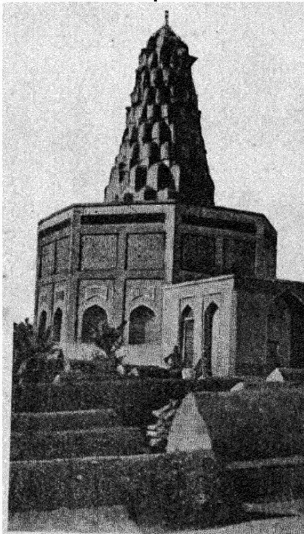
اس بهشتي زندگي ميں سلامتي و کامراني کے سوا کوئي بيکار و فضول صدا انکے کانوں ميں نہيں پڑيگي - انکي رزق صبح و شام انکے ليے طيار رهيگي - اپني احتياج اور رزق کيليے وہ کبهي دکهہ نہ اٹهائينگے !

اس بهشتي زندگي کي ايک سب سے بڑي خصوصيت يہ تهي کہ تجري من تحتها الانهار پس آخرة کي جنت اعلى کا پرتو دنيا کي حياة بهشتي ميں بهي نظر آگيا' اور وہ تمام بهشتي سر زمينيں مسلمانوں کو سپرد کردي گئيں' جنکے تلے پاک و شفاف پاني کي نہريں بہہ رهي تهيں - آه' سر زمين عراق هي وہ دنيا کي جنت تهي جو عاقبت کي جنت کا ايک ظل کامل هے' اور جسکے نيچے دجلہ و فرات کي نہريں هر جگہ اور هر حصے ميں بہہ رهي هيں! يهي جنت دنيا کے سب سے بڑے تمدنوں اور بڑي سے بڑي قوموں کي وراثت ميں آئي - بابل و نينوا کے تمدن نے يہيں نشو و نما پايا' اور ايرانيوں کا تخت جلال و عظمت صديوں تک يہيں حکمراني کرتا رها - بالاخر وراثت ارضي کي جب آخري بخشش هوئي تو دنيا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتهہ تجري من تحتها الانهار کي بهشت ارضي بهي مسلمانوں هي کو سپرد کي گئي : تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقيا !

دنيا نے انقلابات و تغيرات کے سينکڑوں رنگ بدلے - مسلمانوں نے اپنے اعمال صالحہ سے اگر اس بهشت ارضي کا اپنے آپکو مستحق ثابت کيا تها' تو بد اعماليوں سے اپني نا اهلي کا خود هي فيصلہ بهي کرديا - انکے باهمي اختلاف و شقاق کي تلواريں سب سے زيادہ اسي مدينة السلام ميں چمکيں' اور مسلمانوں کے ايک گروہ نے هميشہ اس بهشت سے دوسرے کو بيدخل کرنا چاها - خدا کي زمين صرف صلحاء کيليے هے : ان الارض يرثها عبادي الصالحون اور اس بنا پر کچهہ عجيب نہ تها اگر اس بهشت' ارضي کے بسنے والوں کو حکم الهي ملتا جيسا کہ اور بهت سي سر زمينوں ميں ملا : اهبطوا ! بعضکم لبعض عدو- اس جنت سے نکل جاؤ - تم ميں سے ايک دوسرے کا دشمن هے -

ليکن اللہ کا وعدہ سچا هے اور وہ صرف پورا هي هونے کيليے هے- اس نے تجري من تحتها الانهار کي بهشت کي جهاں کہيں بشارت دي هے' وهاں ساتهہ هي يہ بهي فرما ديا هے: تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ! يعني اس سر زمين بهشت کے تلے نہريں بہہ رهي هونگي' اور اسميں مسلمان هميشہ رهينگے - کبهي اس سے نکالے نہ جائينگے - اسکے وعدہ کي سچائي کو ديکهو کہ دنيا ميں صدها انقلابات و تغيرات هو چکے هيں' ليکن "خالدين فيها" کے وعدہ کا فرمان حق ابتک بدستور نافذ و قائم هے' اور تيرہ صديوں کي عظيم الشان مدت کے اندر ايک لمحہ بهي ايسا نہيں گذرا هے کہ اس وعدہ کي سچائي ميں فرق آيا هو - اس وعدۂ الهي کے ماضي کو تمام دنيا ديکهہ چکي هے' مگر مستقبل کو ديکهنا ابهي باقي هے :

و کان وعدا مفعولا !



قبہ زبيدہ خاتون زوجہ هارون الرشيد

اطــــلاع

اگر الهلال کي پہلي شش ماهي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود هو' اور وہ فروخت کرنا چاهيں تو دفتر کو اطلاع ديں-

اسئلة واجوبتها

تفسيـــر ســـورة و التـــين

اقســـام القـــران

(از جناب مولوي وصي احمد صاحب بلگرامي)

جناب علامة دوران وحيد الزمان مولانا ابو الكلام صاحب آزاد دام مجدهم - پس از سلام مسنون گذارش يه هے كه البلاغ نمبر ٥ و ٦ ميں جناب مولوي مظهر الدين صاحب شير كوٹي نے جو سورة والتين پر روشني ڈالي هے ' اوسكے متعلق چند ضروري استفسارات هيں :

ملاحظه هو فرماتے هيں : " انجير ' زيتون ' طور سينيا ' مكة معظمه ' اس دعوے پر شاهد هيں كه همنے انسان كو بهتر سے بهتر حالت ميں پيدا كيا هے "

طور سينا اور مكة معظمه كي شهادت تو واضح هے كه حضرت موسى اور جناب رسالت مآب صلى الله عليه و آله و سلم كي آنكهيں نور وحدت سے انهيں مقاموں پر منور هوئيں - ضعيف انسان كي بزرگي پر يه دونوں صاد كرتے هيں ' اور اسلیے گواه لاے جاسكتے هيں - مگر تين اور زيتون كي شهادت كے متعلق جناب موصوف يوں فرماتے هيں :

(١) " انجير ايك نهايت چهوٹا پهل هے ' ليكن غذا و دوا ميں بے شمار فوائد ركهتا هے - ذائقه كے لحاظ سے نهايت شيريں هے - باعتبار طبي فوائد كے قاطع بلغم ' ملين طبع ' مطهر كليتين ' مسمن بدن ' وغيره اسكے معمولي خواص هيں - پس انجير شاهد هے كه جسطرح جسم صغير هوكر بيشمار فوائد كا مجموعه هے - اسيطرح وجود انساني بهي جسما مختصر ' ليكن مختلف قوتوں كا پتلا هے "

(٢) " جسطرح زيتون ميں روغن حلول كيے هوے هے ' اور زيتون كي قدر اوسكے روغن هي كي وجه سے هے ' اسيطرح انساني جسم ميں بهي روح كا حلول هے ' اور اسكا شرف بهي اوسكي روح هي سے هے ' ورنه انسان مٹي كا ايك ڈهير هے - اور بس "

همنے يه سب مانا ' ليكن سوال يه پيدا هوتا هے كه جسطرح انجير اپنے جسم صغير ميں بيشمار فوائد اور زيتون اپنے قالب ميں تيل كا خزانه ركهتا هے ' اسي طرح روے زمين پر اور نيز ملك عرب ميں هزاروں لاكهوں ايسے پهل هيں ' جو يهي خواص ركهتے هيں - پهر كيا وجه كه اتني بڑي شهادت پيش كرتے وقت جناب باري نے انجير اور زيتون هي كو چنا ؟

جناب موصوف كي توضيح سے تسكين نهيں هوتي - انگريزي پڑهنے والے طلبا كي آنكهيں اور دل ظاهر هے كه آجكل الهام مجيد كي معرفت و نكات سے نابينا هيں - اندها آدمي مجبوراً هر هر قدم پر ٹهوكريں كهاتا هے ' اس صورت ميں بينا آنكهوں كا فرض هے كه صحيح راسته بتلا ديں - لهذا يه عريضه ارسال خدمت گرامي هے كه تين او ر زيتون كي شهادت پر شكوك مذكورۂ بالا كا لحاظ كرتے هوے جناب مزيد روشني ڈالنے كي تكليف گوارا فرمائيں ' باعث مشكوري هوگا - و السلام -

البــلاغ :

قرآن حكيم كے فهم و درس كا جو ذوق آپكے خط سے ظاهر هوتا هے ' اس سے يه فقير نهايت خوش وقت هوا - الله تعالى آپكے اس ذوق ميں بركت و ثبات عطا فرماے ' اور آپكے امثال و نظائر سے همارے جديد مدارس كي عمارتيں معمور هو جائيں -

آپكا سوال در اصل مسئلۂ " اقسام القران " سے تعلق ركهتا هے - يعني قران حكيم كي جن سورتوں ميں الله تعالى نے حروف قسم كے ساتهه بعض اشياء كا ذكر فرمايا هے ' انكي حقيقت ' اور جواب قسم سے انكا ربط و تعلق - ازانجمله سورة والتين هے ' اور اسميں سب سے پہلے تين و زيتون كي قسم نظر آتي هے - درس و فهم حقائق قرانيه كي مختلف راهيں هيں ' اور بسا اوقات انكي حقيقت مختلف نظروں كو مختلف روشنيوں ميں نظر آتي هے - تين و زيتون كے متعلق ايك تفسير امام رازي رحمة الله عليه كي تهي جسكو مولانا مظهر الدين صاحب نے اپنے مضمون ميں نهايت خوبي سے پيش كيا هے ' اور انكے خصائص كو نوع انساني كے جسم و حقيقت كے خصائص سے تشبيه دي هے - ليكن اسميں كوئي شك نهيں كه سورة كے موضوع اور بقيه اقسام كے ربط كيليے صرف اتنا هي كافي نهيں هے - مزيد غور و فكر اور جستجوے حقيقت كيليے قدم اٹهانا چاهيے - ميں آپكے سوال كا جواب دو صحبتوں ميں دونگا -

(چند مقـدمات مهمـه)

سب سے پہلے چند مقدمات آپكے سامنے آجائيں جن پر همارے تمام مباحث تفسير مبني هيں -

(١) قرآن حكيم كي هر سورة كا ايك موضوع (سبجكٹ) هے - اور اول سے ليكر آخر تك وه سورة اسي پر مبني هے ' جسقدر مطالب درميان ميں آگئے هيں وه سب كے سب اسي ايك موضوع اصلي كے ناگزير و ضروري اطراف بحث و تعليم هيں -

(٢) هر ســـورة كي ابتدا و انتها اس موضوع كے معلوم كرنے كي كنجي هے -

(٣) جب هر سورة كا ايك موضوع هے تو يه چيز بهي ضمنا آپكو معلوم هوگئي كه قران كي تمام آيات باهم مربوط و مسلسل هيں ' اور ايك نظـم و اسلـوب حقيقي كے ساتهه سلسلۂ بيان بتدريج اجمال سے تفصيل ' دعوے سے دليل ' اور تعليم سے امثال و نظائر كيطرف بڑهتا اور كهلتا جاتا هے - اسي كو قران حكيم نے " تصريف آيات " سے جا بجا تعبير كيا هے - " صرف " كے معني لغة ميں " رد الشي من حالة الى حالة " كے هيں (كما صرح به الاصفهاني)

(٤) " قسم " كے معني شهادت و دلالت كے هيں ' قران حكيم نے جس چيز كو حروف قسم كے ساتهه پيش كيا هے ' وه ايك شاهد هے جو اپنے ما بعد دعوے كيليے دليل پيش كرتا هے - قسم كا مقصد استشهاد هوتا هے - هم خدا كي قسم كهاتے هيں - يعني كهتے هيں كه خدا شاهد هے كه هم نے جهوٹ نهيں بولا - سورة والفجر ميں هے " هل في ذالك قسم لذي حجر " يعنے ان چيزوں ميں صاحب عقل كيليے بڑي هي شهادت هے - منافقين كهتے تهے كه " اشهد انك لرسول الله " هم گواهي ديتے هيں آپ الله كے رسول هيں - خدا نے انكي تكذيب كي اور كها : " اتخذو ايمانهم جنة " انهوں نے اپني قسموں كو ڈهال بناليا هے - يه ظاهر هے كه منافقين نے شهادت دي تهي - قسم نهيں كهائي تهي - پس خدا نے خود هي شهادت كو قسم سے تعبير كركے حقيقت كهولدي -

ليكن چونكه عام مفسرين متاخرين نے اس حقيقت پر غور نهيں كيا ' اسليے وه اس دهوكے ميں پڑگئے كه قسم اس چيزكي

کھائی جاتی ھے جسمیں بڑائی اور عظمت ھو - اسلیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ھی کو تلاش کرتے رھے - انکی شہادت حق و دلالۃ حقائق پر نظر نہ ڈالی - امام رازی گو فرماتے ھیں کہ قسم ایک طرح کی دلیل ھے' لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوری طرح متاثر نہیں ھیں' اسلیے اسی غلطی کو شروع کر دیتے ھیں جو اعتراف معنی دلیل کے ساتھہ جمع نہیں ھو سکتی تھی - یعنی تین اور زیتون کی عظمت اور بزرگی کو ثابت کرنا چاھتے ھیں - پھر جب اور کچھہ نظر نہیں آتا تو فرماتے ھیں کہ تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ھے' اور وہ معدے کیلیے مسہل و ملین ھے' اور زیتون کی لکڑی کے اندر تیل ھے ! گویا نہ تو دنیا کے اندر کوئی اور پھل ملین ھے اور نہ کوئی اور شے اپنے اندر روغن رکھتی ھے !

سچ یہ ھے کہ متاخرین میں یہ فضیلت و مزیت اللہ تعالی نے صرف حضرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور انکے ارشد تلامذہ علامہ ابن قیم کیلیے مخصوص کردی تھی کہ حقائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقی کو بے نقاب کریں' اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈالدیے ھیں' انکو اللہ کی بخشی ھوئی قوۃ مجددہ و مصلحہ سے چاک چاک کردیں - چنانچہ تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القران کی اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ھے - اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ھے جسکے دلونکو اللہ ان مصلحین حقیقی کی تصنیفات کے فہم و درس کیلیے کھول دے کہ انکا نور علم مشکواۃ نبوۃ سے براہ راست ماخوذ تھا -

(موضوع ســـورۃ والـــتین)

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ھے تو اسکو جذبات و موثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ھجوم نظر آتا ھے - باھر دیکھتا ھے تو اسکی ناکامیاں اور مایوسیاں اوسکی کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتی ھیں -

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ھی وجود ھے جو کبھی فرشتوں کی طرح محبت و ھمدردی اور شرافت و عفت کا پیکر ھے' اور کبھی قتل و ھلاکت اور خونریزی و سفاکی میں سانپوں کے زھر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اسفل ھے - وھی انسان جو جانوروں کو تکلیف میں دیکھکر ھمدردی کے جذبات سے معمور ھوجاتا ھے' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بیدریغ خون بہانے لگتا ھے تاکہ انکے خون سے اپنی خود غرضی کی پیاس بجھاے -

خارجی اعمال کے لحاظ سے اسکی بوقلمونی اور زیادہ عجیب ھے - وہ ایک ھی وجود ھے جو کبھی تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ھوتا ھے' اور کبھی کتوں کی طرح غلامی کی خاک پر لوٹتا ھے - کبھی اسکی ھمت سر بفلک عمارتوں کے بنانے' پہاڑوں کے کاٹنے' سمندروں کے مسخر کرنے سے نہیں تھکتی' اور کبھی ایسا ھوتا ھے کہ پتوں کی ایک دیوار کو کھڑا کرنا بھی اسکے لیے مشکل ھو جاتا ھے -

وہ کبھی بجلی سے ڈرتا ھے' طوفان سے لرزتا ھے' آسمان کو دھشت و خوف سے دیکھتا ھے' اور پھر اسقدر انکے مظاھر و شئون سے مرعوب ھوجاتا ھے کہ انکی پرستش و بندگی شروع کردیتا ھے' اور کہتا ھے کہ میں انکے آگے صرف جھکنے اور عاجزی ھی کیلیے ھوں - اسکے تنزل و تسفل کیلیے یہ مثال بھی کافی نہیں - ایک وقت آتا ھے جبکہ دنیا میں پتھر کے ان ٹکڑوں کیلیے جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ھیں' عزت ھوتی ھے' پر انسان کیلیے کوئی عزت باقی نہیں رھتی - وہ انسان ھوکر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' انکو اپنے آقا اور خداوند کی طرح پوجتا' اور اپنی حیات و ممات کو انکی رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ھے - کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ھے کہ وہ کتے سے اشرف و اعلی ھے - گھوڑا اور ھاتھی انسان کے چاکر بن جاتے ھیں کہ انسان کی عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتے' مگر انسان کتے سے بھی بدتر اور گھوڑے اور ھاتھی سے بھی اسفل ھے کہ اپنے سے اعلی کے آگے نہیں بلکہ اپنے ھی جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھی بدتر کے آگے جھکتا اور اوندھا ھوتا ھے !

تم کسی کتے کو نہیں دیکھوگے کہ وہ کسی دوسرے کتے کے آگے عاجزی کرے' لیکن یہ انسان ھی ھے کہ اپنے جیسے ایک انسان کو چاندی سونے کے تخت پر بٹھاتا ھے' اور پھر کتوں کی طرح اسکے آگے زمین پر لوٹتا اور گرد مذلت چاٹتا ھے -

اعمال انسانی کے اس اختلاف و تضاد اور انفعالات و تاثرات عملیہ کی اس بوقلمونی و رنگا رنگی میں انسانی فطرۃ اصلیہ کی حقیقت گم ھوجاتی ھے - کچھہ نہیں کھلتا کہ یہ عجیب جانور جو سب سے بڑا بھی ھے اور سب سے چھوٹا بھی' اسکی اصلی متاع فطرۃ کیا تھی جو اسے دیگئی تھی؟ وہ فی نفسہ شیطان ھے یا فرشتہ؟ بھیڑیا ھے یا بکری؟ تاریکی ھے یا روشنی؟ نیک ھے یا بد؟ اچھا ھے یا برا؟

(مسئلۃ خیر و شر فطرۃ انسانی)

یہ سوال انسان کی اصل فطرۃ و جبلۃ کی نیکی اور بدی کا ھے - یعنی کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ھے یا بد؟ یا دونوں؟ اسکے داخلی جذبات و داعیات کی کشاکش اور خارجی اعمال و نتائج کا میدان تو نور و ظلمت' ملکوتیۃ و بہیمیۃ' حسن و بد روئی' علو و تسفل' عظمت و ذلت' نیکی و بدی' دونوں کا مجموعہ نظر آتا ھے' اور کچھہ پتہ نہیں چلتا کہ در اصل وہ کیا ھے؟

دنیا میں ابتدا سے لیکر ابتک اس سوال کے متعلق تین مختلف مذاھب نظر آتے ھیں :

(۱) انسان کی اصلی جبلت و فطرۃ بدی ھے' لیکن باھر کی تربیت اسکو عارضی طور پر خوشنما کردیتی ھے - وہ خصائص فطرۃ کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ھے - لیکن تربیت پذیری کے اعتبار سے انپر فوقیت رکھتا ھے - درخت کی جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ھوتیں' لیکن انکو کاٹ کر اور چھیل کر ھم درست کر لیتے ھیں - فطرۃ کی تمام خلقت کا یہی حال ھے - اصل فطرۃ میں قوام و اعتدال نہیں ھوتا - چھیل چھال کر اسے سڈول بنا لیا جاسکتا ھے - یہی حال انسان کا ھے - باھر کی صناعی تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ھے' لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ھوجاتا ھے تو اصلی تہ نظر آجاتی ھے - بڑا سے بڑا مہذب انسان بھی غصہ و انتقام میں درندہ بن جاتا ھے - اسلیے کہ اسکا مصنوعی رنگ اتر گیا اور اسکی اصلی فطرۃ شر ابھر آئی -

یہ مذھب "مذھب شر" یا "مذھب یاس" ھے - وہ دنیا کی ھر چیز کو شر اور یاس کی نظر سے دیکھتا ھے - یونان میں دیو جانس کلبی (Diogenes) اسی فلسفۂ اخلاق کا مشہور پیشوا گذرا ھے -

(۲) دوسرا مذھب ان لوگوں کا ھے جو انسان کی فطرۃ کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ھیں اور کہتے ھیں کہ اسمیں نہ تو نیکی ھے اور نہ بدی ھے - نہ وہ کانٹوں کی چبھن ھے اور نہ پھولوں کی مہک - وہ محض ایک منفعل' اثر پذیر اور نقش انگیز وجود ھے جو اپنے ساتھہ کچھہ نہیں لاتا مگر دنیا میں آکر جو کچھہ پاتا ھے لے لیتا ھے - وہ ایک دامن ھے جسکے اندر سوائے گنجایش و عمق کے اور کچھہ نہیں ھے - اسمیں ھر طرح کا بوجھہ بھرلینے کی صلاحیت ھے مگر ابھی کوئی چیز اسمیں بھری نہیں گئی ھے - اب اگر اسکو پتھر ملا ھے تو اسکو بھر لیگا' پھول ملے ھیں تو انکو اٹھا لیگا - یہ تشبیہ واضح تر یہ کہ انسان کی فطرۃ اصلا ایک سفید کاغذ ھے - اسپر کوئی نقش نہیں ھوتا - نہ تو کانٹے کی تصویر ھوتی ھے اور نہ پھول کی - اب جو کچھہ اسپر بنا یا جائیگا' بن جائیگا -

حکماء یونان میں اس مذھب کا ایک دور رھچکا ھے - معتزلہ نے بھی زیادہ تر اسی کی پیروی کی تھی' آج یورپ میں بھی حکماء اخلاق کا ایک بڑا گروہ یہی کہتا ھے -

(۳) تیسرا مذھب "جامع خیر و شر" ھے - یعنی وہ کہتا ھے کہ :

آدمـی زادہ طـرفـہ معجـون ست !

نیکی اور بدی' دونوں اسکی فطرۃ میں موجود ھیں - بالقوۃ وہ شیطان اور فرشتہ دونوں ھے' قوۃ ملکوتی و بہیمی دونوں رکھتا

هے - دنیا میں آکر جس قسم کے خارجي موثرات ملتے هیں ' انهي کے مطابق اسمیں کوئي ایک قوة نشو و نما پاتی اور بروز کرتي هے - اگر وہ اثرات اسکے لیے جمع هوجائیں جنکو تم "نیکي" کے لقب سے پکارتے هو' تو اسکي قوت ملکوتي اُبھریگي اور چمکیگي ' لیکن اگر برخلاف اسکے بدي کا گرد و غبار چھا جایگا تو نیکي کي چمک ماند پڑجائیگي ' اور بدي کي تاریکي پھیل اُٹھیگي - اس مذهب کے پیروؤں کے نزدیک انسان کے اندر بالقوة ملکوتیة و بہیمیة دونوں هیں' مگر انکا فعل تربیت و تاثرات سے نمود پذیر هوتا هے - گویا نیکي اور بدي دو بیج هیں جنکو انسان اپنے ساتھہ دنیا میں لاتا هے ' پھر جس بیج کو تربیت و تاثر کا پاني ملجاتا هے ' وهي پھولتا پھلتا اور تناور درخت بنتا هے -

حکماے قدیم و جدید' دونوں میں اس مذهب نے بہت ترقي و مقبولیت حاصل کي هے - ارسطو کا بھي یہي مذهب تھا ' اور تقریباً تمام حکماء اسلام نے اسي کو قبول کیا هے - ابن مسکویه جس نے یوناني اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح و منظم لکھا هے' اسي مذهب کا داعي هے - دور جدید کے حکماء اخلاق میں بھي یہي مذهب زیادہ مقبول هے - امام فخر الدین رازي وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسي مذهب کو پیش نظر رکھتے هیں' اور " و هدیناه النجدین" اور " فالهمها فجورها و تقواها " وغیرہ آیات کریمه کي تفسیر اسي مذهب کي بنا پر کرتے هیں - کہا جاسکتا هے که مسئله خیر و شر فطرة کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یہي هے - اور چونکه 'انساني اعمال و نتائج میں خیر و شر دونوں نظر آتے هیں' اسلیے هر شخص سمجھتا هے که یہي مذهب زیادہ صحیح و احق هے -

(الـقـران الحکـیـم)

قرآن حکیم نے دین الهي کا دوسرا نام " العلم " رکھا هے :

و لئن اتبعت اهواءهم بعـد الـذي جاءک مـــن العـــلـــم - || اور اگر تونے انکي خواهشوں کي پیروي کي' بعد اسکے که تیرے پاس علم یعني دین الهي آچکا هے - الخ -

هر جگه گمراہ قوموں کے بغي و ضلالت پر ملامت کرتے هوے کہا :

فما اختلفوا الا بعد ما جاءهم العلم بغیا بینهم - (٤٥ : ١٦)

حاملین قرآن کي نسبت کہا : في صدور الذین اوتو العلم - وہ انکے سینوں میں هے جنکو علم دیا گیا - نیز کہا که یه " برهان " هے " بصائر " هے " نور " هے' " بصیرة " هے ' اور هر جگه کفر کو کہا که وہ " ظن " هے " شک " هے' تخمین هے ' اور اٹکل کي باتیں اور قیاسات هیں : ما لهم بـذالک من علم انهم الا یظنون - پھر دین الهي کے ماننے اور اطاعت کرنے کو " ایمان " کہا ' اور ایمان والوں کو "مومن"- ایمان امن سے هے اور امن کے معني " طمانیة النفس " اور زوال خوف و شک کے هیں - ان تمام تصریحات سے واضح هوا که دنیا میں علم و یقین صرف ایک هي هے اور وہ وحي الهي هے' اور اسکے سوا آور جسقدر ادعاء علم کے اعلانات هیں' ظن اور شک سے آگے نہیں بڑھسکتے - نیز یه که " ایمان " کے معني " یقین " حاصل کرنے کے هیں ' اور مومن وہ هے جسکے پاس " شک " کي جگه " یقین " هو - یہي وجه هے که مومن اور غیر مومن کو " الذین یعلمون " اور " و الـذین لا یعلمون " اور " الاعمي " اور " البصیر " سے تشبیه دي - یعنی صاحبان علم اور بینا ' اورارباب جهل اور اندھے !

اس بنا پر علم اضافي و محدود تو دنیا کے پاس هے' مگر علي الاطلاق " العلم " قرآن کے سوا اور کوئي نہیں' اور قرآن جس کے پاس هے وهي دنیا میں سب سے زیادہ اعلم اور سب سے بڑا جاننے والا هے -

پس شک و ظن کے تمام اختلافات کو اسي " العلم " اور " البصائر " کے آگے عرض کرنا چاهیے که وهي ایک حکم حقیقي هے -

اس عاجز نے جہاں تک غور کیا هے' معلوم هوتا هے که مسئلۂ خیر و شر فطرة کے متعلق قرآن حکیم کا فیصله ان تینوں مذهبوں سے الگ هے - اور تمام دنیا میں وہ پہلي آواز هے جو انسانیت کے شرف فطري و خیریت کو ان تمام ظنون و اوهام کي پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتي هے - ان تینوں مذهبوں میں پہلا مذهب فطرة انساني کو زمین کي گہانس اور مٹي کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا هے - گھانس حیوانات کي غذا هے اور مٹي سے دیوار بنائي جا سکتي هے' مگر یه مذهب کہتا هے که انسانی فطرة میں مضرة کے سوا کوئي نفع نہیں - یه مغرور انسان کا اپني نسبت پہلا مایوس فیصله تھا -

اسکے بعد دوسرا مذهب سامنے آتا هے' اور اسکو ایک سادہ صفحه قرار دیتا هے جسمیں نه تو نیکي کا نقش هے اور نه بدي کا - بلا شبه یه مذهب انسان کیلیے پہلے مذهب جیسا بے رحم نہیں' تاهم یه بھي اسکي فطـرة کو کوئي شرف نہیں بخشتا' اور ایک منفعل اور هر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا وجود قرار دیکر چھوڑ دیتا هے -

تیسرا مذهب سب سے زیادہ مقبول ' سب سے زیادہ عام ' اور اس بارے میں انساني علم کي سب سے بڑي جست هے - لیکن وہ بھي پھولوں کے ساتھه کانٹوں کو برقرار رکھتا ' اور انسان کو فرشتگي دیکر شیطنت کا بھي مساوي حصه بخشتا هے - اسکي غـــایت تحقیق یه هے که بالفطرة اسمیں نیکي بھي هے اور بدي بھي - پس وہ جسطرح اچھا هے ' برا بھي هے - اگر بدي کا پله نه جھکا تو نیکي کے پلے کو بھي زیادہ وزن نصیب نہیں - نتیجه کے اعتبار سے اسکي فطرة یہاں بھي شرافت و احترام سے محروم و نامراد هے : و ذالک مبلغهم من العلـم -

ان تینوں مذهبوں نے فطرة انسانیة کي حقیقت کو کھو دیا' اور وہ اپنا سراغ نه پاسکے -

یه مذاهب حکماء اخلاق اور عام افکار و آراء انساني کے هیں - لیکن آج جسقدر مذاهب دنیا میں موجود هیں ' انکا فیصله بھي یہي هے - اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذهب کي دعوة دیتے هیں - بعض حالتوں میں اگر انکے شارحین تاویلات رکیکه سے کسي بلند درجه کو حاصل کرنا چاهتے هیں' تو بھي آخري مذهب سے آگے انکا قدم نہیں بڑھتا -

لیکن قرآن یعنے " العلم " دنیا میں اسلیے نہیں آیا که فطرة کے محجوب جمال کو آور زیادہ مستور کردے' بلکه اسکي دعوة کي اولین حقیقت یه تھي که انساني ضلالت و ظنون نے فطرة و حقیقت پر جو پردے ڈالدیے هیں' انکو اسطرح چاک چاک کردے که انسان اپنے هي آئینه کے اندر اپني صورت دیکھه لے - پس وہ اولین آواز هے جس نے سب سے پہلے اس گم شدہ حقیقت کا سراغ بتلایا ' اور دعوا کیا که انسان کي فطرة و جبلة نه تو محض ایک صفحۂ سادہ هے ' نه صرف بدي اور شر کي ناپاکي هے' اور نه هي ملکوتیت اور بہیمیت کا مرکب ' بلکه وہ ایک خالص و کامل نیکي هے' جسمیں خیر کے سوا آور کچھه نہیں هے' اور کوئي قوة اسکے اندر ایسي نہیں رکھي گئي هے جسمیں بدي اور برائي کا اصلاً بیج هو - وہ صرف نیکي هي لیکر دنیا میں آتا هے ' نیکي هي کیلیے پیدا کیا گیا هے ' اور نیکي هي کیلیے اسکو سب کچھه دیا گیا هے - لیکن وہ دنیا میں آکر اپني فطري نیکي کي حفاظت نہیں کرتا ' اسکے نشو و نما کي راهیں بند هو جاتي هیں' اور اسکے طبیعي اُبھار کو اسطرح دبا دیا جاتا هے جس طرح کسي پودے پر ایک پتھر رکھکر اسکي قوة پامال کردي جاے - پس انسان کے اندر جو کچھه هے وہ خالص نیکي هے ' اور جسقدر بھي برائي هے' وہ اسکا کسب خارجي هے - نیکي اسکا فطري عمل هے' اور بدي غیر فطري ' خارجي ' اور یکسر صناعي - اگر وہ نیک هے تو یه فطرة هے ' اگر بد هے تو یه تصنع هے - اسکو بیج ایک هي دیا گیا هے جو صرف نیکي کا هے - جب وہ اُبھرتا هے تو تم کہتے هو که یه نیکي هے ' جب پامال کر دیا جاتا هے تو تم کہتے هو که بدي هے - حالانکه تم نہیں جانتے که پھل اور پتوں کا نه لگنا کوئي الگ وجود نہیں هے ' بلکه درخت کے نشو و نما کے عدم کا نام هے -

خدا نے اسکو روشني دي هے' اور اسکے اندر آئینه رکهدیا هے - وه دنیا میں آتا هے اور باهر کے پردوں سے اندر کي روشني کو ڈهانپ دیتا هے - باهر کے گرد و غبار سے اندر کے آئینه کو مکدر کردیتا هے - اب تم کہتے هو که وه تاریک هے' مگر نہیں سونچتے که اسکي اصل روشني تهي - تاریکي نه تهي - اس نے روشني کو چمکنے نه دیا - تم کہتے هو که اسکے دامن میں زنگ اور غبار تها - حالانکه زنگ و غبار نه تها بلکه صاف و شفاف آئینه تها - باهر سے گرد اڑ رهي تهي - اسکو چاهیے تها که دامن سے ڈهانپ لیتا' مگر اس نے گرد و غبار کو پسند کیا اور آئینه کي چمک کي قدر نه کي - اب وه غبار آلود هے - کچهه دنوں کے بعد بالکل تاریک هوکر لوهے کا ایک سیاه ٹکڑہ بن جائیگا' مگر اسلیے نہیں که اسکے پاس لوها تها' بلکه صرف اسلیے که آئینه کو صاف نه رهنے دیا

یهي انسان کي وه فطرة اصلي هے جسکو قرآن حکیم فطرة صالحه قرار دیتا هے' یعني وه فطرة جو بالکل اپني اصلي نیکي کي حالت میں هے' اور باهر کي کسي بدي سے اسکو آلوده نہیں کیا گیا هے - یہي فطـرة صالحه دین الہي هے' یہي دین قیـم هے' یہي دین حنیفي هے' یہي صـراط مستقـیم هے' یہي فطـرة الله هے' یہي صبغة الله هے' اور قرآن کي اصطلاح میں سب سے آخر مگر سب سے زیادہ جامع و حاوي نام اسي کا "اسلام" هے -

اور اسي لیے قرآن کہتا هے که انسان کي اصلي فطرة "اسلام" هے اور "کفر" ایک صناعي اور غیر فطري عمل هے - اگر ایک انسان "مسلم" هے تو اسکو یوں کہو که وه اپني اصلي فطرة صالحه پر قائم هے' اسکي فطري روشني نور دے رهي هے' اسکي فطرة خیر کي قندیل کو باهر کا کوئي طوفان بجها نه سکا' اور وه ویسا هي هے جیسا فطرة نے اسے بنایا تها - لیکن اگر ایک انسان "مسلم" نہیں هے تو اسکے یه معنی هیں که فطرة حقیقي کا چراغ بجهه گیا' اسکے اندر کا آئینه زنگ آلود هوگیا' گرد و غبار کي تو بر تو تہوں نے اسکو سیاه کردیا' اور وه فطرة کي صورت حقیقي کي جگه ایک مسخ شده غیر فطري و مصنوعي جانور بن گیا - معصیت سے یه فطري آئینه زنگ آلود هوتا هے' اور کفر زنگ آلودگي کي وه آخري حالت هے جبکه آئینه بالکل سیاه هوگیا' اور ایک دهندلي سي چمک بهي اس میں باقي نه رهي: ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و ابصارهم غشاوه - اور: سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون - وغیرہ تصریحات قرآنیه میں اسي آخري مرتبۂ ضلالت کي طرف اشاره هے' اورلهم قلوب لا یفقهون بها اور: جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه - اور: کالانعام بل هم اضل میں اسي فطرة صالحه کي پامالي اور ایک غیر فطري حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا هے - یه وقت تفصیل کا نہیں - اشارات پر اکتفا کیجیے -

اور ٹهیک ٹهیک یہي معني هیں مسلم کي اس مشہور حدیث کے جسکي شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو هو رهي هیں که:

ما مـن مولـود الا یولد علـی الفطـرة و ابـواه یهـودانه و ینصـرانه -	دنیا میں کوئي بچه پیدا نہیں هوتا مگر اپني اصل فطرة پر - پهر یهودي اسے یهودي بنا لیتے هیں اور نصراني نصراني -

ایک دوسري روایة میں هے: ما من مولود یولـد الا و هو علی هذه الملة - یعني جسقدر بچے پیدا هوتے هیں' سب ملة اسلام پر پیدا هوتے هیں -

انسان کي فطرة صالحه هي کا نام اسلام هے' اور هر بچه جو پیدا هوتا هے' اپني اصلي اور بے میل فطرة هي پر پیدا هوتا هے' پس انسان کا هر بچه "اسلام" پر پیدا کیا گیا - اب وه دنیا میں آتا هے اور باهر کي هوائیں اسکے اندر کي روشني کو تهه و بالا کرنے لگتي هیں - اگر یهودیت کے اثرات اس نے پاے' تو یهودیت کا جهونکا اسکے چراغ فطرة کو گل کردیگا' اگر مجوسیت کا طوفان اٹها' تو اسي میں اسکي کشتي فطرة ڈگمگانے لگیگي - پر یه جو کچهه هوگا' باهر کا اثر و کسب هے - اسکے اندر کي فطرة صرف اسلام تهي - یعني صرف نیکي و خیر تهي -

تمہید بڑهتي جاتي هے اور یه مبحث خود ایک مستقل صحبت هے - اگر اس بارے میں قرآن حکیم کي مزید تصریحات جمع کي جائیں تو صفحوں کے صفحے اسي میں صرف هوجائیں - یہي معني هیں ذریة انساني کے "بلی" کہنے کے جبکه خدا نے انسے پوچها که "الست بربکم؟" کیا میں هي تمهارا پروردگار نہیں هوں؟ پس انسان کي فطرة اصلي تصدیق هے جو اسکے اندر ودیعت کردي گئي اور اب اگر "بلی" کي جگه یعني تصدیق ربوبیت کي جگه وه انکار کرتا هے' تو یه اسکي فطرة کي صدا نہیں هے - ایک غیر فطري صناعي هے -

اور اسي فطرة صالحه کا نام قران حکیم نے "قلب سلیم" رکها هے یعني وه دل جو بالکل صحیح و سالم هو اور اپني اصلي تندرستي و اعتدال پر قائم هو - کوئي نیا عارضه اور بیماري آسے نہیں لگ گئي هے - حضرة ابراهیم علیه السلام کي نسبت فرمایا که اذ جاء ربه بقلب سلیم جبکه وه اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعني فطرة صالحه غیر آلوده کے ساتهه حاضر هوے - تم کو معلوم هے که حضرة ابراهیم کي یه فطرة صالحه وه تهي جسکو باهر کا کوئي بڑا سے بڑا جلوه بهي مرعوب نه کرسکا' اور اسکے اندر کي روشني پکار اٹهي: اني وجهت وجهي للذي فطر السماوات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

اور یہي وجه هے که خدا کي شریعت کا کام صرف یه هوتا هے که اس فطرة صالحه پر انسان کے صناعي و خارجي ضلالت کا جو زنگ چڑها دیا هے' اسے دور کردے' اور اسکي اصلي روشني پهر چمک اٹهے - یہي وجه هے که هدایت الہي کو قرآن نے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا' اور ضلالت و کفر کو "نسیان" کہا - "ذکر" کے معني حفظ اور یاد کے هیں' نسیان بهولنے کو کہتے هیں - چونکه فطرة اصلي کو انسان بهلا دیتا هے اور اسي کا نام ضلالت هے - پس ضلالت نسیان هوي اور هدایت فطرة اصلي کے بهلاے هوے سبق کو پهر تازه کردینا - اسیلیے اسکو ذکر کہا - نسیان کي انتہاء "غفلت" هے' "غفلت" کو قران نے منتہاء ضلالت قرار دیا هے - لهم قلوب لا یفقهون بها' و لهم اذان لا یسمعون بها' و لهم اعین لا یبصرون بها' اولئک کالانعام بل هم اضل - اولائک هم "الغافلون" -

ایک اور آیت بهي نسیان کے متعلق اس سر سري نظر میں سن لو: الذین نسو الله فانساهم انفسهم - وه لوگ که انهوں نے الله کے رشته کو بهلا یا' اور نتیجه یه نکلا که اپنے نفسوں هي کو بهول گئے - اسکا مطلب یه هے که اپنے نفسوں کو یعني اپني فطرة صالحه کو بهول گئے - کیونکه فطرة صالحه تو وه تهي جس نے کہا تها "بلی" یعني خدا کي ربوبیت اور اسکے رشتے کا اقرار کیا تها - اب اگر وه اس هستي کے رشتے کو بهـلا رهے هیں جسکے آگے فطرة اصلي "بلی" کہه چکي هے' تو اس رشتے کو نہیں بهلا رهے بلکه اپني فطرة هي کو بهلا رهے هیں -

(عـود الی المقصود)

بهر حال قرآن حکیم انسان کي فطرة کو خالص نیکي قرار دیتا هے' اور بدي سے اسکي فطرة صالحه کو پاک بتلاتا هے - وه کہتا هے که اسکي فطرة صرف تندرستي اور صحت هے - البته وه دنیا میں آکر بهت سي بیماریاں مول لے لیتا هے - بیماري باهر کا اثر هے' اندر صرف تندرستي هے -

سورۂ والتین کا موضوع اصلي یہي حقیقت هے - یعني اسمیں انسان کي فطرة صالحه کي اسي گم شده اصلیت کو واضح کیا گیا هے' اس موضوع کیلیے قرآن نے مفصل درس بهي دیے هیں' لیکن یه منجمله مجمل مگر جامع و حاوي دروس کے هے -

مطبوعات جدیدہ

معـــراج العقـــول (۱)

مفلس کی قسمت سے زیادہ اُس شخص کی بدقسمتی پر افسوس کرنا چاھیے جسکے پاس دولت کا کچھہ نہ کچھہ بقیہ موجود ھے ' مگر وہ اس سے متمتع نہیں ھوتا -

یہی حال آج تمام عالم اسلامی ' اور علی الخصوص مسلمانان ھند کا ھے - وہ ھر چیز میں صرف اسی چیز کا ماتم کرتے ھیں جو جا چکی ھے ' مگر جو کچھہ موجود ھے اس سے خبردار ھونے اور کام لینے کا کسی کو ھوش نہیں - مذھب کو ' علم کو ' تمدن کو ' اخلاق کو ' معاشرت کو ' غرضکہ حیات قومی کی جس شاخ کو دیکھیے کا یہی نظر آئیگا کہ مسلمانوں کی جیب اسقدر خالی نہیں ھے جسقدر انکا ھاتھہ بیخبر ھے -

صرف اسی بات کو دیکھیے کہ ھندوستان سے علم و ارباب علم کے رخصت ھو جانے پر کس قدر آنسو بہاے جاتے ھیں ' اور کس طرح ھمیشہ ماتم کیا جاتا ھے کہ علم و قلم کی صحبتیں برھم ھوگئیں ؟ لیکن اس چیز پر کسی کی نظر نہیں پڑتی کہ علم و قلم کی آج بھی جو قابلیتیں موجود ھیں ' وہ کس طرح ضائع کی جارھی ھیں ' اور ملک کی ناقدر شناسی اور بد امتیازی نے اس طرح انہیں مٹنے کیلیے گمنامی میں چھوڑ دیا ھے ؟ کتنے ھی ارباب علم و فضل ھیں جنکا جوھر علمی آج صرف اسلیے رائگاں جارھا ھے کہ انکو امن کی ایک رات اور دل جمعی کی ایک صبح بھی نصیب نہیں - کتنے ھی ارباب قلم ھیں جو بہتر سے بہتر علمی خدمت انجام دیسکتے ھیں لیکن انکی تمام قابلیت کچھہ نہیں کرسکتی کیونکہ انکی استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ ضرورت کی چند کتابیں خرید سکیں - کتنے ھی صاحبان استعداد و فکر ھیں جنکے لیے اصلی مشغلہ علم و فن کا تھا لیکن انکا سارا وقت اسمیں خرچ ھوتا ھے کہ :

چــہ خــورد بامــداد فــرزنــدم !

لوگ اسپر ماتم کرتے ھیں کہ جانے والے چلے گئے ' مگر کسی کی آنکھہ نہیں روتی کہ جو باقی ھیں اُنکی خبر لیں -

ایسے ھی ارباب علم و ذوق میں سے جناب مولانا سید مرتضی صاحب نونہروی ھیں جنکی ایک تصنیف " معراج العقول " پچھلے دنوں شائع ھوئی ھے ' اور جسکے مطالعہ کے بعد سطور مندرجۂ صدر کی ھر صاحب نظر تصدیق کرسکتا ھے -

صاحب " معراج العقول " موجودہ عہد کے علماء شیعہ میں ایک ممتاز اھل نظر ھیں - اور منجملہ اُن مخصوص بزرگوں کے ھیں جنکو اجتہاد فکر ' حریت راے ' اور اصابت فہم نے شاھراہ عام کی تقلید پرستیوں سے الگ کردیا ھے ' اور اسلیے نہ تو وقت کی مقبول عام صفوں میں انکے لیے کوئی جگہ رھی ھے ' اور نہ خود انکو ھی اُن صفوں میں جگہ پانے کی کوئی حسرت ھے - زمانے نے ھمیشہ ایسے لوگوں کے مقابلے میں ناقدردانی کا حربہ اٹھایا ھے ' مگر انہوں نے بھی اپنی بے نیازیوں سے ھمیشہ اسکے سر غرور و جہل کو شکست دی ھے :

نا روا بود بہ بازار جہــاں جنس وفا
رونقــــی گشتم و از طالع دکان رفتــم

صاحب معراج العقول مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے زمانے میں بعہدۂ نظامت علوم و فنون ' ریاست حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے - انقلابات و تغیرات نے ورق الٹا تو اپنے وطن کا رخ کیا - ایک عرصہ سے وھیں عزلت گزیں ھیں اور بے نیازانہ و علم پرستانہ مشغول تصنیف و تالیف رھتے ھیں - زمانے کو اگر انکے علم و فضل کی خبر نہیں ھے تو نہو ' مگر انکو زمانے کی جہل پرستی اور خیرہ مذاقی کا حال اچھی طرح معلوم ھے :

ز مرغان حرم در کام زاغان طعمہ اندازد
مدار روزگار سفلہ پرور را تماشــا کن

معراج العقول عربی کی ایک ضخیم کتاب ھے جو ۸ سو صفحوں پر ختم ھوئی ھے اور حسن طباعت کے متعلق اسقدر کہدینا کافی ھے کہ نامی پریس کانپور میں غیر معمولی اھتمام کے ساتھہ چھاپی گئی ھے - کتاب کا موضوع کلام و الاھییات ھے ' اور جناب مصنف کے مطالعہ و نظر کا اصلی موضوع یہی ھے - ان مباحث کیلیے متاخرین نے زیادہ تر یہ روش اختیار کی تھی کہ کسی چیز کو بطور متن کے قرار دیکر اسکی شرح لکھتے تھے ' اور اس ضمن میں تمام پیش نظر مباحث ایک ترتیب خاص کے ساتھہ آجاتے تھے - صاحب معراج العقول نے بھی اسی کا تتبع کیا ' اور مشہور دعاء مشلول کو جو اسماء حسنی کا مجموعہ ھے ' شرح کیلیے منتخب کیا - کلام و الاھییات کے جتنے اھم مباحث ھیں ' وہ سب کے سب مختلف صفات باری تعالی عز اسمہ سے تعلق رکھتے ھیں - اسلیے اسماء حسنے کی شرح لکھنے کے یہ معنی ھیں گویا کلام و مباحث الاھیۂ حکمیہ پر ایک جامع کتاب لکھدی -

افسوس کہ البلاغ کی محدود و مشروط صحبتیں تفصیلی تبصرہ کی متحمل نہیں ' کتاب نہایت ضخیم ھے اور جن مباحث و مسائل پر مشتمل ھے ان میں سے ھر مسئلہ اسقدر وسیع اطراف بحث رکھتا ھے کہ جب تک تفصیل کے ساتھہ نقد و تبصرہ نہ کیا جاے کتاب کی حیثیت واضح نہیں ھو سکتی - اس سے بھی زیادہ یہ کہ کتاب عربی میں ھے ' یعنی اُس زبان میں ھے جو مرحوم عرفی کے عہد میں بھی مخصوص بہ خواص تھی ' اور " حدیث زیر لبی " ھی کیلیے موزوں سمجھی جاتی تھی :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست
کہ اھل شوق عــوام اند و گفتگو عربی ست

اور جب اُس عہد کا یہ حال تھا تو ھمارے عہد کی نسبت تو سوال ھی بیکار ھے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید !

پس اسکے سوا چارہ نہیں کہ سرسری اشارات پر اکتفا کیا جاے - سب سے زیادہ اھم اور سب سے زیادہ قابل ذکر خصوصیت جو اس کتاب کو موجودہ عہد کی بہترین مصنفات کا درجہ دیتی ھے ' وہ اجتہاد فکر و استقلال راے ھے جسکی روشنی کتاب کے ھر مبحث میں نمایاں ھے - یہ وہ فضیلت عظمی و مزیت کبری ھے کہ اگر کتاب میں اور کچھہ نہ ھوتا ' اور آٹھہ سو صفحوں کے اندر صرف ایک سطر بھی اس دولت عظمی سے بہرہ ور ھوتی ' جب بھی صاحب معراج العقول کے شرف و امتیاز کیلیے کافی تھا -

(۱) یہ کتاب نہایت اھتمام اور تکلف سے چھاپی گئی ھے - ۸ سو صفحوں پر ختم ھوئی ھے - قیمت پانچ روپیہ ھے اور خود مصنف سے " نونہرہ ضلع غازیپور " کے پتہ سے ملسکتی ھے -

خلاف رسم دریں عہد خرق عادت داں
کہ کارہاے چنیں از شمار بوالعجبي ست

قران حکیم کي تمام دعوۃ کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ " ما وجدنا علیہ اباءنا " اور " انا وجدنا اباء نا علی امۃ و انا علی آثار ھم مقتدون " کے خلاف ایک یکسر صداے احتجاج ہے جو دنیا سے اسکے سوا کچھہ نہیں چاھتي کہ تقلید کي جگہ اجتہاد ' اور جہل کي جگہ علم و برہان کو اپنا دستور العمل بناے - لیکن صدیوں سے تمام عالم اسلامي کا یہ حال ہو رہا ہے کہ علم و فن کي کوئی شاخ نہیں جو تقلید اعمی و اتباع بغیر بصیرۃ کے استیلاء ضلالت سے بچي ہو' اور جس تقلید کے متعلق بالاتفاق سب نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ جہل کا دوسرا نام ہے اور علم کے ساتھہ جمع نہیں ھوسکتي کیونکہ علم نام حصول دلیل کا ہے ' اسي کا نام آج علم رکھا گیا ہے - درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں منتہاء کمال یہ رھگیا ہے کہ چند اقوال زید و عمر کے نقل کردیے جائیں ' اور جس راہ پر ایک بھیڑ چلتي ھوئي نظر آ گئي ہے ' اسي پر خود بھي گام زن ھو جائیں - کہ انا علی اثارھم مقتدون !

جو روشني بکلي گم ھوگئي ہے' اسکي ایک چھوٹي سي کرن بھي موجودہ عصر ظلمت میں کم از آفتاب نہیں - صاحب معراج العقول کي سب سے زیادہ ممتاز چیز یہي ہے - اور ھر جگہ نمایاں نظر آتي ہے - وہ حق کو نہ تو کسي ایک مصنف کي ملکیت میں دیدیتے ھیں اور نہ کسي مسئلہ کي صداقت و عدم صداقت کا معیار سنیت و شیعیت کو قرار دیتے ھیں - متعدد مقامات میں انھوں نے صاحب عماد الاسلام اور علامۂ مجلسي کے تشدد و تقشف پر پوري بیبا کي کے ساتھہ رد و طعن کیا ہے ' اور متعدد مقامات ھیں جہاں وہ امام فخر الدین رازي کي تحسین کرتے ھوے نظر آتے ھیں' اور اس سے بالکل بے پروا ھیں کہ کس شخص کا تعلق کس فرقہ سے ہے ؟

جو حال ھمارے یہاں متاخرین فقہاء ترکستان و ما وراء النہر کے تشدد و غلو کا ہے ' بعینہ یہي حال تاریخ اثنا عشریہ میں عہد صفویہ کے اواخر کا رہا ہے جبکہ پولٹیکل حالات نے غلو و تشدد کو آھستہ آھستہ جزو مذھب بنا دیا ' اور بتدریج مسلک اثنا عشریہ قرون گذشتہ سے ھٹکر بالکل ایک نئي چیز بن گیا - اس عہد کي ایک بڑي خصوصیت توسیع باب تکفیر' و غلو و حرج احکام' و تشدد عصبیۃ احزابي و مذھبي ہے -

ھندوستان کے بعض گذشتہ افاضل شیعہ نے بھي اسي مسلک کو اختیار کیا - ازانجملہ علامہ مجلسي صاحب بحار ایران میں ھیں ' اور مولانا السید دلدار علي مرحوم صاحب عماد الاسلام وغیرہ کتب شہیرہ ھندوستان میں -

لیکن صاحب معراج العقول نے اس حق گویانہ آزادي کے ساتھہ جسکي نظیر آجکل بہت کم ملتي ہے ' صاف صاف ان بزرگوں کے مسلک کي تغلیط کي ہے ' اور واضح کردیا ہے کہ اس تشدد و غلو نے نہایت سخت نقصان علمي و ذھني قوم کو پہنچایا ہے - سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ آزاد و حق گو قلم جس سے مندرجہ ذیل سطریں دیباچۂ معراج العقول میں نکلیں :

" فاصبحت الشیعۃ جماھیرھم فی الدور المتاخرۃ من الدولۃ الصفویہ الی الان صفر الید من علوم البرھان و ذوق العرفان جمیعاً الا ماشاء اللہ ' فصارت اسواء حالاً من الاشاعرہ "

عہد صفویہ نے مذھب شیعہ میں جو بدعتیں پیدا کیں' منجملہ انکے ایک تصوف سے بعد و ھجر اور بالعموم صوفیاء کرام کي تکفیر و تفسیق ہے - اسي کا اثر ہے جو ھندوستان کے افاضل شیعہ تک پہنچا اور ایک مشہور فاضل نے کہا :

ایں کلام صوفیاں شوم نیست
مثنوي مولوي روم نیست

چنانچہ صاحب عماد الاسلام نے بھي صوفیاء کي مخالفت میں بہت تشدد کیا ہے - لیکن صاحب معراج العقول کا اعتدال مسلک اور ذوق سلیم اس افراط و تفریط کا متحمل نہیں ھوسکتا تھا - انھوں نے قابل تحسین جرات کے ساتھہ اس تشدد کے خلاف اپني پر زور صدا بلند کي ہے' اور نہایت تفصیل سے صوفیاء کے مسلک پر بحث کرکے ایک طرف متصوفین جاھلین کے خرافات و اباطیل کي پردہ دري کي ہے ' دوسري طرف تصوف صالح و حقیقي کے احترام حقیقت کا بلا خوف لومۃ لائم اعتراف کیا ہے - منجملہ متشددین منکرین و مکفرین صوفیاء کے ایک صاحب کتاب الشہاب الثاقب بھي ھیں - مصنف نے ایک مخصوص فصل میں انکے اعتراضات پر نقد کیا ہے اور صوفیاء کرام کے دعوی کشف پر نہایت منصفانہ بحث کي ہے - صاحب الشہاب نے نفحات الانس سے چند واقعات نقل کرکے مولانا جامي کي تکفیر و تفسیق کي تھي - اسپر مصنف معراج لکھتے ھیں " و انتفا فی الاستدلال بالسب و الشتم علی الجامي بانہ ناقلہ و ھو فاسق و کافر ثم انہ سني ; لکنا لسنا ممن یقلدہ فلا نرضي بمقالہ و لا نوافقہ فی ھذہ العصبیۃ القبیحہ والمشاتمۃ الفضیحہ - و الجامي عندنا فاضل عارف - و اما تسننہ علی حد یجب علی مثلہ تفسیقہ و تکفیرہ و عداوتہ فلا نسلمہ "

متاخرین علماء شیعہ میں شیخ بہاء الدین عاملي کے بعد غالباً صاحب معراج العقول دوسرے شخص ھیں جنھوں نے تصوف کے متعلق انصاف و راستي سے کام لیا ہے -

متعدد اعمال صحیحۃ و شرعیہ ھیں جنکو شارع نے بعض خاص مصالح و حکم سے قرار دیا لیکن دنیا نے اصلي حکمت و علت کو بالکل بھلا دیا' اور اسکي جگہ صرف رسم و قشر پر قانع ھوگئي - حقیقت کا یہ احتجاب اور رسم کا یہ رسوخ و احاطہ بسا اوقات طرح طرح کي مضرتوں کا مولد و مبدء ثابت ھوا ہے -

ازانجملہ عمل " استخارہ " ہے - یہ ایک صحیح عمل شرعي تھا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ بسا اوقات انسان مختلف راھوں اور پہلوؤں کو دیکھکر ایک عالم کشمکش و تذبذب میں مبتلا ھوجاتا ہے' اور اسکي قوۃ فیصلہ گم ھو جاتي ہے - ایسي حالت میں بہتر ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو صرف اللہ کي طرف لیجاے اور اسکے حضور ملتجي ھو کہ جس راہ میں اسکے لیے امن و فلاح ہے' اسکي طرف رھنمائي کردے-

لیکن اب لوگوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے ' اور عوام شیعہ کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے - متعدد لوگوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ ھر وقت تسبیح ھاتھہ میں ہے اور " افعل " اور " لا تفعل " کے اشارۂ وجوبي کے انتظار میں بلا فصل متحرک - کھانا کھانا ہے تو استخارہ' پانی پینا ہے تو استخارہ' یہ استخارۂ شرعي نہیں ہے بلکہ شارع کے ایک قرار دادہ عمل مقدس کا عملي استہزاء ہے - صاحب معراج العقول نے اس بارے میں بھي نہایت خوبی سے داد تحقیق دي ہے' اور ایک مستقل فصل میں اسپر بحث کي ہے - چنانچہ لکھتے ھیں : " حتی ان کثیرا منھم اتخذوھا شعارا و دثارا لیلا و نہار بل کانھم عدوھا من اھم الواجبات الی ان صارت من شعائر التشیع.........و سرت ھذہ العقیدۃ فی علمائھم و جھالھم جمیعاً - حتی رایت بعض اجلہ الادبا والفقہاء انہ بني کل حرکۃ و سکون في لیلہ و نہارہ علی الاستخارۃ حتی انہ کان لا یدخل علی اھلہ و عیالہ بدونہا "

فریقانہ نزاعات اور تحزب و تمذھب کي عصبیۃ جاھلیۃ کے بحران نے صدیوں سے اعتدال مسلک کو گم کردیا ہے' اور تقلید نے ھمتوں کو اسقدر پست کردیا ہے کہ کسي شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کي جرات نہیں ھوتي - اللہ تعالی صاحب معراج العقول کو جزاء خیر دے جنھوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھہ اپني سیاحت تحقیق ختم کي - افسوس کہ اصلي چیز مباحث الاھیہ و کلامیہ تھے - مثلاً بحث حسن و قبح اشیاء



الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(٣)

(الاختـــلاط و الالتـــباس)

تم نے اصلاح کو افساد سے ' مصلحین کو مفسدین سے ' نور کو ظلمت سے ' پھول کو کانٹوں سے ' الگ کرکے دیکھہ لیا - لیکن سوال یہ ہے کہ مفسدین و مصلحین کی یہ صفیں صرف کاغذ ہی کے صفحے پر علحدہ قائم کی جاسکتی ہیں' یا سطح زمین پر بھی انکی بزم آرائی ہوسکتی ہے ؟ چاند سے داغ صرف تصویر ہی میں جدا کیا جاسکتا ہے ' یا وہ آسمان پر بھی در حقیقت جدا ہوسکتا ہے ؟ قرآن حکیم اسکا جواب نفی میں دیتا ہے :

فالھمہا فجورھا و تقواھا - خدا نے نفس انسانی کو بدکاری اور پرہیزگاری دونوں کی راہیں دکھلا دیں -

اصلاح و افساد اور خیر و شر کی یہی دونوں متضاد حالتیں ہیں' جو عمل انسانی میں ودیعت کیگئی ہیں' اسلیے افساد و اصلاح بھی ایک دوسرے سے علحدہ نہیں ہوسکتے -

بد قسمت لوگ تقدیر کی بڑی شکایت کرتے ہیں ' لیکن یہ شکایت صحیح نہیں ہے - اونکو اصل فطرت ہی کی شکایت کرنی چاهیے کہ اوس نے دنیا میں برائی کا وجود کیوں رکھا ؟ ہم اگرچہ اسکی جرات نہیں کرسکتے لیکن خدا کے دوسرے معصوم بندوں نے اس قسم کی جرات کی تھی :

اذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خلیفة ' قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھـــا و یسفـــك الدماء - (بقره : ٢٨) — جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں' تو انہوں نے عرض کیا : کیا تو اوس نوع کو خلیفہ بنائیگا جو زمین میں فساد و خونریزی کریگی -

خدا نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اسکی تحقیق چند سطروں کے بعد آئیگی - لیکن حضرت آدم کے عمل نے تو جنت ہی میں فرشتوں کے اعتراض کی بظاہر تصدیق کردی :

فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانا فیه ' و قلنـــا اھبطوا بعضکـــم لبعض عدو ' ولکم فی الارض مستــقر و متــاع الی حین (بقرہ : ٣٤) — پس اون دونوں کو شیطان نے راہ اطاعت سے ڈگمگادیا ' اور اوس عیش و آرام کے گھر میں جس میں وہ آباد تھے رہنے نہ دیا - ہم نے کہا کہ یہاں سے اترو ' تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے ' اور تمہارے لیے اب زمین ہی میں ٹھکانا ' اور ایک مدت مقررہ تک زندگی بسر کرنا ہے -

لیکن تم کو صرف حضرت آدم کے عمل ہی کو نہیں دیکھنا چاهیے ' بلکہ اوسکے دقیق نتائج پر بھی نظر ڈالنی چاهیے - حضرت آدم نے غلطی کی ' اور خود اپنا بنا بنایا گھر اجاڑا ' لیکن تم نے دیکھا کہ اس افساد نے کیا اصلاح کی ؟ اس تخریب نے کیا تعمیر کی ؟ بغور دیکھو ! اس تخریب نے ایک عالم کھڑا کردیا ' جس میں آدم کی اولاد چلتی پھرتی نظر آتی ہے ' اسلیے حضرت آدم کا یہ گناہ فرشتوں کے اعتراض کی تصدیق نہیں کرتا ' بلکہ یہ اوسکا عملی جواب ہے - اونہوں نے کہا تھا کہ فساد سے دنیا برباد ہوجائیگی ' خدا نے اونکو دکھادیا کہ اصلاح و افساد لازم ملزوم ہیں' اسلیے اگر ایک گھر برباد ہوگا تو دوسرا آباد بھی ہوجائیگا -

تم نے دیکھہ لیا کہ تخلیق عالم کا سنگ بنیاد خیر و شر کی اجتماعی حالت کی سطح پر رکھا گیا ہے' اگر ترکیب نہ ہوتی تو تعمیر نا ممکن تھی' اسلیے خیر و شر اور اصلاح و افساد نہ صرف اشخاص کا بلکہ مادہ عالم کا مایۂ خمیر ہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ مادہ عالم کی ترکیب میں دونوں اجزاء برابر کی نسبت رکھتے ہیں یا انمیں کوئی جزء غالب بھی ہے ؟ خدا کا فیض عام جواب دیتا ہے کہ :

سبقت رحمتی علی غضبی - — میری رحمت میرے غصے پر سبقت لیگئی ہے -

اسلیے خیر شر پر' اصلاح افساد پر' غالب ہے - اور خدا نے فرشتوں کو یہی جواب دیا ہے - فرشتوں کو حضرۃ آدم کے دامن پر صرف ایک فساد کا دھبا نظر آیا تھا جسکو خون کے چھینٹوں نے اور رنگین اور نمایاں کردیا تھا ' لیکن خدا نے کہا کہ ایک دھبہ ہزاروں نقش و نگار کے پردے میں چھپ جا سکتا ہے :

و علم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکة - فقال انبؤنی باسماء ھا ولاء ان کنتم صادقین (بقرہ : ٢٩) — اور آدم کو الله نے کل چیزوں کے نام سکھادیے پھر اُنکو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے کہا ! مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو -

---

(بقیہ مطبوعات جدیدہ صفحہ ١٣)

و مسئلہ تعلیل و عدم تعطیل افعال واجب بالاعراض و مسئلہ علمیہ جزئیات مادیہ وغیرہ' لیکن ان پر بحث کرنے کیلیے کافی وقت اور گنجایش صفحات مطلوب ' اور اس سے میں مجبور ہوں -

یہ نہ سمجھا جاے کہ چونکہ فاضل مصنف نے متاخرین شیعہ سے اختلاف کیا ہے اسلیے میں کتاب کو مستحق تحسین سمجھتا ہوں ' بلکہ میرے نزدیک کتاب کے بہترین مواقع وہ ہیں' جہاں انہوں نے مسائل کلامیہ پر بحث کرتے ہوے اشاعرہ و معتزلہ کے مذاھب کا رد و قبول کیا ہے ' اور متعدد مقامات پر اشاعرہ کے رد کرنے میں حق انکے ساتھہ ہے ' اور میرا مسلک اشاعرہ و معتزلہ دونوں سے الگ ہے' و الحمد للہ علی ذالك -

آخر میں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب راجہ ابو جعفر صاحب رئیس فیض آباد کی اس علم پرستانہ فیاضی کا اعتراف کروں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا سر و سامان کیا - موجودہ عہد کے رؤساء میں اسکی مثالیں ناپید ہیں ' کچھہ شک نہیں کہ راجہ صاحب ممدوح نے اپنے اس انفاق فی سبیل العلم سے ایک قابل صد تحسین نمونہ قائم کیا ہے -

جناب مصنف کی متعدد تصنیفات اور علی الخصوص اس کتاب کی دوسری جلد ہے' جسکی اشاعت کا ابتک کوئی سر و سامان نہیں ہوا - افسوس اس عہد جہل پرور پر' اور صد افسوس اس عصر ضلالت اندیش پر' جسمیں ایسے ارباب علم و نظر موجود ہوں مگر انکے بہترین اثرات علمیہ صرف چاندی کے چند سکوں کے نہ ملنے سے شائع نہو سکیں - کیا اس وسیع ملک میں جہاں صدہا رؤساء و ارباب دولت موجود ہیں ' اور جہاں متعدد بڑی بڑی اسلامی ریاستیں قائم ہیں ' کوئی بھی نہیں جو علم کی بیکسی پر روے' اور ارباب علم کی کس مپرسی پر غمگین ہو؟ جو لوگ ہزاروں روپیہ نمایش و لہو و لعب اور اطاعت طواغیت حکومت میں ضائع کررہے ہیں ' کیا انکی دولت میں علم و خدمت علم کیلیے کوئی حصہ نہیں ہے ؟

فرشتوں کو ایک عیب هزاروں هنر کے سامنے هیچ نظر آیا ' اسلیے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا :

قالوا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (بقرہ : ٣١)

اُن لوگوں نے کہا : خدایا همکو تو صرف اُسی قدر علم هے جتنا تونے همکو سکھایا هے - بیشک تو هی بڑا علم والا ' اور تیری هی دانائی سب سے بڑی دانائی هے !

پس خیر و شر کے اعمال کا یہ امتزاج علم و دانائی پر مبنی هے :

ربنا ما خلقت هذا باطلا -

جس طرح مقدار و کمیت کے لحاظ سے خیر شر پر اور اصلاح افساد پر غالب هے ' اُسی طرح کیفیت کے لحاظ سے بھی وہ شر و فساد سے زیادہ لطیف ' نرم ' رقیق ' اور تربیت پذیر هے - شر و فساد ایک کوئلہ هے جو پھونکنے کے بعد بھڑکتا هے' لیکن خیر و اصلاح بجلی کی رو هے جو دفعتاً مشتعل هو جاتی هے - اصلاح اصل فطرۃ صالحه هے اور افساد خارجی ضلالت کا نتیجه' پس ضرورت صرف تزکیۂ و تربیت کی هے تاکه زنگ دور هو جاے اور آئینه چمک اٹھے :

قد افلح من زکھـــا وقد خاب من دسھا -

وہ شخص کامیاب هوا جس نے اوسکا تزکیه کیا ' اور وہ ناکامیاب رها جس نے اوسکو دفن کر دیا -

اس تربیت و تزکیه کے بعد اوسکا قوام اس قدر لطیف هو جاتا هے که :

یکاد زیتها یضیٔ ولولم تمسسه نار- نور علی نور ' یهدی الله نوره من یشاء (نور: ٣٥)

قریب هے که اس کا تیل روشن هوجاے اگرچه اوس میں آگ نه لگائی جاے - روشنی پر روشنی هے - خدا اپنی روشنی کی طرف جسکو چاهتا هے راہ دکھاتا هے -

یه وهی نور هے جسکو حضرت موسی نے شجر طور پر ' حضرت ابراهیم نے آفتاب و ماهتاب میں ' ایک نبی امی نے غار حرا کی تاریکی میں دیکھا تھا - کیونکه اس چراغ کا نور نه تو چاند اور سورج کی روشنی میں ماند پڑ سکتا هے ' نه رات کی تاریکی اوس پر پردہ ڈال سکتی هے -

(الحـد الفاصل)

لیکن با اینهمه تاریکی موجود هے - گو روشنی میں مدغم هوگئی هے - دنیا میں بہت سے اندھے بھی هیں ' اسلیے وہ روشنی کو نہیں دیکھہ سکتے - پس خیر و شر کے درمیان ایک حد فاصل کی ضرورت هے که آب شیریں و آب شور باهم ملنے نه پائیں - خدا نے یه حد بھی قائم کردی هے :

مرج البحــرین یلتقین ' بینهما برزخ لا یبغیــــن

میٹھے اور کھارے پانی کے دو دریا جو باهم مل گئے هیں ' مگر اونکے درمیان ایک پردہ بھی هے کـه ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں هوسکتا -

جس وقت سے خیر و شر هے اوسیوقت سے یه حد بھی قائم کردی گئی هے - چنانچه حضرت آدم کو بھی یه حد بتلا دی گئی تھی :

و لا تقربا هذه الشجرۃ فتکونا من الظلمین (بقرہ ٥ : ٣٣)

اور اس درخت کے قریب نه پھٹکنا تاکه زیادتی و انحراف کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ -

لیکن یه حد محسوس چیز نہیں هے ' اسلیے شریعت نے اسکی امتیاز کا ذریعه صرف ذوق صحیح کو قرار دیا هے - چنانچه آنحضرت نے فرمایا " که گناہ وہ هے جو دل میں کھٹکے " اور یه ذوقی شہادت فطرتی چیز هے - آدمی جب گناہ کرتا هے تو اوسکا دل دھڑکنے لگتا هے' چہرہ متغیر هو جاتا هے ' اسیکا نام نور ایمان هے اور یہی خیر و شر کی حد فاصل کو قائم رکھه سکتا هے - لیکن با اینهمه اختلاط عام هے ' شر مستطیر هے' تاریکی هر طرف پھیلی هوئی هے ' اسلیے آدمی کا پانوں پھسل جاتا هے ' اور وہ سرحد سے آگے قدم رکھدیتا هے' اس بنا پر :

ان منکم الا واردها کان علی ربک حتماً مقضیا (مریم : ٧٢)

تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جهنم میں نه اوترے ' یه تمهارے پروردگار کا قطعی فیصله هے -

لیکن خدا کی رحمت بڑی نقاد هے ' وہ جانتی هے که دنیا میں زر خالص کا وجود بہت کم هے - اسلیے وہ اپنے دامن میں اوس سونے کو بھی چھپالیتی هے جو خاک کے ذروں میں مخلوط هے- جهنم کی آنچ بھی اسیلیے دکھائی گئی که سونا صرف آنچ هی سے پاک هو سکتا هے :

و آخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عمـــلا صالحـا و آخر سیأ عسی الله ان یتوب علیهـم ان الله غفور رحیم (توبه : ١٠٣)

اور دوسرے لوگ وہ هیں که انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ' انہوں نے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام ملے جلے کیے تھے -

لیکن دنیا کی فضاے غیر محدود (التعادل و التوازن) میں هزاروں سیارے گردش کر رهے هیں' اور هر ایک چاهتا هے که دوسرے کی حد میں قدم رکھے ' اسلیے اگر فطرت اونکو کسی مضبوط رسی میں جکڑ نه دیتی تو وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ' بڑھ کے ٹکراتے' اور نظام عالم درهم برهم هو جاتا - پس قدرت الهی اونکو کشش باهمی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتی' اسلیے سب کے سب اپنے اپنے طور پر ایک نہایت منتظم ' ایک نہایت با قاعدہ ' ایک نہایت مرتب گردش کر رهے هیں :

لا الشمس ینبغی لهـا ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار وکل فی فلک یسبحون

نه سورج کو یه حق هے که چاند کو پالے ' نه رات دن کے آگے بڑھ سکتی هے' سب ایک محور پر گردش کر رهے هیں-

انسان کا ' انسان کے اعمال کا ' انسان کے اخلاق و عادات کا بھی یہی حال هے - وہ ایک دوسرے سے ٹکرانا چاهتے هیں' اسلیے وحی الهی مذهب کی سنہری زنجیـر سے اونکی مطلق العنانیوں کو جکڑ دیتی هے :

و اعتصموا بحبل الـلـه جمیعا -

سب کے سب خـــدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو' که ایک دوسرے پر تعدی نه کرنے پاے اور دنیا کی میزان عدل کا پله برابر رهے -

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنـا معهم الـکتـاب والمیـزان لیقوم الناس بالقسط (حدید: ٢٥)

هم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقه و براهین واضحه کے ساتهه بھیجا اور انکے ساتهه کتاب اور میزان کو اُتارا - تاکه عدل و توازن قائم رهے -

لیکن انسان کے جذبات ' فطرت کی دوسرے قواے طبیعیه سے زیادہ ذکی الحس' زود اثر' اور سریع الاشتعال هیں- اسلیے وہ باوجود اس جذب و کشش کے باهم ٹکرانا چاهتے هیں - پس :

لو اتبع الحق اهـواءهم لفسدت السموات والارض و من فیهن(مومنون ٢٣)

اگر حق بھی اونکا اتباع کرتا ' تو زمین و آسمان اور اونکے رهنے والے بـرباد هوجاتے -

دنیا کو اس تباهی سے بچانے کیلیے اوسکو جبر و اکراہ ایک مرکز پر لانے کی ضرورت هوتی هے ' اور یہی فطری ضرورت ' جهاد ' قصاص ' اور تعزیر و عقوبت کی سنگ بنیاد هے :

و انزلنا الحدید فیه باس شدیـد و منافع للناس (حدید : ٢٥)

اور هم نے لوها اوتارا که اس میں سلطان و نفوذ کی بڑی خوفناکی هے اور لوگوں کیلیے فوائد بھی هیں -

قرآن حکیم نے جا بجا اسی توازن طبعی کے ذریعه قیام امن و سلام عام کی طرف اشارہ کیا هے :

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لکن الله ذو فضل علی العلمین (بقرہ : ٢٥٣)

اور اگر خدا بعض آدمیوں کے ظلم و زیادتی کو بعض کے ذریعـه دفع نه کراتا ' تو زمین تباہ هو جاتی - لیکن خدا تو دنیا پر احسان کرنے والا هے -

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضي الله عنه

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوي)

حضرت سلمان فارسي ' جيسا كه أنكے اس انتساب سے ظاهر هوتا هے ' ايراني النسل تھے - اسلام سے پہلے أنكا نام مابه تها - أنكا سلسله نسب يه هے : مابه بن بوذخشان بن مورسلان بن بهوذان بن فيروز بن سهرك - سهرك جن پر أنكے شجرۂ نسب كي انتها هوتي هے ' آب الملك كي اولاد ميں تھے - ايك مرتبه خود حضرت سلمان (ض) سے أنكا نسب پوچها گيا - أنهوں نے سلمان بن اسلام بتلايا - ليكن يه اسلام كي شيفتگي كا اثر تها كه وه اپنے آپ كو صرف اسلام كي طرف منسوب كرنا پسند فرماتے تھے -

وطنيت كے متعلق اختلاف هے - بعض روايتوں ميں هے كه رام هرمز (خليج فارس) كے رهنے والے تھے - بعض راويوں كا بيان هے كه أنكا وطن جي تها جو اصفهان كا ايك شهر هے -

أنكے اسلام لانے كا قصه نهايت دلچسپ اور عجيب هے ' جس سے ظاهر هوتا هے كه أنهوں نے نظر اجتهاد سے اكثر مشهور مذاهب كو خوب جانچ كر اسلام قبول كيا تها - استيعاب ميں هے كه وه كچھه اوپر دس برس خدا كي عبادت كرنے كے بعد جناب رسالت پناه تك پهونچے - بهر حال أنهوں نے اپنے اسلام لانے كا قصه خود هي بيان كيا هے ' جو حضرت عبد الله بن عباس كي روايت سے ذيل ميں درج كيا جاتا هے -

(جستجوے حق)

" ميں اصفهان كے ايك گانوں جي كا رهنے والا تها ' ميرا باپ وهاں كا دهقان تها ' أس كو مجهه سے اسقدر محبت تهي كه مجهكو لڑكيوں كي طرح گهر سے نكلنے نهيں ديتا تها - اس زمانے ميں ميرا مذهب مجوسي تها - ميں ايسي آگ كے پاس رهتا تها جو كبهي بجهنے نهيں پاتي تهي - بعض گانؤں ميں ميرے باپ كي جائداد تهي اور وه ايك مكان كي تعمير ميں مصروف تها - ايك دن أسنے مجهے بلاكر كها : " بيٹا ! ميں اس عمارت كي تعمير ميں جيسا كه تم ديكهتے هو ' مصروف هوں - تم ميري جائداد كي طرف چلے جاؤ ' ليكن وهاں ره نه جانا ' كيونكه اگر ايسا كروگے تو ميں اپني تمام جائداد كو چهوڑ چهاڑ كر تمهاري فكر ميں مصروف هوجاؤنگا " ميں اس غرض سے نكلا تو ميرا گذر ايك گرجے كي طرف هوا - ميں وهاں لوگوں كو نماز پڑهتے ديكهكر أنكے پاس گيا تاكه ديكهوں وه كيا كر رهے هيں - مجهكو أنكي نماز خوش آئي اور ميں نے اپنے دل ميں كها كه انكا مذهب همارے مذهب سے بهتر هے - چنانچه ميں غروب آفتاب تك وهاں سے نه ٹلا اور نه اپنے باپ كے پاس واپس آيا - يهانتك كه ميرے باپ نے ميري جستجو ميں آدمي دوڑائے - جب عيسائيوں كي نماز مجهے پسند آئي تو ميں نے أن سے پوچها " اس مذهب كا مركز كهاں هے ؟ " انهوں نے شام كا پته بتايا - ميں وهاں سے چل كر اپنے باپ كے پاس آيا - أسنے كها : بيٹا ! تم كهاں تھے ؟ ميں نے تو پہلے هي تم سے كهديا تها كه رك نه رهنا - ميں نے كها " ميرا گذر كچهه لوگوں پر هوا جو گرجے ميں نماز پڑهه رهے تھے ' مجهكو أنكي نماز اور أنكا مذهب خوش آيا اور مجهے معلوم هوا كه أنكا مذهب همارے مذهب سے اچها هے " أسنے كها " نهيں بيٹا ! تمهارا اور تمهارے ابا و اجداد كا مذهب أنكے دين سے افضل هے " ميں نے كها " خدا كي قسم هرگز نهيں " يه سنكر وه ميري طرف سے بدظن هوگيا اور ميرے پانوں ميں بيڑياں ڈالكر مجهے قيد ميں ركها - ميں نے عيسائيوں كے پاس آدمي بهيجكر پيغام ديا كه ميں نے تمهارا مذهب اختيار كرليا هے - جب تمهارے يهاں كوئي شام كا قافله آے تو مجهے خبر دينا - چنانچه أنكے پاس تاجروں كا ايك قافله آيا تو أنهوں نے مجهے خبر كي - ميں نے كهلا بهيجا كه جب وه لوگ واپس جانے كا قصد كريں تو مجهے اطلاع كرنا - چنانچه جب قافله واپس جانے لگا تو أنهوں نے مجهے اسكي اطلاع دي - ميں بيڑياں توڑ تاڑ كر نكلا اور أنكے ساتهه شام كي طرف روانه هوا - جب شام ميں آيا ' تو ميں نے پوچها " تمهارا عالم كون هے ؟ " أنهوں نے پادري كو بتايا - ميں نے أسكے پاس جاكر اپنا واقعه بيان كيا ' اور گذارش كي كه آپ كي خدمت ميں رهكر نماز پڑهنا اور علم سيكهنا چاهتا هوں ' كيونكه ميں نے آپ كا مذهب قبول كرليا هے - أسنے مجهے اپنے پاس ٹهرنے كي اجازت دي - چنانچه ميں أسكے پاس رها ' ليكن وه ايك بدترين مذهبي شخص تها - لوگوں كو صدقه كا حكم ديتا اور أسكي رغبت دلاتا تها ' ليكن جب لوگ صدقه كا مال جمع كرتے تھے تو اپنے خزانه ميں ركهه ليتا تها - يهانتك كه أسكے پاس درهم و دينار كے سات گهڑے جمع هوگئے تھے - چنانچه جب أسنے انتقال كيا اور لوگ أسكي تجهيز و تكفين كے ليے جمع هوے ' تو ميں نے كها " كيا تم لوگوں كو معلوم هے كه يه ايك بدترين شخص تها " ساتهه هي مينے صدقه كے مال كے متعلق أسكا تمام كارنامه بيان كيا - أن لوگوں نے اسكا ثبوت مانگا - ميں نے أن ساتوں گهڑوں كا سونا اور چاندي نكال كر ركهديا - جب أن لوگوں نے يه ديكها تو كها كه خدا كي قسم هم اسكو دفن نهيں كرينگے - أسكے بعد أسكو سولي پر لٹكايا اور پتهر مارے ' اور دوسرے شخص كو أسكا قائم مقام مقرر كيا - ميں نے مسلمانوں كے سوا كسي شخص كو أس قائم مقام سے بهتر نهيں پايا - ميرے دلميں أسكي محبت اسقدر پيدا هوگئي كه أسكے پہلے كسي چيز كي نهيں هوئي تهي - جب أسكي وفات كا زمانه آيا تو ميں نے كها " اب تو يه وقت آ پهونچا ' آپ ميرے ليے كيا فرماتے هيں ؟ " أسنے كها : " بيٹا ميں جس طريقه پر هوں ' اس پر بجز ايك شخص كے جو موصل ميں رهتا هے مجهے كوئي دوسرا نظر نهيں آتا ' باقي لوگوں نے تو اپنے مذهب كو بالكل بدل ديا هے " چنانچه جب أسكا انتقال هو چكا ' تو ميں صاحب موصل كے پاس آيا اور أسكي اس وصيت كا حال بيان كيا - أسنے مجهے قيام كي اجازت دي ' اور ميں ايك مدت تك أسي طريقه پر رها جس پر أسكا پيشرو تها - ليكن جب أسكي موت كا بهي زمانه آ گيا تو ميں نے كها " اب يه وقت آ پهونچا ' مجهے آپ كيا وصيت كرتے هيں " أسنے كها : " بيٹا جس روش پر ميں هوں أسپر بجز ايك شخص كے جو نصيبين ميں قيام پذير هے ' ميري دانست ميں كوئي دوسرا نهيں هے ' تم أس سے جاكر ملاقات كرو " چنانچه ميں أسكے پاس آيا اور اس واقعه كي خبر دي ' اور وهاں بهي ايك مدت تك رها - جب أسكي وفات كا وقت آيا تو ميں نے عرض كيا كه فلاں فلاں نے مجهه كو فلاں فلاں كي خدمت ميں رهنے كي وصيت كي تهي ' آپ مجهے كهاں جانے كي وصيت كرتے هيں ؟ أسنے كها " ميري دانست ميں ميرے مذهب پر بجز ايك شخص كے جو عموريه ميں هے ' كوئي نهيں هے - اگر تمهيں استطاعت هو تو أس سے جاكر ملو " جب اوسكا انتقال هوچكا تو ميں صاحب عموريه سے ملا ' اور واقعه بيان كيا - أسنے ٹهرنے كي اجازت دي - ميں نے وهاں قيام كيا اور أس كو ٹهيك أسي روش پر پايا جس پر أسكے اصحاب تھے - ميں وهاں ايك مدت تك رها - مجهے وهاں كچهه مال هاتهه آيا جس سے ميں نے گاے اور بكرياں وغيره خريد ليں - جب أسكي بهي موت كا وقت آ گيا تو ميں نے كها " آپ مجهے كسكے يهاں جانے كا حكم ديتے هيں ؟

اُسنے کہا " اُس مذہب و طریقہ پر جس پر ہم سب تھے کوئي نہیں ہے کہ میں تمہیں اُسکے پاس جانے کا حکم دوں - اب ایک نبي کے مبعوث ہونے کا زمانہ آگیا ہے جو دین ابراھیم کو لیکر مبعوث ہوگا - وہ ارض ھاجرہ سے اُٹھیگا ' اُسکا ٹھکانا کھجوروں والا ایک مقام ہوگا جو پتھریلي زمین کے درمیان واقع ہے - اگر تمکو قدرت ہو تو اُسکے پاس جانا ' اُسکي نشانیاں یہ ھیں کہ وہ صدقہ نہ کھائیگا ' لیکن ھدیہ قبول کرلیگا ' اور اُسکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگي "

دوسري روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا :

" ایک شخص ارض شام سے دو جھاڑیوں کے درمیان نکلیگا ' وہ ایک جھاڑي سے دوسري جھاڑي کي طرف ھر سال ایک رات کو نکلتا ہے ' آیندہ سال بھي ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا - لوگ اُسکے پاس آئیں گے - وہ بیماریوں کي دوا دیگا اور اُنکے لیے دعا کریگا ' اور وہ شفا پائیں گے - تم بھي اُسکے پاس جانا اور جس شخص کو ڈھونڈھتے ہو اُسکو پوچھنا " چنانچہ میں آیا ' اور اُن دونوں جھاڑیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھہ ٹھرا رھا - جب وہ رات آئي ' جس میں وہ ایک جھاڑي سے نکل کر دوسري جھاڑي میں جایا کرتا تھا تو وہ نکلا - لوگوں کے ھجوم سے میں رکا رھا - یہانتک کہ وہ جھاڑي میں گھسکر مجھہ سے بالکل چھپ گیا ' صرف اُسکے شانے نظر آتے تھے - میں نے اُسکے شانوں کو پکڑا - لیکن وہ میري طرف متوجہ نہیں ہوا اور کہنے لگا تمہیں کیا ضرورت ہے ؟ میں نے کہا میں آپ سے دین ابراھیم حنیفي کے متعلق کچھہ پوچھنا چاھتا ھوں - اُسنے کہا : اسوقت تو اس مذھب کو کوئي نہیں پوچھتا - ایک نبي کا زمانہ قریب آیا ہے - وہ اس گھر کے قریب نکلیگا ' اور اُس دین کو زندہ کریگا جسکو تم پوچھہ رہے ہو - چنانچہ جب میں وھاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا ' تو آپ نے فرمایا : اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسی ابن مریم سے ملاقات کي -

بہرحال واقعہ جو کچھہ ہو حضرت سلمان (ض) نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تک پہونچنے کا واقعہ اسطرح بیان کیا ہے :

" قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا - میں نے اُنکے وطن کا پتہ پوچھا ' اُن لوگوں نے مجھے اُسکا نام بتایا - میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں اپني بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھکو بھي اپنے وطن تک لیچلو - اُن لوگوں نے مجھے سوار کرلیا ' اور مجھے وادي القری میں لے آئے ' اور مجھے غلام بناکر ایک یہودي کے ھاتھہ بیچ ڈالا - میں نے اُس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئي کہ یہ وھي سرزمین تو نہیں ہے جسکا مجھکو نشان دیا گیا ہے - اسکي تصدیق ابھي تک نہیں ہوئي تھي ' لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوگئي تھي - میں نے وھاں قیام کیا - یہانتک کہ بني قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اُسکے پاس آیا اور اُس سے مجھے خرید لیا - وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا اور اُن نشانیوں کي بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھکو بتائي تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا - مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وھي سرزمین ہے جسکا پتہ مجھے دیا گیا ہے - میں اس شخص کے یہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رھا - اسي زمانے میں رسول اللہ مبعوث ہوے ' لیکن مجھپر آپ کا حال مخفي رھا - چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بني عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور اُسکے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا - اسي حالت میں ایک یہودي جو میرے آقا کا چچا زاد بھائي تھا آیا ' اور اُسکے پاس کھڑے ہوکر کہنے لگا : " خدا بني قبیلہ کو ھلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ھیں ' اور کہتے ھیں کہ یہ پیغمبر ہے " خدا کي قسم اُسکے اس کہنے کے ساتھہ ھي مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ھلنے لگا - یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا - اسکے بعد میں جلدي سے اُترا اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا - میرے آقا نے ھاتھہ اُٹھاکر مجھے ایک طمانچہ مارا ' اور کہا : تمہیں اس سے کیا مطلب - تم اپنا کام کرو - میں نے کہا : مجھے صرف اس خبر کي تصدیق کرني تھي - اُسنے کہا : نہیں تم اپنا کام سنبھالو - چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا - جب شام ہوئي تو میرے پاس جو کچھہ مال تھا اُسکو اُٹھا کرکے رسول اللہ کے پاس آیا - آپ قبا میں مقیم تھے - جب میں وھاں داخل ہوا تو آپ کے پاس چند صحابہ تھے - میں نے کہا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھہ مال نہیں ہے ' اور آپ کے پاس اصحاب بھي ھیں ' اہل حاجت اور مسافر ھیں ' میرے پاس کچھہ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لیے رکھہ چھوڑا تھا ' جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ کوئي اسکا مستحق نظر نہیں آیا - اس بنا پر میں یہ مال لایا ھوں - یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو - لیکن خود اسکو ھاتھہ نہیں لگایا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلي نشاني ہے - میں وھاں سے لوٹا اور کچھہ مال اور جمع کرکے لایا - میں نے سلام کرکے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے - میرے پاس اور بھي کچھہ مال تھا جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاھتا تھا ' آج اُسکو لایا ھوں - آپنے قبول کیا اور اصحاب کے ساتھہ اُس میں شریک ہوے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسري علامت ہے - میں لوٹ کر کچھہ دنوں کے بعد پھر آیا تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھہ ساتھہ جارہے تھے - آپ کے ارد گرد آپ کے اصحاب تھے ' آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں ' ایک کو اُوڑھے ہوے ' اور دوسري کا تہبند باندھے ہوے تھے - میں نے سلام کیا اور ادھر اُدھر آپ کي پیٹھہ دیکھنے لگا ' جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا تو چادر پیٹھہ سے اُٹھادي اور مجھکو مہر نبوت ویسي ھي نظر آئي جیسا کہ مجھہ سے بیان کیا گیا تھا - میں اُسکے چومنے کے لیے ٹوٹ پڑا ' اور رونے لگا - آپنے فرمایا ذرا ھٹ چلو - میں ھٹ کر آپ کے سامنے بیٹھہ گیا اور اپنا واقعہ بیان کیا - آپکو یہ واقعہ عجیب تر معلوم ہوا ' اور آپ نے چاھا کہ صحابہ بھي اُسکو سنیں ' اسکے بعد میں اسلام لایا - لیکن غلامي کي وجہ سے بدر و احد کی لڑائي میں شریک نہو سکا - مجھہ سے رسول اللہ نے کہا : کہ تم مکاتب بنجاؤ - میں نے اپنے آقا سے اِسکي درخواست کي تو اُس نے درخواست اس شرط پر قبول کي کہ میں تین سو کھجور کے درخت اسکے لیے لگادوں ' اور چالیس اوقیہ چاندي ادا کردوں - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائي کي مدد کرو - چنانچہ ھر شخص نے اپني اپني حیثیت کے موافق کسي نے تیس ' کسي نے بیس ' کسی نے پندرہ ' کسي نے دس پودے مجھکو دیے - آپ نے فرمایا : " اسکو لیکر چلو اور زمین کھودو - جب اُنکے بٹھانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا - میں اُنکو خود اپنے ھاتھہ سے بٹھاؤنگا " میں نے زمین کھودنے کي تیاري کي تو اور صحابہ نے بھي میري مدد کي - اسکے بعد رسول اللہ آے اور اپنے ھاتھہ سے اُنکو بٹھانے اور مٹي برابر کرنے لگے ' اور خدا سے برکت مانگي - اُس ذات کي قسم جسکے ھاتھہ میں سلمان کي جان ہے ' اُن میں سے ایک پودا بھي ضائع نہیں ہوا - اب مجھپر صرف درھم باقي رھگئے تھے - اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھہ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا ' جسکو اُس نے کسي کان میں پایا تھا - اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کردیا - آپ نے فرمایا آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے ؟ اُسکو بلاؤ - چنانچہ میں آیا - آپ نے فرمایا اُسکو لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو - میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا بقیہ بھي خدا تمہاري طرف سے ادا کردیگا "

بہرحال بدل کتابت ادا کرکے وہ آزاد ہوگئے -



اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام و سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

(۲)

(کسب معاش کی اصلاح)

اسلام نے ایک طرف تو اس سختی اور احاطہ کے ساتھہ کسب معاش کا حکم دیا کہ دنیا کی کسی تعلیم میں اسکی نظیر نہیں ملسکتی' دوسری طرف معاش کے بعض اُن ذریعوں اور صورتوں کو پوری سختی کے ساتھہ روک بھی دیا جن سے انسان کی نوعی مساوات و فطری حقوق کو نقصان پہنچتا تھا' اور نیز طرح طرح کے اخلاقی و اجتماعی فسادات پیدا ہوتے تھے - یہ ممنوعہ وسائل معاش چار قسموں میں آسکتے ہیں :

(۱) بغیر حق کے ایک انسان کا دوسرے انسان کے مال و نتائج محنت پر قبضہ -

(۲) اس قسم کے وسائل جنکی وجہ سے دولت صرف چند افراد میں محدود رهجاے اور دولت کے سیلان عام و تقسیم قومی میں خلل پڑجاے -

(۳) بعض خاص خاص فساد انگیز وسائل معاش -

(۴) ایسی صورتیں جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچے -

چنانچہ اسلام نے بطور ایک اصول کے کہدیا ہے :

یا ایها الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اے ایمان والو! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ -

پہلی صورت کی مثال رشوت ہے' رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدنی کا نام ہے - قرآن مجید میں ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم - (بقرہ)	آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' اور نہ حکام کو مال دو تاکہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل کرو -

دوسری صورت کی مثال " سود " ہے - سود میں بے شمار اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں مضمر ہیں - اخلاقی حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس سے انسان کی باہمی مہربانی و شفقت کی عمارت منہدم ہوجاتی ہے - غریب سے غریب آدمی کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہوجاتا ہے - متوسط الحال انسان قرض لیکر اصل ادا کرسکتا ہے' لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا' اور آخر کو اُسکو اپنی ساری دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے - اعلی طبقہ کے لوگ بلا شبہہ سود دے بھی سکتے اور لے بھی سکتے ہیں' لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ سود بڑی سی بڑی دولت میں بھی گھن لگا دیتا ہے - دوسری سب سے بڑی اقتصادی مضرت اسمیں یہ ہے کہ اس سے دولت چند افراد اور چند جماعتوں میں محدود ہوجاتی ہے - مثال کے لیے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکر پیش نظر ہیں - یہی وہ عظیم الشان مضرت ہے جس سے بچنے کی غرض سے ارباب اشتراکیۃ غربا کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں - لیکن اسلام کی فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہی کو اپنے پیرووں کے لیے حرام کردیا' جس سے یہ تمام اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں خود بخود دور ہوگئیں - قرآن مجید میں ہے :

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس - (بقرہ)	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اُس شخص کیطرح اٹھیں گے جنکو شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے -
یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین' و ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ - و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون - (بقرہ)	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھہ سود باقی رهگیا ہو وہ چھوڑ دو' اور اگر تم ایسا نکرو تو خدا اور رسول کے جنگ کرنے کا اعلان دو اور اگر تم باز آؤ تو تم اپنی اصل لے سکتے ہو - تم نہ کسی پر ظلم کرو' اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے -

آخری آیت میں حرمت ربوا کی وجہ بھی ظاہر کردی گئی ہے - اسی طرح اسلام میں " احتکار " بھی ممنوع ہے - (احتکار کے یہ معنی ہیں کہ غلہ وغیرہ عام ضرورت کی چیزوں کو گرانی کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکہ اس سے ایک حریص انسان کو فائدہ ہوتا ہے' لیکن جمہور ملک کو نقصان پہونچتا ہے -

تیسری صورت سے مراد " قمار بازی " ہے جسکی لاٹری وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور کسی قدر ہندوستان میں جاری ہیں' اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لیے گورنمنٹ کو روکنا پڑا :

انما الخمر و المیسر و الازلام رجس من عمل الشیطان	شراب' قمار بازی' جوے کے پانسے' یہ سب چیزیں ناپاک ہیں' شیطانی عمل میں سے -

اسی طرح بیع کی وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردی ہیں' جن سے باہمی منازعت و فساد کا خوف ہو' جیسے ملابسہ' منابذہ' بیع الحصاۃ' بیع الغرر - یہ ان اقسام تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاری تھے' اور اب بھی ان کی بعض قسمیں اور ملکوں میں پائی جاتی ہیں - ملامسہ سے مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں یا دن کو آنکھہ بند کر کے ایک متعین قیمت دیکر انسان دکان سے جو چیز چاہے اٹھا لے - منابذہ کے یہ معنی ہیں کہ خریدار آنکھہ بند کر کے قیمت پھینک دے' اور دکاندار آنکھہ بند کر کے انگل سے کوئی چیز اٹھا کر دیدے - بیع الحصاۃ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کنکری پھینکے' دکان کی جس چیز پر جاکر وہ کنکری گرے' خریدار وہ چیز لیلے - بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکرکی خرید و فروخت ہے' جیسے خریدار کی ناواقفیت میں کسی غیر کی چیز خریدار کے ہاتھہ بیچڈالے - اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے -

چوتھی صورت سے مراد اُس قسم کی تجارت ہے جسمیں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا جاتا ہے - جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت کے میوہ کو بیچدینا'

مچھلي کو پاني ميں فروخت کرنا ' پرندوں کو هوا ميں بيچنا ' جانوروں کو ماں کے پيٹ ميں هونے کي حالت ميں بيع کرنا ' زمين کو يا مال کو کاشت يا تجارت پر اسطرح دينا که اُسکي شرح حصۂ خاص (مثلاً چار سو من غله يا چار سو روپيه) سے مقرر کرلي جاے ' کيونکه ان تمام صورتوں ميں بيع حالت مستقبل پر مبني هے جسکے متعلق کوئي فيصله نهيں کيا جاسکتا -

سطور بالا سے دو نتيجے مستنبط هوتے هيں :

(۱) اسلام نے دولت کو ايک مهتمم بالشان رتبه ديا هے - اپنے پيرووں کو تحصيل دولت اور کسب معاش کي سخت تاکيد کي هے ' انکے ليے تحصيل دولت و طلب معاش کي تمام راهيں کھول دي هيں -

(۲) وہ تمام صورتيں جن سے باهمي فساد ' مضرت ' اور شخصي فوائد کے مقابله ميں جمهور کي ملکيت کا نقصان متصور هے ' ممنوع قرار ديدي هيں -

(ارباب دولت اور فقرا)

نتائج سابقه سے يه ثابت هوتا هے که اسلام نے ارباب ثروت کي بڑي قدر کي هے ' ليکن اسکے مقابله ميں سوال پيدا هوتا هے که اُسنے دوسرے طبقه يعني فقرا کے ليے کيا سامان کيا ؟ اس باب ميں اُسکي سب سے پهلي کوشش يه هے که اُسنے اُن ارباب ثروت کو سخت تحقير کي نگاہ سے ديکھا هے ' جنھوں نے اپني زندگي کا سب سے اهم مقصد جمع مال قرار ديا اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجھتے هيں :

ويل لکل همزة لمزة الذي جمع مالا و عدده - يحسب ان ماله اخلده (سورۂ همزه)

برا هو هر ايک چغلخور عيب جو کا جسنے مال جمع کيا اور اسکو گنا ' اور وہ گمان کرتا هے که اُسکا مال اُسکو هميشه باقي رکھيگا -

دوسري جگه هے :

و الذين يکنزون الذهب و الفضة و لا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم (سورۂ توبه)

اور جو لوگ سونا اور چاندي جمع کرتے هيں ' اور اُسکو خدا کي راہ ميں نهيں خرچ کرتے تو انکو عذاب دردناک کي بشارت ديدو -

(بخل و اسراف)

ان آيات سے ثابت هوتا هے که اسلام نے بخالت کي مذمت کي هے ' تو کيا وہ اسراف کو پسند کرتا هے ؟ کيا وہ اسکو پسند کرتا هے که تمام دولت اهل حاجت اور فقرا ميں تقسيم کر ديجاے ؟ نهيں ' وہ ديگر مذاهب کي طرح اسکو نهيں پسند کرتا - اُسکي تعليم هے که حقداروں کو اُن کا پورا حق دو ' ليکن اداے حق ميں اسراف نه کرو :

و ات ذالقربى حقه و المسکين و ابن السبيل و لا تبذر تبذيرا ان المبذرين کانوا اخوان الشياطين (سورۂ الاسراء)

قرابت داروں ' مسکينوں ' اور مسافروں کو اُنکا حق دو ' اور زيادہ فضول خرچي نه کرو - فضولخرچ لوگ شيطان کے بھائي هيں -

هر شخص اپني ذات پر خرچ کرنے کا مختار هے ' جتنا چاهے خرچ کرسکتا هے - ليکن اسلام اسکو بھي جائز نهيں رکھتا ' وہ کهتا هے :

کلوا و اشربو و لا تسرفوا - کھاؤ اور پيو اور اسراف نه کرو -

اسلام نے اس باب ميں نهايت معتدل طريقه اختيار کيا هے - وہ ديگر مدعيان روحانيت مذاهب کي طرح يه نهيں کهتا که اپنا تمام سرمايه فقيروں کو ديکر خود فقير بن جاؤ ' اور نه دنيا داروں کي طرح وہ بخل کي تعليم ديتا هے ' اُسکا اعلان هے :

و لا تجعل يدک مغلولة الى عنقک و لا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا (سورۂ الاسراء)

اپنا هاتھ اپني گردن ميں نه باندھ لو (يعني بالکل بخالت نه کرو) اور نه اُس کو پورا کھول دو (يعني اسراف نه کرو) که حقير و ذليل هوجاؤ -

اسلام کهتا هے :

و اقصد في مشيک - اپني چال ميں ميانه روي اختيار کرو -

لوگ پوچھتے هيں که هم کو کيا خرچ کرنا چاهيے ؟ اُسکے جواب ميں خدا فرماتا هے :

و يسئلونک ماذا ينفقون قل العفو (بقره)

لوگ تجھسے پوچھتے هيں که هم کيا خرچ کريں ؟ کهدے که جو حاجت سے زيادہ هو -

اس بيان سے معلوم هوگيا هوگا که اسلام بخل و اسراف کے درميان ميانه روي کي تعليم ديتا هے ' وہ خدا کي راہ ميں مال کا وہ حصه خرچ کرنے کو کهتا هے جو حاجت سے زيادہ هو -

(زکوۃ)

احاديث نے حاجت سے زيادہ هونے کي تفسير يه کردي هے که جو نقد مسلمان کے پاس اسکي تمام ضروري ضروريات کے بعد سال بھر ميں بچ جاے ' اور وہ کم از کم دو سو درم کي ماليت هو ' يعني چاليس انگريزي روپئے ' اُسکا چاليسواں حصه خدا کي راہ ميں فقرا کو ديا جاے - اسي کا نام زکوۃ هے - اسلام ميں زکوۃ هر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض هے - استطاعت سے مراد يهي هے که اُسکے پاس چاليس روپيے اُسکي ضروريات سے زايد سال بھر ميں باقي رهيں ' ايسے شخص پر چاليسواں حصه ' يعني ايک روپيه واجب هے -

زردشت کے مذهب ميں بھي زکوۃ فرض هے - ليکن اُس ميں زايد از حاجت مال کا دسواں حصه فرض کيا گيا هے - ليکن يه ظاهر هے که يه مقدار ايسي هے جو بآساني نهيں دي جاسکتي - اسلام نے چاليسواں حصه اسقدر اعتدال کے ساتھ رکھا هے جس سے زيادہ اعتدال نهيں هوسکتا -

اسلام نے مال زکوۃ کے مستحقين پر تقسيم کرنے کا با قاعدہ انتظام کيا هے - تمام ملک کي زکوۃ بيت المال ميں جمع کي جاے ' اور وہ خلافت کي زير نگراني تمام مستحقين کو حسب حاجت دي جاے - اس سے دو فائدے مقصود هيں - اول يه که مستحقين ملک کي انتظام اور سلسله کے ساتھ اعانت کي جاے ' ايسا نه هو که ايک شخص کو بهت مل جاے دوسرے کو کچھه نه ملے - دوسرے يه که خود اصحاب زکوۃ بھي باقاعدہ ادا کرتے رهيں ' اور اُن سے بتاکيد سالانه رقم وصول کي جاے -

زکوۃ کي يه رقم کس کس کو دي جاے گي ؟ اس کا جواب بھي خود قرآن مجيد نے ديديا هے :

انما الصدقات للفقراء و المساکين و العاملين عليها و المؤلفة قلوبهم و في الرقاب و الغارمين و في سبيل الله و ابن السبيل ' فريضة من الله (توبه)

زکوۃ صرف فقرا ' مساکين ' تحصيلداران زکوۃ ' نو مسلموں ' اور غلاموں کے آزاد کرنے ميں خرچ کي جاے ' نيز قرضداروں کو دي جاے ' اور خدا کي راہ ميں ' اور مسافروں کو -

اس سالانه چندہ کے علاوہ ايک اور فنڈ بھي اسلام نے مستحقين اعانت کے ليے قائم کيا هے :

و اعلموا انما غنمتم من شي فان لله خمسه و للرسول و لذي القربى و اليتامى و المساکين و ابن السبيل - (انفال)

جو کچھه مال غنيمت تمهارے هاتھ آے ' اُسکا پانچواں حصه خدا اور اُسکے رسول ' اقربا ' يتيم ' مساکين اور مسافر کے ليے هے -

اس فنڈ کا خزانہ بھي بیت المال ھے، اسي کے ساتھہ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھي اس کام کیلیے ھے - عید اضحی کی قرباني اور اسکي کھال کي قیمت :

و یـذکروا اسـم اللـه علی ما رزقهم من بهیمة الانعام، فکلـوا منهـا و اطعمـو البائس الفقیـر - (حج)	اور تاکہ نام لو خدا کا (قرباني کرتے وقت) اُس جانور پر جو خدا نے تمکو دیا ھے، خود کھاؤ اُسمیں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ -

کیا مبارک ھوگا وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ھوتے ھونگے، اور ان اهل حاجت، فقرا، مساکین اور یتیمونکي امداد کیجاتي ھوگي !

اس تمام بیان سے معلوم ھوا کہ اگر اسلام نے اهل دولت کو کسب معاش کا موقعہ دیا ھے، تو دوسري طرف اهل احتیاج کي بھي اسنے کچھہ کم خبرگیري نہیں کي ھے - یہي وہ چیز ھے جسکو آج موجودہ تمدن کي خود غرضانہ تاریکي میں اهــل اشتراکیة ڈھونڈھتے هیں - اور نہیں پاتے هیں - انھیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک ایسا زمانہ بھي آیا ھ جب لوگ خیرات دینے کیلیے فقیر ڈھونڈھتے تھے، اور نہیں ملتے تھے - کیا یورپ میں بھي ابھي ایسا زمانہ آئیگا ؟

اسلام کي اس فیاضي سے کسي کو یہ شبہہ نہ ھو کہ وہ قوم میں ایک اپاهج، پا شکستہ، اور گداگر جماعت طیار کرنا چاهتا ھے - قرآن مجید نے زکوة اور صدقات کے مصارف خود حصر کے ساتھہ مقرر کردیے هیں، اور اسلام میں برابر اسي پر عمل ھوتا رھا - حدیث شریف میں ھے :

لا تحل الصـدقـة لغني و لا لـذو مـرة سوی (ترمذي)	خیرات مالدار آدمي کو اور جس کو کمانیکي قوت ھو، اور جس کے اعضا درست ھوں، حلال نہیں -

جناب رسول الله صلی الله علیـه و سلم اپنے آخري حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرما رھے تھے کہ دو آدمي مانگنے کو آے، آپنے اُن پر نظر ڈالي اور پھر نیچي کرلي - وہ دونوں صحیح الاعضـاء اور مضبوط تھے - آپ نے فرمایا :

ان شئتما آتیتـكما و لا حظ فیها لغني و لا لقوي مكتسب - (ابو داؤد)	اگر تم چاھو تو میں تم کو دوں، لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمي کا کچھہ حصہ نہیں ھے -

ایک شخص نے رسول الله صلی الله علیه و سلم سے آکر کہا یا رسول الله کچھہ زکوة دیجیے ! آپنے فرمایا :

ان اللـه لم یرض بحکم نـبـي و لا غیـره فـي الصدقات، فجزاها ثمانیة اجـزاء - فان کنت من تلك الاجزاء اعطیتـک - (ابو داؤد)	خدا زکوة کے بارے میں کسي نبي یا غیر نبي کے فیصلہ پر راضي نہیں ھوا ھے، بلکہ خود اُس نے اُس کے آتھہ حصے کیے هیں - اگر اُن میں سے تم کسي میں ھو تو میں تم کو دوں -

حضرة زبیر بن عوام سے مروي ھے کہ رسول الله صلی الله علیه و سلم نے فرمایا :

لان یاخذ احـدکم حبلة فیـاتي بحزمـة حطب علی ظهره - فیبیعها فیکف الله بهـا وجهه خیر لـه من ان یسأل الـنـاس (بخاري)	تم میں سے کوئي شخص رسي لے، اور اپني پیٹھہ پر لکڑي کا گٹھہ لیکر آے اور اُس کو بیچے، اور خدا اُس کي عزت اُس سے رکھہ لے، اُس کے لیے بہتر ھے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے -

مستطیع گداگروں کي نسبت جناب رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ھے :

ما یـزال الـرجل یسأل الناس حتی یاتي یوم القیـامـة و لیس في وجـهـه مزعـة لحم - (دار قطني)	جو شخص لوگوں سے مانگتا ھے وہ قیامت میں آئیگا تو اُس کے منھہ میں گوشت نہ ھوگا -

رسول الله صلی الله علیه و سلم نے حضرة ثوبان سے فرمایا :

من یتقبل لي بواحـدة اتقبل له بالجنة لا یسال الناس شیئاً (ابوداؤد)	کون میري ایک بات مانتا ھے ؟ میں اُسکے لیے جنت کا وعدہ کرتا ھوں- لوگوں سے مانگا نہ کرو !

ایک شخص رسول الله صلی الله علیه و سلم کے پاس آیا اور کچھہ اُنسے مانگا - آپنے فرمایا تمھارے پاس کچھہ ھے ؟ اُسنے کہا ھاں ایک کمل ھے - آپنے کمل بیچکر ایک کلھاڑي خریددي کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے -

حضرت عمر کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا - آپنے اسکو پکڑ کر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا - خانۂ کعبہ میں حضرت عمر رضي الله نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو سخت سزا دي - (۱) ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ھے کہ اسلام کي فیاضي کا نتیجہ گداگروں کي جماعت بڑھانا ھے -

اب ھمکو صرف ایک بات اور کہني باقي رھگئي ھے - اهل اشتراکیة اور یورپ کي اصلاح طلب پارٹي چاهتي ھے کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جاے اور بازار میں کھانے کي چیزونکي نگراني کیجاے - آجکل یورپ اور امریکا کے بازارونمیں کیمسٹري کے زور سے جسطرح چیزوں کي تبدیل ماهیت کي جاتي ھے، جسطرح ظاھر نما چیزیں بنائي جاتي هیں، اور معمولي قیمت کي چیزیں ظاھري آب و تاب اور ملمع کي وجہ سے گراں قیمت بکتي هیں، اس طرز تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہونچتا ھے وہ محتاج اظہار نہیں - اس حالت میں سوشیالیست پارٹي کا اپني درخواست پر زور دینا بجا ھے -

لیکن اسلام اس ضرورت کو بھي پورا کرچکا ھے - اسلام میں انھیں اغراض کیلیے صیغۂ احتساب قائم ھوا تھا - محتسب اس صیغہ کا اعلی عہدہ دار ھوتا تھا، اسکے فرائض وھي ھوتے تھے جسکو اهل اشتراکیة تعین نرخ و نگراني اشیاے بازار کے لیے طلب کرتے هیں -

ان تمام مباحث اور ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ھے کہ آج متمدن ممالک جن مصائب میں مبتلا هیں، اسکا اصلي سبب یہ ھے کہ جدید تمدن کي بنیاد کسي صحیح مذھب پر نہیں ھے - اب مصلحین تمدن و معاشرت اور عقلاے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے هیں، اُنمیں گو بعض باتیں غلط هیں جنکي اسلام نے تردید کردي ھے، لیکن بقیہ امور وھي هیں جنکو اسلام پہلے ھي دن سمجھہ چکا تھا، اور اُسکي اصلاح کي تدبیریں کرلي تھیں - یہي وجہ ھے کہ اُسکا تمدن اشتراکیة کے جراثیم سے پاک رھا - حضرت عثمان کے عہد میں امراے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ھوگئي تھي - حضرت ابو ذر غفاري جو ایک بلند پایہ صحابي تھے، اُنھوں نے ان لوگوں کي سخت مخالفت کي اور کہا کہ یہ دولت تمام فقرا پر تقسیم کر دیجاے - لیکن چونکہ اس زمانہ میں فقرا کے حقوق کا کافي طور سے انتظام تھا، اسلیے حضرت ابو ذر کا کوئي ھم آھنگ پیدا نہو سکا -

بہر حال اگر اس تفصیل کے بعد کہ اُسنے دنیا میں ھر قسم کي جائز مساوات قائم کي، اسنے جمہوریت کي بنا ڈالي، اُسنے امرا اور اهل ثروت کو ھمدردي کي تعلیم دي، اُسنے فقراے ملک کا مستحکم اور پائدار بندوبست کیا، اگر یہ دعوي کیا جاے تو کون انکار کر سکتا ھے کہ اسلام ھي دنیا کا تنہا مذھب ھے جسکے بیڑے کو اشتراکیة کے طوفان کا کوئي خوف نہیں - وہ صالح اشتراکیة کا معلم و محافظ ھے، اور غیر صالح افراط تفریط کا مخالف -

---

(۱) مشکوة باب الزکوة -

(۱) ان تمام واقعات کے لیے مشکوة، باب من لا تحل له الصدقه دیکھو-

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رهگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں بیچجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۲۱۶ ھاف ٹون تصاویر ھیں تمام جلدیں دس روپیه میں رها - ہي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکته

Imperiai Book Dopot, 6o Sr gopal Mullick Lane,
Bowbazar Oalcutta.



نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمولیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں کواساں لکڑي سے طیار کیا هوا ہے اسوجه سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکھي گئی ہے - ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے" تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تیں برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھه ایک کھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیه ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یه دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچھا نه هو تو همارا ذمه - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون' مرگي والا جنون' غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي ہے - اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا ہے که کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا که وه کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایف ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں: "اوبھرالین جسکو که مینے استعمال کیا ہے" زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.



IMPERIAL FLUTE.

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا' یه عوارض دماغی هکایتوں کو دفع کرتي ہے - پژمرده دلونکو تازه بناتي ہے - یه ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکه بلحاظ مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتي ہے - هسٹریه وغیره کو بھي مفید ہے جو لوگ کو اپوائی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکبارگي دور هو جاتی ہے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹھه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta,

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هٰذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولو الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۳-۱۴ | کلکته : جمعه ۲۷ - ربيع الثاني ۵ - جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور انكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله نه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

---

نوٹ — ڈبل نمبر هونے كي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

آب حیات

ہندی کایا پلٹ ' یونانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خرید نا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھہ ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس ایسے عام لوگ بلا علاج زندہ در گور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے کے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھہ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پاسکے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی ڈبیہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے ' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آدبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ ' تپ پر سوت ' سل ' پیچش ' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب ' تپش دل ' ناسور ' بدھہ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا ' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' بواسیر ' نواسیر ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد کمر ' نقرس ' چھپاکی ' متلی ' قے ' زخموں میں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس ' تشنج ' بیخوابی ' کھانسی خشک و تر ' گرم ' چھوٹے ' ورم پستان ' درد دل ' ہیضہ ' طاعون ' خنازیر ' درد شکم ' زہر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھہ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل ' دق ' کھانسی ' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی - والی ریاست خیرپور سندھہ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اوراس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میراحمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یوروپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباے ہندوستان سے جمع کرگئے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آگئے بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں براے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے ' صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے ' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھہ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھہ لو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھہ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے ' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں ' اس سے دور ہوتے ہیں - کئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے ' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -
دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے ' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں ' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنا زیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھہ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آیندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی
زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر و مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۳ - ۱۴
کلکتہ : جمعہ ۲۷ - ربیع الثانی و ۵ - جمادي الاولی سنہ ۱۳۳۴ ھجري
Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.
جلد ۱

البیـــان

البیان کي اشاعۃ میں تاخیر پر تاخیر ھو رھي ھے اور اسکے سوا چارہ نہیں کہ اُن احباب کرام سے بخشش و عفو کا خواستگار ھوں جنھوں نے ھمیشہ میري کمزوریوں پر نظر رکھکر میرے قصوروں سے درگذر کي ھے - میں اپنے تمام کاموں کو تنہا انجام دیتا ھوں ' اور اللہ کي مشیت ایسي ھي تھي کہ اپني محنتوں اور شب بیداریوں کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا جاؤں - مجھے ایک ھي وقت کے اندر مختلف ذوق' مختلف لٹریچر' مختلف افکار' اور مختلف مطالعہ و نظر کے بیسیوں کام انجام دینے پڑتے ھیں' اور دار الارشاد کا سلسلہ اور اپني زندگي کي اولجھنیں انکے علاوہ ھیں' اسلیے اکثر ایسا ھوتا ھے کہ کاموں کے اختتام و تکمیل کے متعلق ارادے کرتا ھوں مگر میرا اندازہ بالکل غلط نکلتا ھے اور بیسیوں غیر متوقع موانع نکل آتے ھیں - اگر میں کسي دن چند گھنٹوں کیلیے بیمار پڑجاتا ھوں تو یکایک دس بارہ کام رک جاتے ھیں اور اسکے سوا چارہ نہیں نظر آتا کہ اپني ھلاکت گوارا کرلوں مگر کاموں میں خلل نہ پڑنے دوں' البیـــان کے متعلق پوري امید تھی کہ ربیع الاول سے پہلے نکل جالیگا لیکن ایک طرف تو میں اپني مجبوریوں اور کام کي کثرت و ھجوم سے درماندہ ھوتا رھا ' دوسري طرف البـــلاغ کے تسلسل کار کي وجہ سے پریس کو بھي زیادہ مہلت نہیں ملي - نتیجہ یہ نکلا کہ ابتک پہلا نمبر نہ نکل سکا -

با ایں ھمہ جسقدر کوشش ھوسکتي ھے کي جاري ھي ھے اور حتی الامکان سعي یہي ھے کہ جس وقت بھي پریس کو مہلت ملے سب سے پہلے البیـــان کے فارم مشین پر چڑھادیے جائیں ' ایک نمبر نکل جاے تو پھر خود بخود کام کا تسلسل دقتوں کو دور کردیگا - امید ھے کہ احباب کرام تھوڑا سا توقف اور گوارہ کر لینگے ' اور عجب نہیں کہ انتظار کي تلخي سے زیادہ نتیجہ شریں ھو -

ایک اور بڑي اور لا علاج دقت یہ ھے کہ دنیا میں امن کي طرح کاغذ کا بھي قحط ھوگیا ھے - خشک سالي یہاں تک بڑھگئي ھے کہ چاندي سونا بازار میں ھر وقت خریدا جاسکتا ھے مگر کاغذ نہیں ملتا - البیـــان کیلیے مجبوراً جو کاغـذ لیا گیا ' وہ اسقــدر گراں پڑا ھے کہ سمجھـہ میں نہیـں آتا - مجوزہ قیمت کیونکر اسکو کفایت کریگي ؟ بہر حال پہلا نمبر نکل جاے تو پھر اس مسئلہ پر غور کیا جالیگا - ترجمـان القـرآن کا بھي یہي حال ھے' اور اسکے لیے بھي تھوڑا سا انتظار اور گوارہ کر لینا چاھیے -

خـــاتمـہ سخـــن

مجـــوزہ شیعـــہ کالـــج

" نصحـت لکم ' و لکـن لا تحبـــون الناصحیـــن "

گذشتہ دو نمبروں میں ھم نے بالاختصار اپنے وہ خیالات ظاھر کردیے جو مجوزہ شیعہ کالج کي تحریک اور اسکے نشو و نما کے اسباب و بواعث میں سے ھمارے پیش نظر ھیں - اب آخري سوال یہ سامنے آتا ھے کہ موجودہ حالت میں کیا کرنا چاھیے ؟

ھم اسکا جواب نہایت اختصار سے دینگے کیونکہ اس ھفتہ کسي مفصل تحریر کي گنجایش رسالہ میں نہ نکل سکي -

(۱) ھمارا عقیدہ یہ نہیں ھے کہ مسلمان محمڈن کالج کے سوا اور کوئي کالج قائم نہ کریں' بلکہ جسقدر کالج بھي کامل انتظام اور صحیح نظام تربیت کے ساتھہ قائم ھوسکیں ' بہتر ھیں اور ضروري ھیں - " مرکز " اور " تعلیمي مرکز " کا خیال اصلاً غلط نہیں ھے مگر جو مطلب ارباب علي گڈہ نے سمجھا ھے وہ بھي صحیح نہیں - دنیا کي غلطیاں اسلیے غلط نہیں ھوتیں کہ ان میں صحت نہیں ھوتي' بلکہ اکثر ایسا ھوتا ھے کہ سچ کو جھوٹ سے ممزوج و آلودہ کر کے دکھلایا جاتا ھے' اور مخلوط سچ ' خالص جھوٹ سے کہیں زیادہ فتنہ پرداز ھے - یقیناً اصول مرکزیۃ ایک قدرتي اور صحیح ترین چیز ھے' کوئي کام ھو بغیر اسکے چارہ نہیں ' اور یہ بھي غلط نہیں ھے کہ علي گڈہ کالج مسلمانان ھند کیلیے نئي تعلیم کے مرکز کي حیثیت پیدا کر چکا ھے' مگر ساتھہ ھي اسکے یہ معني بھي نہیں ھیں کہ اور کوئي مفید کام نہ کیا جاے ' اور صرف مرکز مرکز پکارتے رھنا مسلمانوں کي تمام روز افزوں ضرورتوں کو پورا کر دیگا - خوارج نے کہا تھا کہ " ان الحکم الا للہ " اسپر حضرۃ امیر علیہ السلام نے فرمایا : " کلمۃ حق یرید بھا الباطل " انکا یہ کہنا کلمۂ حق ھے' مگر مقصود باطل ھے - سو اصول مرکزیۃ کا بھي یہي حال ھے -

(۲) پس اس سے بڑھکر خوشي کي اور کونسی بات ھوسکتي ھے کہ ایک نیا کالج مسلمانوں کیلیے اور قائم ھوجاے ' لیکن کالج قائم کرنے کے یہ معني نہ تھے کہ باھمي اختلاف و نزاع کي زمین طیار کرکے اسپر غیروں کے ھاتھوں تخم ریزي کرائي جاتي - چاھیے تھا کہ علي گڈہ کالج کے نزاع سے الگ ھوکر محض خدمت قومي اور جذبات صالحۂ اسلامیہ پر اسکی بنیاد رکھی جاتی - اس

صورت میں یہ سوال صرف ایک نئے کالج کا سوال ہوتا اور کوئی راست باز انسان ایسا نہوتا کہ اس تحریک کی پر جوش دل سے تائید نہ کرتا - مگر اب یہ کالج کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ افتراق امۃ و انشقاق ملت کے فتنۂ خوابیدہ کے ایقاظ و ازدیاد کا (لا قدر اللہ)

(۳) لیکن بہرحال جو کچھہ ہونا تھا ہوچکا ' اور اب اسکے سوا کچھہ چارہ کار نہیں کہ ماضی کے اعادہ سے مایوس ہوکر صرف صورت موجودہ پر غور کیا جاے - اور جہاں تک میں سونچتا ہوں گو فتنہ کروٹ لیچکا ہے مگر اب بھی اسکو سلایا جاسکتا ہے ' اور اگر اللہ تعالی داعیان تحریک کے دلوں کو اصول دے اور وہ مسلمانوں کی تباہ حالیوں پر رحم کھائیں ' اور اسکے صدیوں کے زخموں کو اور زیادہ گہرا نہ کرنا چاہیں ' تو اب بھی کچھہ نہ کچھہ صورت اصلاح پیدا ہوسکتی ہے ' اور اس تحریک سے نقصان کی جگہ فائدہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے -

(۴) میں داعیان شیعہ کالج سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اس تحریک کو چھوڑ دیں ' اور نہ اسکا آرزومند ہوں کہ اپنے طریق کار میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی کریں ' بلکہ نہایت عاجزی اور کمال منت کے ساتھہ صرف دو جزئی تبدیلیوں کا خواستگار ہوں جنسے نہ تو انکے مقصد اصلی میں (اگر وہ محض اشاعۃ تعلیم و خدمت ملت ہے) کوئی حرج واقع ہوسکتا ہے اور نہ انکی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے - اول یہ کہ وہ جو کچھہ چاہیں کریں اور جو چاہیں بنائیں مگر خدا کیلیے اسکا نام " شیعہ کالج " نہ رکھیں - کیونکہ اُن انسانوں کیلیے جو قران نامی کتاب کے ماننے والے اور محمد بن عبد اللہ علیہ الصلواۃ و السلام کے پیرو ہیں ' اس زمین پر بجز " اسلام " کے اور کوئی نام نہیں ہے - ابتک اس بدعۃ سے خاک ہند محفوظ رہی ہے کہ سنی کالج ' شیعہ کالج ' اور اہلحدیث کالج کے ناموں سے کالج قائم ہوے ہوں - پس خدا را افتراق و انشقاق کی ہلاکتوں کا ایک نیا دروازہ نہ کھولیں -

پھر قطع نظر اسکے دیکھنا یہ ہے کہ مجوزہ کالج کو " شیعہ کالج " کے نام سے موسوم کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ہے ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اسکے قیام سے مقصود مسلمانوں کے اس گروہ کی تعلیم و تربیت خصوصی ہے جو " شیعہ " کہلاتا ہے ' اسلیے اسکا نام بھی شیعہ کالج رکھا جاے - سو اگر یہی مقصد ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نام سے کیا علاقہ ہے اور اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جائیگا تو اس کے مقصد کو کیا نقصان پہنچے گا ؟ مقصد اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ عملاً زیادہ تر شیعہ افراد ہی اسمیں تعلیم پائیں ' انہی کی تعلیم دینیات کا اسمیں خاصتاً انتظام کیا جاے ' اور ان سب اصولی امور کو اسکے کانسٹی ٹیوشن میں داخل کردیا جاے - پس اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جاے بلکہ سرے سے " کالج " بھی نہ کہا جاے ' جب بھی حصول مقصد میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا -

بزرگان شیعہ کانفرنس و حضرات مجلس منتظمہ کالج کو غور کرنا چاہیے کہ ابتک ہندوستان میں کوئی کالج اور مدرسہ کسی خاص فرقہ کے نام کے ساتھہ قائم نہیں ہوا ہے ' اور وہ نہ صرف تفریق و انشقاق اور تمذہب و تحزب کی جھول کو بھرنے کی جگہ زیادہ وسیع کر رہے ہیں ' بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نام اور انتساب کے ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھنے والے بن رہے ہیں ' جو ابتک کسی کو نہیں سوجھا تھا - نئے نئے فتنوں کی راہ کھولنے کے لیے حضرۃ امیر علیہ السلام نے جو کچھہ فرمایا ہے ' خدا را اسے نہج البلاغۃ کے خطبۂ نہروان میں دیکھہ لیں -

مسلمانوں کا کوئی نام ہو اور خواہ کوئی فرقہ انجام دے ' مسلمانوں ہی کا نام ہے ' اور اسکا نام بجز اسلام اور انتساب اسلام کے کچھہ بھی نہیں ہوسکتا - میں حضرات ائمۂ کرام علیہم السلام کی تصریحات مندرجۂ اصول کافی وغیرہ سے ثابت کرنے کیلیے طیار ہوں کہ جسطرح سنیوں کیلیے صرف اسلام ہی کا نام سچا نام ہے ' اسی طرح برادران شیعہ کیلیے بھی اس خدا کے قرار دیے ہوے نام کے سوا اور کوئی نام شرعی نہیں ہوسکتا -

اگر کسی وجہ سے حضرات مجوزین کالج مدرسۂ اسلامیہ وغیرہ ناموں سے اسکو موسوم کرنا نہیں چاہتے ' تو خیر' کسی ایسے عام نام سے موسوم کردیں جسمیں کسیطرح کی بھی نسبت نہو' مثلاً دار العلوم وغیرہ - اسطرح وہ اپنے مقاصد میں سے کسی چیز کو بھی نہیں کھوئینگے ' مگر تمام مسلمانوں پر ایک عظیم الشان احسان و فضل کرنے کا ذریعہ ہونگے - ایسا احسان جس سے بڑھکر اور کوئی احسان نہیں ہو سکتا اور سونچیں تو انکا احسان خود انہی کے وجود کیلیے ہے -

دوسری عاجزانہ التماس یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اسکی تعلیم کا دروازہ قابل تحسین فیاضی کے ساتھہ تمام مسلمانوں کیلیے کھلا رکھا ہے ' اسی طرح اعانت کرنے اور اسکی بناء میں شریک ہونے کا دروازہ بھی اپنے بھائیوں پر بند نہ کریں ' اور یہ تخصیص نہ رکھیں کہ صرف شیعوں ہی کا روپیہ اسکے لیے قبول کیا جائیگا - وہ خاص طور پر خود کوشش کریں ' اور خاص طور پر برادران شیعہ ہی سے اعانت کے طالب ہوں ' لیکن دروازہ عام طور پر کھلا ہو ' اور اگر غیر شیعہ مسلمان بھی اسکی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہیں تو اسے نامنظور نہ کریں - اسطرح کرنے سے وہ اپنے اصول عمل کو نہایت صاف اور غیر مشتبہ بنادینگے اور انکے خاص مقاصد کا کچھہ بھی نقصان نہوگا - اگر انہوں نے زر اعانۃ کی فہرست سب کیلیے کھلی رکھی تو اس سے یہ نتیجہ کبھی بھی نہیں نکلتا کہ کل کو کوئی انپر دعوا کردیگا - جبکہ اسکی بنیاد رکھنے والے وہی ہیں اور اصلاً انکا مقصد یہی ہے کہ خاص طور پر برادران شیعہ کی تعلیم کا انتظام ہو تو پھر غیر شیعہ مسلمانوں کی شمولیت کسی طرح بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہوسکتی - اگر بقول ارکان شیعہ کانفرنس کے شیعہ ارباب فیض کا لاکھوں روپیہ محمدن کالج علی گڈہ سے شیعہ حقوق کو حاصل نہ کراسکا ' تو پھر چند غیر مسلمانوں کا تھوڑا سا روپیہ کیوں مجوزہ کالج کی خصوصیت و تصرف میں خلل ڈال سکیگا ؟ مجھے شخصاً معلوم ہے کہ متعدد غیر شیعہ اشخاص بصورت قبولیت اس کام میں شرکت کرنے کیلیے طیار ہیں ' اور انہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ ہمارے لیے یہ بڑے ہی فخر اور عزت کی بات ہوگی اگر ہمارے عزیز بھائی ہمارے ناچیز ہدیوں کو قبول کرلیں ' اور سب سے پہلے میں خود اس خوشی کو حاصل کرنے کیلیے اپنے اندر نہایت بے چین جوش پاتا ہوں -

یہ خاتمۂ سخن ہے - وقت نہیں کہ اس داستان کو طول دیا جاے ' ورنہ یہ حکایت بڑی ہی درد انگیز ہے اور بہت سی راتوں کو آنکھوں میں کاٹ دینے والی ہے - اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے اور اسکی نظر سے کسی کا دل چھپا نہیں - وہ بہتر جانتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق جو کچھہ میری زبان سے نکل رہا ہے ' یہ فریقانہ تعصب کی خباثت اور جماعت بندی کے ناپاک حسد کا نتیجہ ہے یا محض کلمۂ اسلام کی محبت کا جسمیں کسی فریقانہ این وان کی گنجایش نہیں ' اور محض اپنے عزیز بھائیوں کو ایک سخت ٹھوکر سے بچانے کا اضطراب جو اُس حد سے کوسوں آگے گذر چکا ہے جہاں شیعہ سنی کی تمیز کا نام و نشان ہو ؟ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولائک الذین ہداہم اللہ و اولائک ہم اولوا الالباب !

الم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله و ما نزل من الحق ؟

کیا مسلمانوں کیلیے ابھي تک اس کا وقت نہیں آیا که الله کے ذکر اور اسکے کلمهٔ حق کیلیے انکے اندر درد اور شکستگي پیدا ہو، اور وہ اپنے پروردگار کے آگے جھک جائیں ؟ ؟

افسانهٔ هجر و وصال !

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصه
بس آج کي شب بھي سو چکے هم !

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزان کے موسم آتے، ربیع و خریف کي هوائیں چلتیں، اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا هے، اسي طرح دلوں کي شورشوں کا بھي کوئي موسم هے ؟ روحوں کي بیقراري کي بھي کوئي فصل هے ؟ دیوانگي اور سراسیمگي کا بھي کوئي وقت هے، جسکي هوائیں چلتي هیں اور جنکے بادل نمودار هوتے هیں ؟ میں نہیں جانتا که ایسا هو - مگر میں پاتا هوں که میرے دل کي دیوانگي ٹھہر ٹھہر کے اٹھتي اور میري روح کي شورش گذر گذر کے لوٹتي هے - میں کچھه عرصه سے اس دریا کي مانند جو اتر گیا هو، چپ تھا، لیکن آج اس سمندر کي مانند جسکي تہه سے موجیں جوش مار رهي هوں، پھر آهوں سے بھر گیا هوں، فریادوں سے معمور هوگیا هوں، شورشوں سے لبریز هوں، اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغر ضبط چھلک گیا هے۔ آج مجھے پھر اس خاک کي تلاش هے جسکو اپنے سر و چہرہ پر اڑا سکوں، پھر ان کانٹوں کي جستجو هے جنکو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں - میں دیوانوں کا متلاشي هوں اور مجھے بیماروں کي بستي کي ضرورت هے - میں هوشیاري سے اکتا گیا اور تندرستي نے مجھے عاجز کردیا - آہ، میں چاهتا هوں که جي بھر کے روؤں اور جسقدر چیخ چیخ کے نالهٔ و فریاد کرسکتا هوں، کرتا رهوں - میري چیخیں تمہارے عیش و نشاط کو مکدر کردیں، میرا نالهٔ و بکا تمہارے عیش کدوں کو ماتم کدہ بنادے، میري آهوں سے تمہارے دلوں میں ناسور پڑجائیں میري شورش غم سے تمہارے چہروں کي مسکراهٹ معدوم هوجاے - میں تم کو غم و ماتم سے بھردوں - میں تم کو درد و حسرت کا پتله بنادوں - تمہاري آنکھیں ندیوں کي طرح بہه جائیں، تمہارا دل تنور کي طرح بھڑک اٹھے، تمہاري زبانیں دیوانوں کي طرح چیخ اٹھیں، اور تمہاري غفلت عیش اور بے دردي نشاط کي وہ بستي جو مدتوں سے برابر آباد چلي آتي هے، اسطرح اجڑ جاے که پھر کبھي آباد نهو :

روے بازار مراد امروز عرفي با منست
دیدهٔ تر مي فروشم دامن تر میخرم !

* * *

دنیا میں هم دیکھتے هیں که انسان کي نیند اگر موت کي نیند نه هو، تو کبھي نه کبھي ضرور ختم هوتي هے، اور ایسا نہیں هوسکتا که سونے والا کبھي نه جاگے - پھر بعضوں کي نیند ایسي هوتي هے که اک ذرا سي آواز انکو جگا دینے کیلیے کافي هوتي هے - بعض کي اس سے سخت هوتي هے تو انکے لیے چیخنے اور شور مچانے کي ضرورت هوتي هے - بعض انسے بھي زیادہ غفلت کي نیند سونے والے هوتے هیں تو انکو جھنجھوڑنے اور هلانے کي ضرورت هوتي هے - اور اگر سونے والے کے جاگ اٹھنے کیلیے یه بھي بیکار هو، تو پھر ایسا تو کبھي بھي نہیں هوسکتا که بھونچال آجاے، آتش فشاں پہاڑ پھٹ اٹھیں، پہاڑوں کے ٹکرانے کے دھماکوں سے کان کے پردے ریزہ ریزہ هوجائیں اور پھر بھي نیند کے متوالے آنکھیں نه کھولیں -

سو یقین کرو که خدا کا بھي اپنے بندوں کے ساتھه ایسا هي حال هے - اسکي صدائیں اٹھتي هیں تاکه غفلت کے سرشار آنکھیں کھولیں - اگر اس پر بھي وہ کروٹ نہیں لیتے، تو هر طرف شور و غل مچنے لگتا هے تاکه سونے والوں کي نیند ٹوٹے - اگر اسپر بھی نیند نہیں ٹوٹتي تو هاتھه نمودار هوتے هیں اور وہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اٹھاتے هے که صبح آگئي اور آفتاب کي کرنیں دیواروں سے اتر کر صحنوں اور میدانوں میں پھیل گئیں - اب بھي اٹھه جاو اور اس دن کو اپنے هاتھه سے نه کھودو جو جاکر پھر واپس نہیں آئیگا - لیکن، آہ، اکثر ایسا هوتا هے که اس جھنجھوڑنے پر بھي آنکھیں نہیں کھلتیں اور نیند کے متوالے کروٹ نہیں لیتے تو پھر دھماکے هوتے هیں، زلزلے آتے هیں، زمینیں پھٹنے لگتي هیں، پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے هیں، اور صداوں اور آوازوں کي هولناکیوں سے تمام دنیا بھر جاتي هے - سو یه بھي سب کچھه اسي لیے هوتا هے تاکه کسي طرح انسان جاگے اور اب بھي آنکھیں کھولدے - اگر اسپر بھي آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر خدا کا فرشته پکار اٹھتا هے که :

اموات غير احياء ! و لا يشعرون ايان يبعثون -	یه زندوں کي آبادي نہیں بلکه مردوں کي بستي هے - وہ اٹھنے اور اٹھاے جانے کي گھڑي سے بالکل غافل پڑے هیں !

* * *

پس تنبه اور هوشیاري کي تمام تدبیریں هوچکیں، اور ایک سوتے هوے کو جگانے کیلیے جو کچھه کیا جاسکتا هے، وہ سب کچھه کیا جاچکا، پر افسوس که تمہاري آنکھیں ابتک بند هیں، تمہاري غفلت کا نشه کسي طرح نہیں اترتا، اور تمہاري موت کي نیند کسي طرح بھي نہیں ٹوٹتي - دنیا میں انسان کیلیے عقل و بصیرت هے، عقلا کي دانائیاں هیں، هادیوں کي هدایتیں هیں، واعظوں کے وعظ هیں، خدا کے مقدس نوشتے هیں، اور رسولوں کي بتلائي هوئي تعلیمات هیں، پھر حوادث و تغیرات هیں، انقلابات و تبدلات هیں، آثار و علائم هیں، استنباط و استشهاد هے، لیکن آہ، وہ قوم جسکي غفلت کیلیے یه سب کچھه بیکار هے ! نه تو دنیا کے گذرے هوے واقعات میں اسکے لیے کوئي اثر هے، نه حال کے حوادث و تغیرات میں اسکے لیے کوئي پیغام هے، نه الله کے کلام سے ڈرتي اور کانپتي هے، اور نه بندوں کي هدایتوں سے عبرت پکڑتي هے :

ما ياتيهم من ايات ربهم الا كانوا عنها معرضين (٦ : ٤)	الله کي نشانیوں میں سے کوئي نشاني بھي ایسي نه آئي جسکو دیکھه کر انہوں نے عبرت پکڑي هو اور غفلت و سرکشي سے باز آگئے هوں -

بلکه بسا اوقات ایسا نظر آتا هے که جسقدر عبرت کي صدائیں جگانا چاهتي هیں، اتني هي اسکي نیند زیادہ گہري هوتي جاتي هے :

ولقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر حكمة بالغة فما تغني النذر ! (٥٤ : ٤)	اور بلا شبهه انکے پاس ایسي خبریں آچکي هیں جن میں بڑي هي تنبیه اور هشیاري هے اور بہت هي بڑي گہري حکمت و دانائي، پر افسوس که حوادث و انقلاب کي یه ڈراوني هدایت بھي انکي بیداري کیلیے کافي نه هوئي !

دنیا میں سب سے پہلے انسان کے آگے تاریخ یعنے دنیا کے گذرے هوے واقعات آتے هیں، اور انهي سے انسان تجربه کي دانائي اور بصیرت حاصل کرتا هے - وہ دیکھتا هے که همیشه ایک هي طرح کے

واقعات ظاهر هوت ' ایک هي طرح کے اعلانات کیے گیے ' ایک هي طرح کي حالتیں طاري هوئیں' اور ایک هي طرح کے نتیجه نکلے - پس تجربه اور استقراء اسے بتلا دیتا هے که اب بهي همیشه جب کبهي ویسي حالتیں پیدا هونگي تو ویسے هي نتائج نکلیں گے ' اور اگر آگ کے شعلوں نے همیشه انسان کے جسم کو داغ دیا هے تو ایسا کبهي نه هوگا که آگ کے شعلوں میں کوئي ٹهنڈک پاے -

سو اگر تمهاري نیند سونے والوں کي نیند هوتي - بے روح لاش کي نیند نهوتي - تو تمهارے جاگنے کیلیے تاریخ کي آواز بس کرتي تهي - تمهارے آگے نوع بشري کي پوري تاریخ موجود هے - هزاروں ملکوں اور قوموں کے تذکرے موجود هیں' هزاروں آثار و اطلال هیں اور زمین کے صدها گوشے اجڑے هوؤنکي عمارتوں سے اور مٹے هوؤں کے کهنڈروں سے رکے هوئے هیں ' تو تم ان سب کے پاس جاؤ اور ان سب سے پوچهه دیکهو که دنیا میں کوئي قوم بهي معصیت کرکے زنده رهي هے' اور انسانوں کا کوئي گروه بهي خدا سے بهاگ کر بچ سکا هے ؟ کبهي ایسا هوا هے که خدا کے قانونوں پر چلکر قومیں تباه هوئي هوں' اور اسکے قانون کو توڑکے انهوں نے خوشحالي اور همیشگي پائي هو؟

اقوام کو چهوڑ دو اور افراد کو تلاش کرو - جب سے زمین بني هے ' آجتک ایک انسان بهي اسکي گود میں ایسا پلا هے جس نے غفلت و اعراض کرکے زندگي پائي هو ' اور خدا کے قانونوں کو توڑ کر خوشحالي و مراد حاصل کي هو؟ اگر ایسا نهیں هے تو پهر یه کیا هے که تم زهر کها رهے هو اور امیدوار هو که تمهیں زندگي ملے ' اور تم نے شیروں کے بهٹ کي راه اختیار کي هے اور سمجهتے هو که انسانوں کي آبادي میں تم پهنچ جاؤگے ؟

الم یاتهم نبأ الـــذین من قبلهـــم قوم نوح و عاد و ثمود و قوم ابراهیم واصحاب مدین والمــؤتفکات ؟ اتتهم رسلهـــم بالبینـــات فما کان الله لیظلمهـــم و لکـــن کانوا انفسهم یظلمون -

کیا انهوں نے اُن لوگوں کا حال نهیں سنا جو انسے پہلے گذر چکے هیں - مثلاً قوم نوح' عاد' ثمود ' قوم ابراهیم' اصحاب مدین ' اور وه لوگ جنکي بستیاں الٹ دي گئیں ؟ ان سب کے پاس الله کے رسول آے اور راه حق کي نشانیاں انهیں دکهلائیں لیکن انهوں نے بد عملیوں کي راه اختیار کي اور اسکي پاداش میں مٹادیے گئے - سو الله تو کسي پر ظلم نهیں کرتا مگر ان بد بختوں نے خود هي اپني هلاکت چاهي !

اگر گذرے هوے واقعات و حوادث میں بهي تمهارے لیے کوئي آواز نهیں' تو پهر خود تمهاري آنکهوں کے سامنے گذرنے والے حوادث و تغیرات هیں اور انکي زبان سب سے زیاده چیخنے والي اور سب سے زیاده دلوں کے اندر گهر کر جانے والي هے :

او لا یرون انهـــم یفتنون في کل عـــام مـــرة او مرتین ثـــم لا یتـــوبون و لا هم یذکرون ؟

آیا نهیں دیکهتے که کوئي برس ایسا نهیں گذرتا که ایک بار یا دو بار وه بلاؤں میں نه ڈالے جاتے هوں' پهر بهي انکي غفلت کا یه حال هے که نه تو توبه کرتے هیں اور نه مصیبتوں سے نصیحت پکڑتے هیں!

اور اگر وه تمام حوادث و تغیرات جن سے تمهاري زندگي کا هر سال اور هر ماه بلکه هر طلوع و غروب معمور تها ' تمهارے سمجهنے اور بیدار هوجانے کیلیے کافي نه تهے تو آه ' کیا خداے قدوس کي وه سب سے آخري کڑک اور اسکے قانون تعذیب امم کي وه سب سے زیاده کپکپا دینے والي اور عقلوں اور هوشوں کو مبهوت کردینے والي گرج بهي تمهیں نهیں جگاتي ' جسکے زلزله انگیز دهماکوں سے پهاڑوں کي چوٹیاں هل گئیں ' اور قریب هے که زمین دهنس جاے اور سمندروں سے مچهلیاں رونے اور ماتم کرنے کیلیے اُبهر آئیں ؟

کلا ' و القمـــر ' و اللیل اذا ادبر' والصبـــح اذا اسفر' انها لاحدی الکبر' نذیراً للبشر' لمن شـــاء منکم ان یتقدم او یتاخر (٣٦ : ٧۴)

بیشک ' چاند جبکه نکل آیا ' رات جبکه ختم هوگئي ' اور دن جبکه روشن هوگیا ' که یه حادثه بڑے بڑے انقلابات میں سے ایک بڑا هي انقلاب هے اور غافل انسان کو غفلتوں کے پاداش سے سخت ڈرانے والا هے - تو تم میں سے جو بڑهنا چاهے اسکے لیے اب بڑهنا هے ' اور جو پیچهے هٹنا چاهے ' اسکے لیے غافل رهکر تباه هونا !

پهر اگر تم اسلیے نهیں اُٹهتے تهے که جب تک زلزلے نه آلینگے نهیں اُٹهوگے ' اور جب تک آتش فشان پهاڑ نهیں پهٹیں گے آنکهه نهیں کهولوگے ' اور جب تک پهاڑوں کي چوٹیوں اور سمندروں کي موجوں کے اندر سے چیخ نه اٹهیگي کانوں کو نهیں کهولوگے' تو آه ' یه کیا هے که زلزلے بهي آچکے اور تم نے کروٹ نه لي ؟ آتش فشانیوں کي هولناکیوں سے زمین چیخ اٹهي اسپر بهي تم خبر نهوے ؟ اب اور کس بات کے منتظر هو' اور کیا چاهتے هو که آسمان پهٹ جاے اور آفتاب کے پرزے پرزے هوجائیں اور کره ارضي دهواں بنکر اڑ جاے ؟

فهل ینظرون الا الساعـــة ان تاتیهم بغتة ؟ فقد جاء اشراطها ' فانی لهـــم اذا جاءتهم ذکراهم ؟

پهر کیا یه لوگ اخري فیصله کر دینے والي گهڑي کے منتظر هیں که اچانک انپر آ نازل هو؟ سو اگر اسي کا انتظار هے تو اُسکي نشـــانیاں تو آچکیں - اور جب وه گهڑي خود آجائیگي تو اسوقت انکے لیے کیا هوگا ؟

آفتاب کو همیشه اسکي کرنوں میں دیکها جاتا هے اور دهویں کو دیکهکر مسافر پالیتا هے که آگ جل رهي هے - اسیطرح خدا کا جلال بهي همیشه اپني نشانیوں اور آیتوں کے اندر سے دیکها گیا هے ' اور همیشه اس نے اپنے افتاب جمال کي چمک بدلیوں کے نقاب میں دکهلائي هے - پس وه جو همیشه آیا تها اور جس نے همیشه مغرور و غافل انسان کو ماننے اور قبول کرلینے کیلیے مجبور کر دیا تها ' آج بهي آگیا ' اور آنکهیں رکهنے والوں کیلیے اس نے اپنے چهرے پر سے اچانک نقاب الٹ دي - پهر اگر اب بهي تم نهیں دیکهتے اور اب بهي تم اسکے آگے جهکنے کیلیے نهیں گرجاتے' توشاید تم منتظر هو که وه انسانوں کي طرح تمهارے سامنے آکر کهڑا هو جائے' اور سورج کي کرنوں کے تخت پر بیٹهکر آسمان سے اسطرح اُتر پڑے که تم اپني انگلیوں سے ٹٹولکر اسکو چهوؤ ' اور اپنے کانوں کو اسکے منه سے لگادو تاکه وه آوازوں اور حرفوں کے اندر بولدے که میں خداوند خداے قهار هوں' اور جیسا که همیشه سے هوں ' اسي طرح اب بهي موجود هوں' مجهے مان لو اور مجهسے انکار نه کرو:

قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزلنا علینا الملائکة او نری ربنا (٢٥ : ٢۴)

اور ان لوگوں نے که خدا کے لقاء کي امید نهیں رکهتے کها : اگر جو کچهه تم کهتے هو سچ هے تو کیوں نهیں هم پر فرشتے آتارے گئے اور کیوں ایسا نهوا که همارا پروردگار اسمان سے اتر آتا اور هم اسے دیکهه لیتے ؟

سو اگر واقعي اسي کے منتظر هو تو تمهیں معلوم هونا چاهیے که تمهارا انتظار کبهي ختم نهوگا ' یهاں تک که خدا کي جگه اسکا آخري عذاب اتریگا اور تم کو دردناک کیوں اور سوختنیوں کي بشارت دیگا '

یوم یرون الملا ئکـــة لا بشري یومئذ للمجرمین (٢٥ : ٢٣)

جس دن الله کے فرشتے نظر آینگے تو اس دن مجرموں کیلیے کوئي بشارت نهوگي که وه صالحوں کي طرح اسکا انتظار کریں

همیشه ایسا هي هوا هے اور همیشه اس دن کے منتظر رهنے والوں نے اپنے انتظار کا ایسا هي جواب پایا هے :

فهل یتنظرون الا مثـــل ایام الذین خلوا مـــن قبلهم ؟ قل فانتظـــروا اني معکم من المنتظرین (١٠ : ١٠٦)

پس کیا یه لوگ بهي ویسے هے دنوں کے منتظر هیں جیسے ان سے پہلے قوموں پر آچکے هیں ؟ اگر ایسا هي هے تو کهدو که اچها انتظار کرو - میں بهي تمهارے ساتهه انتظار کرنے والوں میں هوں !

آنکھیں دیکھنے کیلیے ھیں ' کان سنے کیلیے ھیں ' اور دل پہلو میں رکھا گیا ھے تا تڑپے اور بیقرار ھو - لیکن وہ سب کچھہ تمھارے لیے بیکار ھوگیا ھے جسکو آنکھہ دیکھتي ھے' اور وہ سب آوازین بے اثر ھوگئی ھیں جو کانوں سے سنائي دیتي ھیں' اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈوب گئي ھیں جنسے دل تڑپتے اور روحیں بیقرار ھوتي ھیں - پس جو کچھہ کیا جاے لا حاصل ھے' اور جو کچھہ کہا جاے بیکار ھے - آہ' تم غافل ھوگئے ھو' تم پر موت کا پنجہ چل گیا ھے ' تم گمراھي کے قبضے میں آگئے' تمھارے احساس فنا ھوگئے' اور تمھارے دل کي دانائي میت دي گئي - اگر ایسا نہوتا تو جو کچھہ ھوچکا ھے اور جو کچھہ ھو رھا ھے' وہ ایسا تھا کہ اندھے بنیا ھوجاتے ' لنگڑے چلنے لگتے ' گونگوں کي چیخ سے دنیا ھل جاتي ' اور لولوں کے ھاتھہ شیروں کے پنجوں کي طرح طاقتور ھوجاتے - آہ ' تمھاري غفلت سے بڑھکر آجتک دنیا میں کوئي اچھنبے کي بات نہوئي ' اور تمھاري نید کي سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے - آہ' تم ایسے نہ تھے ' پھر تم ان لوگوں کي طرح کیوں ھوگئے جنکے لیے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا ؟

لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا اولائك كالانعام بل ھم اضل اولائك ھم الغافلون (٧ : ١٧٨)

انکے پاس دل ھیں مگر سوچتے نہیں' انکے پاس آنکھیں ھیں مگر دیکھتے نہیں' انکے پاس کان ھیں مگر سنتے نہیں' وہ مثل چارپایوں کے ھوگئے بلکہ انسے بھي بدتر' اور یہي ھیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ھیں ! !

*   *   *

آہ' کوئي نہیں ' سب گمراہ ھوگئے' سب نکمے نکلے' سب غافل ھوگئے ' سب پر نیند کي موت چھاگئي ' سب نے ایک ھي طرح کي ھلاکت پي لي ' سب ایک ھي طرح کي تباھیوں پر ٹوٹتے ' سب نے خدا کو چھوڑ دیا ' سب نے اسکے عشق سے منھہ موڑ لیا ' سب نے اسکے رشتے کو بٹہ لگایا ' سب غیروں کے ھوگئے ' سب نے غیروں کي چوکھٹوں کي گرد چاٹي ' اور سب نے ایک ساتھہ ملکر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا - آہ ' سب نے عہد باندھا کہ ھم ایک ھي وقت میں گمراہ ھوجائینگے' اور سب نے قسم کھائي کہ ھم ایک ھي وقت میں خدا کي پکار سے بھاگینگے - آہ' سب اس سے بھاگ گئے ' سب نے اس سے غول در غول بنکر بیوفائي کي ! کوئي نہیں جو اسکے لیے روے ' کوئي نہیں جو اسکے عشق میں آہ و نالہ کرے - اسکي محبت کي بستیاں اجڑ گئیں' اسکے عشق اور پیار کے گھرانے مٹ گئے ' اسکے گلہ کا کوئي رکھوالا نہ رھا ' اور اسکے کھیتیوں کي حفاظت کیلیے کوئي آنکھہ نہ جاگي ! سب شیطان کے پیچھے دوڑے' سب نے ابلیس کے ساتھہ عاشقي کي' اور سب نے بدکار عورتوں کي طرح اپني اشنائي کیلیے اسے پکارا - پھر اسپر قیامت یہ ھے کہ کسي کو ندامت نہیں' کسي کا سر شرمندگي سے نہیں جھکتا ' کسي کے گلے سے توبہ و انابت کي آواز نہیں نکلتي' کسي کي پیشاني میں سجدہ کیلیے بیقراري نہیں' کوئي نہیں جو روٹھے ھوے کو منانے کیلیے دوڑجاے ' اور کوئي نہیں جو اپني بدحالیوں اور ھلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاري کرے !

و لقد اخذ نا ھم بالعذاب فما استكانوا لربھم و ما یتضرعون ! (٢٣ : ٤١)

ھم نے انھیں عذاب کي تکلیفوں میں مبتلا بھي کردیا پھر بھي اپنے خدا کے آگے نہ جھکے اور ان میں شکستگي اور عاجزي پیدا نہ ھوئي -

آہ' میں کیا کروں' اور کہاں جاؤں' اور کس طرح تمھارے دلوں کے اندر اتر جاؤں' اور یہ کسطرح ھو کہ تمھاري روحیں پلٹ جائیں' اور تمھاري غفلت مرجاے - یہ کیا ھوگیا ھے کہ تم پاگلوں سے بھي بدتر ھوگئے ھو' اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقلمند ھیں - تم کیوں اپنے آپ کو ھلاک کر رھے ھو' اور کیوں تمھاري عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ھے کہ سب کچھہ کہتے اور سمجھتے ھو پر نہ تو راستبازي کي راہ تمھارے آگے کھلتي ھے' اور نہ گمراھوں کے نقش قدم کو چھوڑتے ھو:

افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا ؟ (٤٧ : ٢٥)

کیا یہ لوگ قرآن کي آیتوں پر غور نہیں کرتے یا ایسا ھوا ھے کہ انکے دلوں پر قفل چڑھگئے ھیں ؟

کیا تم وہ ھو جنکے لیے کہا گیا کہ :

وجعلنا علی قلوبھم اکنة ان یفقھوہ و في آذانھم وقرا ! (١٧ : ٤٨)

اور انکے دلوں پر ھم نے پردے ڈالدیے ھیں کہ فکر کي آنکھہ بیکار ھوگئي اور انکے کان بہرے ھوگئے ھیں !

آہ ' تم کو معلوم ھے کہ خدا کا قانون کبھي ٹوٹنے والا نہیں اور اسکي سنة اللہ کبھي انسانوں کي کسي بھیڑ کیلیے بدل نہ جائیگي - اسکا یہ قانون ھے کہ آگ جلاتي ھے اور زھر کھانے سے آدمي مرجاتا ھے' اور اسي طرح غفلت و معصیت ھلاکت لاتي ھے اور خدا کي نافرمانیوں سے عذابوں اور درد ناکیوں کا ظہور ھوتا ھے - ھمیشہ ایسا ھي ھوا ھے ' اب بھي ایسا ھي ھو رھا ھے' اور آیندہ بھي ایسا ھي ھو گا :

سنة اللہ في الذین خلوا من قبل و لن تجد لسنة اللہ تبدیلا (٣٣ : ٢٦)

یہ اللہ کا قانون ھے جسکے مطابق تمام گذري ھوئي قوموں سے سلوک ھوا اور اللہ کے قانون میں تم کبھي تبدیلي نہ پاؤ گے !

*   *   *

پس میں آج سب کچھہ چھوڑ کے تم سے ایک ھي آخري بات کہني چاھتا ھوں' اور یقین کرو کہ اسکے سوا جو کچھہ کہا جاتا ھے اگر وہ اس بات کے لیے نہیں کہا جاتا تو سب کچھہ بیکار ھے اور اس میں تمھارے لیے کوئي برکت و امن نہیں - سو یاد رکھو اور ماننے کیلیے جھک جاؤ کہ تمھاري زندگي کا ھر عمل بیکار ھے' اور تمھاري فکروں کي ھر فکر گمراھي و ضلالت ھے - تمھارے لیے صرف ایک ھي راہ نجات ھے اور بغیر اسکے کسي طرح چھٹکارا نہیں - تم جب تک اس پہلي منزل سے نہ گذروگے ' اس وقت تک خدا کا قہر تم پر سے ٹھنڈا نہوگا ' اور تم کبھي مراد اور خوشحالي نہ پاؤ گے - تمھارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ھے کہ توبہ کرو ' توبہ کرو' اپني تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاؤ' اسکي سرکشي اور بغاوت چھوڑ دو ' اسکے عشق اور محبت کو اسقدر پیو کہ بدمست ھو جاؤ ' اور اسکے آگے اسطرح گرو اور اسطرح رؤ اور اسقدر تڑپو کہ اسے تم پر پیار آجاے ' اور وہ تمھیں پہلے کي طرح پھر اپني گود میں اٹھالے ' اور سب کچھہ تمھیں کو دیدے ' جسطرح کہ سب کچھہ تمھیں کو اس نے بخشدیا تھا :

یاایھا الذین آمنو ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم و اللہ ذو الفضل العظیم - (٨ : ٢٩)

مسلمانو ! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ھوجاؤ ' تو اللہ تمام دنیا میں تمھارے لیے ایک امتیاز اور سربلندي پیدا کردیگا' تیز تمھاري تمام برائیوں کو دور کر دیگا اور تمھیں بخشدیگا -

تم اسکے آگے کیوں نہیں جھک جاتے ؟ وہ تو بڑا ھي فضل و کرم کرنے والا ھے !

تم نے غفلت کو خوب آزما لیا' تم نے نافرمانیوں کي صدیوں تک کڑواھٹ چکھہ لي ' تم نے گناہ اور معصیت کے پھل سے اچھي طرح اپنے دامن بھر لیے' تم نے دیکھہ لیا کہ ایک خدا کي چوکھٹ سے تم نے سرکشي کي اور کس طرح ساري دنیا تم سے سرکش ھوگئي ' اور ایک اسکے روٹھنے سے کسطرح تمام دنیا تم سے روٹھہ

گئي ؟ پس مان جاؤ اور اب بھي باز آجاؤ - گناھوں کو آزماچکے ' آؤ تقوی و راستبازي کو بھي آزمالیں - سر کشیوں کو چکھه چکے ' آؤ اطاعت کا بھي مزہ دیکھه لیں - غیروں سے رشتـــہ جوڑ کے تجربہ کر چکے ' آؤ اسي ایک سے پھر کیوں نہ جڑ جالیں جس سے امت کو ذلتوں اور خواریوں ' ٹھوکروں اور راندگیوں کے سوا کچھه بھي ھاتھه نہ آیا :

افلا یتوبون الی اللہ و یستغفرونہ و اللہ غفـــور رحیـــم !

پھر کیا ھے کہ اب بھي تم اللہ کے آگے نہیں جھکتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے حالانکہ اللہ تو بڑا ھي بخشدینے والا اور بڑا ھي رحمت فرما ھے -

* * *

تمھارے خدا نے تمھارے ساتھه کونسي برائي کي تھي کہ تم نے اسے چھوڑ دیا ' اور اسے چھوڑ کے کونسي دولت و نعمت ھے جو تمھیں ھاتھه آگئي ؟ خدا سے بڑھکے وہ اور کون حسین ھے جسکے حسن نے تم کو خدا سے چھین لیا ' اور اس سے بڑھکر کس کے پاس محبت اور پیار ھے جسکي زنجیریں تمھارے پانوں میں پڑگئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے ھو تا کہ ٹھوکریں کھاؤ ' پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے تاکہ وہ تمھیں پیار کرے ؟ اگر تم محبت کے بھوکے ھو تو الرحمن الرحیـــم سے بڑھکر آور کون ھے جسکے عشق میں اسے چھوڑ رھے ھو ؟ اگر تم رزق کے بھوکے ھو تو رب العالمین سے بڑھکر آور کون ھے جسکے خزانوں کي لالچ نے تم کو متوالا کردیا ھے ؟ اگر تم اپني محنت کي مزدوري مانگتے ھو' تو مالک یوم الدین سے بڑھکر کون مالکیا ھے جو تمھیں بدلہ دیگا ؟ فاہ ' آہ ' ثم اہ ' علی ما فرطتم في جنب اللہ !

ام اتخذوا من دونہ الھۃ ؟ قل ھاتوا برھانکـــم - (۲۱ : ۲۴)

پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ھے ؟ اگر ایسا ھي ھےتو انسے کہو کہ اپني دلیل پیش کریں کہ وہ کونسي حقیقت ھے جس نے انکي نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ھے ؟

پھر کیا تم بالکل اس سے بے نیاز ھوگئے ھو اور اب تمھیں خدا کے آگے جھکنے کي کوئي ضرورت نہیں رھي ؟ کیا تم کبھي بیمار نہ پڑوگے جبکہ طبیب مایوسي کا پیام دیگا اور عزیز و اقربا دیکھه دیکھه کر نا امیدي سے روینگے' اور کیا اس وقت تمھیں خدا کو پکارنے اور ھر طرف سے مایوس ھوکر اسي سے راحت اور سکھه مانگنے کي ضرورت نہوگي ؟

کلا اذا بلغــت التراقي و قیل من راق ' و ظـن انہ الفراق ' و التفــــت الساق بالســاق ' الی ربــک یومئذ المساق ' فلا صدق و لا صلی ' و لـکن کـذب و تولـی - (۷۵ : ۲۸)

ھاں' جب وہ گھڑي آے کہ جان بدن سے کھنچکر گردن کي ھنسلي تک آپہنچے اور دیکھنے والے بول اٹھیں کہ اسکا علاج کرنے والا کون ھے ؟ اور بیمار خیال کرلے کہ اب کوچ کا وقت آگیا ' اور اسکے درد اور بیچیدني کا یہ عالم ھو کہ ایک پنڈلي دوسري پنڈلي پر بٹکنے لگے' سو یہ وہ وقت ھوگا کہ اللہ ھي کي طرف انسان کا کوچ ھوگا - پھر بتلاؤ کہ اس وقت اس بدبخت کا کیا حال ھوگا جس نے نہ تو کبھي خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبھي اسکے آگے عبادت کیلیے جھکا بلکہ ھمیشہ سچائیوں کو جھٹلایا اور حکموں سے منہ موڑا ؟

* * *

اگر تم کو آنکھیں دي گئي تھیں تو اسي لیے تاکہ تم اسکو دیکھو' اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اسی لیے تا صرف اسي کو پیار کرو' اگر تم کو آنسو دیے گئے تھ تو اسي لیے تاکہ صرف اسی کی یاد میں بہاؤ' اور اگر تمھاري پیشانی بلند کی گئي تھي تو اسي لیے تا اسي کے آگے جھکاؤ' پر آہ' تمھاري زبانیں اسکي حمد کے زمزموں سے محروم ھوگئیں' تمھارے دل اسکي محبت کے نہونے سے اجڑ گئے' تمھاري روحوں میں اسکي چاھت کي جگہ غیروں کي چاھتیں بھر گئیں' تمھارے قدم اسکے طرف بڑھنے سے بو جھل ھوگئے' اور تمھاري آنکھوں میں اسکے عشق کے درد و غم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھي نہ رھا - تمھاري مسجدیں تڑپ رھي ھیں کہ راست بازوں کي تڑپتي ھوئي اور مضطرب نمازیں انکو نصیب ھوں' مگر حیوانوں اور چار پایوں کے کھڑے رھنے اور اوندھے ھوجانے کے سوا وھاں اور کچھه نہیں ھوتا - حالانکہ تمھارا خدا تمھارے کھڑے رھنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں ' اور اگر صرف پانوں کو کھڑا رکھنا ھي عبادت ھوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رھسکتے : فویل للمصلین الـــذین ھم عن صلاتھم ساھون (۱۰۷ : ۴) و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراون الناس و لا یذکرون اللہ الا قلیلا (۴ : ۱۴۲)

* * *

بہت ھوچکا ' اب بھي چھوڑ دو' آہ ' بہت سوچکے اب بھي چونک اٹھو' بہت گم ھوچکے اب بھي اپنے کو پالو - خدانے تم کو وہ مہلت دي ھے جس سے بڑھکر آجتک زمین کي کسي مخلوق کو بھي مہلت نہ دي گئي ' پھر نہو کہ وہ تم سے اپنــا رشتہ کاٹ لے' اور تمھـاري جگہہ کسي آور کو اپني چاھتوں کي شہنشاھي اور اپني محبت کا تاج و تخت دیدے ' جیسا کہ اس نے ھمیشہ کیا ھے :

و ربک الغني ذو الرحمہ ان یشـــاء یذھبکـــم و یستخلف من بعد کم من یشاء کما انشـــا کم من ذریۃ قوم آخرین -

اور تمھارا پروردگار بے پروا اور فیاض ھے - اگر وہ چاھیگا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا اور تمھارے بعد کسي دوسري جماعت کو کھڑا کردیگا جس طرح کہ خود تم کو دوسروں میں سے اسنے منتخب کیا تھا !

اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ھے کہ اسے نہ دوگے' اور اپني جانوں کو اسکی محبت سے بھي زیادہ پیارا سمجھتے ھو کہ اسکے لیے دکھه میں نہ ڈالوگے' اور اگر تمھارے دلوں کي آھیں' تمھارے جگر کي تپش ' اور تمھاري آنکھوں کے آنسو' اب اسکے لیے نہیں رھے ھیں بلکہ دوسروں کا مال ھوگئے ھیں' تو یقین کرو کہ وہ بھي تمھارا محتاج نہیں ھے' اور اسکي کائنات انسانوں سے بھري پڑي ھے - وہ اگر چاھیگا تو اپنے کلمۂ حق کي خدمت کیلیے درختوں کو چـــلا دیگا' پہاڑوں کو متحرک کردیگا' کنکروں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اٹھنے لگینگي' پر وہ فاسق اور نا فرمان انسانوں سے کبھي بھي کام نہ لیگا' اور اپنے پاک کام کي عـــزت کو ناپاکوں کي گندگي سے کبھي آلودہ نہ ھونے دیگا - اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ مچ دیکھا کہ جب تمھارے اندر سے اسکي پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے ھاتھوں سے اشارہ کررھا ھے :

یا ایھـــا الذین امنوا من یرتد منکـــم عن دینہ فســوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبـونہ اذلۃ علی المومنیـن اعزۃ علی الکافــــرین ' یجاھـدون في سبیل اللہ ولا یخـــافون لومۃ لائم ' ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو فضل عظیم -

اے مسلمانو ! تم میں سے جو شخص دین حق کي راہ سے پھر جائیگا سو اسے یقین کرنا چاھیے کہ خدا اپنے کلمۂ حق کیلیے اسکا محتاج نہیں ھے - قریب ھے کہ وہ ایک قوم کو نمایاں کرے جو اللہ کو چاھنے والي ھوگي اور اللہ اسے پیار کریگا - وہ مومنوں کے آگے نہایت عاجز و نرم ھونگے پر دشمنان حق کیلیے نہایت مغرور و سرکش ' اللہ کي راہ میں بیخوف مجاھد ھونگے' اور کسي الزام دینے والے کے الزام کي پروا نہ کرینگے - یہ اللہ کا بڑا ھي فضل ھے - جس کو چاھے چن لے - وہ بڑا ھي فضل و کرم والا ھے -



الــحق و الــبـاطــل

او الاصـــلاح و الافساد

حقيقت بقـــاے اســلام و فنــاے كفــر

آج هم چاهتے هيں كه قران حكيم كي تفسير كے ايک نهايت هي اهم مسئله كے متعلق ايک سلسلۂ مضامين شروع كريں -

يه مسئله نهايت عظيم الشان هے اور قران حكيم كے بكثرت بيانات و تصريحات هيں جنكا فهم صحيح اس كے سمجهه لينے پر موقوف هے - هم كوشش كرينگے كه اس سلسله كي هر صحبت ايک مستقل صحبت هو' اور اپنے اتمام لذت و تكميل مطالعه ميں ماسبق و مابعد كي محتاج نهو - و ما توفيقي الا بالله -

(بقاء حق و فناے باطـل)

قران حكيم كے مطالعه سے معلوم هوتا هے كه اس نے اپني تمام تعليمات كي بنياد ايک خاص حقيقت و قانون پر ركهي هے جس كو وه حق كے بقاء اور باطل كے شكست و هلاكت سے تعبير كرتا هے - يعني وه كهتا هے كه كائنات عالم ميں ايک چيز هے جسكا نام حق هے - اسكا خاصۂ قدرتي يه هے كه وه صرف كاميابي و فتح اور بقاء و دوام كيليے هے - نقصان اور هلاكت كبهي اسكے ليے نهيں هوسكتي - اسكے بالمقابل ايک دوسري چيز هے جسكا نام " باطل " هے - سو جسطرح پهلي چيز صرف بقاء كيليے تهي ' اسي طرح يه صرف فناء و هلاكت كيليے هے - اسكو كبهي بهي كاميابي نهيں ملسكتي اور كبهي وه حق پر غالب نهيں آ سكتي - پهر جا بجا انهي دو حقيقتوں كو اور مختلف ناموں سے بهي پكارا هے اور مختلف حالتوں ميں آكر انكي مختلف صورتيں بنگئي هيں - تاهم هر جگه انكے ان دو قدرتي خاصوں كا دعوا اور اعلان عام موجود هے ' اور اس پر اسقدر زور ديا گيا هے كه دو تهائي قران اسي قانون بقاء حق و فناء باطل كے ذكر سے لبريز هے - كهيں صرف صاف اور ساده دعوا كرديا هے ' كهيں دلائل و شواهد پيش كيے هيں ' كهيں مثالوں كے پيرايه ميں سمجهايا هے ' كهيں حق و باطل كے مشهور معركوں كي سرگذشتيں دهرائي هيں ' اور كهيں مختلف قوموں اور ملكوں كے قصص و واقعات سناكر اسكي حقيقت كو ذهن نشين كيا هے - پهر كهيں اس قانون كے نفاذ كے آثار و علائم بتلاے هيں ' كهيں اسكے نتائج و ثمرات كو گنايا هے ' كهيں بتلايا هے كه اسكي حكومت ابتداء خلقت سے هے اور آخر تک رهيگي ' كهيں خبر دي هے كه دنيا كا ماضي اور مستقبل يكساں طور پر اس قانون كي صداقت كي شهادت هے ' اور كهيں نهايت شرح و بسط سے ان تمام شبهوں اور اعتراضوں كے جواب ديے هيں ' جنكو نادان و غافل انسان اس قانون كي اٹل پادشاهت پر كر بيٹهتا هے -

پهر اس سے بهي زياده يه كه يه قانون قران حكيم اور دين الهي كيليے ايک ايسي بنيادي حقيقت هے جو اسكے تعليم و هدايت كي تمام شاخوں پر حاوي نظر آتي هے ' اور جو كچهه كها جاتا هے اور بتلايا جاتا هے ' سب كے اندر سے اسي قانون الهي كي صدائيں اٹهه رهي هيں - قصص و واقعات هيں تو اسي قانون كيليے ' امثال و حكم هيں تو اسي قانون كيليے - احكام و نواهي هيں تو اسي قانون كيليے - كائنات هستي اور مظاهر فطرة كے مطالعه كا حكم ديا جاتا هے تو اسي كے ليے - ملكوت السماوات والارض كے تفكر و تدبر پر زور ديا جاتا هے تو اسي كي غرض سے - غفلت اور اعراض پر تنبيه كي گئي هے تو اسي كي خاطر ' اور تعقل و تفقه كا حكم ديا گيا هے تو صرف اسي كے واسطے - دنيا ميں جو كچهه هے اور جو كچهه هوتا هے ' قران كهتا هے كه سب كو اسي قانون كيليے ديكهو اور سب پر اسي كے سمجهنے كيليے غور و فكر كرو - وه كهتا هے كه اگر آسمان پر هر طرف سے گهٹائيں امنڈ آئي هيں اور ٹهنڈي هواؤں كے جهونكے چل رهے هيں تو تمهيں كيا هوگيا هے كه تم اس قانون كو نهيں سمجهتے ؟ اگر سمندروں ميں موجيں اٹهه رهي هيں اور بڑے بڑے جهاز ان ميں تنكوں كي طرح تهه و بالا هو رهے هيں تو تمهاري آنكهوں كو كيا هو گيا هے كه تم اس قانون كو نهيں ديكهتے ؟ باغوں ميں پهول كهلے هيں اور كهيت شادابي سے لهلها اٹهے هيں ' پر قران كهتا هے كه پهولوں كے اوراق ميں بهي اسي قانون كو پڑهو اور كهيتوں پر سے بهي اسي ليے گذرو تاكه خدا كے اس سب سے بڑے اور سب سے پهلے قانون كو پالو -

هم يهاں اُن آيات كو نقل نهيں كرينگے كيونكه انهي پر آگے چلكر بحث كرني هے ' اور وه نهايت كثرت سے هيں تاهم تم قران كے جس حصه پر نظر ڈالوگے اس قانون كا دعوا هر جگه نظر آئيگا :

و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (۱۷ : ۸۱)	اور كهدے كه حق آيا اور باطل نابود هوا يقين كرو كه باطل صرف نا بود هوے اور كهو جانے هي كيليے هے -

سورۂ يونس ميں هے :

و يحق الله الحق بكلماته و لــو كــره المجــرمون (۱۰ : ۸۲)	اور الله اپني كلمات سے حق كو حق كر دكهلائيگا اگرچه باطل پرستوں پر يه شاق گذرے !

وه هر جگه كهتا هے :

ان الله سيبطله ' ان الله لا يصلح عمــل المفسدين (۱۰ : ۸۱)	الله باطل كو عنقريب محو كرديگا - وه فساد والوں كو كاميابي نهيں ديتا -

حضرة يوسف نے بهي يهي كها تها :

ان الله لا يفلح الظالمون   خدا ظلم والوں كو فلاح نهيں ديتا -

اسي سلسله ميں وه اور زياده اس چيز كو واضح كرتا هے جبكه كهتا هے كه :

ان الله لا يهدي القوم الفاسقين	خدا فاسقوں كو هدايت نهيں ديتا - يعني راه فلاح انهيں نهيں ملتي -

اور پهر اسكے علاوه عام طور پر انبياء كرام عليهم السلام اور انكے تمام متبعين كي زندگي كو ديكها جاے تو انكا ايک ايک عمل اور ايک ايک قول اسي قانون كا يقين و ظهور هوگا - قران حكيم كے علاوه جسقدر خدا كي مقدس كتابيں دنيا ميں آئيں ' ان سب نے بهي اسي قانون كي بادشاهت كا اعلان كيا - اخلاق ميں آكر بهي همكو سچائي كي كاميابي اور باطل كي شكست كا يقين دلايا جاتا هے ' اور عام طور پر گو ايسے انسان كم هيں جنكو سچائي كي فتح پر سچا يقين هو ' تاهم بولتے سب هيں كه كاميابي حق هي كيليے هے -

پس ايک نهايت اهم اور مقدم سوال كه پيدا هوتا هے كه قرآن حكيم اور تمام مقدس نوشتوں نے اس دعوے كي صداقت كيا هے ؟ اور حق كے بقاء و فتح اور باطل كے فناء و شكست كي حقيقت كيوں بطور ايک قانون كے پيش كي جاتي هے ؟ يه كيوں هے كه حق كامياب هو اور كيوں نه يه سمجهه ليں كه كاميابي باطل كيليے هے ؟

دين الهي اور قرآن حكيم نے اپنے تمام دعوؤں كي صداقت كي بنياد اسي قانون پر ركهي هے - سچائي نے جب كبهي ظهور كيا هے تو

همیشه یهی دعوا کیا هے که کامیابي و نصرة ظاهر هوکر بتلا دیگي که حق کون هے اور باطل کس کے پاس هے ؟

یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار - انه لا یفلح الظالمون

اے لوگ ! تم اپني جگه کام کرو' میں بهي کام کررها هوں - عنقریب جان جاؤ گے که انجام کار کس کیلیے هے ؟ الله کبهي ظالموں کو فلاح نهیں دیتا -

پس جب تک اس قانون کي حقیقت اور سچائي کو نه سمجهه لیا جاے' اس وقت تک کوئي انسان نه تو قرآن کو سمجهه سکتا هے اور نه دین حق کے ایمان و حقیقت میں اسکا کوئي حصه هوسکتا هے -

(قانون انتخاب طبیعي یا بقاء اصلح)

لیکن قبل اسکے که اصل بحث شروع هو' یه سمجهه لینا چاهیے که تمام عالم وجود و حیات میں "تنازع البقاء" یعني بقاء اور زندگي کے قائم رکهنے کیلیے ایک دائمي جنگ اور مقابله قائم هے' اور اسي حالت سے "انتخاب طبیعي" اور "بقاء امثل و اصلح" کي حقیقت واضح هوتي هے - یعني فطرة صحیح اور طاقتور کو بقاء اور زندگی کیلیے چهانٹ لیتي هے اور کمزور و غیر صالح کو فناء کیلیے چهوڑ دیتي هے -

دنیا میں هم دیکهتے هیں که الله تعالی نے هر وجود کے اندر اسکي طلب رکهدي هے که اپنے تئیں باقي رکهے اور هلاک هونے سے بچاے - یه بقاء کا عشق اسکي طبیعة کا خلقي عشق هے' اور اسقدر قوي هے که وه جو کچهه کرتا هے صرف اسي کے لیے کرتا هے اور اسکي تمام جد و جهد حیاة کا مبدء یهي هے -

لیکن دوسري طرف کائنات هستي کا یه حال هے که اسکا هر گوشه اور هر ذره اپنے اندر ایک خلقت و مقصد رکهتا هے اور اسکي کوئي چیز ایسي نهیں هے جو بغیر کسي وجود و مقصد کے هو - اس کا نتیجه یه هے که دنیا وجود و خلقت اور اعمال خلقت سے بالکل اٹي هوئي هے اور اسکا کوئي گوشه خالي اور بیکار نهیں هے - اسکي مثال یوں سمجهو که ایک مکان هے اور اسکے صدها کمرے هیں' مگر گهر کا کوئي کمره خالي نهیں هے - اب جب کبهي کوئي شخص گهر کے کسي کمره پر قبضه کرنا چاهیگا تو یه نهیں هوگا که وه اٹها اور ایک خالي کمره میں بس گیا' بلکه کوشش کرني پڑیگي که اسکو خالي کراے' اور جو شخص پهلے سے اسمیں موجود هے وه یا تو هٹ جاے یا مٹ جاے -

اس حالت کا قدرتي نتیجه یه نکلا که هر وجود کے بناؤ کیلیے لازمي هو گیا که کسي دوسرے وجود پر بگاڑ طاري هو' اور هر طاقت کے پیدا هونے کیلیے ضروري ٹهرا که کوئي دوسري طاقت کمزور هوجاے - پس دنیا میں هر زندگي اپنے کو باقي رکهنا چاهتي هے' اور باقي رهنے کیلیے جد و جهد کرتي اور اپني راه کو صاف کرتي هے - چونکه هر هستي یهي کر رهي اور اسي کیلیے اسکي حرکت و جهد هے' اسلیے دنیا میں بقاء کي خواهش و طلب سے کشاکش کي ایک باهمي جنگ قائم هوگئي هے - ان گنت فوجیں هیں جو باهمدگر لڑ رهي هیں' ٹکرا رهي هیں' ایک دوسرے کو پامال کر رهي هیں' اور هر فوج چاهتي هے که کامیاب و فتح مند هو - خود باقي رهے' دوسروں کو فنا کردے - حیوانات' نباتات' جمادات' بلکه تمام معنویات و معقولات میں بهي یه باهمي جنگ قائم هے' اور اس تنازع میں چونکه بقاء کیلیے فنا مستلزم اور تعمیر بغیر تخریب کے هو نهیں سکتي' لهذا ناقص چیز بگڑتي هے اور سالم وجود بنتا هے - ناقص جگه خالي کرتا هے اور سالم قابض هوجاتا هے - اسي حالت کا نام تنازع البقاء هے اور اسي سے انتخاب طبیعي قانون همارے سامنے آتا هے -

اب اس کشمکش میں کامیابي اور بقا صرف اسیکے لیے هے جس کے اندر عدل و صحت کي وه حالت پیدا هو جاے جسکا نام طاقت اور تندرستي [illegible] طرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا اور کمزور شکست [illegible] طرح اس جنگ میں بهي طاقت اور صحت فتح پالیگي' اور ضعف اور نقص شکست کهاکر رفته رفته هلاک هو جائیگا - اسي سے قانون مدافعة پیدا هوتا هے - یعني اس کشمکش میں جو وجود اپنا دفاع طاقت کے ساتهه کام کرسکے گا اور حمله آور سے مغلوب نهوگا وهي باقي رهیگا -

یه چیز که دنیا میں طاقت اور صحت باقي رهتي هے اور ضعف و نقص فنا هو جاتا هے' بتلاتي هے که قدرت الهي نے دنیا میں زنده رهنے' باقي رهنے' نشو و نما پانے' اور غالب هونے کو صرف طاقت و صحت کا خاصه قرار دیا هے' اور اس کا یه قانون هے که وه طاقت کو منتخب کر لیتي هے تاکه وه باقي رهے اور ضعف کو چهانٹ دیتي هے تاکه وه هلاک هوجاے - پس در اصل یه فطرة کا قانون انتخاب هے - طاقت کو باقي رکهنے کیلیے الگ کر لینا اور ضعف کو هلاکت کیلیے جدا کردینا - اسي کا نام انتخاب طبیعي اور نیچرل سلکشن هے -

(بقـــاء اصلـــح و امثل)

اسي انتخاب طبیعي سے بقاء اصلح کي حقیقت واضح هوتي هے - انتخاب طبیعي کے معني یه هیں که فطرة دنیا میں صرف طاقت و صحت اور سلامتي و موفقیت کو باقي رکهتي هے - پس اس سے معلوم هوا که دنیا میں جو وجود سب سے زیاده طاقتور' تندرست' صحیح و سالم' اور نقص و خرابي سے پاک هوگا' وهي باقي رهیگا' اور جو ایسا نهیں هے وه مٹا دیا جائیگا - یهي معني بقاء اصلح کے هیں - اصلح یعني ارفق' امثل' اجود' اعدل' اسلم' اصح' اور اقوی -

اب دنیا پر نظر ڈالو اور دیکهو که دنیا کي هر خلقت اور حیات و وجود کے هر گوشه میں کس طرح قانون بقاء اصلح نافذ هے اور بغیر انقطاع و تزلزل کے کام کررها هے ؟

حیوانات میں سب سے پهلے خود انسان کو دیکهو' انفراد کي حالت میں بهي جانچو اور اجتماع کي حالت میں بهي مطالعه کرو - انسان کا جسم طرح طرح کے اعضاء داخلي و خارجي سے مرکب هے اور ان سب کے افعال هیں' خواص هیں' باهم ترکیب و امتزاج کا اعتدال هے' اور پهر اس سے قوت اور ضعف' صحت اور بیماري' نقص اور سلامتي کي مختلف حالتیں اسپر طاري هوتي رهتي هیں -

پس سب سے پهلے تو اسکے هاتهه میں شکار کا برچها' عملیات کا آله' جد و جهد کا متحرک هاتهه' اور طلب نفع و سود کا ولولۂ فطري' اور هجوم و دفاع کا بڑهنا اور هٹنا نظر آتا هے - وه اپنے کو باقي رکهنے اور قوي بنانے کیلیے جن جن چیزوں کا محتاج هے' ان میں سے هر چیز کو جد و جهد کرکے حاصل کرتا هے اور اپنے وجود کے بقاء کے عشق میں صدها وجودوں کو مٹادیتا هے - وه جانوروں کو هلاک کرتا اور انکا گوشت کهاتا هے - ان جانوروں کے مقابلے میں وه اصلح هے' پس اصلح کیلیے غیر اصلح فنا هوجاتے اور اصلح اضعف کو مٹا دیتا هے - وه اپنے تمام اعمال حیات میں فوائد و قوی کو حاصل کرتا اور مضرت کو دور کرتا هے - اسکے بهي یهي معني هیں که وه باقي رهنے کیلیے اپنے کو قوي بناتا اور ضعف و اضمحلال سے بچتا هے - وه هلاکت کے هر حملے کو اپنے سے دور کرتا' انکے دور کرنے کے وسائل عمل میں لاتا' اور هر نقصان پهنچانے والے اثر کو دفع کرتا هے - یه بهي وهي طلب بقاء اور اصلح بننے کي سعي هے - اسي طرح اسکے تمام اعمال کو دیکهه جاؤ - سب کے اندر یهي چیز نظر آئیگي - پهر اسکے بعد دیکهوگے که جب انسان کے اندر ضعف پیدا هوگیا' نقص پیدا هوگیا' فتور آگیا' اعتدال سے انحراف هوگیا' اسکے کارخانۂ جسم کا کوئي پرزا ٹوٹ گیا' زنگ آلود هوگیا' یا اور کوئي ایسي حالت طاري هوگئي جس کے بعد وه اصلح نه رها اور ضعف و نقص اسپر چها گیا' سو اسکا قدرتي نتیجه یه نکلیگا که وه هلاک هوجایگا اور باقي رهنے کے قابل نه رهیگا - فطرة اسکو چهانٹ دیگي' کیونکه وه کهتي هے که میري دنیا صرف اصلح' اسلم' اور اقوی کیلیے هے - ناقص یهاں نهیں بس سکتا -

پھر اجتماعي حالت میں دیکھو تو یہي قانون نظر آتا ھے - طاقتور گھرانے اور نسلیں ضعیف گھرانوں اور نسلوں کو مقابلے میں شکست دیدیتي ھیں - قوي قومیں کمزور قوموں کو ھلاک کردیتي ھیں - جس جماعت اور قوم کے پاس طاقت ھے' وہ طاقت کے قدرتي حق کا حربہ لیکر اٹھتي ھے اور کہتي ھے کہ خدا کي زمین میرے لیے ھے' کیونکہ میں طاقتور ھوں - پس تمام کمزور قومیں اسکے دعوے کے آگے جھک جاتي ھیں اور اپني جگہ خالي کردیتي ھیں تـا طاقت والي قومیں اسپر قابض ھوجائیں - یہ بھي بقاء اصلح ھے - اصلح نے غیر اصلح کو شکست دیدي' اور فطرۃ نے اصلح اقوام کو بقاء کیلیے چھانٹ لیا -

اسي طرح عام طور پر تمام حیوانات کو دیکھو - طاقتور اور اصلح حیوانات باقي رھتے ھیں' ضعیف و غیر اصلح مٹ جاتے ھیں - یا تو وہ خود اپني جگہ خالي کردیتے ھیں' کیونکہ ضعف کا نتیجہ موت ھے - یا پھر ضعف کي وجہ سے اپنا دفاع نہیں کرسکتے اور طاقت انکو اپنا لقمہ بنا لیتي ھے - شیر بکري کو کھا لیتا ھے' بڑي مچھلي چھوٹي مچھلي کو نگل لیتي ھے - ھوا میں اڑنے والے جانور چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور بھنگوں کو ھلاک کرکے اپني غذا بنا لیتے ھیں -

نباتات کو دیکھو' جو درخت طاقتور ھوتا ھے اسي کو زمین اپني گود میں جگہ دیتي ھے اور جو کمزور ھوجاتا ھے اسکو چھانٹ دیتي ھے - وہ خشک ھوکر فنا ھوجاتا ھے - ایک ھي جگہ دو چیزیں نظر آتي ھیں - ایک بڑے تناور درخت کي جڑیں ھیں جو پھیلي ھوئي ھیں' ساتھہ ھي چھوٹے چھوٹے درختوں کے پودے پاني دے دیکر اگاے گئے ھیں - فطـرۃ بڑے درخت کو باقي رکھنے کیلیے چھانٹ لیتي ھے - اسکے پھیلے ھوے ریشے زمین کي تمـام رطوبت اور قوۃ نشوء کو کھینچ لیتے ھیں اور ضعیف پودوں کیلیے کچھہ باقي نہیں رھتا - وہ فنا ھوجاتے ھیں - تم ھزاروں درخت لگاؤ اور صدھا تخم زمین میں چھـڑک دو - پھل وھي لائیـگا اور زنـدگي و بقا اسي کو ملیگي' جو اصلح ھوگا - غیر اصلح کو زمین قبول نہ کریگي اور وہ اپني غیر اصلحیت سے اپني موت کا اعلان کردیگا -

جمادات کا بھي یہي حال ھے - البتہ انکے جمود اور ٹھونس اجزا کي وجہ سے انکے اعمال و تغیرات کي رفتار بہت ھي دھیمي ھے' اور گھڑي کے گھنٹے کي سوئیں کي حرکت کي طرح تم انـکي حرکت و تغیر کو دیکھہ نہیں سکتے -

اس سے قطع نظر' دنیا میں وجود اور زندگي میں سے جو کچھہ ھے' سب بقاء اصلح کے ماتحت ھے - پھر کتنے ھي حیوانات ھیں جو زمین کي گود میں پیدا ھوے' پر اس نے انھي کو قبول کیا جو اصلح تھے - کتنے ھي انواع حیوانات کي نسلیں ھیں جو مدتوں تک زمین میں چلی پھریں' مگر باقي وھي رھیں جو اصلح تھیں - کتنے ھي درخت آگے اور طرح طرح کي سر سبزیاں زمین کي سطح پر نظر آئیں مگر جن میں ضعف و نقص پیدا ھوگیا' وہ سب کے سب چھانٹ دیے گئے' اور جو تندرست رھے' باقي رکھے گئے - جنگل میں صدھا درخت کھڑے ھیں - جو سر سبز ھیں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ھوے ھیں' وھي پالے جائینگے' انھي کي رکھوالي کي جائیگي' اور انھي کو زندہ رکھا جائیگا' مگر جو سوکھہ گئے' انکي شاخوں میں سبز پتے نہ رھے' اور انکے سایے میں راحت اور آرام باقي نہ رھا' سو وہ کاٹ دیے جائینگے - انـکي لکڑیاں چولھوں میں جل جل کر پکاریںگي کہ دنیا میں زنـدگي صـرف اصلح کیلیے ھے - غیر اصلح کو آگ اور سوختني کے سوا کچھہ نہ ملیگا - نظیري نیشاپوري اسي کو کہتا ھے :

تو نخل میوہ فشاں باش در حـــدیقۂ دھـــر
کہ کم درخت قوي خشک شـد کہ نہ شکستند

آبنوس کے درخت کي لکڑي سے کنگھي بني اور زلف معشوق کي معطر لٹوں سے ھم کنار ھوئي' لیکن اسي کي ھم جنس لکڑیاں تھیں جو چولھے میں جل رھي تھیں' اور اسي گھـر کے چولھے میں جسکے صحن باغ میں آبنوس کے شانۂ حسین سے دست حسن آرائش پا رھا تھا - غور کـرو تو یہ بھي بقاء اصلح ھے - اصلح نے وھي جگہ پائي جو اصلح کیلیے تھي - غیر اصلح کو وھي جگہ ملي جو اسکے لیے قرار دیدي گئي تھي - فطرۃ انتخاب کرتی ھے -

اچھا' ایک گھر گر گیا اور ایک کي چھتیں استحکام و استواري کے ساتھہ قائم ھیں - تم نے کبھي سونچا کہ یہ کیا ھے ؟ کیا یہی نہیں ھے کہ جو عمارت اصلح ھے اور قوي ھے' باقي رھیگي' جو غیر اصلح ھے' فنا ھوجائیگي ؟

شہروں کو دیکھو' آبادیوں کو دیکھو' زمینوں کو دیکھو' نہروں کو دیکھو' کتنے ھي شہر ایک وقت میں آباد ھوتے ھیں' پر آگے چلکر چند شہروں کی آبادي بڑھتي اور قائم رھتی ھے - باقی اجڑ جاتے ھیں اور انسانوں کي جگہ زاغ و زغن کا آشیانہ بنتے ھیں - کیوں ؟ اسلیے کہ قانون بقاء اصلح نافذ ھے - جو آباد رھا وہ اصلح تھا - جو اجڑ گیا وہ اصلح نہ تھا -

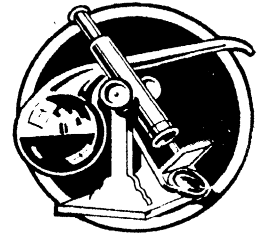
زمین ھر جگہ ایک ھي طـرح کی زمین ھے مگر ھر زمین آباد نہیں - آباد وھی ھوتي ھے جو آبادي کے لیے اصلح ھے - تم کہتے ھو کہ اسکی ھوا اچھي ھے' اسکا پاني صحیح ھے' اسکا موسم خوشگوار ھے - الفاظ بہت سے ھوگئے مگر مطلب سبکا ایک ھي ھے - یوں کہو کہ جو زمین آباد رھنے کیلیے اصلح تھی وہ آباد رھی' جو اصلح نہ تھی آباد نہ ھوئي - اسکا اصلح نہونا دیکھہ لو - چٹـیل میدان ھے' جنگل ھے' اشرف المخلوقات کي جگہ سانپوں اور کیڑوں کا مسکن ھے !

پھر یہ کیا ھے کہ ایک زمین پر کانٹے نظر آتے ھیں' اور ایک پھولوں اور سر سبزیوں سے بہشت بنی ھوئي ھے ؟ اسلیے کہ پہلي اصلح نہیں ھے - وھاں پھول نہیں اگتا' وہ مفسد ھے - مفسد کو یہ حق نہیں کہ پھولوں کا تاج اسکے سر پر رکھا جاے - اسکے سر پر کانـٹوں کا تاج رکھا جائیگا - دوسري زمین اصلح ھے - پس وہ دلفریب رنگتوں اور روح پرور عطر بیزیوں سے دلفریب بنائی جائیگي' اور حسن و خوبروئي کا باغ وھاں آراستہ ھوگا -

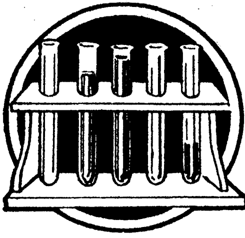
ایک نہر کیوں سوکھہ گئي ؟ اصلح نہ تھی کیونکہ نہر بننے اور پاني کے جاري رھنے کي قوت اس سے چھن گئي - جمنا اور گنگا کیوں بہہ رھي ھیں ؟ اسلیے کہ اصلح ھیں - غیر اصلح نالے اور نہریں سب اسي میں آکر جذب ھوجا لینـگے -

(عالم معنویات اور بقاء اصلح)

اب چنـد لمحوں کیلیے ایک اور دنیا میں آؤ - خیالات ھیں' افکار ھیں' علوم ھیں' ایجادات ھیں' تعـلیمات ھیں' قوانین ھیں' زبانیں ھیں' اسماء ھیں' اصطلاحات ھیں' راگنیاں ھیں' ضرب المثلیں ھیں' تصنیفات اور کتب ھیں - اس قسم کي تمام چیزوں کو جن کا تم تصور کرسکتے ھو اپنے سامنے لاؤ' اور دیکھو کہ ان سب میں بھي تنازع البقاء جاري ھے - پھر انتخاب طبیعی ھے' اور بقا و عاقبت اسي کیلیے ھے جو اصلح و اوفق ھے - ھزارھا خیـالات و افـکار پیدا ھوتے اور پھیلتے ھیں - لیکن باقی وھی رھتا جو اصلح ھے - صدھا علوم قائم ھوے اور صدھا ایجادات کی گئیں' مگر انتخاب طبیعي نے ثابت کردیا کہ جو علوم نافع تھے انکو عروج و اشاعۃ نصیب ھوئي' جو نافع اور اسلیے اصلح نہ تھے' مٹ گئے - نافع علوم کے مقابلے میں نہ ٹھر سکے - چاندي سونا بنانے کي کیمیاء کا فن کتنے عرصہ سے دنیا میں پیدا ھوچکا ھے ؟ اور کتنے ھي انسانوں نے اسکے لیے اپني زندگیاں وقف کردي ھیں ؟ لیکن دیکھو



مذاکرہ علمیّہ



بقاء اصلح کے قانون نے کیسا فیصلہ قطعي کردیا ؟ جوتا بنانے اور لوهاري کا فن هزاروں برس سے برابر زندہ و قائم و روز افزوں هے ' مگر تانبے کو سونا بنانے کا فن دنیا میں کوئي نہیں جانتا - طرح طرح کي تعلیمیں انسانوں نے دیں ' طرح طرح کے قوانین بنائے ' طرح طرح کے اصول اور قواعد ٹھہرے ' مگر فطرة نے باقي رکھنے کے لیے انہي تعلیموں اور قانونوں کو چھانٹ لیا جو اصلح و احق تھے ' کیونکہ ان میں باهم مقابلہ هوا - مقابلے میں وهي جیتا جو اصلح تھا - پس اصلح قانون کو انسانوں نے قبول کرلیا ' غیر اصلح قوانین شکست کھاکر مٹ گئے -

اسي طرح صدها زبانیں قائم هیں ' کیونکہ اصلح هیں ' اور صدها زبانیں پیدا هوکے اور عرصہ تک قائم رهکر مٹ گئیں ' کیونکہ اصلح نہ تھیں - ایک هي ملک میں دس زبانیں بولي جاتي هیں - ان میں تنازع البقاء شروع هوتا هے - آخر میں طبیعة انتخاب کرتي هے ' اور وهي باقي رهتي هے جو اصلح هے - لوگ هندوستان میں اردو اور ناگري کے لیے جھگڑتے هیں ' حالانکہ اگر وہ اسکا فیصلہ انتخاب طبیعي کے هاتھہ میں چھوڑ دیں تو بہتر هے - جو بولي اصلح هوگي وهي باقي رهیگي - پھر کتني هي کتابیں ایک هي فن اور علم میں لکھي جاتي هیں ' اور میدان قبولیت میں تنازع البقا شروع هوتا هے - آخر میں اصلح باقي رهتي هے - غیر اصلح فنا هوجاتي هے - سعدي کي گلستاں بمقابلہ جامي کي بہارستان کے اصلح تھي - وہ زندہ هے - بہارستان کو کوئي پوچھتا بھي نہیں - خواجہ حافظ اور سلمان ایک هي عہد میں تھے - حافظ کا کلام اصلح تھا - اسکے عشق سے هر دل معمور هے - سلمان کا کلام اسکے مقابلے میں اصلح نہ تھا ' صرف تذکروں هي میں نام پڑہ لو - ایک هي وقت میں ایک چیز کے چند نام رکھ جاتے هیں ' ایک هي حقیقت کیلیے مختلف اصطلاحیں وضع کي جاتي هیں - ایک هي حکمت کیلیے بہت سي کہاوتیں اور ضرب المثلیں نکلتي هیں - ان سب میں باقي وهي رهتي هیں جو اصلح هیں - فطرة الہي تھوڑے هي دنوں میں انتخاب طبیعي کا قانون نافذ کرکے بتلادیتي هے کہ زندگي کي کون مستحق تھي اور کس کو مٹ جانا تھا ؟

حاصل مبحث یہ هے کہ دنیا کي هر شے میں قوتوں کے تصادم اور کشاکش کي ایک جنگ بپا هے - ایک دوسرے پر گرتي اور ایک دوسرے کو دفع کرتي هے - اسي دفع و اندفاع کا نتیجہ هے کہ دنیا میں صحت و طاقت و سلامتي باقي رهتي هے ' اور نقص و فساد فنا هوجاتا هے - انتخاب طبیعي اسي کا نام هے - قوة اور صحت هي کو فطرة باقي رکھیگي - اسنے کہدیا هے کہ میں صرف اصلح و امثل کے ساتھہ هوں - انهي کي حفاظت کرونگي ' انهي کو بچاونگي ' انهي کو آخر کي کامیابي دونگي ' اور وهي باقي رهینگے -

اب جبکہ تم یہ سب کچھہ پڑھچکے اور سن چکے ' تو میں آخر میں عربي کے دو چھوٹے جملے بولونگا جو قران حکیم میں هیں - ایک یہ کہ : ان الباطل کان زهوقا - دوسرا یہ کہ : العاقبة للمتقین - لیکن اتني بڑي حکایت کے بعد ان دو جملوں کے کہنے سے کیا مقصد هے ؟ اسکو پہلے خود سونچو ' اور پھر انتظار کرو کہ آیندہ اشاعة میں قانون بقاء حق کي دوسري صحبت منعقد هو -

التحــول الفجــائي

یعنـي

(MUTATION)

(۱)

(اختـلاف صـور انواع)

حیوان و نباتات ' دونوں کے انواع و اقسام میں امتیاز و فرق اسدرجہ نمایاں هے کہ کبھي ایک نوع پر دوسري نوع کا شبہ نہیں هوتا - انسان ' شیر ' گھوڑا ' هاتھي ' یہ حیوان کي مختلف انواع هیں - اسیطرح سیب ' ناشپاتي ' نارنگي ' اور انگور ' نباتات کے مختلف اقسام هیں ' مگر کیا کبھي کسي صحیح العقل انسان کو شیر پر انسان کا ' هاتھي پر گھوڑے کا ' سیب پر انگور کا ' ناشپاتي پر نارنگي کا دھوکا هوا هے ؟

فرق باهمي کا یہ وضوح و امتیاز صرف نوعوں تک هي محدود نہیں هے ' بلکہ ایک هي نوع کي مختلف اصناف میں بھي موجود هے -

اس عہد تفرنج و فرنگي مآبي کا محبوب ترین جانور کتا هے - آپکو معلوم هے کہ اسکي بہت سي قسمیں هیں - بعض اتنے بڑے هیں کہ بھیڑیے کے هم قامت هیں ' بعض اتنے چھوٹے هیں کہ بلي کے هم قد ' بعض کا سر بڑا مگر جسم مختصر ' بعض کا سر مختصر مگر جسم بڑا ' بعض کا جسم بال سے برهنہ ' اور بعض کا هر حصۂ بدن بالوں کے ایک ضخیم غلاف میں ملفوف -

عالم شعر و ادب کے هردلعزیز معشوق یعني گلاب کي صدها اصناف هیں - بعض سرخ هیں ' بعض سفید - بعض زرد هیں بعض سیاهي مائل - " دمشقي " کا چہرہ ایک خاص رنگ سے عالم آرا هے ' تو " والٹر اسکاٹ " کا ایک دوسرے رنگ میں باصرہ نواز - انکي پنکھڑیوں کے رنگ کي طرح انکے اجزا و اوراق اور ترکیب و تنسیق میں بھي اختلاف تھے -

(تشـابـہ و توحـد انواع)

ایک طرف تو یہ عالم اختلاف هے - دوسري طرف ایک عالم اتحاد و اشتراک بھي موجود هے - جس طرح تمام انواع ایک دوسرے سے مختلف نظر آتي هیں ' اسي طرح ایک لحاظ سے بالکل مشترک و متشابہ بھي هیں - اور نہ صرف اصناف و اقسام میں ' بلکہ انواع کے اجزاء جوهریہ میں بھي ایک حیرت انگیز باهمي تشابہ اور یکسانیت و اشتراک نظر آتا هے !

مثلاً انسان اور شیر کو لو ! دونوں میں جسقدر اختلاف هے ظاهر هے ' مگر گوش و چشم ' بیني و دهان ' زبان و دندان ' بلکہ دل و جگر ' معدہ و زهرہ اور گردہ و امعاء سے گذر کے انکے مایۂ خمیر یعنے رگ ' شریان ' ریشے (۱) حویصلات (۲) تک باهم مشترک هیں !

ایک انسان اور ایک چوهے کي لاش کو تشریح کے بعد دیکھو ! هاتھہ پیروں کي انگلیاں ' آنکھوں کے پردے ' (۳) رطوبۃ مائیہ ' رطوبۃ بلوریہ ' (۴) غرض کہ مشکل سے کوئي ایسا جزء جوهري (Vital) ملیگا ' جو ایک میں هو اور دوسرے میں نہ هو -

یه تشابه و تماثل جنین میں اور بھي زیادہ نمایاں ھوتا ھے - انسان ' چوپاے ' اور پرندے کے جنین اپنے دور اول میں اسدرجه متشابه ھوتے ھیں که تمیز مشکل ھوتي ھے -

(مسئلۂ وحدت اصل انواع)

یه گونا گوں انواع و اصناف مستقل بالذات ھیں یا ایک دوسرے سے مشتق و منشعب ؟ یعنے ھر نوع الگ الگ اپنا نوعي وجود و اصل رکھتي ھے یا باھم ایک دوسرے سے نکلي ھوئي ھیں ؟ یه ایک گرہ ھے جسکي کشایش سے تشابه اور تباین دونوں عاجز ھیں -

مختلف طبقات ارضي کے درس کے لیے عرصه سے جابجا زمینیں کھودي جارھي ھیں - اس سلسله میں بہت سے حیوانات کے آثار و بقایا بھي دستیاب ھوے ھیں - ان آثار کے دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے که تمام انواع مستقل بالذات نہیں ھیں بلکه تشبیه کي زبان میں ایک درخت کي مختلف شاخیں ھیں - یعني ایک ھي نوع سے تمام نوعیں نکل آئي ھیں - سب سے پہلے فرانس کے چند پروفیسر یعني علامۂ مائیه ' لا مارک ' ایتان ' جو فرسان ' هیلر وغیرہ نے اس وحدت اصل کے مسئله پر غور کیا ' اور اسکو نظر یه کي صورت میں پیش کیا - مگر شرح و بسط اور دلائل و براھین سے اسکو اسدرجه مستحکم نه کرسکے که عالم علمي میں آواز باز گشت پیدا کرسکتا -

اس مسئله کیلیے ان علماء فرانس کي تحقیقات في الحقیقت ایک دوسرا دور تھا - پہلا دور حکماء اسلام کا ھے جنھوں نے اس نظر یه کي صدا سب سے پہلے بلند کي - علامۂ ابن مسکویه صاحب فوز الاصغر ' مصنفین رسائل اخوان الصفاء ' امام راغب اصفہاني ' مولانا روم ' حکیم سنائي ' اور عمر خیام وہ حکماء ھیں جنھوں نے اپني اپني تصنیفات میں هیلر اور لا مارک سے کئي صدي اسے واضح کرنا چاھا -

ڈارون نے اس مسئله کو اپنے ھاتھه میں لیا ' اور ایک طویل درس و مطالعه ' غور و فکر ' اور کد و کاوش کے بعد اس بلند آھنگي سے اس کا صور پھونکا که تمام عالم علمي گونج اٹھا - یه اس مسئله کا تیسرا دور ھے ' اور اسي دور میں آکر اس نظر یه نے مقبولیت حاصل کي ھے -

(قـانون تنازع البقاء)

دنیا میں ایک طرف ھر شے کو اپنا وجود عزیز ھے اور اسکے حفظ و بقاء کے لیے ساعي و کوشاں ھے ' دوسري طرف بعض کا وجود بعض کے فنا کے ساتھه وابسته - اسلیے تمام عالم میں ایک جنگ بپا ھے ' اور ھر شے اسمیں حمله آور یا مدافعه کي حیثیت سے مصروف پیکار ھے - یہي جد و جہد ھے جسکو (Struggle for Existence) کہتے ھیں - اور عربي میں اسکا ترجمه " تنازع البقاء " ھے یعنے اپني بقاء و قیام کیلیے عالم وجود کي ھر شے ایک دوسرے سے کشمکش اور تصادم میں ھے -

جنگ کا قاعدہ ھے که اسمیں قوي اپنے سر پر فتح کے نشان اڑاتا ھے اور ضعیف مذلت و شکست کي خاک - اس قاعدہ عامه کي بناء پر اس مخصوص جنگ میں بھي طاقتور سر بلند و فتحیاب ھوتا ھے ' اور کمزور پامال و مقہور - چونکه جنگ برابر جاري رھتي ھے اسلیے نتیجۂ لازمي یعني پامالي کي ضربیں کمزور پر برابر بڑھتي ھیں - یه پیہم ضربیں ضعیف کے نقش ھستي کو بتدریج پامال کردیتي ھیں - یہاں تک که رفته رفته مرقع کائنات اس سے خالي ھو جاتا ھے -

یا یوں کہو که بقاء و استمرار وجود ایک خلعت ھے جو صرف اسي کو ملتا ھے جسکو تمام ھمچشموں اور حریفوں پر برتري و تفوق حاصل ھو - معیار تفوق کیا ھے ؟ کشاکش ھستي میں غلبه و چیرہ دستي - پس جو شخص اسمیں بوجه قوت کے غالب ھوتا ھے اسکو طبیعة (نیچر) چن لیتي ھے اور یه خلعت بے بہا بخشدیتي ھے -

گو تعبیریں دو ھیں - مقصد و مفاد ایک ھے - یعني بقاء قوي اور فناء ضعیف -

تعبیر کي طرح نام بھي دو ھیں - ڈارون اور اسکے پیرو اسکو انتخاب طبیعي یا (Natural Selection) کہتے ھیں ' اور پروفیسر ویلز[1] اور ھمنوایان ویلز بقاء اصلح یعني (Survival of the Fittest)

(تشـریح)

تمام اجسام موثرات خارجیه ' موسم ' غذا ' طرز بود ماند وغیرہ سے متاثر ھوتے ھیں -

برفستان کے باشندے گورے برف کي طرح سفید ھوتے ھیں - اگر انمیں سے کوئي انسان کسي تپتے ھوے گرم ریگستان میں رھنے لگے تو اس کا رنگ خراب ھوجائیگا ' تاھم صباحت قائم رھیگي - چند نسلوں کے بعد یه صباحت ملاحت سے بدلجائیگي - ایک زمانے کے بعد نسلیں سبزہ رنگ ھونے لگینگي - اسکے بعد پھر سیاہ فام - جن خاندانوں کے پیشرو برف کي طرح سفید تھے ' اب انکي یادگاریں بھونرے کي طرح سیاہ ھیں -

موثرات خارجیه کي تاثیر کي یه ایک نہایت سادہ اور عام الوقوع مثال ھے - رنگ کي طرح اعضاء کي ساخت ' قوی ' بلکه نفس وجود تک اثر پذیر ھوتا ھے -

شیر ایک درندہ ھے - قدرتاً اسکے پنجوں میں ناخن اور دانتوں میں کچلیاں ھوتي ھیں - یه ناخن اور کچلیاں تیز اور بڑی شگاف ھوتي ھیں - لیکن فرض کرو که شیروں کي ایک جماعت کسي

(صفحه ۱۰ کے نوٹ)

(۱) انگریزي میں (Fibre) ان بال یا تاگے کي طرح باریک اور لمبے اجسام کو کہتے ھیں جن سے رگیں اور نسیج مرکب ھیں - عربي میں اسکا ترجمه "لیف" ھے جسکي جمع الیاف آتي ھے - فائبر کے لفظي معني " ریشه " کے ھیں کیونکه وہ دیکھنے میں بالکل مثل ریشے کے معلوم ھوتے ھیں - ھم نے لیف کي جگه اردو کے ایک سبک اور سہل لفظ یعني " ریشے " کو اصطلاح کیلیے مناسب سمجھا ' اور یه اپنے معني پر پوري طرح حاوي بھي ھے -

(۲) حویصله (جمع حویصلات) وہ مجوف چھوٹا سا جسم جسمیں کوئي خلط پائي جاے - یہي کرہ ھے جسمیں حیوانات منویه پیدا ھوتے ھیں - انکو انگریزي میں (Vesicle) کہتے ھیں

(۳) فن تشریح سے معلوم ھوتا ھے که آنکھه کا ڈھیلا دو قسم کي رطوبتوں سے لبریز ھوتا ھے - اول پاني کي طرح ایک سیال رطوبت ' جسکے دو خزانے ھوتے ھیں - اور دونوں خزانوں کے درمیان ایک پردہ سا حائل ھوتا ھے - عربي میں اس رطوبت کو رطوبت مائیه اور اس حجاب کو قزحیه کہتے ھیں - انگریزي میں دونوں کو علی الترتیب (Aqueous humours) اور (Iris of eye) کہتے ھیں -

(۴) یه دوسري رطوبت ھے جو منجمد اور عدسي صورت میں (عدسي صورت میں یعني دال کي طرح) ایک آبگیني جسم میں پائي جاتي ھے - اسکو عربي میں رطوبت بلوریه اور انگریزي میں (Vitreoushumours) کہتے ھیں -

(۱) پروفیسر ویلز موجودہ عہد کا مشہور حکیم طبیعي اور مذھب نشو و ارتقاء کا ایک رکن اعظم تھا - دو سال ھوے که اس نے انتقال کیا - اسکے حالات الهلال کي چوتھي جلد میں مفصل شائع

ایسے جنگل میں پہنچ جاتے جہاں انہے گوشت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟ اکثر تو مرجاتینگے - اور کچھہ ایسے سخت جان ہونگے کہ جی بچینگے - بھوک کی شدت انہے لیے گھانس پتوں کو گوارا کردیگی - وہ سبزی کھانا شروع کردینگے - آنے والی نسلیں اسی عالم میں آنکھہ کھولینگی' ان لیے یہ معمولی بات ہوگی - ایک معتدبہ زمانے کے بعد تمام آلات و اعضاء سبعیت و درندگی یعنی بڑے بڑے دانت' خونخوار پنجے' مونچھ اور ھضم کن معدہ' یہ سب کے سب بوجہ تعطیل و عدم استعمال از کار رفتہ ہوجائینگے' اور اسکے بعد یا تو یہ نسل ضعیف ہوتے ہوتے فنا ہوجائیگی' یا باقی رہیگی مگر بالکل ایک نئے قسم کا شیر بنکر -

گوشت خور (Carnivora) جانوروں کی آنتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نبات خور جانوروں کی لمبی - جب اس جماعت کی نئی نسلیں نباتات خوری کے عالم میں گذرینگی تو انکی آنتیں بھی گوشت خور جانوروں کی طرح لمبی ہوجائینگی - آنتوں کی طرح وہ تمام اعضاء بھی نشو و نما پائینگے' جنکی گوشت خور زندگی میں ضرورت ہوتی ہے -

اب فرض کرو کہ اس خاندان کے چند اعضاء کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں انکو غذا صرف پانی میں ملسکتی ہو تو پھر کیا ہوگا؟ سابق کی طرح یہ بھی اسی کے خوگر ہوجائینگے - اب وہ اعضاء بھی مضمحل و افسردہ ہوجائینگے جو نباتات خوری کی زندگی میں بڑھے تھے - جبکہ وہ زمین میں اپنی غذا ڈھونڈھتے تھے - اور انکے بدلے اب وہ اعضاء بڑھینگے جنکی ضرورت اس تیسری زندگی میں ہوگی -

مختصراً یہ کہ جب غذا کا تغیر ایک عرصہ تک جاری رہتا ہے تو اسکے بعد اعضاء میں بھی تغیر ہو جاتا ہے -

موثرات خارجیہ سے اعضاء میں تغیرات کا ہونا محض امکان و احتمال یا فرض و تخمین ہی نہیں ہے' بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ایک نوع کے مختلف ممالک میں رہنے والے افراد کے باھمی موازنہ کے وقت صاف نظر آ جاتا ہے' اور انکار کی گنجایش نہیں رہتی -

یہی وہ قانون طبیعۃ ہے جسکا اصطلاحی نام عربی میں مطابقت اور انگریزی میں (Adaptation) ہے -

اسی نسل کے اسلاف (پہلوں) میں موثرات خارجیہ سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں' وہ ابتداً عارضی ہوتے ہیں' مگر ساتھہ ہی آنے والی نسلوں میں برابر منتقل ہوتے رہتے ہیں - جسقدر زمانہ گزرتا جاتا ہے' اتنے ہی وہ مستحکم اور راسخ ہوتے جاتے ہیں - جب زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو پھر یہ تغیرات اسدرجہ راسخ ہوجاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو وہ عارضی تغیر کے بدلے جوہری و اصلی معلوم ہوتے ہیں - اور اسی بنا پر ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ اصلاً مختلف انواع ہیں -

تمام اختلافات جن کو لوگ اصلی و جوہری سمجھتے ہیں انکی سراغ رسانی کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وہ بسیط' سادہ' اور عارضی تغیرات تھے جو موثرات خارجیہ کیوجہ سے پیدا ہوے تھے - پھر نسلاً بعد نسل دائمی' راسخ' مرکب' اور روز افزوں ہوتے گئے یہی چیز قانون وراثت یا (Heredity) ہے -

تنازع البقاء' انتخاب طبیعی بقاء اصلح' مطابقت' اور وراثت' یہی چارستون ہیں جن پر نظریہ ڈارون کی عمارت قائم ہے -

تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈارون اصناف و انواع کے تعدد کا سرچشمہ زیادہ تر قانون مطابقت اور قانون وراثت ہی کو قرار دیتا ہے -

یہاں تک مذہب نشو و ارتقاء کا خلاصہ بطور تمہید کے بیان کیا گیا - اب ہم دوسرے نمبر میں بتلائینگے کہ "تحول الفجائی" سے مقصود کیا ہے ؟ اور کہاں تک وہ قابل رد یا قابل قبول ہے ؟

اسـئلۃ واجوبتھـا

تفسیـــر ســـورہ و التـین

اقســام القــران

(۲)

گذشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا کہ سورہ والتین کا موضوع اصلی فطرۃ صادقۂ انسانی کے شرف و خیریت کا اعلان ہے' اور یہ بتلانا ہے کہ انسان نے اپنی حقیقت و فطرۃ کے متعلق جسقدر مایوس فیصلہ کیے ہیں وہ سب غلط ہیں' نہ تو اللہ نے اسکی فطرۃ کو شر اور بدی کیلیے بنایا ہے اور نہ اسکی حقیقت اسقدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ کائنات ہستی کے ہر وجود و ظہور کے آگے جھک جاے' اور انکے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر و لاچار سمجھہ لے - اگر وہ اپنی فطرۃ صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑی سے بڑی عظمت حاصل کرسکتا ہے -

اس موقعہ پر اسقدر اور سمجھہ لینا چاھیے کہ انسان کا اپنی فطرۃ صادقہ کی حقیقت سے بیخبر رہنا' در اصل اسکی تمام ناکامیوں کی اصلی جڑ ہے - کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کیلیے اسکا وجود بمنزلۂ ایک نقطۂ و مرکز کے ہے' پس جب تک انسان اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں پائیگا' وہ تمام عالم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا' اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپنی تخلیق کی غرض و مقصد کو بھی پورا نہیں کر سکتا - سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے اسکے لیے ہے' وہ کسی کیلیے نہیں ہے - لیکن اپنے شرف و عظمت اور خیریت و حرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا - وہ کائنات عالم کے ادنے ادنے جلووں سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوگیا' اور سمجھنے لگا کہ جب بجلی کی چمک مجھسے بڑی ہے' سمندر کا طوفان مجھسے زیادہ قہار ہے' شیر کا پنجہ مجھسے زیادہ قوی ہے' ہاتھی کا وجود مجھسے زیادہ عظیم ہے' حتی کہ مچھر کی ڈنک اور رینگنے والے زھریلے کیڑوں کا زھر بھی میرے لیے سخت خوفناک ہے' تو پھر میری ہستی کیا ہے اور مجھہ میں کونسی برائی ہو سکتی ہے ؟ اسی خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو اُسنے اینٹ اور پتھر تک کی پوجا شروع کردی' اور دوسری طرف اپنے وجود کو اسقدر ذلیل سمجھہ لیا کہ جھکنے' گرنے' لوٹنے' پوجنے' اور بندگی کرنے کے لیے اسکے اندر ایک قوی اور دائمی استعداد پیدا ہوگئی - اس صناعی و خارجی ضلالت سے ہر قوۃ نے غیر فطری فائدہ اٹھایا' اور جب چاھا ایک ادنی کرشمۂ قوت دکھلا کر اسکے جسم و دماغ کو اپنے آگے جھکا دیا -

تحقیر و تذلیل نفس انسانی کی یہ انتہائی حالت اسی کا نتیجہ تھی کہ اس نے اپنی فطرۃ کی خیریت کو نہ سمجھا اور ہمیشہ اسکے خلاف فیصلہ کیا - اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کی درندگی و خونخواکی پر نظر ڈالی' پھر اسی طرح اپنی نسبت بھی فیصلہ کر لیا کہ اسمیں بدی اور بہیمیت کے سوا کچھہ نہیں ہے' اور اگر نیکی کا کوئی جزء ہے بھی' تو وہ بدی کے ساتھہ ممزوج و مخلوط یعنی ملا جلا ہے -

یہ تنزل انسانی کی اصلی علت اور انسانیۃ اعلی اور خلقۃ کبری کی گم شدگی تھی - سورۂ والتین نے اسی کا سراغ بتلایا ہے - پس فی الحقیقت اسکا موضوع انسانیۃ اعلی کا اعلان ہے -

انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسکا نفس ہے - باہر جو کچھہ ہے وہ آفاق ہے - قرآن حکیم نے جا بجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھی دیکھے اور اپنے سے باہر کو بھی سمجھے - یعنے انفس اور آفاق دونوں پر تفکر کرے : و سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق (۴۱ : ۵۳) عنقریب وہ اللہ کی نشانیاں آفاق اور انفس میں یعنے اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھینگے - وہ مشاہدہ حقیقت اصلی کو انپر کھولدیگا اور وہ پالینگے کہ بلا شبہ دین الٰہی کی دعوۃ حق ہے - دوسری جگہ زور دیا و فی انفسکم افلا تبصرون - تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے ؟ اگر تم دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجاے کہ شریعۃ الٰہی کوئی نئی چیز تم سے نہیں چاہتی - تمہاری فطرۃ اصلی ہی کا ظہور خالص چاہتی ہے - اسی کا نام دین قیم ہے -

(استشہاد و طریق استشہاد)

سورۂ و التین نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اسپر شہادت پیش کی ہے - بیان بمنزلۂ دعوے کے ہے' اور شہادت اسکی دلیل ہے - دعوا تمہیں معلوم ہوچکا : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا ہے - اب دلیل کا حصہ باقی ہے ' لیکن قبل اسکے کہ دلائل پر نظر ڈالیں ' اسپر غور کرلینا چاہیے کہ اُس غلطی کا اصلی سبب کیا تھا ' جسکو سورۂ والتین دور کرنا چاہتی ہے ؟

اسکا اصلی سبب اعمال انسانی کی رنگا رنگی اور بوقلمونی تھی - انسان نے جب اپنے آپکو دیکھنا چاہا تو اپنی فطرۃ کو نہ دیکھہ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہوگئی تھی - اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا اور انکے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا - اس نے دیکھا کہ نیکی اور بدی دونوں باہم دست و گریباں ہیں - اگر ایک طرف اسکے اندر نیکی و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے ہیں ' تو دوسری طرف درندگی و بہیمیت کی خونخواری بھی نظر آتی ہے - اگر وہ فرشتوں کی طرح محبت و احسان کی آنکھیں رکھتا ہے' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کی طرح اسکے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزی و سفاکی کی زہریلی ڈنک بھی ہے - اگر ایک طرف پادشاہوں کے زرنگار تخت ' اور حکموں اور فرمانروائیوں کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے جو انسانی عظمت و جلال کی شہادتیں دے رہی ہیں ' تو انہی کے سامنے غلاموں کی پا بزنجیر صفیں بھی دست بستہ کھڑی ہیں جو انسان کو کتے اور بلی سے بھی زیادہ حقیر ثابت کر رہی ہیں ' کیونکہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلی نے کبھی بلی کو سجدہ کیا -

اس نے دیکھا کہ یہی انسان حاکم بھی ہے محکوم بھی ' ساجد بھی ہے مسجود بھی ' عالم بھی ہے جاہل بھی ' عاقل بھی ہے ابلہ بھی ' نیک بھی ہے بد بھی' شہنشاہی کا تخت' حکمرانی کا فرمان' فتح مندی کی تلوار' نیکی کی فرشتگی ' اور سچائی کی قدوسیت بھی رکھی ہے - اور غلامی کی خاک ' محکومی کی ذلت ' مقتولی کی گردن ' بدی کی شیطنت ' اور شر کی رذالت بھی اسکے سوا اور کوئی نہیں !

یہی انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسبانی کرتا ہے تاکہ اسکے ہم جنس گھر کے اندر امن سے سوئیں' اور یہی انسان ہے کہ دوسرے طرف سے آکر مکان میں نقب بھی لگاتا ہے تاکہ اپنے ہم جنسوں کو دکھہ اور نقصان پہنچاے - اگر عبادت گاہوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ہی ہوتے ہیں' تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ہی کی اولاد ہوتی ہے -

پس اعمال انسانی کی اس رنگارنگی اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھکر وہ اس دھوکے میں پڑگیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے ' اسکی فطرۃ کا بھی یہی حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکی اور بدی اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے' تو اسکی فطرۃ کے اندر بھی نیکی و بدی اور فوز و خسران دونوں ہونگی - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کی بندگی' دونوں جلوے دکھلاتا ہے' تو اپنی فطرۃ کے اندر بھی طاقت و تسلط اور مقہوریت و مخذولیت ' دونوں رکھتا ہوگا - :

اس نے اعمال کو دیکھکر فطرۃ کیلیے حکم لگانا چاہا ' اور اسکے افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کیلیے فیصلہ کردیا -

اسی غلطی نے اسکے اندر یہ عقیدہ پیدا کیاکہ ہم صرف برائی اور نیکی ہی کیلیے نہیں ہیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے ہیں' بلکہ حقیر ہونے اور برے رہنے کیلیے بھی ہیں جسطرح کہ اکثر افراد شہادت دیتے ہیں - پس نیکی اور برائی دونوں کیلیے اسمیں ایک مایوس قناعت پیدا ہوگئی' اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور ہمت کی پیاس کو بالکل بجھادیا - ایک غلام ساری عمر غلامی اور بندگی میں خوش خوش گذار دیتا ہے' اور کبھی اسکے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسا میرا آقا ' پھر میں کیوں صرف بندگی کیلیے ہوں اور یہ کیوں آقائی کیلیے ؟ ایک محکوم قوم ویسی ہی خوشی اور سکھہ کے ساتھہ غلامی کی خاک پر لوٹتی ہے' جسطرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائی کرتی ہے' اور کبھی اسکے اندر یہ بیقراری نہیں اُٹھتی کہ ہم بھی انسان ہیں' ہمارے پاس بھی وہ سب کچھہ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے' پھر ہم کیوں ذلت کیلیے ہیں اور یہ کیوں عظمت و فرمانروائی کیلیے ؟ ہزاروں مزدور ہیں جو کارخانوں میں بھیڑیوں کی طرح چکر کھاتے ہیں اور اسمیں اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جسقدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھی ان میں یہ تڑپ نہیں اٹھتی کہ اگر ہم بھی چاہیں تو کارخانہ کے مزدور کی جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے ہیں ' اور یہ کیا ہے کہ ہماری ہی طرح انسان ہمارے مالک بنگئے ؟ پھر اسی طرح دیکھو کہ ہزاروں انسان ہیں جو طرح طرح کی بدیوں اور خباثتوں کی گندگیوں میں ڈوبے ہوے ہیں ' مگر کبھی نہیں سونچتے کہ نیک و پاک انسان بھی آخر ہمارے ہی طرح انسان ہیں ' یہ کیوں ہے کہ وہ نیک ہیں مگر ہم نیکی کیلیے جنبش نہیں کرسکتے ؟

ہر طرح کی مثالیں سامنے لاؤ' اور ادنی و اعلی حالتوں کے اختلاف کے جسقدر پہلو ہوسکتے ہیں' ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤگے کہ پستی و ذلت اور بدی و شرارت کی ہر زندگی کے اندر ایک باطل قناعت اور قاتل بے حسی پیدا ہوگئی ہے ' اور یہی قناعت و بے حسی قوتوں کو پامال اور انسانیۃ اعلی کی تمام بڑی سے بڑی طاقتوں کو ضائع کر رہی ہے -

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئی ؟ اسکا سبب بجز اسکے اور کچھہ نظر نہیں آئیگا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اسکے ثمرات متضاد اور مخلوط ہیں' اور اکثر حالتوں میں پستی و ناکامی کے نمونے زیادہ ' اور عظمت و کامرانی کے امثال کم ہیں' اسلیے ہر نامرادی کی حالت میں انسان نے نامرادوں پر نظر ڈالی' اور ہر برائی کی زندگی میں اس نے بروں کو دیکھا - یعنی نامرادوں کو دیکھکر اپنی نامرادی پر ' گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی گری ہوئی حالت پر' بروں کو دیکھکر اپنی برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا ' اور انسے شہادت لاکر اپنی حالت کو فطری اور ابدی سمجھنے لگا - اس غلط استشہاد نے اسکے اندر غلط قناعت پیدا کی' اسکے احساس کو فنا کردیا' اسکی طلب بجھہ گئی' اور وہ اپنی ذلت و برائی کو اصلی اور شدنی چیز سمجھکر ایک بناوٹی خوشحالی میں مبتلا ہوگیا - غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اُٹھتا ؟ اسلیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور

سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے ہی لیے نہیں ہے بلکہ سب کیلیے ہے ' اور اسلیے ایک قدرتی چیز ہے جسپر صرف صبر ہی کرلینا چاهیے - پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالی اور غلاموں سے اپنی غلامی پر شہادت لایا - اگر وہ غلاموں کی جگہ آقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر یہ بھی تو انسان ہی ہیں اور اسی کرۂ ارضی کی پیٹھہ پر بستے ہیں ' تو فوراً اسکا احساس مردہ زندہ ہوجاتا ' اور اپنی فطرۃ کے شرف و خیریت کو پا لیتا - ایک مزدور بھی اسی میں خوش ہے کہ آٹھہ آنے کی محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹی پاے ؟ اسلیے کہ وہ اپنی ادنی حالت کیلیے اپنے ہی جیسی ادنی حالت کے مزدوروں کو دیکھتا اور انسے استشہاد کرتا ہے ' اگر وہ انسے استشہاد کرتا جنکی وہ مزدوری کرتا ہے تو اسکے اندر بھی ارادہ عزم و طلب پیدا ہوتا - ایک بد انسان اس طرح برائی میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کرلیتا ہے ؟ اسلیے کہ وہ بروں ہی کو دیکھتا ہے ' اور انہی سے استشہاد کرکے سمجھہ لیتا ہے کہ انسان اسلیے بھی بنایا گیا ہے کہ برائی کرے جیسا کہ سب کررہے ہیں ' اور جب سب کررہے ہیں تو وہاں ایک آرزو بھی :

بیسا کہ رزق ایں کارخانہ کم نشود
ز زهد همچو توئی یا به فسق همچو منی !

پس حاصل مبحث یہ ہے کہ انسان نے فطرۃ انسانی کی حقیقت و خیریت کے سمجھنے میں غلطی کی اسلیے کہ اُس نے :

(۱) اعمال انسانی کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا -

(۲) پس وہ سمجھا کہ انسان کی فطرۃ میں بھی خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں ہیں -

(۳) اس نے اعمال کی راہ سے فطرۃ کو دیکھنا چاہا اور افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کو بھی اسی پر قیاس کرلیا -

(۴) اسی اعتقاد کا اثر اسکے تمام اعمال حیات میں پڑا جب اُس نے انسانی فطرۃ کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھہ لیا تو اسکے اندر شر و تسفل کی حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا ہوگئی - وہ سمجھنے لگا کہ جب برائی فطرۃ ہی میں ہے تو نیکی کا نہونا کوئی ایسی چیز نہیں جسپر افسوس کیا جاے ' اور جسکے لیے اچھنبا ہو -

اسکی یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادنی و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا ' اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے -

(سورۃ والتین کے مطالب کی ترتیب)

سورۃ والتین کا موضوع ' اور مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق انسان کی غلطی کے اصلی اسباب معلوم ہوگئے - اب دیکھو کہ سورۃ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کیلیے مطالب کی ترتیب کیا اختیار کی ہے ؟

(۱) اس نے دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ ہم نے نیک و صالح پیدا کی ہے - وہ صرف شرف و عظمت کیلیے ہے - اسکو بہترین حالت عدل پر ہم نے پیدا کیا ہے اور عدل ہی خیر کی حقیقت ہے : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم -

(۲) ساتھہ ہی ساتھہ اُس غلطی کا ازالہ کیا جسکی وجہ سے انسان نے اپنی فطرۃ کے متعلق ایسی عظیم الشان غلطی کی - اسکی بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ انسان کی فطرۃ کے معلوم کرنے کیلیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے ' اور برے انسانوں کو دیکھکر فطرۃ کی برائی پر استشہاد کرتا ہے - پس سورۃ والتین نے انسانی اعمال کی [illegible] جبروت کیلیے انسان کی عظمت و شرف سے استشہاد کیا ' اور یہ کہا کہ تم گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی فطرۃ کو کیوں گرا ہوا سمجھتے ہو؟ انکو نہیں دیکھتے جو گرنے کی جگہ بلند ہوے ؟ یہ لوگ جو فطرۃ صادقہ کو قائم رکھکر بلند ہوے ' وہی لوگ ہیں جنکی طرف و التین و الزیتون ' وطور سینین ' و ھذ البلد الامین کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے - اور یہی وہ انعام یافتۂ الہی گروہ ہیں جنکی راہ صراط مستقیم ہے اور جنکی راہ کی طلب سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے : صراط الذین انعمت علیہم انکی راہ جن پر خدا نے انعام کیا - یہی حزب اللہ ہے - یہی اولیاء اللہ ہیں - یہی خیر البریہ ہیں ' یہی البصیر ہیں ' اور یہی اصحاب الجنۃ ہیں -

(۳) رہا اعمال انسانی کی بو قلمونی اور خیر و شر کا سوال تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ انسان کی فطرۃ برائی ہے - اسکی فطرۃ تو عدل و خیر ہی ہے ' البتہ وہ جب اسکو ضائع کردیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو جس طرح اسکی خلقت سب سے اعلی تھی ' اسی طرح اسکا اکتساب عمل اسکو سب سے زیادہ ادنی بھی بنا دیتا ہے - حتی کہ اپنی حقیقت انسانی کو مسخ کرکے بسا اوقات چارپایوں اور درندوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے - تم یہ حالت مسخ دیکھکر کہتے ہو کہ یہ فطرۃ ہے ' مگر نہیں سمجھتے کہ فطرۃ نہیں ' خارج کا کسب و عمل ہے - پس اعمال انسانی میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمہیں نظر آتا ہے ' اس میں تفریق کرو - نیکی و عظمت اسکی خلقت ہے ' اور شر و تسفل اسکی ضلالت عمل اور ضیاع فطرۃ - یہ اسکا عمل ہی ہے جس نے اُسے چارپایوں سے بھی بدتر بنا دیا ہے : ثم رددناہ اسفل سافلین - اسفل سافلین یعنی ادنی سے بھی ادنی تر حالت تک گرے ہوے وہی ہیں جنکا نام مغضوب اور ضالین ہے - پھر حزب الشیطان ' اولیاء الطاغوۃ ' شر البریہ ' الاعمی ' اور اصحاب النار بھی وہی ہیں -

(۴) یہ غلطی اسلیے ہے کہ تم اللہ کے قانون جزا و مکافات سے بیخبر ہو - اسکا قانون ہے کہ ہر بیج پھل لاتا ' اور اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے - زہر جب کھایا جایگا انسان مریگا ' اور معصیت جب کبھی کی جائیگی عذاب آیگا - پس اعمال کے جزا ہی سے تمام نتائج پیدا ہوتے ہیں - اگر تمہارے اعمال فطرۃ صالحہ یعنی دین الہی کے مطابق ہیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے ' تو تم اپنے فطری برائی اور نیکی حاصل کروگے ' اگر تم نے ضائع کردیا تو پھر تم مسخ ہو جاؤگے اور تم سے برا جانور زمین کی پیٹھہ پر اور کوئی نہ ہوگا - جانور نے اپنی اصلی فطرۃ کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرۃ ہی کو ضائع کردیا ' پس تم سافلوں سے بھی اسفل اور بد سے بھی بدتر ہوگئے !

(۵) پس جن لوگوں نے اپنی فطرۃ کو عمل غیر صالح سے ضائع کردیا وہ انسانیۃ سے گرگئے ' مگر جنھوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح ہیں اور اسلیے نور فطرۃ کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے ہیں ' سو وہ اعلی سے اعلی مراتب انسانیۃ تک فائز ہوے ' اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا - اس دوسری جماعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انکے عمل صالح کا درخت ہمیشہ پھل دیگا - انکے نتائج حقہ کی برکتیں اور نعمتیں کبھی بھی ختم نہونگی - وہ اسفل سافلین کی حالت میں نہونگے کہ فنا اور ہلاکت انپر طاری ہو - وہ " شجرۃ خبیثۃ " نہیں ہیں - " شجرہ طیبہ " ہیں - لہذا فرمایا : فلہم اجر غیر ممنون !

(اصل تفسیر)

اب اصل سورۃ کی یکجا تلاوت کرو :

و التین و الزیتون ' و طور سینین و ھذا البلد الامین -	انجیر اور زیتون ' طور سینا ' اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلا شبہ ہم نے

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - ثم رددناه اسفل سافلين - الا لذين آمنوا و عملو الصالحات فلهم اجر غير ممنون ' فما يكذبك بعد بالدين اليس الله باحكم الحاكمين -

انسان کو بهترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اسکو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لاے اور عمل صالح کیے تو انکے اعمال کے نتائج صرف بهتري هي کیلیے هیں - انکے عمل صالح کا بدله کبهي منقطع نهوگا - همیشه پهل دیگا - پس اس حقیقت کے سمجهه لینے کے بعد کون ھے جو اعمال کے نتائج سے انکار کریگا ' اور اس بارے میں رسول کي تعلیم کو جهٹلائیگا ؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا هي نہیں ھے جسکے قانون جزا و سزا میں کبهي تبدیلي نہیں هو سکتي ؟

(تفصیـــل استشهـــاد)

حضرة نوح علیه السلام کے بعد دین الهي کا سلسله حضرة ابراهیم خلیل الله علیه السلام سے شروع هوتا ھے ' اور ظهور اسلام اسي کا آخري مکمل ظهور ھے - حضرة ابراهیم کي نسل سے بنو اسرائیل پیدا هوے جنکے احیاء کیلیے حضرة موسی کي دعوة کا ظهور هوا اور انهوں نے بنو اسرائیل کو مصریوں کي غلامي سے نکال کر عزت و خلافت کے درجه پر پہنچا دیا-انکے بعد جب بنو اسرائیل نے پھر الله کے احکام سے سرتابي کي اور اصلاح کي جگه افساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا هونے لگے ' پس انبیاء مجددین کا سلسله شروع هوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رھے - لیکن سلسلۂ تنزل بهي برابر بڑهتا گیا - حتی که وراثت ارضي سے بنو اسرائیل محروم هوگئے اور انپر یکسر تباهي و بربادي طاري هوگئي - اسوقت حضرت عیسی علیه السلام کی دعوۃ کا ظهور هوا ' جن پر چند غریب اور فاقه مست انسان ایمان لاے ' لیکن الله نے انهي غریب مچهروں اور فقیروں کو یه درجه دیا که انکي دعوۃ و تبلیغ عالم میں پهیلي ' اور تمام روم و یونان میں مسیحي مذهب پهیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمه و صالحه کے ان مظاهر کے تین قریبي درجے هوے :

(۱) دین الهي کي وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام نے ڈالي ' اور اسکي اینٹیں رکهتے هوے امة مسلمه کے ظهور کي دعا مانگي :

و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل : ربنا تقبـل منا انك انت السمیع العلیـم ! (۱ : ۱۲۱)

اور جب حضرة ابراهیم و حضرة اسماعیل خانه کعبه کي بنیادیں رکهه رھے تھے ' تو انکي زبانوں پر یه پاک دعا جاري تهي : اے پروردگار ! همارے اس کام کو قبول کرلے - تو دعاوں کا سننے والا ھے اور تو هماري نیتوں کو خوب جاننے والا ھے !

الله تعالی نے اس دعا کو قبول کیا ' نسل اسماعیلي سے امة مسلمه کا ظهور هوا ' اور وہ آخري معلم رباني آ گیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیۂ الهي سے جماعة مومنین پیدا کردي -

(۲) دعوۃ موسوي کي وہ روشني جو طور سینا پر چمکي اور وادي ایمن کے بقعه مبارکه سے " اني انا الله رب العـالمیـن " کي صداء حق آئهي :

فلما اتاها نودي من شاطي الـواد الایمـن في البقعـة المبـارکـة من الشجـرة ان یا مـوسی ! اني انا اللـه رب العالمین ! !

پس جب موسی کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادي ایمن کے کنارے که زمین کا ایک مبارک حصه تها ' درخت سے ندا آئهي : اے موسی ! میں هوں تمام جهانوں کا پروردگار !

یهي کوہ طور کي وادي ایمن کي روشني تهی جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائي ' اور عظمت و خلافت الهي کے درجه تک مرتفع کیا -

(۳) دعوۃ مسیحي کا وہ ظهور جو سلسلۂ اسرائیلي کا آخري ظهور تها اور جو بیت المقدس کي سر زمین میں هوا :

فامنت طائفة من بني اسرائیل و کفرت طائفـة فایدنا الذین امنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاهرین !

پس بنو اسرائیل کي ایک جماعت اسپر ایمان لائي اور ایک جماعت نے انکار کیا - مومنوں کو هم نے انکے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دي - نتیجه یه نکلا که ایمان والوں کي کامیابي اور فتح مندي ظاهر هوگئي -

قرآن حکیم کي مخاطب جو جماعتیں تهیں' انکي معلومات میں بهی انساني عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یهي تین جلوے تھے - اهل کتاب حضرة موسی اور حضرة عیسی علیه السلام کے نام لیوا تھے ' اور مشرکین مکه کا بڑا ادعائي شرف یه تها که اپنے تئیں حضرة ابراهیم کي طرف منسوب کریں -

پس سورۂ والتین میں سعادت انساني کے انهي تین ظهوروں سے انسان کی فطرة صالحه و عظمت و شرف پر شهادت لائي گئي ھے - "تین اور زیتون" سے مقصود سر زمین شام ھے جہاں حضرة عیسی کا ظهور هوا اور جو تمام انبیاء مجددین اسرائیل کا مقام ظهور ھے ' "طور سینین" سے اشارہ دعوۃ موسوي کي طرف ھے جسکي تجلي کا مطلع اسي مقدس پہاڑ کا دامن تها - "بلد امین" یعني همیشه امن میں رهنے والا گهر خانۂ کعبه ھے ' اور اسمیں اشارہ حضرة ابراهیم کي دعوۃ موسسۂ ابراهیمیه اور اسکے نتائج کي طرف ھے -

استشهاد کي ترتیب شاخ سے اصل کي طرف ' نسل سے مورث کي طرف ' فاضل سے افضل کي طرف ' اور حسن سے احسن کی طرف ھے - یعني ظهور سعادت انساني کے اس سلسله میں افضل ترین بنیادي مرتبه دعوۃ ابراهیمي کا ھے - اسکے بعد مرتبۂ قیام شریعت موسوي کا ' اسکے بعد مرتبۂ تجدید انبیاء بني اسرائیل کا عموماً اور حضرة عیسی کا خصوصاً - (علی نبینا و علیهم الصلواة و السلام) پس ترتیب جڑ سے شاخ کي طرف نهیں ھے ' بلکه شاخ سے جڑ کي طرف ھے اور اسمیں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھ گئے هیں - چونکه سب سے آخري ظهور مسیحي سب سے زیادہ قریب تها ' اسلیے سب سے پہلے اوسکا ذکر کیا گیا ' اسکے بعد اس سے اعلی مرتبه دعوۃ موسوي کا تها ' پس اسکا ذکر کیا ' پهر سب سے اعلی ترین مرتبه بمنزلۂ اصل و حقیقة الحقائق کے مقام خلت کبری حضرة ابراهیم کا تها ' پس اسپر مدارج ثلاثه ختم هوگئے -

(تین و زیتون)

" تین و زیتون " سے سر زمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ھے :

(۱) " طور سینا " اور " بلد امین " دونوں میں اشارہ اس سرزمین کي طرف کیا گیا ھے جہاں ان کي دعوتوں کا ظهور هوا - پس معلوم هوا که اس سورۃ میں سرزمین کي طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کي مشهور دعوۃ و امة کي طرف اشارہ کرنا مقصود ھے - اس بنا پر " تین و زیتون " میں بهي اشارہ کسي سرزمین هي کي طرف هوگا جیسا که ما بعد کي دو شهادتوں میں ھے -

(۲) دنیا کي تمام سرزمینوں میں اُس وقت بهي جبکه قران حکیم نازل هوا ' اور اب بهي جبکه ملکوں کي طبعي پیداوار کي فهرست همارے سامنے موجود ھے ' انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کي ھے - جس کثرت کے ساتهه اور جسقدر اعلی درجه کي یه دونوں چیزیں وهاں هوتي هیں ' کہیں نهیں هوتیں - زیتون کا تیل شام کي عام غذا ھے - گهي کي جگه عام طور پر اسي کو استعمال کرتے هیں - عیسائیوں کے بڑے بڑے

مذهبي اعمال کا اتک یه ایک مقدس جز هے - انکے تمام مذهبي رسوم میں اسي تیل کو " مقدس تیل " کہا جاتا هے - روم کے تمام عیسائي بادشاہ جب تخت نشیں ہوتے تھے تو مقدس تیل انکے سر پر لگایا جاتا تها اور کہتے تھے که یه حضرة سلیمان کا اتباع هے - آجتک تاج پوشي کي رسم میں ایک پیالي روغن زیتون کي بهي رکهي جاتي هے - قطع نظر ان تمام خصوصیات کے اس سے تو کوئي انکار نہیں کر سکتا که تمام عرب میں یه دو چیزیں شام کي مخصوص و ممتاز پیداوار سمجھي جاتي تهیں اور اسقدر مشہور تهیں که بچه بچه جانتا تها - اشارہ کیلیے یه کافي هے -

(۳) پس جب تین و زیتون کا اشارہ بهي اسي ملک کي طرف هونا چاهیے اور وہ شام کے سوا اور کوئي نہیں هوسکتا ' تو پهر یه ظاهر هے که شام کا سب سے بڑا آخري ظہور حق حضرة عیسی کي دعوة هے ' اور ساتهه هي یه سر زمین تمام اسرائیلي انبیاء مجددین کے ظہور کا بهي گهر هے -

نیز چونکه اسکے بعد هي دعوة موسوي کي طرف اشارہ موجود هے ' اسلیے ربط بهي یہي چاهتا هے که حضرة عیسی کي دعوة کي طرف بهي اشارہ هو -

(۴) سب سے زیادہ یه که تین اور زیتون کي تفسیر کے متعلق صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان الله علیهم اجمعین کي جو روایات موجود هیں ' ان سب پر مجموعي نظر ڈالنے کے بعد یہي تفسیر مرجح ثابت هوتي هے ' اور قرآن حکیم کي سب سے زیادہ صحیح تفسیر وهي هے جو صحابه کي تفسیر سے مطابق هو که انکے علوم حامل وحي سے براہ راست ماخوذ تهے -

امام ابن جریر طبري نے تمام روایتیں جمع کردي هیں - انپر نظر ڈالو - سب سے پہلے حضرة کعب کا ایک قول سامنے آتا هے که " التین مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس " تین مسجد دمشق هے اور زیتون بیت المقدس - پهر حضرت عبد الله ابن عباس کي نسبت سے اس قول کي شہرت ثابت هوتي هے که " الزیتون بیت المقدس " یعني زیتون بیت المقدس هے -

لیکن اسکے بعد بعض کبار تابعین کي تصریحات آتي هیں جنهوں نے اس امر پر زور دیا هے که " هو تینکم و زیتونکم " - یعني تین اور زیتون سے یہي انجیر اور زیتون مراد هے جو تم استعمال کرتے هو - اور کوئي چیز مقصود نہیں هے - حضرة حسن ' عکرمه ' مجاهد ' قتادہ وغیرہ سب نے یہي کہا هے -

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو - جن صحابه سے اس قول کو شہرت هوئي که تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس هے ' انکا مقصود یه نه تها که دمشق کي کسي عمارت کا نام تین هے اور بیت المقدس کا نام زیتون ' بلکه یه واضح کرنا تها که تین و زیتون میں اشارہ سر زمین شام کي طرف هے ' کیونکه وهاں ان دو چیزوں کي پیداوار بکثرت هوتي هے اور یه اسکے خصائص میں سے هیں - پس " زیتون یعني بیت المقدس " سے مطلب یه تها که زیتون میں اشارہ بیت المقدس کي طرف هے -

لیکن بہت سے لوگوں کو اسمیں غلطي هوئي اور انهوں نے یه سمجهه لیا که طور سینا کي طرح زیتون بهي بیت المقدس کے کسي پہاڑ کا نام هے - اور پهر طرح طرح کي مزید تاویلیں اسمیں بڑهگئیں - یه حال دیکهکر بعض اجلۂ تابعین نے غلطي کو دور کرنا چاها ' اور زور دیکر کہا که " هو تینکم و زیتونکم " تین اور زیتون کسي پہاڑ یا ملک کا نام نہیں هے - وہ یہي انجیر اور زیتون کا درخت هے جو تم استعمال کرتے هو - گویا انهوں نے واضح کیا که تین و زیتون سے اسکي جاے پیدایش مقصود هے - یه نہیں که خود اس سر زمین کا نام هي تین و زیتون هو -

چنانچه امام ابن جریر کا بهي قریب قریب یہي خیال هے - تمام روایتیں جمع کرکے لکهتے هیں :

و الصواب من القول في ذالك عندنا من قال التین هو التین الذي یوکل و الزیتون هو الزیتون الذي یعصر منه الزیت لان ذالك هو المعروف عند العرب .... الا ان یقول قائل اقسم ربنا بالتین و الزیتون - و المراد من الکلام القسم بمنابت التین و منابت الزیتون فیکون ذالك مذهبا - (جلد ۳۰ : ۱۵۴)

اس بارے میں همارے نزدیک انهي لوگوں کا قول ٹهیک هے جنهوں نے کہا که تین وهي تین هے جو کهایا جاتا هے ' اور زیتون وهي درخت هے جس سے تیل نکلتا هے - کیونکه عرب میں یه معروف تها - اور اس نام کے کسي پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تهے - هاں یه هو سکتا هے که ایک شخص کہے که الله نے تین اور زیتون کي قسم کهائي مگر مقصود اس سے تین و زیتون کي پیدایش کے مقامات کي قسم کهانا هے - سو اگر یه کہا جاے تو یه ایک مذهب هو گا -

اس سے معلوم هوا که جو لوگ تین و زیتون سے یہي پهل اور درخت مراد لیتے هیں ' انکو صرف اس سے انکار هے که کسي ملک یا پہاڑ کا نام تین و زیتون نہیں هے ' اور یه بالکل صحیح هے - لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے که ان چیزوں سے ان چیزوں کي پیدایش کي سر زمین مراد نه هو -

(احســن تقــویم)

" احسن تقویم " میں " تقویم " ٹهیک ٹهیک بمعني تعدیل کے هے - یعني هم نے انسان کو بہترین قوام و عدل پر پیدا کیا - تعدیل خلقت میں جسم اور فطرة ' ظاهر و باطن ' سب داخل هیں - اور جن صحابه و تابعین سے " في اعدل خلق و احسن صورة " بکثرت منقول هے ' اور نیز جو صحابه استقامت صورت و جسم کو پیش کرکے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجهانا چاهتے هیں ' اُن سب کا مقصود یہي تعدیل فطرة هے اور اس بارے میں کوئي اختلاف نہیں - کسي نے کہا که انسان کا قد دیکهو ' کسي نے کہا جسم کا تناسب دیکهو ' کوئي اور آگے بڑها اور کہا که خلقت کي تعدیل معنوي پر بهي نظر ڈالو - تعدیل کا ایک بڑا نمونه انسان کا قد هے ' اسکي بڑي نمونه اسکے تناسب اعضاء و جسم میں هے ' اور پهر اسکي فطرة عدل و قوام صالح پر پیدا کي گئي هے - پس سب نے ایک هي حقیقت کو واضح کیا اور اسیکو مختلف تعبیرات سے سمجهانا چاها -

مختارات

خـواطـر فی الاسـلام

تاریخ مدنیۃ اسلامیہ کا ایک سرسری درس

اُردو زبان میں ابتک کوئی کتاب ایسی لکھی نہیں گئی جسمیں اختصار کے ساتھہ تاریخ اسلام کے مختلف دوروں پر نظر ڈالی گئی ہو ' اور فلسفۂ تاریخ کے اصول پر علل و اسباب عروج و زوال سے بحث کی گئی ہو -

عربی زبان کی جدید مطبوعات میں ایک کتاب " خواطر في الاسلام " ہے جسکو عطا حسنی بک نامی ایک جدید تعلیم یافتہ مصری نے تصنیف کیا ہے - کتاب کا موضوع تقریباً وہی ہے جسکی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ' البتہ طرز بحث و نظر زیادہ دقیق اور بلند نہیں ہے اور یہ حال مصر کی تمام تصنیفات کا ہے - یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے موضوع میں ایک ابتدائی درجہ کی مگر دلچسپ کتاب ہے -

پچھلے دنوں مجھے خیال ہوا تھا کہ بحالت موجودہ اگر اسی کا اردو ترجمہ شائع ہوجاے تو بہتر ہے - چنانچہ ایک اهل قلم نے میری خواهش پر اسکا ترجمہ شروع کردیا اور اب قریب الاختتام ہے - کتاب میں بالترتیب تمام اسلامی دوروں پر نظر ڈالی گئی ہے - آجکی اشاعت میں بضمن مختارات اٹھارویں فصل کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو خلافۃ راشدہ کے دور کیلیے بطور تمہید کے ہے - آیندہ اشاعۃ میں انیسویں فصل شائع ہوگی اور وہی اصل بحث اور اسلیے زیادہ اهم و دلچسپ ہے -

فصـل هشتـم

اسلامی دور اول

اسلام کا پہلا دور حروب و فتوحات کی رزمگاہ ہے - مسلمانوں نے جہاد في سبیل اللہ کے حکم عام پر عمل کیا ' اور توفیق الہی اونکی حلیف تھی - اسلیے کوئی قلعہ نہ تھا جو اونکی انگلیوں کے اشاروں پر فتح نہ ہوا ہو ' اور کوئی ملک نہ تھا جس نے اسلامی حرکت سیاسی کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو -

اسلام وہ پہلی سلطنت ہے جس نے انسانوں سے انسانیۃ کیلیے جنگ کی ' اور اقوام عالم کو یہ جتلادیا کہ فاتح مسلمان اپنے مغلوب دشمن پر رحم کرتے ہیں - اور جب اونکا مقابل تابع و فرماں بردار ہو جاے ' تو وہ اوسکے ساتھہ رحیمانہ نرمی کے سلوک سے پیش آتے ہیں - خواہ وہ لڑنے سے پہلے صرف رعب اسلام سے مرعوب ہوکر اطاعت گذار ہوا ہو ' یا جنگ کے بعد شکست کھاکر -

اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے پر غالب آتا ' تو وہ اپنے مقابل کو قتل کر ڈالتا یا اوسکو قید کر لیتا تھا - اور اسکے ساتھہ اوسکے ننھے بچوں اور حجلہ نشین شہزادیوں کا بھی وہی حال ہوتا جو اونکے بدقسمت بادشاہ کا ہوتا - چنانچہ قسطنطنیہ شہر

کے دوسرے گھر اوٹھے جاتے ' اونکی عورتوں کو بھی قید کیا جاتا ' اور بچوں کو ظالم فاتح عموماً تہ تیغ کر دیتے - یہی تباہی شاہی حرم سرا پر بھی آتی تھی - مورخوں نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جنکے ذکر سے ہمارے جسم کانپ اٹھتے ہیں اور اونکے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں - اسی طرح پہلے فاتحین یہی سلوک اوس مقابل کیساتھہ کرتے جو بلا لڑے ہتھیار ڈالدیتا اور مطیع و منقاد ہو جاتا غرض اوس دشمن میں جو جنگ کے بعد زیر ہوا ہو اور اوس میں جو بغیر جنگ کے مطیع ہوگیا ہو ' کوئی فرق نہ تھا ' اور سب کی عزت و ناموس کا خاتمہ یکساں طور پر کیا جاتا - ان بیرحموں کو نہ تو شہزادیوں کی عصمت دری پر رحم آتا اور نہ شہزادوں کی جوانی پر -

اس قسم کے واقعات سے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے - اگر قبل از اسلام کے زمانہ پر تم نظر ڈالوگے تو وہ اسی قسم کے ہیبتناک حوادث سے سیاہ نظر آئیگا - دولت شرقیہ ' حکومت رومانیہ ' اور سلطنت فارس کے عہد پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی تاریخ اون ہولناک جنگوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے جنمیں یہ سلطنتیں مبتلا ہوئیں - لیکن ہمیشہ فتح کے بعد انہوں نے اپنے بدقسمت مفتوح حریفوں کو ایسی ایسی وحشتناک سزائیں دیں کہ اون پر زمانہ ابتک اشک ریز ہے اور ہمیشہ رہیگا -

وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے فتح کا قدم اس حالت میں آگے بڑھایا کہ ہاتھوں میں قرآن اور سر پر لواء اسلام تھا - اور اسلیے اسلامی فتوحات کا مقصد سواء اسکے کچھہ نہ تھا کہ اشاعۃ کلمۂ عدل و حق ہو ' اور انسانیۃ راحت تامہ اور سعادت کاملہ سے مستفید ہو - مسلمانوں نے انسانوں کو استبداد کے پنجوں سے چھڑایا ' حریت کی روح پرور ہوا سے پالا ' اور غارتگر دشمنوں سے اوسکو محفوظ و مامون رکھا - غرض مسلمانوں کی فتح انسانیۃ کی خادم تھی - اهل عقل و صاحب سیاسۃ کیلیے یہی وہ عقدہ تھا جسکو اسلام نے حل کیا ' اور یہی وہ روشن دلیل تھی جس نے ظاہر کردیا کہ دین حنیف کی وہ اعجاز آفریں تاثیر کیا تھی جس نے عالم کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا اور درشت مزاجوں کو نرم دل اور جہالت کدوں کو مدنیۃ آباد بنا دیا تھا -

اس موقعہ پر یہ ضروری ہے کہ صرف مدنیۃ نصرانیہ سے بحث کی جاے - لہذا اسکے لیے مثلاً اوس زمانہ فترۃ کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو بت پرست اقوام پر غلبۂ نصاری کے بعد سے شروع ہوا ' اور ظہور اسلام تک رہا - یعنی سنہ ۳۰۶ ع سے (جبکہ شاہ قسطنطین نصرانی ہوگیا تھا) سنہ ۶۲۲ع تک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا سنہ ہجرت ہے - اسوقت شرقی سلطنت کے نصرانی تاجدار یا تو مذہب کے سایہ میں بر سر حکومت تھے یا خود حکومت مذہب پر سایہ افگن تھی - زمانۂ فترہ کی تاریخ ہمیشہ ہمکو بتاتی ہے کہ عیسائیۃ اسوقت فساد کی جڑ اور انسانیۃ کشی کا گہوارا تھی جسکے حاملین کا صرف یہ کام تھا کہ بعض بعض پر لعنتوں کے تیر برسایا کریں اور قوی ضعیف کو بیرحمی و بیدردی سے قتل کر ڈالے جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تحریر کر آے ہیں - مشرقی مسیحی سلطنت کی شام و مصر و فارس کی لڑائیاں جو اس قرن

فترة میں هوئیں، ان نفرت آمیز حالات سے معمور هیں جو دامن مسیحیت پر سخت بدنما داغ هیں، اور همارا خیال هے که اوس ظلم آلود دامن کو دیکھکر عیسائیة کی روح اب بھی کانپتی هوگی - کیونکه اس سے انسانیة کی روح بھی سخت تلاطم میں هے - اس زمانه کے مجوسی سلاطین اور نصرانی ملوک بالکل یکساں هیں - اگر کوئی مدعی اعتبار اچھے برے واقعات کی تلاش کریگا تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں پاسکتا - جس بیدردی کے طرناک مجوسیوں کی تاریخ حمله آوری میں موجود هیں، وهی ظالمانه حوادث مسیحی حملوں میں بھی نظر آتے هیں -

اور اگر ایسا هوا تو اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں - اسلیے که نصرانیة اس دنیا کیلیے نہیں هے بلکه صرف عاقبت کیلیے هے - جیسا که خود مسیح علیه السلام نے فرمایا: " میری سلطنة اُس جہان میں هے "

اس زمانه فترة میں گذشته تمدن کے تاجدار اور علوم قدیمه کے وارث روم و فارس تھے، لیکن باوجود اس تفوق کے وه خود همجیة و وحشت میں غرق تھے، اور وه شرمناک حرکتیں ان سے صادر هوتی تھیں جن سے انسانیة بیزار هے -

عرب قرن فترة میں بالکل جاهل اور عالم بدویة میں تھا - اوسمیں مدنیة کی بو تک نه تھی اور تمدن کے نام سے بھی واقف نه تھا - اسی طرح وه اس علم و فلسفه سے بھی جاهل تھا جو عالم میں پھیل چکا تھا - اهل عرب کی صنعت یه تھی که وه مویشیوں کو چراتے تھے اور چراگاهوں کیلیے لڑتے تھے - انکی تجارتی کائنات صرف یه تھی که کچھه سوداگران عرب، فارس اور شام کے بازاروں میں اچھے جانوروں کو فروخت کرکے تھوڑی سی دولت حاصل کرلیا کرتے تھے - اور انکی مثال بعینه ایسی تھی جسطرح که آج بعض عربی سوداگر قاهره کی شاهراهوں پر کبھی کبھی جانوروں کو بیچتے نظر آجاتے هیں -

انهی بدوی عربوں نے جب ذکاوت و عقل کی منزل میں قدم رکھا تو نہایت قلیل وقت میں انکی وه حالت هوگئی جو هم کو صحابهٔ کرام کی زندگی میں نظر آتی هے - سیاست ملکی میں انکا حزم و احتیاط، تسخیر ممالک میں انکی حسن تدبیر، فتح بلاد میں انکا اسوهٔ حسنه، اور شہروں کی آبادی و زینت میں انکا دلدادهٔ مدنیة اپنی آپ نظیر هے -

آج تمام عالم جاپان کی ترقی سے حیرت زده هے اور اُس کے موجوده ارتقاء نے عقول عالم کو حیرت میں غرق کردیا هے - لیکن اسکی ترقی کا زمانه بھی پینتیس سال هے، اور ان اسباب کی بنا پر هے جنکو زمانه کے انقلاب نے اسوقت پیدا کردیا هے، اور انپر غور کرنیکے بعد جاپان کی ترقی میں کوئی غرابت و حیرت باقی نہیں رهتی -

انیسویں صدی میں تمدنی وسائل علمی اسباب کی طرح اسقدر بکثرت موجود هیں که جلد سے جلد وه قوم جو بدویة و توحش میں غرق هے، تمدن و علوم کا آفتاب بن سکتی هے - یورپ و امریکه میں تعلیم عام هے، مدارس کی کثرت نے هر کس و ناکس، شہری و دیهاتی کیلیے اپنے دروازے کھول رکھے هیں -

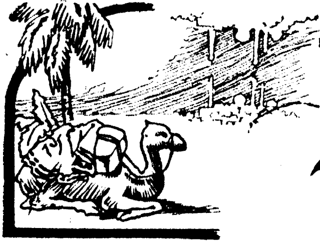
جب جاپان کی منجمد سطح متحرک هوئی اور اسکے تخت حکومت پر گذشته بیدار مغز بادشاه جلوس فرما هوا تو اس نے جوشیلے لائق جاپانیوں کا ایک لشکر عظیم مرتب کیا، اور یورپ و امریکه میں تحصیل علوم و فنون کی غرض سے اسکو بھیجا - نیز اپنے ملک میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے، اور یورپ و امریکه کے فاضلوں کو بلا کر انکا پروفیسر مقرر کیا، ساتھه هی پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد ڈالی - ایسی حالت میں کوئی عجیب بات نہیں اگر ایک جاهل قوم تیس سال کے اندر ایک بڑی قوی قوم بن جاے -

لیکن اگر هم عرب کی تاریخ کو پڑھیں اور اسکی جہالت سابقه کو سامنے لائیں، تو کوئی [illegible] سواے اسلام کے ایسی نظر نہیں آتی جو اهل عرب کے اسلامی تمدن کی معاون هوتی، اور انکو مدنی و علمی ترقی کی طرف حرص دلاتی، یا عمرانیة کے جذبه کو پیدا کرتی - بلکه اسکے برعکس ان میں ظہور اسلام سے پہلے بدویانه درشت مزاجی موجود تھی، اور جاهلانه جنگ و جدال رات دن کا مشغله تھا - تربیت مویشی انکی دین و دنیا تھی، اور حفظ نسب و بلاغة و فصاحت فطری کائنات علمی - مگر اسلام کے بعد انکی حالت میں ایک نا قابل فہم انقلاب هوگیا - دنیا کا امن و امان انهی کے ذات سے وابسته هوگیا - انهوں نے وه علم حاصل کیا اور اوس صداقت کی پرستش کی، جس نے علم هندسه، الجبره، طبعیات، کیمیا، تاریخ وغیره تمام ان علوم سے بے نیاز کردیا جنکی ایک فاتح لشکر اور سیاسی جماعت کو سخت ضرورت هوتی هے - اسباب ظاهر کے لحاظ سے بغیر ان فنون و علوم کے فتح و نصرت اور حکومت و سیاست محال هے، مگر انهوں نے محال کو واقعه بنا دیا - وه علم کیا تھا اور وه صداقت کونسی تھی؟ وه صرف قرآن اور اوسکے حقائق و معارف تھے، جنکو اهل عرب نے نبی امی صلعم کی مقدس زبان سے سنا، اور انکی مرده رگوں میں برقی قوة کیطرح وه تعلیم کام کرگئی - وه حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک هی جلوه میں بیخود کردیا، اور عرب کے بدوی و وحشی فخر روزگار هوگئے -

پس عرب کے اسلامی انقلاب کو اس نظر سے نه دیکھو که ایک نئی قوم پیدا هوگئی، بلکه اس لحاظ سے دیکھو که تمدن و حکمت کو کس چیز نے پیدا کیا؟ گذشته متمدن قوموں نے تدریج تمدن و علوم کو حاصل کیا اور پھر دنیا کی رزمگاه میں در آے - آج همارے سامنے جاپان هے جس نے یورپ سے تمدن و علم کو اخذ کیا اور کامیابی کے ساتھه مشہور هوگیا - مگر عربوں کے پہلے دور میں کوئی تمدنی سر چشمه ایسا نہیں ملتا جس سے انهوں نے فائده اٹھایا هو - صرف دین اسلام کا ظهور اور قرآن مجید کی تعلیم تھی جو انکو ملی - اور بغیر علوم و تمدن کو اخذ کیے هوے انهوں نے تمدن و عمران، مساوات و امن، اور تعمیر و سلام کے ایسے تیس سال پیدا کردیے جنکے نظیر نه تو دنیا کے قدیم تمدنوں میں ملتی هے اور نه جدید تمدن میں -

تمام عالم میں ایک متنفس بھی خواه وه مسلم هو یا غیر مسلم، ایسا نظر نہیں آتا جو اس حقیقت سے انکار کرے که یه سب کچھه ثمره انهی انوار الهیه کا نه تھا، جو نبی کریم صلعم پر نازل هوے - بلکه اس صدی میں اکثر ایسے معترفین پیدا هوگئے هیں جنکو صاف صاف اقرار هے که عربستان کے نبی امی هی نے اس موجوده تمدن کی حرکت پیدا کی تھی، اور وه اسلام هی هے جس نے دوباره مدنیة کو زنده کیا - اور اس لحاظ سے بلاشک و شبهه نبی عربی کا وجود رحمة للعالمین هے - چنانچه اکثر عقلاء فرنگ اور محققین یورپ نے یه تصریح کردی هے که اگر اسلام ظاهر نه هوتا اور بلاد معموره عالم سلاطین روم و فارس کی عنایتوں کے دست نگر رهتے تو عمرانیة مٹ جاتی، شہر اجڑ جاتے، اور علوم و فنون کا لاشه کبھی کا ٹھنڈا هوگیا هوتا - جو شخص صفحات تاریخ پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈالیگا وه اسکو ایک قول صادق اور عقیده راسخه پائیگا -

جب هم جناب ابو بکر صدیق (رض) کی طرف دیکھتے هیں جو رسول الله صلعم کے بعد خلیفه هوے، تو همکو معلوم هوتا هے که انهوں نے سیاست کا وه مستحکم ستون قائم کردیا تھا، جسکو مدارس سیاسیه کے بڑے بڑے ماهر بھی نہیں قائم کرسکتے - ملک رانی کے بہترین اصول سے آپ واقف تھے، سطوت و سیاست کے پوشیده طریق آپ پر منکشف هوگئے تھے - حالانکه اسلام سے پہلے صدیق اکبر بھی دیگر ابناء عرب کی طرح بدویانه زندگی رکھتے تھے - پس اگر قرآن شریف نازل نه هوتا تو اهل عرب علوم و فنون، معاشرت و معاملات اور تاریخ سیاسیه سے بالکل جاهل رهتے - سواے ان چند روایتوں کے



شئون اسلامیہ



جو اپنے اسلاف سے سنتے چلے آے تھے - حضرۃ ابو بکر صدیق (رض) نے مرتدین سے جنگ کی ' اور اون پر فتحیاب ہوے - اسیطرح تمام جزیرہ نماء عرب میں تعلیم قران عام ہوگئی اور اوس نور الہی کی تنویر سے عرب کا کوئی کنبہ خالی نہ رہا - اپنی وفات کیوقت زید بن حارثہ کی سیادت میں جس مہم جنگی کو جناب رسول اللہ صلعم نے شام کی جانب بھیجنا چاہا تھا ' اسکو جناب صدیق اکبر نے بھی شام پر حملہ آور ہونیکا حکم دیا - اسکے علاوہ بلاد فارس کی جانب بھی لشکرکشی کی - یہ فوج کشی حضرت ابوبکر کی ناعاقبت اندیشانہ یا بلا سوچے سمجھے نہ تھی ' بلکہ کامل احتیاط ' کمال حسن تدبیر ' اور بہترین طریقہ سیاسۃ پر عمل میں آئی تھی ' جسکی شہادت اون لشکروں کی فتوحات ہیں اور اوراق تاریخ میں موجود ہیں - حضرت ابو بکر صدیق نے کلام ربانی نبی عربی سے پڑھا تھا ' لہذا بایں لحاظ اونکو حکمت قرآنی اوس دہن مبارک سے عطا ہوئی تھی جو سرچشمہ حکمت و علوم حقہ تھا - پس صدیق اکبر کی سیاسۃ عظیمہ اور حکمت عالیہ ذرا بھی قابل تعجب نہیں -

انکے بعد عمر فاروق خلیفہ ثانی کا دور آیا - اونکی قابل فخر حسن تدبیر ' شہرہ آفاق سیاسۃ ' مایۂ روزگار حکمت و تدبر ' بے مثل حکمت عملی نے بہت سے با جبروت سلاطین کا نام صفحہ دنیا سے محو کردیا ' اور زمانہ سے یہ اقرار کرا لیا کہ اسوقت اس زمین کی سطح پر عمر فاروق کا کوئی مثل و نظیر نہ تھا :

مضی الدهور و ما اتین بمثله
و لقد اتی فعجزن عن نظرائه

اگر تم اس مدنیت کے بادشاہ اور حکمت و سیاست کے امام یعنی فاروق اعظم کے ایام جاہلیۃ کے حالات پڑھوگے تو تمکو معلوم ہوگا کہ یہی علم و حکم کا پیکر قبل از اسلام ایک سادہ و معمولی بدوی وجود تھا جسکی ترقی کی کائنات کل یہ ہے کہ وہ مویشیوں کا تاجر ہے اور اس غرض سے شام و فارس کا گاہ گاہ سفر کرلیتا ہے - مگر اسی وجود نے جب انوار قرآنی کو اپنے قلب میں جذب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے آداب و حکمت الہی کی تعلیم پائی تو عدل و فضل ' سیاسۃ و ریاست ' علوم و حکم کی وہ آیات بنیات ظاہر ہوئیں کہ تمام اہل تحقیق کے نزدیک اونکی کوئی مثال نہیں ملسکتی -

یہی حالت بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی ہے کہ اونمیں سے ہر ایک میدان حرب کا بطل ' لشکر کا سپہ سالار ' سیاسۃ کا امام ' اور ہدایت کا آفتاب تھا - چنانچہ حضرت علی ' ابو عبیدہ ' سعد بن ابی وقاص ' طلحہ ' زبیر ' عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم - اور اکثر صحابہ مدنیۃ فاضلہ کی بلند ترین منزل میں ہیں -



نسیم شمال

سراج الاخبار افغانیہ و مجلۃ البلاغ ہند

و ان کنت لا تدری ' فتلک مصیبۃ
و ان کنت تدری ' فالمصیبۃ اعظم !

بر قاریین کرام پوشیدہ نیست کہ مجلۃ الہلال و البلاغ از اغاز اشاعۃ الی الان در اقتباس آراء و افکار معاصرین کرام نسبت خودش یک مسلک مخصوصی پیش گرفتہ ' و گاہے از باب تقریظات جرائد و مجلات عصر نقل و اقتباس نہ نمودہ - حتی کہ جرائد و مجلات شہیرۂ عالم اسلامی علی الخصوص روز نامہ ہاے آستانۂ علیہ و مصر و شام مثل اقدام و ترجمان حقیقت و شہبال و سبیل الرشاد و المنار و البلاغ بیروت وغیرہا از مرحمت و لطف ارزانہ و حسن ظن معاصرانۂ خود شان ہرچہ درین باب بکرات و مرات نگارش فرمودند ' علی سبیل الاشارہ ہم ازان نقل و حکایت درمیان نہ آمد - لاکن این اولین دفعہ ست کہ بر خلاف مسلک قدیم خود از یک جریدۂ شہیرۂ عالم اسلامی بعض سطور را در صفحات البلاغ اقتباس می کنیم کہ بطور تقریظ البلاغ تازہ نگارش یافتہ -

این جریدۂ جلیلۂ یگانہ سراج الاخبار افغانیہ ست کہ از دار الامارۃ دولۃ علیۂ اسلامیۂ افغانیہ خلد اللہ تعالی شوکتہا و ملکہا ہر ہفتہ توزیع و نشر ' و در اسم محترم خود یک یاد آوری دل افروز و یک تذکار روح پرور از اسم سامی و محبوب اعلی حضرۃ سراج الملۃ و الدین را داراست ' و بدین واسطہ مرکز آمال و مطمح انظار و جالب قلوب تمام ملت اسلامیہ می باشد :

و من مذہبی حب الدیار لاہلہا
و للناس فیما یعشقون مذاہب

مدیر و محرر این جریدۂ شریفہ حضرۃ ادیب جلیل و فاضل نحریر عالی جناب معالی آداب میرزا محمود طرزی از اجلۂ مشاہیر عصر اند کہ سالہاست دراز در ممالک عربیۂ اسلامیہ علوم و فنون قدیمہ و حدیثہ را بہیج جدید اخذ و تحصیل ' و باز از طلب مخصوص حضرۃ ملوکی طرف وطن مبارک خود عودت ' و مدتہا ست کہ پیوستہ در خدمت ابناے وطن ' و دعوۃ و تبلیغ کلمۂ حق و صدق ' و نشر و توزیع علوم و فنون ' و تدوین مصنفات و ادبیات نافعہ ' و ترتیب و تحریر جریدۂ محترمۂ سراج الاخبار افغانیہ ' اوقات گرامی خود را وقف نمودہ ' و بدان واسطہ در تمام عالم اسلامی بیرق شہرت و لواء عزت را بر افراشتہ اند - فطوبی لرجل یعیش و یموت فی قوم یعرف اقدار الرجال !

ہنگامیکہ در سنہ ۱۹۰۴ء عودت فرماے وطن مبارک بودند و از دمشق شام بہ خاک ہند وارد ' این فقیر در بمبئی مقیم بود - ہنوز آن لمحات گرانمایۂ وقت خود را فراموش نہ کردہ ام کہ از صحبت و ملاقات این فاضل یگانہ خوش وقت و سعادت اندوز بودم :

تذکرت ایاما مضت و لیالیا
حلت، فجرت من ذکرهن دموعي
الا، هل لنا یوما من الدهر عودة
و هل لي الی وقت الوصـــال رجوع؟
و هل بعد اعراض الحبیب تواصل
و هـــل لبدور قد افلن طلوع؟

اما معلوم نیست که آن طرف چه طور ست؟

ایکه هرگز فرامشـــت نه کنـــم
هیچت از بنده یاد می آید؟

بلکه باید گفت:

بهـــر تو شنیدم سخن ها
شاید که تـو هم شنیده باشي!

همین تذکره و یادآوري یک صحبت رفتهٔ قدیم بود که از مطالعه تقریظ البـــلاغ با جگرے پر از خون و دلے پر از اضطراب تازه گشت، و یک تقریب مخاطبة و محادثهٔ صدیق قدیم انگاشته بے اختیار این چند کلمات از خامه حسرت نگار تراوش یافته - و الان یضیق صدري و لا ینطلق لساني:

و من بعـــد هـــذا مایدق بیانه
و ما کتمه احظی لدیه و اجمـل

انما اشکوا بثي و حزني الی الله و اعلم من الله ما لا تعلمون!

و ان کنت لا تـــدری فتلك مصیبـــة
و ان کنت تدری، فالمصیبـة اعظـــم!

و هو الذي ینزل الغیث من بعد ما قنطوا، و ینشر رحمته، و هو الولي الحمید!

* * *

معاصر محترم ممدوح در شماره ۱۰ ماه روان به عنوان تقریظ می نگارد:

(البـــلاغ)

"البلاغ" نام یک رسالهٔ فواید اسالهٔ اسلامیه است که در تحت ریاست تحریري ادیب فاضل، و لبیب کامل، وطن پرور غیور، و لفاظ فصیح و بلیغ مشهور هند، جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد در هر پانزده روز یک بار بکمال زینت و زیبائي اشاعت و انتشار می یابد - مسلك و مقصد اعظم این رسالهٔ بلاغت توام از نام نامي این روز نامهٔ گرامي بخوبی ظاهر و آشکار ست - چنانچه علاوه بر معاني که ازان مراد و مفاد یگانهٔ تبلیغ احکام اسلام و ترغیب به حفظ و ترتیب قوانین منیف شرع شریف حضرت خیرالانام علیه السلام اخذ و استنباط میشود، مطالب و مقصد فصاحت و بلاغت آن نیز مفهوم و معلوم میگردد - طرز تحریر و شیوهٔ تقریر این جرید فریده خیلی مرغوب و پسندیده است - چنانچه اصل هر واقعه و هر بحث و بیان را از آیات بینات قرآن عظیم الشان اخذ و استناد می نماید -

جناب مولانای موصوف در خصوص رنگینی عبارات، و سنگیني کلمات، و متانت الفاظ و معانی که در حین تقریر و اثنائے تحریر خود شان بی تکلفانه استعمال می فرمایند، در همگنان معروف، و در خلق و ایجاد مضامین جید و عناوین جدید طبع عالي شان به حیثیت یک موجد و مخترع در عالم اسلامي تسلیم میشود -

قبل ازین "الهـلال" نام یک رسالهٔ معتبر دیگری که طرز تحریر و نهج تقریر و وضع تقطیع و ترکیب آنرا رسالهٔ مقاصد ارالهٔ "البلاغ" عیناً پیروی و تعقیب میکند، نیز در تحت مدیریة جناب فاضل مشار الیه در عرصهٔ ادبیات زونق افزای عالم مطبوعات می گردید، ولی پیش از مدت ده ماه بنا بر بعض اشکالات مالي و اشغالات کثیرهٔ مدیر عرفان تخمیز خود به توقیف و تعطیل مجبور شد - و درینقدر مدت مدید شایقان دیدار و عاشقان گفتار خود را در انتظار میداشت - تا بتاریخ اول محرم سنه ۱۳۳۴ در عوض آن شمارهٔ نخستین رسالهٔ "البلاغ" الغرا در معرض طبع و انتشار آمده، عالم علم و ادب را یک رونق تازه و یک طراوت بی اندازه بخشید - و بدینصورت قلوب همهٔ هواخواهان و جمیع مشترکین "الهـــلال" را به جهرهٔ ملاحت شهرهٔ خود حظ و سرور فوق العـادة عطا فرموده، بنظافتهای صوري و لطافتهای معنوي خود گرویده و مجلوب ساخت - و درین خصوص ذات جناب مولانا ابو الکلام خیلی شایان تمجید و تحسین میباشد - علاوه بر اخلاق حمیده و اوصاف پسندیدهٔ مانند حب دین و وطن و جوش اسلامي که مولانا و بعضي از امثال شانرا در قطعهٔ هندوستان به آن شهرت حاصل است، صفت اعجاز کلامي و فصاحت و بلاغت بیانی و عبور علوم دینیه تنها از صفات ممتاز و مخصوصیتی است که حق سبحانه تعالی خاص به ایشان عطا فرموده و ادبیات زبان اردو را به آن عروج و ترقی داده است - انسان اگر مجلدات "الهـــلال" را در زیر نظر دقت و مطالعه بگیرد، بے شبهه در مقابل جدت تحـریر و تقریر و جیادت مفهوم و معنای آن محو و حیران خواهد ماند - و از آنجا قوت سحر نگاري و جادو زباني صاحب و مدیر انرا اندازه و تخمین خواهد توانست - حقیقتاً جناب مولانا در مسلک خود یک شیوهٔ احسن و یک اصول بسیار مستحسني را که نظیر آن کمتر یافتـه میشود از پیش گرفتـه تعقیب می کند -

رسالهٔ مصورهٔ "البلاغ" بلحاظ صورت و معنی از جراید برگزیده و ممتاز اردو زبان قطعهٔ وسیعهٔ هندوستان است، و هیچ اخبارے نیست که بقواعد مخصوصه و اصول موضوعهٔ وے که براے خود اخذ و انتخاب نموده، دعوی همسري نماید - در لطافت و پاکیزگي خود یگانهٔ جریدهٔ است که در همهٔ هندوستان بطبع میرسد - یکی از خصوصیات لازمهٔ آن اینست که بحروف "تایپ" و تصاویر بسیار زیبا و مهمي مطبوع و مزین می گردد - قیمت سالیانه آن تنها ۱۲ روپیه انگلیزي و شش ماههٔ آن ۶ روپیه و ۱۲ - آنه میباشد، و حجمش هم گاهي از ۲۴ صحیفه کمتر نمیشود - مجلدات رسالهٔ مصورهٔ "الهلال" که قبل ازین اشاعت مي یافت، نیز هر یک به قیمت ۷ روپیه انگلیزي در ادارهٔ علیهٔ "البلاغ" در کلکته بفروش میرسد که همهٔ آنها به اعتبار صفائي تصاویر کثیره و استفادهٔ ارباب ذوق شایان مطالعه و لازم خریدنست - ما همهٔ اهالي وطن عزیز خود را که بزبان اردو کم و بیشی آشنائي دارند و یک شوق و لذت علمي را مالک باشند، به اشترای مجلدات "الهلال" و اشتراک رسالهٔ "البـــلاغ" ترغیب و تحـریض داده مي گوییم که مطـالعـهٔ این چنین آثار مفیده براے ایشان باعث بسی استفاده و توسیع معلومات و تولید عزائم و همم است -

"سراج الاخبار افغانیه" رفیق معزز و محترم خود "البـلاغ" را بکمال فرحت و مسرت استقبال و پذیرائي مي کند، و همواره بتمام کامیابي و موفقیت اشاعت آنرا در تحت مدیرت جناب کمالات مآب فضیلتمند مولانا ابو الکلام آرزو دارد، و همهٔ عالم اسلام را بشارت میدهد که الحمد لله در هندوستان نیز بعضی چنین ذواتی وجود دارند که بکمال فعالیت مدافعهٔ دیني را نموده با همهٔ موجودیت خود شان بر حفظ حرارت اسلامي درین قوم و ملت خود کوشش ورزیده، آنرا از شر و ضرر نجات و رستگاري میدهنـد "زاد الله تعالی امثالهم"

البـــلاغ :

سخن طرازي و دانش هنر نظیري نیست
قبـــول دوست مگـــر نالهٔ حزین گـــردد!

انسان کي حياة صالحه

اور أسکي طبعي عمر

سلسلۂ الاصلاح والافساد کي ايک مختصر صحبت

دنيا معدوم تهي ' وجود ميں آئي ' پهر معدوم هوجائيگي ' باتات ' حيوانات ' معدنيات ' کا وجود صفحۂ هستي پر نه تها ' خدا نے ان کو پيدا کيا ' اور وهي ايک دن ان کو اولٹ بهي ديگا ' دنيا کے نشيب و فراز مٹ جائينگے ' اور خدا اور خدا کے فرشتے ايک هموار ميدان ميں کهڑے هوکر انسان کے اعمال فاسده و صالحه کا جائزه لينگے :

کلا اذا دکت الارض دکا دکا و جاء ربک و الملک صفا صفا (فجر : ۲۲)

جب زمين چور چور کردي جائيگي ' اور تمهارا پروردگار اور اوسکے فرشتوں کے پرے کے پرے آ جائينگے -

اعمال صالحه و اخلاق فاضله کے قائم رکهنے کيليے ذوق فطري ديا گيا ' پيمانه عام قائم کيا گيا ' خير و شر کي حد بندي کردي - ليکن کيا تمهارے اعمال اس قانون الهي سے آزاد هيں ؟ نهيں ! تمهارے اعمال ' تمهارے اخلاق ' تمهارے فضائل بهي دنيا کي اور چيزوں کي طرح معدوم تهے - قوت صالحه نے اونکو پيدا کيا ' مگر وقت و مکان کے لحاظ سے ان ميں بهي ايک سلسلۂ وجود و عدم جاري هے -

جسطرح دنيا کي ايک عمر هے ' اشخاص کي ايک محدود زندگي هے ' اقوام کے موت و حيات کي ايک مدت هے - يهي حال تمهارے فضائل و مناقب کا بهي هے - حضرة آدم کا سلسله نسب قيامت تک قائم رهيگا مگر بني آدم کا حسب چار پشتوں سے زياده نهيں چل سکتا - ايک شخص جد و جهد کرکے فضائل کا اکتساب کرتا هے ' علوم سيکهتا هے ' حکومت کي بنياد ڈالتا هے - مذهب کا سنگ بنياد رکهتا هے ' اوسکا بچه اس جد و جهد کا ذکر اوسکي زبان سے سنتا هے ' اوسکے اعمال کو ديکهتا هے - باپ مر جاتا هے ' اور وه اونهي طريقوں پر عمل کرتا هے جن پر باپ نے عمل کرکے يه بنياد قائم کي تهي ' ليکن ديوار ميں ذرا سا شگاف هو جاتا هے ' کيونکه باپ حصول محاسن کا موجد تها ' يه مقلد هے ' اور مقلد و مجتهد کا فرق ظاهر هے - دو پشت اسطرح گذر جاتي هے اور شرف خانداني قائم رهتا هے - تيسري پشت شروع هوتي هے ' اور يه سلسلۂ خاندان صرف آبا ؤ اجداد کي سني سنائي باتوں کي تقليد کرتا هے ' اسليے شگاف ميں اور زياده وسعت پيدا هوجاتي هے - پهر چوتهي پشت شروع هوتي هے ' اور مغرور انسان آباء و اجداد کے فضائل اور جد و جهد کا مرقع زريں ديکهتا هے اور يقين کرليتا هے که اب يه وراثت دائمي هے ' جد و جهد اور عمل حق کي کوئي ضرورت نهيں - جب قلعه مستحکم هوگيا تو پهر فوج کي کيا حاجت هے ؟ پس وه هاتهه پانوں توڑ کے بيٹهه جاتا هے ' يه حال ديکهکر محرکات و وسائل عمل بهي اسکو چهوڑ ديتے هيں اور کسي دوسرے خاندان کا هاتهه پکڑ ليتے هيں - وه خاندان ان آلات و اسلحه کو ليکر اوٹهتا هے ' اور قلعه فتح کرليتا هے - ديوار دهم سے گر پڑتي هے ' اور چار پشت کے بعد اعمال صالحه کا گهرانا عموماً دوسري جگهه منتقل هوجاتا هے -

اگرچه بهت سے خاندانوں کا شرف اس سے زياده مدت تک قائم رهتا هے ' اور بهت سے خاندان اس سے پہلے بهي برباد هو جاتے هيں ' ليکن معلوم هوتا هے که اعمال صالحه کي متوسط عمر يهي هے - قران حکيم اور حديث و تاريخ سے بهي اسکي تائيد هوتي هے :

ليس على الذين آمنوا و عملوا الصالحات جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا و آمنوا و عملوا الصالحات ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا و الله يحب المحسنين - (مائده : ۹۴)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' اونپر کوئي گناه اوس چيز کيليے نهيں هے جسکو اونهوں نے کهايا ' جبکه تقوى اختيار کيا ' ايمان لاے ' اور عمل صالح کيا ' پهر تقوى اختيار کيا اور ايمان لاے ' پهر تقوى اختيار کيا اور احسان کيا ' اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکهتا هے -

ايمان و عمل صالح کے بعد ايک درجه قائم هوگيا ' اسکے بعد خدا نے تين بار تقوى و ايمان و احسان کي هدايت کي ' اسليے يه چاروں درجے مکمل هوگئے - چوتهے درجه پر احسان کا حکم ديا که عمل صالح کي تکميل احسان هي هے -

خدا نے اگرچه ان مراتب اربعه کو چند متعين اشخاص کے ساتهه محدود کرديا هے ' ليکن يه قران حکيم کا عام انداز هے که باپ کے اعمال کو اولاد کي طرف منسوب کر ديتا هے ' اسکے بعد کے تينوں مراتب نيچے کي پشتوں کے ساتهه تعلق رکهتے هيں - حديث شريف ميں آنحضرت نے حضرت يوسف عليه السلام کے مناقب کا ذکر ان الفاظ ميں فرمايا هے :

انما الكريم ' ابن الكريم ' ابن الكريم ' ابن الكريم يوسف بن يعقوب -

شريف ' شريف کا بيٹا ' شريف کا بيٹا ' شريف کا بيٹا ' يوسف بن يعقوب هے -

يعني آپ نے کرم کا انحصار چار پشتوں ميں کيا ' جسکا مقصد يه هے که حضرت يوسف کے خاندان نے شرافت کي کامل مدت کو پورا کرليا ' اور يهي چار پشتوں کي مدت اوسکي آخري سرحد هے -

ايک بار نوشيرواں نے نعمان سے کہا " کيا عرب ميں کوئي قبيله سب سے ممتاز هے ؟ " اوس نے کها هاں ! نوشيرواں نے وجه فضيلت پوچهي - نعمان نے جواب ديا : جس خاندان ميں تين سردار متصل هوتے چلے آئيں ' پهر چوتهے کي باري آے ' تو تمام قبيلے ميں وه خاندان ممتاز خيال کيا جاتا هے - نوشيرواں نے اس خاندان کو طلب کيا تو آل حذيفه بن بدر الفرازي نے شرافت کي يه آخري سند پيش کي - اگر سلاطين عالم کے خاندانوں پر نگاه غائر ڈالي جاے تو وه بهي اسکي تائيد کرينگے ' اور خلافت راشده کا دور تو اسکي واضح مثال هے :

خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم -

بهترين زمانه ميرا زمانه هے پهر وه لوگ جو اسکے بعد آئينگے پهر وه جو اس کے بعد -

آنحضرت صلى الله عليه و سلم نے چوتهے دور کا ذکر نهيں کيا که فتنه و فساد کا زمانه قابل ذکر نهيں -

عموماً اقوام کي عمر ' اشخاص سے زياده ممتد هوتي هے - يهي حال اخلاق و فضائل کا بهي هے - اشخاص اور اشخاص کے ساتهه اونکے محاسن زندگي بهي چلے جاتے هيں ' ليکن قوم باقي رهتي هے ' اور اوسکے ساتهه اوسکي اخلاقي روح بهي قائم رهتي هے - پس اگر هم اپني اخلاقي زندگي کو ترقي دينا چاهتے هيں ' تو همکو اپنے تمام اعمال صالحه کو جمهوريت کے قالب ميں ڈهال دينا چاهيے - اسلام کے قالب ميں فطرتاً يه روح موجود تهي ' اسليے اوسکے تمام قواے طبعي ايک مرکز پر جمع هوکر جسم کو حرارت ديتے تهے ' ليکن امتداد زمانه نے اس مرکز کو اپني جگه سے هٹا ديا ' اسليے شخصيت نے جمهوريت کي جگه ليلي اور خلافت نے حکومت کي صورت اختيار کرلي ' جب تک بدن ميں قوت تهي مرض کے نتائج علانيه محسوس نهيں هوے ' ليکن جب جسم کي قوت ميں اضمحلال پيدا هوا تو دفعتاً ظاهر هوگئے - دنيا نے ديکهه ليا که مرض نے رطوبت غريزي کو خشک کرديا هے ' اور حرارة اصليه کا چراغ بجهه گيا ' اوسوقت خدا کا فرشته پکارا - ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس - رطوبت اگرچه خشک هوگئي هے ' حرارت اگرچه بجهه گئي هے ' مگر جسم باقي هے ' اور وه پهر اسي معجون مرکب سے توانائي حاصل کرسکتا هے -

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

(۲)

(غزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں' حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے' اسلیے مجبوراً شریک نہو سکے - بدل کتابت ادا کرکے جب وہ آزاد ہوگئے تو غزوۂ خندق پیش آیا ' اور یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شریک ہوے - اسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے - غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی - اسکے کھودنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہوگیا تھا - چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے ' اس بنا پر انکے متعلق انصار و مہاجرین میں حجت ہوئی - انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں' اور مہاجرین انکو اپنی طرف کھینچتے تھے - حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا کہ :

سلمان منا اهل البیت — سلمان ہمارے اهل بیت میں سے ہیں -

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اسکو اپنے اهل بیت میں شامل کرلیا ہو - یہ مساوات اسلام ہی نے قائم کی تھی اور یہ اسیکا خاصۂ لازمی ہے -

(اخلاق و عادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم' منکسر المزاج ' قانع ' رحم دل ' زهد پیشه ' اور فیاض طبع تھے - بیت المال سے انکو چار ہزار درهم ملتے تھے لیکن وہ انکو تقسیم کردیتے تھے ' اور خود اپنے هاتهہ کی کمائی پر بسر کرتے تھے - وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے ' کهجور کی چٹائیاں وغیرہ بناکر معاش پیدا کرتے تھے - چنانچہ کچھہ لوگ انکی طرف گذرے اور یہ حالت دیکھکر کہا : آپ تو یہاں کے امیر ہیں ' اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفه ملتا ہے ' پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا : میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں - بعض روایتوں میں ہے کہ انکا وظیفه پانچ ہزار تھا ' اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے - لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چن لاتے تھے ' اور انکے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے - جو وظیفه ملتا تھا اسکو تقسیم کردیتے تھے ' اور کماکر گذر اوقات کرتے تھے - انہوں نے اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا تھا ' جہاں کسی کا گھر مل جاتا ' اسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے - ایک مرتبہ حذیفه (رض) نے ان سے کہا هم آپ کے لیے گھر کیوں نہ بنادیں - انہوں نے فرمایا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو ؟ کیا میرے لیے ویسا ہی گھر [illegible] جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے ؟

انہوں نے کہا نہیں ' ہم تمہارے لیے بانس کا گھر بنائینگے ' اور اسکی چھت نرکل کی ہوگی ' وہ اسقدر پست ہو گا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر اس سے لگ جائیگا ' اور اس قدر تنگ ہو گا کہ جب سونا چاہوگے تو تمہارے پہلو اسکے دونوں کناروں سے مل جائینگے - انہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی -

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے' لیکن حضرت سلمان (ض) زهد کی وجہ سے اسکو ہمیشه مکروہ سمجھا کیے ' ایک بار ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا :

حلاوۃ رضاعتها و	یعنی اسکے دودھہ کی شیرینی اور اسکے
مرارۃ فطامها -	دودھہ چھوڑنے کی تلخی اسکا سبب ہے -

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا ' زکوۃ و خیرات کے مال کھانے سے اسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ انکے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجیے - انہوں نے فرمایا : تمہارے پاس کچھہ مال ہے - اسنے کہا نہیں - آپ نے کہا پھر یہ کیونکر ہو گا ؟ اسنے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کر کے یہ مال ادا کردونگا - آپ نے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو ؟

وہ زهد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے - وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوے تو سعد بن ابی وقاص انکی عیادت کو آے ' حضرت سلمان انکو دیکھکر رونے لگے - انہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں ' رسول اللہ آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے - آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ سے بھی ملاقات ہوگی - حضرت سلمان نے فرمایا : خدا کی قسم میں موت کی گھبراهت یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا - لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاهیے - حالانکہ همارے آس پاس یہ سانپ ہیں !

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا ' وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھہ نہ تھا -

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور انکی قناعت عام طور پر مشہور تھی - یہانتک کہ بعض صحابہ نے انکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا -

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا ' مجھے نیند آگئی تو سلمان آے اور سلام کیا ' میں نے سلام کا جواب دیا ' اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا - انہوں نے کہا نہایت عمدہ - توکل اختیار کرو کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے اور اس جملہ کو بار بار دوهراتے رہے -

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے - ایک دفعہ ایک شخص انکے پاس آیا ' وہ اس وقت آٹا گوندہ رہے تھے - اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لیے بھیجا ہے ' ہم نے پسند نہیں کیا کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالا جاے -

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے - وہ مدائن کے امیر تھے - ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھہ لیے جاتا تھا ' اس سے انکے جسم میں خراش آگئی ' وہ رک گئے اور پاس آکر اسکا بازو ہلاکر کہنے لگے : جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے -

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیے آتا تھا ' اسنے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو انکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی ' اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں ' اسلیے اسنے بلا کر کہا کہ یہاں آؤ - یہ بوجھہ اٹھا لیچلو - حضرت سلمان کو بوجھہ لیجاتے ہوے لوگوں نے دیکھا تو اس سے کہا یہ تو یہاں کے گورنر ہیں - اسنے کہا مجھے کیا معلوم تھا ؟ حضرت سلمان نے فرمایا : جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہونچادونگا ہرگز نہ اتارونگا -

ایک بار ایک شخص نے گھاس خریدي ' وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا ' اسنے انکے سر پر وہ گھاس لاددي - وہ راستے سے گذرے تو لوگوں نے کہا آپ کے بدلے هم اُٹھا لیتے هیں ' اسنے پوچھا یہ کون هیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابي هیں ' اسنے مُعذرت چاهي ' مگر اُنھوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلي ہے کہ اُسکو تمہارے گھر تک پہونچاؤنگا -

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر هوکر گئے ' فوج کے نوجوانوں کے پاس هوکر گذرے تو اُن سبھوں نے اُنکي هنسي اُڑائي - ایک شخص نے کہا آپ سنتے هیں ؟ اُنھوں نے فرمایا ان سے درگذر اور ' خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن هوگا -

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے ' لیکن جب کبھي نکلتے تو لوگ کہتے "کرک آمد کرک آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے هیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپ کو گدڑیے سے تشبیہ دیتے هیں - لیکن وہ اُن سے درگذر کرتے -

لیکن باوجود اس زهد اور حلم و انکسار کے اُن میں رهبانیت کا شائبہ تک نہ تھا ' اور صرف یہي نہیں کہ خود رهبانیت سے بچتے ' بلکہ دوسروں کو بھي اس سے بچانے کي کوشش کرتے - حضرت ابوالدرداء سے رسول اللہ نے اُن کي مواخاۃ کرادي تھي - ایک دن حضرت ابو الدرداء کي بي بي نے اُن سے شکایت کي کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے هیں اور دن کو روزے رکھتے هیں (یعنے میرا حق ادا نہیں کرتے) اسلیے حضرت سلمان فارسي نے وہ رات وهیں بسر کي - جب ابو الدرداء نماز کو اُٹھے تو اُنھوں نے روک لیا - صبح هوئي تو کھانا تیار کروایا ' اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کرلیا ' وهاں سے نہ ٹلے - ابو الدرداء رسول اللہ کي خدمت میں حاضر هوے تو آپ نے فرمایا : سلمان تم سے زیادہ عالم هیں ' اعتدال کے ساتھہ عبادت کرو -

(مناقـــب)

حضرت سلمان کو زهد ' عبادت ' حلم و انکسار ' اور اخلاق حسنہ کي وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا ' جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ هوا هوگا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعني حضرۃ علي ' عمار ' اور سلمان کي مشتاق ہے - (رضي اللہ عنهم) - حضرت عائشہ فرماتي هیں کہ سلمان کو رسول اللہ سے وہ قربت حاصل تھي کہ قریب تھا کہ هم لوگوں پر غالب آ جائیں - حضرت علي (رضي اللہ عنہ) فرماتے هیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے - وہ ایک ایسا دریا هیں جو کبھي خشک نہیں هوسکتا ' وہ اهل بیت میں سے هیں - حضرت عبد اللہ بن عمر کا وظیفہ ساڑھے تین هزار اور حضرت سلمان فارسي کا چار هزار تھا - لوگوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے ' جو انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے ؟ حضرت عمر نے فرمایا : سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول اللہ کے ساتھہ شریک هوے ' اُن میں ابن عمر نہیں شریک هوے -

(وفـــات)

حضرت سلمان فارسي کي وفات کا واقعہ بھي نہایت عجیب ہے - جب اُنکي موت کا وقت آیا تو اُنھوں نے اپني بي بي سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھي ہے - اُسکو اُٹھا لاؤ - وہ مشک کي ایک تھیلي اُٹھا لائیں - حضرت سلمان فارسي نے پیالے میں پاني منگوایا اور مشک کو اُسمیں حل کردیا - پھر بي بي سے فرمایا : اسکو میرے اِرد گرد چھڑک دو ' کیونکہ میرے پاس ایک ایسي مخلوق آنے والي ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتي ہے ' اور کھانا نہیں کھاتي (ملائکہ) اور دروازہ بند کرکے تم یہاں سے چلي جاؤ - اُن کي بي بي تعمیل حکم کرکے تھوڑي دیر تک باهر بیٹھي تھیں کہ اُنھوں نے ایک نہایت آهستہ آواز سني - جاکر دیکھا تو اُنکا وصال هوچکا تھا -

مواعظ و خطب

ســـورۂ کریمـــۂ ماعـــون

(از مولانا خواجہ عبد الحي - سابق پروفیسر مدرسۃ عالیہ)

دولت کے کرشمے بھي عجیب و غریب هیں - ایک مجسمۂ شیطنت اور ملعونیت ' ایک پیکر فسق و فجور انسان ' زریں لباس زیب تن کیے هوے تمہاري مجلس میں آ جاتا ہے - اُس کا ایک ایک فعل ' ایک ایک حرکت اخلاق انساني کو توڑنے والي ' اور نظام عالم کو درهم برهم کرنے والي هوتي ہے ' مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کي آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سر بسجود هوکر " انت الهنا " پکارنے لگتے هیں - اسکي تمام برائیاں نیکیاں بن جاتي هیں ' اسکے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے هیں ' اور وهي فساد و شیطنت کا پتلا ' معبود و مطلوب هر بو الہوس بن جاتا ہے - دولت کے یہ کرشمے هیں ' تم ان کو روز مرہ مشاهدہ کرتے هو ' مگر تم ان سے نصیحت و عبرت حاصل نہیں کرتے - یمرون علیها و هم عنهـــا معرضون -

دولت اپنے ساتھہ خوبیاں بھي لیکر آتي ہے اور برائیاں بھي ' قرآن حکیم مال جمع کرنے سے تمکو نہیں روکتا بلکہ مختلف مقامات پر اس کو " خیر " سے تعبیر کیا ہے مگر اسکے یہ معني نہیں هیں کہ اسکے اندر عیب نہیں ' قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے هر ایک بحث کي تنقیح کرتا ہے ' اسکے محاسن و فضائل ظاهر کرتا ہے ' اسکے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے ' اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے ؟

بخل ایک نہایت هي مذموم و قبیح شے ہے ' جسوقت کسي قوم سے مالي و جاني قرباني کا مادہ جاتا رهتا ہے ' وہ قوم تباہ هو جاتي ہے ' اور زندہ قوموں میں شمار هونے کے قابل نہیں رهتي -

سورۂ صف میں فرمایا : هل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیـم ' تومنون باللہ و رسولہ و تجاهدون في سبیل اللـہ باموالـکم و انفسکم ' ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون - آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتالیں جس کا یقیني اور قطعي نتیجہ یہ هو کہ عذاب الیم سے نجات مل جائے ' وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ اللہ و رسول پر سچ سچ ایمان لے آؤ اور مال و جان کو حق کي راہ میں قربان کرو - حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھي علم هوگا تو تم دیکھہ لوگے کہ اس میں تمہارے لیے بڑي هي خیر و برکت ہے -

پھر اس قرباني کو زیادہ واضح ' نتیجہ خیز ' اور موثر بتلانے کي غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا : قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکـم و عشیرتـکم و اموال اقترفتمـوها و تجـارۃ تخشـون کسادها و مساکن ترضونها ' احب الیکـم من اللہ و رسولہ و جهاد في سبیلہ فتربصوا حتی یاتي اللـہ بامرہ ' واللہ لا یهـدي القـوم الفسقیـن - مسلمانو ! اگر تمہارے باپ ' بیٹے ' بھائي ' عورتیں ' برادري ' وہ مال جو تم نے کمایا ہے ' وہ سوداگري و تجارت جسکي کساد بازاري کا تمہیں ڈر ہے ' وہ مکانات جو تمہیں بہت هي مرغوب هیں ' اگر ان میں سے ایک چیز بھي تمکو زیادہ عزیز ہے اللہ سے اسکے رسول سے اور پھر اسکي راہ میں قرباني کرنے سے ' تو یقین کرو کہ تمہارے لیے اللہ کي رحمت و معونت کا دروازہ بند هوگیا ہے - بس اب تم اللہ کے آخري فیصلہ کا انتظار کرو اور اس بات کا یقین کرلو کہ خداے حکیم و علیم بد اخلاقوں کي کبھي رهنمائي نہیں کرتا -

غور کرو ' یہ اس جاني و مالي قرباني سے بھاگنے کا نتیجہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ' اب ایسي قوم کي هدایت کا دروازہ مقفل

ھوجاتا ھے ' وہ مغضوب و ملعون ھوجاتي ھے اور خدا کي لعنت کا آھني طوق اسکي گردن میں پڑجاتا ھے ' پھر دنیا میں کون ھے جو اللہ کے ذلیل کیے ھوے کو عزت دے ؟

بخل اگرچہ تم ابتدا میں صرف مال کے لیے کروگے مگر اس کا نقصان عظیم جان کے عزیز ھونے تک پہنچ جائیگا ' اور خدا کے راستہ میں ھاتھہ اٹھانا بھي تمھارے لیے مشکل ترین امر ھوجائیگا -

قرآن حکیم نے اسي بخل کو لیا ' اور ایک مستقل سورۃ میں اسکے نتائج کو واضح کیا :

ارایت الذي یکذب بالدین ' فذلك الذي یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین ۔

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس کو اتنا بھي یقین نہیں کہ اسکو کسي نہ کسي دن اپنے اعمال کا خود جوابدہ ھونا پڑیگا ' اور اگرچہ زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا ھے' مگر اسکے اعمال اسکے اس اقرار کي تکذیب کر رھے ھیں ؟ جو شخص یتیموں کي ذرا بھي پروا نہ کرے بلکہ جب وہ اپني حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لیکر آویں تو انکو دھکا دیکر نکالدے - تو کیا اس عمل قبیح سے یہ ثابت نہیں ھوا کہ اس کو قیامت پر ذرا بھي یقین نہیں ؟ اسکے ساتھہ تو اسکے اعمال جائینگے نہ کہ مال و دولت - مگر حقیقت یہ ھے کہ اسکو وھم و گمان بھي نہیں کہ ھر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا ھے - خیر اسکو بھي جانے دو ' اگر یہ نہ سہي تو کم سے کم اتنا تو ھوتا کہ دوسروں ھي کو نیکي کي ترغیب دیتا' مگر اس بدبخت کي حالت عجیب ھے کہ آوروں کو بھي مساکین و فقرا کي خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا - اسکے یہ تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رھے ھیں کہ اسکو قیامت سے قطعي انکار ھے ' ورنہ کیا اتني معمولي نیکي سے بھي گریز کرتا ؟

یہ وہ جماعت ھے جسکے پاس مال ھے ' دولت ھے ' اور وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتي ' بلکہ اسکو خزانوں اور کوٹھریوں میں مقفل کر کے بند رکھتي ھے ' ان کي بعینہ وھي حالت ھے جو یہودیوں کي تھي : والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا في سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم - یوم یحمی علیھا في نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون - جو لوگ سونا اور چاندي ' مال اور دولت ' جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے ھیں اور غربت و افلاس کے خوف سے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ' تو انکو عذاب الیم کي خوشخبري سنادو - اس مال کو جھنم کي آتش میں گرم کرکے ان کے ماتھے ' ان کے ابوں ' اور ان کے پشتوں پر داغ دیا جائیگا - اسوقت انسے کہا جائیگا کہ یہي وہ مال و متاع زندگي ھے جو بیحد مرغوب و محبوب ھونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے ' دیکھو یہ اس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتیجہ ھے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو ایک مرتبہ جہاد کیلیے روپیہ کي ضرورت تھي - آپ نے مسجد میں جاکر خطبہ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنھم سے فرمایا کھجور لاؤ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے کھجور لیکر دربار نبوت میں حاضر ھوے - یہ اس وقت امیر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : تم نے گھر میں کیا چھوڑا اور ھمارے لیے کیا لاے ؟

حضرت عمر نے عرض کیا : تمام مال جمع کیا ' نصف حضور کي خدمت میں پیش کردیا اور نصف اپنے اھل و عیال کیلیے رکھہ آیا ھوں -

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ھوتے ھیں - یہ اس زمانہ میں غریب تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا : ھمارے لیے کیا لاے : اور گھر میں کیا چھوڑا ؟ عرض کیا : جو کچھہ گھر میں موجود تھا سب کچھہ جمع کرکے لے آیا ھوں اور گھر میں اللہ اور اسکا رسول ھے -

دنیانے دیکھہ لیا کہ ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کیے ' اور جس وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ قدریت پیدا ھوجائیگا اسکے نتائج دوبارہ دیکھہ لیگی -

ان تین آیتوں میں ارباب مال و دولت کي تصویر کھینچ دي جب وہ انفاق في سبیل اللہ سے گریز کریں - اس کے ساتھہ اب ان لوگوں کي طرف توجہ دلائي جاتي ھے جو نماز تو پڑھتے ھیں مگر در اصل اسکے مقصد حقیقي کا ذرا بھي خیال نہیں کرتے :

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراؤن و یمنعون الماعون - جو لوگ نماز پڑھتے ھیں ' چاھیے تھا کہ نماز انکے اندر تمام وہ خصائص پیدا کردیتي جو نماز کے اصل مقاصد ھیں ' مگر ھم دیکھتے ھیں کہ جاني قرباني تو کجا ' مالي قرباني سے بھي گریز کرتے ھیں ' معمولي روز مرہ کے استعمال کي چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انہیں انکار ھے - ایک عالم سے اتنا نہیں ھو سکتا کہ اپني کتابیں دوسرے کو پڑھنے کیلیے عاریتاً دیدے ' ایک طالب علم یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے قلم و دوات سے دوسرے کو نفع پہنچاوے ' ایک عورت میں اتني قدریت بھي نہیں پیدا ھو سکتي کہ اپنے برتن دوسري پروسن کو استعمال کے لیے دیدے - جب نماز پڑھتے ھیں ' اور نہایت خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ھیں ' تو بڑي لمبي نمازیں ھوتي ھیں ' پیشاني پر سجدہ کا نشان پڑ جاتا ھے ' مگر قرباني کا اتنا مادہ بھي پیدا نہیں ھوتا - پس افسوس ایسے نمازیوں کیلیے - وہ نماز کي اصل حقیقت کو بھول گئے - وہ نماز سے بالکل غافل ھیں ' وہ محض لوگوں کو دکھلانے کي غرض سے نماز پڑھتے ھیں - اللہ کیلیے انکے پاس کچھہ نہیں ھے !

اس چھوٹي سي سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کي حقیقت کو واضح کردیا ھے کہ اسي سے قومیں تباہ ' ملتیں برباد ' اور مذاھب نا پید ھوجاتے ھیں - اب یہ بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا ھو جس کو تم آساني سے سمجھہ سکتے ھو ' خواہ ان عابدان گوشہ نشیں میں پیدا ھو ' جو کنج عزلت میں بیٹھکر ادعاء زھد و عبادت کرتے ھیں ' نمازیں پڑھتے ھیں مگر بے سود ' سجدے کرتے ھیں مگر لا حاصل ' دعائیں مانگتے ھیں مگر قبول نہیں ھوتیں -

حقیقت یہي ھے کہ ابتدا میں قوموں کے اندر مالي قرباني کا جذبہ پیدا ھوتا ھے ' جب اسمیں کامل و مکمل ھوجاتي ھیں تو پھر جاني قرباني کا حکم ھوتا ھے - اسي جگہ دیکھو ' سورہ ماعون میں بخل کي مذمت بتلائي تا کہ بخل سے بچیں اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کریں - ایک مدت تک جب اس پر عمل ھوتا رھا ' قوم مالي قرباني کیلیے ایک حد تک تیار ھوگئي تو پھر سورہ کوثر نازل ھوئي جسمیں جاني قرباني پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کا ایک ھي نتیجہ بھي بتا دیا : ان شانئك ھو الابتر

مدارس اسلامیہ

جـــامـــع ازهـــر

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب دسنوی)

چوتھی صدی کے وسط میں جبکہ اخشیدی سلطنت کا اولو العزم فرمان روا کافور فوت ہوچکا تھا اور اسکی جگہ احمد بن علی بن الاخشیدی تخت مصر پر بٹھایا گیا تھا ' تو احمد بن علی اپنی کم سنی کی وجہ سے سلطنت کا بار نہ اٹھا سکا اور اسکا چچا زاد بھائی حسین بن عبد اللہ اسکی طرف سے منتظم سلطنت قرار پایا - جعفر بن الفرات ان دنوں وزیر اعظم تھا - احمد جو اصلی وارث تاج و تخت تھا اور جسکو اخشیدی سلطنت کا سچا درد ہوسکتا تھا وہ کم سن تھا ' اوروں کو بقاے سلطنت کی ایا پروا ہوسکتی تھی ؟ انکی کوشش صرف ذاتی کامیابیوں تک محدود رہی - نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کے تمام ارکان مضمحل ہوگئے - امرا کی غفلت سے مداخل مخارج سے کہیں بڑھگئے - فوجیوں کے مقررہ تنخواہوں میں روز بروز کمی ہونے لگی - آخر فوج کے ایک دستہ نے اصلاح سلطنت سے نا امید ہو کے المعزلدین اللہ کو جو ان دنوں افریقہ کا بادشاہ تھا ' لکھا کہ " تم آؤ مصر پر حملہ کرو ہم تمہاری مدد کرینگے " معز نے یہ نوید جانفزا سنتے ہی ابو الحسن جوہر بن عبد اللہ کی زیر امارت ایک فوج مصر کی طرف روانہ کردی - اخشیدی سلطنت کی طرف سے بھی مقابلہ کے لیے فوج بھیجی گئی - ۱۱ - شعبان سنہ ۳۵۸ میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ' مگر جو سیلاب پھیل چکا تھا ' وہ اب کسی کے روکے کب رک سکتا تھا ؟ کچھہ دنوں تک تو مصری فوج برابر کا جواب دیتی رہی ' مگر آخر اسکے پاے استقلال کو لغزش ہوئی اور شکست فاش کھائی -

دوسرے دن جوہر اپنی کامیاب فوج کے ساتھہ بڑے جاہ و جلال سے مصر میں داخل ہوا اور امن عام کا اعلان کیا - جب فاطمیین کو ملک مصر پر پورا اقتدار حاصل ہوچکا ' تو انکو خیال پیدا ہوا کہ اس فتح کی یادگار میں ایک نیا شہر آباد کرنا چاہیے جو بنی فاطمہ کے نام کو قیامت تک زندہ رکھے - یہ فوری تحریک بہت جلد قوت سے فعلیت میں آگئی ' اور اسی سال سنہ ۳۵۸ میں یہ شہر آباد ہوگیا جسکا نام فتح کی مناسبت سے المنصوریہ رکھا گیا - لیکن جب سنہ ۳۶۲ میں خلیفہ فاطمی المعزلدین اللہ نے قیروان کو چھوڑ کر مصر کو دار الخلافت بنایا تو خلیفہ کے نسبت سے اسکا نام القاهرة المعزیہ رکھا گیا - اب صرف " قاہرہ " زبانوں پر رہگیا ہے -

اس زمانہ کی رسم یہ تھی کہ جب کوئی نیا اسلامی شہر بسایا جاتا تو تبرکا وہاں پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی جاتی تھی - چونکہ فاطمیین شیعہ تھے ' اسلیے اہل سنت کی مسجد میں خطبۂ خلافت دینا نامناسب خیال کرتے تھے - ان وجوہ سے جوہر نے روز شنبہ ۲۴ جمادی الاولی سنہ ۳۵۹ کو اس مسجد کی بنیاد ڈالی جسکی قسمت میں آگے چلکر جامع ازہر ہونا تھا - دو برس کی متواتر جانفشانیوں کے بعد سنہ ۳۶۱ میں اسکی عمارت طیار ہوگئی - اسکا نام فاطمیین نے سیدة النساء فاطمة الزہراء کی طرف منسوب کر کے جامع ازہر رکھا - اسکی وسعت اور صرف کثیر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسکی صرف ایک قطار میں ۷۶ ستون سنگ مرمر کے تھے -

سنہ ۷۰۲ میں ایک سخت زلزلہ آیا جسکے صدمہ سے جامع ازہر کی کچھہ دیواریں گرپڑیں - سالار نامی ایک امیر نے پھر نئے سرے سے تعمیر کرائی - سنہ ۱۱۶۷ میں امیر عبد الرحمن کتخدا نے نصف جدید عمارتوں کا اس پر اضافہ کردیا جنمیں صرف سنگ مرمر کے ۵۰ ستون تھے - اگر متعلقات جامع کو بھی شمار کرلیا جاے تو ازہر کے کل ستون کی مجموعی تعداد ۳۷۵ ہوگی -

اگر تم قدیم عمارت کی جو فاطمیین کی یادگار ہے ' سیر کرنا چاہوگے تو تمھیں اندر جانے کے لیے تین دروازے ملینگے - اندر پہونچکر تم کو معلوم ہوگا کہ یہ مسجد چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے ' اسکی اندرونی سطح سنگ مرمر سے مزین ہے ' جس پر کوفی خط میں قرآن شریف کی آیتوں کا طغرا ہے - جدید و قدیم دونوں عمارتوں کے دو حصے ہیں - ایک چھت ہے جس میں لکڑی کی کڑیاں ہیں اور ان میں بڑی دیدہ ریزی سے نقش و نگار بنائے گئے ہیں - دوسرا پتھر کا کھلا صحن ہے جس میں طلبا ایام گرما میں شب کو سوتے ہیں - پہلے اس میں دس محرابیں تھیں جن میں سے اب صرف چھہ رہگئی ہیں - مگر ان محرابوں میں صرف دو مشہور ہیں - ایک کا امام شافعی المذہب ہے اور دوسرے کا مالکی - کل مسجد میں صرف ایک منبر ہے جس پر کھڑے ہوکر امام جمعہ اور عیدین کا خطبہ پڑھتا ہے - اذان دینے کے لیے پانچ بہت بلند منارے ہیں جن پر چڑھکے موذن اذان کہا کرتے ہیں - جامع ازہر کی ایک عجیب و غریب رسم یہ ہے کہ یہاں موذن اندھے مقرر کیے جاتے ہیں تا کہ مناروں پر چڑھتے وقت پردہ نشین گھروں کی پردہ دری نہ ہو - جب موذن اذان کہنا چاہتے ہیں تو ایک بار " المیقـــاتی " کا نعرہ بلند کرتے ہیں - اس آواز کو سنکر اور مسجدوں کے موذن بھی اذان کے لیے طیار ہو جاتے ہیں -

مقریزی کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسم حج میں ان مناروں پر کثرت سے روشنی کی جاتی تھی جس سے ساری مسجد بقعۂ نور بن جاتی تھی - اس جلوۂ نور کے حسن منظر کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خلفاے فاطمیین نے صرف اسکی سیر دیکھنے کی غرض سے ایک قصر بنایا تھا -

دولۃ فاطمیہ جب اپنی زندگی کے دن پورے کرچکی اور ایوبیہ خاندان کا سب سے بڑا پرجوش ممبر سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب مصر پر قابض ہوا تو اس نے شیخ صدر الدین بن درباس شافعی کو مصر کا قاضی القضاة مقرر کیا - شوافع کے ہاں چونکہ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ نہیں ہوسکتی ' اسلیے جامع ازہر کے بدلے جامع حاکمی میں نماز جمعہ ہونے لگی ' کیونکہ یہ مسجد ازہر سے زیادہ وسیع تھی - تقریباً سو برس تک جامع ازہر میں نماز جمعہ موقوف رہی - جب سلطان ظاہر سنہ ۶۵۸ میں مصر کا حکمراں ہوا تو اس نے شافعی قاضی کو اس خدمت سے سبکدوش کرکے اسکی جگہ ایک حنفی قاضی القضاة مقرر کیا ' جس نے ازہر میں پھر جمعہ پڑھنے کی اجازت دیدی ' اور جب سے آج تک برابر یہاں نماز جمعہ بڑے شان و شوکت سے ادا کی جاتی ہے -

(مدرســـۃ الازهــر)

چونکہ یہ مقدس عمارت مذہبی شان کے ساتھہ دولۃ فاطمیہ کی یادگار تھی ' اسلیے جب کوئی شخص مصر پر نیا حکمراں ہوتا ' تو وہ کچھہ نہ کچھہ مذہبی خلوص یا بقاے نام کی غرض سے ان عمارتوں پر اضافہ کرتا جاتا جو گذشتہ سلاطین کے نام زندہ کر رہی تھیں - کسی نے دار الاقامۃ ' کسی نے حمام ' کسی نے باورچی خانے بنوادیے - چنانچہ اسوقت جامع ازہر کی وسعت ۱۲۲۵۰ گز ہے - یہاں کا ہر کمرہ جسکو ازہر کی اصطلاح میں رواق کہتے ہیں ' متوسط وسعت کا ہوتا ہے ' جس میں دو تین الماریاں بھی ہوتی ہیں - مختلف ممالک اسلامیہ کے لیے یہاں الگ الگ دار الاقامۃ ہیں ' اور انکا مہتمم جسکو ازہر کی زبان میں شیخ کہتے ہیں ' الگ ہوتا ہے ' اور اسـ

تقرر طلبہ کے انتخاب سے ہوتا ہے - شیخ الرواق کے فرائض رہی ہیں جو انگریزی کالجوں کے پراکٹر کے ہیں - ہر کمرہ میں چٹائیوں کا فرش ہوتا ہے جو ہر ششماہی پر بدل ڈالی جاتی ہیں -

جامع ازہر میں جہاں ' مصر ' شام ' بغداد ' حضرموت ' یمن ' کرد ' ترک ' حبش ' طرابلس ' ٹیونس ' افغانستان ' مراکش ' سوڈان ' جزیرہ جاوا ' اور حجاز کے لیے علحدہ علحدہ بورڈنگ ہیں ' وہاں غریب ہندوستان کے لیے بھی ایک خاص دارالاقامۃ ہے - انہی دارالاقامتوں میں طلبہ رہتے ہیں اور اسلیے تاکہ تعلیم کے سوا کسی اور طرف ملتفت نہوں ' انکو وظائف دیے جاتے ہیں - وظائف کی مقدار طالب علم کے احتیاج کے موافق ہوتی ہے ' کسی کو صرف کھانادیا جاتا ہے ' کسی کپڑے بھی دیے جاتے ہیں ' کسی کو ذاتی مصارف کے لیے نقد دیا جاتا ہے -

(مالی حالت)

سلاطین فاطمیہ میں سے پہلے پہل المعز لدین اللہ کے بیٹے العزیز باللہ نے طلبا و مدرسین کے وظائف مقرر کیے اور دارالاقامے بنواے - جمعہ کے دن یہ لوگ خود حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے - عید کے دن مدرسین کو خلعت دیا جاتا تھا - حاکم بامر اللہ نے ازہر کے لیے دو تنور اور ستائیس قندیلیں چاندی کی بنوائیں تھیں جو ایام رمضان میں روشن کی جاتی تھیں - ان کے سوا اکثر امراء و سلاطین ازہر کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کرتے تھے - سب سے پہلے جس نے جامع ازہر کے لیے جاگیر وقف کرکے عزت حاصل کی ' وہ دولت فاطمیہ کا علم دوست خلیفہ الحاکم بامر اللہ ہے - اسکے بعد یکے بعد دیگرے اور امراے سلطنت نے بھی جاگیریں وقف کیں - خاندان خدیوی نے بھی بڑی بڑی رقموں سے ازہر کی امداد کی ہے - حکومت خدیویہ ۶۶۱۱ - گینی سالانہ سے ازہر کی اعانت کرتی ہے - ازہر کی موقوفہ جاگیروں کی سالانہ آمدنی ۸۰۰۰ گینی سے کم نہیں ہے -

(طلباء ازہر)

' قاعدہ ہے کہ الناس علی دین ملوکہم - لوگوں نے جب دیکھا کہ امراء و سلاطین کی ازہر کی طرف خاص توجہ ہے ' تو مختلف ممالک سے کثرت کے ساتھ طلبہ تحصیل علم کے شوق میں جامع ازہر میں آنے لگے - مشکل سے کوئی مسلمانوں کی آبادی ہوگی جہاں کا کوئی طالب علم ازہر کی تعلیم سے مشرف نہ ہوا ہو - ابھی ازہر اپنے بچپن کی منزلیں بھی طے کرنے نہ پایا تھا کہ اسکی درسگاہ طلبا سے بھرگئی تھی ' اور اب تو اسکے آغوش درس میں دور دور کی علمی اولادیں پرورش پا رہی ہیں - حنفی ' شافعی ' حنبلی ' مالکی ' ترکی ' ہندی ' حجازی ' طرابلسی ' مختلف رنگ و بو کے پھولوں سے ازہر کا دامن پر ہے - سنہ ۸۱۸ - ہجری میں یہاں ۷۵۰ طالب علم تھے ' سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں یہاں کے طلبا کی تعداد ۱۱۰۹۵ تھی - سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں یہاں ۸۲۵۹ طالب علم تعلیم پارہے تھے - سنہ ۱۳۲۰ میں ۱۰۴۰۳ - طلبا تھے - ان طلبا کی تعداد بلحاظ اختلاف مذاہب حسب ذیل ہے :

حنفیہ	۲۹۵۱
مالکیہ	۲۶۵۴
شافعیہ	۴۵۶۹
حنابلہ	۲۹

مصریوں کے مقابلہ میں غیر مصری طلبا بہت کم ہیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہوگا :

شامی	۲۶۴	جبرت (ملک حبش)	۶
ترک	۱۰۴	ہندوستانی	۳
طرابلس الغرب	۵۱	حجازی	۷
جزائر	۲۷	جاوا	۷
مراکش	۲۲	افغان	۵
ٹیونس	۲۰	دارپور (سوڈان)	۱۲
کرد	۹	سنارہ (سوڈان)	۲۸
بغدادی	۲	برنو (سوڈان)	۱۴
بربری	۴۵	صلیح (سوڈان)	۱۳
			۶۴۵

(لباس)

ان طلبا کا کوئی ایک خاص لباس نہیں ہے جو انکی دلی یکجہتی کا عنوان بن سکے - ہر طالب علم اپنے وطن کی پوشاک پہنتا ہے - مگر یورپین ڈریس کوئی طالب علم نہیں پہنتا - عمامہ وہاں کے ضروریات لباس سے ہے - عموماً انکی وضع عربی ہے - سروں پر سفید رنگ کے عمامے ہوتے ہیں - بدن پر عبائیں ہوتی ہیں - ہاں سادات سبز عمامے باندھتے ہیں ' یہ سرکاری طور پر سنہ ۷۷۳ میں شعبان بن ناظر سلطان مصر نے سادات کیلیے یہ شناخت قرار دی تھی - اسی کی طرف اشارہ کرکے ایک شاعر ابو جابر نامی کہتا ہے :

جعلوا لابناء الرسول علامۃ
ان العلامۃ شان من لم یشهر

ترجمہ - لوگوں نے اولاد رسول کیلیے علامت مقرر کی ہے - لیکن علامت کی ضرورت گمنام لوگوں کے لیے ہے -

نور النبوۃ فی کریم وجوههم
یغنی الشریف عن الطراز الاخضر

ترجمہ - انکے چہروں سے نبوت کی روشنی چمک رہی ہے ' اسلیے انکو سبز پوشاک کی علامت کی حاجت نہیں -

(انتظام صحت)

پہلے یہاں طلبا کے صحت کا انتظام نہ تھا - دولۃ خدیویہ نے اسکی طرف توجہ کی اور صفائی کا اہتمام کیا - پہلے یہاں کی عمارت ہر طرف سے گھری ہوئی تھی - اب تازہ ہوا آنیکے لیے میدان وسیع کیا گیا ہے - ایک ڈاکٹر اور ایک عطار خانہ بھی خاص مدرسہ کے متعلق ہے جہاں سے دوائیں مفت دی جاتی ہیں -

(قواعد داخلۂ مدرسہ)

یہاں کسی طالب علم سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی ' جو طالب علم کہ صرف اسباق میں شریک ہونا چاہتا ہے ' اسکے لیے کوئی قید نہیں ہے ' ہر شخص شریک ہوسکتا ہے - ہاں البتہ دار الاقامہ میں داخل ہونیکے لیے مندرجہ ذیل شروط کی پابندی کی جاتی ہے :

(۱) پندرہ برس سے کم عمر نہو -
(۲) معمولی نوشت و خواند سے واقف ہو -
(۳) کم سے کم نصف قرآن مجید کا حافظ ہو -
(۴) اندھے طلبا کو پورا قرآن یاد ہونا چاہیے -

پہلے طالب علم کا قرآن میں امتحان لیا جاتا ہے - اگر صیغۂ امتحان نے اسکی کامیابی کی شہادت دی ' تو وہ جامع ازہر کے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ' وہاں اسکو چیچک کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے - یہاں سے فارغ ہوکر وہ ان اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جن سے اسکا سبق متعلق ہوگا - اگر انہوں نے اجازت دی تو اسکا نام اس بورڈنگ ہوس میں داخل کیا جاتا ہے جہاں وہ رہنا چاہتا ہے - اسکے بعد مدرسہ ازہر کے عام رجسٹر میں اسکا نام درج کیا جاتا ہے - یہ قواعد مصری طلبہ کے ساتھ مخصوص ہیں - غیر مصری طالب علم جب مدرسہ میں داخل ہونیکی درخواست کرتا ہے تو شیخ الرواق ' منتظمین اور سر برآوردہ طلبا کی ایک مجلس منعقد کرتا ہے - یہ مجلس اس طالب علم کا امتحان لیتی ہے اور کامیابی کے بعد اسکے داخلہ کی اجازت دیتی ہے -

(وظـــائف)

یہاں طلبا کو دو قسم کے وظائف دیے جاتے ہیں - اول ماہانہ نقد، دوم سامان خور و نوش - دونوں قسم کے طلبا کی ایک خاص تعداد ہے جن سے زائد کو مدرسہ وظیفہ نہیں دیتا جب تک اسمیں سے کوئی جگہ خالی نہو - کھانے میں ہر طالب علم کو زیادہ سے زیادہ چھہ روٹیوں تک لینے کا اختیار ہے - ازہر کا مذہبی اقتدار دیکھو کہ عمائد مصر خود تبرکا اپنے لیے ازہر سے روٹیاں مقرر کراتے ہیں - طلبا کی اس مالی امداد کی تعداد کم سے کم ۲ قرش یعنی ۵ آنہ، اور زیادہ سے زیادہ سو قرش ماہانہ یعنی پندرہ روپیہ دس آنہ ہے - اس وقت جامع ازہر میں تین ہزار وظیفہ خوار طلباء ہیں -

(اخـــلاق)

چونکہ جامع ازہر کے طلبا مختلف مذاہب کے ہیں اور مختلف ممالک کے باشندے ہیں، اسلیے انکے اخلاق و عادات پر کوئی رائے نہیں کیا جاسکتا - عموماً وہاں کے طلبا کے وہی اخلاق و عادات ہیں جو ہندوستان کے عربی خواں طلبا کے ہمیں نظر آتے ہیں -

(مدرسین)

جـامـع ازهـــر میں دو قسم کے علما ہیں، ایک وہ جو سنہ ۱۲۸۸ ھ سے (جس سے ازہر کا دور جدید شروع ہوتا ہے) پہلے کے ہیں، ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے - اس وقت انکی تعداد انسٹھہ ہے - دوسرے وہ علما ہیں جنکا تعلق ازہر سے اسکے بعد شروع ہوا ہے - ان دونوں قسم کے علما کی تعداد بحیثیت درجات حسب ذیل ہے :

مدرسین درجہ اول	۷۲
مدرسین درجہ دوم	۷۳
مدرسین درجہ سوم	۱۱۰

مدرسین درجہ اول کو اختیار ہے کہ وہ جو علم اور جو کتاب چاہیں پڑھا سکتے ہیں، کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے - درجہ دوم کے علما صرف صرف و نحو کی متوسط کتابیں پڑھا سکتے ہیں - درجہ سوم کے اساتذہ چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھاتے ہیں - درجہ ثانی و سوم کے مدرسین اگر درجہ اول میں آنا چاہیں تو اونکو درجہ اول کی مدرسی کا امتحان دینا ہوگا - خود مجلس انتظامیہ بھی ترقی دے سکتی ہے - بشرطیکہ انکی قابلیت و وسعت معلومات کا جوہر مجلس پر ظاہر ہوگیا ہو - بہ لحاظ اختلاف مذاہب مدرسین کی تقسیم حسب ذیل ہے :

حنفی	۷۲	شافعی	۱۰۰
مالکی	۷۷	حنبلی	۲

(تنخواہ)

حساب و جغرافیہ و ریاضی وغیرہ پڑھانے کیلیے بیس اساتذہ اور ہیں، پس تمام اساتذہ کی مجموعی تعداد ۲۷۲ ہوئی - ان اساتذہ کی تقسیم بحیثیت تنخواہ ماہانہ یہ ہے :

	روپیہ	آنہ	پائی
درجہ اول	۲۳	۲	۰
درجہ ثانی	۱۵	۱۰	۰
درجہ ثالث	۹	۱۱	۶

یہ نقشہ صرف اُن اساتذہ کی تنخواہ کو بتلاتا ہے جو دور جدید کے بعد مقرر کیے گئے ہیں - دور جدید سے پہلے کے علما کے مشاہرے اِن سے زیادہ ہیں - مدرسین کو خورو نوش کے سامان کی تکلیف نہیں دی جاتی، مشاہرہ کے علاوہ کھانا اور رہنے کے لیے کمرے بھی دیے جاتے ہیں، جہاں ضروریات زندگی کے سامان موجود رہتے ہیں -

(لباس)

ازہر میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ خدیو کی طرف سے علما کو سالانہ پوشاکیں ملتی ہیں، اور اب کپڑوں کے بدلے انکی قیمت ہی دیدیجاتی ہے - مدرسین کی بوجہ اختلاف ملک و ملت کوئی خاص پوشاک نہیں ہے، مگر عموماً سب عربی لباس زیب بدن کرتے ہیں - البتہ جدید تعلیم یافتہ اساتذہ جو حساب و جغرافیہ کی تعلیم دیتے ہیں، فرنچ ڈریس پہنتے ہیں -

مدرسین سرکاری کمیٹیوں اور مجامع عامہ میں ایک خاص وضع کی پوشاک پہنتے ہیں، جسکو مصر کی زبان میں " کسارہ تشریفیہ " یعنی عزت کا لباس کہتے ہیں - یہ لباس حکومت مصری اُس شخص کو بھی بطور خلعت کے دیتی ہے جو کوئی خاص علمی قابلیت رکھتا ہے -

(اعـــزاز)

علماے ازہر پر سلطنت کا بہت کم دباؤ پڑتا ہے - مصر میں کیا کیا انقلابات نہ ہوے - فاطمیین، ایوبین، چراکسہ، دولۃ عثمانیہ کی یکے بادیگرے سلطنتیں قائم ہوئیں، مگر ازہر جس شان سے پہلے تھا اب تک اُسی شان سے قائم ہے - اب بھی سیاست کا اثر علماے مصر پر بہت کم ہوتا ہے - انکو ایک حد تک آزادی نصیب ہے، اسی لیے خواص و عوام انکو نگاہ عزت سے دیکھتے ہیں - شیوخ ازہر جب سوار ہو کر بازاروں میں نکلتے ہیں، تو دوکاندار اٹھہ اٹھہ کر تعظیم کرتے ہیں اور رکاب کو بوسہ دیتے ہیں - جب شروع شروع یہاں ریل جاری ہوئی ہے تو سعید پاشا نے علما کے لیے کرایہ معاف کردیا تھا - اب بھی نصف کرایہ لیا جاتا ہے - ازہر کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب کوئی مدرس انتقال کرتا ہے تو اُسکی تنخواہ اُسکی اولاد پر تقسیم کرکے انھیں ازہر میں جبری تعلیم دلائی جاتی ہے -

(تعلیم و تدریس)

جامع ازہر کی علمی زندگی کی ابتدا سنہ ۳۶۵ سے ہوتی ہے جبکہ دولۃ فاطمیہ کو مصر پر قبضہ کیے ہوے آٹھہ سال گذر چکے تھے - چونکہ سلطنت کا مذہب اسوقت شیعہ تھا، اسلیے صفر سنہ ۳۶۵ ہجری کو قاضی علی بن نعمان نے جامع ازہر میں شیعی فقہ پر املا کیا، اور اب وہ کتاب کی صورت میں موجود ہے جسکا نام الاقتصار ہے - جب تک فاطمیہ دولت رہی، یہاں شیعی فقہ کا درس ہوتا رہا - جمعہ کو خود امراے سلطنت اور خلیفۂ فاطمی درس کی شرکت سے مشرف ہوتے تھے - دولت فاطمیہ کی اُس شاہانہ توجہ کو دیکھکر جو معقولات و ریاضی کی طرف ملتفت تھی، یہ قرینۂ غالب معلوم ہوتا ہے کہ ازہر میں علوم عقلی و ریاضی کی بھی تعلیم ہوتی ہوگی - دولت فاطمیہ کے علمی خزانہ میں ایک لاکھہ کتابیں تھیں جن میں سے چھہ ہزار صرف علم طب کی تھیں - دو کرۂ فلکی تھے جن میں ایک چاندی کا تھا اور اُسکی نسبت مشہور تھا کہ وہ خود بطلیموس کے ہاتھہ کا بنایا ہوا ہے اور اسکے بنانے میں تین ہزار اشرفیاں صرف کی گئی ہیں - خدا جانے گردش چرخ نے اسکو یہاں کیونکر پہونچا دیا ؟ ایک جغرافیائی نقشہ بھی تھا جس میں کاغذ کے بدلے نیلگوں ریشمیں کپڑے کی زمین تھی اور اُس میں دنیا کے تمام پہاڑ، دریا، آبادیاں، سونے چاندی سے بنائی گئی تھیں -

جامع ازہر میں دو سو دو برس تک شیعی علوم کا درس ہوتا رہا - سنہ ۵۶۷ میں جب دولۃ فاطمیہ برباد ہوگئی اور اُسکی جگہہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب جو سلطنت ایوبیہ کا ایک پرجوش ممبر تھا تخت مصر پر جلوہ افروز ہوا، تو اُس نے دو اور نئے مدرسے تعمیر کرائے - ایک میں فقہاے شافعیہ درس دیتے تھے، دوسرے میں علماے مالکیہ، اور اس خیال سے کہ شیعی سلطنت کی کوئی زندہ یادگار مصر میں باقی نرہے، اُس نے جامع ازہر میں تدریس موقوف کرادی - چنانچہ پورے ایک سو دس برس تک جامع ازہر کی درسگاہیں شرف تدریس سے محروم رہیں - سنہ ۶۵۸ ہجری میں جب ایوبیہ خاندان چراکسہ کے ہاتھہ سے برباد ہوا اور سلطان ظاہر مصر پر قابض ہوا، تو اُس نے پھر ازہر کی آراستگی کا حکم دیا - اب گویا ازہر کی علمی زندگی دوبارہ شروع ہوتی ہے، اور اپنی

أسی پہلی شان و شوکت سے مختلف الاوطان اور مختلف المذاهب طلبا و مدرسین کا گلدستہ نظر آنے لگتا ہے - امراء و سلاطین کی علمی فیاضیاں پھر ازهر کو روز بروز ترقی دینی لگیں - دور دور سے جامع ازهر کی علمی کشش طلبا کو کھینچ لائی - اعراق ' بغداد ' غرناطه ' ٹیونس ' عسقلان ' تبریز ' اندلس ' اصفہان سے طلبا آرہے تھے - علم کے ذوق و شوق میں دور دراز سفر کی مصیبتوں کو کچھه خاطر میں نه لائے ' گمنامی اور جہل کے بادلوں میں چھپے هوے ازهر میں داخل هوئے ' اور علم و شہرت کی روشنی سے درخشنده هوکر نکلے - امام عز الدین بن عبد السلام ' امام سبکی ' شهاب قرآنی ' ابن هشام سراج بلقینی ' شیخ جلال الدین سیوطی ' ابراهیم بن عیسی اندلسی ' عز الدین عمر بن عبد الله عمر القدسی ' ابو حیان محمد بن یوسف غرناطی ' تاج الدین تبریزی ' امام اصفهانی ' امام زیلعی ' حافظ عراقی ' حافظ ابن حجر عسقلانی ' علاء الدین حموی ' رضی شاطبی ' محمد بن محمد بغدادی ' قاسم بن محمد ٹیونسی ' شیخ الاسلام زکریا انصاری ' یه تمام لوگ جو آسمان علم کے آفتاب و ماهتاب هیں ' اسی درسگاہ کے فیضیاب اور اسی میخانه علم کے جرعه نوش تھے !

(نصاب تعلیم)

دولۃ فاطمیه کے بعد جامع ازهر میں اول اول فقه شافعی کا درس دیا گیا ' اسکے بعد اور مذاهب کے علوم کا بھی درس دیا جانے لگا - گو یہاں معقولات کی بھی تعلیم هوتی تھی ' مگر چونکه ابتدا هی سے جامع ازهر میں ایک مذهبی شان قائم هوگئی تھی ' اسلیے اُس کی درسگاہ رفته رفته عقلی علوم سے محروم هوگئی -

سنه ۱۳۰۰ تک اس خیال میں کوئی تبدیلی نہیں هوئی ' مگر جب چودهویں صدی کا آفتاب طلوع هوا ' تو علماء و امراے مصر کو خیال هوا که ازهر میں معقولات کی تعلیم بھی لازمی طور سے هونی چاهیے - مگر چونکه عوام کے دماغ میں یه خیال راسخ هوچکا تھا که مذهبی مدارس کو فلسفیانه تعلیمات سے پاک هونا چاهیے ' اسلیے سنه ۱۳۰۵ میں ایک استفتا شیخ محمد انبانی شیخ الاسلام مصر و شیخ جامع الازهر اور شیخ محمد المہدی مفتی مصر کی خدمت میں پیش کیا گیا که علوم عقلیه طبیعیات (فزکس) کیمیا (کیمسٹری) ریاضی (میتھیمیٹکس) کی تعلیم کی اسلام اجازت دیتا هے یا نہیں ؟ بالاتفاق دونوں نے اسکی اباحت بلکه ضرورت کا فتوی دیا - اُسوقت سے معقولات جامع ازهر کے درس میں داخل هیں مگر سرکاری طور پر یه علوم عباس علمی پاشا خدیو حال کے عہد میں ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ کو داخل کیے گئے - اب ازهر میں فلسفه ' منطق ' حساب ' جغرافیه ' تاریخ اسلام ' ریاضی ' هندسه ' تقریر و تحریر وغیره کی بھی تعلیم دی جاتی هے ' اور بغرض تشویق طلبه معززین مصر نے علوم جدیده میں کامیاب هونے والے طلبه کے لیے سالانه وظائف مقرر کردیے هیں -

بالفعل جامع ازهر کی پوری مدت خواندگی میں حسب ذیل علوم پڑهاے جاتے هیں : صرف ' نحو ' معانی ' بیان ' بدیع ' فقه ' اصول فقه ' حدیث ' اصول حدیث ' تفسیر ' علم کلام ' علم الاخلاق ' حساب ' جبر ' مقابله ' علم عروض و قافیه ' تاریخ اسلام ' منطق ' علم الخطابه و الکتابة ' علم لغت ' جغرافیه ' علوم عقلیه فلسفه -

جامع ازهر کا کوئی مطبوعه نصاب موجود نہیں هے ' اسلیے ازهر کی داخل نصاب کتابوں کے نام نہیں بتاے جاسکتے ' مگر عموماً وهاں کتابیں پڑهائی جاتی هیں - ان میں سے اکثر وہ کتابیں هیں جو هندوستان میں نہیں پڑهائی جاتیں - علوم بھی حسب ذیل عام هندوستانی عربی مدارس سے زیاده هیں -

(علم صرف)

مراح مؤلفه احمد بن مسعود ' کافیه ' ابن حاجب مع شرح شیخ الاسلام رضی ' تصریف مع شرح سعد تفتازانی ' ترصیف ' نظم العقود للعطاری ' لامیة الافعال ابن مالک ' رساله الجوهرة فی فن الاشتقاق -

(علم نحو)

اجرومیه مع شروح ' توضیح ابن هشام مع شرح ' ازهریه مع شروح ' قطر الندی عبد الله بن هشام ' مذهب ابن هشام ' الفیه ابن مالک مع شروح ابن عقیل و اشمونی ' مغنی اللبیب ابن هشام - تسهیل ابن مالک -

(علم اللغة)

قاموس فیروز آبادی مع شرح سید مرتضی ' صحاح جوهری ' مختار الصحاح رازی ' المصباح المنیر ' فقه اللغة امام منصور ثعالبی ' اساس زمخشری ' المزهر علامه و حافظ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی ' لسان العرب جمال الدین انصاری -

(فقه حنفی)

نور الایضاح شیخ شرنبلانی ' کنز نسفی مع شروح طلائی و ابن نجیم و زیلعی عینی ' تنویر الابصار مع شرح حصفکی ' البدایه امام مرغینانی ' الهدایة ' الغایة ' فتح القدیر ' الاشباه و النظائر ابن نجیم ' کتاب الخراج امام ابو یوسف ' ملتقی للشیخ حلبی مع شرح حصفکی ' مجمع البحرین ابن ساعاتی ' قدوری ابوالحسن بغدادی ' جامع الفصولین ابن قاضی سماویة -

(فقه مالکی)

عشماویه شیخ عشماوی مع شرح ابن ترکی ' العزیه ' رساله ابن ابی زید مع شرح اقرب المسالک ' مختصر خلیل مع شروح المجموع ' العاصمیة ' البقرة ' القصاری -

(فقه شافعی)

التقریب شیخ احمد مع شرح خطیب شربینی ' الاشباه و النظائر جلال الدین سیوطی ' التحریر شیخ الاسلام زکریا ' منهج الطلاب ' منهاج الطالبین شیخ محی الدین یحی نووی ' العباب ' نهج الطلاب ' البهجة ' الوجیز امام غزالی ' الروض نووی ' الارشاد ' کشف النقاب ' فتاوی ابن حجر ' فتاوی الرملی ' الرحبیه ' الترتیب ' کشف الغوامض ' الفیه -

(فقه حنبلی)

متن الدلیل ' الغایة ' زاد المتقنع ' متن المنتهی ' الاقناع ' المقنع لابن قدامه ' مختصر المقنع ' الانصاف ' الفروع ' تصحیح الفروع ' مختصر الشاطبی -

(اصول فقه)

جمع الجوامع للسبکی مع شرح قاضی عضد ' منار الانوار النسفی مع شرح ابن مالک و حصفکی و ابن نجیم ' التنقیح لصدر الشریعة ' تنقیح الفصول ' الورقات الامام الحرمین ' مع شروح الورقات للحطاب ' التحریر للکمال بن ابی الهمام ' فصول البدائع ' المرآت -

(علم حدیث)

صحیح بخاری مع قسطلانی و عسقلانی و عینی و زکریا انصاری ' صحیح امام مسلم مع شرح محی الدین نووی ' مختصر البخاری شیخ ابن ابی جمره ' الشفاء قاضی عیاض مع شرح خفاجی و ملا علی قاری ' موطا امام مالک مع شرح زرقانی و ابن عبد البر ' الجامع الصغیر للسیوطی ' مع شروح ' الاذکار امام نووی مع شرح ' التجرید ' شمائل ترمذی ' الترغیب و الترهیب امام منذری ' الاربعین امام نووی ' صحیح ترمذی ' صحیح نسائی ' صحیح الاشعث ' صحیح ابن ماجه ' مواهب لدنیه امام قسطلانی ' السیرة الحلبیه امام حلبی -

۱ ـ مآثر الكرام - و سرو آزاد

مصنفهٔ

حسان الهند مولانا مير غـلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حكيم شمس الله قادري صاحب - ايم - اے - ايس - ايف آر - ايچ - ايس - عالم آثار قديمه كا

ريويو

علم تاريخ كي دو قسميں هيں - ايک وه سلسله واقعات هے كه جس ميں مختلف قوموں اور سلطنتوں كے عروج و زوال سے بحث كي جاتي هے ' اور جس كو عرف عام ميں تاريخ يا هسٹري كے نام سے تعبير كرتے هيں - دوسري قسم وه هے كه جس ميں كسي ملک و قوم كے افراد كا تذكره كيا جاتا هے' اس كو اسماء الرجال يا بيوگريفي كہتے هيں -

اسماء الرجال جس كو دوسرے الفـاظ ميں تذكره نويسي بهي كہتے هيں كم و بيش قديم الايام سے چلا آتا هے - عبراني' يوناني' رومي لٹريچر ميں اس قبيل كي بہت سي كتابيں موجود هيں - ليكن اُن ميں زياده تر ملكي بهادروں كے نامي كارنامے يا اوليا و شهدا كے كشف و كرامات منضبط هيں - قرون وسطى ميں مسلمانوں نے اِس فن كو اس قدر ترقي دي كه جس كي نظير دنيا ميں نهيں مل سكتي - ان لوگوں نے تراجم ' طبقات ' وفيات و اعيان وغيره كے عنوانوں ميں هزاروں كتابيں لكهه ڈاليں' اور ان ميں علماء و فضلا ' شعرا ' حكما ' امرا وغيره وغيره غرض هر طبقه كے لكهوكها آدميوں كا تذكره قلم بند كرديا - اس موقعه پر يه ظاهر كردينا بهي خالي از دلچسپي نه هوگا كه يه تمام كارنامے ان مسلمانوں كے تهے جو بـلاد ايران ' روم و شام و مصر ميں رهتے تهے - برخلاف اس كے هندوستان كے مسلمانوں نے اس كے ساتهه بهت بے اعتنائي سے كام ليا -

مسلمانان هند كي تاريخ پانچويں صدي هجري سے شـروع هوتي هے - اس زمانے سے ليكر مغل ايمپائر كے انحطاط تـک هندوستان كي مردم خيز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامي اهل كمال پيدا هوے هيں - مگر افسوس هے كه ان كے حالات مصنفين كي بے التفاتي سے اس طرح ناپيد هوگيے كه اس وقت باوجود تلاش و تجسس كے بهي نهيں مل سكتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارهويں صدي ميں ايک نامي گرامي مصنف گزرے هيں - انهوں نے اسماء الرجال ميں بهت سي كتابيں لكهي هيں' اور موقعه پر فخر كے ساتهه اس امر كا ذكر كيا هے كه وه هندوستان ميں اسماء الرجال كے سب سے پہلے مصنف هيں - چنانچه اُن كي اصل عبارت يه هے :

" و پيش از من احدى آستين سعي بايں درجه نه شكسته و كمر خدمت بزرگان سلف و خلف بايں جد و جهد نه بسته " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچه ملا عبد القادر بدايوني اور شيخ ابو الفضل - بختـاور خان عالمگيري وغيره مورخين نے اپني تاريخوں ميں اپنے معاصرين كا تذكره بهي قلم بند كيا هے - ليكن يه تحريرات اس موضوع پر مستـقل تصنيف كي حيثيت نهيں ركهتي هيں - مولانا آزاد اسماء الرجال كو ايک مستقل فن قرار ديكر اس كے مختلف شعبوں پر متعدد كتابيں تصنيف كيں مثـلاً :

تراجم علما ميں سبحة المرجان ' مآثر الكرام - تراجم شعرا ميں يد بيضا - خزانهٔ عامره - تراجم صوفيه ميں روضة الاوليا ' شجرهٔ طيبه ' وغيره وغيره - اس اعتبار سے اگر هم يه كہيں تو كچهه بيجا امر نه هوگا كه مولانا آزاد بلگرامي هندوستان ميں اسماء الرجال كے سب سے پہلے مصنف هيں -

مآثر الكرام اسماء الرجال كي ايک قابل قدر اور بيش قيمت كتاب هے - علامه مصنف نے اس كے دو حصے قرار دیے هيں - پہلے حصه ميں ان ڈيڑه سو (۱۵۰) مشاهير علما و صوفيه كا تذكره قلم بند كيا هے' جو فتح اسلام سے ليكر بارهويں صدي هجري كے خاتمه تک سرزمين هندوستان كے مختلف شهروں ميں گزرے هيں - دوسرا حصه جس كا نام سرو آزاد هے شعرا كے متعلق هے - اس ميں فارسي اور هندي كے (۱۵۱) شعرا كا تذكره هے - اور هر ايک شخص كي نسبت وه تمام باتيں درج كردي هيں جو اس كي سوانح عمري كے ليے ضروري اور كار آمد هيں - مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعليم و تربيت ' تلامذه - اخلاق و عادات ' تصنيف و تاليف وغيره

اور ان كے ضمن ميں بهت سے تاريخي واقعات و علمي نكات كا تذكره بهي آگيا هے -

مصنف نے حصه اول كو دو فصلوں پر مرتب كيا هے - پہلي فصل ميں اولياے كرام كے حالات هيں - دوسري فصل ميں علما و فضلا كا تذكره هے - هر فصل كي ابتدا ميں ايک تمهيد هے - پہلي تمهيد ميں هندوستان ميں مسلمانوں كے آنے اور اسلام كے اشاعت پانے كا ذكر هے - اسي طرح دوسري تمهيد ميں اهل اسلام ميں علوم و فنون كے پهيلنے اور خلفاے بغداد و اندلس كے مشاغل علمي كا بيان هے -

حصه دوم يعني سرو آزاد كي ابتدا ميں ايک مقدمه هے جس ميں فارسي شاعري كي تاريخ بيان كي هے - شعرا كے تراجم درج كيے هيں اور اس كے ضمن ميں موقع بموقع شعر و سخن كے قيمتي نكات كا بهي تذكره كرديا هے -

ان دونوں حصوں ميں ايک خاص باب يه هے كه اكثر مشاهير دكن كے حالات بهي آگئے هيں' اور نواب نظام الملک آصفجاه اور آنكے خاندان كا تذكره اس شرح و بسط كے ساتهه لكها هے كه آن كے هم زمانه تصنيفات سے كسي ميں بهي نهيں مل سكتا -

بارهويں صدي كے نصف آخر ميں جو حوادثات پيش آے هيں مصنف نے آنكا ذكر نهايت عمدگي سے بيان كيا هے' اور بعض باتيں تو ايسي لكهي هيں كه جو كسي دوسري تاريخ ميں مشكل سے مل سكتي هيں' اور جو حضرات تاريخ دكن سے مذاق ركهتے هيں اُن كيليے يه حصه (سرو آزاد) ايک لا جواب تحفه هے -

فن تراجم ميں يوں تو هندوستان ميں بهت سي كتابيں لكهي گئي هيں - ليكن ان ميں صرف دو كتابيں ايسي هيں جو هر زمانه ميں عزت و رفعت كي نگاهوں سے ديكهي جا سكتي هيں - ان ميں ايک ماثر الامرا هے جس ميں هندوستان كے بڑے بڑے وزرا' امرا اور عهده داروں كا تذكره منضبط هے - دوسري كتاب ماثر الكرام اور اس كا حصه دوم سرو آزاد هے' جس ميں علما' فقرا اور شعرا كے حالات لكهے هيں' اور هر ايک كا حال اس تفصيل سے درج هے كه كسي دوسري كتاب ميں اس كي نظير نهيں مل سكتي -

ماثر الامرا كو بنگال ايشياٹک سوسائيٹي كي علم دوست جماعت نے مدت هوئي كه تين ضخيم جلدوں ميں چهاپ كر شايع كرديا هے - ليكن ماثر الكرام كے دونوں حصے ابهي تک گوشهٔ گمنامي ميں پڑے هوے تهے -

خدا بهلا كرے مولوي عبد الله صاحب كا كه باوجود بے بضاعتي هونيكے اس كتاب كو نهايت اعلى اهتمام سے چهپوا كر هندوستان كي علمي تاريخ ميں ايک قابل قدر اضافه كيا هے ' اور تمام اهل ملک كو ان كے احسان كا مشكور هونا چاهيے - اور جو حضرات تاريخي مذاق ركهتے هيں ان كے ليے يه دونوں چراغ هدايت كا كام دينگے -

پہلے حصه كے (۳۳۴) اور دوسرے حصے كے (۴۲۲) صفحات هيں - ان كي قيمت حسب ذيل ركهي گئي هے :

ماثر الكرام	قيمت	۲ روپيه	علاوه محصول ڈاک
سرو آزاد	قيمت	۳ روپيه	علاوه محصول ڈاک

۲ ـ اعظم الكلام في ارتقاء الاسلام

(يعني اردو ترجمـه)

" پرپوزڈ پوليٹكل اينڈ سوشيل ريفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفه

نواب اعظم يار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب كا ريويو

اس كتاب ميں علامه مصنف نے بزبان انگريزي سنه ۱۸۸۳ ع ميں ايک يورپين عالم ريورنڈ مالكم ميكال كے اس اعتراض كي ترديد ميں كه " مذهب اسلام مانع ترقي هے " قرآن ' حديث ' فقه ' اور تاريخ سے نهايت عالمانه طريق پر يه ثابت كيا هے كه اسلامي روحاني اخلاقي اور دماغي ترقي كا حامي ' تغير زمانه كے ساتهه تمدن و سياست كا ساتهه دينے والا' اور زنده ضروريات كے مطابق هر قسم كے قوانين كي بنياد بننے كي صلاحيت ركهنے والا مذهب هے - اُس نے فطرت جمود و خمود كے منافي هے - اسي ضمن ميں اسلام كے متعلق دوسرے يورپين مصنفين مثلاً سر وليم ميور' سوتهه اسمتهه ' پادڈاس

هير - سيل وغيره كي غلط بيانيوں كي اصلاح بهي مشرقي اور مغربي حوالوں سے كي گئي هے ' اور صدها اسلامي مسائل متعلق معاشرت و سياست پر عالمانه بحث كي گئي هے -

غرض كه يه كتاب اسلامي تمدن و سياست كا خلاصه هے ' اور اس ميں وه مسائل جمع كيے گئے هيں ' جن پر هزارها اسلامي كتب كے مطالعه كے بعد بهي به مشكل عبور هوسكتا هے - اور يه كهنا بالكل مبالغه سے خالي هے كه جو قيمتي معلومات اس مختصر كتاب ميں جمع كي گئي هيں وه آج تک زبان اردو ميں نهيں مليگي ' جس كا ثبوت فهرست مضامين كتاب هذا سے مليگا -

اس پر آشوب زمانه ميں جب كه هر طرف سے مسلمانوں كے تمدن و سياست اور اُن كے ملكي وقومي اخلاق پر حملے كيے جارهے هيں ' اور دكهلايا جاتا هے كه اُنكا وجود كرهٔ ارض كي تهـذيب و شايستگي كے حق ميں ايک بار اور سد راه هے ' اس كتاب كا مطالعه تمام علـم دوست حضرات اور خصوصاً تعليم يافته مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات كو بيحد مفيد هوگا ' جنهوں نے محض حب اسلامي اور حب قومي سے اپني زندگي مذهب اسلام كي حمايت كيليے وقف كركهي هے ' اور جن كو رات دن يه فكر دامنگير رهتي هے كه مذهب اسلام كو نئي روشني و تهذيب كا ساتهه دينے والا ثابت كيا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے كيے جارهے هيں ' اُنكي مدافعت عالمانه طور پر كي جاے - اس لحاظ سے يه كتاب اسلامي مشنريوں كو نهايت اعلى درجه كے هتهيار كا كام ديگي - كيونكه علامه مصنف نے اس كتاب ميں الزامي جوابوں سے كام نهيں ليا ' بلكه هر اعتراض كا جواب تحقيقي ' اور قرآن وحديث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاريخ وفقه اور مقننين اسلام ' اور مسلمانوں كے زنده زمانه كي مثالوں سے ديا هے - اور بالمقابل دوسرے مذاهب خصوصاً عيسائيت كے قانون اور فقه كا ذكر كركے يه نتيجه نكالا هے كه اسلام نے دنيا كي تهذيب و شايستگي كے حق ميں كيا كيا ' اور مخالفين نے كيا -

غرضكه مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت كيا هے كه مذهب اسلام صرف سرزمين عرب اور خاص مسلمانوں كے حق ميں هي مفيد نهيں هے ' بلكه وه يه آيهٔ رحمت هے جس پر تمام دنيا كي ديني و دنيوي فلاح منحصر هے ' اور اس كا نيچر ايسا پر حكمت هے كه ملک و قوم اور زمانه كا ساتهه دے سكتا هے ' اور اس طرح وه ايک زنده مذهب هے ' اور ريونڈ ملكم ميكال كا اعتراض تاريخي شهادتوں كے بالكل خلاف هے -

مرحوم مصنف نے اس كتاب كو دو حصوں پر تقسيم كيا هے - پہلے حصه ميں نهايت شرح و بسط كے ساتهه مسائل تمدن و سياست پر بحث كي هے ' جس ميں جزيه ' دار الحرب ' دارالاسلام ' حقوق ذميان ' شهادت غير مسلمين ' حقوق رعايا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غير ' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذهبي آزادي ' تعمير گرجا ' معاهدوں كي پابندي ' خلفاء اسلام كي تاريخي مسالمت ' قانون بين الاقوام وغيره كا تفصيلي ذكر هے -

دوسرے حصه ميں مسائل معاشرت كو اسلامي روشني ميں دكهلايا گيا هے ' اور مسائل طلاق و نكاح ' تعدد زوجات ' اور غلامي و تسري پر مفصل بحث كي گئي هے -

اس كے علاوه حصه اول كے شروع ميں مصنف نے ايک مفصل مقدمه بهي لكها هے - اس مقدمه ميں اُن اهم امور پر بحث كي گئي هے جو اسلامي فقه كے اصل الاصول هيں ' يعنے فقه كے دور ' مذهب اربعه كا شيوع ' اختلاف زمان و مكان سے مسائل فقهي كا بدلتا رهنا ' قياس و اجماع اور عدم اختتام اجتهاد وغيره -

اس كتاب ميں سلطنت تركي كي سياسي حالت كا ذكر بهي آيا هے - علامه مصنف نے اس سلسله بيان ميں اُن تمام اعتراضات كي قلعي بهي كهولدي هے جن كا سنگ بنياد مهذب يورپ اسپر ركهتا هے كه اسلام كا كانسٹي ٹيوشن اس كے تنزل كا باعث هے ' اور اسي مناسبت سے مصنف نے اس كتاب كو سلطان عبد الحميد خان كے نام ڈيڈيكيٹ كيا تها -

محض قومي خدمت كي غرض سے اردو زبان ميں اس كا ترجمه كيا گيا هے - ترجمه كي خوبي كے باره ميں صرف اسقدر كهديںا كافي هے كه اس كا مترجم موجوده زمانه كا وه مسلم الثبوت انشا پرداز هے جس كے وجود سے اردو زبان زيربار احسان هے ' جسكا نام نامي مولوي عبد الحق صاحب بي - اے (عليگ) هے -

اس كتاب كا ترجمه كچهه آسان نهيں تها - كيونكه گو يه انگريزي زبان ميں تهي ' اور يه بات ايک معمولي سي معلوم هوتي هے ' ليكن اس كو اردو كا جامه پهنانے كے ليے اسلامي معلومات اور عربيه كي سخت ضرورت تهي - كيونكه اس كتاب ميں هزارها آيات قراني ' احاديث ' مسائل فقه ' اور سيكڑوں كتب علميه عربيه كے اقتباسات ديے گئے هيں ' جن كا ترجمه بغير اصل كے مقابله كيے هوے نهيں هوسكتا تها ' اور نه اصلاحات عربيه قائم ره سكتي تهيں - لهذا اس كتاب كے ترجمه ميں مترجم نے جو جانكاهي و جانفشاني كي هے وه بجاے خود ايک مستقل تصنيف كا درجه ركهتي هے اور اس لحاظ سے يه كتاب اُن حضرات كو چراغ هدايت كا كام ديگي جو اعلى درجه كي كتب علميه كا ترجمه كرنا چاهتے هوں -

اس محنت كے علاوه فاضل مترجم نے اصل پر بهت كچهه اضافه بهي كيا هے ' يعنے ايک بسيط اور جامع مقدمه بهي تحرير كيا هے - جو تين حصوں پر مشتمل هے :

حصه اول ميں علامه مصنف كے حالات زندگي قلمبند كيے هيں ' جو بجاے خود ايک نهايت عمده اور مفيد چيز هے - اور اُن سے يه سبق ملتا هے كه مصنف نے محض اپني كوشش اور مطالعه سے يه علمي پايه اور مراتب دنياوي حاصل كيے ' جس كي مثال اب تک نئے تعليم يافته لوگوں ميں نهيں پيدا هوئي - گويا مصنف كي سوانح عمري سيلف هلپ كا ايک كامل نمونه هے -

حصه دوم ميں علامه مصنف كي دوسري تصانيف تحقيق الجهاد تررپرافت ' كتاب زير بحث اور ديگر كتب پر ريويو كيا گيا هے -

حصه سوم ميں فاضل مترجم نے اُن آراء و خيالات كو جمع كيا هے جو مشاهير عهد اور علماے يورپ نے كتاب هـذا كي نسبت ظاهر كيے تهے ' مثلاً ڈاكٹر هنٹر ' ڈبليو - سي بلنٹ ' مصنف فيوچر آف اسلام ' ڈاكٹر اسپرنگر اور سر سيد مرحوم وغيره -

ڈاكٹر اسپرنگر اپنے زمانه كا مشهور عالم شرقيات گزرا هے ' اُس كا خط خصوصيت سے قابل ذكر هے - يه خط نهايت دلچسپ اور عالمانه هے - اس ميں مسلمانوں كے ترقي و تنزل كے اسباب اور اُن كے علمي كارناموں پر مفصل بحث كي گئي هے - يه خط كتاب كے شايع هونے كے بعد مصنف كو لكها گيا تها - جس ميں اُن خيالات كي بيحد تعريف كي گئي هے ' جو اس كتاب ميں ظاهر كيے گئے هيں ' اور مجبوراً اُس كو يه تسليم كرنا پڑا هے كه واقعي مذهب اسلام كے اصول كسي قوم كي ترقي ميں سد راه نهيں هو سكتے - بلكه ناقص تعليم و تربيت نے مسلمانوں كو اس قعر مذلت ميں ڈال ركها هے ' لهذا ضرورت اس بات كي هے كه نصاب تعليم ميں اصلاح كي جاے تاكه انساني ترقي كا وه اعلى مقصد حاصل هو سكے جو مذهب اسلام كا منشاء هے - چنانچه اُس نے اس خط ميں ايک كورس كا خاكه بهي پيش كيا هے ' جس سے مصلحان تعليم قديم كو اس تعليمي انقلاب كے زمانه ميں بهت كچهه مدد مل سكتي هے - خصوصاً ايسي حالت ميں جبكه قيام محمڈن يونيورسٹي عليگڈه كا مسئله بهي خواهان قوم كے پيش نظر هے -

اگرچه مصنف كا زمانه كچهه بهت دور نهيں هے ' ليكن اردو خواں پبلک سے اُس كا تعارف كرانا ضرور هے ' كيونكه مصنف اكثر و بيشتر ايسے خيالات انگريزي زبان ميں ظاهر كرتے تهے -

اس مختصر ريويو ميں مصنف كي علمي اور شخصيت پر مفصل روشني نهيں ڈالي جاسكتي - كيونكه وه ايک ايسا جامع صفات شخص هے جو اپنے تعارف كے ليے نهايت دقت نظر كا محتاج هے - تاهم اس كتاب كا پوزيشن بتانے اور پبلک كي واقفيت كے ليے كچهه نه كچهه لكهنا ضرور هے -

مصنف مرحوم سر سيد مرحوم كے اصحاب ميں سب سے زياده عالم اور دقيق النظر اور وسيع معلومات كا شخص تها - ليكن اُسي قدر سب سے زياده خاموش تها - اور هر وقت مطالعه ميں مصروف رهتا تها - باوجود عالم شرقيات هونے كے وه هميشه اپنے خيالات انگريزي زبان ميں ظاهر كرتا تها - اور اُس كا روے سخن اُن علماے اقوام غير كي طرف رهتا تها جن كا مقصد زندگي يه تها كه مذهب اسلام كو تمام ممكن پهلوؤں سے مورد مطاعن بنايا جاے - لهذا مصنف مرحوم نے بهي اپنا اعلى مقصد زندگي يه قرار ديا تها كه مذهب اسلام كي حمايت ميں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف كردے - جو لوگ انگريزي ميں مصنف كي تصانيف تک رسائي ركهتے هيں وه اس كے علمي مطمح نظر اور ايثار نفس سے بخوبي واقف هيں -

… ہیں کہ اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي ہے' اور ایسے مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا ہے پھر کسي دوسرے کے لیے اُس پر اضافہ کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رہي ہے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتـاب ھـذا اور اس کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وہ اسی مصنف کي دوسـری کتـاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اُردو زبان میں تیار ہوگئي ہے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئي ہے' تو مصنف کا علمي پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت ہوگا - افسوس ہے کہ سواے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب ھذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا ہے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمي مسودات کو شایع کردیا جاے جو وہ اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا ہے - یہ رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے ہیں جو تقریباً دو ہزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع ہوں گے - ان میں سے ہر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمي خزانہ ہے' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا ہے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی ہے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی ہے - فقط -

---

۳ - گــلشـــن ھنــــد

تصنیف میرزا علي دھلوي المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم اثار قدیمہ کا ریویو

لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل (سنہ ۱۸۷۳ ع سنہ ۱۸۸۲ع) کے زمانہ میں نواب علي ابراھیم خاں نے گلشن ابراھیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے ھند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کي فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعہد مارکوئس آف ویلزلي (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھہ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن ھند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۵۴۱ع میں نادر شاہ کے ہمراہ دھلي آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاھي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تھے - ھجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دھلي میں پیدا ہوے اور وہیں نشو و نما پائي - جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وہاں سے کلکتہ پہونچے - کچھہ عرصہ یہاں قیام رہا اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷٦۸ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انہیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیہ ماہوار مقرر کردي - سنہ ۱۸۱۲ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال ہوا (گلشن ھند - ص - ۱۴٦ - گلشن بے خار - ص - ۱٦۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص - ۴۵۰) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکھني سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے ہیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن ھند میں مندرج ہے - مصنف نے ہر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اسي کے ضمن میں ھندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھي لکھدیے ہیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم ہوئي ہیں - مشہور محدث شاہ ولي الله صاحب دھلوي کي نسبت لکھا ہے کہ آپ اردو کے بھي شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا -

یہ بھي معلـوم ہوتا ہے کـہ فارسي کے مشہـور شاعـر میـرزا عبد القادر بیدل بھي اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچہ اُن کے دو بیت بھي گلشن ھند میں منقول ہیں - اس تذکرہ میں بعض ویسے شعراء کا بھي کلام درج ہے جن کا نام تو بہت مشہور ہے' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دھلوي اردو کے بلند پایہ شاعر ہوے ہیں اس وقت ان کا دیوان ناپید ہے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے ہیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھي پوري نہ ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوي صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سولہ شعر درج کیے ہیں - گلشن ھند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج ہے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشہور ہے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن ھند میں اسکا انتخاب بھی درج ہے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفي' منت وغیرہ کے ہم عصر اور صحبت یافتہ تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھي لکھے ہیں جن کا دوسري کتابوں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ سرکار کمپني نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلواے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالي وہاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ ہے جس کو کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیاني سے کام لیا ہے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھہ دي ہیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کـلام پر جو نـکتہ چیني کي ہے اُس کي نسبت لکھا ہے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچہ وہ سب اعتـراض جملہ کـرکے ایک رسالـہ لـکھا اور اوس کا نام تنبیہ الغـافلین رکھا - عوام کي طبـیعت تو ان اعـتراض سے البتـہ تشویش میں پڑتي ہے' نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتي ہے' جب باریک بینوں کي نگاہ اس سے جا لڑتي ہے " -

الغرض گلشن ھند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ ہے - سنہ ۱۹۰٦ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انـڈیا آفس لائبریري واقع لنڈن کا - دوسرا نسخہ پـروفیسر گارسن ڈي ٹاسي کے کتب خانـہ کا - تیسرا نسخہ اودھہ کے کتب خانہ شاھي کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا ہے) سنہ ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني ہوئي' جس کی وجہ سے ہزاروں گھر غرق ہوگئے' لاکھوں کا نقصان ہوا - کسي آفت رسیدہ کا کتب خانہ بھي بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھي تھا - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار ہیں اُسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو انہیں بدرجہ غایت پسند آیا' اور اوسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکي' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خان کو اس کے شایع کرنے کي راے دي' اور خود اُس کي تصحیح کی' اور بہت سے حواشي بھي لکھے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانہ مقدمہ بھي لکھا ہے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کي تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکرہ ھذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلاے ہیں -

مولوي عبد الله خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - امید ہے کہ جو لوگ اردو کي ترقي کے خواہاں ہیں وہ ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے - صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب " کرٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپیولر جہاد " کا اُردو ترجمہ مترجمۂ مولوي غلام الحسنین صاحب پاني پتي - علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا ہے کہ " مذھب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعي تھے' اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

(٥) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني کي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه کي مفصل سوانح عمري اور ان کے ملکي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل و کمال کا تذکره مندرج ہے - قيمت ٣ روپيه -

(٦) آثار الصناديد - مرحوم سر سيد کي مشہور تصنيف جس ميں دهلي کي تاريخ اور وهاں کے آثار و عمارات کا تذکره مندرج ہے - نامي پريس کانپور کا مشہور اڈيشن - قيمت ٣ روپيه -

(٧) ميڈيکل جيورس پروڈنس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب - يه کتاب وکيلوں ' بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت کے ليے نہايت مفيد و کار آمد ہے - تعداد صفحات (٣٨٠) مطبوعه مطبع مفيد عام آگره قيمت سابق ٦ روپے قيمت حال ٣ روپيه -

(٨) علم اصول قانون - مصنفۂ سر ڈبليو ايچ رٹيگن ال - ال - ڈي کا اردو ترجمه جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيکورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شايع هوا ہے - مترجمه مسٹر مانک شاه دين شاه ششن جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات کا فرهنگ انگريزي و اردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (٨٠٨) قيمت ٨ روپيه -

(٩) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(١٠) داستان ترکتازان هند - ٥ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں کے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه کے انقراض تک تمام سلاطين هند کے مفصل حالات منضبط هيں - اعلی کاغذ پر نہايت خوشخط چهپي ہے حجم (٢٢٥٦) صفحه - قيمت سابق ٢٠ روپيه قيمت حال ٦ روپيه -

(١١) الغزالي - مصنفۂ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي کي سوانح عمري اور ان کے علمي کارناموں پر مفصل تذکره - حجم (٢٨٢) صفحه طابع اعلی قيمت ٢ روپيه -

(١٢) جنگل ميں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف اڈيارڈ کپلنگ کي کتاب " دي جنگل بک " کا اردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي کي طرز پر حيوانات کي دلچسپ حکايات لکهي گئي هيں - حجم ٢٦٤ صفحه قيمت سابق ٤ روپيه حال دو روپيه -

(١٣) وکرم اروسي - سنسکرت کے مشہور ڈراما نويس کالی داس کے ڈرامائين کا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايک عالمانه مقدمه لکها ہے جس ميں سنسکرت ڈراما کي تاريخ اور مصنف ڈراما کے سوانحي حالات مذکور هيں - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(١٤) افسر اللغات - عربي فارسي کے کئي هزار متداول الفاظ کي کار آمد ڈکشنري - حجم ١٢٢٦ صفحه - قيمت سابق ٦ روپيه قيمت حال ٢ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ کے معنے اردو زبان ميں دیے گئے هيں -

(١٥) قران السعدين - جس ميں تذکير و تانيث کے جامع قواعد لکهے هيں ' اور کئي هزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتلائی گئي ہے - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(١٦) دربار اکبري - مولانا آزاد دهلوي کي مشہور کتاب - جس ميں اکبر اور اس کے اهل دربار کا تذکره مذکور ہے - قيمت ٣ روپيه -

(١٧) فغان ايران - مسٹر شوسٹر کي مشہور کتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " کا ترجمه - حجم (٥٠٠) صفحه مع ٢١ تصاوير عکسي - قيمت ٥ روپيه -

(١٨) صنمخانۂ عشق - حضرت امير مينائي کا مشہور ديوان قيمت ٣ روپيه -

١٩ - حکمت بالغه

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چريا کوٹي نے ايک نہايت مفيد سلسله جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا - مولوي صاحب کا مقصود يه ہے که قرآن مجيد کے کلام الہی هونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کيے گئے هيں ان سب کو ايک جگه مرتب و مدون کر ديا جاے ' اس سلسله کي ايک کتاب موسوم به " حکمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ کر تيار هو چکي ہے -

پہلي جلد کے چار حصه هيں - پہلے حصه ميں قرآن مجيد کي پوري تاريخ ہے جو " اتقان في علوم القران " علامه سيوطي کے ايک بڑے حصه کا خلاصه ہے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن کي بحث ہے اس ميں ثابت کيا گيا ہے که قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) پر نازل هوا تها ' وه بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا هي موجود ہے ' جيسا که نزول کے وقت تها - اور يه مسئله کل فرقہاے اسلامي کا مسلمه ہے - تيسرے حصه ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نہايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بہت سے علمي مضامين پر معرکة الارا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل کتاب شروع هوتي ہے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک سو پيشين گوئياں هيں جو پوري هو چکي هيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کيے گئے هيں ' اور فلسفۂ جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصيلی بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ايک مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمه ميں ثبوت کي مکمل اور نہايت محققانه تعريف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے هوے آيۂ خاتم النبيين کي عالمانه تفسير کي ہے - پہلے باب ميں رسول عربي صلعم کي ان معرکة الارا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ہے جو کتب احاديث کي تدوين کے بعد پوري هوئي هيں ' اور اب تک پوري هوتي جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکها ہے جو تدوين کتب احاديث سے پہلے هو چکي هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي ہے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ہے که آنحضرت صلعم امي تهے ' اور آپ کو لکهنا پڑهنا کچهه نہيں آتا تها - قران مجيد کے کلام الهي هونے کے نو عقلي دليليں لکهی هيں - يه عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانه ميں جب که هر طرف سے مذهب اسلام پر نکته چيني هو رهي ہے ' ايک عمده هادي اور رهبر کا کام دے گي - عبارت نہايت سليس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بہت قابل قدر اضافه هوا ہے - تعداد صفحات هر سه جلد (١٠٦٤) لکهائي چهپائي و کاغذ عمده ہے قيمت ٥ - روپيه -

٢٠ - نعمت عظمی

امام عبد الوهاب شعرانی کا نام نامي هميشه اسلامي دنيا ميں مشہور رها ہے - آپ دسويں صدي هجري کے مشہور ولي هيں - " لواقح الانوار " صوفياے کرام کا ايک مشہور تذکره آپ کي تصنيف ہے - اس تذکرے ميں اولياء فقراء او مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر کاٹ چهانٹ کے جمع کيے هيں که ان کے مطالعه سے اصلاح حال هو' اور عادات و اخلاق درست هوں' اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - يه لا جواب کتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلی درجه کے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور پر دل چسپي رکهتے هيں - اس کتاب کا ترجمه نعمت عظمی کے نام سے کيا ہے - اس کے چهپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافه هوا ہے - تعداد صفحات هر دو جلد (٧٢٦) خوشخط کاغذ اعلی قيمت ٥ - روپيه -

(نوٹ ١) ايک روپيه في جلد کے حساب سے هر کتاب کي عمده جلد بن سکتي ہے -

(نوٹ ٢) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغيره ذمۂ خريدار هوگا

المشتهر عبد الله خاں بک سيلر اينڈ پبليشر کتب خانه آصفيه حيدر آباد - دکن

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں هے ابھي چھپ کر نکلی هے اور تھوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۲۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.



نصف قیمت اور

تبلہ انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں کواساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی هے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دهوکا نہیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کھوپي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈوگی انعام دیا جاریگا - هندي هارمونیم سکھہا کا قیمت ایک روپیہ هے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یہ دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید هے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا هے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع هوتي هے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ام سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "میںنے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

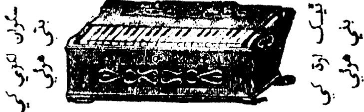
مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - اینڈ - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاناڈي بمبئي فرماتي هیں : " اوبھرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا هے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.



IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا ' یہ دواکل دماغي تکالیفکو دفع کرتي هے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي هے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک هے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي هے - هسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید هے دوا لیس کو لیونکي بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باہ ایکدفعگي دور هو جاتي هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هــذا بيــان لـلـنــاس ' و هــدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

يعنى قرآن حكيم كي مفصل تفسير ' اثر خامه اڌيٹر الهلال

اس تفسير كے متعلق صرف اسقدر ظاهر كرديدا كافي هے كه قرآن حكيم كے حقائق و معارف اور اوسكي محيط الكل معلمانه دعوة كا موجوده دور جس قلم كے فيضان سے پيدا هوا هے ' يه اسي قلم سے نكلي هوئي مفصل اور مكمل تفسير القرن هے !

يه تفسير موزوں كتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهينے كے وسط ميں اسكے كم سے كم ٦٤ اور زيادہ سے زيادہ ١٠٠ صفحے اعلى درجه كے ساز و سامان طباعة كے ساتهه شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے كا پهلا نمبر جسميں نصف حصه مقدمۂ تفسير اور نصف سورۂ فاتحه كي تفسير كا هوگا ' انشاء الله عنقريب شائع هوجائيگا - قيمت سالانه قبل از اشاعت چار روپيه - بعد كو پانچ - روپيه -

ترجمۂ تفسير كبير اردو

حضرت امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه كي تفسير جس درجه كي كتاب هے ' جسكا اندازه ارباب فن هي خوب كر سكتے هيں اگر آج يه تفسير موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب عاليه تهے جو همارى معلومات سے بالكل مفقود هو جاتے -

پچهلے دنوں ايک فياض صاحب درد مسلمان نے صرف كثير كركے اسكا اردو ترجمه كرايا تها ' ترجمے كے متعلق ايڈيٹر الهلال كي رائے هے كه وه نهايت سليس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه هے

لكهائي اور چهپائي بهي بهترين درجه كي هے - جلد اول كے كچهه نسخه دفتر البلاغ ميں بغرض فروخت موجود هيں پہلے قيمت دو روپيه تهي اب بغرض نفع عام - ايک روپيه ٨ - آنه كردي گئي هے -

نوادر آثار مطبوعات قديمۂ هند

تاريخ هندوستان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈيا " مصنفه مسٹر جان مارشمن مطبوعۂ قديم كلكته سنه ١٨٥٩

هندوستان كي تاريخوں كے لكهنے ميں جن انگريز مصنفين نے جانكاه محنتيں كي هيں ' ان ميں مسٹر جان - سي مارشمن كا نام خصوصيت كے ساتهه قابل ذكر هے - اسكا نهايت سليس و فصيح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحيم گوركهپوري نے كيا تها ' اور بحكم لارڈ كيننگ پرنس بہرام شاه نبيرۂ سلطان ٹيپو مرحوم و مغفور نے نهايت اهتمام و تكلف سے طبع كرايا تها اس كتاب كي ايک بڑي خوبي اسكي خاص طرح كي چهپائي بهي هے - يعني چهپي تو هے ٹائپ ميں ' ليكن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ كے بالكل نستعليق خط كا هے - كاغذ بهي نهايت اعلى درجه كا لگايا گيا هے - علاوه مقدمه و فهرست كے اصل كتاب ٤٠٤ صفحوں ميں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هيں - قيمت مجلد ٣ - روپيه -

تمام درخواستيں : " منيجر البلاغ كلكته " كے نام آئيں -

Printed & Published by G. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۵ - ۱۶ | کلکته : جمعه ۱۲ - ۱۹ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 17th and 24th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامۀ ایدیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله نه زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

---

نوٹ ـــ ډبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت فی پرچه چهه آنـه

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

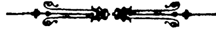
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷
کلکته : جمعه ۱۲ و ۱۹ و ۲۶ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916.
جلد ۱

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

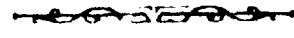


انـي مهاجـر الی ربی ، انه هـو العزیز الحکـیم

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا
و یاتیك بالاخبار من لم تزود !

" یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب - و اما نرینك بعض الذي نعدهم او نتوفنیك ' فانما علیك " البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها ؟ و الله یحکم ' لا معقب لحکمه ' و هو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی بالله شهیدا بیني و بینکم ' و من عنده علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)



۲۸ - مارچ کو گورنمنت بنگال کا حکم زیر دفعه ۳ - ڈیفنس ایکٹ پهنچا که میں چار دن کے اندر کلکته کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باهر چلا جاوں - بعد کو یه مدت ایک هفته تک بڑهادي گئي - اس سے پہلے گورنمنت دهلي ' پنجاب ' اور متعدده اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکي هیں ' تاهم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز هي :

یا عبادي الذین امنوا !	اے میرے بندو که مجهپر ایمان رکهتے
ان ارضـي واسعـــة '	هو ! یقین کرو که میري زمین بهت
فـایاي فاعبـــدون !	وسیع هے اور کسي ایک ٹکڑے میں
(۲۹ : ۵۷)	محدود نہیں - پس میرے هي آگے

جهکو اور صرف میري هي بندگي کرو !

کا حکم مل چکا هے ' یه احکام بالکل بے اثر هیں ' اور ترک وطن و ذهاب الی الله تو وه منزل محبوب و مطلوب هے ' جسکا منزل تبلیغ و دعوة کے بعد پیش آنا هر دعوة کے بقاء و ظهور کیلیے ناگزیر هے - پس اگر یه منزل پیش آگئي هے تو خداے قدوس کي تحمید و تقدیس کرني چاهیے که انشاء الله اخري منزل بهي دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ' اني عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر که مي ترسم
گمان برند که ایں بنده بے خداوند ست !

جب که تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے هوے طریقے تھے ' اور جب که سعي و عمل کا هر ولوله اس سے زیاده بلند نہیں هوسکتا تها که غیر قوموں کي مجلسي و اجتماعي طریقوں کي ادهوري اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومه کو بهي اُنکي طرف دعوة دیجاے ' تو فضل و رحمت الهي نے اس عاجز کي راهنمائي کي ' اور بغیر اسکے که کوئي انساني نمونه یا مادي تحریک اس کے لیے محرک هوئي هو ' خود بخود اُس راه عمل کو کهول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الهي کے اس دنیا میں کوئي نہیں پاسکتا - پس ابتدا هي سے اس عاجز نے تمام نام نهاد سیاسي و تعلیمي و قومي تحریکوں سے الگ هوکر صرف دعوة و تبلیغ اسلامي و قراني کي صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ' اور ایک ایسے عهد ضلالت میں جو طرح طرح کي انساني آوازوں سے گونج رها تها ' سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کي صدا بلند کي - نیز اس گم شده حقیقت کو آشکارا کردینے کي توفیق پائي که مسلمانوں کي نجات و فلاح نه تو محض دعوة تعلیم میں هے نه دعوة قومیت و سیاست میں ' نه انجمنوں کي کثرت میں هے اور نه محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ' بلکه جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنه اور داعي اسلام کي سنت مقدسه سے کوئي دعوة حقه ماخوذ نهوگي اور انساني طریقوں کي جگه الهي سرچشموں سے فیض یاب هوکر نشو و نما نه پائیگي ' اُس وقت تک وه کامیابي اور فوز و فلاح حاصل نہیں هوسکتي جس کے متعلق کلام الهي نے فرما دیا هے که صرف متقین و مومنین هي کیلیے مخصوص هے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنه هم کو بتلاتا هے که سب سے پهلي منزل تبلیغ و دعوة کي هے ' دوسري ذهاب الی الله اور ترک وطن کي ' اور پهر تیسري ظهور امر الهي کي : ساوریکم آیاتي فلا تستعجلون !

سو الحمد لله که یه حقیقت اب کسي بحث و دلیل کي محتاج نہیں رهي هے که حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوة و تبلیغ کي عطا فرمائي ' اور جس طرح اسکو رفع ذکر ' و اعلان و ظهور ' و سلطان و نفوذ ' و رسوخ و انتشار

Tel Address "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱ — کلکته : جمعه ۱۲ و ۱۹ و ۲۶ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري — نمبر ۱۵ - ۱۶ - ۱۷
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916.

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

انـي مهـاجـر الی ربی ، انه هـو العزيز الحكيم

(۲۹ : ۲۵)

ستبـدی لك الايـام مـا كنت جاهـلا
و يا تيـك بالاخبـار مـن لـم تزود !

" يمحو الله ما يشاء و يثبت و عنده ام الكتاب - و اما نرنيك بعض الذي نعدهم او نتوفنيك ، فانما عليك " البـلاغ " و علينا " الحساب " ! اولم يروا انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها ؟ و الله يحكم ، لا معقب لحكمه و هو سريع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل كفى بالله شهيدا بيني و بينكم ، و من عنده علم الكتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعه ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا که میں چار دن کے اندر کلکته کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باھر چلا جاؤں - بعد کو یه مدت ایک ھفته تک بڑھادي گئي - اس سے پہلے گورنمنٹ دھلي ، پنجاب ، اور متعدده اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکي ھیں ، تاهم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز ھي :

یا عبادي الذین امنوا !	اے میرے بندو که مجھپر ایمان رکھتے
ان ارضـي واسعـة ،	هو ! یقین کرو که میري زمین بہت
فـایاي فاعبـدون !	وسیع ھے اور کسي ایک ٹکڑے میں
(۲۹ : ۵۷)	محدود نہیں - پس میرے ھي آگے

جھکو اور صرف میري ھي بندگي کرو !

کا حکم مل چکا ھے ، یه احکام بالکل بے اثر ھیں ، اور ترک وطن و ذھاب الی الله تو وہ منزل محبوب و مطلوب ھے ، جسکا منزل تبلیغ و دعوۃ کے بعد پیش آنا ھر دعوۃ کے بقاء و ظهور کیلیے ناگزیر ھے - پس اگر یه منزل پیش آگئي ھے تو خداے قدوس کي تحمید و تقدیس کرني چاھیے که انشاء الله اخري منزل بھي دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ، اني عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر که مي ترسم
گمان برند که ایں بنده بے خداوند ست !

جب که تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بناے هوے طریقے تھے ، اور جب که سعي و عمل کا ھر ولوله اس سے زیاده بلند نہیں ھوسکتا تھا که غیر قوموں کي مجلسي و اجتماعي طریقوں کي ادھوري اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومه کو بھي اُنکي طرف دعوۃ دیجاے ، تو فضل و رحمت الہي نے اس عاجز کي راھنمائي کي ، اور بغیر اسکے که کوئي انساني نمونه یا مادي تحریک اس کے لیے محرک ھوئي ھو ، خود بخود اُس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الہي کے اس دنیا میں کوئي نہیں پاسکتا - پس ابتدا ھي سے اس عاجز نے تمام نام نہاد سیاسي و تعلیمي و قومي تحریکوں سے الگ ھوکر صرف دعوۃ و تبلیغ اسلامي و قراني کي صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ، اور ایک ایسے عہد ضلالت میں جو طرح طرح کي انساني آوازوں سے گونج رھا تھا ، سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کي صدا بلند کي - نیز اس گم شده حقیقت کو آشکارا کردینے کي توفیق پائي که مسلمانوں کي نجات و فلاح نه تو محض دعوۃ تعلیم میں ھے نه دعوۃ قومیت و سیاست میں ، نه انجمنوں کي کثرت میں ھے اور نه محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ، بلکه جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنه اور داعي اسلام کي سنت مقدسه سے کوئي دعوۃ حقه ماخوذ نہوگي اور انساني طریقوں کي جگه الہي سرچشموں سے فیض یاب ھوکر نشو و نما نه پائیگي ، اُس وقت تک وہ کامیابي اور فوز و فلاح حاصل نہیں ھوسکتي جس کے متعلق کلام الہي نے فرما دیا ھے که صرف متقین و مومنین ھي کیلیے مخصوص ھے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنه ھم کو بتلاتا ھے که سب سے پہلي منزل تبلیغ و دعوۃ کي ھے ، دوسري ذھاب الی الله اور ترک وطن کي ، اور پھر تیسري ظهور امر الہي کي : ساوریکم آیاتي فلا تستعجلون !

سو الحمد لله که یه حقیقت اب کسي بحث و دلیل کي محتاج نہیں رھي ھے که حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوۃ و تبلیغ کي عطا فرمائي ، اور جس طرح اسکو رفع ذکر ، و اعلان و ظهور ، و سلطان و نفوذ ، و رسوخ و انتشار

عام کي حيرت انگيز و محير العقول نشانيوں سے ممتاز کيا ' وہ کلمۂ حق و صدق کي شہنشاهي و خسروي اور دعوة الی الله کي فتح مندي و کامراني کي ایک عجیب و غریب مثال هے ' اور کم از کم هندوستان کي سر زمین میں اسکي کوئي قریبي مثال موجود نہیں هے - باوجود اُن تمام حالات و واقعات کے جو سب کو معلوم هیں ' اور باوجود اُن صدها موانع و مہالک کے جنکو هر شخص دیکھه رها هے ' الله کي مرضی اسی کي مقتضي هوئي که جتني مدت تک کیلیے اس نے ضروري سمجھا هے ' ایک غیر مسخر و غیر متزلزل هستي بنا کر مجھکو اور میرے کاموں کو دنیا میں قائم کردے ' اور ایسي نا قابل فہم و نا قابل توجیهه قوت دیدے جسکو کوئي غیر الہي طاقت نقصان نه پہنچا سکے - چنانچه دنیا نے دیکھه لیا که ایسا هي هوا ' اور جو کچھه هوا وہ انساني عقل و ادراک کي رسائي سے یکسر ما فوق هے - گذشته زمانے کے تمام واقعات و حوادث اپنے سامنے لاؤ ' اور پھر الله کي حکمت اور کلمۂ صدق و عدل کے تسلط و نفوذ کو دیکھو که کیسي بیفکري ' کیسي فارغ البالي ' کس درجه حاکمانه استغنا ' اور کسقدر خسروانه اجلال و سلطان کے ساتھه دعوة حق و قران کا سلسله جاري رها ' اور کیسي کیسي زلزله انگیز منزلوں میں سے یه دعوة محفوظ و مصئون گذر گئي ؟ حتی که صدها منکرین اور جاحدین منافقین متحولین طرح طرح کي آرزوئیں اور کوششیں کرکے کرکے بیدم هوگئے ' اور قدرت حق کي بو العجبیوں اور کرشموں اور سلطان دعوة کي شہنشاهیوں اور خسرویوں کو دیکھتے دیکھتے شدت تعجب و حیرت سے پاگل هوگئے ' مگر " و تمت کلمة ربك صدقا و عدلا " کے قانون کو نه بدلنا تھا اور نه بدلا ' اور " لا مبدل لکلماته " کي حقیقت غیر مسخر تھي اور غیر مسخر رهي ; الا ' ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون !

میں نے ابتداء اشاعة الہلال سے لیکر اس وقت تک جو کچھه لکھا اور کہا هے ' اسکا حرف حرف زمانے کے علم و حافظه میں محفوظ هے - میں نے نہ کبھي تعلیم کا ذکر کیا ' نه سیاسي اصولوں اور تقلیدوں کي دعوة دي ' نه اُن رهنماؤں اور پیشواوں کي راه اختیار کي جنہوں نے امة مرحومه کي تجدید و احیاء کو غیر قوموں کي تقلید و اتباع میں محدود دیکھا هے ' اور نه کبھي انسانوں کے بنائے هوے طریقوں اور حکمت عملیوں کو اختیار کیا ' جو ابناء زمانه کي بلند پروازیوں کا همیشه منتہاء خیال رها هے - بر خلاف اسکے میں نے همیشه خدا کا نام لیا ' میں نے همیشه قران کي دعوة دي ' میں نے همیشه ایمان ' یقین ' اعتقاد ' اور عمل صالح کا ذکر کیا ' اور میں نے جب کبھي کوئي بات کہي تو اسکو وحي الہي کي دائمي اور غیر متغیر یقینیات اور حقائق کي بنا پر پیش کیا - میں اپنے سامنے ایک " یقین " رکھتا تھا ' اور میري دعوة کي بنیاد انساني افکار پر نہیں بلکه ایک دیني اعتقاد پر تھي - دنیا کي هر چیز بدل سکتي هے مگر الہي اعتقاد و یقین نہیں بدل سکتا - اسلیے زمانه کي کوئي تبدیلي میرے لیے موثر نه هو سکي - میں نے ابتدا سے لیکر اس وقت تک ایک هي اعلان کیا ' اور اسي اعلان کے نتائج و ثمرات هیں جو مجھکو اپنے اعمال و اشغال کي هر شاخ میں نظر آے - میں نے الہلال کي اولین اشاعت کے سب سے پہلے مضمون کو ان سطروں پر ختم کیا تھا جنکو دنیا نے بھلا دیا هو مگر میں نہیں بھلا سکتا :

" اُس خداے حي و قیوم هے جسکے کان فریادوں کے سننے کیلیے هر وقت طیار ' اور نغمه امن یجیب المضطر اذا دعاه سے عشق نواز هر قلب مشتاق هیں ' اور جس کي آنکھیں کسي حال میں بے خبر نہیں اور هر آن و هر لمحه ان ربك لبالمرصاد کي تکتي لگائي هوئي هیں ' یه آخري التجا هے که اگر وہ مجھه میں سچائي اور اخلاص کي کوئي سرگرمي دیکھتا هے ' اگر اس کي ملة مرحومه اور اس کے کلمۂ حق کي خدمت کي کوئي سچي تپش میرے دل کے اندر موجود هے ' اور اگر واقعي اس کي راه میں فدیت و جاں فروشي کي ایک آگ هے جس میں برسوں سے بغیر دھویں کے جل رها هوں ' تو اپنے فضل و لطف سے مجھه کو اتني مہلت عطا فرماے که اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے دیکھه لوں - لیکن اگر یه میرے تمام کام محض ایک تجارتي کار و بار اور ایک دکاندارانه مشغله هیں جنمیں قومي خدمت اور ملت پرستي کے نام سے گرم بازاري پیدا کرنا چاهتا هوں ' تو قبل اسکے که میں اپني جگهه پر سنبھل سکوں ' وہ میري زندگي و مہلت کا خاتمه کردے ' اور نیز میرے تمام کاموں کو ایک دن بلکه ایک لمحه کیلیے بھي کامیابي کي لذت چکھنے نه دے - باغوں کے سر سبز و ثمر دار درختوں کي حفاظت کي جاتي هے ' مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلادینا هي چاهیے - جس دل میں خلوص اور صداقت کو جگه نه ملي ' اسکو صادقوں اور راست بازوں کي طرح کامیابي کیلیے کیوں باقي رکھا جاے ؟

ام حسب الذین اجترحوا السئیات ان نجعلهم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات ' سواء محیاهم و مماتهم ؟ ساء ما یحکمون ! (۴۵ : ۲۰)

وہ لوگ جنہوں نے بدیوں اور برائیوں کي راه اختیار کي هے ' کیا ایسا سمجھتے هیں که هم انکو اُن لوگوں جیسا کردینگے جو ایمان لاے اور اعمال صالحه اختیار کیے ؟ کیا راست بازوں اور مفسدوں کي زندگي اور موت ایک طرح کي هے ؟ افسوس انکي سمجھه پر اور افسوس انکے فیصله پر !

یه وہ جملے هیں جو جولائي سنه ۱۹۱۲ میں میرے قلم سے نکلے تھے اور جنکو میں برابر الہلال کي هر جلد کے اختتام اور نئي جلد کے افتتاح کے موقعه پر دهراتا رها هوں - سو الحمد لله که اس کریم ذرہ نواز نے میري درماندگیوں کو قبول کرلیا ' اور واقعات نے هر منزل و هر قدم پر ثابت کردیا که میري یه عاجزانه دعا بے اثر نه رهي - یه اسي کے هاتھه میں تھا که وہ بتلا دیتا که جو کچھه کیا جارها هے ' وہ اصلح و احق هے جسکو بڑھنے اور پھیلنے کیلیے چھوڑ دینا چاهیے ' یا مفسد و باطل هے جسکو فنا هو جانا اور مٹ جانا چاهیے ؟ پس اس نے بتلا دیا که حقیقت کیا هے ' اور ارباب بصیرة نے دیکھه لیا که حکمة الہي کیا چاهتي هے ؟ دعوة حقه و کاذبه کي تفریق کا یہي معیار هے - اور اگر خدا سچائي اور صداقت کے ساتھه بھي وهي کرے جو باطل اور افساد کے ساتھه کرتا هے ' تو دنیا سے امن اور ایمان اُٹھه جاے اور خدا کے ماننے کیلیے انسان کے پاس کوئي روشني نه رهے - یه محال هے که صادق اور کاذب ایک هي نتیجه پائیں ' اور یه کبھي نہیں هوسکتا که که خدا کا سلوک حق اور باطل ' دونوں کے ساتھه یکساں هو : لا یستوي اصحاب النار و اصحاب الجنه ' اصحاب الجنة هم الفائزون -

اور پھر اس کے فضل و کرم کي بخششوں اور نعمتوں میں سے سب سے بڑي اور سب سے آخري نعمت وہ هے جو اس نے موجودہ واقعه کے اندر پوشیدہ رکھي هے - یعني البلاغ کی دعوة و تبلیغ کو اسکي دوسري منزل تک عروج و رفعت بخشي گئي ' اور مقام ذهاب الی الله و ترک وطن پیش آیا : اني ذاهب الی ربي سیهدین (۳۷ : ۹۷) فسبحان الذي بیدہ ملکوة کل شي و الیه ترجعون -

یه جو کچھه تھا ' کلمۂ حق و عدل کي دعوة و تبلیغ کي سرگذشت تھي جو الحمد لله و المنه که اپني دوسري منزل تک پہنچ گئي هے - و لا مبدل لکلماته - رها خود اس عاجز کے وجود کا معامله ' تو شخص و ذات کا یہاں کبھي بھي سوال نہیں هوا هے ' اور میري تشفي کیلیے مرحوم عرفي کا یه شعر سالها سال سے مونس و رفیق هے :

امید هست که بیگانگي عرفي را
بدوستي سخن هاے آشنا بخشند !

و افوض امري الی الله ان الله بصیر بالعباد -

افکار و حوادث

مسئلۂ مسلم یونیورسٹی

اور علوم و معارف جدیدہ !

دنیا کے عجائب و غرائب کی فہرست بڑی طولانی ہے - شاہنامہ کے عجیب و غریب " سیمرغ " سے لیکر گل بکاولی کے عجیب الخواص "پھول" تک ' ایک سے ایک عجیب المخلوقات ' اور ایک سے ایک محیر العقول ہے !

اگر بابل کے معلق باغ اور مصر قدیم کے پر اسرار مندروں سے قطع نظر کرلیا جاے جنکی ملکیت کا تاریخ قدیم کو دعوا ہے ' جب بھی دیوار قہقہہ کی طلسم آرا دیوار ' اسکندر اعظم کا اعجوبہ زا چشمۂ حیات ' اور بادش بخیر حاتم طائی کی فیاضانہ سیاحتوں کے انکشافات دنیا کی دلچسپیوں کیلیے کیا کم ہیں ؟

* * *

تاہم موجودہ زمانہ عقل و دانائی اور تجربۂ و مشاہدہ کا عہد ہے - لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم بہت زیادہ عقلمند ہوگئے ہیں - اسلیے ان عجیب عجیب قصوں کو نہیں مان سکتے - لیکن اگر ان قصوں کو نہیں مان سکتے تو اس واقعہ کو تو مان سکتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی بلا توقف لے لینی چاہیے ' اسلیے کہ مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موہن مالویا نے لیلی ' اور اسلیے کہ ایک لاکھ روپیہ ماہوار ملیگا ' اور اسلیے کہ علی گڈہ میں ہر سال تقسیم سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا ' اور اسلیے کہ " برٹش گورنمنٹ رحمت الہی ہے " اور اسلیے کہ " سر سید علیہ الرحمۃ کا حقیقی مقصد ایسا ہی تھا " اور اسلیے کہ " خالق اکبر نے ہم کو اسی لیے بنایا ہے کہ احکامات و اوامر کی تعمیل کریں " اور اسلیے کہ " مسلمانوں کی مسلمہ قومی پالیسی گورنمنٹ کے اعتماد پر مبنی ہے " اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ بنارس کی طرح علی گڈہ کی گلیاں بھی گذشتہ فروری کے عجیب و غریب مناظر و مشاہد کو دیکھہ لینگی ' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جسکے لیے کوئی ذی روح اس کرۂ ارضی پر بیقرار ہوسکتا ہے ' اور سب سے بڑی دولت کونین ہے جو آدم کی اولاد کو دنیا میں ملسکتی ہے :

و فی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون -

* * *

اگر مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لے لینے کیلیے یہ حقائق و دقائق "دلیل و برہان" ہوسکتے ہیں ' اور دنیا میں ایسے دماغ باقی ہیں جو علمی سنجیدگی کے ساتھہ ان چیزوں کو پیش کرنے سے نہیں شرماتے ' اور ایسے لوگ موجود ہیں جو دلائل و شواہد کی طرح ان کو قبول کرلے سکتے ہیں ' تو پھر دنیاے قدیم کی کوئی روایت بھی عجیب نہیں ' اور بلا تامل مان لینا چاہیے کہ دنیا میں اب بھی وہ تمام عجائب و غرایب ہوسکتے ہیں جو کسی مجہول ماضی میں ہو چکے ہیں - اب ہم کو پورا یقین ہے کہ فردوسی کے سیمرغ سے مایوس ہوجانے کا فیصلہ صحیح نہیں تھا - اسکے گھونسلے سے اب بھی " زال " پیدا ہو سکتا ہے ' کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لے لیتے ہی سب کچھہ ہوجائیگا ' اور اگر آپکی آنکھیں جاتی رہیں تو اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ " گل بکاولی " کو تلاش کیجیے ' کیونکہ حقائق کے ثبوت کا مدار و مدار اب حقائق پر نہیں بلکہ صرف نقالی ' حکم ' اطاعت ' اور خوش اعتقادی و حسن ظن پر آکر رہگیا ہے '

اور اگر ایسا ہی ہے تو غریب " تاج الملوک " نے کیا خطا کی ہے کہ اسکی مشہور و متواتر روایت کو نظر انداز کردیا جاے ؟

* * *

حقیقت میں یہ واقعہ بھی دنیا کے عجائب و نوادر میں سے ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ انکے تمام امراض کا علاج ' انکے تمام جستجوؤں کا مقصود ' انکی تمام امیدوں اور آرزوں کا مرکز و ملجاء مسلم یونیورسٹی ہے ' او ر یہی وہ چیز ہے جو غرناطہ اور قرطبہ اور بغداد اور کیمبریج اور اکسفورڈ اور نہیں معلوم کیا کیا کچھہ مسلمانوں کے حوالے کردیگی - دوسری طرف جب انسے کہا جاتا ہے کہ " اگر یہ متاع اسقدر قیمتی ' اسقدر عظیم و اہم ' اور اسدرجہ موت و حیات ملت کا فیصلہ کرنے والی ہے ' تو خدا را جلدی نہ کیجیے - بغیر کامل جد و جہد اور سعی و کوشش کے خاتمہ نہ کردیجیے - ایک ہی غمزۂ تمکین طلب پر اپنی تمام متاع دل و جاں نذر نہ کردیجیے - صبر ' استقامت ' فکر راسخ ' اور سعی و جہد کامل دنیا میں ہمیشہ عزائم امور کیلیے ایک حقیقت ثابتہ رہے ہیں - آپ بھی انسے کام لیجیے ' اور ساتھہ ہی اپنی اصلاح حال اور حقیقی و معنوی ترقیات و توسیعات میں سرگرم رہیے کہ اصل کار یہی ہے - اور اگر ایسا نہیں ہے اور چند مہینوں یا ایک سال کے اندر آپکی ساری کائنات سعی و تدبیر غارت جا رہی ہے ' تو پھر خدا را آہ و واویلا نہ مچائیے ' مخفی اور در پردہ کوششیں نہ کیجیے - یہ تعلقہ داری کا مقدمہ یا جد امجد مرحوم کی وراثت کا جھگڑا نہیں ہے - دلائل و حقائق کا مقابلہ ہے - سنجیدگی کے ساتھہ واقعی دلائل پیش کیجیے - دنیا میں عقل و فہم کی بخشش عام ہے ' اور آپ جیسی نہیں مگر سمجھہ ہر شخص رکھتا ہے " تو پھر اسکے جواب میں یا تو بگڑ جاتے ہیں کہ تم " مسلمہ قومی پالیسی " کے دشمن ہو ' یا روٹھہ جاتے ہیں کہ تم ہماری بات نہیں مانتے ' یا پھر دلیل پیش کرنے پر آتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ بنارس میں لڈو بٹ چکے ہیں - تم بھی بے تحاشا دوڑ جاؤ !

(" علوم جـدیدہ ")

اصل یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بلاتوقف لیلینے کے متعلق جسقدر مصنفات و اسفار محققین عہد نے شائع کیے ہیں ' انسے مسلم یونیورسٹی کا ہندو یونیورسٹی ایکٹ پر لے لینا ضروری ثابت ہوتا ہو یا نہو ' لیکن اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ ضمناً ایک عظیم الشان کام ضرور انجام پا گیا - ہمارا اشارہ اس جدید فن منطق کی طرف ہے جو " علماء مسلم یونیورسٹی " نے مدون فرمایا ہے اور جس نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں ارسطو سے بڑھکر آجتک کوئی انسان احمق نہیں ہوا - مسکین ارسطو کے وقت سے لیکر اس وقت تک دنیا اس عالمگیر غلطی میں مبتلا رہی ہے کہ دعوے اور دلیل میں ربط کی ضرورت ہوتی ہے - مگر یہ کیسا سفیہانہ اور احمقانہ خیال تھا ؟ ہمارے محققین کاملین نے اپنی سیف منطق کی پہلی ضرب اسی پر ماری ' اور ثابت کر دیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی غلط خیال نہیں ہوسکتا - دلیل کیلیے صرف ایک ہی شے ضروری ہے - یعنے وہ بلا کسی درمیانی فصل کے معاً دعوے کے بعد کہدی جاے - اب رہی یہ بات کہ اسمیں اور دعوے میں ربط بھی ہو ' تو ایسا سمجھنا ایک خالص حماقت ہے جسمیں بدبخت ارسطو گرفتار تھا ' اور کچھہ ضرور نہیں کہ ہر انسان گرفتار ہو !

* * *

اس سے بھی بڑھکر ان مباحث حکمیۂ و فنیہ نے جس قدیم غلطی کی ضلالت سے نوع انسانی کو نجات دلائی ' وہ " برہان " کی تعریف کا مسئلہ ہے - تمام دنیاے قدیم و جدید کس درجہ عقل و دانائی سے محروم تھی ' جب کہ یقین کررہی تھی کہ

" برهان " اس چيزکو کهتے هيں جسکے مان لينے سے دعوے کا مان لينا لازم آجاے ؟ حالانکه مصنفين صحائف مسلم يونيورسٹي و مدونين اسفار مسئلۂ قومي و تعليمي نے (جن ميں بڑے بڑے ماهرين فلسفۂ تعليم موجود هيں) ثابت کرديا هے که نه صرف يه تعريف غلط هي هے ' بلکه اصل حقيقت بالکل اسکے برعکس هے - دعوے اور برهان ميں جسقدر بعد لزومي هو ' اسيقدر وه زياده صحيح اور مسکت برهان هوگا - مثلاً دعوا يه هے که مسلم يونيورسٹي جن شرائط کے ساتهه اسوقت مل رهي هے' بلا توقف لے لينا چاهيے' کيونکه اس سے مسلمانوں کا تعليمي و قومي مقصود حاصل هوجائيگا - دليل يه هے که ايک لاکهه روپيه ماهوار ملتا هے - اب جس وقت تک کوئي شخص روپيه کي اس تعدادي اور مقداري حقيقت ثابته کو جهٹلا نه دے ' اس وقت تک يه دعوا غلط نهيں هوسکتا !

* * *

ارسطو نے شاعري کو محاکات کا نتيجه قرار ديا هے ' يعني وه کهتا هے که انسان ميں بالطبع نقالي کا ماده موجود هے - وه جس حالت کو ديکهتا هے ' اس سے' منفعلانه متاثر هوتا هے اور اسي کو دهراتا هے - مگر مسئلۂ مسلم يونيورسٹي کا محقق کهتا هے که يه اس قديم مدعي علم کي سخت کوتاه نظري تهي - شاعري هي نهيں بلکه قومي زندگي کے تمام اعمال و افکار علی الخصوص مسئلۂ تعليم و قوميت کا دار و مدار " اصول محاکات " يعنے نقالي پر هے - دوسروں کو جس طرح کرتے ديکهو' اسي طرح خود بهي کرو - اگر ايک چيزکو انسانوں کي کوئي بهيڑ کر رهي هے' تو انکا کرنا بجاے خود ايک دليل عمل هے - اسکے بعد اور کسي دليل کي ضرورت باقي نهيں رهتي - مسلمانوں کے تمام قومي و تعليمي کاموں کا محور اسي حقيقت کو هونا چاهيے - انکے ليے نه تو کوئي چيز سياه هے اور نه سفيد - سياهي اور سفيدي کا معيار دوسروں کا سياه و سفيد کهنا اور قرار دينا هے - پس جب مهاراجه دربهنگه اور پنڈت مدن موهن مالويا کي کميٹي نے کهديا که يه چيز سفيد هے' تو اب تمام مسلمانوں کو چاهيے که بے چون و چرا اسکے آگے سر بسجود هوجائيں' اور اگر کوے کو بهي علي گڈه کي فضاء ميں اوڑتا هوا ديکهيں تو چيخ اٹهيں که بگلا ناچ رها هے !

* * *

يه محققين عهد ' ماهرين مسئلۂ تعليم ' محرمان اسرار و رموز قوميات و تعليمات جديده ' اور مجددين و مصلحين عصر تعليمي کي جماعت تهي - ليکن انکے بعد ارباب سلوک و معرفت و اصحاب حقائق و معارف کا ايک مقدس گروه سامنے آتا هے ' اور علمي طرز بحث کي جگه عارفانه انداز بيان کے ساتهه' کهتا هے که يه مقام استدلال و براهين کا نهيں بلکه محض وجدانيات و جذبات کا هے :

گر باستدلال کار ديں بدے
فخر رازي راز دار ديں بدے

جب مذهب اور مذهب کے اعتقادات جيسي اهم و عظيم چيز کے متعلق غزالي و رازي کا فتوی هے که اس مقام کو استدلال و عقليات سے نهيں بلکه ذوق و وجدان سے طے کرو ' تو پهر يونيورسٹي کے متعلق دليل و برهان کا طلب کرنا کب جائز هوسکتا هے ؟ اگر خدا کے وجود و صفات کا ثبوت عقل و دليل سے نهيں بلکه صرف وجدان و جذبات کے اعتراف سے ملتا هے' تو پهر مسلم يونيورسٹي کي ذات و صفات کے متعلق يه مغرورانه کاوش عقل و ذهن کي کيوں هے ؟ يه مقام دوسرا هے - يهاں عقل کے دعووں سے کام نهيں چلتا - اس يونان کدۂ اسرار و معارف کا سب سے بڑا افلاطون وه هے جو سب سے زياده بے عقلي و ناداني کا اقرار کرے - يهاں فلسفۂ و عقل کي پرسش نهيں هوتي - اس عالم ميں بقراط کے طب' ارسطو کي منطق' اور افلاطون کي اشراقيات سے کهيں زياده اس چرواهے کي بے وقوفي مقبول هے

جو مولانا روم کي کائنات قصص و حکايات ميں حضرت موسی عليه السلام سے ايک جنگل ميں ملا تها اور خدا کو اپنے صحرائي جهونپڑے ميں دعوة دينا چاهتا تها تا که اپني بکريوں کا دوده پلاے :

ملت عشق از همه ديں ها جدا ست
عاشقاں را ملت و مذهب خدا ست

پهر کيا تم نے نهيں سنا که خدا کے مقدس نوشتے کيا کهتے هيں ؟ حضرة مسيح نے عقل کا دعوا کرنے والوں کو " سانپ کے بچوں " کا تاريخي لقب عطا فرمايا اور کها که " تو آسمان کي بادشاهت ميں داخل نهيں هوسکتا جب تک زميں پر سب سے زياده نادان و بے عقل نه بن جاے "

ز نازکي نه برد پے به منزل مقصود
مگر طريق رهش از سر نيازکني !

* * *

مشهور هے که امام فخر الدين رازي نے دو سو دليليں خدا تعالى کے وجود کے اثبات ميں جمع کي تهيں' اور اعلان کرديا تها که هم نے اس راه کو عقل کي راهنمائي ميں طے کرليا - يه خبر سنکر شيطان نے اپنا بهيس بدلا اور مجلس درس ميں آکر امام رازي سے مباحثه شروع کرديا - جو دليليں انهوں نے تمام عمر کي فکر و کاوش سے قائم کي تهيں ' يکے بعد ديگرے پيش کرتے اور شيطان ايک دو اعتراض کرکے انکو باطل کرديتا - يه حال ديکهکر امام صاحب بهت پريشان هوے اور الله کے حضور اپنے عجز کا اقرار کيا - خواب ميں ديکها که ايک شخص کهه رها هے " اب دليلوں کو چهوڑدو - يه دليل و استدلال کا مقام نهيں هے - يوں کهو که بغير کسي دليل کے کهتا هوں که خدا هے اور اسکو کوئي جهٹلا نهيں سکتا " بزرگان طريقت روايت کرتے هيں که جب انکار دليل کي يه آخري دليل امام رازي نے پيش کي تو شيطان نے عاجز و درمانده هوکر ايک نعره مارا ' اور راه فرار اختيار کي که اس دليل کا جواب ميرے پاس کوئي نهيں - يهي حال ديکهکر مولانا روم نے کهديا تها :

پاے استدلالياں چوبيں بود
پاے چوبيں سخت بے تمکيں بود

چنانچه خانقاه مسلم يونيورسٹي کے پير طريقت بهي ايسا هي فرماتے هيں - ارشاد هوا که دليلوں کا يه مقام نهيں - بغير کسي دليل کے هم کهتے هيں که مسلم يونيورسٹي کو جلد سے جلد ليلينا چاهيے اور حق اسي ميں هے - اگر معلم الملکوت اس آخري ملکوتي و لاهوتي دليل کو سنکر چيخ اٹها تها ' تو اے هزار حسرت و افسوس انسان کے قلب غافل پر' اگر اس دليل کو سنکر بے اختيار رو نه پڑے !

* * *

نيز فرمايا که مسلم يونيورسٹي کا مسئله دلائل و شواهد سے تعلق نهيں رکهتا ' بلکه صرف ايک لمعۂ تصور سے عبارت هے جو صالح اعتقاد اور صافي و پاک ذهن کے ساتهه ميسر آ جاے - دنيا کي تمام اشياء و موجودات کا مشاهده آنکهيں کهولکر کرتے هيں' مگر يه وه سر لاهوتي و رمز ناسوتي هے جسکا مشاهده اس وقت تک نهيں هوسکتا جب تک آنکهيں اچهي طرح بند نه کرليجيے !

هاں آنکهيں بند کيجيے اور چشم تصور سے کام ليجيے - مسلم يونيورسٹي قائم هوچکي هے ' اور سينٹ هال ميں تقسيم انعامات و سندات کا عظيم الشان جلسه منعقد هے - ايک مسلمان والي رياست يا کوئي بڑي قومي شخصيت جسکے چانسلر هونے کا گورنمنٹ گزٹ نے اعلان کرديا هے ' با کمال شوکت و ابهت و با يک دنيا عظمت و رفعت ' سرير آراے مسند

چانسلري هے ' تمام معلمين و اساتذۂ يونيورسٹي کي جماعت اپنے اپنے مدارج علميه کے مطابق شاندار اور طويل الذيل جبے پہنے هوے تمکنت افلاطوني ' عظمت سقراطي ' اور شان يوناني و روماني کے ساتهه يمين و شمال رونق افزا هے ' اور يکے بعد ديگرے حاملين علوم و فائزين مراتب عاليۂ تعليميه کے مقدس غول بڑهتے هيں اور سند بکف اور چغه بدوش هوکر واپس جاتے هيں ! الله الله ! کون هے جو ايک لمحــه کيليے بهي اس بهشت تعليمي و جنت قومي کے منظر روح پرور کو ديکهه لے اور پهر اسکے عشق جنون آور سے مست و لا يعقل نہوجاے ؟ يونيورسٹي کے پيش کردہ هزارها نقائص ايک طرف ' اوراس منظر قومي و تعليمي کا نظارۂ يک لمحه ايک طرف ! اگر مسلم يونيورسٹي ميں اور کچهه نه هوتا ' اور صرف سال بهر ميں ايک بار اس منظر جاں نواز و مشهد روح پرور کا ايک نظارہ ميسر آجاتا ' جب بهي يه سودا اسقدر ارزاں تها ' گويا گرد و خاک کي ايک مٹهي ديکر بهشت شداد مول ليلي ! البته يه ايک خالص " تعليمي مسئله " هے اور اسکو صرف عرفاء تعليم و کاملين حقائق قوميه هي سمجهه سکتے هيں - شرف قزويني نے انهي حقائق و معارف کے متعلق کہا هے :

بيا که مسئلۂ عشق ازاں دقيق ترست
که حل شود شرف از فکر باطل همه کس

نا محرمان اسرار کا يہاں گذر نہيں :

کيں زميں را آسمانے ديگرست !

* * *

بعض ارباب اشارات و اصحاب معارف سے يه بهي منقول هے که اگر قوم کي ديدۂ بصيرۃ بينا هوتي تو بنارس هندو يونيورسٹي کا گذشته جلسه فہم حقيقت کيليے بس کرتا تها - سبحان الله ! کيسا عجيب و غريب منظر تها جو چشم فلک نے پہلي مرتبه خاک هند ميں ديکها ! عظيم الشان واليان رياست کا هجوم ' اعلى ترين حکام و فرماں روايان ملک کا اجتماع ' شوکت و عظمت قومي کا عديم النظير مظاهرہ ' اور تعليمي فرمانفرمائي و خسروي کے عهد حکومت کا افتتاح ! اس سے بڑهکر ايک قومي يونيورسٹي کيليے اور کيا هو سکتا هے ؟ کيا يه منظر اسکے ليے کافي نہيں هے که قوم کي آنکهيں کهليں اور وہ بهي کسي نه کسي طرح يونيورسٹي ليلينے کيليے پاگل هوجاے ؟ افسوس که قوم ميں " ماهرين مسئلۂ تعليم " کا قحط الـرجال هے اور " عملي کام " اور " مسئلۂ قومي تعليم " کے حقائق و اسرار سمجهنے والے ناپيد هيں - اگر ايسا نہوتا تو يه روز بد ديکهنا نصيب نه هوتا ! لوگ کيسي تمسخر انگيز غلطي کرتے هيں جبکه کہتے هيں که قومي يونيورسٹي کسي بڑے جلسے ' کسي بڑے مجموعۂ عمارت ' اور ناموں اور رسموں کے کسي طول طويل سلسلے کا نام نہيں هے ؟ کوئي ان بيخبروں سے پوچهے که اگر يونيورسٹي جلسه ' عمارت ' اور اسم و رسم کا نام نہيں تو اور کس چيز کا نام هے ؟ يه نادان هندو يونيورسٹي ايکٹ کو ديکهتے هيں اور صرف اختيارات ' عهدۂ وائس چينسلر کي منظوري و عـدم منظوري ' ريگوليشنز کا انتظار ' وغيرہ وغيرہ چند الفاظ انهوں نے سيکهه ليے هيں ' حالانکه حقيقت يونيورسٹي نه تو ان جزئيات و فروعات ميں هے ' اور نه اختيارات کا مسئله في نفسه کوئي قابل توجه شے هے - اصلي حقيقت تو وہ نقرئي هتوڑا تها جس سے بنارس ميں هندو يونيورسٹي کا سنگ بنياد نصب کيا گيا ' اور اگر ايک ايسے هي نقرئي هتوڑے کي با عظمت ضرب سرزمين علي گڈہ کو بهي نصيب هوگئي ' تو ساري مشکليں حل ' اور ساري اميدوں کيليے پيام بشارت هے !

افسـانـۂ زلـف

يا " مسلم يونيورسٹي "

اولا يرون انهم يفتنون في كل عام مرة او مرتين ثم لا يتوبون و لا هم يذكرون ! (توبه)

کيا يه لوگ نہيں ديکهتے که کوئي برس ايسا نہيں گذرتا که ايک بار يا دو بار وہ بلاؤں ميں نه ڈالے جاتے هوں ' پهر بهي انکي غفلت کا يه حال هے که نه تو توبه کرتے هيں اور نه واقعات و حوادث کي تنبيهوں اور سرزنشوں سے نصيحت پکڑتے هيں !

رات اور زلف کا يه افسانه
قصه کوتہ ' بڑي کہاني هے !

مسئلۂ مسلم يونيورسٹي کي گذشتـه سه ساله تاريخ جن واقعات و حوادث سے عبارت هے ' ميں انکو اس وقت به تفصيل نہيں دهراؤنگا کيونـکه واقعات ابهي اس قدر پرانے نہيں هوے هيں که حافظه کيليے تجديد ذکر کي ضرورت هو -

نفس تجويز کي ابتدائي تحريک ' گورنمنٹ کا اولين مراسله ' فونڈيشن کميٹي کا پہلا انعقاد ' ڈيپوٹيشن کي تشکيل ' و شکست ' فونڈيشن کميٹي کا دوسرا جلاس علي گڈہ ' پهر مسلم يونيورسٹي ايسوسي ايشن کا قيام ' علي الخصـوص اسکا پچهلا اجلاس ' يه اور نيز ان واقعات و حوادث کے بے شمار اطراف و نتائج ' نه صرف مسلم يونيورسٹي نامي کسي مسئله کي سرگذشت هے بلکه مسلمانوں کي گذشته سه ساله حيات قومي و اجتماعي کي ايک ايسي مکمل تاريخ هے ' جسميں اس تين سال کے اندر کي هر چيز ديکهي اور پڑهي جاسکتي هے !

علي الخصوص حق و باطل اور اصلاح و افساد کي باهمي آويزش اور حق کے قدرتي اور لازمي خواص فتح و نصرت کے ظہور و اعلان کے لحاظ سے تو مسئلۂ مسلم يونيورسٹي کي تاريخ اسدرجه پر عبرت و بصيرة هے که اگر هندوستان کے اور تمام واقعات و حوادث سے قطع نظر کر ليا جاے تو صرف يهي واقعه اس حقيقت کے اعلان کيليے بس کرتا هے که حق جاگ اٹها هے ' اور جب وہ جاگ اٹهے تو پهر باطل کيليـے امن و بقاء نہيں هے -

[۲]

مسئلۂ مسلم يونيورسٹي کے واقعه کو دنيا خواہ کچهه هي سمجهے مگر ميں نے هميشه اسميں ايک هي چيز کو ديکها اور هميشۂ اس سے ايک هي طرح کي صدائيں سنيں - ميں نے ديکها که حق و باطل معرکه آرا هيں ' اور گو مختلف صداؤں ' مختلف ناموں ' اور مختلف شکلوں ميں منظر آرائياں هو رهي هيں مگر انکے اندر بجز حق و باطل کے مقابلے کے اور کچهه نہيں هے - ميري يه صاف نظري بہتوں کو خوش نه آئي ' اور بہتوں نے کوشش که اسقدر صاف لفظوں ميں مطلب نه کہا جاے ' ليکن ميں اپنے مشاهدہ کو جهٹلا نہيں سکتا تها - الحمد الله که ابتدا سے ليکر اسوقت تک ميں نے جو کچهه ديکها ' صاف صاف کہا ' اور کوئي سعي ' کوئي آرزو ' کوئي قوت ' ميري نگاہ کو گرد آلود نه کرسکي :

بندۂ را که بفرمان خدا راہ رود
نگزارند که در بند زليخا ماند

غور کرو که اس تمام عرصه کے اندر يکے بعد ديگرے کيسے کيسے واقعات پيش آے ' اور کس طرح هر موقعه پر حق نے بتلاديا

کہ وہ کہاں ہے اور باطل نے دیکھہ لیا کہ خصائص حق کا قانون کسطرح اٹل اور غیر متغیر ہے ؟

[۳]

اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب پہلے پہل مسلم یونیورسٹی کے متعلق دنیا نے معلوم کیا ہے کہ جن امیدوں اور ولولوں میں انکو مبتلا کیا گیا تھا ' ضرور نہیں ہے کہ اصلیت ویسی ہی ہو - اس زمانے میں الہلال نیا نیا شائع ہوا تھا - اس نے مسلسل چار اشاعتوں میں تعلیمی ممبر کے اولین مراسلہ پر بحث کی اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک اور اسکے دعاۃ و واعظین کے متعلق خصوصاً اور تمام قومی تحریکوں اور جماعتی ناموں کے متعلق عموماً ' اُن افکار اسلامیہ اور عقائد صحیحہ کا اعلان کیا جنکی صداؤں سے سرزمین ہند کی اسلامی آبادی اسوقت تک آشنا نہ ہوئی تھی - یہ سلسلۂ مقالات بھی الہلال کے اُن ابتدائی مقالات میں سے ہے جنھوں نے مسلمانان ہند کے آگے سب سے پہلے اسلام کے احکام دینیہ و اوامر شرعیہ کی بنا پر حریۃ فکر ' و اجتہاد رائے ' و دعوۃ الی الحق ' و توصیۂ معروف ' و احتساب شرعی کی دعوۃ پیش کی ' اور جسکو چند مہینوں کے اندر حکمۃ الہی نے وہ فتح مندانہ نشر و اعلان اور خسروانہ قبولیت و رفعت عطا فرمائی کہ وہی دعوۃ ' وہی پکار ' وہی الفاظ ' وہی جملے ' وہی ترکیبیں ' وہی عقائد ' ہزاروں انسانوں ' صدہا جماعتوں ' بڑی بڑی آبادیوں ' بڑے بڑے شہروں ' بلکہ مسلمانان ہند کے سب سے زیادہ وسیع و غالب حصے کی زبانوں سے نکلنے لگے - حتی کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو اُس وقت دعوۃ الہلال کے اشد شدید منکرین و جاحدین میں سے تھے ' دوسرے ناموں اور بھیسوں میں آکر انھی عقائد کا وعظ کرنے لگے اور سلطان حق کی قہرمانیت و شہنشاہیت کے آگے سر بسجود ہوجانے کیلیے مجبور ہوگئے - و للہ در ما قال ::

گر گفتۂ زعشق گہے حرف آشنا
آں ہم حکایتیست کہ ازمن شنیدۂ !

چونکہ اس وقت تک انقلابی دور دعوۃ شروع نہیں ہوا تھا ' اور استعباد فکر ' و اسر ذہن ' و تقلید اشخاص ' و اتباع افکار مالوفۂ و متوارثہ کی بندشیں ہر جماعت اور ہر گروہ کیلیے زینت پاؤ گردن تھیں ' اسلیے اس سلسلۂ مقالات کا شائع ہونا تھا کہ ہر طرف سے رد و انکار کی صدائیں اٹھنے لگیں ' اور ان لوگوں نے جنکی تمام عمر انسانی پرستشوں اور طرح طرح کی دنیاوی طاقتوں کی عبودیتوں میں بسر ہوئی تھی ' حیران ہو ہوکے چلانا شروع کیا :

اجعل الالهة الها واحداً ؟ ان هذا لشي عجاب ! ! (۳۸ : ۴)
کیا اس شخص نے تمام معبودوں سے انکار کرکے صرف ایک ہی کو معبود قرار دیدیا ہے ؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !

بعضوں نے سب سے بڑی وجہ انکار یہ بتلائی :

ما سمعنا بهذا في الملة الاخرة ' ان هذا الا اختلاق - (۳۸ : ۶)
ہم نے ایسی بات تو کبھی اپنی پرانی ملت میں نہ سنی ' کچھہ نہیں ' یہ اس شخص کی من گھڑت بات ہے !

بہتوں نے عاجز آکر وہ آخری صداے باطل بھی بلند کی جو اسوقت سے دنیا میں بلند ہوتی آئی ہے جب سے کہ حق کی دعوت اور پکار موجود ہے :

حرقوه و انصروا الهتكم ان كنتم فاعلين (۲۱ : ۶۸)
اسکو جلادو ' اسکو ہلاک کردو ' اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم حقیقت میں کچھہ کرنے والے ہو !

حتی کہ بعض ایسے مخصوص افراد بھی جنکے افکار و عزائم میں تبدیلی ہو چکی تھی اور آزاد بیانیوں کی راہ پر چلنا چاہتے تھے ' یکا یک قدیم اثرات سے پاک نہوسکے اور الہلال کی صدائیں ابتدا ابتدا میں انھیں بھی خوش نہ آئیں - لیکن پھر غور کرو کہ چند دنوں کے بعد ھی ان حالات کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دنیا کی اُن نظروں نے جو ایک غیر معلوم مدت سے حق و باطل کے ان گنت معرکے دیکھہ چکی ہے ' اس معرکے میں بھی کیا دیکھا ؟ کس کے ساتھہ اللہ تھا جس نے اسکو تنزل کی جگہ عروج ' ادبار کی جگہ اقدام ' شکست کی جگہ فتح ' اور ذلت و رسوائی کی جگہ عظمت و رفعت بخشی ؟ اور کون تھے جنکو روز بروز ناکامی و نامرادی اور ذلت و خسران کے سوا اور کچھہ ہاتھہ نہ آیا ؟ کس کے ساتھہ سچائی تھی جو ہمیشہ " لا خوف عليهم و لا هم يحزنون " اور " لهم البشري في الحياة الدنيا و في الاخرة " کا مصداق رہا ؟ اور کون رشتۂ حق و صدق سے محروم تھا جس نے ان الباطل كان زهوقا کے سوا اور کچھہ نہ پایا ؟ اسکا جواب میں خود نہ دونگا - ان سوالوں کا جواب ہندوستان کے زمین و آسمان سے پوچھو ' خاک ہند کے ایک ایک ذرہ سے پوچھو ' ہر اُس ستارے سے پوچھو جو گذشتہ تین سال کے اندر ہندوستان کی راتوں میں نکلا ' اور آفتاب کی ہر اُس کرن سے پوچھو جو پچھلے تین سالوں کی ہر صبح کو چمکی اور ہر شام کو غروب ہوئی ' اور اگر یہ تمام صدائیں بھی اسکے لیے کافی نہوں ' تو پھر خود انھی ہستیوں کے پاس جاؤ جنھوں نے صداے حق کے انکار و جحود میں منکرین سابقین اور جاحدین اقدمین سے اپنا رشتہ جوڑا ہے ' اور انکے پہلوؤں کے اندر اُتر کے دیکھو کہ دل کا ایک ایک گوشہ اور اسکی گہرائی میں کا ایک ایک ریشہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کس ناکامی کا داغ ہے ' اور کس نامرادی کا ماتم ؟

[۴]

اس عہد کے بعد ھی نہ صرف مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ ' بلکہ مسلمانان ہند کے اعمال و افکار عمومی کی تاریخ کا وہ مشہور اور یادگار واقعہ پیش آیا جو بصیرتوں کا ایک صحیفہ ' عبرتوں کا ایک سرچشمہ ' اور قلوب مومنین و ارواح صادقین کیلیے موعظتوں اور حکمتوں کی روشنیوں کا ایک آفتاب عالمتاب تھا :

لمن كان له قلب او القي السمع و هو شهيد ! (۵۰ : ۳۶) یعنی فونڈیشن کمیٹی کا پہلا اجلاس جو ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو قیصر باغ لکھنؤ میں منعقد ہوا - آہ ' کیا دنیا میں ایسی غفلتیں بھی بستی ہیں جنکے جگانے کیلیے زلزلوں اور آتش فشانیوں کے دھماکے بھی بیکار ہوگئے ہیں ' اور کیا ایسی آنکھیں بھی موجود ہیں جنکے لیے دوپہر کے سورج میں بھی روشنی نہیں ؟ فونڈیشن کمیٹی کا یہ اجلاس اور اس کے نتائج و عواقب قاہرہ اعلان حق و فتح صداقت کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا کہ اگر لوگوں کے دلوں کو حق و انابت اور خشیت ایمانی کا ایک ذرۂ احساس بھی ملا ہوتا تو ہدایت یابی اور توبۂ و رجوع الی الحق کیلیے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا - وہ سمجھہ جاتے کہ حق کس کے ساتھہ ہے اور اللہ کی مشیت کا ہاتھہ کسکی جانب سے حرکت کر رہا ہے ؟ وہ اعلان و ظہور اور انقلاب وقت و افکار کی روشنیوں کی ایک ایسی مشعل دوپہر تھی کہ اندھوں کو بھی راہ مل جاتی تھی اور تہہ خانوں کو بھی روشنی سے چمک اٹھنا تھا ' لیکن افسوس انسان کی غفلت پر ' اور صد حسرت دلوں کے اعراض اور عقلوں کی ضلالت پر ' کہ سرگشتگان خواب و سر مستی کی رات اسپر بھی ختم نہ ہوئی ' اور حق پرستی کی راہ اسطرح انکے سامنے سے گم ہوگئی کہ ایسی واضح و آشکارا رہنمائیوں کے بعد بھی صراط مستقیم پر قدم نہ رکھہ سکے : ما یاتیهم من ایات ربهم الا کانوا عنها معرضین !

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک صحیح الفکر دماغ اس واقعہ کو دیکھے اور پھر بھی معلوم نہ کر سکے کہ خدا کیا چاہتا ہے ؟ ہزارہا انسانوں

ھیں جنھوں نے ابھی اُس منظر کو نہیں بھلایا ہوگا جبکہ ۲۸ دسمبر کی صبح کو فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس کی آخری نشست ہوئی ہے اور یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس کرانا چاہا ہے کہ ۲۶ آدمیوں کی ایک جماعت کو اس مسئلہ کے رد و قبول کا پورا اختیار دیدیا جاے - کیسا مغرورانہ اعلان ' کیسا فتح مندانہ گھمنڈ ' کیسا مالکانہ حکم ' اور کس درجہ شادمانی و مسرت کا بیخودانہ و سرشارانہ جوش و خروش تھا ' جب دو روز کی متصل مخفی تدابیر کے بعد طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلانے کا کام انجام کو پہنچایا گیا ' اور بظاہر اُس پورے مجمع میں مجکو اپنی صداے حق کے اعلان و انذار کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا گیا ؟ پھر وہ یادگار اور نا قابل فراموش گھڑی ' جب میری آواز کو فریب خوردہ مجمع نے قبول نہ کیا ' اور نادان انسان یہ نہ سمجھے کہ جس آواز کو اسوقت رد کر رہے ھیں ' قریب ہے کہ اسی کے سننے ' اُسی کے ماننے ' اور اُسی کی اطاعت کرنے کیلیے انکو بیقرار ہونا پڑیگا - اسکے بعد ان قابل رحم روحوں کا شور و غل جنکے اندر بجز نادانی ' غلط فہمی ' اور سوء فہم کے اور کچھہ نہ تھا ' اور ساتھہ ہی رزولیوشن کے پاس کرنے کا پادشاہانہ اعلان ' جس نے خوشیوں اور شادمانیوں کی مستی سے نادانوں اور بیخبروں کو متوالا کردیا تھا : و زین ذالک فی قلوبکم و ظننتم ظن السوء ' و کنتم قوما بورا - (۴۸ : ۱۲)

با ایں ہمہ نتیجہ کیا نکلا ؟ فتح مندیوں اور کامرانیوں کے اس اعلان نے کتنی عمر پائی ؟ کامیابی و نصرة کا یہ گھمنڈ جس نے اپنی بڑائی کا اعلان کیا تھا حالانکہ بڑا صرف خدا ہے ' کتنی مدت تک زندگی پا سکا ؟ بلا شبہہ ۲۸ - کی صبح کو چند سو آدمیوں کے مجمع میں مجکو شکست دیدی گئی ' لیکن اسکے بعد کتنی صبحیں فتح و کامیابی کی نصیب ہوئیں ' اور صبح صرف ۲۸ دسمبر ھی کی نہ تھی ؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ ابھی پورے چار مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ " العاقبة للمتقین " کی قدوسیت و جبروتیت یکایک نمایاں ہوئی اور ھموا بمالم ینالوا کے قانون فطرة نے ظاہر ہوکر بتلادیا کہ فتح اسکے لیے اور شکست کیلیے کون ہے ؟ اور پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو رزولیوشن اس درجہ غرور اسکندری اور نشاط جمشیدی کے ساتھہ پاس کیا گیا تھا ' بالاخر نامراد و خاسر ہوا ' اور جس ڈیپوٹیشن کی دیوار اتنی محنتوں اور مشقتوں سے چنی گئی تھی ' اسکو خود ھی اپنے ہاتھوں گرانا پڑا ؟ اللہ اللہ ! اُس قدوس حکیم کی مصلحتیں اور اُس حی و قیوم کی قدرتیں ! جن ہاتھوں نے اس ڈیپوٹیشن کی تجویز کی کامیابی پر خوشیوں سے سرمست ہوکر دس دس منٹ تک متصل تالیاں بجائی تھیں ' انھی ہاتھوں کو میں نے دیکھا کہ زمین کھود رہے ھیں ' اور اس چار ماہہ طفل نو مولود کو سپرد خاک کر رہے ھیں !! اگر عقل مر نہ گئی ہو ' اور ایمان باللہ کی روح نے جسم کو چھوڑ نہ دیا ہو ' تو کلمۂ حق و صدق کی کامیابی اور دعوۃ الہلال کی فتح مندی کیلیے اس سے بڑھکر اور کیا نشانی ہوسکتی ہے ؟ لیکن : و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ؟

[۵]

لیکن مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اسی واقعہ پر پہنچکر ختم نہیں ہوجاتی - اگر انسان کی غفلت حق کی طاقت کو بار بار آزمانا چاہتی ہے تو حق بھی اپنے خواص کے بار بار اظہار و اعلان سے نہیں تھکتا - فونڈیشن کمیٹی کے اولین اجلاس اور مجوزہ ڈیپوٹیشن کے حادثہ نے اگرچہ بتلادیا تھا کہ آگ کا خاصہ حرارت ہے اور اسکو چھونے سے ہاتھہ جل جاتا ہے ' لیکن نادانوں نے چاہا کہ انگاروں سے کھیلنے کا تجربہ ابھی اور جاری رکھیں - چنانچہ اسکے بعد علی گڈہ میں فونڈیشن کمیٹی کا دوسرا اجلاس کیا گیا ' بڑی بڑی کوششوں اور تدبیروں سے اپنے ہم مشرب اشخاص مختلف اطراف ہند سے جمع کیے گئے ' خاص علی گڈہ میں جلسہ منعقد کرکے یقین کیا گیا کہ ہمارے دارالحکومہ کے اندر آکر باہر کی کوئی جماعت کامیاب نہیں ہوسکتی : ظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ - انہوں نے گمان کیا کہ ہمارے قلعہ کی عمارتیں اللہ کی طاقت کو آنے سے روکدینگی - فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا - پس خدا اس راستہ سے آیا جہاںسے ظہور طاقت کا انہیں گمان بھی نہ تھا - و قذف فی قلوبہم الرعب - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے حصار و لشکر کے اندر جلسہ کرکے بھی وہ ناکام رہے ' اور کلمۂ حق کی ہیبت اسطرح انکے دلوں پر چھاگئی کہ باوجود کمال جد و جہد کے کچھہ بھی نہ کرسکے ' اور داعیان حق نے جو کچھہ چاہا وہی ہوا - و لکم فیہا ما تشتہی انفسکم و لکم ما تدعون !

پھر اسی جلسے میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن قائم کی گئی ' اور اسکے ضمن میں متعدد جزئی واقعات پیش آے ' مگر ہر جزئی سے جزئی واقعہ میں بھی قوت حق و غلبۂ آراء ملت کی طاقت اپنے آثار و شواہد دکھلاتی رہی ' اور اس میدان کی اسی کوشش نے بھی انکو بڑہ نہ دی - حتی کہ گذشتہ اجلاس ایسوسی ایشن کا آخری واقعہ پیش آیا جسمیں مخفی طیاریوں اور درپردہ تدبیروں کو منتہاء سعی تک پہنچا دیا گیا تھا - جنگ کے زمانے کے شدید اثرات ' بعض آزاد خیال افراد کی نظر بندیاں ' ایک عرصہ کے التوا و خاموشی کی وجہ سے عام طور پر دلوں کی افسردگی ' جنگ کے زمانے کی وجہ سے آزادانہ خیالات کے اظہار کی عام طور پر بندشیں ' اور اور بہت سے ایسے وقتی حالات و اسباب پیش نظر تھے جنکی وجہ سے ان لوگوں کو پورا یقین ہوگیا تھا کہ موجودہ فرصت حصول مقصد کیلیے سب سے زیادہ قیمتی ہے ' اور کچھہ عجب نہیں کہ شملہ کے وعدے علی گڈہ کی کوششوں سے پورے ہوجائیں - اس اجلاس کے انعقاد کی سرگذشت بھی اس سے کم دلچسپ نہیں ہے جس قدر اجلاس کے اندر کے واقعات دلچسپ ھیں - دوسری فونڈیشن کمیٹی میں طے پایا تھا کہ ایک ڈیپوٹیشن آخری گفتگو کیلیے وایسراے ہند کی خدمت میں حاضر ہو ' اور اب اس کے تمام مراتب ابتدائی طے پاچکے تھے ' لیکن صورت حال یوں ٹہرائی گئی کہ گویا ڈیپوٹیشن کے آنے کی اس طرف سے درخواست کی گئی ہے اور وہاں سے جواب صاف مل گیا ہے کہ جب تک اصولی شرائط ہندو یونیورسٹی کے منظور نہ کرلیے جائیں ' اس وقت تک ڈیپوٹیشن کا آنا بیکار ہے - اس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونیورسٹی کا مسئلہ آخری رد و قبول کی شکل میں آجاے اور لوگ گھبرائے اور پریشان ہوکے فیصلہ کردیں کہ جب اس طرح دو ٹوک جواب مل گیا ہے تو اب لے لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں -

لیکن با ایں ہمہ اس سعی کا بھی جو نتیجہ نکلا وہ دنیا کو معلوم ہے - بالاخر اُسی ناکامی نے انکا استقبال کیا جو اولین اجلاس فونڈیشن کمیٹی سے انکی رفیق حال و ہمدم اعمال ہے ' اور بجز اسکے کہ ماتموں میں ایک نئے ماتم کا اور حسرتوں میں ایک اور نئی حسرت کا اضافہ ہو گیا ' اس پورے گروہ کو اور کچھہ بھی ہاتھہ نہ آیا -

[۶]

اب ۱۰ - اپریل کو پھر فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد کیا گیا ہے اور یہ لوگ تین سال کے متواتر و مسلسل تجربہ کے بعد اب پھر آتے ھیں کہ خدا کو اور اسکے کلمۂ حق کی قوت کو ایک بار اور آزمالیں - یہ محض فونڈیشن کمیٹی کا ایک مجمع ھی نہیں ہے ' بلکہ اُن کوششوں اور تدبیروں کی انتہا ہے جو مشیت الہی کے مقابلے میں انسانوں کا کوئی گروہ کرسکتا ہے - ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ اگر ہم ایک مرتبہ آخری جانبازانہ کوششوں کا سامان اور کرلینگے تو ضرور خدا

کو شکست دیدیگی؟ کیونکہ انسانوں کی طرح لڑتے لڑتے وہ بھی تھک جا سکتا ہے؟ اور اگر بہت زیادہ روپیہ ، بہت زیادہ سازشیں ، بہت زیادہ انسان، اور بہت زیادہ انسانی تدبیروں کا مواد جمع کرلیا جاسکے تو کیوں نہیں خدا کو بھی ہار مان لینی پڑے؟ چنانچہ مہینوں سے طرح طرح کے سامان کیے جا رہے ہیں ، اور بڑے بڑے دعوے اور بڑے بڑے اعلانات سننے میں آرہے ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آخری معرکے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کیا کلمۂ حق و جماعت کی پچھلی فتح مندیاں صرف اسلیے تھیں کہ بہت زیادہ سامان اسکے حریفوں کے نہیں کیا تھا اور اب زیادہ سامان کرکے اسکو شکست دیدی جائیگی؟ یہ سچ ہے کہ صوبۂ متحدہ کی گورنمنٹ نے پچھلے اجلاس ایسوسی ایشن کی شرکت کے بعد ہی مجھکو اپنے صوبے میں داخل ہونے سے روک دیا ہے، اور اسلیے میں اس جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا، لیکن غالباً وہ خدا کو لکھنو میں آنے سے نہیں روک سکتی، اور اسکے آنے اور نمودار ہونے کی راہیں ہمیشہ ایسی رہی ہیں جنکا انسانوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا: فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا -

یہ وہی حق اور باطل کا مقابلہ ہے جو برسوں سے ہورہا ہے، یہ وہی اشخاص اور جماعت کے فوائد کی معرکہ آرائی ہے جسکا میدان عرصہ سے گرم ہے، یہ وہی اصلاح اور افساد کے قوت و ضعف کا فیصلہ ہے جو اگرچہ اول روز ہی ہوچکا ہے مگر ایک آخری فیصلہ غالباً ابھی باقی ہے - پس قریب ہے کہ حق ظاہر ہو، اور کچھہ دیر نہیں کہ جس کلمہ کے ساتھہ اللہ کی مشیت و حکمت شامل ہے، وہ اپنی آخری فتح مندی کا اعلان عام کردے:

اعملوا علی مکانتکم انا عاملون - وانتظروا انا منتظرون! (۱۱ : ۱۲۲) - وما ربک بغافل عما تعملون (۱۱ : ۱۲۳)

اے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ، ہم اپنی جگہ کام کررہے ہیں - اور پھر نتیجہ کا انتظار کرو - ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں! .... اور تمہارا پروردگار ان کاموں سے غافل نہیں جن میں تم لگے ہوئے ہو-

(دلائل و مباحث)

ہمارا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ایک مضمون ان تمام دلائل و مباحث کے متعلق بھی لکھینگے جو اس وقت تک مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لیلینے کے لیے شائع کیے گئے ہیں - چنانچہ اسی غرض سے ہم نے ایک پورے فارم کی جگہ خالی رکھی، اور تمام کاغذات و رسائل جمع کرائے جو اس وقت تک شائع کیے جاچکے ہیں -

لیکن اب کہ لکھنے کا ارادہ کیا ہے، اور ان تمام مضامین و رسائل پر نظر ڈالی ہے جو ابتدا سے لیکر اسوقت تک شائع کیے گئے ہیں، علی الخصوص وہ تحریریں جو گذشتہ اجلاس ایسوسی ایشن کے موقعہ پر شائع کی گئیں، نیز وہ بعض رسائل جو پچھلے دو چار ہفتوں کے اندر نکلے ہیں، تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ کس چیز کو دلیل و ثبوت کے لفظ سے موسوم کریں، اور اس تمام ذخیرۂ اشاعات کی کس سطر کو قابل بحث و مذاکرہ قرار دیں؟ اس تمام ذخیرہ میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں ملتی جو ثابت کرسکے کہ بحالت موجودہ (جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ انگلستان نام نہاد قومی یونیورسٹیوں کے متعلق ایک انقطاعی مقام اختیار کرچکی ہے) چند دنوں کے مزید انتظار، ضوابط ہندو یونیورسٹی کی ترتیب، قوانین متعلقۂ کار کی نفاذی شکل، اور دوائر نفوذ و احاطہ کے معائنہ میں کونسا نقصان عائد ہوجاتا ہے؟ جس قدر مضامین و رسائل شائع کیے گئے ہیں، بلا شائبۂ مبالغہ ان میں سوائے ضلالت فکر و رائے اور تلبیسات و مخادعات کے اور کچھہ نہیں ہے - مثلاً:

(۱) ایک بڑی دلیل بار بار یہ پیش کی جاتی ہے کہ ممکن ہے، گورنمنٹ کی رائے بدل جائے اور پھر یونیورسٹی نہ ملے - لیکن اس بیان میں کئی دھوکے اور مغالطات ہیں - اول تو قومی یونیورسٹی کے متعلق نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت بالا بھی اپنی پالیسی صاف و واضح کرچکی ہے اور ایک قوم کو دیچکی ہے - اب اسمیں تبدیلی کا خوف دلانا ایک ایسی سوفسطائیت ہے جسکو بجز علی گڈہ کے "محققین تعلیم" کے اور کوئی اختیار نہیں کرسکتا - ثانیاً، ابھی ابھی جدید ممبر تعلیمات دھلی کی صحبت میں ظاہر کرچکا ہے کہ "ہندو یونیورسٹی کی شرائط پر مسلم یونیورسٹی ہر حال میں طیار ہے - آپ جب چاہیں لیلے سکتے ہیں" -

(۲) دلیل نہیں مگر ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی لے لینے کی صورت میں علی گڈہ کالج کی آزادانہ حالت کچھہ نہ کچھہ بڑھ ہی جائیگی - گھٹ کسی طرح نہیں سکتی - مگر یہ بیان اپنی شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا کامل ترین قسم کا جھوٹ ہے جس سے زیادہ غلط بیانی انسان کی زبان نہیں کرسکتی - دلیل میں یہ لوگ علی گڈہ کالج کے موجودہ قانون اور ہندو یونیورسٹی ایکٹ کا مقابلہ کرتے ہیں اور بلا دریغ سفید کو سیاہ اور دنکو رات دکھلاتے ہیں - علی گڈہ کالج اور گورنمنٹ کے اختیارات کی اصلی بنا قانون ٹرسٹیاں کی دفعہ ۱۴۷ ہے: "لوکل گورنمنٹ اور ڈائرکٹر تعلیمات کو کالج کی تعلیم کے اندرونی انتظامات اور بورڈنگ ہاؤس کے انتظام اور کالج کے اسٹاف کے تقرر اور موقوفی اور تبادلہ نیز معاملات متعلق تعلیم مذہبی میں بجز اسکے جسکا ذکر دفعہ ۱۴۴ میں ہے، مداخلت کرنے کا اختیار نہوگا"

دفعہ ۱۴۴ جسکا اسمیں ذکر ہے یہ ہے "لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ اس امر کی نسبت اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے کہ کالج کا اسٹاف کالج کے طالب علموں کی تعلیمی ضروریات کیلیے کافی ہے، ٹرسٹیوں سے وقتاً فوقتاً استفسار کرے، اور اگر استفسار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو کہ کالج اسٹاف کا کوئی عہدہ دار اس کام کے قابل نہیں ہے، تو ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگی کہ اس شخص کو اس عہدہ سے علحدہ کردیا جائے"

ان دفعات سے واضح ہوگیا کہ موجودہ قوانین کی بنا پر لوکل گورنمنٹ کو صرف اسقدر اختیار حاصل ہے کہ اگر کالج کی تعلیمی ضروریات کیلیے کوئی عہدہ دار قابل نہو تو وہ ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگی کہ اسے علحدہ کردیں -

علاوہ بریں قانون ٹرسٹیاں اسوقت ہمارے سامنے ہے - اسمیں جسقدر دفعات، گورنمنٹ اور عہدہ داران گورنمنٹ کے علائق سے تعلق رکھتی ہیں، ان سب میں حسب ذیل الفاظ کے سوا اور کچھہ نہیں ملسکتا:

"ڈائرکٹر کو ...... صلاح دینے کا اختیار ہوگا - ٹرسٹیوں کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر لحاظ کریں - عمل نہ کرنے کے وجوہ قلمبند کریں (دفعہ ۱۴۱) وزیٹر (یعنی لفٹنٹ گورنر) مشورہ دینے کا مجاز ہوگا (دفعہ ۱۴۲) وزیٹر کو جائز ہے کہ اپنی رائے لکھے - کوئی تجویز پیش کرے - بورڈ آف مینجمنٹ کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر غور کرے (دفعہ ۴۳ ضمن ۲) گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ تحقیقات کرے (دفعہ ۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ حالت میں قوانین کالج گورنمنٹ کے کسی علاقہ کو قانوناً "صلاح و مشورہ، تجاویز، دریافت و تحقیق" سے زیادہ تسلیم نہیں کرتے، اور پھر حسب دفعہ ۱۴۷ اپنے تمام اندرونی معاملات میں وہ آزاد ہے -

اسکے مقابلہ میں ہندو یونیورسٹی ایکٹ اور اسکی دفعات ہیں جنکا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ ہر بنیادی و اساسی قوت کے نہ صرف رد کردینے بلکہ منظوری و عدم منظوری کا اختیار گورنمنٹ نے اپنے ہاتھہ میں رکھا ہے، اور ضوابط کی ترتیب بھی جسکے مطابق ہر صیغہ کام کریگا، گورنمنٹ ہی کے متعلق ہے -

ادبیات

اثار خطیه ادبیه

میرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام

(قصیدہ در تہنیت غسل صحت نواب یوسف علي خاں بہادر سابق والي رامپور)

مرحبا سال فرخي آئین * عید شوال و ماہ فروز دین
شب و روز افتخار لیل و نہار * مہ و سال اشرف شہور و سنین
گرچہ ہے بعد عید کے نو روز * لیک پیش از سہ ہفتہ ' بعد نہیں
سو اس اکیس دن میں ہولي کے * مجلسیں جا بجا ہوئیں رنگیں
شہر میں کو بکو عبیر و گلال * باغ میں سو بسو گل و نسرین
شہر گویا نمونۂ گلزار * باغ گویا نگار خانۂ چیں
تین تہوار اور ایسے خوب! * جمع ہرگز ہوے نہ ہونگے کہیں!

* * *

پھر ہوئي ہے اسي مہینے میں * منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب * رونق افزاے مسند تمکین
بزم گہہ میں امیر شاہ نشاں * رزم گہہ میں حریف شیر کمیں
پیشگاہ حضور شوکت و جاہ! * خیر خواہ جناب دولت و دیں!
جنکي مسند کا آسماں گوشہ * جنکي خاتم کا آفتاب نگیں
جنکي دیوار قصر کے نیچے * آسماں ہے گداے سایہ نشین
دھر میں اسطرح کي بزم سرور * نہوئي ہو کبھي بروے زمیں
انجم چرخ' گوھر آگیں فرش * نور مے' ماہ ساغر سیمیں

* * *

راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے * ہے وہ بالاے سطح چرخ بریں
وہ نظرگاہ اھل وھم و خیال * یہ ضیا بخش چشم اھل یقین
واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم * کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں؟
یاں زمیں پر نظر جہاں تک جاے * ژالہ آسا بچھے ھیں در ثمین
نغمۂ مطرباں زھرہ نوا! * جلوۂ لولیان ماہ جبیں!
اس اکھاڑے میں جوکہ ہے مظنون' * یاں وہ دیکھا بچشم صورت بیں

* * *

سرور مہر فر ھوا جو سوار * بکمال تجمل و تزئین
سب نے جانا کہ ہے پري سوسن * اور بال پري ہے دامن زین
نقش سم سمند ہے یکسر * بن گیا دشت دامن گلچیں
فوج کي گرد راہ مشک فشاں * رھرونکي مشام عطر آگیں
بسکہ بخشي ہے فوج کو عزت * فوج کا ھر پیادہ ہے فرزیں
مرکب خاص یوں زمیں پر تھا * جس طرح ہے سپہر پر پرویں
چھوڑ دیتا تھا گور کو بھرام * ران پر داغ تازہ دیکے وھیں
اور داغ آپکي غلامي کا * خاص بھرام کا ہے زیب سرین

* * *

بندہ پرور! ثنا طرازي سے * مدعا عرض فن شعر نہیں
آپکي مدح اور میرا منہہ؟ * گرکہوں بھي توکس کو آے یقیں؟
اور پھر اب کہ ضعف پیري سے * ھوگیا ھوں نزار و زار و حزیں
پیري و نیستي' خدا کي پناہ! * دست خالي و خاطر غمگیں!
صرف اظہار ہے ارادت کا * ہے قلم کے جو سجدہ زیر جبیں
مدح گستر نہیں دعا گو ہے * (غالب) عاجز نیاز آگیں
ہے دعا بھي یہي کہ دنیا میں * تم رھو زندہ جاوداں! آمیں!



الحــق و البــاطــل

حقیقت بقــاء اســلام و فنائے کفر

گذشتہ صحبت میں " تنازع البقاء " اور " انتخاب طبیعي " اور " بقاء اصلح و امثل " کي حقیقت پر هم ایک مجموعي نظر ڈال چکے هیں - اب قبل اسکے کہ اصل موضوع کي طرف متوجہ هوں ' مسئلہ انتخاب طبیعي کے تدریجي ارتقاء اور اسکے مختلف دوروں پر ایک سرسري نظر ڈال لینا ضروري هے -

هم دیکھنا چاهتے هیں کہ قانون انتخاب طبیعي کے متعلق اس وقت تک انساني معلومات کس درجہ تک پہنچي هیں اور زیادہ سے زیادہ انسان جو اسکے متعلق جانتا هے وہ کیا هے ؟ گذشتہ صحبت میں هم نے جو کچھہ لکھا وہ گویا اس وقت تک کي تمام حاصل شدہ معلومات کا ایک مرتب سلسلہ تھا ' لیکن ضروري هے کہ اس قانون کے علم و اختبار کے درجہ بدرجہ جو مختلف مراتب رهے هیں ' انکو بھي مختصراً واضح کردیا جاے - همارے لیے همیشہ ایک بڑي مصیبت موضوع کي وسعت ' خیالات و افکار کا هجوم و انتشار ' اور اختصار بیان کي ناگزیر ضرورت هوتي هے ' اور اس صحبت میں بھي یہي مشکل درپیش ' تاهم جہاں تک ممکن هوگا ' اختصار سے کام لینگے ' اور عمداً اهم سے اهم اطراف بحث کو بھي ترک کردینگے -

یہاں اس قدر ظاهر کردینا ضروري هے کہ شاید بحث کا یہ حصہ بعض احباب کي نظروں میں خشک اور بے مزہ هو کیونکہ محض تاریخي حالات و علمي مصطلحات پر مبني هے - لیکن ان حضرات کو چاهیے کہ وہ اس تذکرہ کو چھوڑ دیں اور اس کے بعد کے عنوان سے مطالعہ فرمائیں جہاں سے قرآن حکیم کي تصریحات شروع هوتي هیں -

(۲)

مراتب کشف و تحقیق بقاء اصلح

گذشتہ صحبت میں انتخاب طبیعي پر جو مجموعي نظر ڈالي گئي هے ' اسکے امثال و نظائر کو هم نے انسان سے شروع کیا اور پھر نباتات و جمادات تک پہنچکر افکار و ذهنیات و عالم معنویات کي طرف چلے گئے ' لیکن اس قانون کي تحقیق و کشف کي تاریخ بالکل اس کے برعکس واقع هوئي هے - یعني سب سے پہلے انسان نے جمادات میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو معلوم کیا ' اسکے بعد حیوانات میں ' پھر انسان کے اجتماع و تمدن میں ' اور سب سے آخر عالم افکار و ذهنیات و معنویات میں - حسب قانون ارتقاء ' اس قانون کے کشف و علم میں بھي قدرتي طور پر اسي طرح ارتقاء کا هونا ضروري تھا -

(بقاء اصلح کا اولیں کشف)

یہ عجیب بات هے کہ قانون تنازع البقاء کي سب سے پہلي روشني زمین کے بالائي سطح کي روشن فضاء کي جگہ اسکے اندروني طبقوں اور نہایت عمیق غاروں کي تاریکي میں چمکي !

چارلس ڈارون سے کچھہ پہلے چند علماء طبقات الارض (جیالوجي) اور علماء احافیر و اثریات (آرکیولوجي) کے نام هم کو معلوم هوتے هیں جنهوں نے زمین کے اندروني طبقات کي بتدریج تکوین و تخلیق کے مطالعۂ و درس میں تنازع البقاء کي طرف رهنمائي پائي ' اور انکو خیال هوا کہ طبیعۃ کا کوئي غیر معلوم قانون هے جو بہتر و اصلح اشیاء کو قائم رکھتا اور ناقص شدہ اجزاء کو فنا کر دیتا هے - انتخاب طبیعي کے کشف کا یہ پہلا درجہ تھا جو گویا عالم جمادات میں هوا - ان علماء نے تکوین ارض کے مختلف دوروں کي جو طبقات الارضي عمر قرار دي ' اسمیں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کے اصولوں کو ایک نا مکمل اور ابتدائي صورت میں ملحوظ رکھا هے -

(دوسرا دور)

اسي دور میں قبل اسکے کہ چارلس ڈارون اپنے مشہور مذهب ارتقاء کو دنیا کے سامنے پیش کرے ' فرانس میں لامارک اور جوفرساں دو مشہور حکماء طبیعي کا ظہور هوا ' جنهوں نے ڈارون کي طرح مسئلہ وحدۃ انواع کو اپنا موضوع بحث قرار دیا -

لامارک پیرس کے باغ نباتات کا مہتمم تھا اور اس میں نباتات کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ طرح طرح کے حیوانات کا بھي موجود تھا - حیوانات و نباتات کي مختلف انواع کے علمي درس و مطالعہ اور تربیت صناعي کے اعمال و نتائج سے اسکو مسئلۂ وحدت انواع کي طرف ایک قوي تحریک ملي ' اور بالترتیب سنہ ۱۸۰۹ اور سنہ ۱۸۱۵ میں اس نے اپني دو کتابیں " فلسفۂ حیوانات " اور " تاریخ حیوانات معدومہ " شائع کیں - ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم هوتا هے کہ مذهب وحدت انواع میں اسکا زیادہ تر اعتماد قانون وراثت (Heredity) اور قانون مطابقت (Adaptation) پر تھا (جنکي تشریح گذشتہ اشاعت کے مضمون التحول الفجائي میں دي جا چکي هے) تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو وہ زیادہ اهمیت نہیں دیتا ' تاهم اس سے بیخبر بھي نہیں هے - اپني دوسري کتاب میں جمادات کے علاوہ نباتات میں بھي طبیعۃ کے انتخاب کي طرف اشارہ کرتا هے -

لامارک کا معاصر جوفرساں هے - (المتولد سنہ ۱۷۷۲) اس نے سنہ ۱۸۲۸ میں اپني کتاب " اصل وحدۃ ترکیب عضوي " شائع کي - اسکا اعتماد زیادہ تر قانون مطابقت یعني موثرات خارجیہ پر تھا - وہ کہتا هے کہ آب و هوا ' حرارت ' رطوبۃ ' اور مقدار کاربونک وغیرہ کے اختلافات سے ایک نوع متاثر هوکر مختلف انواع کي شکل میں متحول هوگئي - تاهم اس نے بھي تنازع البقاء کي طرف اشارات کیے هیں ' اور معلوم هوتا هے کہ نباتات تک اسکي بھي نظر پہنچ چکي تھي -

اسي زمانے میں دو مشہور شخص جرمني کے اندر بھي مسئلۂ وحدت انواع و نشر و ارتقاء پر غور کر رهے تھے - یعني مشہور شاعر " گیٹے " (Goethe) اور مشہور طبیعي " اوکن " - گیٹے نے سنہ ۱۷۹۰ میں اپني کتاب " تحول نباتات " شائع کي اور اوکن (المتوفي سنہ ۱۸۵۱) نے سنہ ۱۸۱۸ میں " فلسفۂ طبیعي " یہ لوگ بھي لامارک کي طرح ابھي تنازع البقاء کي حقیقت سے پوري طرح با خبر نہیں هیں ' لیکن کبھي کبھي اسطرف بھي ایک دو قدم بڑہ آئے هیں ' اور جمادات کے علاوہ نباتات میں بھي ایک مزاحمۃ اور کشاکش کو دیکھہ لیتے هیں -

لیکن سب سے زیادہ جس شخص نے عالم نباتات میں انتخاب طبیعي کے قانون کا مطالعہ کیا اور اسکو قوت کے ساتھہ پیش کیا ' وہ

فرانس کا ایک مشہور عالم نباتي "دي کاندل" هے - اس نے سنه ۱۸۲۰ میں اپني کتاب شائع کي اور اسمیں تنازع البقاء کے قانون کو ایک منظم شکل میں پیش کیا - وہ لکھتا هے که کائنات نباتات همیشه ایک عالم تنازع و مزاحمة اور کشمکش میں هے' اور جو فرد اور قسم اصلح و اقوي هوتي هے ' باقي رهتي هے ' اور جو اصلح نہیں رهتي مٹ جاتي هے -

(تیسرا دور)

یه انتخاب طبیعي کا دوسرا دور تھا که عالم نباتات میں بھي اس قانون کا کشف هوا - تیسرا دور خود چارلس ڈارون کا هے جس نے اس قوت کے ساتھه مسئله نشو و ارتقاء کو پیش کیا که وہ ایک مدلل و مرتب نظریه بنکر تمام علمي دنیا میں شائع هوگیا - ڈارون نے اپنے نظریه کي بنیاد جن قوانین پر رکھي ' ان میں سب سے زیادہ اهم تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي هے - اس نے انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون طبیعة قرار دیا ' اور نہایت تفصیل و کثرت سے اسکے امثال و نظائر جمع کیے - اس نے اپني دوسري کتاب کا نام هي یه رکھا که " پیدائش انواع بواسطۂ انتخاب طبیعي یا بواسطۂ حفظ انواع اکمل در تنازع البقاء "

ڈارون نے ظاهر کیا که تنازع البقاء جمادات سے لیکر حیوانات تک میں جاري و ساري هے' اور طبیعة اسي درخت اور اسي حیوان کو باقي رکھتي هے جو اصلح و اقوی هو - اس نے تنازع البقاء کي دو حالتیں قرار دیں : فاعلي اور مفعولي - فاعلي سے مقصود وہ کشمکش هے جو حیوانات میں ایک کو دوسرے کے ساتھه در پیش هے اور مفعولي وہ کشمکش هے جو احیاء و حیوانات کو قواے طبیعیۂ صامته کے ساتھه پیش آتي هے - پھر " انتخاب " کي بھي وہ دو قسمیں کرتا هے - طبیعي اور صناعي - طبیعي اصل انتخاب هے جو خود فطرة بتدریج کررهي هے - اصلح کو باقي رکھتي هے - غیر اصلح کو چھانٹ دیتي هے - صناعي وہ انتخاب هے جو انسان کے هاتھوں ظاهر هوتا هے - وہ طرح طرح کي موثر تدبیروں اور تربیتوں سے ایک نوع کے درخت کو قوت پہنچاتا اور بہتر حالت میں لاتا هے - پس وہ اصلح هوکر حسب قانون طبیعة باقي رهتا هے - یا کسي ایک زمین کو درست کرتا هے' جھاڑیاں کاٹ دیتا هے' کھڈوں کو بھر دیتا هے' اطراف کو صاف کردیتا هے' وہ اصلح هوکر لائق ابادي هوجاتي هے' یا کسي ایک نسل حیواني کو لیکر پرورش کرتا هے' عمدہ آب و هوا میں رکھتا عمدہ غذا کھلاتا ' اچھے اصولوں پر پرورش کرتا هے - وہ اصلح هوکر باقي رهتي هے ' اور اسکے مقابلے میں غیر تربیت یافته نسل مٹ جاتي هے - وغیرہ ذالك من الامثال و الاشباہ - لیکن آگے چلکر تم کو معلوم هوگا که انتخاب طبیعي اور صناعي کا یه فرق ڈارون کي سخت غلطي تھي - جس انتخاب کو وہ صناعي کہتا هے ' وہ کوئي مستقل قسم نہیں هے بلکه اسي انتخاب طبیعي کي ایک قوة عامله هے - طبیعت نے انتخاب کیلیے مختلف عوامل و وسائل قرار دیے هیں' ان میں خود انسان کا هاتھه بھي فطرة کے اعمال کا ایک آله هے - فطرة الهي کبھي تو اسکے هاتھه میں تلوار دیدیتي هے تاکه غیر اصلح هستیوں کو قتل کرکے مٹادے اور اسطرح فطرة کا دنیاء میں خلیفه هو' اور کبھي اصلاح و تربیت کي قوت دیدیتي هے تاکه باقي رهنے والي قوتوں کی اصلحیت کا ذریعه بن جاے اور اصلح دنیا میں باقي رهے - خود انسان کوئي چیز نہیں هے - ڈارون انسان تھا - وہ ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھسکا ' قران العلم هے اور اختلافات کیلیے حکم' وہ اصل حقیقت کو واضح کردیگا - و لتعلمن نبائه بعد حین -

ڈارون کے بعد هي (بلکه کہا جاسکتا هے که تقریباً اُسکے معاصرین میں) مشہور " ویلز " هے ' جس نے خاص طور پر مسئلۂ " انتخاب طبیعي " کو اپنے درس و نظر کا موضوع قرار دیا اور مستقل طور پر اس قانون کے کشف و حقیقت کیلیے اپنے اعمال عملیه وقف کردیے - مسلسل سیاحتوں اور بعض نو آبادیوں اور غیر متمدن ممالک کے مشاهدات نے اسکو بہت مدد دي' اور مختلف قسم کے حیوانات علي الخصوص صنف طیور کا اس نے خاصتاً مطالعه کیا - الهـــلال جلد ۴ - کي آخري اشاعة میں هم به تفصیل اسکے تجارب پر بحث کرچکے هیں - حیوانات و احیاء میں انتخاب طبیعي کے قانون کو جس وسعت کے ساتھه اُسنے ثابت کیا هے' وہ درجه خود ڈارون کو بھي نصیب نہیں - سب سے پہلے بقاء امثل و اصلح (نیچرل سلکشن) کي اصطلاح اسي نے وضع کي هے - پس ڈارون اور ویلز انتخاب طبیعي کا تیسرا درجه هیں' جنھوں نے جمادات اور نباتات کے علاوہ خود حیوانات میں بھي قانون انتخاب کي حقیقت و نفاذ کو معلوم کیا -

(چوتھا دور)

لیکن اس دور تک انتخاب طبیعي کا قانون اگرچه عالم حیوانات تک پہنچ چکا هے اور انسان نے دیکھه لیا هے که فطرة جمادات و نباتات کي طرح خود اسکي نوع یعنے حیوانات میں بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي هے ' تاهم ابتک وہ اس سے آگے نہیں بڑھسکا که حیوانات کا تنازع البقاء مرتبه وجود انساني سے نیچے جاري هے ' اور جب نوع حیواني ترقي کرتے ہوے وجود انساني تک پہنچ گئي تو چونکه انسان زنجیر ارتقاء کي آخري کڑي هے اسلیے اسکے بعد اور کچھه نہیں هوتا -

ڈارون کے مباحث و مذاکرات کے پڑھنے سے معلوم هوتا هے که وہ صرف انسان کے وجود کي تکوین تک اپني تمام نظریات کو محدود رکھتا هے - وہ کہتا هے که دنیا میں مخلوقات کا سلسلۂ ارتقاء جمادات کي ابتدائي تخلیقات سے شروع هوکر عالم نباتات میں پہنچتا هے ' اور نباتات سے حیوانات میں - پھر حیوانات میں علقۂ اولی (پروٹو پلاسم) کے ارتقاء اور مذهب کریات کي طرف بھي اشارہ کرتا هے - یه سلسله بڑھتے بڑھتے آخري زنجیر تک پہنچتا هے یعنی وجود انسان تک - اس کے بعد وہ بالکل خاموش هے' اور چونکه سلسلۂ ارتقاء کو اسکے بعد نہیں دیکھتا ' اسلیے جس قدر عوامل و موائرات ارتقاء هیں' مثلاً انتخاب طبیعي اور مطابقت و وراثت ' انکو بھي وجود انساني کے بعد معلوم نہیں کرتا -

ڈارون کي اصلي غلطي یه تھي که اس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون فطرة کي شکل میں نہیں دیکھا تھا ' بلکه اپنے نظریه وحدة انواع (یعنے اصل میں صرف ایک هي نوع هے جس سے تمام انواع و عوالم خلقت بتدریج بن گئے هیں) کے ضمن میں اس قانون کو بھي جگہه دي تھي - اس کا مذهب یه تھا که ایک هي نوع سے مختلف انواع اسلیے پیدا هوگئیں که دنیا میں چار قوانین طبعیة : تنازع البقاء ' انتخاب طبیعي ' مطابقت ' اور وراثت کام کررهے هیں' اور جس طرح انسان کا عمل اور صناعة مفید و نافع چیز کو چھانٹ لیتا اور بچاتا هے' اور مضر اور ناقص کو چھوڑ دیتا هے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح طبیعة بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ضائع کردیتي هے - پس ایک هي نوع به تحت قانون مطابقت و وراثت ' مختلف اثرات زمین و احتیاجات خلقت و تلاش غذا وغیرہ سے متاثر هوکر بتدریج متغیر هوئي ' تنازع البقاء جاري تھا ' انتخاب طبیعي نے اصلح و اقوي کو باقي رکھا ' غیر اصلح کو ضائع کردیا - نتیجه یه نکلا که قوي و اسلم وجود برابر قائم و ترقي فرما رها - حتی که خلقت کي آخري زنجیر تک پہنچا جو انسان هے -

حالانکه " انتخاب طبیعي " کا قانون ایک مستقل قانون فطرة هے' جو مسئلۂ وحدت انواع کا تابع نہیں' اور اگر ایک نوع کي جگه مستقلاً هر نوع کو ایک علحدہ نوع بھي مان لیا جاے '

جب بھی قانون انتخاب طبیعی کی حقیقت بدستور قائم رہتی ہے ' اور وہ ہر حال میں ایک محکم و ناقابل انکار حقیقت ہے - بہرحال ڈارون تک انتخاب طبیعی عالم حیوانات تک میں تو معلوم ہوگیا مگر خود انسان کے وجود ' اسکے اعمال ' اور فرد و اجتماع کی کشاکش و مزاحمۃ کی حقیقت پر کوئی روشنی نہیں پڑی - اس حد تک پہنچکر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ تنازع البقاء ' یہ فطرۃ کا انتخاب ' یہ قوۃ مصلحۃ و مدبرۃ عالم کا حفظ اصلاح و دفع افساد ' کیا صرف پتھروں ' مٹی کے منجمد ٹکڑوں ' درختوں کی جڑوں اور چار پایوں اور چڑیوں ہی تک محدود ہے ' یا تنازع البقاء خود انسان کی زندگی اور اعمال کے اندر بھی جاری ہے اور اصلح باقی رہتا ہے اور غیر اصلح فنا ہو جاتا ہے ؟ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ فطرۃ چڑیوں اور چار پایوں میں سے تو اصلح کو انتخاب کرلے ' مگر خود انسان کیلیے اسکا قانون انتخاب بیکار ہو ؟

ڈارون کے بعد جس شخص نے انتخاب طبیعی کو نسبتاً زیادہ وسیع دائرہ میں دیکھنا چاہا ' وہ پروفیسر " ہیکل " ہے ' جو مذہب ڈارون کے مشہور منتصرین میں سے ہے ' تاہم کوئی مدلل وسعت پیدا نہو سکی ' کیونکہ سب سے زیادہ توجہ اسکی قانون وراثت و مطابقۃ پر رہی - ساتھہ ہی اس نے تنازع البقاء کا دائرہ ایک لحاظ سے تنگ بھی کردیا - وہ کہتا ہے کہ تنازع البقاء اس لحاظ سے کہ ایک وجود دوسرے وجود کا مقابلہ کر کے بوجہ اصلحیت اسکو فنا کردے ' صرف ذی روح اجسام ہی میں محدود ہے - حالانکہ ہیکل سے پہلے ہم انتخاب طبیعی کو تمام کائنات عالم میں کام کرتا ہوا دیکھہ چکے ہیں -

(آخری درجۂ کشف و تحقیق)

اب اسکے بعد حکماء یورپ ہمکو دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں - ایک گروہ نے اپنا قدم آگے بڑھایا اور اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ سلسلۂ ارتقاء انسان تک پہنچنے کے بعد معدوم نہیں ہوگیا ' بلکہ خود انسان میں بھی جاری ہے اور تمام قوانین طبیعۃ مثلاً انتخاب طبیعی وغیرہ بدستور کار فرما ہیں - دوسری جماعت نے اس سے انکار کیا - اسنے کہا کہ اب عالم عضوی میں ارتقاء کے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں - صرف تحول و تبدل ہم دیکھہ رہے ہیں - یہ آخری جماعت " مذہب تحول " کے نام سے مشہور ہوئی - اور پہلی " مذہب ارتقاء " کے نام سے -

پروفیسر ہیکل پہلی جماعت میں سے ہے ' مگر زیادہ قوت کے ساتھہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا - انگلستان میں سب سے بڑا شخص جس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وسعت دیکر چوتھے مرتبہ میں پہنچا دیا ' وہ مشہور حکیم ہربرٹ اسپنسر ہے - اس نے مسئلہ ارتقاء پر بالکل ایک نئی قسم کی نظر ڈالی ' عوامل ارتقاء کو خود انسان کی اجتماعی اور قومی زندگی میں نافذ و جاری قرار دیا ' اور انسان کی پوری اجتماعی زندگی کو قوانین مادیۂ طبعیۃ پر مرتب کردیا - اس بارے میں اسکی کتاب " اصول سوشیالوجی " ایک انقلاب آفریں کتاب سمجھی جاتی ہے -

اسپنسر کہتا ہے کہ خود انسان کی اجتماعی زندگی ' اقوام کی پیدایش و موت ' تمدن و تہذیب کا عروج و زوال ' اور نیز ہیئۃ اجتماعیہ کی ہر شاخ اسی قانون کے ماتحت ہے - یہاں بھی ہر جگہ تنازع البقاء جاری ہے - جماعتوں کا مقابلہ ہے ' اصولوں کا مقابلہ ہے ' صناعتوں کا مقابلہ ہے ' علوم کا مقابلہ ہے ' تمدن و شایستگی کا مقابلہ ہے ' دولت و اقتصاد کا مقابلہ ہے ' پھر زندگی اُسی کیلیے ہے جو اصلح ہے اور طبیعۃ باقی اسی کو رکھیگی جس میں قوت ہے -

اسپنسر کے علاوہ اس عہد میں اور بھی بعض مصنفین ایسے ملتے ہیں جنہوں نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو حیوانات و اجسام کے علاوہ ذہنیات و معنویات میں بھی دیکھنا چاہا تھا - ازانجملہ علم طبقات الارض کا ایک مشہور پروفیسر چارلس لائل ہے ' جس نے سنہ ۱۷۶۰ میں اپنی کتاب " قدامت جنس بشری " شائع کی ' اور اس میں قانون تنازع البقاء و انتخاب طبیعی کو دنیا کی تمام زبانوں اور لغتوں پر منطبق کرنا چاہا - اس نے کتاب کا مواد زیادہ تر مشہور ماہر علم اللسان میکس ملر سے لیا ہے اور دعوا کیا ہے کہ دنیا کی زبانوں کے اندر بھی تنازع البقاء جاری ہے - جو زبان اصلح ہے باقی رہتی ہے ' غیر اصلح مٹ جاتی ہے - یہ گویا انتخاب طبیعی کا عالم معنویات میں مشاہدہ تھا ' اور اس اعتبار سے بلاشبہ پروفیسر موصوف کو ایک مخصوص مزیت حاصل ہے -

لائل نے اپنی کتاب میں اُن اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو مذہب ارتقاء پر کیے جاتے ہیں اور سب کی مثالیں علم اللسان سے پیش کی ہیں - ایک مشہور اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ سلسلۂ ارتقاء کی متعدد درمیانی کڑیاں ہیں جو نہیں ملتیں - لائل کہتا ہے کہ ہالینڈ کی زبان کو دیکھو جو انگریزی اور جرمن زبان میں ایک درمیانی کڑی کا درجہ رکھتی ہے - اگر زبانوں کے تنازع البقاء میں یہ زبان فتح مند نہولی اور اسلیے بوجہ غیر اصلحیت مٹ گئی ' تو عجب نہیں کہ ایک زمانہ آئے جب علماء علم اللسان کہیں کہ جرمن اور انگریزی زبان میں کوئی باہمی تعلق نہیں کیونکہ دونوں کا درمیانی ٹکڑا نہیں ملتا -

لائل کے علاوہ جرمنی کا ایک اور محقق شلائخر بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے جس نے خاص اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی اور سنہ ۱۸۶۳ ع میں شائع کی - کتاب کا نام اسکے موضوع کو ظاہر کرتا ہے - یعنی " مذہب ڈارون و علم اللغات " اس کتاب میں اس نے ظاہر کیا ہے کہ تمام لغات عالم مذہب ڈارون کے مطابق پیدا ہوئی ہیں ' مقابلہ اور کشمکش میں ہیں ' پھر طبیعت انتخاب کرتی ہے ' اصلح رہتی ہے ' غیر اصلح مٹ جاتی ہے -

(حکماء جرمنی کا جدید دور)

ان تمام لوگوں نے قانون انتخاب طبیعی کو اجسام و حیوانات سے بڑھا کر اجتماعیات و معنویات تک پہنچا دیا ' لیکن فی الحقیقت اس مسئلہ کی تحقیق و کشف کا آخری درجہ جرمنی کی علم پرور و انقلاب آفریں سر زمین کیلیے مخصوص تھا جسکے اندر گذشتہ قرن کے اندر چند ایسے افراد عالیہ و افکار مجددہ پیدا ہوے ' جنہوں نے قانون انتخاب طبیعی کو بالکل ایک نئی کائنات علم و تحقیق تک پہنچادیا - اس مسئلہ کا یہ آخری دور ہے ' اور یہاں تک پہنچکر انسان نے جو کچھہ اس بارے میں سمجھا ہے ' وہ گویا اسکا منتہاے علم ہے -

یہ آخری دور ڈاکٹر لولس بخنر سے شروع ہوتا ہے جس نے شہر اوزنبرگ کی یونیورسٹی میں مسلسل چھہ لکچر مذہب نشو و ارتقا پر دیے ' اور سنہ ۱۸۷۵ع میں ان کا مجموعہ چھپ کر شائع ہوا - ہماری اس تحریر کا تاریخی حصہ اسی سے ماخوذ ہے - بخنر نے اسپنسر کے ہمقدم ہوکر کائنات عالم کی ہر خلقت اور خود انسان کی اجتماعی زندگی کی ہر شاخ پر تنازع البقاء کو منطبق کیا ہے -

بخنر کے بعد جرمنی کے علمی حلقوں میں برابر اس مسئلہ کا درس و مطالعہ جاری رہا - یہاں تک کہ تاریخ علم و حکمت انسانی کا وہ سب سے بڑا شخص پیدا ہوا جس کے آگے یونانیوں کا پورا دور علم اور یورپ کی تمام کائنات فکر گرد ہوگئی ' یعنی مشہور پروفیسر نیشے (Nietzsche) اس عجیب و غریب حکیم نے دنیا کی پوری کائنات علم و فلسفہ کو یکسر منقلب کردیا ' اور جن اصولوں کو

آج تک تمام ممالک متمدنہ اپنے ارتقاء علمي کا آخري مرتبہ سمجھتے تھے' اس نے ثابت کردیا کہ وہ ادنی ترین مرتبۂ وهم و ضلالت ہے -

ازآنجملہ مذهب ارتقاء ہے - وہ انسان کے ارتقاء و تسلسل اجتماعي و مدني کا قائل نہیں' بلکہ مذهب دورکو از سر نو قائم کرتا ہے یعني کہتا ہے کہ ترقي کے بعد پھر تنزل شروع هوتا ہے اور تنزل کے بعد پھر ترقي شروع هوتي ہے - لیکن ساتھہ هي انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کے ماتحت انسان کي اجتماعي و قومي زندگي کو اس قدر شرح و بسط اور دلائل و حقائق کے ساتھہ دیکھتا ہے کہ قدماء میں سے کسي کو بھي یہ درجہ نصیب نہیں -

نیٹشے کے علاوہ جرمني کے جدید حکماء میں ایک عظیم الشان شخص ٹریٹشکے (Treitschke) (۱) بھي گذرا ہے جس نے گو کوئي کتاب یادگار نہیں چھوڑي مگر اپنے دروس و خطبات میں مسئلہ بقاء اصلح کو انسان کي حیاۃ اجتماعي پر نہایت وسعت کے ساتھہ منطبق کیا -

(حاصل صحبت)

قانون انتخاب طبیعي کے مختلف دوروں اور انساني علم کے منتہاے تحقیق کي یہ مختصر سرگذشت ہے ' انسان هزاروں برس تک انتخاب طبیعي سے بالکل بے خبر رہا - پھر سب سے پہلے جمادات و نباتات اور عام اجسام حیہ میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو اُس نے معلوم کیا ' اور عرصہ تک اسي پر قانع رہا - وہ دنیا کي هر چیز میں تنازع البقاء کي جنگ کا تماشہ دیکھتا مگر خود اپنے وجود اور اپنے اعمال حیات کي طرف سے بالکل بیخبر تھا کہ خود اسکے اندر کیا هو رہا ہے ؟ وہ درختوں ' چڑیوں ' رینگنے والے کیڑوں کا مطالعہ کرتا اور کہتا کہ انتخاب طبیعي کا اخذ و دفع جاري ہے اور فطرۃ اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے' پر کبھي خود اپنے وجود کو نہیں دیکھتا کہ یہاں بھي کس طرح اصلح باقي رہتا اور غیر اصلح مٹ جانے کیلیے چھوڑ دیا جاتا ہے ؟ یہ خود فراموشي انسان کي ایک عام غلطي ہے' اور اسکي نظر و فکر کے تمام دائروں میں نظر آتي ہے -

لیکن پھر وہ آگے بڑھا ' اور اس نے دیکھا کہ خود انسان کي اجتماعي زندگي بھي اسي قانون کے ماتحت ہے - اسپنسر نے اسکے لیے قدم اُٹھایا اور ٹریشکے اور نیٹشے نے اس مطالعہ کو آخري مرتبۂ کشف و بحث تک پہنچایا - لیکن تاهم یہ آخري مرتبہ بھي صرف اس حد تک پہنچکر رهگیا کہ انسان کي اجتماعي زندگي میں بقا قوي و صحیح کیلیے ہے - لیکن یہ حقیقت کہ کیا انفرادي حالت میں بھي بقاء اصلح کا قانون کام کرتا ہے ؟ تو اس کے جواب سے تمام مجمع انساني خاموش ہے - پھر سب سے زیادہ اهم اور ضروري سوال یہ پیدا هوتا ہے کہ تم زندگي اور بقاء کو " اصلح " کیلیے قرار دیتے هو' لیکن " اصلح " اور " اصلاح " کي حقیقت کیا ہے ؟ اور اصلحیت کے حصول کے صحیح اصول کیا هیں ؟ اس سوال کے جواب میں یا تو خاموشي ہے' یا پھر اختلافات و نزاعات ' ظنون و اوهام ' تخمین و قیاسات هیں - سب سے زیادہ بہتر جواب دینے کي نیٹشے نے کوشش کي ہے ' مگر آگے چلکر تم کو معلوم هو جائیگا کہ وہ بھي نہیں بتلا سکتا کہ " اصلح " کي اصل حقیقت کیا ہے ؟

ان مراتب و توضیحات کے بعد هم بالکل مستعد هوگئے هیں کہ مسئلہ بقاء حق کي تیسري صحبت شروع کریں' اور دیکھیں کہ یہ سب کچھہ تو انساني علم کي انتہا تھي' مگر قران حکیم یعني " العلم " کیا بتلاتا ہے ؟

(۱) جرمن زبان میں عموماً ٹي غیر ملفوظ هوتا ہے اور سي ایچ کا تلفظ اکثر اوقات ش سے کرتے هیں - غالباً اس نام میں بھي ٹي پڑھا نہیں جاتا - لوگ انگریزي ترکیب سمجھکر غلطي نہ کریں -

[۲]

القـــران الحکیـــم

(حقیقت حق و باطل)

دنیا اور دنیا کي تمام مخلوقات اور انکے اعمال و نتائج پر جب هم نظر ڈالتے هیں تو سب سے پہلے هم کو اعمال هستي کے اندر متضاد اور باهمدگر مخالف حقیقتوں کي دو صفیں نظر آتي هیں' جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے اپنے آثار و خواص کے ساتھہ موجود هیں اور تمام اعمال حیات انہي کے ملنے اور الگ هونے ' جڑنے اور ٹوٹنے ' متحد هونے اور متخالف هونے ' ٹکرانے اور ایک دوسرے پر گرنے' اور پھر باهم متضارب و متصادم هونے سے عبارت هیں - هستي کا کوئي گوشہ نہیں جس میں متضاد قوتوں کي کشاکش نظر نہ آتي هو - دنیا نام هي اس کشاکش قواء متضادہ کا ہے - یعني دو باهم لڑتي هوئي مخالف قوتوں کے آثار و خواص دنیا کي هر چیز میں نظر آتے هیں -

ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو مختلف دائروں میں آکر هم مختلف ناموں سے پکارتے هیں - سب سے پہلا نام انکا "کون و فساد" ہے - یعني هم دیکھتے هیں کہ دنیا میں اشیا کا بننا' سنورنا' درست هونا ہے' یا انکا بگڑنا ' بکھرنا' معدوم هونا ہے - بننا تکوین ہے اور بگڑنا فساد - اسکے بعد هم فلسفہ و نظریات حکیمہ میں آتے هیں تو همکو " وجود و عدم " کي اصطلاح معلوم هوتي ہے - یہ بھي انہي دو حقیقتوں کي تعبیر ہے - فلسفہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں وجود و عدم کا سلسلہ برابر جاري ہے - چیزیں مختلف صورتوں میں وجود پاتي هیں' اور پھر انکي صورتیں معدوم هوجاتي هیں - تکوین صور وجود ہے اور اعدام صور عدم - علوم مادیہ میں انہي حقیقتوں کو دوسرے ناموں سے پکارتے هیں - علم کہرباء (الکٹرسٹي) میں انہي کا نام منفي و مثبت ہے - یعني ایک قوت نفي کي ہے ایک اثبات کي - طبعیات میں انہي کا نام جذب و دفع ہے - اسي کو ایجاب و سلب بھي کہتے هیں -

اخلاق میں آکر یہي دو حقیقتیں هیں جنکو تعمیر و تخریب سے تعبیر کیا جاتا ہے - یعني بنانا اور خراب کرنا - پھر جب کچھہ اور آگے بڑھتے هیں تو کون و فساد کے یہي دو چہرے هیں جو خیر اور شر ' نیکي اور بدي' روشني اور اندھیاري کے نقابوں میں اپني نمایش کرتے هیں اور انکو نئے ناموں سے پکارا جاتا ہے - لیکن خواہ کتنے هي مختلف ناموں سے پکارا جاے' در اصل حقیقت ایک هي ہے ' اور مختلف علوم میں آکر انساني علم نے انکے مختلف نام رکھدیے هیں -

اور آگے بڑھو اور دیکھو کہ یہي دو حقیقتیں اور کن کن شکلوں میں موجود هیں اور کام کر رهي هیں ؟ تمام اجسام و وجود پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کي تمام موجودات میں یا قوت ہے یا ضعف' یا قوي ہے یا ضعیف' یا سالم ہے یا ناقص' یا عدل ہے یا انحراف ' سو یہ بھي في الحقیقت وهي دو مختلف حالتیں هیں جنکو پہلے مختلف ناموں سے پکار چکے هو -

جسم کیلیے تم کہتے هو کہ صحت و تندرستي ہے اور بیماري و ناخوشي ' جذبات و حسیات میں کہتے هو کہ لذت ہے یا الم ' خوشي ہے یا غم' اشک حسرت هیں یا تبسم عیش -

ان سب سے بھي بڑھکر تمھاري عام اصطلاح یہ ہے کہ ایک حالت کو " موت " کہتے هو' اور ایک حالت کو " زندگي " زندگي تمھارا عشق عمل ہے ' اور موت تمھارے لیے پیام یاس -

سو یہ بھي في الحقیقت وهي دو مختلف حالتوں کي صفیں هیں جو اس رنگ میں بھي آگئي هیں ' اور پہلے انکو اور شکلوں میں تم پہچان چکے هو -

اب آور آگے بڑھو - تم انسان ھو اور اسلیے ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو اس سے زیادہ نہ دیکھہ سکے' لیکن قران حکیم آگے بڑھتا ہے اور ان متضاد حالتوں کو زیادہ وسیع ' زیادہ احاطہ کن ' اور زیادہ حقیقت فرما اصطلاحوں سے موسوم کرتا ہے - تم کہتے ھو کہ تکوین ہے اور افساد ' وجود ہے اور عدم ' تعمیر ہے اور تخریب ' بناؤ ہے اور بگاڑ ' ضعف و نقص ہے اور قوت و کمال ' عدل ہے اور انحراف ' موت ہے اور زندگي ' قران حکیم کہتا ہے کہ حق ہے اور باطل ' اصلاح ہے اور افساد ' هدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' اطاعت ہے اور طغیان ' حسنات ھیں اور سیئات ' اور پھر ان سب سے بڑھکر اور ان سب سے جامع و مانع " اسلام " ہے اور " کفر " -

جس طرح تم کائنات هستي کے ھر عمل میں بناؤ دیکھتے ھو اور بگاڑ ' اجسام و وجود میں قوۃ دیکھتے ھو اور ضعف ' حسیات میں الم دیکھتے ھو اور لذت ' اپني حیاۃ جسماني میں عدل مزاج کو دیکھتے ھو اور انحراف کو ' پھر کہتے ھو کہ یہ تندرستي و بقاء ہے اور وہ بیماري و هلاکت - ٹھیک ٹھیک اسي طرح قران حکیم کہتا ہے کہ هدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' سعادت ہے اور شقاوت - پھر جسطرح تم کہتے ھو کہ ضعیف مٹ جایگا اور بیمار مر جائیگا - طاقت و صحت باقي رکھتي ہے اور کمزوري و بیماري هلاک کردیتي ہے - ٹھیک اسي طرح وہ کہتا ہے کہ باطل مٹ جائیگا اور گمراہ هلاک ھوگا ' هدایت انسان کو باقي و قائم رکھتي ہے اور ضلالت هلاک کرتي ہے - عمل صالح صرف بقاؤ فتح کیلیے ہے اور عمل مفسد فنا و خسران کیلیے !

تم اپنے محدود علم میں صرف اتنا جانتے ھو کہ طاقت و صحت اور عدل و توفق زندگي کو بڑھاتا اور نقصان و هلاکت سے بچاتا ہے' لیکن " العلم " اور " البصائر " یعني قرآن بتلاتا ہے کہ صرف اتنا هي نہیں بلکہ اور آگے بڑھو اور یوں بولو کہ عمل صالح و حق باقي رکھتا اور طاقت بخشتا ہے' اور عمل غیر صالح فنا کرتا اور نقصان و کمزوري پیدا کرتا ہے - وہ کہتا ہے کہ تم اتنے سارے لفظ نہ بولو اور ایک هي حقیقت کو بہت سي شکلوں میں دیکھکر گم نہو جاؤ - بلکہ صرف ایک هي لفظ بولدو - دنیا میں یا حق ہے یا باطل ' یعني یا قوت ہے یا ضعف - حق باقي رھیگا اور باطل تباہ و هلاک ھوگا - یعني طاقت باقي رھیگي اور کمزوري تبدریج موت تک پہنچکر فنا ھو جائیگي -

تم کہتے ھو کہ دنیا میں انتخاب طبیعي یا بقاء اصلح کا قانون جاري ہے ' اور کائنات هستي کے تمام وہ انقلابات و تغیرات اسي کا نتیجہ ھیں جن میں وجود اور اعدام ' غلبہ اور انہزام ' اور زندگي اور موت کا سلسلہ ھمیں نظر آتا ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر پھر تم کیوں نہیں آگے بڑھتے اور کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ یہي انتخاب فطرۃ کا قانون ہے جو حق کو باقي رکھتا ہے اور باطل کو فنا کرتا ہے ؟

اصطلاحات کے اختلاف نے کس طرح حقیقت کو پیچیدہ بنادیا ہے ؟ تم جب کبھي قانون انتخاب طبیعي پر بحث کرتے ھو اور کہتے ھو کہ بقاء اصلح کیلیے ہے' تو یہ نہیں جانتے کہ ٹھیک ٹھیک اسي حقیقت کا اقرار کر رہے ھو جسکو قران حق و باطل اور اسلام و کفر کے نام سے پیش کرتا ہے - تم کہتے ھو کہ ضعف و نقص فنا ھوگا - طاقت اور اصلحیت باقي رھیگي - قران کہتا ہے کہ یہي شے جس کو تم ضعف کہتے ھو میري زبان میں باطل اور کفر ہے ' اور وہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا تم سمجھتے ھو - پس بقاء طاقت کیلیے ہے - طاقت صرف حق ' سچ ' عدل ' اور عمل صالح میں ہے - وہ باقي رھیگا ' اور جو اسکے مقابلے میں اٹھیگا فنا ھو جائیگا -

(انتخــاب طبیعــي اور قران حکیــم)

اب ھر طرف سے ھٹ کر سب سے پہلے قرآن حکیم اور العلم حقیقي کے سامنے مسئلۂ انتخاب طبیعي کو عرض کرو - قرآن حکیم نے صاف صاف اس تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کے قانون کو جا بجا واضح کیا ہے اور وہ بقاء اصلح و امثل کو ایک قانون الهي اور امر مقدر قرار دیتا ہے - چونکہ آگے چلکر تمام آیتوں کي تفسیر ھوگي ' اسلیے یہاں صرف ایک آیت کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے ' سورہ رعد میں فرمایا :

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیہ في النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل ' فاما الزبد فیذھب جفاء وآما ما ینفع الناس فیمکث في الارض ' کذالک یضرب اللہ الامثال للذین استجابوا لربھم الحسنی (۱۳ : ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پاني برسایا پس اپني اپني گنجائش کے مطابق زمین کے نالے پاني سے بھر گئے اور بہہ نکلے - ساتھہ هي زور و شور سے پاني کي رو گرنے لگي اور پاني کي سطح جھاگ سے بھر گئي - اب دیکھو کہ کس طرح پاني کي رو جھاگ کو بہا لیجا رھي ہے اور صرف بقدر ضرورت پاني نیچے باقي رھگیا ہے ؟ اسي طرح اس وقت بھي جھاگ اٹھتي ہے جب آگ پر صفائي کیلیے سونے کو اور آور طرح طرح کي چیزوں کو تم رکھتے ھو اور تپاتے ھو - میل کٹ کٹ کر نکل جاتا ہے اور خالص اور صاف سونا باقي رھجاتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہي مثال حق اور باطل کي ہے - پس جو چیز محض جھاگ ہے ' وہ بہہ کر رائگاں جائیگي اور اسکو بقا و زندگي نہیں دي جائیگي ' لیکن جو چیز نفع اور فائدہ دینے والي ہے اور اسلیے نافع وجود کا حکم رکھتي ہے' وہ زمین پر باقي و قائم رھیگي - اسي طرح اللہ تعالی سعادت و بقاء حیاۃ کي حقیقتوں کو مثالوں کي دانائي میں سمجھاتا ہے تاکہ اطاعت فرمایان حق نصیحت پکڑیں -

یہ آیۃ کریمہ عجیب و غریب ہے اور چند جملوں کے اندر اعجاز الهي و بلاغت رباني نے ایک کائنات حقیقت اور دنیاء معارف کو بھر دیا ہے - آگے چلکر اسکي تفصیل آئیگي - مگر یہاں چند امور پر غور کرو :

(۱) اس آیۃ میں اللہ تعالی نے صاف صاف واضح کردیا ہے کہ دنیا میں بقاے وجود کیلیے اللہ تعالی کا کونسا قانون کام کررھا ہے ؟ پھر بتلا دیا ہے کہ وہ انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح ہے -

(۲) فرمایا اسکي مثال یوں ہے کہ پاني برسا اور زور سے نالے ' ندیاں ' اور وادیاں بہنے لگیں - پاني کے زور سے جھاگ پر جھاگ اٹھہ رھي ہے اور ابل ابل کر اطراف میں پھیل رھي ہے - لیکن دیکھو کہ پاني کي رو جھاگ کو کس طرح بہاکر لیجاتي ہے جو بیکار اور لا حاصل ہے' اور کس طرح پاني کا مفید ' ضروري ' نافع ' اور بقدر ضرورت حصہ رھیں جم کر رھجاتا ہے ؟ اسکے بعد اسي حالت کو اس وقت دیکھو جبکہ کھوٹ اور میل صاف کرنے کیلیے کسي چیز کو آگ پر تپاتے ھو - اسوقت بھي میل کٹ کٹ کر جھاگ کي صورت میں نکل جاتا ہے اور اگر سونا ہے تو صاف اور مجلي اندر رھجاتا ہے -

(۳) پس یہ جو کچھہ ھورھا ہے سو کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ ایک قانون ہے کہ و اما ماینفع الناس فیمکث في الارض - یعني جس چیز میں نفع اور فائدہ ہے وھي زمین پر رھیگي ' اور جو نافع نہیں ہے وہ جھاگ اور میل کي طرح چھانٹ دي جائیگي - اسکو زندگي

نہیں ملسکتي' اور یہ کبھي نہیں ھوسکتا کہ پاني کي طرح جھاگ کو اور سونے کي طرح میل کو بچا کر رکھا جاے -

(۴) اسکے بعد کیسے واضح لفظوں میں فرمایا کہ کذالك یضرب اللہ الحق و الباطل - حق اور باطل کي یہي مثال ھے : فاما الزبد فیذھب جفاء - پس جھاگ جو نافع نہیں ھے وہ باطل ھے ' باطل بہہ جائیگا ' چھانٹ دیا جائیگا - فنا ھو جائیگا ' حق وہ ھے جسکي تعریف ما ینفع الناس کے لفظوں سے سمجھہ لو - یعني وہ چیز جو نافع ھے ' اور اسلیے اصلح اور امثل و اوفق ھے - پس وھي باقي رھیگي اور باقي رکھي جائیگي -

(۵) انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي صحیح حقیقت یہي ھے - اور اس آیت نے صاف صاف طور پر واضح کردیا ھے کہ بقاء حق اور فناء باطل اسي قانون کا ظہور ھے -

اگر تم کہو کہ تنازع البقا کي اسمیں صراحت نہیں تو اسکے لیے سورۂ بقرہ کو پڑھو - فرمایا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ بعض انسانوں کے ذریعہ بعض کو دفع کراتا تو زمین تباہ ھوجاتي لیکن اللہ کي حکمت کائنات کیلیے فضل و احسان ھے کہ وہ فساد کو اصلاح سے دور کراتا ھے -

اس آیۃ کریمہ میں صاف صاف واضح کردیا کہ اگر ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے کو دفع نہ کیا جاتا تو زمین میں اصلاح باقي نہ رھتي اور وہ صرف نقص اور فساد کا گھر بنجاتي - خدا تعالی کي حکمت نے تنازع البقاء کے ذریعہ ایک سے دوسرے کو دفع کرایا اور یہي قوۃ دافعۂ فساد بقاء اصلح و امثل کا ذریعہ ھے - پس یہ بڑي ھي حکمت اور عدل فرمائي ھے کہ اس نے تنازع حیات میں طاقت و اصلح کو دفع و غلبہ کا ذریعہ بنایا تا کہ صرف صحت ھي دنیا میں باقي رھے - یہي چیز ھے جسکو ڈارون نہ پا سکا اور جسکے لیے جرمني کا حکیم اعظم " نیشے " بیقرار ھے مگر اپنے سامنے نہیں پاتا -

اب تمام مقدمات ختم ھوگئے - آیندہ صحبت سے اصل مبحث شروع ھوگا اور وہ اسقدر اھم و اعظم ھے کہ اگر بہتر طریقہ سے صاف ھوگیا تو دو تہائي قران حکیم کي تفسیر ایک ھي مضمون میں ھو جائیگي -

شرح موطا

حضرت شاہ ولي اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء امام مالک کي شرحین عربي اور فارسي میں لکھي ھیں - " مصفی " اور " مسوی " - دونوں چھپ چکي ھیں مگر کم یاب ھیں - میرے پاس شرح فارسي مطبوعہ اور عربي قلمي موجود تھي لیکن اب تلاش کرنے سے معلوم ھوا کہ یا تو کوئي صاحب لیگئے یا بمبئي میں ضائع گئیں - اگر کسي صاحب کے پاس ھوں اور وہ فروخت کرنا چاھیں تو دفتر البلاغ کو اطلاع دیں - (ابو الکلام)

اسئلۃ واجوبتھا

حکم رضاع و محرمات رضاعۃ

(از جناب مولوي حکیم غلام غوث صاحب - خانپور)

جناب اعلی و اقدس تحیۃ و تسلیم -

یہ استفتا .... بھیجا گیا تھا .... نے در مختار کي ایک عبارت کا ٹکرہ لکھکر فتوی دیا ھے کہ " ان روایات سے معلوم ھوتا ھے کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ھے ' اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ھے - اوسکے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہوگي ' پس نکاح دونوں میں جائز ھے - یعنے بھائي کي لڑکي اور بہن کے لڑکے کا نکاح باھم درست ھے " تم کلامہ -

اور ھمکو ضرورت ھے دلائل اور احادیث کي - رضاعت میں دودھہ کي مقدار کیا ھے ؟ اصلي علت و مصلحت حرمت کیا ھے ؟ کن روایات صحیحہ سے یہ نتیجہ نکلتا ھے جو جواب میں ظاھر کیا گیا ھے ؟ ساٹھہ برس کي عورت' اونیس سال سے بیوہ ' کیا اوس سے دودھہ آنا ممکن ھے ؟ اگر ممکن ھے تو حرمت رضاعت میں اوسکو دخل ھے یا نہیں ؟

آپکا مطالعہ وسیع اور اجتہاد قوي ھے ' اسلیے عرض ھے کہ تشریح کے ساتھہ آگاھي بخشیں ' اور اس مسئلہ پر تشریح کے ساتھہ سنکر عمل کرنا ھے -

اگر جواز کا مسئلہ طمانیت بخش نہ ملا ' تو شاید وہ کہیں لڑکي بیاھیگا نہیں - دیوبند سے جواب آ گیا ' لیکن ضرورت تفصیل کي باقي ھے -

(استفتا)

کیا فرماتے ھیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کي لڑکي اور اوسکي حقیقي بہن کا لڑکا ھے - یہ تو ظاھر ھے کہ انکا نکاح جائز ھے ' مگر بات یہ آ پڑي ھے کہ اوس شخص کي وھي بہن جسکا لڑکا ھے مرگئي' اور وہ بچہ دودھہ پر تھا - پرورش کے لیے ایک ایسي عورت کو سونپا گیا جسکي عمر ساٹھہ برس سے متجاوز اور ۱۹ سال سے بیوہ تھي - یہ عورت لڑکي والے اور اوسکي بہن لڑکے والي کي بھي والدہ ھے !

بچہ کو دودھہ مختلف عورتیں پلاتي رھیں - اب نکاح ھونے کي بات سنکر اوسي اونیس سال کي بیوہ عورت نے ظاھر کیا ھے کہ یہ بچہ میرے پستان چوسا کرتا تھا - دودھہ تو نہیں آتا تھا ' مگر پاني نکلتا تھا -

اور یہ بھي ھے کہ وھي بیوہ عورت جو لڑکي اور لڑکے کے ماں باپ کي والدہ ھے ' یہ پیوند نہیں چاھتي - دوسري جگہ کے لیے اسکا اصرار ھے اور انکا انکار -

مشرح جواب کي بدلائل عقلي و نقلي ضرورت ھے -

البلاغ :

سب سے پہلے یہ سمجھہ لینا چاھیے کہ حکم رضاعۃ سے شارع کا مقصود کیا ھے ؟ کتاب و سنۃ کي تصریحات بینہ سے ھم اس اصل تک پہنچ چکے ھیں کہ شریعت کا کوئي حکم مصلحت و حکمت سے خالي نہیں ھوتا ' اور ضرور ھے کہ ھر حکم اپنے بیانات میں اسکي

مصلحت و حکمت کی طرف بھی اشارہ کردے - یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات اپنے قصور فہم و نارسائی فکر سے ہم علل و حکم کو نہ سمجھہ سکیں -

یہ معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے ان عورتوں کو جنکا بچپنے میں دودھہ پیا ہو ' مثل ماوں کے قرار دیا : و امهاتكم اللاتي ارضعنكم - (۴ : ۲۲) اور انحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - یعنی نسب کے تعلق سے جو رشتے حرام ہیں ' دودھہ کے رشتے سے بھی اللہ نے حرام کردیے - یہ روایت حضرة علي علیہ السلام کي ہے جسکو امام احمد و ترمذي نے درج کیا ہے - لیکن اسکے ہم معني روایات حضرة ابن عباس و حضرة عائشہ رضی اللہ عنہما سے بخاري و مسلم وغیرہ میں باختلاف جزئیات الفاظ موجود ہیں -

اب غور کیجیے کہ اس حرمت کي علت کیا ہے ؟ سو فکر صحیح بتلاتي ہے کہ اولاد اور ماں کے تعلق میں سب سے زیادہ نمایاں چیز پیدایش کے بعد رضاعة ہي ہے - بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو اسکي غـذا کیلیے دنیا کي تمام پیداوار و حاصلات یکقلم بیکار ہوتي ہیں - نباتات کي نعمتیں اسکے کام نہیں آسکتیں ' حیوانات کا گوشت اسکے لیے ایک پتھر سے زیادہ قیمتي نہیں ہوتا ' پانی جس سے دنیا کي ہر چیز زندگي پاتي ہے اور جو زندگي کیلیے سب سے بڑي ضروري نعمت ہے ' وہ بھي اسکے لیے بیکار ہوتا ہے - صرف ایک ہي غـذا ہوتي ہے جو تمام کائنات ارضي کي غذاؤں میں سے اسکے کام آسکتي ہے اور جسکو حاصل کرکے وہ دنیا میں ایک کامل انساني جسم و شکل اختیار کرسکتا ہے - یہ غذا دودھہ ہے ' اور فطرة الہي نے قبل اسکے کہ وہ دنیا میں آے ' ماں کے جسم کے اندر ہي اسکا انتـظام کردیا ہے : ربنـا الـذی اعطی کل شي خلقه ثم هدی (۲۰ : ۳۰)

یہي چیز اسکي زندگي کا اولین وسیلہ اور اسکے بقاء وجود کا ذریعۂ وحید ہے - اگر ایک بچے کي نشو و نما اور آرام و آسایش کا تمام انتظام کردیا جاے اور صرف یہي ایک چیز اس سے چھین لي جاے ' تو دنیا اور دنیا کا تمام دستر خوان نعائم و لذائذ اسکے لیے بیکار ہو جائیگا اور وہ تھوڑے ہي دیر کے بعد ہلاک ہوجائیگا - کیونکہ یہي اسکي غذا ہے ' اسي غذا سے اسکا جسم بنتا ' گوشت بڑھتا ' خون صالح پیدا ہوتا ' اور ہڈیوں کے اجزا نشو و نما پاتے ہیں - موجودہ زمانے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تحقیق و اختبار کے بعد تسلیم کرلیا ہے کہ بچے کي صحیح و صالح غذا ماں کا دودہ ہے - جو لوگ حیوانات کے دودہ سے بچے کو پالتے ہیں ' وہ اسکي ابتدائي زندگي ہي میں اسکو صحت و توانائي سے محروم کردیتے ہیں -

پس دودہ کا تغذیہ ماں اور اولاد کے تعلق کا سب سے زیادہ بنیادي معاملہ ہے - اس بنا پر اگر ایک عورت نے کسي دوسرے کے بچے کو بھي دودہ پلایا اور پرورش کیا ' تو وہ ٹھیک ٹھیک مثل اسکے حقیقي ماں کے ہوگئي - جسطرح ماں کا دودہ اسکے جسم کے اجزاء کي تولید و نموٴ کا ذریعہ تھا ' اسي طرح اسکے دودہ سے اسکے ہیکل جسم کا ایک ایک ذرہ بنا اور ہڈیوں کے اجزا تک میں پیوست ہوگیا -

یہ امومة یعني ماں ہونے کا ایک صحیح اور طبیعي اشتراک ہے ' اور اسلیے ضروري ہے کہ جو حقوق حقیقي ماں کے بچے پر ہوں ' وہي حقوق امومة رضاعة یعني دودہ پلانے والي کے بھي قرار دیے جائیں ' اور جو اثرات ان حقوق سے مرتب ہوتے ہیں ' وہ سب کے سب اس حالت میں بھي مرتب ہوں -

ایک اور دقیق نکتہ بھي اس بارے میں پیش نظر رہے - اللہ تعالی کے صفات میں ایک تو خالقیت ہے اور ایک ربوبیت - مجازي طور پر والدین بھي بچے کیلیے خلقت اور ربوبیت ' دونوں کا واسطہ ہوتے ہیں ' پس اگر امومة حقیقي کو مجازي خالقیت حاصل ہے تو امومة رضاعة کو مجازاً ربوبیت - ربوبیت کے معني پرورش اور حسب احتیاج و وقت ضروریات پورا کرنا ہے -

لہذا شارع نے دودہ پلانے والي امومة کو بھي امومة حقیقي کے لقب سے موسوم کیا ' اور انکا شمار بھي " امہات " میں ہوا کہ : و امہاتکم اللاتي ارضعنکم - اور : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - کیونکہ نسب میں ایک بڑي چیز حق رضاعة ہے اور وہ امہات حقیقي اور امہات مرضعہ دونوں میں مشترک ہے -

چنانچہ تاریخ اسلام کے ایک عظیم الشان شخص ملہم و مجدد ' یعني حضرت حجة الاسلام شاہ ولی اللہ رحمة اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ومنها الرضاعة فان التي ارضعت تشبه الام من حيث انها سبب اجتماع امشاج بنيـة و قيـام هيكـلـه ' غير ان الام جمعت خلقته في بطنها و هذه درت عليه سـد رمقة في اول نشاته فهي ام بعـد الام و اولادهـا اخوة بعـد الاخـوة - (حجة الله البـالغـه مطبوعه مصر ۲ : ۹۸)

اور محرمات شرعیہ میں سے رضاعة بھي ہے ' اور اسکي علت یہ ہے کہ جس عورت نے دودہ پلایا تو وہ حقیقي ماں کے مشابہ ہوگئي - اس بنا پر کہ اسي کا دودہ بچے کے اخلاط جسم کے اجتماع اور صورت جسم کے قیام اور نشو و نما پانے کا مثل ماں کے ذریعہ ہوا - حقیقي ماں کے شکم میں اسکے جسم کي خلقت کا اجتماع و انضمام ہوا تھا ' اور دودہ پلانے والی نے اسکي پہلي نمود میں غذا دیکر اسکي خلقت و جسم کو نشو و نما بخشي - پس یہ اسکي دوسري ماں ہوئي بعد حقیقي ماں کے ' اور اسي لیے اسکي اولاد بھائي بہن ہوے بعد ہم بطن بھائي بہنوں کے -

اس علت و مصلحت کے معلوم کرنے کے بعد قدرتي طور پر حسب ذیل امور سامنے آجاتے ہیں :

(۱) حکم رضاعة میں اصل وہي ہے جو اس لفظ سے ظاہرتا ہے - یعني دودہ کا پینا ' پس شبہ رضاعة کي ہر وہ حالت جس میں یہ اصل نہو ' رضاعة میں داخل نہیں -

(۲) بچے کي ابتدائي عمر کا جو حصہ ایسا ہوتا ہے جس میں اس کي غذا دودھہ ہوتي ہے ' اسي حصۂ عمر سے یہ متعلق ہوگا - کیونکہ مقصود اصلي تغذیۂ شیر و تربیت مولود ہے -

(۳) چونکہ اصل حرمت تغذیۂ شیر ہے اسلیے حکم رضاعة کے نفاذ کیلیے ایک کم سے کم مقدار بھي ہوني چاہیے - لیکن یہ مقدار ایسي ہي ہوني چاہیے جس سے علت نہي و حرمت یعني نشو و نماء جسم و تولید خون وتشکیل ہیکل و بنیہ حاصل ہو و الا فلا

چنانچہ حضرة شاہ ولي اللہ نے بھي اس کے طرف اشارہ کیا ہے جبکہ فرمایا ہے : و لما کان الرضاع انما صار سببا للتحریم لمعني المشابهة بالام في کونها سبباً لقیام بنیة المولود و ترکیب هیکلة ' وجب ان یعتبر في الارضاع شیئان : احدهما القدرة الذي یتحقق به هذ المعني .... و الثاني ان یکون الرضاع في اول قیام الهیکل و تشبح صورة الولد ' و الا ' فهو غذاء بمنزلة سائر الاغذیة الکائنة بعد التشبح و قیام الهیکل (۲ : ۹۸) یعني چونکہ رضاعة کا سبب حرمت ہونا اس علة پر مبني ہے کہ مولود کے جسم و وجود کے نشو و نما کا ذریعہ مرضعہ کا دودہ ہوتا ہے ' اسلیے ضرور ہوا کہ رضاعة میں دو چیزیں بطور اصل کے دیکھي جائیں - اول اتني مقدار میں رضاعة کا ہونا جس سے یہ صورت پیدا ہو' دوسرے یہ رضاع انسان کے اول عہد میں ہو جبکہ دودھہ اسکي غـذا ہوتي ہے' اور اسي سے اسکا جسم و ہیکل نشوؤ نما پاتا ہے - انتہی ملخصاً -

(احاديث رضاعة)

اب آپ احاديث صحيحهٔ باب پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے که سطور مندرجهٔ صدر محض عقلي استنباط و تعليل هي نهيں هيں بلكه احاديث صحيحه سے ٹهيک يهي امور بطور اصول کے معلوم هوتے هيں -

سب سے پہلے حضرة عائشه کي حديث مسلم وغيره سامنے آتي هے که " لا تحرم المصة و المصتان " يعني ايک دو مرتبه بچے کا پستان چوسنا حرمت رضاعة کا موجب نهيں هوسکتا - پهر حديث ام الفضل مندرجهٔ مسلم ميں ايک شخص نے آنحضرة سے پوچها : کيا ايک مرتبه بچے کے منه لگا دينے سے حرمت هوجاتي هے ؟ فرمايا : لا تحرم الرضعة ولا الرضعتان و لا المصة و المصتان - ايک دوسري روايت ميں " لا تحرم الاملاجة و لا الاملاجتان " بهي آيا هے - اسي طرح احمد و نسائي اور ترمذي نے حضرة ابن زبير سے روايت کي هے که " لا تحرم من الرضاعة المصة و المصتان " ترمذي ميں هے : " الصحيح عن اهل الحديث من رواية ابن الزبير عن عائشه كما في الحديث الاول " حاصل سب کا يه هوا که بچے کے ايک دو بار منه لگا دينے اور دوده پي لينے سے حرمت نهيں هوسکتي - " رضعه " سے مقصود رضاع کا ايک مرتبه هونا هے - بچے نے جب پستان منه ميں ليا اور بغير کسي کے چهڑاے خود چهوڑ کے دوباره پينا چاها تو يه ايک " رضعه " هے - " مصه " کے معني هيں کسي چيز کو تهوڑا سا لينا - يا تهوڑا سا پينا - " ملج " کے معني بهي يهي هيں - يعني بچے کا هونٹوں ميں پستان کو لينا اور دوده پينا - پس تمام احاديث ميں يهي الفاظ فرماے جنسے واضح هوگيا که ايک دو مصه و رضعه سے حرمت نهيں هوتي -

اسکے بعد حضرة عائشه کي وه مشهور حديث پڑهيے جسکو باختلاف الفاظ و باتحاد معني بخاري و مسلم اور ترمذي و احمد وغيره نے روايت کيا هے که " كان فيما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات " الخ - اس حديث سے ثابت هوا که آخري تعداد اسکي پانچ رضعات هيں - يعني بچے کا پانچ بار پينا - قصهٔ ارضاع سالم بهي اسکا مويد هے که " ثم ارضعيه خمس رضعات " اور خوف طوالت مانع تفصيل -

ان تمام روايات سے ثابت هوگيا که چونکه اصل علت حرمت دوده کا تغذيه اور اس سے جسم کا طيار هونا هے ' اور يه حالت ايک دو مرتبه پي لينے سے اس درجه تک نهيں هوتي که ماں کے حقوق قائم هوجائيں ' اسليے شارع نے ايک دو بار پينے کو وجه حرمت نهيں قرار ديا ' اور اسکي مقدار و تعداد اتني مقرر کردي جس سے مولود کے جسم کو کافي مقدار ميں غذا ملسکے -

چنانچه صحابه ميں حضرة علي ' حضرت عايشه ' حضرة ابن مسعود ' ابن زبير رضي الله عنهم کا يهي مذهب تها که خمس رضعات معلومات سے کم ميں حرمت نهيں هوتي - حضرة عطاء ' طاوس ' سعيد بن جبير ' عروه ابن الزبير ' ليث بن سعد ' وغيرهم بهي اسي طرف گئے هيں - ائمهٔ امصار ميں حضرة امام شافعي ' امام احمد (في ظاهر مذهبه) ابن حزم ' اور اسحق کا بهي يهي مذهب هے - ليکن حضرة امام اعظم ابو حنيفه اور امام مالک رحمهما الله نے قلت و کثرت اور تعداد و مقدار کو اس بارے ميں اهميت نه دي ' اور بسبب اهميت حکم تحريم رضاع هر حال ميں حرمت کو ضروري قرار ديا ' سو بقول صاحب حجة الله يه ايک طرح کي مزيد احتياط هے ' مگر احاديث و روايات وهي هيں جو اوپر درج کردي گئيں - وجوه و قياسات حنفيه شرح معاني وغيره ميں به تفصيل ديکهے جاسکتے هيں ' اور امام المحققين حجة الاسلام حضرة امام ابن قيم نے زاد المعاد ميں اور شيخ المتاخرين امام شوکاني نے نيل ميں نهايت تفصيل کے ساتهه تمام پهلوؤں پر بحث کردي هے -

اب اسکے بعد اور آگے بڑهيے - ترمذي ميں حضرة ام سلمه سے هے که " لا يحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء في الثدي و كان قبل الفطام " دار قطني کي روايت ميں هے " لا رضاع الا ما كان في الحولين " ابو داؤد طيالسي اپني مسند ميں لاے هيں : " لا رضاع بعد فصال و لا يتم بعد احتلام " ان سب سے بڑهکر حضرة عائشه کي حديث هے که جب آنحضرة نے انکے پاس ايک شخص کو ديکها تو پوچها که يه کون هے ؟ حضرة عائشه نے کها ميرا برادر رضاعي هے - اسپر فرمايا : " يا عائشه ! انظرن من اخوانكن فانما الرضاعة من المجاعه " اس حديث کو ترمذي کے علاوه تمام اصحاب صحاح نے روايت کيا هے - حاصل ان تمام روايات کا يه هے که حرمت رضاعة کيليے ضروري هے که دوده پينے کي عمر ميں بچه اسقدر دوده پيے جس سے اسکا معده کافي غذائيت حاصل کرسکے - اور اسکے ليے ضروري هے که بچے نے اس زمانے ميں دوده پيا هو جبکه اسکي غذا صرف دوده تهي اور اسليے وه اپني بهوک کو صرف ماں کے دوده هي سے دور کر سکتا تها - يعني ابتدا کے دو سال يا کچهه زياده -

اسکے علاوه ابو داؤد کي ايک اور روايت مرفوع بهي هے که " لا رضاع الا ما انشر العظم و انبت اللحم " ليکن اسکے اسناد ميں ابو موسى الهلالي اور انکے والد دو مجهول شخص هيں - امام بيهقي کي ايک روايت سے خود ابو موسى کي مجهولية تو دور هوجاتي هے مگر انکے والد کي مجهولية باقي رهتي هے - تاهم بصورت صالحية احتجاج ' يه روايت بهي سابق روايات کي مؤيد هے - يعني دوده کا اسقدر پينا جس سے مولود کے جسم و هيکل ميں نشو و نما هوسکے -

پس غور کيجيے که ان تمام روايتوں سے بهي وهي علت اصلي ثابت هوئي جو بطور اصل کے اوپر لکهي جاچکي هے - چونکه وجه تحريم دوده کا تغذيه اور اس سے جسم کا نشو و نما پانا هے ' اسليے واضح کرديا گيا که وهي رضاعة سبب حرمت هو سکتي هے جو دوده پينے کے زمانے ميں هوئي هو ' بچے کيليے غذاء اصلي هو ' اور اس سے اسکے جسم و هيکل ميں نشو و نما هو سکے -

خود شارع نے اسکي اخري مقدار " خمس رضعات معلومات " قرار ديدي هے - پس دوده پينے کے زمانے اور " حولين " ميں جب کبهي خمس رضعات معلومات هو تو يه وه رضاعة هوگي ' جسکو شارع نے " ما فتق الامعاء في الثدي " اى في زمن الثدى قرار ديا هے ' اور يهي وه مقدار هے جو شارع کے نزديک " ما انشر العظم و انبت اللحم " هے -

(صورت مسئوله)

اب آپکے سوال کي طرف متوجه هوتا هوں - آپنے ايک تو مخصوص صورت حال پيش کي هے - ساتهه هي نفس مسئلهٔ رضاعة کے متعلق بهي تشريح چاهي هے - اصل مسئله کيليے تو غالباً سطور مندرجهٔ صدر کافي هونگي ' رهي صورت مسئوله تو ضمناً اسکا بهي جواب هوگيا - روايات مندرجهٔ صدر سے ثابت هوگيا که وجه حرمت تغذيهٔ شير هے - يعنے مولود کا دوده پينا - پس اگر کوئي عورت بهلانے کيليے بچے کے منهه کو اپني چهاتي سے لگادے اور وه بغير دوده کے محض چوستا رهے ' تو اس سے هرگز حکم تحريم رضاعة ثابت نهيں هوسکتا ' اور بجز احمق و بے عقل کے کوئي شخص اسکا تصور بهي نهيں کريگا - صورت مسئوله ميں عورت کا يه کهنا که پاني نکلتا تها ' محض لغو و بے اثر هے - جب عورت عرصه سے بيوه هوچکي تهي بلکه سن ياس تک پهونچ چکي تهي تو دوده کا وجود هي باقي نه رها ' اور چونکه وجه حرمت دوده کا پينا هے ' اسليے حرمت کا بهي وجود باقي نهيں -

آپ ديکهه رهے هيں که احاديث صريحه تو اس حالت کو بهي وجه حرمت قرار نهيں ديتے که بچه ايک دو بار پستان منهه ميں

لیلے اور دوده پیلے - مصة و لا مصتان' رضعة ولا الرضعتان' املاجة و لا الا ملاجتان' نصوص صریحه و قاطعه هیں - پهر جب دوده کے وجود اور حالت مرضعیة میں بهي ایک دو بار مکیدن و نوشیدن وجه حرمت نهیں' تو صورت مسئوله میں کیونکر حرمت هو سکتي هے ؟ جن ائمهٔ کرام رحمهم الله نے حرمت میں قلت و کثرت اور مقدار و عدد کو تسلیم نهیں کیا هے ' انکے نزدیک بهي دوده کا وجود بهر حال ضروري هے - پس کسي طرح بهي اُس عورت کا بیان مفید حرمت نهیں هو سکتا -

چنانچه یهي وجه هے که گیارهویں صدي کے مجدد و مصلح امام المتاخرین علامهٔ شوکاني نے اپنے مختصر در البهیه میں باب الرضاع کو حسب ذیل جامع و حاوي لفظوں میں لکها هے :

انما یثبت حکمه بخمس رضعات مع تیقن وجود اللبن و یحرم ما یحرم بالنسب (نسخهٔ قلمي منقول از خط مصنف)

رضاعة کا حکم پانچ مرتبه دوده پینے سے ثابت هوگا ایسي حالت میں که دودهه کا وجود یقیني هو' اور پهر رضاعه سے بهي وه تمام رشتے حرام هو جائینگے جو نسب سے هوتے هیں -

سبحان الله ! کیا جامع و مانع الفاظ هیں' اور کس طرح چند لفظوں کے اندر باب الرضاع کے تمام مباحث مهمه و طویله کو ختم کردیا هے- حضرة علامهٔ شوکاني کے یهي خصائص و فضائل و آیات باهرهٔ حکمة یمانیه هیں جنکو دیکهکر روح بے اختیار جوش تحسین و آفرینؐ سے معمور هو جاتي هے' اور ارباب حق و صفا و پرستاران کعبهٔ کتاب و سنت بیخودانه پکار اٹهتے هیں :

و اني و ان کنت الاخیر زمانهٔ
لات بما لم یستطعه الاوائل

اب غور کیجیے که کس طرح علامهٔ و مجدد ممدوح نے " مع تیقن وجود اللبن" کي قید لگا کر آپکے سوال کا جواب صاف دیدیا هے اور یه حقیقت اسقدر واضح هے که اسدرجه بحث و تحقیق کي بهي ضرورت نه تهي -

بهر حال جو جواب آپکے سوال کا بعض علماء عصر نے دیا هے که " عورت کا بیان مفید حرمت نهیں اور نکاح هوسکتا هے " بالکل صحیح هے - رها یه مسئله که اس بارے میں " صرف ایک عورت کا قول معتبر نهیں" تو یه امر البته بحث طلب' اور صحیح بخاري وغیره میں حدیث عقبه بن الحرث اور واقعه امة سوداء موجود ' اور مذهب حضرة عثمان و ابن عباس و زهري و الحسن و اسحق و الا وزاعي و احمد بن حنبل و مالک رحمهم الله معلوم ' لیکن آپکي پیش کرده صورت کو اس مسئله سے کوئي تعلق نهیں - مجرد مرضعه کي شهادت معتبر هو یا نهو' لیکن یهاں تو سرے سے حالت رضاعة هي مفقود هے - کوشش کیجیے که یه جاهلانه خیال دور هوجاے اور جو رشته شرعاً جائز هے ' اسکو شریعة پر افتراء کرکے اور اسکي نسبت غیر صحیح سے نا جائز فائده اٹهاکر نه روکا جاسکے ' که یه ایک خدمت دیني هوگي اور آپکا اجر الله کے یهاں طیار هے -

مسئلهٔ تسمیهٔ طه و یاسین



(ایک مستفسر - از آره)

(۱) ناموں میں معني اصلي ملحوظ هوتے هیں یا نهیں ؟

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا جائز هے یا نهیں ؟

یهاں مولوي رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یه جواب دیا هے که :

(۱) معاني کا ملحوظ هونا عقلاً ضروري نهیں مگر اس سے بالکل انکار بهي نهیں کیا جا سکتا - احادیث صحیحه سے معلوم هوتا هے که آنحضرة نے متعدد ایسے ناموں کو بدلدیا جنکے معاني اچهے نه تهے - ترمذي میں هے : ان النبي صلعم کان یغیر الاسم القبیح -

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا یقیناً منع هے که وه اسماے الهیه و اسماء آنحضرة صلے الله علیه وسلم میں سے ایسے نام هیں جنکے معاني معلوم نهیں - کیا عجب که انکے وه معاني هوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نه آسکیں - چنانچه امام ابن عربي نے احکام القران میں حضرة امام مالک کا قول نقل کیا هے که یاسین نام نه رکهو کیونکه وه الله کا نام هے -

نیز مولوي صاحب موصوف یه بهي فرماتے هیں که جس شخص کا نام طه یا یاسین هو ' اسکے پیچهے نماز پڑهنا جائز نهیں- اب جناب سے گذارش هے که اسکا جواب البلاغ میں مرحمت هو-

البلاغ :

ناموں میں انکے معاني کي رعایت کا هونا عقلاً واضح و بین ' اور احادیث صحیحه سے ثابت و معلوم هے - اگر ناموں میں معاني ملحوظ نهیں تو عبد المسیح اور عبد العزی کیوں ناجائز هوں اور کیوں بدلے گئے ؟ کسي عمارت کا هم نام رکهتے هیں تو مهمل و بے رعایت نهیں رکهتے ' کتابوں کا نام رکهتے هیں تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکهتے هیں ' حتی که اپنے پالتو اور محبوب جانوروں کے ناموں میں بهي رعایت معاني ضرور کرتے هیں' پهر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وه مدة العمر پکارا جائیگا اور جو همیشه کیلیے اسکا علم و خطاب هوگا ' معاني صحیحه و مفهومات مستحسنه کي رعایت ملحوظ نه رکهي جاے - احادیث اس بارے میں بے شمار هیں اور کتب محدثین میں یه مبحث به تفصیل موجود هے - حضرة عمر رضی الله عنه نے اپني ایک لڑکي کا نام " عاصیه " رکها تها - آنحضرة نے بدلکر " جمیله " رکها - عاصیه کے معني گناهگار اور نافرمان کے تهے ' آپنے نام بدلکر گویا اشاره کردیا که انسان کیلیے بهتر وصف جمال هے نه که عصیان - حضرة علي علیه السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعني لڑائي رکها - عرب میں یه نام بکثرت رکها جاتا تها - آنحضرة نے سنا تو فرمایا حسن رکهو - جب دوسرے صاحبزادے پیدا هوے تو پهر حضرة علي نے وهي " حرب " تجویز کیا - آپنے پهر بدلدیا اور حسین رکها - تیسرے صاحبزادے محسن هیں ' انکا نام بهي پہلے حرب رکها تها ' مگر آنحضرة نے بدلکر محسن کردیا -

حضرة سعید بن مسیب کهتے هیں که میرے جد امجد جب آنحضرة صلی الله علیه و سلم کي خدمت میں حاضر هوے تو آپنے نام پوچها - عرض کیا "حزن" یعنی رنج و ملال - فرمایا " بل انت سهل" لیکن چونکه حزن مشهور هوچکا تها' لوگ اسي نام سے پکارتے رهے -

مجهے اس وقت فرصت بالکل نهیں هے اور کتابوں کو نهیں دیکهه سکتا ' لیکن یاد پڑتا هے که ابو داؤد میں بروایت ابو وهب هے :

" قال رسول الله صلعم : سموا باسماء الانبياء و احب الاسماء الی الله عبد الله و عبد الرحمن " یعني انبیاء کرام کے نام رکھا کرو اور سب سے زیادہ پیارا نام اللہ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے -

ان تمام تصریحات و واقعات سے ثابت ہوا کہ :

(۱) شارع نے ناموں کے معاني و مطالب کي رعایت کي ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتي ہے کہ ہوني چاہیے - نام سب سے پہلي چیز ہے جو مسمي کو نمایاں کرتي ہے - پس اگر اسمیں رعایت معاني صحیحہ و مستحسنہ ملحوظ نہو تو اسکا اثر مسمي کي شخصیت و وجود پر لا محالہ پڑیگا -

(۲) مسلمانوں کے ناموں کیلیے ضروري ہے کہ تمام غیر شرعي نسبتوں سے پاک ہوں - بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احد کم عبدي و امتي - کلکم عبید اللہ و کل نسائکم اماء اللہ " یعني اپنے غلاموں اور زیردستوں کو کوئي اپنا بندہ اور بندي نہ کہے - تم سب صرف اللہ ہي کے بندے ہو ' اور سب عورتیں اللہ ہي کي بندیاں ہیں-

(۳) مومن و مسلم ہستي وہ اشرف و اعلی ہستي ہے جسکو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے ' یعني تمام کرۂ ارضي میں اس سے اشرف و اعلی کوئي وجود نہیں- پس انکے نام بھي ایسے ہونے چاہئیں جو بہ لحاظ اپنے مطالب و معاني کے اشرف و اعلی ہوں' اور شرف انسانیت و ایمان کو واضح کرنے والے ہوں '، نیز تمام غیر الہي نسبتوں سے پاک ہوں - اگر خود انکي پیشاني خدا کے سوا اور کسي کے آگے نہیں جھک سکتي' تو انکے ناموں میں بھي خدا کے سوا اور کسي کي عبودیت و غلامي کي نسبت نہیں ہوسکتي -

(۴) آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیشہ ایسے ناموں کو بدل دیا جنکے معاني اخلاق فاضلہ و خصائص حسنہ کے خلاف تھے' کیونکہ یہ شرف انساني و اسلامي کے خلاف ہے - لیکن آجکل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معاني کے لحاظ سے ارذل و اسفل ہیں' مثلاً دمڑي ' چھکوڑي ' بھوسي ' شبراتي ' چھٹن ' بدن ' بدھن ' وغیرہ وغیرہ من الخرافات ' تو یہ سب شرعاً بالکل نا جائز ہیں اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو اللہ کے آگے زمین و آسمان کي تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے' ذلیل و خوار کرنا ہے - علماء کا فرض ہے کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلیں ' بشرطیکہ وعظ کي قیمت وصول کرنے اور پیري و مرشدي کے نذرانے لینے کے سوا اور بھي کوئي کام وہ کرنا چاہتے ہوں -

(۵) فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو- کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل و احسن ہیں - انکے ہم اسم ہوکر انکے اعمال جلیلہ و اسوۂ حسنہ کي پیروي کا شوق ہوگا - و لنعم ما قیل :

فتشبہوا ان لم تکونوا مثلہم
ان التشبہ بالکرام کرام

سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کو عبد اللہ اور عبد الرحمن جیسے نام ہیں ' اور یہ بالکل ظاہر ہے - عبد اللہ کے معني یہ ہیں کہ وہ انسان جسکي غلامي اور عبودیت کیلیے اللہ کے سوا اور کسي کي چوکھٹ نہیں' سو جو انسان عبد اللہ ہوگا ' یعنے صرف اللہ ہي کا اور اللہ ہي کیلیے ہوگا ' اس سے بڑھکر اللہ کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے ؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ اللہ کو اپني عبدیت و غلامي کس قدر محبوب ہے کہ ناموں میں بھي وہ انہي ناموں کو محبوب رکھتا ہے جنمیں اسکي غلامي کي طرف اشارہ ہو - آہ ' جس ذات کو نام میں بھي غیر کي عبدیت پسند نہیں' وہ عمل کے اندر دوسروں کي غلامي میں تم کو دیکھنا کب گوارا کریگا ؟ إن اللہ لایغفران یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء - محبوب کہتا ہے کہ عاشق کي ساري خطائیں معاف ہیں لیکن یہ خطا معاف نہیں ہو سکتي کہ میرے سوا کسي دوسرے کو بھي اپنے دل میں جگہ دے کہ دل صرف میرے لیے ہے :

اذا کان ھذ الدمع یجري صبابۃ
علی غیر لیلی فہو دمع مضیع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تھے : احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ - تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا ؟ آہ ' ایسا کیوں نہیں ہے کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منہہ سے نہیں نکل پڑتے ؟ اللہ اللہ ! اسکو تو ناموں میں بھي وہي نام پسند جسمیں اسکے غلامي کي نسبت ہو' اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کي غلامي کي لعنت سے مخذول و ملعون ہوں !

سارت مشرقۃ و سرت مغرب
شتان بین مشرق و مغرب

آپ کہینگے کہ مبحث کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں ؟ ہاں یہ سچ ہے ' مگر میں کیا کروں ' کوئي بحث ہو مگر دل کے اصلي زخم کو نہیں بہلا سکتا ' اور جب ٹیس اور ٹپک ہو تو ہر صحبت میں آہ نکل ہي آتي ہے :

تمثل لي لیلي بکل سبیل !

رہا آپکا دوسرا سوال کہ یاسین اور طہ نام رکھا جاے یا نہ رکھا جاے ؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے ' اور اولی یہي ہے کہ انسے احتراز کیا جاے کیونکہ انکے معاني یقیني طور پر متحقق نہیں اور اسلیے طرح طرح کے خدشات لاحق' اور حضرۃ امام مالک کي نہي قابل قبول و مدلل -

البتہ مولوي صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طہ ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ' بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے - صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں' اور اُن پر تسمیۂ طہ سے کوئي اثر نہیں پڑتا - معلوم نہیں اصلي حالات کیا ہیں اور کیا امور مفتي کے سامنے پیش کیے گئے ؟ بہر حال اگر ایک شخص کا نام طہ ہو اور وہ نماز پڑھاتا ہو تو بلا تکلف اسکے پیچھے نماز پڑھیے - کوئي دلیل شرعي اسکے خلاف نہیں -

المراسلة والمناظرة

بیع غرر و مسئلہ اجارہ اراضی، مروجہ

از جناب مولانا ابو النصر محمد عبد القادر صاحب
مفتی ریاست جموں

مخدومنا مولانا ابو الکلام سلمہم اللہ الی دار السلام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - معروض آنکہ جناب کے رسالہ البـــلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ صفحہ ۱۹ میں ایک مضمون مولوی سید سلیمان صاحب کے نام سے چھپا ہے، جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ زمین کاشت کو حصہ مقررہ پر دینا بیع غرر میں داخل ہے - خاکسار کی راے میں مولویصاحب کی تقریر تفصیل طلب ہے - و الا مطلق تحقیق سے بعید ہے - یہاں جموں میں سے ایک جاہل عنید نے پہلے ہی پنجاب کے رواج ٹھیکہ پر جو مالک زمین اپنی زمین مزارعہ کو بطور اجارہ کے نقدی مقررہ یا غلۂ مقررہ پر دیدیتے ہیں، بہت فتنہ اور شور و غل بپا کر رکھا تھا - جناب کے اخبار نے زخم پر نمک کا کام دیا، اسلیے مجبوراً خاکسار کو بھی کچھہ لکھنا پڑا - امید ہے کہ جناب فریقین کی تحریرات دیکھکر اپنی راے زرین اور فکر متین سے مسلم پبلک کو فتنہ سے بچاوینگے - اور اگر جناب کچھہ لکھنا مناسب نہ سمجھیں تو پھر خاکسار کی تحریر کو طبع کردیں تاکہ محاسبان حق خود فیصلہ کرلیں - میری کم بضاعتی یا طرز تحریر سے ناواقفیت مانع نشر حقیقت نہو -

مولوی محمد سلیمان صاحب البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ میں لکھتے ہیں :

" زمین کو یا مال کو کاشت یا تجارت پر اسطرح دیں کہ اسکی شرح حصہ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کرلی جاے ، ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے ، جسکے متعلق کوئی حصہ نہیں کیا جا سکتا "

عبارت مذکورہ سے دو احتمال ہوسکتے ہیں :

(۱) کوئی شخص اپنی اراضی کسی مزارع کو اس شرط پر دیوے کہ پیداوار میں سے جو میرا حصہ ہے، وہ میں اسقدر رقم یا اسقدر غلہ پر فروخت کرتا ہوں - تو یہ بلا شبہہ بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے -

(۲) ایک شخص اراضی کاشتکار کو اس قرار داد پر دیوے کہ میں اپنی اراضی اتنی رقم پر یا اتنے غلہ پر ایک سال کیلیے یا زیادہ کیلیے بطور اجارہ و کرایہ کے دیتا ہوں - یہ طریق پنجاب میں عام طور پر مروج ہے -

مالکان اراضی مزارعین کے خوف خیانت سے اراضی بطور ٹھیکہ کے طریقہ مذکورہ پر دیتے ہیں - مولوی صاحب کی غرض اگر اس طریق کو بیع غرر میں شامل کرنا ہے تو یہ بعید از تحقیق ہے - بیع کے معنی کسی چیز کا بعوض مالک ہونا ہی نہیں ہے - بلکہ بیع چار انواع کو شامل ہے - کما فی شرح الوقایۃ : و اعلم ان التملیکات اربعۃ انواع ، فتملیک العین با لعوض بیع ، و بلا عوض ہبۃ ، و تملیک المنفعۃ بعوض اجارۃ ، و بلا عوض عاریۃ - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تملیک اجارہ ہے جسکے مشہور معنی کرایہ ہیں - اور صحیح مسلم نے باب ہی کراء الارض باندھا ہے ، اور زمین کا کرایہ پر دینا جائز اور مفتی بہ ہے - ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں صاف موجود ہے : و لو استاجر ارضاً لبناء او غرس صح - (شرح وقایہ صفحہ ۲۹۶) بلوغ المرام محشی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۳ میں ہے : و عن حنظلۃ ابن قیس رض قال سالت رافع ابن خدیج رض عن کراء الارض با الذہب و الفضۃ فقال لا باس بہ - انما کان الناس یواجرون علی عہد رسول اللہ صلعم علی الماذیانات و اقبال الجداول و اشیاء من الـزرع فیہلک ہذا ، و یسلم ہـذا - و یسلم ہذا و یہلـک ہذا و لـم یکـن للنـاس کـراء الا ہـذا فلـذالک زجر عنـہ - فاما شي معلوم مضمون لا بأس بہ - رواہ مسلم - شیخ المحدثین حافظ امام ابن حجر عسقـلانی رح مولف کتـاب مذکور نے بعد ذکر اس حدیث کے لکھا ہے : و فیہ بیان لما اجمل فی المتفق علیہ من اطـلاق النہی عن کراء الارض - و شارح کتـاب مذکورہ صاحب سبل السلام اور علامہ امام شوکانی یمنی حدیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں : و قد جمـع بین احادیث النہی عن المزارعۃ و بین الاحادیث الدالۃ علی جوازہا ، بوجوہ، احسنہا ان النہی کان فی اول الامر ثم ابیح و یدل علي ہذ الجمع حدیث جابر و حدیث رافع ابن خدیج فی الباب عند مسلم، و یؤیدہ مما وقع من المزارعۃ فی عہدہ صلعم و فی عہد الخلفاء - و من البعید غفلتہم عن النہی کانوا یدفعون الارض الی من یذرعہـا ببذر من عنـدہ علی ان یکون لمالـک الارض ما ینبت علی مسائل المیاہ و رؤس الجـداول فنہوا عن ذالک مما فیہ من الغرر فربما ہلک ذادون ذالک - انتہی

حضور علیہ السـلام کا بعد فتح خیبر یہود خیبر کو اراضی حصہ مقررہ نصف یا ربع پر دینا بھی اسی کا موید ہے - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تو بالکل ایسی ہے جیسے مکان کرایہ پر دیے جاتے ہیں، پھر جب مکانوں کا کرایہ پر دینا جائز و مباح ہے تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے کس دلیل سے زمین کے کرایہ پر دینیکو بیع غرر میں شمار کرلیا ہے - ملاحظہ ہو موطا امام محمد رح صفحہ ۳۵۶ قال محمد و بہذا نأخذ لا بأس بکرائہا با لذہب و الورق و بالحنطۃ کیلاً معلوماً و ضرباً معلوماً ما لم یشـترط ذالک مما یخرج منہا فان اشترط مما یخرج منہا کیلاً معلوماً فلا ضیر فیہ و ہو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقہائنا - و قد سئل عن کرائہا سعید ابن جبیر بالحنطۃ کیلاً معلوماً فرخص فی ذلک فقال ہل ذلک الا مثل البیت یکری - مولانا مخدومنا محمد عبد الحی صاحب مـرحوم محدث لکھنوی اسیکی شرح تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں : اے لیس ذلک الا مثل کراء البیت بالذہب و الفضۃ و الحنطۃ المعلومۃ و غیر ذلک فلما جاز ذالک، جاز ہذا -

مولوی صاحب ممدوح کی غرض اگر صورت ثانیہ مروجہ پنجاب ہے تو جناب کو تفصیل کے ساتھہ مدلل لکھنا چاہیے اور اگر غرض صورت اول ہے یا کچھہ اور، تو بھی پبلک کو شبہ اور فتنۂ و فساد سے بچانا چاہیے - خاکسار نے جو کچھہ لکھا ہے نیک نیتی اور اعلان حق کے لیے لکھا ہے - اگر مولوی صاحب خلاف مدلل مبرہن لکھیں جس سے بندہ کی تسکین ہوجاے تو بندہ فوراً رجوع کیلیے تیار ہے -

البـــلاغ :

یہ عاجز آپکی راے سے بالکل متفق ہے اور آپکا بیان صحیح و مدلل ہے - جہاں تک میں غور کرتا ہوں آپکی بیان کردہ صورت اجارہ ہی کی معلوم ہوتی ہے اور اجارہ کو بیع غرر مروجۂ جاہلیۃ و حال سے کوئی تعلق نہیں - غالباً مولانا سید سلیمان صاحب کا بھی یہی مقصد ہوگا - امید ہے کہ وہ خود اسپر لکھینگے - اصولاً بیع غرر اور اسکے اطلاقات کے چند پہلو ضرور قابل غور ہیں اور مسئلہ کو حدود حیل سے بالکل الگ کرلینا چاہیے کہ شریعت میں حیلہ نہیں ہے - اگر آیندہ فرصت ملی تو کچھہ عرض کرونگا - سر دست جناب کی تحریر کی اشاعت کافی ہے - اور میں اس سے متفق ہوں -

اُسوۂ حسنہ

تــفـــویض و اطـــاعت

عہــد صحابۂ کرام رضي الله عنہم

تم نے غور کیا ھوگا کہ عالم کي اکثر قوتیں ایک قوت کے تابع ھوتي ھیں ' اور اوس ایک ھي قوت پر تمام قوتوں کي ھستي کا دار و مدار ھوتا ھے - ایک جرنل کي بہادري ھزاروں اور لاکھوں کو بہادر بنا سکتي ھے ' اور اسي ایک کے جبن و بزدلي سے کل فوج ذلت و نامرادي کا جامہ پہن لیتي ھے - اس قسم کي چھوٹي چھوٹي مثالیں بکثرت پیش نظر لائي جاسکتي ھیں ' مگر ان سب سے گذر کر نظام عالم کي ایک مجموعي مثال سامنے لاؤ - جسطرح تمام عالم کي طاقت و حرکت کا سرچشمہ ایک جرم آفتاب ھے اور بغیر سورج کے اس عالم کي نزھت و رونق قائم نہیں رھسکتي ' بعینہ یہي حالت مذھب کي بھي ھے - کل مذھبي اعمال و افکار اور حرکت و سکون کا سرچشمہ محض اوس شخص کا وجود ھوتا ھے جو مذھب کا مناد بنکر آتا ھے ' اور ایک صحیح تعلیم الہي لوگوں کے سامنے پیش کرتا ھے - اگر وہ اپني پیش کردہ صداقت کا مکمل نمونہ ھے تو اسکي قوت جذب و کشش عالم کو اپني طرف کھینچ لیتي ھے اور پھر اسي کي حرکت و قوت میں وہ زور پیدا ھو جاتا ھے کہ تمام عالم اوس سے حرکت میں لایا جاسکتا ھے ' طبقات ارضي اوس سے اولٹے جاسکتے ھیں ' اور زمین و آسمان زیر و زبر کیے جاسکتے ھیں -

حکماء کہتے ھیں کہ انسان میں بالطبع نقل کا مادہ موجود ھے ' جیسا دیکھتا ھے ویسا کرتا ھے - اسي کو ارسطو اصول محاکات سے تعبیر کرتا ھے - لیکن مذھب ایک حقیقت ھے جس کو اسوۂ حسنہ کہتا ھے - الله تعالى انبیاء کو مبعوث کرتا ھے اور بار بار اونکي زندگي اور اونکے اعمال کي طرف توجہ دلاتا ھے - اسي طرح عہد انبیاء کے جو مقدس نفوس ھیں ' اونکے سوانح و حالات کو بھي پیش کرتا ھے - جہاں قرآن کریم نے یہ کہا کہ : لقد کان لکم في رسول الله اسوۃ حسنـۃ لمن کان یرجو لقاء الله والیوم الاخر و ذکـر الله کثیرا (احزاب : ۸) وھاں صحابہ کے متعلق بھي ارشاد فرمایا کہ : لقد کان لکم فیہم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو الله والیوم الاخـر و من یقـول فان الله غني حمیـد - (۶۰ : ۶) ایک دوسـرے مقـام پر حضـرت ابراھیـم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھہ اونکے متبعین کے بھي اسوۂ حسنہ کا ذکر کیا گیا :

قد کانت لـکم اسوۃ حسنـۃ في ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھـم انا براء منـکم و ممـا تعبـدون مـن دون الله - (ممتحنہ : ۴)

ایک جگہ حکـم ھوا کہ : یا ایہا الذین آمنوا اطیعو الله و اطیعو الرسول تو اوسکے بعد ھي متصل فرمایا : و اولی الامر منکم - اور یہ ظاھر ھے کہ صحابہ کرام اولی الامر کے اولین مصداق ھیں - پس جس طرح اسوۂ انبیاء کرام کو یاد دلایا گیا ھے اسي طرح آغوش نشینان عہد نبوت کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کا بھي ذکـر کیا گیا ھے -

خیر الناس قرني ثم اللذین یلونہم ثم اللذین یلونہم (بخاري)

(تفویض اور اسوۂ صحابہ)

تفویض کے معني کسي شے کو سونپ دینے کے ھیں - قرآن حکیم اور احادیث و اثار اس لفظ کو کمال مرتبۂ ایمان کیلیے استعمال کرتے ھیں ' اور بہ تصریح واضح کرتے ھیں کہ جب تـک یہ مرتبہ حاصل نہو ' اس وقت تـک کوئي انسان مومن کامل نہیں ھوسکتا -

تفویض اسلامي سے مقصود یہ ھے کہ ایک انسان اپنے اندر اور اپنے سے باھر جو کچھہ رکھتا ھے ' وہ سب کچھہ الله اور اسکے رسول کے سپرد کردے اور یقین کرلے کہ میري جان اور میري جان کے لوازم میں سے جو کچھہ ھے ' وہ میرا نہیں بلـکہ الله اور اسکے کلمۂ حق کا ھے - تمام کائنات عالم اسی تفویض پر قائم ھے -

روح اگرچہ ھمارے جسماني پیکروں میں ھے مگر ھر وقت خیال یہ ھو کہ یہ ھماري نہیں بلکہ کسي آور کي ھے - مال و متاع ' دولت و تمول ھمارے خزانوں میں مقفل ھو ' مگر یہ یقین ایک لمحہ کیلیے بھي ھم سے جدا نہ ھو کہ یہ سب کچھہ ھمارا نہیں بلکہ کسي دوسرے کا ھے - اعزا و اقارب کا رشتۂ الفت ھمارے گلے ھیں ھو ' مگر اوس ایک رشتہ کے قائم رکھنے کیلیے ھر ان تمام رشتوں کو توڑا جاسکے - آنحضرۃ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا :

لا یومن احدکم حتی	اوسوقت تـک مومن کامل کوئي نہیں
اکون احب الیہ من	ھو سکتا جب تک کہ اوسکي جان و مال اور
مالہ و اولادہ و نفسہ	اھل و عیال سے زیادہ میں عزیز نہ ھوجاؤں -

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا - جان ' اھل و عیال ' مال - اور اگر غور کرو تو انسان کي محبوبات و مطلوبات میں سے جو کچھہ ھے سب اسي کے اندر ھے - اس سے باھر کچھہ نہیں - سب سے پہلے وہ اپني جان اور زندگي کا عاشق ھے اور یہ وہ عشق ھے جو اس سے صدھا عشقوں کو چھڑادیتا ھے - پھر اھل و عیال کي محبت و تعلق کا مرتبہ ھے کہ بسا اوقات انسان اپني جان کو قربان کر ڈالنا چاھتا ھے مگر اپني اولاد و عیال کو دکھہ میں نہیں دیکھہ سکتا - اسکے بعد مال ھے ' اور اسکي محبت کي زنجیریں بھي بڑي ھي سخت ھوتي ھیں - مال اسکي زندگي کے قیام کا ذریعہ ' اسکي محنت کا حاصل ' اور اسکے بقا کیلیے وسیلۂ غذا ھے -

پس اس حدیث میں ' مومن کي زندگي اور مرتبۂ ایمان کي تکمیل کي یہ تصویر کھینچي گئي ھے کہ جان ' مال ' اھل و عیال ' سب کي محبت کے رشتوں پر ایمان و حق کا رشتہ غالب آجاے اور صاحب قرآن و داعي اسلام (صلي الله علیہ وسلم) کي محبت و متابعت کے آگے کوئي چیز حتي کہ خود اپني جان بھي وقیع نہو - یہي تفویض ھے ' اور یہي وہ حقیقت ایمان و اسلام ھے جسکي عملي تصویر ھم کو صحابہ کرام کي زندگي میں نظر آسکتي ھے -

اس حدیث کے مطابق تفویض کي ھم بھي تین قسمیں قرار دیتے ھیں : تفویض نفس ' تفویض مال ' اولاد ' اور ان تینوں قسموں کے لحاظ سے ھم صحابہ کرام کے جستہ جستہ واقعات پیش کرینگے -

اس سلسلہ میں ھم ترتیب خلافت کو ملحوظ رکھکر پہلے خلفاء اربعہ کي مقدس زندگي پر نظر ڈالتے ھیں -

(حضرۃ صدیق رض)

سب سے پہلے حضرۃ ابو بکر صدیق رضي الله تعالی عنہ کي زندگي کے چند متفرق واقعات یکجا کرینگے جن سے اُن کے تفویض مال و متاع کا اسوۂ حسنہ واضح ھوتا ھے -

[۱]

دنیاء اسلام جانتي ھے کہ حضرت بلال نے صدر اسلام میں جب سر زمین اسلام پر قدم رکھا تو مصائب و آلام نے اونکو کسطرح گھیر لیا تھا ' اور کفار عرب کیسے ھیبت ناک عذاب اونکو دیا کرتے تھے ؟ یہ زھرہ گداز خبر جب حضرت ابو بکر کے گوش گذار ھوئي تو بے اختیار تڑپ اٹھے - رسول اکرم صلعم کي خدمت میں حاضر ھوکر عرض کیا : " کاش اسوقت میرے پاس مال ھوتا تو میں بلال کو خرید لیتا " آخر کار پھر جسطرح ممکن ھوا جستجو کرکے اونکو خریدا اور آزاد کردیا - (ترمذي وغیرہ)

تفویض مال کي یہ سنت حسنہ صرف ایک ھي مرتبہ اُنسے ادا نہیں ھوئي - بلکہ بعینہ اس قسم کے متعدد واقعات ظہر

میں آے - چند مرتبہ مختلف غلاموں کو گرفتار عذاب دیکھا اور خرید کر آزاد کردیا - یہانتک کہ حضرت بلال کیطرح جو غلام خریدے گئے اور پھر آزاد کیے گئے' اونکا شمار سات تک ہے - (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

[۲]

جب حضرت ابو بکر مشرف باسلام ہوے ہیں تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے - عرب جاہلیۃ میں اسقدر روپیہ کا ہونا ایک غیر معمولی دولت مندی تھی لیکن حضرۃ ابو بکر نے یہ تمام روپیہ راہ اسلام میں بے دریغ لٹا دیا حتی کہ خود آنحضرۃ نے فرمایا: ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بكر - یعني ابو بکر کے مال کے برابر کسیکے مال نے مجھکو نفع نہیں دیا (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم نے صحابہ سے سوال کیا کہ آج جنازہ کی نماز کس نے پڑھی؟ تمام خاموش رہے مگر حضرۃ ابو بکر نے عرض کیا : یا رسول اللہ میں نے - اسی طرح آپنے چند سوال کیے اور سبکے جواب میں سامعین نے سکوت کیا' لیکن حضرت ابو بکر نے ہر ایک کے جواب میں ہاں کہا - یہانتک کہ آپنے دریافت فرمایا : مسکین کو آج کہانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں نے - اسکے بعد ارشاد نبوی ہوا : وجبت له الجنـــة (مسلم جزء ۲ - ص - ۲۷۴)

[۳]

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرۃ نے ہم تمام صحابہ کو صدقہ کرنیکا حکم دیا - میرے پاس کافی مقدار میں مال موجود تھا - میں نہایت خوش ہوا کہ آج قطعا جناب صدیق سے بازی لے جاؤنگا - آخرکار نصف مال میں نے گھر چھوڑا اور نصف لاکر خدمت نبوی میں پیش کردیا - لیکن حضرت ابوبکر کل مال لے آئے - آنحضرۃ نے مجھسے سوال کیا کہ تم اپنے اہل و عیال کیلیے کسقدر مال رکھہ آے ہو؟ میں نے کہا کہ نصف - یہی سوال جناب ابوبکر سے کیا گیا - اونہوں نے جواب میں عرض کیا کہ کچھہ نہیں' خدا اور اوسکے رسول کا نام میرے اہل و عیال کا سرمایہ اور میرے گھر کی دولت ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں کبھی حضرۃ ابوبکر سے آگے قدم نہیں رکھہ سکتا (ترمذی - ج - ۳ -)

[۴]

تم صدر اسلام کی صعوبتوں کو دیکھو' اوسوقت عالم اسلامی کی بینوائی کو دیکھو' یکسر غربت و افلاس کو دیکھو' بروقت بلاؤں اور مصیبتوں کا حصار و ہجوم دیکھو' پھر سونچو کہ کیا صحابہ کرام کو یہ خیال نہ تھا کہ آج گھر لٹا کر کل کیا کھائینگے؟ کیا اونکو یہ خبر نہ تھی کہ اس عالم افلاس میں بظاہر دولت کے آنیکی کہیں سے بھی توقع نہیں' پھر گذران اوقات کیونکر ہو گی؟ بھوکے بچے کیا کھائینگے؟ بھوک پیاس سے اونکا تڑپنا کسطرح دیکھا جائیگا؟ یہ تمام خیالات اونکے سامنے بھی تھے - اور آج کی طرح وہ بھی عاقبت بیں تھے - تاہم انکے قلب میں ایمان تھا' سینہ میں جوش تفویض تھا' سر میں عشق اطاعت رسول کا سودا تھا' رگوں میں جاں نثارانہ خون تھا' اور ایثار و جانفروشی کا طوفان اندر سے اوبل رہا تھا جسکے زور سے یہ تمام بندھن کٹ جاتے ہیں - اور جب یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے تو پھر لوٹنے میں نہیں بلکہ لٹانے میں مزہ آتا ہے - بننے میں نہیں بلکہ بگڑنے میں خوشی ہوتی ہے - اقامت میں نہیں بلکہ غربت میں عیش و سرور معلوم ہوتا ہے - بہشت نما قصروں میں نہیں بلکہ ہیبت ناک جنگلوں میں لطف آتا ہے - اگر تمہاری مادی آنکھیں اس عالم وجد و سرور کو محسوس نہیں کرسکتیں تو صفحۂ قرطاس پر ان واقعات کو تو دیکھہ سکتی ہیں ! فهل من مدكر؟

(مراسلات)

معجـــوزہ شیعـــہ کالـــج

البلاغ نمبر ۱۳ اور ۱۴ وصول ہوا - شیعہ کالج پرخاتمہ سخن اور سورۂ و التین کا تتمہ باب تفسیر نظر سے گذرا - مگر قبل اسکے کہ ان کے متعلق کچھہ راے زنی کیجاے' کیا حقیر کو یہ کہنے کی اجازت ہے کہ عالیجناب میرزا محمود طرزی نے ایڈیٹر سراج الاخبار کابل نے حضور کے بارہ میں جو کچھہ فرمایا ہے' وہ گویا میرے منہہ سے بات چھین لی ہے؟ آپ سے برتر صاحب زبان و قلم' آپ سے عالی مرتبہ مصلح ملت' اور آپ سے بڑھکر مومن مخلص اس وقت کون ہے؟ آپ کے دل کی کیفیت میں جو کچھہ بھی کیف ہے' وہ الهلال مرحوم و البلاغ کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے - آسپر حضور یہ ستم کرتے ہیں کہ میرزا موصوف کے جواب میں نظیری کا شعر پیش کرتے ہیں - یہ محض انکسار ہے - جناب میرزا محمود نہ معلوم آپ کو کیا جواب دیں' مگر انکی طرف سے اور نیز ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا اٹھہ رہی ہے : (نظامی)

دبیر نکتہ سنجی' ساحری' نے نے غلط گفتم
فسوں سازی فسوں خوانی فسون سامری دانی !

غالب نے اپنے دیوان کے بارے میں دعوی کیا ہے کہ :

غالب اگر فن سخن دیں بودے
آں دین را ایزدی کتاب ایں بودے

آج وہ دعوی اگر آپ کریں تو کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ مگر شاعرانہ تعلی کی جگہ آپ کے انکسار طبع نے البــلاغ کا مرتبہ اور بلند کردیا ہے !

کیا عرض کروں کہ سورۂ تین کی تفسیر پڑھکر آنکھیں کسقدر روشن ہوگئیں - بیشک حضور ہی کا قلم ہے جس نے اس میدان میں یوں گل افشانی کی کہ میدان میدان نہ رہا بلکہ چمن زار حقائق و معارف ہوگیا - تین اور زیتون کی شہادت دینے کی وجہ پہلے بیان کیگئی تھی وہ دل کو لگتی نہ تھی - تفسیر کے معنی یہ ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جتنے پردے پڑے ہوں سب اوٹھہ جائیں - یہی حالت حضور کی تحریر پڑھکر ہوئی - ہندوستان کے موجودہ مدعیان علم کہاں ہیں سے آپ کا ایسا دماغ لائیں جو فلسفۂ قدیم اور موجودہ فلسفۂ یورپ کا احاطہ کرے فلسفۂ اسلام سے اسکا موازنہ کریں اور دکھادیں کہ سب باطل اور ظن ہیں - فقط اسلام ہی حق اور عین فطرت ہے - سبحان اللہ ! حضور یقین مانیں کہ میں اپنے ایک عزیز کو پرسوں وہ تفسیر سنانے لگا تو محویت کا یہ عالم ہوا کہ گیارہ بجے شب سے پڑھتے پڑھتے صبح کے تین بج گئے ! قادرالکلامی اور معجز بیانی کسی میں ایسی تو ہو؟ تین اور زیتون سے اگر اشارہ جناب حضرۃ عیسی علیہ السلام کی ذات مقدس کیطرف ہے تو آیت قرآنی کے معنی بالکل واضح ہوگئے - اور مزید سوال و جواب کی مطلق گنجایش نہیں -

اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر القرآن کیلیے بیچینی اور بڑھگئی - خدا آپ کی ذات کو ہم میں تا صد و سی سال باقی رکھے اور ہم گمراہاں راہ کیلیے ہمیشہ شمع ہدایت ثابت ہوں -

شیعہ کالج کی بابت یہ عرض کرنا ہے کہ حضور کی راے عین صائب ہے - میں خود امامیہ طریق رکھتا ہوں مگر ہاں تعصب و تفریق کو حقیقت امامیت نہیں سمجھتا جیسا کہ اہل کھجوہ وغیرہ سمجھتے ہیں - حضور کی راے سے مجھے اتفاق کلی ہے - عنقریب " اسٹیٹسمین " وغیرہ میں میں ایک مضمون بھیجنے والا ہوں جسمیں آپ کی تحریر کا حوالہ رہیگا اور در ترمیمیں جو پیش کیگئی ہیں انکی تائید ہوگی -

شیعہ کالج کا نام بدل دینا اور کالج فنڈ میں غیر شیعہ کی امداد قبول کرلینا ، یہ دو ایسی باتیں ہیں جکے ماننے میں غالباً کسی کو عذر نہ ہوگا - ان افراد اور اس جماعت کی مخالفت سے قطع نظر جو سوا شیعوں کے دنیا کے کسی فرد بشر کو جنت کیلیے مستحق ہی نہ سمجھتے ہوں ، ایسے تعصب کی مخالفت تو کوئی روک نہیں سکتا - رہا یہ کہ عام شیعوں کا کیا خیال ہے ؟ تو مذہب امامیہ بد قسمتی سے ایسے لوگوں کی امانت میں ہے جو کسیطرح اہل نہیں اور اپنے بیجا تعصب سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں ، ورنہ خود اسلام (یا اسکا کوئی طریق اختیار کیا جاے) تعصب سے کوسوں دور ہے -

خدا کرے آپ کی ترمیموں کی تائید میں ہندوستان کے ہر گوشہ سے صدائیں بلند ہوں !

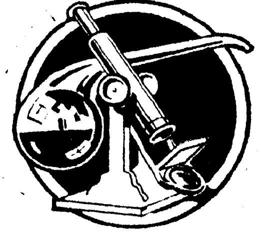
(سید وصی احمد بلگرامی)

البلاغ :

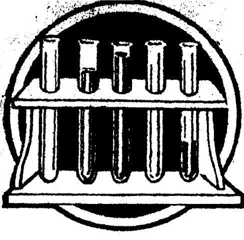
الحمد للہ کہ سورۂ و التین اور حقیقت شہادۃ تین و زیتون کے متعلق آپنے جو سوال کیا تھا ، اسکا جواب آپکے لیے موجب تسکین و اذعان ہوا - اپنی محبت اور حسن ظن کی وجہ سے آپنے جو کچھہ لکھا ہے ، اللہ تعالی ہم سب کو اسکا اہل ثابت کرے -

مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق فقیر نے جو کچھہ لکھا ہے ، وہ محض ایک مخلصانہ التماس ہے جو اگر سنی گئی تو کلمۂ اسلام و ملت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ، اور اگر اعراض کیا گیا تو و ما علینا الا البلاغ - اللہ علیم و خبیر ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ جو کچھہ لکھا گیا وہ فریقانہ تعصب و تحاسد کا نتیجہ ہے یا ایک ایسے دل کی صدا ہے جو اس طرح کے تمام جذبات سافلہ و رذیلہ سے الحمد للہ کہ بالکل پاک ہوچکا ہے - آپکو یاد ہوگا کہ جب آپ نے شیعہ کالج کے متعلق خط لکھا اور پھر خود آکر ملے اور سخت اصرار کیا کہ اس تحریک کی اصلاح کیلیے میں قلم اٹھاوں تو میں نے کیا جواب دیا تھا ؟ آپ بسبب اپنے کمال جوش اتحاد و عشق وحدۃ اسلامی کے مصر تھے کہ دوسرا کالج قائم ہی نہ ہونا چاہیے - لیکن میں نے اس سے مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ صرف طرز عمل اور طریق کار کا سوال ہے ، اور اگر ان حالات سے الگ رکھکر اس تحریک کو شروع کیا جاے جو اغیار کی خود غرضانہ مصلحتوں کا نتیجہ ہیں ، تو نفس تحریک سے کوئی وجہ اختلاف نہ ہونی چاہیے -

خط کے اخر میں آپ لکھتے ہیں کہ جن بزرگوں کے ہاتھہ میں آج فرقۂ امامیہ کی امانت ہے وہ کسی طرح اسکے اہل نہیں - لیکن میں تو کوئی وجہ نہیں پاتا کہ ایسی شدید مایوس راے آپ قائم کریں - میں دیکھتا ہوں کہ الحمد للہ جماعۃ شیعہ میں (اور جماعۃ صرف ایک ہی ہے جسکا نام اسلام ہے) ہر جگہ اور ہر حصہ میں ایسے ارباب نظر و راے موجود ہیں جنسے بڑی بڑی امیدیں ہم سب کی وابستہ ہیں ، اور انشاء اللہ تعالی مایوسی کی جگہ ہر طرح فتح باب امید ہے - جماعۃ امامیہ کا سب سے بڑا مرکز و مبدء علوم و مذہب سر زمین عراق اور علی الخصوص عتبات عالیات (زاد اللہ شرفهم) ہیں ، اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرات مجتہدین کرام عراق و حجج اسلامیۂ عتبات عالیات نے سالہا سال سے کس طرح وحدۃ امۃ و اتحاد کلمہ کیلیے قولاً و فعلاً اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے ، اور علی الخصوص حضرۃ شہید خامس آیۃ اللہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال مقدسہ ہمارے سامنے ہیں ، اور انکے نقش قدم پر چلنے والے انسے بڑھکر اپنے اقدام حق کا ثبوت دے رہے ہیں - پھر ہندوستان میں بھی جہانتک فقیر کی معلومات ہے ، ایسے ارباب نظر و فکر موجود ہیں جنکی توجہات گرامی سے کسی طرح بھی ہم نا امید نہیں ہوسکتے - علی الخصوص جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ جنکی ذات گرامی سے فقیر کو ہمیشہ بہترین توقعات رہی ہیں اور مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ وہ آخری صحبت کی دو گذارشوں پر ضرور توجہ فرمائینگے ، اور انشاء اللہ مسئلۂ وحدۃ کلمہ و حفظ بیضۂ ملت و اتحاد احزاب و فرق اسلامیہ کی دعوۃ حقہ پر ہم سب سے زیادہ انکی نظر صائب کام فرما ہوگی - نیز چونکہ جناب ممدوح کی خدمت میں فقیر کو شخصاً نیاز حاصل ہے ، اور وہ فقیر کے مسلک و اصول سے بخوبی واقف ہیں ، اسلیے کسی طرح یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ اس بارے میں بعض نادان و نافہم طبائع کی پیدا کردہ غلط فہمیاں انکے لیے موجب عدم التفات ہوسکیں - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -



مذاكرهٔ علميّه



التحــــول الفجـــائي

يعنـي

(MUTATION)

(٢)

(اعصار تغيرات)

ان دونوں قانونوں کو صحیح تسلیم کرنے بعد بھي ایک سوال رهجاتا ہے - یعنی یہ تمام تنوع و تعدد کتنے عرصے میں ھوا ؟

ڈارون نے مدت کي تعیین نہیں کي تھي اسلیے تقدیر و تخمین کے سامنے ایک غیر محدود میدان پڑا تھا مگر تھوڑي ھي دور کے بعد عمر زمین کي آخري سرحد ملجاتي تھي -

علماء طبقات الارض زمین کي جو عمر تجویز کرتے تھے وہ ان کثیر التنوع اور سست رفتار تدریجي تغیرات کے لیے ناکافي معلوم ھوتي تھي - اسلیے قدرتي طور پر دو صورتیں پیدا ھوگئي تھیں :

(۱) زمین کي عمر کا تخمینہ غلط ہے -

یہ صورت قرین قیاس اور دلائل و برھان سے بے نیاز تھي - اسلیے عموماً یہي اختیار کي گئي اور علماء ارض نے اپنے تخمینہ کے حدود وسیع کرکے سو ملین سال تک مدت عمر ارض وسیع کردي -

(٢) یہ مانا جاے کہ جسطرح مخصوص حالات کے بعد ایک فرد سے دوسري مختلف فرد پیدا ھوجاتي ہے' اسیطرح مخصوص حالات کے بعد ایک نوع سے دوسري مختلف نوع پیدا ھوگئي ہے -

اس اجمال کي تفصیل یہ ہے کہ جسطرح نوع مجموعہ افراد کا نام ہے' اسیطرح فرد مجموعہ حویصلات کا نام ہے - حویصلہ کي تعریف تم پڑہ چکے ھو - یعنی وہ ابتدائي کرۂ حیات جس سے بتدریج جنین بنتا اور پھر حیوان کي شکل اختیار کرتا ہے - ان حویصلات میں سے ھر ایک حویصلے سے ایک اور حویصلہ پیدا ھوتا ہے - پہلا حویصلہ مرجاتا ہے' دوسرا حویصلہ اسکي جگہ لے لیتا ہے - اپنے پیشرو کي طرح اس حویصلے سے بھي ایک اور حویصلہ پیدا ھوتا ہے - یہ بھي مرجاتا ہے اور اسکي جگہ نو پید حویصلہ لیلیتا ہے - غرض اسیطرح حویصلات کي موت و پیدایش کا سلسلہ جاري رھتا ہے (۱) پس فرد و نوع دونوں مستقل بالذات کوئي شے نہیں ھیں' بلکہ اول الذکر حویصلات اور ثاني الذکر افراد کے مجموعہ کا نام ہے -

پس جسطرح یہ ممکن ہے کہ ایک مجموعۂ حویصلات (فرد) سے دوسرا مجموعہ حویصلات اسطرح پیدا ھوجاے کہ دونوں میں نمایاں اختلاف ھو' اسیطرح یہ بھي ممکن ہے کہ ایک مجموعہ افراد (نوع) سے دوسرا مجموعہ افراد (نوع) اسطرح پیدا ھوجاے کہ دونوں میں امتیاز واضح ھو - اور نیز جسطرح مجموعۂ حویصلات میں اختلاف کے لیے یہ ضروري نہیں کہ بتدریج و بدفعات پیدا ھو' اسیطرح مجموع افراد میں بھي اختلاف کے لیے اس قید کي کچھہ ضرورت نظر نہیں آتي -

(التحول الفجائي)

اسي مقام سے نظریہ " تحول فجائي " پیدا ھوتا ہے' اور اس مضمون میں ھمارا اصلي مقصود یہي جدید نظریہ ہے -

لفظ تحول " حول " سے ہے - حول کے معنی " تغیر الشي و انفصالہ عن غیرہ " کے ھیں یعنی کسي چیز میں ایسے تغیر کا ھونا کہ وہ کسي دوسري چیز سے بالکل الگ ھوجاے - مذھب ڈارون کي بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ مختلف موثرات و گرد و پیش کي بنا پر بتدریج تغیرات پیدا ھوتے ھیں اور پھر وہ یہاں تک بڑہ جاتے کہ بالکل ایک مختلف نوع پیدا ھوجاتي ہے - پس ایسے تغیر کیلیے صحیح ترین لفظ عربي میں " تحول " ہے -

لیکن کیا حسب مذھب ڈارون ھمیشہ یہ تحول بتدریج ھوتا ہے یا کبھي ایسا بھي ھوسکتا ہے کہ بغیر کسي بڑي علم الارضي یا طبیعیاتي مدت کے یکایک ھوجاے ؟ تحول فجائي اسي دوسرے پہلو کا نام ہے - " فجائي " یعنے یکایک' اچانک -

یہ صورت ایک زمانے تک محض اجمال کي حد تک رھي' سب سے پہلے ھالینڈ کے ایک عالم نباتات پروفیسر دي ویریس نے اس اجمال کو علمي مسئلہ کي صورت میں بہ تفصیل پیش کیا -

دنیا کے تمام اکتشافات و اختراعات قریباً اتفاق و بخت کي رھنمائي سے ھوے ھیں - پروفیسر دي ویریس نے امسٹردم کے باغ میں ایک دفعہ سو قسم کے بیج بوے' اور نہایت احتیاط کے ساتھہ انکي نگراني شروع کي - جس پودے میں اصلي درخت سے ذرا بھي اختلاف نظر آتا تھا' اسکے گرد ایک اوٹ کھڑي کردیتا تھا تاکہ ایک پودہ دوسرے پودے سے ملنے نہ پاے' اور یہ شبہ نہ ھو کہ یہ اختلاف متعدد پودوں کے باھم ملنے کا نتیجہ ہے -

یہ سلسلہ عرصہ تک جاري رھا' یہاں تک کہ پروفیسر موصوف نے دیکھا کہ بعض درخت اپنے ھم نوع درختوں سے اسقدر علحدہ ھوگئے کہ انکو مستقل نوع یا کم ازکم مستقل صنف کہنا بیجا نہ تھا -

ایک درخت ہے جسکے پتوں کي قطع گدھے کے کان سے ملتي ھوئي نظر آتي ہے - یہ درخت امریکن نژاد ہے - سنہ ۱٦۱۳ع میں امریکہ سے ھالینڈ لایا گیا - یہاں کي آب و ھوا سازگار ھوئي' اور جنگلوں اور باغوں' دونوں مقامات میں پیدا ھونے لگا - سنہ ۱۸۷۵ع میں دیکھا گیا کہ شہر بلورھم کے اطراف میں یہ درخت بکثرت پیدا ھوا' بڑھا' اور اتنے گونہ گون اقسام پیدا ھوگئے' گویا اسوقت یہ خطہ علم طبقات الارض کے دور اول میں ہے' اور نئے نئے اصناف پیدا ھو رہے ھیں !

---

(۱) حویصلات کا نظریہ دلچسپ اور علمي حیثیت سے نہایت اھم ہے - مگر اجمال ناکافي ہے اور تفصیل کا موقع نہیں - مواد پیش نظر ہے - بشرط فرصت انشاالله تعالی اس نظریہ پر بھي مفصل بحث کي جائیگي - اس مضمون میں اصل نظریہ کي تشریح اور دلائل کے علاوہ اس پر بھي بحث کي جائیگي کہ حکماء اسلامیہ کے مشہور و معروف مسئلہ تجدد امثال اور اس نظریہ میں کچھہ فرق ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو کسقدر ہے ؟ منہ

دي ويريس نے جو درخت لگائے تھے ' انمیں ایک درخت یہ بھي تھا - سنہ ۱۸۸۶ع سے سنہ ۱۹۰۰ع تک وہ برابر اس درخت کو لگاتا رہا - پہلے ھي سال یعني سنہ ۸۷ع میں جو درخت نکلے ' وہ اصل سے مختلف الشکل تھے - دوسرے سال سنہ ۸۸ع میں جو درخت پیدا ھوے' وہ نہ صرف اصل سے مختلف ھي تھے بلکہ خود انمیں باھم اختلاف بھي تھا -

سنہ ۱۹۰۰ع میں دي ویریس کے پاس اس درخت کے ۸۰۰ پودے تھے جنکي ترتیب و تقسیم کے بعد مختلف ۷ - اصناف پیدا ھوتے تھے - یہ یاد رکھنا چاھیے کہ یہ ۸ سو پودے ایک ھزار پودوں میں سے منتخب کیے گئے تھے - اس حساب سے تحول مجالي کا اوسط ۲ - ۱۱ في صدي ھوا -

ڈاکٹر رھائٹ جیرٹ کہتے ھیں :

" میں نے سنہ ۱۸۹۸ع میں ولایتي بیگن کي الکم نامي قسم کے ۴۴ درخت لگائے - پھول آنے سے پہلے میں نے ان کو اکھاڑ کے اپنے چھوٹے پائیں باغ میں لگادیا - وھاں درخت لگ گئے اور خوب پھلے پھولے - انمیں جو پھل لگے وہ ویسي ھي تھے جیسے کہ انکي اصل میں لگتے تھے - تنا تقریباً دو میٹر کا لمبا مگر اتنا نازک اور پتلا کہ دوھرا ھو ھو کے زمین پر آ گیا تھا ' پتوں کا رنگ ھرا ' سطح پر جھریاں کم ' پھل کا قد میانہ وضع ' شکل کروي مسطح اور عرض میں کسیقدر مستطیل ' پر مغز ' خوش ذائقہ ' پکنے کے بعد رنگ سبزي سے قرمزي ھوجاتا تھا - قرمزي کے ساتھہ کسیقدر زردي بھي ھوتي تھي - تمام پھل ایک ساتھہ پکتے تھے ' ان پھلوں میں جو پھل سب سے اچھے تھے ' اُن میں سے چند پھلوں کے بیج لیکے ایک کیسے میں رکھہ لیے - دوسرے سال جب فصل آئي تو میں نے پھر یہ بیج بوے - مجھے انتظار تھا کہ ابکے بھي الکم کے بیگن پیدا ھونگے - کیونکہ میں نے نہایت عمدہ پھلوں کے بیج پوري احتیاط کے ساتھہ محفوظ رکھے تھے اور کوشش کي تھي کہ ان میں دوسري قسم کا ایک بیج بھي ملنے نہ پاے - پھر جس جگہ یہ بیج بوے گئے تھے ' وھاں اور کوئي درخت بھي نہ تھا - با ایں ھمہ جب انکي کلي پھوٹي تو اصل سے بالکل مختلف تھي ' بڑھي تو تنا سیدھا ' مگر بلندي ایک اور ثلث میٹر سے زیادہ نہ تھي - شاخ کم اور سخت ' لچک ندارد ' پتے سبز تھے مگر عریض و گنجان اور سطح پر شکنیں ' پھل کي شکل اصلي پھل سے ھمشکل تھي مگر ذائقہ اور رنگ دگر گوں ' سرخي اور لذت دونو زیادہ ' مگر زردي مفقود - میں سمجھا کہ نہ تو یہ بیگن کي کوئي قسم ھے اور نہ الکم کا درخت ' میري غفلت سے غالباً بیج ضائع ھوگئے اور یہ کوئي دوسري ھي چیز ھے جو الکم کي جگہ بو دي گئي -

پھر سنہ ۱۹۰۰ع میں میں نے فلاد سید اسٹور (مخزن تخم) سے الکم کے بیج خریدے - یہ بیج ان درختوں کے تھے جو پنسلوانیا میں بوے گئے تھے جہاں سے میں نے پہلے الکم کے درخت لیے تھے - یہ بیج بڑھے ' درخت بھي اگے - مگر ان درختوں سے بالکل مختلف جن کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ھیں - یہ یاد رکھنا چاھیے کہ ان درختوں کے گرد و پیش ولایتي بیگن کي کسي اور قسم کا ایک درخت بھي نہ تھا -

جیسا کہ میں نے پہلي دفعہ کیا تھا اس بار بھي نہایت احتیاط کے ساتھہ بہترین پھلوں کے بیج رکھہ لیے اور دوسرے سال بوے - مگر حیرت و صد تعجب ! کہ ابکي بھي سنہ ۱۸۹۹ع کي طرح شاخیں ' پتے ' پھول ' سب کچھہ اصل سے مختلف اور سنہ ۹۹ع کے درختوں اور پھلوں سے مشابہ نکلے ! اس مرتبہ اسکي وجہ میں اپني غفلت کو نہیں قرار دیسکتا تھا کیونکہ بیجوں سے لیکے پھل کے آنے تک تمام کام میں نے خود کیے ' اور اسي توجہ و اعتناء کے ساتھہ جیسا کہ میں تمام تجارب علمیہ میں کرتا ھوں - یہ اختلاف ھر بیج میں تھا ' اور ایک درخت بھي اپني اصل کي طرح نہ تھا -

مجھے یقین ھوگیا کہ اب یہ دوسري قسم پیدا ھوگئي ھے - میں نے اس کا نام واشنگٹن رکھا ھے - یہ قسم رنگ و ذائقہ اور برگ و بار دونوں میں اپني اصل سے مختلف ھے "

غرض پروفیسر دي و یریس اور ڈاکٹر رھائٹ کے تجارب سے معلوم ھوتا ھے کہ اس آھستہ خرام تدریج کے بغیر بھي جو ڈارون مانتا ھے' بالکل ممکن ھے کہ ایک اصل کي بعض نوعیں دفعتاً اپني اصل سے مختلف ھوجائیں اور ایک مستقل نوع قرار دیجا سکیں -

(عالم حیوانات)

ان تجارب کا اثر صرف نباتات پر ھے ' اسلیے اس سے صرف نباتات میں تحول فجائي کا ثبوت ملتا ھے - اب دوسرا سوال یہ ھے کہ آیا حیوان میں بھي تحول فجائي ھوسکتا ھے ؟

یہ صحیح ھے کہ نباتات کي طرح حیوانات میں بھي تحول فجائي کے وقوع کي کوئي شہادت قطعي و عیني موجود نہیں' لیکن سوال یہ ھے کہ :

(۱) کیا تحول فجائي ممکن ھے ؟

(۲) کیا تحول فجائي محض احتمال ھے' یا اس حد سے گذر کر واقعہ کي صورت میں بھي کہیں آچکا ھے ؟

(۳) حیوانات میں اسکے وقوع کے لیے کوئي امر مانع ھے ؟

(۴) طبقات الارض کے درس و مطالعہ سے کیا معلوم ھوتا ھے ؟

نباتات میں تحول فجائي کے متعلق ھم جسقدر لکھہ چکے ھیں' اس سے اندازہ ھوگیا ھوگا کہ اول الذکر دو سوالوں کا جواب اثبات میں ھے - البتہ وقوع کي شہادتیں ابھي اس کثرت تک نہیں پہنچي ھیں کہ یہ نظریہ اپنے آخري دور اذعان تک پہنچ جاے -

تحول فجائي کے ماننے میں پس و پیش اس بناء پر نہ تھا کہ اسکا مظہر کون ھے ؟ بلکہ اس بناء پر تھا کہ آیا وہ في نفسہ ممکن الوقوع بھي ھے یا نہیں ؟ اور اگر ھے تو اسکے وقوع کا کیا ثبوت ھے ؟ اسلیے جب نباتات میں اسکے وقوع کا ثبوت ملچکا ھے تو اب حیوان میں اسکے امکان کا سوال نہیں رھا بلکہ ثبوت وقوع کا سوال سامنے آگیا ھے -

فرانس کے ایک مشہور حکیم طبیعي موسیو داستر نے حال میں اس موضوع پر نہایت تفصیل سے بحث کي ھے جس کا خلاصہ رسالہ سائنٹفک امریکن میں شائع ھوا ھے - اس بحث کے ذکر سے پہلے زمین کے مختلف طبقات کو سمجھہ لینا چاھیے - چونکہ طبقات ارض کا ذکر عرضاً آگیا ھے ھم صرف اصل نظریہ کے ذکر پر اکتفا کرینگے -

(طبقات ارضیہ)

یہ مشتعل و ملتہب اجرام جنکو فلکیات میں " شموس " یعني سورج کہتے ھیں' تمام سیارات کے وجود کا سرچشمہ ھیں - قانون اشتعال کي بناء پر یہ اجرام بڑے بڑے دھکتے ھوے ٹکڑے اچھالتے رھتے ھیں - یہ ٹکڑے تھوڑي دور جاکے پھر واپس آجاتے ھیں اور انھي میں گر پڑتے ھیں' یہ اجرام پھر انکو اچھالتے ھیں اور وہ پہلي مرتبہ کیطرح پھر واپس آجاتے ھیں - یہ سلسلہ دائم جاري رھتا ھے -

یہ اجرام اپنے محور پر گردش کرتے رھتے ھیں - اسي حالت میں اتفاق سے کبھي کوئي ایسا واقعہ پیدا ھو جاتا ھے جسکي وجہ سے کوئي ٹکڑہ ان اجسام میں سے نکلتا ھے اور پھر اصل میں واپس نہیں آتا - اسي وقت اس ٹکڑے کے گرد ایک مخصوص دائرہ پیدا ھو جاتا ھے ' اور وہ ٹکڑہ مستقل ھوکر اسي دائرہ میں بلا انقطاع گردش کرنے لگتا ھے -

تمام سیارات کي طرح زمین بھي آفتاب کے جسم کا ایک ٹکڑا ھے - اسکے انفصال و انقطاع کي صورت وھي ھوئي ھے جو ابھي ھم نے بیان

گئی ہے - ابتداء انقطاع میں یہ شعلۂ مجسم تھا۔ فضاء محض میں گردش کا اقتضاء یہ تھا کہ اسکی حرارت نکلے' خروج حرارت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جسم میں برودت پیدا ہو' برودت اپنے ساتھہ انجماد لاتی ہے - چنانچہ جب اسکی حرارت نکلی تو اسمیں انجماد شروع ہوا' اور اس سیال کرے کے بالائی حصہ پر ایک سطح منجمد قشری تیار ہوگئی (انجماد قشری یعنی ایسا انجماد جسپر چھلکے کی طرح بالائی غلاف ہو) یہ قشر باریک تھا اور ان مواد سے تیار ہوا تھا جو پگھلے ہوے ابلتے پھرتے تھے - یہی قشر یا سطح منجمد زمین کا طبقۂ اولی کہلاتی ہے -

طبقہ اولی کے نیچے ایک آتشکدہ تھا کہ برابر جل رہا تھا - بخارات پیدا ہوے اور اس طبقہ کے مسامات کی راہ سے نکلکر بلند ہوگئے - اوپر جاکے ابر بنے اور ابروں سے دریا پیدا ہوے' ان دریاؤں میں ارضیت کے قابل جو اجزاء تھے' وہ نیچے بیٹھگئے' اور ایک دوسرا طبقہ تیار ہوگیا - اس طبقہ میں حیوانات کے بقایا و آثار اور مختلف اقسام کے پتھر بھی پاے جاتے ہیں - یہ طبقہ ثانیہ کہلاتا ہے -

اسکے بعد ایک اور طبقہ ہے - یہ طبقہ مختلف قسم کے پتھروں سے مرکب ہے - اسکو طبقہ ثالثہ کہتے ہیں - اسکے بعد وہ طبقہ ہے جسکو طبقہ رابعہ کہتے ہیں' اور جسکے متعلق موسیو داستر نے اپنے مضمون میں دعوی کیا ہے کہ حیوانات میں تحول فجائی علم الارض کے دور ابتدائی میں ہوا تھا -

موسیو داستر نے اس دعوی پر ان بقایا و آثار سے استدلال کیا ہے جو طبقہ اولی کے ٹکڑوں کے درس و نظار (اسٹڈی) کے وقت نظر آتے ہیں -

ان ٹکڑوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا تمام انواع حیوان اسوقت بہت تھوڑے عرصہ کے اندر پیدا ہوگئے تھے کیونکہ طبقہ اسدرجہ باریک ہے کہ انکی ساخت کے لیے طویل زمانے کی ضرورت نہیں -

تاریخ طبیعی (نیچرل ہسٹری) میں ایک اصطلاح زحافات یعنی (Reptiles) کی ہے - زحافات سے مراد وہ حیوانات ہیں جنکے جسم کا قوام ہڈی اور ٹھنڈے خون سے ہوتا ہے -

زحافات علم الارض کے دور ثانی میں پیدا ہوے ہیں - انکے بقایا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر غیر معمولی تنوع و اختلاف تھا - بعض بلی سے بھی چھوٹے تھے - بعض ہاتھی سے بھی بڑے - بعض گوشت کھاتے تھے بعض نباتات - بعض پانی میں رہتے تھے - بعض خشکی میں - بعض دو پیروں پر چلتے تھے بعض چار پر - یہ تنوع اور اختلاف اگر اسی تدریج کے ساتھہ ہوا ہے جو دارون مانتا ہے' تو اسکے لیے ایک غیر معمولی طویل مدت چاہیے مگر جیسا کہ اس طبقہ کے درس سے معلوم ہوتا ہے' وہ کسی غیر معمولی و طویل مدت کی جگہ بہت ہی کم مدت میں تیار ہوا ہے -

موسیو داستر نے ان تمام نظریات کو پیش کرکے استدلال کرتے ہیں کہ :

" اس طبقہ ارضی کے حالات سے تحول فجائی پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ طبیعۃ کا اصول تخلیق صرف قانون تدریج ہی کا پابند نہیں - جب نباتات کے علاوہ حیوانات میں بھی اسکا سراغ ملتا ہے تو پھر اس نظریہ کی تضعیف کی کوئی وجہ ہم نہیں پاتے' اور ہم کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے' جب تحول فجائی بالکل قطعی حد تک پہنچ جائیگا "

(استـــدراک)

تحول فجائی کے مسئلہ کو اس قدر تشریح و تفصیل سے ہم نے کیوں لکھا ہے ؟ اور کیا مقاصد اسکی تحریر سے پیش نظر ہیں ؟ انکو ہم آیندہ بسلسلۂ " بقاء حق و فناء باطل " لکھینگے جسکا سلسلہ جاری ہے - یہاں صرف چند اشارات کر دیتے ہیں :

(١) قانون نشوۂ و ارتقاء اور مذہب دارون کی بنیاد قانون تدرج تخلیق و نشوء پر ہے - یعنی کوئی چیز دنیا میں یکایک نہیں پیدا ہو جاتی - بتدریج مختلف دوروں سے گذر کے ایک انتہائی نقطہ تک پہنچتی ہے' اور یہی تحول تدریجی ایک نوع کو دوسری نوع میں بدل دیتا ہے - یہ قانون بالکل صحیح ہے اور ہمارا روزانہ مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے' لیکن جو عموم و اطلاق اسمیں پیدا ہوگیا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کی بعض تعلیمات کے متعلق مدعیان علم کو شبہات پیدا ہونے لگے ہیں -

(٢) کہا جاتا ہے کہ بغیر تدریجی تخلیق و نشوء کے کوئی تخلیق و تبدیلی نہیں ہو سکتی - تمام انقلابات مادیہ کا یہی حال ہے - پس اگر مذہب کسی موقعہ پر اچانک اور ناگہانی تغیرات و تخلیقات کی خبر دیتا ہے تو وہ قابل تسلیم نہیں -

(٣) ہم سرے سے اس اصول ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ حق و باطل اور علم و جہل کا معیار انسانی ظن و تخمین اور اسکے قیاسی نظریات ہیں - ظن اور شک کا مقابلہ کبھی اُس کتاب الہی سے نہیں ہو سکتا جسکا دعوا یہ ہے کہ میرے پاس ظن نہیں بلکہ یقین ہے' اور جو سب سے پہلی معرفی اپنی ان لفظوں میں کراتی ہے کہ :

لاریب فیہ (آغاز بقرہ) اس کتاب میں شک و شبہہ کو دخل نہیں -

تاہم جن لوگوں کے ایمان و یقین کا سر رشتہ انسانی ظن و تخمین کے ہاتھہ میں ہے' وہ اگر چاہیں تو بغیر اپنے اصول سے انحراف کرنے کے اعلانات قرانیہ کو بھی تسلیم کر سکتے ہیں - یہی نظریۂ تحول فجائی ہے جو یکسر دارون کے قانون نشو و تدریج کے خلاف وقوع کی شہادت دیتا ہے' اور یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ نباتات و حیوانات میں بغیر تدریج کے تھوڑے ہی عرصے کے اندر تحولات و انقلابات ہو جا سکتے ہیں - پھر جب غیر تدریجی تحول کا اعتراف شروع ہوگیا تو قانون تحول تدریجی کا عموم کہاں رہا ؟ اور کب نظریۂ دارون اس حد تک پہنچ گیا کہ اسکی بنا پر ایک ایسی کتاب کو جھٹلایا جاے جو دعوا کرتی ہے کہ میں ظن و تخمین و نظریات نہیں ہوں - برہان و یقین اور بصائر و " لاریب فیہ " ہوں ؟ اور جسکا لانے والا اعلان کرتا ہے کہ :

ہذہ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی (آخر یوسف)	یہ ہے میری راہ - میں اللہ کیطرف اس یقین و علم کی بنا پر بلاتا ہوں جو مجھے حاصل ہے -

اس نظریۂ تحول فجائی سے (جوکہ ابھی اپنی ابتدائی منزل میں ہے مگر نہیں معلوم آگے چلکر کیا کیا مزید معلومات اس بارے میں حاصل ہونے والی ہیں) بے شمار نتائج و بصائر سامنے آتے ہیں - ازانجملہ قرآن حکیم کی اس آیۃ کی تفسیر کرو :

اولیـــس الذی خلق السماوات والارض بقادر علی ان یخلق مثلہم ؟ بلی وہو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئـــا ان یقـــول لہ " کن " فیکـــون (اخر یاسین)	کیا وہ خداے حکیم جس نے اسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اسپر قادر نہیں کہ انکے مانند پیدا کردے ؟ بلا شبہ قادر ہے اور وہ سب سے بڑا قوۃ خالقیۃ و معلومیۃ رکھنے والا اور صاحب علم ہے - اسکی قدرت و خالقیت کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے حکم دیتا ہے کہ " ہو جا " اور بس وہ ہوجاتی ہے -

فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شی و الیہ

مدارس اسلامیہ

جامع ازہر

(۲)

(طریق درس)

جامع ازہر میں اعلی اور ادنی درجہ کی حیثیت سے تقسیم نہیں ہے ' اور نہ ایک درجہ کے لیے الگ الگ کمرے ہیں ' وہی جامع مسجد کا صحن بھی ہے اور وہی درسگاہ بھی ہے - صحن مسجد میں پتھر کا فرش ہے - اسی پر طلبہ بیٹھتے ہیں' اور ہر مدرس کے لیے ایک ستون مخصوص ہے - عموماً مدرسین بھی اسی ستون سے ٹیک لگاکر فرش پر بیٹھہ جاتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کی نشست کرسی پر بھی ہوتی ہے - جب کوئی مدرس درس دینا چاہتا ہے تو ستون سے تکیہ لگا کر قبلہ رخ بیٹھہ جاتا ہے - طلبہ گرد حلقہ باندھکر چار زانو ہو جاتے ہیں' ہر طالب علم کے ہاتھہ میں کتاب ہوتی ہے - شیخ کے سامنے بھی کتاب ہوتی ہے - جب استاد درس شروع کرنا چاہتا ہے تو پہلے بسم اللہ اور حمد و نعت پڑھکر رسول اللہ صلعم پر درود و سلام بھیجتا ہے - اس سے فارغ ہوکر اکثر تو خود اور کبھی کبھی طلبہ سے کتاب کی عبارت پڑھواتا ہے اور پھر اُسکی تفسیر کرتا ہے - کتاب کا مطلب بیان کرنے میں ایک لفظ کتاب سے باہر نہیں جاتا - یہاں تک کہ مثال پیش کرتے وقت بھی اسکا خیال رکھتا ہے کہ مثال کتاب سے باہر نہو - اسی وجہ سے ازہر میں سو برس پہلے جو درس دیا جاتا تھا ' وہی بعینہ لفظ بلفظ آج بھی دیا جاتا ہے - طلبا استاد کی تقریر کو قلمبند نہیں کرتے - ہاں اثناے تقریر میں اگر وہ کچھہ نہ سمجھے ہوں یا اُس مسئلہ پر کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہو تو استاد سے پوچھہ سکتے ہیں اور استاد خوشی سے اُنکی غلط فہمی دور کردیتا ہے' اثناے درس میں اگر طالب علم قانون اخلاق کی خلاف ورزی کرے تو اساتذہ چشم نمائی کرسکتے ہیں' اور عموماً اشارہ و کنایہ میں اسکی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے -

استاد آخر میں سورۂ فاتحہ پڑھکر درس ختم کر دیتا ہے اور رخصت ہوتے وقت ہر طالب علم اُٹھہ اُٹھہ کر اُستاد کے ہاتھہ کو بوسہ دیتا ہے اور اُن سے دعاے خیر کی درخواست کرتا ہے -

پہلے اساتذہ مسائل کی مشق نہیں کراتے تھے مگر فرمان خدیوی مصدرہ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۱۴ کی رو سے اب مشق مسائل بھی ضروریات درس میں سے شمار کی جانے لگی ہے -

ازہر میں تعین اوقات کے لیے کوئی پروگرام نہیں ہوتا مگر روز مرہ کا معمولی پروگرام یہ ہے :

طلوع آفتاب سے پہلے — تفسیر و حدیث -

طلوع کے بعد سے — فقہ -

نماز ظہر کے بعد — نحو و صرف' معانی و بیان و بدیع' اصول فقہ -

نماز عصر کے بعد — حساب ' تاریخ ' جغرافیہ ' اور علوم جدیدہ -

بعد نماز مغرب — منطق' آداب البحث ' ہیئۃ ' فلسفہ -

یہ درس کی مجلسیں عموماً کم سے کم ایک گھنٹہ تک اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے تک قائم رہتی ہیں - معمولاً یہاں کے طلبا چار سبق پڑھتے ہیں - دو صبح اور دو شام - انقلاب موسم کی وجہ سے دن کے بڑھنے گھٹنے کا اسباق کی زیادتی و کمی پر بھی اثر ہوتا ہے -

ازہر کے دور جدید میں اسکا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ مقصود بالذات علوم میں' علوم آلیہ سے زیادہ وقت صرف کیا جائے -

(مدت تعلیم)

جامع ازہر کی حیات وسطی میں مدت خواندگی کی کوئی تحدید نہ تھی ' اسلیے تحصیل علم کی علت غائی صرف شکم پروری خیال کی جاتی تھی' اور ازہر بجائے جامع (یونیورسٹی) ہونے کے فقیروں کا تکیہ بن گیا تھا - طلبا بچپن میں داخل ہوتے تھے اور مرکر نکلتے تھے - طلبا امتحان میں یا تو داخل ہی نہ ہوتے ' یا قصداً فیل ہوجاتے کہ نہ فارغ ہونگے اور نہ مدرسہ سے نکلنا پڑیگا - ازہر کی انتظامی مجلس نے اس مسئلہ پر کافی غور کرنے کے بعد یہ قانون جاری کردیا کہ جو طالب علم چند بار امتحان میں شرکت نہ کرے یا امتحان میں ناکامیاب ہو' وہ ازہر سے خارج کردیا جائے - اسکے علاوہ اُنہوں نے مدت خواندگی کی بھی تحدید کی ' درجۂ عالم حاصل کرنے کیلیے کم سے کم بارہ برس اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ - برس تک ازہر اُسکی اعانت کرسکتا ہے -

(امتحانات)

علوم قدیمہ کے لیے وہاں کوئی سالانہ امتحان نہیں ہے جس سے طلبہ کی تعلیمی استعداد اور مدرسین کی محنت و جانفشانی کا اندازہ ہوسکے ' یا جو ترقی درجات کا معیار بن سکے - طالب علم جب اپنے آپ میں خود ہی اوپر درجوں کی لیاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ان درجوں کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے ' اور یوں ہی بڑھتا ہوا اپنے خیال میں علم کی دشوار گذار راہ طے کر ڈالتا ہے -

علوم جدیدہ کا سالانہ امتحان لیا جاتا ہے - آخری تعلیمی منزل پر پہنچ کر ازہر کی یونیورسٹی اپنے طلبا کو تین قسم کے سارٹفکیٹ (شہادت) تقسیم کرتی ہے ' کو یہ امتحانات اور اسناد سنہ ۱۶۸۸ - سے جاری ہیں مگر شیخ الجامع کے عدم حسن انتظام کی وجہ سے انکا نظم کچھہ اچھا نہیں رہا - سنہ ۱۳۰۵ - میں کچھہ اصلاح کی گئی مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ ناقص رہی - اسلیے سنہ ۱۳۱۴ - میں پھر امتحان کے قواعد پر نظر ثانی کی گئی ' اور ان پر آج تک عمل درآمد ہوتا ہے -

یہ غیر سرکاری سند مدارس اسلامیۂ ہند کی طرح اُس شخص کو دی جاتی ہے جس نے شیوخ ازہر سے معتبر کتابیں پڑھی ہوں اور حسن قابلیت و وسعت معلومات کا اچھا نمونہ پیش کیا ہو - اس سند میں اس بات کی شہادت دی جاتی ہے کہ اس نے ازہر میں تعلیم پائی ہے ' علوم و فنون میں ماہر ہے ' درس و تدریس اور افتا کا اسکو حق حاصل ہے ' مشایخ ازہر اسمیں اتصال اسناد بھی لکھتے ہیں یعنی اس نے بخاری مجھسے پڑھی اور میں نے فلاں سے پڑھی ' اُس نے فلاں سے ' اور یوں ہی یہ سلسلہ امام بخاری تک ملادیا جاتا ہے - سند کا یہ قدیم طریقہ ہے - اسکے موجد محدثین ہیں - ہندوستان میں بھی یہ طریقہ رائج ہے - اس سند میں اساتذہ کچھہ نصیحتیں بھی لکھہ دیتے ہیں' جس میں تقوی اور خوف خدا کی ہدایت کرتے ہیں - نیز لکھتے ہیں کہ جو نہیں معلوم ہو' اُسکی نسبت فتوی نہ دو' محکمۂ سرکاری میں یہ سند کچھہ کام نہیں دے سکتی -

(شہادۃ العالمیۃ)

یہ سند اُس طالب علم کو دی جاتی ہے جس نے مسلسل کم سے کم ۱۲ - برس تک ازہر میں تعلیم پائی ہے اور اُن تمام علوم کو حاصل کیا ہو جو ازہر میں پڑھائے جاتے ہیں - اس امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ کم سے کم آٹھہ دن پہلے شیخ الجامع

(یا سوال) اُن مضامین کی تعیین کرکے طالب علم کو اطلاع دیتا ہے جن میں امتحان پیش نظر ہوتا ہے - امتحان کے دن شیخ الجامع کی زیر صدارت مجلس امتحـان منعقد ہوتی ہے جسمیں علما و اساتذہ ہوتے ہیں - ہر ممبر کو امتحان لینے کا ہر طالب علم سے مضمون کے متعلق ہر قسم کے سوالات کرنیکا اختیار ہوتا ہے - اسوقت طالب علم اپنے کو ایک مدرس اور ممتحنین کو شاگرد کی حیثیت سے خیال کرکے اُن سوالات کا جواب دیتا ہے ' اور یوں حسب حیثیت اول ' دوم ' سوم ' درجہ میں کامیابی کی سند دی جاتی ہے - اس سند پر خدیو معظم کے بھی دستخط ہوتے ہیں ' اور بعض ممتاز کامیاب طالب علموں کو اسکے ساتھہ خلعت بھی دیا جاتا ہے - اس سند کے حاصل کرنے والے طلبہ جامع ازہر اور مصر کے دیگر مدرسوں میں ہر قسم کی تدریس کے علاوہ مصری محکمہ قضاء شرعی اور افتاء کی خدمات سے بھی مستفید ہوسکتے ہیں -

(شہادۃ الاہلیـۃ)

یہ امتحان کا سب سے ادنی پیمانہ ہے - اس سارٹیفکٹ کے حاصل کرنے والے طلبہ وہ ہیں ' جنہوں نے کم سے کم آٹھہ سال تک مسلسل ازہر میں تعلیم حاصل کی ہے - اس امتحان کے دینے والے طلبہ کیلیے شیخ الجامع کی ماتحتی میں تین علما مقرر کیے جاتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے ہیں - حسب حیثیت کامیابی کے بعـد شہادۃ الاہلیـۃ کی سند دیجاتی ہے - اسپر شیخ الجامع کا دستخط ہوتا ہے - یہ طلبا مساجد میں امام ' خطیب ' واعظ ' معلم ' نیز چھوٹے چھوٹے مکتبوں کے مدرس ہوسکتے ہیں -

ازہر ایک اور قسم کی سند اُن طلبا کو بھی دیتا ہے جنہوں نے ازہر میں تین سال تک پڑھا ہو - اس سند کا صرف اتنا نتیجہ ہے کہ یہ طلبا فوجی خدمت سے سبکدوش کردیے جاتے ہیں ' ان مذکورہ بالا امتحانات کی کوئی فیس نہیں لیجاتی -

(تعطیل)

جامع ازہر میں سالانہ تعطیلیں بھی ہوا کرتی ہیں اور انکے علاوہ ہفتہ کے بعد دو روز کی معمولی تعطیلیں بھی ہوتی ہیں - گرمی کے موسم میں بھی ڈیڑہ مہینہ کی تعطیـل ہوتی ہے بشرطیکہ رمضان ایام گرما میں نہ آیا ہو ' ان کے علاوہ اور غیر معمولی چھٹیاں بھی ہوا کرتی ہیں - مثلا جب کہاں کوئی استاد انتقال کرتا ہے تو عموما مدرسہ تین دن کیلیے بند ہو جاتا ہے ' طلبہ ان دنوں میں شب و ماتم کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں - اس مجمع کی نشست وہیں پر ہوتی ہے جہاں بیٹھکر مرحوم استاد درس دیا کرتا تھا - فاتحہ خوانی کے بعد یہ مجمع منتشر ہو جاتا ہے ' اسکے سوا چار ہفتوں تک نماز جمعہ کے بعد وہیں بیٹھکر قرآن مجید تلاوت کرتے ہیں اور اُسکا ثواب مرنے والے استاد کیلیے تحفـــہ بھیجتے ہیں -

(انتظامی مجلس)

جامع ازہر نے چونکہ آغوش سلطنت میں پرورش پائی ہے اسلیے اسکی ابتدائی زندگی ہی سے اسکا انتظام سلاطین و امرا کے متعلق رہا - یعنی جسکے ہاتھہ میں مصر کی عنان حکومت ہوتی تھی وہی ازہر کا شیخ الجامع یا آنریری پرنسپل بھی ہوا کرتا تھا - بادشاہ کی طرف سے مذاہب اربعہ کے مشائخ اور شیوخ الاروقہ اسکی اندرونی حالت کی نگرانی کرتے تھے ' مگر گیارھویں صدی میں یہ ضروری سمجھا گیا کہ ازہر میں شیخ الجامع کا ایک نیا عہدہ مقرر کیا جائے جسکے ہاتھہ میں ازہر کی کل انتظامی باگ ہو اور یہ تمام مشائخ ازہر اور اساتذہ کا افسر کل قرار دیا جائے - [illegible] اس معزز عہدہ کیلیے صرف علما مخصوص ہیں - اُن میں سے بھی صرف اُسی شخص کا انتخاب ہو سکتا ہے جو علم و فضل کی حیثیت سے فخر مصر ہو -

شیخ الجامع کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا ہو بلکہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کا انتخاب ہو سکتا ہے - اول اول جو عالم شیخ الجامع مقرر ہوے تھے ' وہ امام ابو عبد اللہ تھے جو مالکی مذہب رکھتے تھے - سنہ ۱۰۹۰ ہجری سے سنہ ۱۱۷۱ھ تک یہ عہدہ علماے مالکیہ ہی کے ہاتھوں میں رہا - سنہ ۱۱۷۱ سے سنہ ۱۲۸۷ تک علماے شافعیہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے ' اور سنہ ۱۲۸۷ سے علماے حنفیہ بھی اس عہدہ کے فرائض ادا کرنے لگے -

پہلے دستور تھا کہ شیخ الجامع جب تک زندہ رہتا ' اس عہدے سے سبکدوش نہ کیا جاتا ' مگر سنہ ۱۲۷۷ میں یہ قاعدہ منسوخ ہوگیا -

جامع ازہر کے شیخ الجامع کا مصر میں وہ رتبہ اور عزت ہے ' جو خلفاے عباسیہ و بنو امیہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کیلیے تھی ' یا آج کل قسطنطنیہ اور ٹیونس میں شیخ الاسلام کو حاصل ہے - شیخ الجامع مصری علما کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا ہے جسکو قوم کے شخصی معاملات میں بھی دخل دینے کا حق حاصل ہے -

مگر قاضی مصر سے اسکا درجہ کم ہے ' کیونکہ قاضی حضـرۃ خلیفۃ المسلمیـــن سلطان المعظم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شیخ الجامع کا انتخاب خود خدیو مصر کرتا ہے -

جب کسی کو شیخ الجامع ہونے کی عزت حاصل ہوتی ہے تو خدیو اپنے محل شاہی میں علما و فضلا کی بڑے ہی تزک و احتشام سے دعوت کرتا ہے اور آخر میں سلطنت مصر کی طرف سے شیخ الجامع کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا جاتا ہے -

علاوہ سامان خور و نوش کے شیخ الجامع کو ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا ہے - پہلے ازہر کے اختیارات و انتظامات محض شخصی تصرف میں ہوتے تھے مگر سنہ ۱۳۱۲ میں اس کے لیے ایک انتظامی مجلس قائم کی گئی جسکے ارکان کی تعداد پانچ ہوتی ہے - ان میں سے ایک شیخ الجامع ہوتا ہے ' دو ازہر کے جلیل القدر اساتذہ ' اور دو خدیوی سلطنت کے با اثر حکام - آمدنی و خرچ کی حساب فہمی ' نصاب کی ترمیم ' ازہر کے لیے مفید قوانین کا بنانا ' ان کے فرائض میں سے ہے -

یہ ایک دھندھلی سی تصویر ہے اُس عربی یونیورسٹی کی جو آج غالبا دنیا کی سب سے قدیم یونیورسٹی ہے - جسکی پرانے در و دیوار سے مسلمانوں کی اگلی تہذیب اور علمی عروج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اسوقت جامع ازہر کی عمر ۹۷۹ برس کی ہوچکی ہے - جامع ازہر کو چھوڑ کر مصر میں اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں جنکی تعداد ۳۹۵ تک بیان کی جاتی ہے - ان مدارس میں ۱۱۹۰۲ طلبہ اسوقت تعلیم پا رہے ہیں اور ۷۷۱ علما اپنی درس و تدریس سے اُن مدرسوں کی رونق بڑھا رہے ہیں -

۱ ـ مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الہند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس اللہ قادري صاحب - ایم - اے - ایس - ایف

آر - ایچ - ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں ھیں - ایک وہ سلسلہ واقعات ھے کہ جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کي جاتي ھے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا ھسٹري کے نام سے تعبیر کرتے ھیں - دوسري قسم وہ ھے کہ جس میں کسي ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ھے ' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفي کہتے ھیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسي بھي کہتے ھیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا ھے - عبراني ' یوناني ' رومی لٹریچر میں اس قبیل کي بہت سي کتابیں موجود ھیں - لیکن اُن میں زیادہ تر ملکي بہادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط ھیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اس قدر ترقي دي کہ جس کي نظیر دنیا میں نہیں مل سکتي - ان لوگوں نے تراجم ' طبقات ' وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں میں ھزاروں کتابیں لکھ ڈالیں ' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا ' حکما ' امرا وغیرہ وغیرہ غرض ھر طبقہ کے لوگوں آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کر دیا - اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینا بھي خالي از دلچسپي نہ ھوگا کہ یہ تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بلاد ایران ' روم و شام و مصر میں رہتے تھے - برخلاف اس کے ھندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھہ بہت بے اعتنائي سے کام لیا -

مسلمانان ھند کي تاریخ پانچویں صدی ھجری سے شروع ھوتي ھے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک ھندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامی اھل کمال پیدا ھوے ھیں - مگر افسوس ھے کہ ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید ھوگیے کہ اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھي نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارھویں صدی میں ایک نامي گرامی مصنف گزرے ھیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سي کتابیں لکھي ھیں ' اور موقعہ پر فخر کے ساتھہ اس امر کا ذکر کیا ھے کہ وہ ھندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ھیں - چنانچہ آن کي اصل عبارت یہ ھے :

" و پیش از ین احدی آستین سعي باین توجہ نہ شکستہ و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف باین جد و جہد نہ بستہ " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچہ ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیري وغیرہ مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھي قلم بند کیا ھے - لیکن یہ تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نہیں رکھتي ھیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحۃ المرجان ' مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیہ میں روضۃ الاولیا ' شجرۂ طیبہ ' وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر ھم یہ کہیں تو کچھہ بیجا امر نہ ھوگا کہ مولانا آزاد بلگرامی ھندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ھیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب ھے - علامہ مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے ھیں - پہلے حصہ میں ان ڈیڑھ سو (۱۵۰) مشاھیر علما و صوفیہ کا تذکرہ قلم بند کیا ھے ' جو ظہور اسلام سے لیکر بارھویں صدی ھجری کے خاتمہ تک سرزمین ھندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے ھیں - دوسرا حصہ جس کا نام سرو آزاد ھے شعرا کے متعلق ھے - اس میں فارسي اور ھند کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ ھے - اور ھر ایک شخص کي نسبت وہ تمام باتیں درج کردی ھیں جو اس کي سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد ھیں - مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمذ - اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ

اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکرہ بھي آگیا ھے -

مصنف نے حصہ اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا ھے - پہلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات ھیں - دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ ھے - ھر فصل کي ابتدا میں ایک تمہید ھے - پہلي تمہید میں ھندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر ھے - اسي طرح دوسري تمہید میں اھل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان ھے -

حصہ دوم یعنی سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمہ ھے جس میں فارسي شاعري کي تاریخ بیان کی ھے - شعرا کے تراجم درج کیے ھیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بھي تذکرہ کردیا ھے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص بات یہ ھے کہ اکثر مشاھیر دکن کے حالات بھي آگئے ھیں ' اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور اُنکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ھے کہ اُن کے ھم زمانہ تصنیفات سے کسي میں بھي نہیں مل سکتا -

بارھویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آئے ھیں مصنف نے اُنکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا ھے ' اور بعض باتیں تو ایسي لکھي ھیں کہ جو کسي دوسری تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ھیں ' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے ھیں اُن کیلیے یہ حصہ (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفہ ھے -

فن تراجم میں یوں تو ھندوستان میں بہت سی کتابیں لکھي گئي ھیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي ھیں جو ھر زمانہ میں عزت و رفعت کي نگاھوں سے دیکھي جاسکتي ھیں - ان میں ایک مآثر الامرا ھے جس میں ھندوستان کے بڑے بڑے وزرا ' امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط ھے - دوسری کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصہ دوم سرو آزاد ھے ' جس میں علما ' فقرا اور شعرا کے حالات لکھے ھیں ' اور ھر ایک کا حال اس تفصیل سے درج ھے کہ کسي دوسري کتاب میں اس کي نظیر نہیں مل سکتي -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائٹي کي علم دوست جماعت نے مدت ھوئي کہ تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شائع کردیا ھے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھي تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ھوے تھے -

خدا بھلا کرے مولوی عبد اللہ صاحب کا کہ باوجود بے بضاعت ھونیکے اس کتاب کو نہایت اعلیٰ اھتمام سے چھپوا کر ھندوستان کي علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ھے ' اور تمام اھل ملک کو ان کے احسان کا مشکور ھونا چاھیے - اور جو حضرات تاریخی مذاق رکھتے ھیں ان کے لیے یہ دونوں چراغ ھدایت کا کام دینگے -

پہلے حصہ کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات ھیں - ان کي قیمت حسب ذیل رکھي گئي ھے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک

۲ ـ اعظام الکلام فی ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمہ)

" ریفورم پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مصنفہ

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامہ مصنف نے بزبان انگریزی سنہ ۱۸۸۳ ع میں ایک یورپین عالم ریورنڈ میلکم میکال کے اس اعتراض کي تردید میں کہ " مذھب اسلام مانع ترقي ھے " قرآن ' حدیث ' فقہ اور تاریخ سے نہایت عالمانہ طریق پر یہ ثابت کیا ھے کہ اسلامي روحاني ' اخلاقي اور دماغي ترقي کا حامي ' تغیر زمانہ کے ساتھہ تمدن و سیاست کا ساتھہ دینے والا ' اور زمانہ ضرورت کے مطابق ھر قسم کے قوانین کي بنیاد بننے کي صلاحیت رکھنے والا مذھب ھے - اس کي فطرت جمود و خمود کے منافي ھے - اسي ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یورپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور ' سرتھہ سمتھہ ' پالادس

ھیر - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے ' اور صدھا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں ' جن پر ھزارھا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی ' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب ہذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دکھلایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شائستگی کے حق میں ایک دُکھ اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا ' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کرر کھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں ' انکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ھتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی ' اور قرآن وحدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ وفقہ اور متقدمین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاھب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شائستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

چونکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سر زمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ھی مفید نہیں ہے ' بلکہ وہ یہ آیۂ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے ' اور اس کا قانون ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور رکونڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب ' دارالاسلام ' حقوق ذمیاں ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر ' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذھبی آزادی ' تعمیر گرجا ' معاھدوں کی پابندی ' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت ' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اھم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنی فقہ کے دور ' مذھب اربعہ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ٹرکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلہ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی عبد الحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی ' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارھا آیات قرانی ' احادیث ' مسائل فقہ ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا ' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاھی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاھتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنی ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں ' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے ' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ھلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد ' ٹورپرافٹ ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاھیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ھذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ھنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے ' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں ' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذھب اسلام کے اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ ناقص تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے ' لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہو سکے جو مذھب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے - خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈھ کا مسئلہ بھی خواھان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے ' لیکن اردو خواں پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے ' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاھم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اُسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ھمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذھب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذھب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

اور جانتے هیں که اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي هے' اور ایسے مقصد میں کہانتک کامیاب هوا هے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا هے پھر کسي دوسرے کے لیے اس پر اضافه کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رهي هے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب هذا اور اس کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وه سی مصنف کي دوسری کتاب " تحقیق الجهاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اردو زبان میں تیار هوگئي هے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم هولي هے' تو مصنف کا علمي پایه اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت هوگا - افسوس هے که سواے معدودے چند مضامین مطبوعه " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وه مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب هذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن) نے اراده کیا هے که مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمي مسودات کو شایع کردیا جاے جو وه اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا هے - یه رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے هیں جو تقریباً دو هزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع هوں گے - ان میں سے هر ایک رساله ایک بیش بہا علمي خزانه هے' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا هے - یه رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمده کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی هے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیه علاوه محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانه آصفیه سے مل سکتی هے - فقط -

۳ - گلشن هند

تصنیف میرزا علي دهلوي المتخلص به لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم آثار قدیمه کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنه ۱۸۷۳ ع سنه ۱۸۸۲ ع) کے زمانه میں نواب علي ابراهیم خاں نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے هند کا ایک تذکره لکھا تھا - زبان اردو کے مشهور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کي فرمایش سے سنه ۱۸۰۱ میں بعهد مارکوئس آف ویلزلي (سنه ۱۷۹۸ ع - سنه ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھه اضافه کے بعد اردو میں اس کا ترجمه کیا اور گلشن هند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنه ۱۵۴۱ ع میں نادر شاه کے همراه دهلي آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاهي دربار میں ملازمت کرلی - فارسي کے شاعر تھے - هجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دهلي میں پیدا هوے اور وهیں نشو و نما پائي - جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وهاں سے کلکته پهونچے - کچھه عرصه یہاں قیام رها اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاه (سنه ۱۷۶۸ ع - سنه ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھی - نواب اعظم الامرا ارسطو جاه ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاه نے انهیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیه ماهوار مقرر کردي - سنه ۱۸۱۲ ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال هوا (گلشن هند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۶۷ - تاریخ گلزار آصفیه - ص - ۴۵۰) نظم اردو کے بڑا آدم ولی دکھني سے لیکر سنه ۱۸۰۱ ع تک جس قدر مشهور شعرا گذرے هیں' قریب قریب ان تمام کا تذکره گلشن هند میں مندرج هے - مصنف نے هر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیره کا ذکر کیا هے - اسي کے ضمن میں هندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھي لکھدیے هیں -

اس تذکره سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم هولي هیں - مشهور محدث شاه ولي الله صاحب دهلوي کي نسبت لکھا هے که آپ اردو کے بھي شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا -

یه بھي معلوم هوتا هے که فارسي کے مشهور شاعر میرزا عبد القادر بیدل بھي اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچه اُن کے دو بیت بھي گلشن هند میں منقول هیں - اس تذکره میں بعض ایسے شعراء کا بھي کلام درج هے جن کا نام تو بہت مشهور هے' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دهلوي اردو کے بلند پایه شاعر هوے هیں اس وقت ان کا دیوان ناپید هے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے هیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یه نوبت هے که پانچ غزلیں بھي پوري نه ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سوله شعر درج کیے هیں - گلشن هند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج هے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشهور هے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن هند میں اسکا انتخاب بھی درج هے - میرزا لطف چونکه بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفي' جرات وغیره کے هم عصر اور صحبت یافته تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھی لکھے هیں جن کا دوسري کتابوں میں پته تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا هے که سرکار کمپني نے کلکته فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمه قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکته بلواے گئے - مگر بوجه پیرانه سالي وهاں نه جاسکے - یه ایسا واقعه هے جس کو کسي تذکره نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیاني سے کام لیا هے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھه دي هیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے اکلام پر جو نکته چیني کي هے اُس کی نسبت لکھا هے که :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے چنانچه وه سب اعتراض جمله کرکے ایک رساله لکھا اور اوسکا نام تنبیه الغافلین رکھا - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البته تشویش میں پڑتي هے' نہیں تو صاف نزاع معلوم هوتي هے' جب باریک بینوں کي نگاه اس سے جا لڑتی هے " -

الغرض گلشن هند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکره هے - سنه ۱۹۰۶ ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پته معلوم تھا - ایک نسخه انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخه پروفیسر کارسن ڈي تاسي کے کتب خانه کا - تیسرا نسخه اودهه کے کتب خانه شاهی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا هے) سنه ۱۹۰۵ ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني هولی' جس کی وجه سے هزاروں گھر غرق هوگئے' لاکھوں کا نقصان هوا - اسی آفت رسیده کا کتب خانه بھي بہه گیا - اس میں یه نادر الوجود تذکره بھي تھا جو مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار هیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یه تذکره گزرا تو انهیں بدرجه غایت پسند آیا' اور ارادہ انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن کے پیچ در پیچ دار طرز عمل کی وجه سے اس کو نه چھاپ سکی' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خاں کو اس کے شایع کرنے کي راے دی' اور خود اُس کي تصحیح کی' اور بہت سے حاشیے بھي لکھے - کتاب کی ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بی - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانه مقدمه بھي لکھا هے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کی تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکره هذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلاے هیں -

مولوي عبدالله خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے - امید هے که جو لوگ اردو کي ترقي کے خواهاں هیں وه ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیه -

(۴) تحقیق الجهاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب " کرٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپولر جهاد " کا اردو ترجمه مترجمه مولوي غلام الحسنین صاحب پاني پتي - علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا هے که " مذهب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا هے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقه اور تاریخ سے عالمانه اور محققانه طور پر ثابت کیا هے که جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعي تھے' اور ان کا یه مقصد هرگز نه تھا که غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

(۵) الفاروق - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي لاثاني تصنیف - جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کي مفصل سوانح عمري اور ان کے ملکي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل و کمال کا تذکرہ مندرج ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۶) آثار الصنادید - مرحوم سر سید کي مشہور تصنیف جس میں دہلي کي تاریخ اور وہاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ہے - نامي پریس کانپور کا مشہور اڈیشن - قیمت ۳ روپیہ -

(۷) مدن الحقائق حیدرس پروسیس - حضرت مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب - یہ کتاب وکلاء ' مجسٹریٹوں اور عہدہ داران پولیس و عدالت کے لیے نہایت مفید و کارآمد ہے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ قیمت سابق ۶ روپے قیمت حال ۳ روپیہ -

(۸) علم اصول قانون - مصنفہ سر تھامس ایچ رٹلگن ال - ال - ڈی کا اُردو ترجمہ جو نظام الدین حسن خان صاحب بي - اے - بي - ال سابق جج عدالت حیدرآباد اور مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شائع ہوا ہے - مترجمہ مسز ملک شاہ دکن شاہ شکن جج عدالت آصفیہ - آخر میں اصطلاحات کا فرہنگ انگریزي و اُردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۹) تمدن ہند - قیمت پچاس روپیہ -

(۱۰) داستان ترکتازان ہند - ۵ جلد فارسي زبان میں - جس میں مسلمانوں کے ابتدائي حملوں سے دولت مغلیہ کے انقراض تک تمام سلاطین ہند کے مفصل حالات منضبط ہیں - اعلي خط پر نہایت خوشخط چھپي ہے حجم (۲۲۵۶) صفحہ - قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۱) الغزالي - مصنفہ مولانا شبلي نعماني - امام ہمام ابوحامد محمد بن محمد الغزالي کي سوانح عمري اور ان کے علمي کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (۲۸۳) صفحہ طبع اعلي قیمت ۲ روپیہ -

(۱۲) جنگل میں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف ردیارڈ کپلنگ کي کتاب " دي جنگل بک " کا اُردو ترجمہ - مترجمہ مولوي ظفر علي خان بي - اے - جس میں انوار سہیلي کي طرز پر حیوانات کي دلچسپ حکایات لکھي گئي ہیں - حجم ۴۶۲ صفحہ قیمت سابق ۴ روپیہ حال دو روپیہ -

(۱۳) ناٹم اورسي - سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس کالي داس کے ڈراما کا ترجمہ - مترجمہ مولوي عزیز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا میں مرحوم مترجم نے ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں سنسکرت ڈراما کي تاریخ اور مصنف ڈراما کے سوانحي حالات مذکور ہیں - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۴) انس اللغات - عربي فارسي کے اکثر ہزار متداول الفاظ کي کارآمد ڈکشنري - حجم ۱۲۲۶ صفحہ - قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ کے معنے اُردو زبان میں رکھے گئے ہیں -

(۱۵) قواعد المعادن - جس میں تذکیر و تانیث کے جامع قواعد لکھے ہیں ' اور کئي ہزار الفاظ کي تذکیر و تانیث بتلائي گئي ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۶) دربار اکبري - مولانا آزاد دہلوي کي مشہور کتاب - جس میں اکبر اور اس کے اہل دربار کا تذکرہ مذکور ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۷) نقش ایران - مسٹر شوسٹر کي مشہور کتاب " اسٹرینگلنگ آف پرشیا " کا ترجمہ - حجم (۵۰۰) صفحہ مع ۲۱ تصویر عکسي - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۸) صنمخانۂ عشق - حضرت امیر مینائي کا مشہور دیوان قیمت ۳ روپیہ

۱۹ - حکمت بالغہ

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چریا کوٹي نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا - مولوي صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہي ہونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل دیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کر دیا جائے ' اس سلسلہ کي ایک کتاب موسوم بہ " حکمت بالغہ " تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکي ہے -

پہلي جلد کے چار حصہ ہیں - پہلے حصہ میں قرآن مجید کي پوري تاریخ ہے جو " اتقان في علوم القرآن " علامہ سیوطي کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کي بحث ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت (صلعم) پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسي تحریف یا کمي بیشي کے ویسا ہي موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا - اور یہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامي کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمي مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصہ سے اصل کتاب شروع ہوتي ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کي ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوري ہو چکي ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کیے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو کچھ اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کي مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے ہوئے آیۂ خاتم النبیین کي عالمانہ تفسیر کي ہے - پہلے باب میں رسول عربي صلعم کي ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب احادیث کي تدوین کے بعد پوري ہوئي ہیں ' اور اب تک پوري ہوتي جاتي ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکي ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت ہوتي ہے -

تیسري جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علمائے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم اُمي تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہي ہونے کے نو عقلي دلیلیں لکھي ہیں - یہ عظیم الشان کتاب اسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چیني ہو رہي ہے ' ایک عمدہ ہادي اور رہبر کا کام دے گي - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائي چھپائي و کاغذ عمدہ ہے قیمت ۵ - روپیہ -

۲۰ - نعمت عظمیٰ

امام عبد الوہاب شعراني کا نام نامي ہمیشہ اسلامي دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدي ہجري کے مشہور ولي ہیں - " لواقح الانوار " صوفیائے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کي تصنیف ہے - اس تذکرے میں اولیاء فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کات چھانٹ کے جمع کیے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح دل ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں ' اور صوفیائے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لاجواب کتاب عربي زبان میں تھي - ہمارے محترم دوست مولوي سید عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلي درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتي اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلي قیمت ۵ - روپیہ -

(نوٹ ۱) ایک روپیہ في جلد کے حساب سے ہر کتاب کي عمدہ جلد بن سکتي ہے -

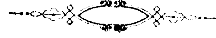
(نوٹ ۲) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغیرہ ذمۂ خریدار ہوگا -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد - دکن

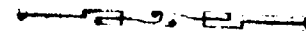
البيان

في

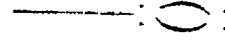
مقاصد القرآن



هـذا بيان للناس، و هدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)



يعني قرآن حكيم كي مفصل تفسير، از خامه اڈیٹر الهلال



اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانه دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ٦٣ اور زیاده سے زیاده ١٠٠ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحه کي تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH P[illegible] 45, Ripon [illegible]